

فتاویٰ خزینہ

مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی

مفتی محمد رفیق صاحب مدظلہ العالی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

العظايا النبوية

الفتاوى الصورية

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد دوازدہم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان

فقہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی مدظلہ العالی

۱۲۶۲ھ — ۱۳۳۰ھ

۱۸۵۶ء — ۱۹۲۱ء

ملنے کے لیے

○ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۷۶۶۵۷۷۲

۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰

○ مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

○ ضیاءالاعتراں پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

○ شبیر پبلشرز، ۳۰ بی، اردو بازار، لاہور

تمام کتاب	_____	فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم
تصنیف	_____	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ عربی عبارات	_____	حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
پیش لفظ	_____	" " " " " " " " " " " " " "
ترتیب فہرست	_____	" " " " " " " " " " " " " "
تخریج و تصحیح	_____	مولانا نذیر احمد سعیدی ، مولانا محمد عباس رضوی
باہتمام و سرپرستی	_____	حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان
کتابت	_____	محمد شریف گل ، کڑیاں کلاں (گوجرانوالا)
پیسٹنگ	_____	مولانا محمد نشا تائش قصوری معلم شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
صفحات	_____	۶۸۸
اشاعت	_____	رجب المرجب ۱۴۱۸ھ / نومبر ۱۹۹۷ء
مطبوع	_____	
ناشر	_____	رضافاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	_____	روپے



ملنے کے پتے

- مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور



اجمالی فہرست

۵	پیش لفظ
۱۰۱	باب المہر
۲۰۱	باب الجہاز
۲۶۱	باب نکاح الکافر
۲۶۷	باب المعاشرہ
۲۷۱	باب القسم
۲۸۷	باب النکاح الثانی
۳۲۱	کتاب الطلاق
۵۱۳	باب الکناہیہ
۶۳۷	باب تفویض الطلاق
۶۵۷	ماخذ و مراجع

فہرست رسائل

۱۰۱	○ البسط المسجل
۲۸۷	○ اطائب التہانی
۵۱۳	○ مرجع الاحقاق





پیش لفظ

الحمد لله العليّ حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزاہت علمیہ و ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں ”رضا فاؤنڈیشن“ کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج اور کتاب النکاح پر مشتمل خوبصورت ضخیم جلدیں آپ تک پہنچ چکی ہیں۔ کتاب النکاح کے اکثر و بیشتر حوالہ جات کی تخریج فاضل جلیل، فن اسماء الرجال و مناظرہ کے ماہر حضرت علامہ مولانا محمد عباس رضوی ساکن گوجرانوالا نے فرمائی ہے، جس پر ادارہ کے اراکین ان کے شکر گزار ہیں۔ اب بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ و بعنایتہ رسولہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارہویں جلد پیش کی جا رہی ہے۔

اب تک شائع ہونے والی جلدوں کی تفصیل سنین اشاعت اور مجموعی صفحات کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

۸۰۳۸ صفحات	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء	پہلی جلد
۷۱۰	ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ / نومبر ۱۹۹۱ء	دوسری جلد
۷۵۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ / فروری ۱۹۹۲ء	تیسری جلد
۷۶۰	رجب المرجب ۱۴۱۳ھ / جنوری ۱۹۹۳ء	چوتھی جلد

۱۹۲	صفحہ	ربیع الاول ۱۴۱۴ھ / ستمبر ۱۹۹۳ء	پانچویں جلد
۲۶	"	ربیع الاول ۱۴۱۵ھ / اگست ۱۹۹۴ء	چھٹی جلد
۲۰	"	رجب المرجب ۱۴۱۵ھ / دسمبر ۱۹۹۴ء	ساتویں جلد
۶۴	"	محرم الحرام ۱۴۱۶ھ / جون ۱۹۹۵ء	آٹھویں جلد
۴۶	"	ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ / اپریل ۱۹۹۶ء	نویں جلد
۳۲	"	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ / اگست ۱۹۹۶ء	دسویں جلد
۳۶	"	محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / مئی ۱۹۹۷ء	گیارہویں جلد

بارہویں جلد

یہ جلد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد پنجم کے باب المہر سے باب تفویض الطلاق کے آخر تک ۳۲۸ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ بتوفیق اللہ تعالیٰ و بفضلہ اس راقم پر تصحیح و تصحیف عفی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں شامل رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست بھی راقم نے افادہ قارئین کے لئے تیار کر دی ہے۔ متعدد ضمنی مسائل و فوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل نو عنوانات زیر بحث لائے گئے ہیں:

- | | |
|----------------------|-----------------------|
| (۱) باب المہر | (۲) باب الجہاز |
| (۳) باب نکاح الکافر | (۴) باب المعاشرۃ |
| (۵) باب القسم | (۶) باب النکاح الثانی |
| (۷) کتاب الطلاق | (۸) باب الکنایۃ |
| (۹) باب تفویض الطلاق | |

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ انتہائی دقیق اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں:

(۱) البسط المسجل فی امتناع النرجۃ بعد الوطی للمعجل (۵-۱۳۰ھ)
وطی کے بعد معجل کی وصولی کے لئے عورت کو منع نفس کا حق حاصل ہے یا نہیں۔

(۲) اطائب التہانی فی النکاح الثانی (۱۲-۱۳۱ھ)

نکاح ثانی کے احکام میں۔

(۳) رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق (۵۱۳۱۱)
 طلاق بائن کے الفاظ کی تعداد اور ان کی تفصیل۔

نوٹ: اس جلد کے مسئلہ نمبر ۱۲۱ کے آخر سے عربی عبارت کا کچھ حصہ جو فتاویٰ رضویہ قدیم جلد پنجم کے صفحہ ۴۱۳ سے ۴۱۸ تک تھا غیر مربوط ہونے کی وجہ سے خارج کر دیا گیا ہے، دراصل یہ عربی عبارت مصنف علیہ الرحمۃ کی تصنیف جلیل جد الممتار کی ہے جو سہواً یہاں نقل ہو گئی تھی۔



حافظ عبدالستار سعیدی
 ناظم تعلیمات
 جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

رجب المرجب ۱۴۱۸ھ
 نومبر ۱۹۹۷ء

فہرست مضامین

باب المہر

○ رسالہ البسط المسجل فی امتناع

التر وجة بعد الوطی للمعجل (وطی کے بعد مہر معجل کی وصولی کیلئے عورت کو منع نفس کا حق حاصل ہونے کا مفصل بیان) (یہ رسالہ دو سوالوں کے

جواب پر مشتمل ہے)

سوال اول

ہتدہ تا وصول مہر معجل شوہر کے یہاں جانے سے انکار رکھتی ہے آیا اسے حق منع نفس حاصل ہے ناشرہ تو نہ ہوگی۔

سوال دوم

جب ادائے مہر معجل سے پہلے برضائے زن وطی ہو تو منع نفس کا حق ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں،

اور کیا یہ مذہب صاحبین ہے اور اسے مذہب عام پر مسٹر محمود کی اپنے فیصلہ میں ایجاد کردہ وجوہ سے ترجیح صحیح ہے یا نہیں۔

۱۰۲

۱۰۲

۱۰۳

مسٹر محمود کی پانچ وجوہ محترمہ۔
جواب سوال اول۔

عورت کو اختیار حاصل ہے کہ جب تک مہر معجل

۱۰۳

۱۰۱

۱۰۱

۱۰۳

وصول نہ کر لے اپنے آپ کو تسلیم شوہر نہ کرے۔
مہر معجل کی وصولی کے لئے اپنے آپ کو تسلیم شوہر نہ کرنے والی عورت ناشرہ نہ ہوگی۔

وطی برضائے عورت کے باوجود عورت کو یہ اختیار ہے کہ وہ مہر معجل کی وصولی کے لئے اپنے آپ کو

۱۰۲

۱۰۳

وطی کے لئے شوہر کے حوالے نہ کرے اور اس کے ساتھ سفر سے انکار کرے۔

برائے وصولی مہر معجل وطی و سفر سے انکار کرنیوالی

۱۰۳ مزارعت یعنی بیانی پر کھیت دینا جائز ہے۔
نشہ آور رقیق شئی قلیل بھی ہرگز حرام ہے۔

۱۰۴ امام اعظم کے بعد امام ابو یوسف پھر امام محمد پھر امام زفر و حسن بن زیاد کے قول کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔
ہم پر امام کے قول پر فتویٰ دینا واجب ہے۔
۱۰۵ اگرچہ مشائخ اس کے خلاف فتویٰ دیں۔

۱۰۵ جواب سوال دوم۔

۱۰۵ مجتہد کے سوا کسی کو قوتِ دلیل پر نظر کا اختیار نہیں۔

۱۰۶ مسائلِ وقف و قضاء میں غالباً امام ثانی کے قول پر فتویٰ ہے۔

۱۰۶ لاکھوں مسائلِ معاملات میں قولِ امام پر فتویٰ

۱۰۶ ہے اگرچہ امام ابو یوسف کی رائے سے امام محمد بھی موافق ہوں۔

۱۰۶ مشقتِ جالب تیسیر ہے۔

۱۰۶ امام ابو یوسف علماً امام اعظم کے ہم پلہ نہیں۔

۱۰۶ بے اذن امام اعظم امام ابو یوسف نے مجلس میں قائم کی پانچ سوالوں کے جواب میں متحیر ہو کر پھر خدمتِ امام میں رجوع لائے۔

۱۰۶ جو مسئلہ امام اعظم کے حضور طے نہ ہو لیا وہ قیامت تک مضطرب رہے گا۔

۱۰۸ امام ابو یوسف فرماتے ہیں جس مسئلہ میں ہمارے استاذ کا کوئی قول نہیں اس میں ہم پریشان حال ہیں

۱۰۸ امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ میں بعض مسائل میں جانتا کہ حدیث میری طرف ہے، تنقیح کے بعد گھٹتا کہ حدیث سے امام صاحب نے فرمایا،

۱۰۹

۱۰۹

۱۰۸

۱۰۸

۱۰۸

۱۰۸

۱۰۸

۱۰۹

۱۰۹

۱۰۹

عورت کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔

حق منع نفس و منع سفر کے بارے میں امام اعظم

ابو حنیفہ اور صاحبین کے مذہب میں فرق۔

اکثر اکابر ائمہ و علماء و فقہاء اس مسئلہ میں مذہبِ امام

کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی پر حسبِ زم و اعتماد

کرتے ہیں۔

متون خاص نقلِ مذہبِ صحیح و معتمد کیلئے وضع کئے جاتے

اقتضار و تعلیل دونوں دلیل اختیار و تعویل ہیں۔

تعلیل دلیلِ ترجیح ہوتی ہے۔

ملتقی الابحار متون معتمدہ فی المذہب سے ہے۔

ملتقی الابحار میں جو قول مقدم ہو وہی ارجح و مختار

للفتویٰ ہوتا ہے۔

فقہہ لنفس امام قاضی خاں اسی قول کو مقدم

کرتے ہیں جو اشہر و اظہر اور معتمد ہوتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ اکثر قولِ قوی کو مقدم کرتے ہیں اور

قولِ مختار کی دلیل کو مؤخر کرنا ان کی عادتِ مستمرہ ہے۔

بائع نے وصولی ثمن سے قبل اگر بیع کا بعض حصہ

مشتری کے حوالے کر دیا تو بقیہ کو روکنے کا اسے

حق حاصل ہے۔

علامہ شیخ زادہ دیارِ رومیہ کے عالم، دولت

عثمانیہ کے قاضی اور صاحبِ درمختار کے معاصر تھے۔

علامہ خیر الدین دہلی صاحبِ درمختار کے استاذ ہیں

علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقاً قولِ امام

پر فتویٰ دے اور قاضی عموماً مذہبِ امام پر

فیصلہ کرے مگر بضرورت داعیہ ترک۔

۱۰۹

۱۰۹

- ۱۱۶ میرے خواب میں بھی نہ تھی۔
- ۱۱۲ ۱۱۳ متون شروع پر اور شروع فتاویٰ پر مقدم ہیں۔
- ۱۱۸ ۱۱۳ متن و شرح میں تعارض ہو تو عمل متن پر ہوگا۔
- ۱۱۸ ۱۱۳ متون و فتاویٰ باہم متعارض ہوں تو معتد وہی ہوگا جو متون کے موافق ہوگا۔
- ۱۱۸ ۱۱۳ صاحب ہدایہ اصحاب تریح میں سے ہیں۔
- ۱۱۸ ۱۱۳ امام کمال الدین ابن الہمام صاحب فتح القدير لائے اجتہاد اور اصحاب تریح سے ہیں۔
- ۱۱۸ ۱۱۴ معاشرت دلیل منافرت ہے۔
- ۱۱۸ ۱۱۴ امام قاضی خاں اصحاب تریح سے ہیں ان کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے ان کی تصحیح سے عدل نہ کیا جائے۔
- ۱۱۸ ۱۱۴ علمائے شروع و فتاویٰ کی بعض صریح تصحیحات اس بنا پر رد کر دیں کہ متون ان کے خلاف پر ہیں۔
- ۱۱۹ ۱۱۵ جس پر متون ہوں وہی قول معتد ہوگا۔
- ۱۱۹ ۱۱۵ عصبیات کے بعد ولایت نکاح ماں کو ہے۔
- ۱۲۰ ۱۱۵ صاحب محیط ائمہ تریح سے ہیں۔
- ۱۲۰ ۱۱۵ بعض جگہ قول صاحبین پر فتویٰ کی وجہ۔
- ۱۱۹ ۱۱۶ بیع میں اگر چند چیزیں ایک عقد بیع ہیں اور بعض بخشی دے دیں، بعض باقی کو روک سکتا ہے جب تک تمام ثمن وصول نہ ہو۔
- ۱۲۰ ۱۱۶ اشیائے متعددہ میں اقباض بعض اقباض کل نہیں۔
- ۱۲۰ ۱۱۷ ثمن مؤجل ہو تو جس بیع کا استحقاق بالاجماع زائل ہو جاتا ہے۔
- ۱۱۶ ۱۱۲ پر فتویٰ دیا ہو۔
- ۱۱۳ ۱۱۳ قول امام سے قول صاحبین کی طرف یا ان میں سے کسی ایک کی طرف بلا ضرورت عدول نہ کیا جائے۔
- ۱۱۸ ۱۱۳ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں قول امام پر فتویٰ بہر حال میرے نزدیک واجب ہے۔
- ۱۱۸ ۱۱۴ وقتِ عشاء میں قول صاحبین کو در میں مفتی بہ کہا اس پر اعتماد جائز نہیں کہ قول امام سے عدول کا کوئی سبب نہیں۔
- ۱۱۸ ۱۱۴ بغیر ضعف دلیل یا ضرورت یا تعامل یا اختلاف زماں قول امام پر قول صاحبین مرتجح نہیں ہو سکتا۔
- ۱۱۸ ۱۱۴ ضعف دلیل جس کے سبب قول امام سے عدول جائز ہے وہ ہے کہ اعظم ائمہ مجتہدین فتویٰ اس کے ضعف پر تنصیح کریں۔
- ۱۱۹ ۱۱۹ بیع عین پر وارد ہوتی ہے۔
- ۱۱۹ ۱۱۵ نکاح عورت کے گوشت پوست پر نہیں منافع بضع پر وارد ہوتا ہے۔
- ۱۲۰ ۱۱۵ بصورت تہجد بعض کی تسلیم کل کی تسلیم نہیں اور نہ بعض پر رضائے کل پر رضائے لازم ہے۔
- ۱۲۰ ۱۱۶ بیع میں اگر چند چیزیں ایک عقد بیع ہیں اور بعض بخشی دے دیں، بعض باقی کو روک سکتا ہے جب تک تمام ثمن وصول نہ ہو۔
- ۱۲۰ ۱۱۶ اشیائے متعددہ میں اقباض بعض اقباض کل نہیں۔
- ۱۲۰ ۱۱۷ ثمن مؤجل ہو تو جس بیع کا استحقاق بالاجماع زائل ہو جاتا ہے۔

- ۱۲۳ مہر سے وہ دوچند ہو۔
- ۱۲۳ مہر شرع محمدی کی مقدار کیا ہے۔
- ۱۲۴ ہر عاقدہ و حالت اور واقف و موصی کے کلام کو اس کے عرف پر محمول کرنا لازم۔
- ۱۲۵ مہر فاطمی چار سو مشقال چاندی تھا، آج کل کے روپے سے ایک سو ساٹھ روپے۔
- ۱۲۵ فساد تسمیہ کے وقت مہر مثل قائم ہوتا ہے۔
- ۱۲۵ جو مہر بیان تعجل و تاخیر سے معرا ہو وہ موت یا طلاق سے پہلے فی الحال واجب الادا ہے یا نہیں۔
- ۱۲۵ فسق زن کے سبب طلاق دے دے تو مہر کی بھی ادا لازم ہوگی یا نہیں۔
- ۱۲۶ کون سا وہ امر ہے جس سے تمام مہر ساقط ہو جاتا ہے اور کون سا وہ جس سے نصف رہ جاتا ہے۔
- ۱۲۶ مہر نفس عقد سے واجب ہوتا اور وطی یا خلوت یا موت احد الزوجین سے تاکد و تقرر پاتا ہے۔
- ۱۲۶ بعد تاکد و تقرر اگر عورت مرتدہ ہو جائے تو بھی مہر یا اس کا کوئی حصہ ساقط نہ ہوگا۔
- ۱۲۶ مؤکدات ثلاثہ وطی، خلوت صحیحہ، موت احد الزوجین سے پہلے اگر معاذ اللہ عورت مرتدہ ہو جائے تو مہر بالکل ساقط ہو جائے گا۔
- ۱۲۶ اگر عورت اپنے شوہر کے باپ یا بیٹے یعنی شوہر کی اصول و فروع سے کسی سے زنا کرے تو بھی پورا مہر ساقط ہو جائے گا جبکہ مؤکدات ثلاثہ سے کوئی

۱۲۰ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ حق حبس بیع میں اصل عقد کا اقتضار نہیں اور نکاح میں بحالت اطلاق نفس عقد کا مقتضی ہے۔

۱۲۰ بیع متایضہ میں احد البدین کی تسلیم اولاً واجب نہیں زید ہندہ سے نکاح کر کے چلا گیا رخصت نہیں ہوئی تھی، دو برس بعد ہندہ نے نالش کی کہ رخصت کر لے یا طلاق دے، اس نے طلاق لکھ دی، پھر ہندہ نے مہر معاف کر دیا، ہندہ معافی مہر منظور نہیں کرتی نصف مہر مانگتی ہے۔

۱۲۱ باپ کو کسی طرح اپنی بیٹی کا مہر معاف کرنے کا اختیار نہیں، نہ ہرگز اس کے معاف کئے معاف ہو سکے۔

۱۲۱ خلوت و دخول سے قبل طلاق دی تو عورت پر عدت لازم نہیں۔

۱۲۱ مرد کے کہ میں نے اس شرط پر اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دی کہ مجھے مہر معاف ہو جائے اور ہندہ نے مہر معاف نہیں کیا تو نہ مہر معاف ہو نہ طلاق پڑی۔

۱۲۲ مہر کا معجل یا متعجل ہونا بیان ہو تو وہ ورنہ وہ جو متعارف ہو یعنی وہاں جس کا رواج ہو وہ ٹھہرے گا۔

۱۲۲ بے خبری میں رضاعی بہن سے نکاح کر لیا مہر واجب ہوایا نہیں۔

۱۲۲ نکاح فاسد میں مہر مثل بعد وطی لازم ہوتا ہے جو مہر مستحی سے زائد نہ ہو۔

۱۲۲ محارم سے پناہ بخدا اگر کوئی نکاح کے بعد وطی کر لے تو مہر مثل پورا واجب ہوگا اگرچہ باندھے ہوئے

- ۱۲۷۔ ہندہ کا مہر موجد ہے اور کوئی میعاد معین قرار نہ پائی اور طلاق بھی نہ ہوئی، ہندہ مہر لینے کی کس وقت مستحق ہے۔
- ۱۲۸۔ زید نے ہندہ کو طلاق دے دی جب مہر طلب کیا گیا تو کہا مہر دس درہم تھا بعد مہر نہ ہندہ کو یاد ہے نہ اس کے ولی خالد کو، نہ قاضی اور نہ وکیل کو، اور نہ یہ یاد ہے کہ نکاح کے گواہ کون کون مقرر ہوئے تھے، مگر اس قوم میں مہر کم درجہ پانچ سو روپیہ اور دو دینار سُرخ اکثر ہے، دس درہم کسی کا نہیں بلکہ شہر بھر میں شاید کسی کا بھی دس درہم مہر نہ ہو۔ ولی ہندہ پانچ سو روپیہ اور دو دینار سُرخ کا طالب ہے، ہندہ دس درہم پائے گی یا بموجب عرف پانچ سو روپیہ اور دو دینار سُرخ۔
- ۱۲۹۔ مہرازدواج مطہرات و حضرت فاطمہ زہرا کس قدر تھا
- ۱۳۰۔ عامۃ ازواج مطہرات و بنات مکرمات حضور پر نور علیہ و علیہن افضل الصلوات و اکمل التحیات کا مہر اقدس پانچ سو درہم سے زائد نہ تھا۔
- ۱۳۱۔ نش نصف اوقیہ کو کہتے ہیں
- ۱۳۲۔ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابوسفیان کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں
- ۱۳۳۔ اُمّ المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر ایک ایت پر چار ہزار درہم اور دوسری پر چار ہزار دینار تھا
- ۱۳۴۔ حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو شقال چاندی تھا
- ۱۳۵۔ درہم شرعی کا وزن۔
- ۱۳۶۔ دینار کا وزن۔
- ۱۲۷۔ اب تک واقع نہ ہوا تھا۔
- ۱۲۸۔ یونہی اصل و فرع شوہر کا بشہوت بوسہ لینا یا مَسِّ ذَکْرِ یا بشہوت اصل یا فرع کے ذکر کی طرف نظر کرنا۔
- ۱۲۹۔ عورت اگر اپنی صغیرہ (سوت) کو دودھ پلا دے قبل و طلی یا خلوت صحیحہ یا موت یا شوہر کی موت سے پہلے ایسا کیا تو مہر ساقط ہو جائے گا۔
- ۱۳۰۔ اگر ان موکداتِ ثلثہ سے کسی ایک کے وقوع سے پہلے بنجار بلوغ مرد یا عورت فسخ نکاح اختیار کرے تو پورا مہر ساقط ہو جائے گا۔
- ۱۳۱۔ اگر عقد فاسد میں قبل از و طلی حقیقی متارکہ ہو جب بھی پورا مہر ساقط ہو جائے گا۔
- ۱۳۲۔ اگر معاذ اللہ مرد مرتد ہو یا عورت کی دختر سے زنا کرے یا عورت کی اصل و فرع کسی سے یا ان میں سے کسی کا بشہوت بوسہ لے یا مساس کرے یا ہم آغوش ہو یا فروج اندرونی پر نظر کرے ان سب صورتوں میں نصف ساقط ہو جائے گا جبکہ موکداتِ ثلثہ سے پہلے ان میں سے کوئی بات واقع ہو۔
- ۱۳۳۔ قبل و طلی یا خلوت کے طلاق ہو تو نصف مہر دینا ہوگا۔
- ۱۳۴۔ اگر کبیرہ نے صغیرہ کو دودھ پلا دیا تو دونوں حرام ہو گئیں اور صغیرہ کا مہر نصف ساقط نصف لازم۔
- ۱۳۵۔ زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح بکر سے کیا زوجہ بحالتِ نابالغی بکر کے گھر گئی وراثتِ نابالغہ بکر شوہر پر کس قدر مہر کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔

- دینار کی قیمت
سگہ رانجہ سے دینار و درم کا حساب -
- ۱۳۷ عہد پاک رسالت میں سونائی تولہ سات روپیہ
، آنہ ۵ پائی تھا۔
- ۱۳۷ مہر میں معجل و متوجہل کی وضاحت نہ کی گئی ہوتی
وہ عرف بلد پر رہے گا۔
- ۱۳۷ مرد نے نان نفقہ بند کر لیا عورت نے مہر کا دعویٰ
کیا، اس صورت میں مہر اس کو دلایا جائیگا یا نہیں
- ۱۳۷ ہمارے بلاد میں عام مہر بیان تعجل و تاہیل سے خالی ہوتے ہیں
اور رواج یہ ہے کہ اس کے لزوم ادا کو موت
یا طلاق پر موقوف رکھا جاتا ہے۔
- ۱۳۷ مہر کی اگر کچھ مدت مقرر نہ ہوئی وہاں اس شہر کے
عرف و عادات پر عمل ہوگا۔
- ۱۳۸ زنا سے حاملہ سے لاعلمی میں نکاح کیا، مرد کہتا ہے
میں نے باکرہ سمجھ کر نکاح کیا تھا۔ یہ عذر اسقاط مہر
کے لئے کافی ہے یا نہیں۔
- ۱۳۸ وقت نکاح مہر متوجہل و معجل کی تصریح نہ ہو تو
کس وقت واجب الادا ہوگا۔
- ۱۳۸ مہر مرکب واجب ہے، متوجہل کب اور معجل کب۔
- ۱۳۸ غلوت صحیحہ و خوب مہر کے لئے ضروری ہے یا نہیں۔
- ۱۳۹ مہر معاف کر دینا نیک کام ہے یا نہیں۔
- ۱۳۹ غلوت صحیحہ کی تعریف کیا ہے۔
- ۱۳۹ مہر معجل کی تعریف۔
- ۱۳۹ مہر متوجہل کی تعریف۔
- ۱۳۹ مہر متوجہل اس وقت واجب الادا ہوگا جب
وعدے کا وقت آئے گا، اس سے پہلے عورت
اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔
- ۱۳۹ مہر متوجہل کہا اور کوئی میعاد بیان نہیں کی تو وہ طلاق
یا موت تک متوجہل ٹھہرے گا اور بعد فرقت ہی
واجب الادا ہوگا۔
- ۱۳۹ غلوت صحیحہ و خوب مہر کے لئے شرط نہیں۔
- ۱۳۹ خوب مہر عقد نکاح سے ہوتا ہے البتہ غلوت
سے مہر متا کد ہوتا ہے بایں معنی کہ اگر پیش از و طی
غلوت صحیحہ طلاق دیتا تو نصف مہر لازم ہوتا اب
جبکہ غلوت واقع ہوگئی تو کل لازم آئے گا۔
- ۱۴۰ زید کا ہندہ سے نکاح ہوا اور غلوت بھی ہوگئی مہر متوجہل
- ۱۴۰ مہر دینا بولایت خود کرتا ہے، اس صورت میں اس کو
مہر دلایا جائے گا یا نہیں۔

۱۴۷ دوم: چار سو اسی درہم تھے۔

۱۴۹ سوم چار سو مشقال چاندی تھے۔

مذکورہ روایات ثلثہ کے سوا جو اقاویل مجہولہ

ہیں کہ مہر فاطمی پانچ سو درہم یا چالیس مشقال سونا

۱۵۰ یا انیس مشقال سونا تھا سب بے اصل ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زرہ

۱۵۱ چار سو اسی درہم میں فروخت ہوئی۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق اکبر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں درہم مختلف

۱۵۲ ہوتے تھے۔

عہد فاروقی میں درہم تین طرح کے تھے:

۱۵۲ (۱) دس درہم دس مشقال کے ہم وزن۔

۱۵۲ (۲) دس درہم چھ مشقال کے ہم وزن۔

۱۵۲ (۳) دس درہم پانچ مشقال کے ہم وزن۔

۱۴۵ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انواع ثلثہ

(دس، چھ، پانچ) میں سے ہر ایک کا ثلث

لیا جس کا مجموعہ سات بنتا ہے اور ایسا درہم

۱۴۵ مقرر فرمایا جس میں سے دس درہم سات مشقال

کے ہم وزن ہوں چنانچہ بعد ازاں اخذ و عطا میں

۱۴۵ خصومت سے بچنے کے لئے وہی درہم

جاری رہا۔

۱۵۲ حاصل یہ قرار پایا کہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ

عنها کا اصل مہر کریم جس پر عقد اقدس واقع ہوا

چار سو مشقال چاندی تھی اور زرہ برہم پیشگی

۱۴۵ وقت زفاف دی گئی کہ حکم اقدس چار سو اسی

قرار پایا تھا ہندہ مطالبہ مہر کرتی ہے اور زید کے

پاس نہیں جاتی ہے زید ہندہ کے نہ آنے کے سبب

مہر دینے سے متکر ہے مطالبہ صحیح ہے یا نہیں،

۱۴۳ ہندہ کے نہ آنے سے مہر ساقط ہوا یا نہیں۔

ایک عورت بے اجازت شوہر کی باریکے چلی گئی

اور اکثر لڑتی رہتی ہے، شوہر کو مارا بھی، شوہر

ان وجوہ سے مہر نہ دے تو مواخذہ تو نہ ہو گا اور

اس کو اپنے گھر رکھے یا نہیں۔

عورت کے فاسقہ اور گنہ گار ہونے سے مہر ساقط

نہیں ہوتا۔

۱۴۴ ناشترہ عورت کے لئے نفقہ شوہر پر واجب نہیں۔

وقت نکاح مہر فاطمی کا لفظ کہا سکے رائجہ سے

یا درہم سے اس کی تعداد نہ بتائی تو مہر فاطمی

ہی رہے گا یا مہر مثل کی طرف عود کر جائے گا

بوجہ اختلاف روایات۔

مہر حضرت سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کی مقدار میں بظاہر مختلف روایات

اور ان میں نفیس تطبیق۔

مہر فاطمی کے بارے میں روایات مسندہ

معتد بہا تین ہیں۔

اول: مہر مبارک درہم و دینار نہ تھے بلکہ ایک

زرہ کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ

وجہہ الکریم کو عطا فرمائی تھی وہی مہر میں

دی گئی۔

- ۱۵۵ درہم کو بچی -
نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت کے باپ کو شوہر کی ماں نے دودھ پلایا ہے لاعلمی میں ہمبستری ہو چکی مہر کی نسبت کیا حکم ہے -
- ۱۵۶ نکاح فاسد میں متاثر کہ بالقول ہی ہو سکتا ہے مثلاً یوں کہہ دے کہ میں نے تیری راہ کھول دی یا تجھے چھوڑا۔
- ۱۵۶ نکاح محارم نادر السنہ واقع ہو جائے تو بعد طی مہر مثل پورا لازم آتا ہے اگرچہ مستی سے زائد ہو۔
- ۱۵۷ ہندہ کا نکاح نابالغی میں زید کے ساتھ ہوا رخصت نہیں ہوئی، ہندہ مہر چاہے تو پاسکتی ہے یا نہیں۔
- ۱۵۷ نکاح نافذ غیر لازم ہو اور زود سے پہلے احد الزوجین کا انتقال ہو جائے تو کل مہر لازم ہوگا۔
- ۱۵۷ نکاح موقوف تھا ہنوز نافذ نہ ہوا تھا احد الزوجین نے انتقال کیا تو اصلاً کچھ مہر نہ ملے گا۔
- ۱۵۷ زید نے نکاح کیا عورت کو مرد کے قابل نہ پایا طلاق دے دی مہر لازم ہوگا تو کتنا۔
- ۱۵۸ زید نے اپنی منکوحہ کو نکال دیا اور کسی مہینے نان نفقہ نہ دیا پھر طلاق دے دی۔ عورت کا مہر مہر سے تھا زید نے ایک مکان سے کا بعوض دین مہر رجسٹری کرادیا تھا اب عورت کو بے دخل کر دیا، اپنے دے ہوئے زیور واپس لینے کا دعویٰ درج کیا حکم ہے۔
- ۱۵۹ جب زن و شو ایک دوسرے کو کچھ ہبہ کریں تو
- ۱۵۹ رجوع کا اختیار نہیں اگرچہ نکاح منقطع ہو جائے۔
- ۱۵۹ جو بات عرف و رواج سے ثابت ہو وہ ایسی ہی ہے جیسے زبان سے شرط کی گئی ہو۔
- ۱۵۹ صراحتاً کہی ہوئی بات عرف و رواج وغیرہ سے دلالت سمجھی جانے والی بات پر ترجیح رکھتی ہے۔
- ۱۵۹ زیور وغیرہ جو شوہر نے عورت کو دیا اور تملیک صراحتاً یا عرفاً کسی طرح ثابت نہ ہوئی تو اس میں قول شوہر معتبر ہوگا اور وہ جبراً واپس لے سکتا ہے۔
- ۱۵۹ بلا تملیک شوہر زیور وغیرہ عورت کے برتنے، پہننے اور استعمال کرنے سے ملک عورت ثابت نہیں ہو سکتی۔
- ۱۶۰ گھر میں پہننے کے کپڑے جن کا دینا حکم نفقہ شوہر پر واجب ہو چکا تھا وہ دے کر دعویٰ کرے کہ میں نے عورت کو مالک نہیں بنایا تھا تو اس میں شوہر کا قول معتبر نہ ہونا چاہئے۔
- ۱۶۰ عورت نے اقرار کیا کہ یہ چیز شوہر کی ملک تھی پھر دعویٰ کرے کہ اس کی ملکیت میری طرف منتقل ہو گئی ہے تو بغیر گواہوں کے عورت کا یہ دعویٰ ثابت نہ ہوگا۔
- ۱۶۰ اپنی زوجہ کو بے طلاق دتے اس کی رضاعی بہن سے بھی نکاح کر لیا جب اس کا عرام ہونا معلوم ہوا تو ثانیہ کو طلاق دینا چاہا وہ مطالبہ مہر کرتی ہے اس صورت میں صرف تفریق معتبر ہے یا اس پر طلاق ہوگی اور مہر زوج پر لازم ہوگا یا نہیں۔
- ۱۶۰ ایک بہن نکاح میں ہو تو دوسری سے نکاح فاسد۔

- ۱۶۲ اُس کے کیا شرائط ہیں۔
- ۱۶۰ نکاحِ فاسد میں متارکہ واجب ہے۔
- ۱۶۰ شوہر نے مہرِ معجل کا چھٹا حصہ وقتِ نکاح ادا کر دیا، اب ہندہ زوجہ کو باقی پانچ حصوں کا مطالبہ قبل افتراق پہنچتا ہے یا نہیں، اور اگر رخصت ہوئی خلوتِ صحیحہ نہ ہوئی تو دعویٰ کا اختیار ہے یا نہیں۔
- ۱۶۱ نکاحِ فاسد میں حقیقتاً وطی کر چکا ہو تو مہرِ مثل و مہرِ مستمی میں سے جو کم ہو گا لازم آئے گا۔
- ۱۶۴ مہر کی تعداد شرع پیمبری کیا ہے اور حضرت خاتونِ جنت کا مہر کیا تھا۔
- ۱۶۱ نکاحِ فاسد میں محض خلوت یا بوس و کنارِ لبثت یا غیر فرج میں دخول سے مہر لازم نہیں ہوتا۔
- ۱۶۵ مہر شرعی پر نکاح کیا تو بعد طلاق کتنا مہر دے اور ماغضہ کا سودی قرضدار بھی ہے۔
- ۱۶۱ نکاحِ فاسد وہ نکاح ہے جس میں شرائطِ صحت سے کوئی شرط مفقود ہو مثلاً بے شہود نکاح۔
- ۱۶۵ زید نے اپنی دختر نابالغہ کا عروہ سے نکاح کر لیا وکیل نے تصریح کر دی کہ جو مہر بندھا ہے وہ اس وقت نقد لیا جائے گا اور نہ وقتِ رخصت اور نہ کوئی وعدہ ادا سے مہر کا ہے نہ ہنوز رخصت ہوئی ہے تو ہندہ یا اُس کے باپ کو جو یا کل مہر کے مطالبہ کا کس وقت اختیار ہو گا اور اس مہر کو کون سا مہر کہا جائے گا۔
- ۱۶۱ نکاحِ فاسد میں طلاق دراصل طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے لہذا اس سے تعددِ طلاق میں کمی نہ ہوگی۔
- ۱۶۶ زید نے ہندہ سے دس درہم پر نکاح کیا، ہندہ میں درہم کا رواج نہیں، کیا بجائے دس درہم دس درہم بھر چاندی کافی ہوگی یا اُس کی تعداد روپے سے پوری کی جائے گی، اگر روپے آنے تجویز ہوں تو کتنے ہوں گے۔
- ۱۶۶ مہرِ معجل کے کیا معنی ہیں اور غیر معجل کے کیا، اور معجل کے کیا، اور ان کا کیا حکم ہے۔
- ۱۶۶ دینارِ سُرخ کتنے روپے کا ہوتا ہے۔
- ۱۶۱ دس درم کی آجکل کے روپے سے قیمت۔
- ۱۶۲ مہر درجہ دوم شرع پیمبری قائم کیا گیا تو تاضی نکاحِ خواں نے کہا کہ اس کی تعداد کیا ہے جو قاضی شاہد تھا اس نے کہا ۶۵ روپے۔
- ۱۶۶ مہر درجہ اول، دوم، سوم، چہارم کی تعداد کتنی ہے۔

اگر کسی قوم یا شہر کا رواج عام ہو کہ اگر پہلے طلاق
 نہ کریں اس قدر پیشگی دینا ہوتا ہے تو بلا قرار داد
 صریح بھی اتنا معجل ہو جائے گا باقی بدستور موبل
 یا مؤخر ہے گا۔

۱۴۱

بے تعین مہر نکاح ہو گا یا نہیں اور شرعی مہر کہا تو
 کس قدر لازم ہو گا۔

۱۴۲

مہر شرعی جو بنات صالحات کا چار سو مثقال چاندی
 ہے آج کل کے سکہ سے کتنے روپے ہوتے۔

۱۴۲

مہر ازواج مطہرات سوائے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہا کے پانچ سو درم ہے، سکہ مروجہ سے کس

قدر ہوتے ہیں، وزن درہم اور اوقیہ اور مثقال
 اور دینار کی صراحت فرمائی جائے۔

۱۴۲

دس درم شرعی کے سکہ مروجہ سے کتنے روپے
 ہوتے ہیں۔

۱۴۳

آج کل جو حیثیت سے زیادہ مہر باندھا جاتا ہے
 جس کے ادا کی کوئی صورت حالت موجودہ سے نہیں،

دل میں خیال کر کے کہ دینا تو پڑتا نہیں زبانی جمع خرچ
 ہے قبول کر لو نکاح کرے تو کیا حکم ہے۔

۱۴۳

وہ کون سی صورت ہے کہ صرف ایک جوڑا کپڑا
 جانے کی زوجہ مستحق ہے۔

۱۴۳

میکھے والوں نے محض جھوٹی خبر پر کہ سسرال والے
 زہر دے دیں گے ہندہ کو روک رکھا ہے اُن کا

ارادہ مہر وصول کر کے دوسری جگہ شادی کر دینے کا
 ہے، نصف مہر معجل ہے اور نصف غیر معجل، معجل

میں زمانہ کی کوئی حد نہیں اُسے روک رکھنا قبل طلاق

۱۴۱

زید نے ہندہ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر میں
 تجھے طلاق دوں تو مہر سو روپے دوں اور تو خود طلاق
 چاہے تو تین روپے، ہندہ طلاق چاہتی ہے تو
 سو کی مستحق ہوگی یا تین کی۔

ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو قبالہ لکھ دیا کہ جو کچھ
 تقریبات شادی وغنی و خاندانی میں صرف ہو گا
 اُس کے سر انجام کا صرف میرا ہے اور آمدنی و تنخواہ
 جاگیر سے کوئی علاقہ نہیں، اس قبالہ کے بعد وہ
 یا اس کی اولاد اس شرط کو دفنانے کو سے زوجہ کو
 جو کچھ دے وہ اُس کے مہر میں شمار کرے تو کیا
 حکم ہے۔

شوہر نے جو کچھ عورت کو دیا اگر قسم کے ساتھ کہہ دے
 کہ میں نے مہر میں دیا تو تین صورتوں کے ماسوا
 میں اس کا قول مان لیا جائے گا۔

مہر معجل و موبل کی کچھ تعداد ہے یا نہیں، اور کس
 وقت زہر وصول کرنے کا مجاز ہے اور کوئی سبب
 ہے یا نہیں۔

مہر تین قسم ہے: (۱) معجل (۲) موبل (۳) مؤخر۔
 مہر مؤخر یہ ہے کہ نہ پیشگی کی شرط ٹھہری ہو نہ کوئی
 مبیعہ مقرر کی گئی ہو یونہی مطلق و مبہم طور پر بندھا ہو۔
 آج کل عام مہر بطور مؤخر ہی بندھتے ہیں۔

مہر مؤخر میں جب تک موت یا طلاق نہ ہو عورت
 کو مطالبہ کا اختیار نہیں۔

مہر معجل و موبل کے لئے شرع مطہرنے کوئی تعداد
 معین نہ فرمائی۔

۱۷۶ ماہ کے بعد نکاح کیا جائے۔

حسب حیثیت تنخواہ زائد سے زائد کتنے کا مہر شرعی
باندھنا جائز ہے اور حیثیت سے زائد مہر ہونے

۱۷۷ کا کچھ مواخذہ ہے۔

عورت کے ورثہ سے اُس کا مہر شوہر یا ورثائے
شوہر بخشوا لیں تو شرعاً جائز ہو گا یا نہیں۔

۱۷۸ زید نے ایک فاحشہ سے بعد توبہ مہر شرع پیمبری پر

نکاح کیا اس کے قبیلہ کی کوئی عورت نہیں اور
ہو تو اس کا نکاح نامعلوم تو مہر مثل معلوم نہیں

۱۷۹ ہو سکتا۔ بعد مرگ زید وہ عورت اُسے گالیاں دیتی
ولد الزنا کہتی ہے، اب وہ لوگ اُس کے یہاں

۱۸۰ آتے ہیں جو زید کی زندگی میں نہیں آتے تھے، اتوں
کو گھومتی ہے وکیلوں کے پاس جاتی ہے، اب

۱۸۱ وہ سب اشیاء پر دعویٰ کرتی ہے اُس کا مہر کتنا
ہو گا۔

۱۸۲ مہر معجل کی شرط ادا کیا ہے، مہر معجل پر نکاح ہو اور
تقریباً ۲۵ برس گزریں مہر ادا نہ ہو تو وہ مہر معجل ہو گا

۱۸۳ یا اُس کا استحقاق نہ رہے گا۔

۱۸۴ دیہات میں مہر کی تفصیل نہیں ہوتی، اور اگر ہوتی ہے
تو یوں کہ زیور وغیرہ مہر معجل ہوتا ہے اور بعض قاضی

۱۸۵ غیر معجل نام رکھ دیتے ہیں ورنہ علی العموم نہ معجل
اور نہ مہر معجل کچھ نام نہیں رکھتے، ایسی حالت میں

۱۸۶ ہندہ اپنے شوہر سے مطالبہ کر سکتی ہے کہ پہلے مہر
دے دو تو رخصت ہوؤں گی۔

۱۸۷ عورت سے خاوند نے مہر معاف کرنے کو کہا انکار

مہر وصول کرنا، دوسری جگہ شادی کرنا جائز ہے
یا نہیں۔

۱۸۸ جو معاملات برادری سے طے ہوں اور شریعت سے
باہر ہوں تو کیا حکم ہے۔

۱۸۹ اگر زوجہ یہ جانے کہ نباہ نہ ہو گا تو اپنی خلاصی کے لئے
کل مہر چھوڑ دے اور لیا ہو واپس دے دے

۱۹۰ تو جائز ہے۔
سو د کے لینے اور دینے پر اگر دونوں راضی ہو تب

۱۹۱ بھی حرام قطعی ہے۔
حقوق العباد میں اگر صاحب حق راضی ہوں تو

۱۹۲ مانعت نہیں رہتی۔
پر آیا مال جبراً لینا حرام اور اس کی خوشی سے لینا

۱۹۳ حلال ہے۔
مہر میں کاہن کا لکھنا ضرور ہے یا نہیں ہے تو

۱۹۴ موافق شریعت اس کا مضمون کیا ہے۔
مہر مثل میں مہر ازواج مطہرات افضل ہے یا خاندانی

۱۹۵ مثل ام و عمہ۔
مہر مثل سے اپنے خاندان پدری کا مہر مراد ہے۔

۱۹۶ ازواج مطہرات اہمات المؤمنین ہیں، اہمات
المؤمنات نہیں۔

۱۹۷ تجدید نکاح میں مہر کم از کم کتنا باندھنا چاہئے۔
ایک شخص بعد نکاح بے قربت کئے مر گیا مہر کتنا لازم

۱۹۸ ہوا، اُس عورت کا نکاح کتنے دن بعد کیا جا، بعض
لوگ کہتے ہیں ایسے نکاح کی عدت نہیں کیونکہ جب

۱۹۹ قربت نہیں تو عدت کس چیز کی اور بعض کہتے ہیں تین

پراسے سخت پریشان کیا، تنگ رکھا، ساس سسر نے بھی بڑا بھلا کہا، وہ میسے آگئی، خاوند لینے آیا تو اس نے کہا جب تک گل مہرنے لوں گی نہ جاؤں گی کیا پنج اُسے بے مہر ادا کے زبردستی لجا سکتے ہیں۔ ۱۷۹

شوہر پر حرام قطعی ہے کہ زوجہ پر معافی مہر کا جبر کرے اور نہ ایسا کرنے سے معاف ہوگا۔ ۱۸۰

مرد و عورت صرف روز اول کو ٹھے میں رہے اور شوہن کو ٹھے کے گرد اگر مارنے کو کھڑے رہنے زوجین کو بھی یہ معلوم تھا، صبح مرد نے طلاق دے دی، مرد دخول کا مقر ہے اور عورت منکر۔ یہ دخول یا خلوت معتبر ہے یا نہیں۔

اقرار مقررہ کے انکار سے رد ہو جاتا ہے۔

بی بی کے نزع کے وقت مہر کی معافی چاہی اُس نے آواز بند ہو جانے کے سبب سر ہی ہلا دیا، مہر معاف ہو گیا یا نہیں۔

تحریری طلاق دی اُس میں یہ بھی لکھا کہ تیرے بطن کے دونوں بچے تیرے مہر میں دیے تو کیا حکم ہے۔

مہر معجل ہے، عورت کو طرح طرح کی اذیتیں تکلیفیں شوہر دیتا ہے نفقہ بھی نہیں دیتا، کیا عورت نالش کر کے مہر وصول کر سکتی ہے اور اپنے نفس کو اُس سے روک سکتی ہے۔

معصوم مدعیہ ہے کہ مہر ۱۱۰ روپے ہے وکیل اور گواہ مرچکے ہیں چار چار چاڑا بہنیں، تین کے مہر کی تعداد معلوم نہیں، سب یہی کہتے ہیں کہ شرع محمدی تھا، ایک بہن کا مہر پانچ سو معلوم ہوا ہے، ایسی

صورت میں معصوم کا مہر کیا قرار پائے گا؟

ایک شخص تین سال سے غائب ہے اُس کا بھائی اُس کی زوجہ کو اُس کے شوہر کا حصہ نہیں دیتا کہ

پانچ چھ برس سے اس کی کوئی خبر نہیں غالباً مر گیا ہوگا اور قانون کہتا ہے کہ تین برس بعد دعویٰ مہر نہیں چل سکتا، عورت کہتی ہے کہ وہ زندہ ہے،

اب اگر تم کہتے ہو کہ مر گیا تو آج سے تین برس تک مہر طلب کر سکتی ہوں، مہر کی تعداد دو سو بتاتی ہے،

ہندہ کے اعزاز کو تعداد یاد نہیں، ہندہ اپنی والدہ اور چھوٹی بھتیجیوں بھائیوں کا بھی یہی مہر بتاتی ہے

کیا اس صورت میں اہل محلہ کچھری میں اُس کا حق دلانے کے لئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا مہر

دو سو روپے تھا یا نہیں۔

ایک شخص پندرہ ماہ باہر رہا، واپس آیا تو معلوم ہوا کہ بی بی کے آٹھ ماہ کا حمل ہے وہ طلاق پر آمادہ ہے بعد طلاق وہ عورت مہر کا دعویٰ کر سکتی ہے یا نہیں۔

ایک بہن نکاح میں تھی پھر دوسری سے بھی کہ لیا یہ دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں یا نہیں، نکاح دوم کا کیا حکم ہے اور ان دونوں سے جو اولاد ہو اس کا کیا حکم ہے۔

اولاد ثابت النسب باپ کا ترکہ پائے گی اگرچہ حرامی ہو۔

نکاح فاسد و باطل میں زوجین ایک دوسرے کے وارث نہیں۔

نکاح فاسد و باطل میں زوجین ایک دوسرے کے وارث نہیں۔

نکاح فاسد و باطل میں زوجین ایک دوسرے کے وارث نہیں۔

سب جائداد منقولہ وغیر منقولہ بیوی کے نام کر کے
ہبہ کر دی یہ جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیسا
مہر لازم ہوگا۔

۱۹۱

نفقہ کے لئے کچھ پاس نہ رہنا مانع صحت مہر نہیں

۱۹۳

جو مہر میں دے دیا وہ عورت کا ہو گیا۔

۱۹۳

یہ رواج کہ بہن کو ترکہ نہیں دیتے باطل و مردود ہے۔

۱۹۳

طالق و مطلقہ دونوں کہتے ہیں کہ وطی اور دخول

۱۹۳

نہیں ہوا تو کیا حکم ہے۔

اگر طالق و مطلقہ میں خلوت و دخول کے بارے

۱۹۳

میں اختلاف ہو تو کس کے قول پر اعتماد ہوگا۔

۱۹۳

ثبوت خلوت صحیحہ یا دخول گواہوں سے ہوگا یا

۱۹۳

طالق و مطلقہ سے۔

جو شخص ایسی بات کا انکار کرے جس میں اس کا

۹۴

نفع ہو تو اس کا قول معتبر نہیں۔

۹۴

نفی پر شہادت معتبر نہیں۔

کسی قبیلہ میں رسم ہے کہ عقد سے پیشتر جو شرائط

متعلق عقد طے کرنا ہوتے ہیں والدین یا اور

اعزہ طے کرتے ہیں نوشاہ خاموش رہتا ہے

جو طے ہوتا ہے اس کا وہ پابند سمجھا جاتا ہے

اور پابندی کرتا ہے زید اسی قبیلہ کا ہے، یہ

طے ہوا کہ زید بعد بلوغ زوجہ سسرال میں رہ کر

نان و نفقہ کی خبر گیری کرے گا اور بعض مہر جو

پانچ ہزار پانسو روپے ہے جائداد غیر منقولہ دو سال

کے اندر زوجہ کے نام خریدو او بیگا یا نقد دیگا، زید

ان معاہدوں سے منکر ہے کہتا ہے یہ معاہدہ میر والد سے

ہندہ مدعیہ نے گواہوں سے ثابت کیا کہ میرا مہر
ایک لاکھ روپے تھا شوہر نے گواہوں سے یہ
ثابت کیا کہ دس ہزار تھا کس کے گواہ معتبر
ہوں گے کمی کے یا زیادتی کے۔

نکاح کے لئے مہر کا ہونا لازم ہے یا نہیں، مہر
کی نقد ادھار ان کا کیا شرعی حکم ہے۔

اگر عورت چاہے تو سب مہر کو مثل نقد یا اپنے قرضہ
کے وصول کر سکتی ہے۔

زوج نے جو زیور منجملہ مہر معجل دیا اگر واپس لے لے
تو مقروض ہوگا یا نہیں۔

زوج نے پانسو روپے کا مکان منجملہ مہر معجل خرید کر
دینے کا وعدہ کیا تو زوجہ مہر معجل پانے کی مستحق ہے

یا نہیں۔

جب تک شوہر مہر معجل ادا نہ کرے نان نفقہ پاسکتی
ہے یا نہیں۔

مہر غیر معجل بعد خلوت صحیحہ کب سے کب تک پانے
کی مستحق ہے، اگر ہر وقت پانے کی مستحق ہو تو جب

تک وصول نہ کر لے زوج کے گھر جانے سے انکار
کر سکتی ہے یا نہیں۔

مہر کی اقسام ثلاثہ یعنی معجل، مؤجل اور مؤخر کی
تعریفات اور احکام کی تفصیل۔

ایک شخص نے نکاح کیا اپنی ساری جائداد کا مہر کیا
جائداد علی التوریت چلی آرہی ہے جو ایک کھیت

زمین بارانی اور مکان سکنی اور آمدنی خانقاہ ہر قسم
حصہ خود، ایک گاؤں سے کچھ نقد رقم آتی ہے وہ مہر

ہوا تھا نہ مجھ سے، حالانکہ اُس وقت وہ موجود تھا اور بالغ تھا اور کسی بات پر انکار نہ کیا، کیا زید ان معاہدوں کے پورا کرنے کا ذمہ دار نہیں۔
المعروف کا مشروط۔

عقد سے پہلے یہ طے ہوا کہ مہر مَوَجَلِ باجل دو سال ہے دو سال کے اندر بعوض مہر ساڑھے پانچ ہزار روپے جائداد غیر منقولہ زوجہ کے نام شوہر خرید دے گا یا نقد ادا کرے گا مگر وقت عقد صرف اتنا کہا گیا کہ مہر مَوَجَلِ تعدادی ساڑھے پانچ ہزار روپے، تو کیا مہر مطلق ہو گا یا باجل دو سال مَوَجَل۔

زید نے اپنے نواسے خالد کی منگنی میں ایک زیور اُس کے والد عمر کو دے کر کہا کہ یہ تمہارے لڑکے کی طرف سے بطور نشانی لڑکی کو پہناتا ہوں اُس وقت خالد نابالغ تھا عمرو نے قبول کر کے لڑکی کو خالد کی طرف سے پہنایا اب لڑکا لڑکی جوان ہیں لڑکا طلاق پر آمادہ ہے زیور وغیرہ واپس ہوئے زید کہتا ہے وہ زیور جو میں نے دیا تھا مجھے ملے، لڑکا کہتا ہے کہ مجھے، عمرو کہتا ہے مجھے ملنا چاہئے۔ کون مستحق واپسی ہے۔

نابالغ کو ہیبت کیا اس کے باپ نے قبضہ کر لیا تو ہیبت تام ہو گیا۔

ذی رحم محرم کو ہیبت کیا تو واپس نہیں لے سکتا۔

والدین نے بخیاں دُنیا اس قدر وسیع مہر بندھو لیا کہ لڑکا کسی طرح ادا نہیں کر سکتا، لڑکے نے اس

خیال سے کہ منظور نہ کروں گا تو نکاح منظور نہ ہوگا منظور کر لیا، بالغ لڑکی نے کچھ دن بعد نجوشی معاف کر دیا، چند لوگ کہتے ہیں یہ نکاح ناجائز ہے اور صحبت حرام۔

۱۹۹

۱۹۵
۱۹۵
اس حدیث کا مطلب جس میں فرمایا گیا کہ جن کا نکاح ہوا اور ان کی نیت میں ادا مہر نہیں وہ روز قیامت زانی و زانیہ اٹھائے جائیں گے۔

۱۹۹

باب الجہاز (جہیز)

۲۰۱

جہیز کا مالک بی بی کی حیات میں اس کا شوہر ہے یا وہ خود۔

۲۰۱

۱۹۵
اگر شوہر اُس زیور میں بے اذن زوجہ تصرف کرے جو اُسے جہیز میں ملا تھا تو نافذ ہو گا یا نہیں۔

۲۰۲

۲۰۲
باپ جو چیز اپنی صحت کی حالت میں بیٹی کو سونپ دے وہ اس سے واپس نہیں لے سکتا نہ اُس کے وارثوں کو لینے کا کوئی حق۔

۲۰۲

ان شہروں میں یہ متعارف ہے کہ جوڑا دولہا کی جانب سے دلہن کو بھیجا جاتا ہے بایں اُمید کہ ادھر سے بہت زیور وغیرہ ملے گا لہذا جوڑے بہت گراں قیمت اور اُس کے ہمراہ اور کچھ بھی بھیجا جاتا ہے اور صراحت بھی ہوتی ہے کہ ادھر سے دو سو کا جائے گا تو ادھر سے چار سو کا آئیگا۔

۱۹۷

۱۹۸
اس صورت میں کیا جدائی پر واپس لیا جا سکتا ہے یا نہیں، اور اگر ہلاک کر دے تو کیا حکم ہوگا۔

۱۹۸

۱۹۸
یا نہیں، اور اگر ہلاک کر دے تو کیا حکم ہوگا۔

۲۰۲

عاریت سے بحالت بقار ہر وقت رجوع جائز و
حلال ہے۔

۲۰۸

جو اشیاء عاریتاً لی جاتیں وہ اگر بلا تعدی
ہلاک ہو جائیں تو ضمان لازم نہیں۔

۲۰۸

مستعار شئی میں اگر بحالت استعمال نقصان آجائے
تو ضمان لازم نہیں بشرطیکہ استعمال معہود ہو۔

۲۰۸

اگر عاریت کسی وقت معین تک ہو اور لینے والا
واپسی پر قدرت کے باوجود وقت معین کے بعد

۲۰۳

بھی اپنے پاس اسے روکے رکھے تو اس
ہلاک ہونے پر ضمان ہوگا اگرچہ وقت معین کے

بعد استعمال نہ کی ہو۔

۲۰۹

فتویٰ جب مختلف ہو تو ظاہر الروایۃ کی طرف
رجوع واجب ہے۔

۲۰۳

۲۰۹

باپ نے بیٹے کی شادی اپنے صرف سے کی اب
بہو کا جہیز روکتا ہے کتنا ہے میں نے جو شادی

۲۰۴

میں صرف کیا ہے اس کے عوض میں نے یہ
مال رکھ لیا ہے، اس مال اسباب کی مالک

۲۰۴

زوجہ ہوگی یا والد زید۔

۱۰

باپ کے انتقال کے بعد بکر نے اپنی دو چھوٹی
بہنوں کی پرورش کی، ان کی شادیاں بھی بعد

۲۰۶

بلوغ کر دیں، خرچ پرورش و شادی مال متروکہ مشترک
سے کیا، یہ خرچ بکر کو ان دو چھوٹی بہنوں سے

۲۰۶

مجاڑ ملے گا یا نہیں۔

بحکم دیانت بحالت عدم وصی وارثان کبیر کو

۲۰۶

وارثان صغیر کی پرورش کرنا، ان کے کھانے پینے

۲۰۸

والدین زوج نے بہو کو کچھ زیور وغیرہ واسطے تالیف کیا
یہ سمجھ کر کہ ہمارے گھر میں رہے گا ہر وقت ہمارے
اختیار میں ہوگا جب چاہیں گے دوسرے کام
میں لائیں گے جیسا تاجر بطور عاریت دیا کرتے
ہیں اپنے گھر کی زیبائش کے لئے نہ کہ بطور تحلیک
اس صورت میں اس کے مالک والدین ہیں یا
نہیں۔

جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع میں خاص
ملک زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں
طلاق ہوتی تو کل لے لے گی اور مرگئی تو اسی کے
ورثاء پر تقسیم ہوگا۔

عورتیں جو بے تکلف اموال شوہر استعمال میں
رکھتی ہیں اس سے وہ ان کی ملک نہ ہوں گے۔

عوض و معوض ایک ملک میں جمع نہیں ہو سکتے۔
بلاد شام وغیرہ میں اس امید پر مہر بڑھاتے ہیں کہ

عورت کثیر جہیز لائے گی۔
ہلاک موہوب مطلقاً مانع رجوع ہبہ ہے۔

قرابت محرمہ اور زوجیت دونوں مانع رجوع ہبہ ہیں
عوض صریح مانع رجوع ہبہ سے ہے۔

ہبہ میں جہاں رجوع کا اختیار ہو وہاں بھی رجوع
سے گنہگار ہوگا۔

دے کر پھیرنے والا مثل گتے کے ہے کہ قے
کر کے پھر کھالے۔

ہبہ سے رجوع مکروہ تحریمی ہے۔
موہوب لہ کی ملک سے خرچ مانع رجوع ہبہ ہے۔

۲۱۲ صرف جائز نہیں۔

۲۱۲ تجہیز میں جمع و مواد داخل نہیں تو تجہیز کے علاوہ خرچ کرے گا اگر وارث ہوگا تو اسی کے

۲۱۲ حصہ پر پڑے گا اور وہ متبرع ٹھہرے گا یوں ہی اجنبی۔

۲۱۶ اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بلا تراضی ناممکن ہے

۲۱۴ یہاں تک کہ قاضی کو بھی اس کا اختیار نہیں۔

۲۱۴ عقد ایک ربط ہے اور ربط کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

۲۱۴ جوشی مقصود سے خالی ہو وہ باطل ہوتی ہے۔

۲۱۴ جو جہالت مغضی الی المنازعة نہ ہو وہ جواز صلح سے مانع نہیں ہوتی۔

۲۱۵ صلح شرعاً ایک عقد ہے جو رافع نزاع اور قاطع خصومت ہے۔

۲۱۵ جہالت اگر منازعت تک پہنچانے والی ہو تو وہ جواز صلح سے مانع ہوگی۔

۲۱۵ ایسا فعل جو رضائے تبادلہ ملکین پر دال ہو وہ بیع کا رکن ہے۔

۲۱۸ تعاطی اعدا الجانبین سے بعض کے نزدیک بیع جائز ہے اور یہی مفتی بہ اور راجح ہے مگر

۲۱۶ بیان بدل ضروری ہے اگر بدل مجہول ہوگا تو بیع اجماعاً منعقد نہ ہوگی۔

۲۱۸ امین ضامن ہوتا ہے جبکہ تعدی کرے۔

۲۲۰ غاصب اگر مغضوبہ شئی کسی کو بطور ہبہ یا صدقہ یا عاریت دے اور وہ ان لوگوں کے پاس

کی چیزیں ان کے لئے خریدنا اور ان امور میں ان کا مال بے اسراف و تبذیر ان پر اٹھانا شرعاً جائز ہے جبکہ وہ بچے ان کے پاس ہوں۔

غیر کے مال میں بے اذن و ولایت تصرف ناجائز ہے۔

چند صورتوں میں بلا اذن و ولایت مال غیر میں تصرف جائز ہے۔

مفتی دیانت پر فتویٰ دیتا ہے۔

جو اہل زمانہ کو تہانے اور فتویٰ دیتے وقت اپنے علاقے کے حال کو ملحوظ نہ رکھے وہ جاہل ہے۔

نفقہ مثل کے معنی۔

تبرع اور احسان کرنے والا کسی سے مجرانہ پائیگا۔

ساکت کی طرف کوئی قول غسوب نہیں ہوتا۔

اگر کوئی شخص اپنا مال تلف ہوتا ہوا دیکھے اور خاموش رہے تو یہ خاموشی اذن اطلاق نہ ہوگی۔

نابالغ تبرع کی اہلیت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کے مال سے کسی کو تبرع کرنے کا اختیار ہے۔

بصورت شرکت ہبہ، قرض، اتلاف مال اور تملیک بلا عوض جائز نہیں جب تک شریک صراحتمانہ کہہ دے۔

شرکت عنان اور شرکت مفاوضہ میں شریک ایک دوسرے کے وکیل اور مال میں اذن التصرف ہوتے ہیں۔

شرکت عین میں شریک دوسرے کے حصہ سے اجنبی محض ہے اور اسے دوسرے کے حصہ میں

ہلاک ہو جائے تو وہ اصل مالک کے لئے ضامن ہوں گے اور غاصب کی طرف رجوع نہ کر سکیں گے بخلاف مرتہن، مستاجر اور مودع کے کہ غاصب کی طرف رجوع کریں گے۔

دینے والا دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے۔ بہن بھائی تزک میں شریک ہوں اور بھائی بہن کو جہیز دے تو یہ عرفاً ہیہہ نہیں بخلاف والدین کہ ان کا جہیز عرفاً ہیہہ ہوگا۔

قبول علم کی فرع۔ اگر کسی نے کہا میں نے اپنے درختوں کے پھلوں کی لوگوں کو اجازت دی کہ جو لے وہ اس کا مالک ہے تو جن لوگوں کو واہب کے اس اذن کی خبر ہوئی وہ جو بھی لیں گے اس کے مالک بن جائیں گے مگر جو شخص اذن واہب سے بے خبر ہوگا وہ جو کچھ لے گا اس کا مالک نہیں ہوگا۔

ہبہ مشاع محتمل قسمت صحیح نہیں اور نہ ہی مفید ملک۔ ہبہ مشاع غیر محتمل قسمت کی شرط صحت یہ ہے کہ مقدار معلوم ہو۔

فیض النساء نے اپنی سوتیلی لڑکی کی شادی کی ، شادی کے ڈیڑھ برس بعد لڑکی مر گئی ، فیض کل سامان جہیز کی واپسی کو کہتی ہے کہ میں نے اپنے پاس سے یہ سب سامان کیا تھا اس لئے اس کی واپسی کی میں حقدار ہوں ، سامان جہیز واپس لینے کا رواج مدراس میں جاری ہے۔ لڑکی کا شوہر جواب دیتا ہے کہ زیور وغیرہ مرحومہ کے حکم سے اس کے معالجہ

وغیرہ میں رہن رکھے ہوئے ہیں اس کے علاوہ میرا بہت روپیہ صرف ہوا ، مرحومہ کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا زندہ تھا وہ اس کے مال کا مالک ہوا اور اس کے بعد میں بطور باپ وارث ہوں ، حکم شرعی

۲۲۱ کیا ہے۔

۲۲۴ (۱) مدراس میں لڑکی مر جائے تو جہیز واپس لینے کا رواج ہے کیا حکم ہے۔

۲۲۸ (۲) شرع میں رواج ملک کو کیا دخل ہے۔

۲۲۸ (۳) جہیز کا سامان عاریتہ سمجھا جائے گا یا تملیکاً۔

۲۲۸ (۴) شرح وقایہ میں ہیہہ واپسی کا حکم ہے ، کیا ہیہہ جہیز اسی قسم کا ہے۔

۲۲۸ (۵) جوشی منجانب مدعیہ داماد کو ملی ہو اس کی واپسی کا مدعیہ کو کیا حق ہے۔

۲۲۸ (۶) جو سامان مدعا علیہ نے وقت شادی اپنی بی بی کو دیا مدعیہ اُسے بھی لے سکتی ہے۔

۲۲۸ (۷) مرحومہ کے حکم سے جوشی اس کے صرف کئے لئے رہن ہوئی اُسے کون چھڑائے گا۔

۲۲۸ جواب سوال اول تا چہارم۔

۲۲۸ بعض احکام شرع حکم شرع عرف پر دار ہوتے ہیں۔ اشیاء منقولہ میں سے جن کا وقف معروف ہو جائز ہے ورنہ نہیں۔

۲۲۸ جن چیزوں کے استصناع کا رواج ہو ان میں اجرت دے کر معدوم شئی کا بنوانا جائز ہے ورنہ نہیں۔

۲۲۸ شرائط بیع میں سے جو شرط مفسد معروف ہو جائے

۲۲۸ جہیز ہے، شوہر کہتا ہے مہر، تو کب کس کا قول

۲۳۲

معتبر ہوگا۔

۲۳۲

ملک جہت تملیک کو زیادہ جانتا ہے۔

۲۳۵

ہبہ تا حین حیات ہبہ کاملہ ہے اور حین حیات

۲۲۸

کی شرط لغو و باطل ہے۔

۲۳۵

احد المعاقدين کی موت رجوع ہبہ کے موافق میں

۲۲۹

سے ہے۔

۲۳۶

بحالت عدم عرف مدعی کا قول بقسم معتبر ہوگا یہ حکم

۲۲۹

لاحق کیا گیا ہے۔

باپ کے لئے ہے حقیقی ماں کو بھی اس سے عرفاً

ماں کا دعویٰ اختصاص محتاج بینہ ہونا چاہئے مگر

۲۲۹

تزوین کی ہو۔

دو صورتوں میں، ایک یہ کہ باپ مال نہ رکھتا ہو،

دوسرے یہ کہ ماں نے اس سے جدا ہو کر بطور خود

۲۳۶

لڑکی نے باپ کے مال سے دستکاری کر کے جہیز

۲۳۰

کا کچھ سامان تیار کیا، ماں کے مرنے کے بعد باپ نے

وہ سامان جہیز میں اُسے دے دیا تو یہ سب اُسی

۲۳۰

کا ہے اُس کے بھائیوں کو حق نہیں کہ وہ اسے ماں

۲۳۸

کا ترکہ قرار دے کر اپنا حصہ طلب کریں۔

۲۳۹

دادا باپ کی طرح ہے سوائے چند مسائل کے۔

بی بی بے جہیز رخصت ہو کر آئی تو شوہر کو اپنے خسر

۲۳۰

سے اُن دراہم و دنانیر کا مطالبہ پہنچتا ہے جو اُس

نے بھیجے ہوں جبکہ بعد زفاف زمانہ دراز تک

۲۳۴

چُپ نہ بیٹھا ہو۔

۲۳۴

زمانہ دراز سے کون سا زمانہ مراد ہے۔

محمل ہے ورنہ نہیں۔

مرہن کا شئی مرہون سے انتفاع اگر باذن راہن

بے شرط ہو تو جائز ورنہ حرام، مگر ہمارے زمانے

میں مطلقاً حکم حرمت دیا جائیگا کہ طبع نفع بہ مرہون

قرض نہ دینے کا عرف و رواج ہے۔

جب دو امر محتمل ہوں تو اقل متعین ہوتا ہے کیونکہ وہی

یقینی ہوتا ہے۔

عرف غالب کا اعتبار ہوگا مغلوب نامقبول ہوگا

اور یہاں دونوں برابر ہوں وہاں تعین مراد کا قول

بقسم معتبر ہوگا۔

بیٹی کو جہیز دیا پھر مدعی ہوا کہ میں نے عاریتہ دیا تھا

بیٹی کہتی ہے تمہیں کیا یا اُس کے مرنے کے بعد اُس کا

شوہر یہ کہتا ہے تو کس کا قول کب اور کس طرح معتبر

ہوگا۔

جہاز میں جس کا قول معتبر ہوگا بقسم معتبر ہوگا۔

عرف جن خصوصیتوں کے ساتھ ہو سب کی رعایت

واجب ہے۔

اگر ایک خاص مقدار تک حسب حیثیت جہیز دینے

کا عرف ہو اور اُس سے زائد عاریت تو اس

مقدار تک تملیک سمجھیں گے اور زائد میں قول واقع

بالاتفاق معتبر مانیں گے۔

بیٹی کا باپ پر قرض تھا جہیز دیا پھر کہا میں نے

قرض میں دیا ہے، بیٹی کہتی ہے نہیں اپنے مال

سے، تو کس کا قول معتبر ہوگا۔

شوہر نے زوجہ کو کوئی چیز بھیجی، عورت کہتی ہے

- ۲۴۹ اس کے وارثوں سے واپس لے لے۔
- ۲۴۵ سو تیلی ماں نے حسب رواج ملک مال و متاع بنام جہیز لڑکی کو دیا لڑکی کے بعد واپسی چاہتی ہے دیتے وقت نہ تو تملیک کی نیت ہوتی ہے نہ عاریت ہبہ کی، لہذا حسب رواج ملک واپس ہو اس پر فتاویٰ طلب کئے گئے، بریلی سے بھی فتویٰ آیا جس کا مطلب بتایا گیا کہ رواج ملک کو شرع میں کچھ دخل نہیں، نہ فیض الفسار واپسی جہیز کی حقدار ہو سکتی ہے اس کا دعویٰ مردود اور رواج ملک مردد الخ، کیا یہ مطلب صحیح ہے؟
- ۲۴۸ انجن نے یتیمہ کا نکاح کیا، شوہر نے اُسے نہ رکھا، سامان جہیز جو انجن نے دیا تھا واپس آیا اُس کی مالک یتیمہ ہے یا انجن۔
- ۲۵۲ صدر انجن جس کے حکم سے سب کام ہوتے ہیں تمام تصرفات جائزہ انجن میں چندہ دینے والوں کا وکیل مجاز ہوتا ہے۔
- ۲۴۹ اگر کسی کو غیر معین شئی کی خریداری کا وکیل کیا تو شرار وکیل کے لئے ہوگی مگر جبکہ وکیل نے موکل کے لئے خریداری کی نیت کر لی ہو یا مال موکل سے شئی خریدی ہو۔
- ۲۵۲ اگر دو شخص کسی کو ایک گھر ہبہ کر دیں تو یہ ہبہ صحیح ہوگا کیونکہ مشاع نہیں۔
- ۲۵۵ فضولی کا شرار جب تک نفاذ پائے مشتری پر نفاذ ہوتا ہے۔
- ۲۵۵ اگر دوسرے کے لئے کچھ خریدا تو شرار اس

- ایک زمانہ تک کسی شئی میں تصرف ہوتا دیکھتا رہا پھر مدعی ہوا حالانکہ پہلے بھی دعویٰ کے کوئی امر مانع نہ تھا تو اس کا دعویٰ مسوع نہ ہوگا۔
- ۲۴۵ اگر اجنبی نے جہیز دیا بعد مرگ عروس عاریت کا مدعی ہوا تو بے بنیہ اس کا قول معتبر نہیں۔
- ۲۴۷ جواب سوال پنجم۔
- موہوب شئی کا ہلاک ہو جانا یا موہوب لہ کی ملک سے خارج ہونا دونوں رجوع ہبہ سے مانع ہیں۔
- ۲۴۷ عاریت امانت ہے بے تعدی اس میں ضمان نہیں۔
- جواب سوال ششم
- جواب سوال ہفتم
- بے اجازت مالک کوئی شئی رہن کر دی مالک نے بعد میں بھی اس تصرف کو جائز نہ کیا تو مالک کو اختیار ہے کہ اس رہن کو فسخ کر کے مرہن سے اپنی چیز واپس لے لے مرہن اپنا دین مدیون سے لیتا رہے۔
- ۲۴۹ اگر مالک سے پوچھ کر اس کی شئی کو رہن رکھا یا بعد رہن مالک نے اس تصرف کو اپنی اجازت سے نافذ کر دیا تو رہن نافذ و صحیح ہو گیا۔ اب جب تک دین مرہن ادا نہ ہو مالک مرہن شئی کو واپس نہیں لے سکتا۔
- ۲۴۹ مالک کی اجازت سے کوئی شئی کسی نے رہن کر دی تو مالک کو اختیار ہے کہ مرہن کا دین دے کر اپنی چیز چھڑا لے اور جو کچھ مرہن کو دے وہ مدیون یا

مشتری پر نافذ ہوگی جبکہ اسے دوسرے کی طرف مضاف نہ کیا ہو، ہاں اگر یوں کہا ہو کہ یہ شئی فلاں کے لئے بیع کر، اس پر بائع نے کہا میں نے فلاں کے لئے بیع کی تو یہ شرار موقوف ہوگی۔

وقت شادی زید کے والدین نے حسب دستور جوڑے چڑھائے، بعد نکاح لڑکی کے والدین نے کچھ زیور جوڑے بہیز میں دیے، پھر زید نے کچھ زیور بنوادیا، علاوہ معمولی کپڑوں کے کچھ کپڑا بھی، عورت نے شوہر کے مرتے وقت پر بلکہ اب تک مہر میں معاف نہ کیا اس مال کا مالک کون ہے، مہر کی اداکس کے ذمہ ہے۔

داد و ستد معتاد و معروف کہ درانتظام مناکحت مروج است از روئے شرع شریف جائزست اگر چیزے و نقدے بنا بر عرف از ناکح گرفتہ میشود خواه بشرط یا بغیر شرط چنانکہ در بنگالہ و برہما دستوہ است کہ قبل نکاح بطور ساچی و خریچہ ضیافت اجباب طرفین سے گیرند جائز خواہ شد یا نہ شد الخ۔ ۲۵۶ قبل عقد حسب رواج کچھ زیور لڑکی کو دیا، رخصت سے قبل داماد کا انتقال ہو گیا، اس صورت میں وہ زیور قابل واپسی ہے یا نہیں۔ اکثر زیور عاریت لے کر بھی چڑھایا جاتا ہے جو بعد رخصت واپس آجاتا ہے، یہ شخص بہت قلیل المعاش ہے اس کے والدین اتنی حیثیت نہیں رکھتے کہ اتنی مالیت کو بعد رخصت موہو بہ سمجھ لیں اور رواج بھی یہی ہے کہ ایسا چڑھاوا واپس

۲۵۸ لے لیا جاتا ہے۔

چڑھاوے کا کیا حکم ہے آیا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۵۹

۲۵۹ لنگن کا حکم اور یہ کہ وہ کس کی ملک ہے۔

۲۵۵ زید بچپن سے اپنے باپ کے ساتھ بیوپار کرتا تھا اپنے باپ کے ماتحت تھا

اور کام بھی کرتا تھا اس کی شادی اس کے باپ عمر نے

نے کی، زید مر گیا، عورت اپنے خسر سے بہیز اور

اپنا مال و زر اور وہ مال جو نسبت کے وقت

اُسے دیا گیا تھا یعنی چڑھاوا اور مہر طلب کرتی

۲۵۹ ہے کیا حکم ہے۔

باب نِكَاحُ الْكَافِرِ

۲۶۱

زید قادیانی ہو گیا، اُس کی عورت مسلمان ہی

۲۶۱ رہی، کیا حکم ہے۔

مسلمان کا نصرانیہ یا مجوسیہ نکاح ہو سکتا

۲۶۲ ہے یا نہیں۔

عورت نے شریعت کی توہین کی تو کیا وہ مرتدہ

۲۶۳ ہوگی اور نکاح فسخ ہو گیا۔

کیا اب شوہر بے طلاق دے اس سے تعلق

۲۶۳ ترک کر سکتا ہے اور کوئی مواخذہ تو نہ ہوگا۔

ہندہ تجدید ایمان کر لے تو کیا زید و ہندہ

۲۶۳ تجدید نکاح پر شرعاً مجبور ہیں۔

بعد تجدید ایمان عورت بلا اجازت شوہر

۲۶۳ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

کیا ہندہ کا نفقہ ایسی صورت میں زید پر

۲۶۳ واجب ہوگا۔

باب المعاشرة

- ۲۶۷ اس صورت حال میں اگر زید تجدید نکاح پر تیار ہو تو مہر سابقہ تعداد پر معین رہے گا یا اب نئی تعداد فریقین کی رضامندی پر ہوگی۔
- ۲۶۷ کیا اس صورت حال میں ہندہ زید کی مرضی کے موافق کم مہر پر مجبور کی جائے گی؟
- ۲۶۷ عورت اگر کفر کفر سے تو نکاح سے نہیں نکلتی، یہی مفتی بہ ہے۔
- ۲۶۷ مرتدہ بعد اسلام تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی۔
- ۲۶۷ مرتدہ کے لئے نفقہ نہیں۔
- ۲۶۷ مرتدہ ہونے سے مہر مدخولہ ساقط نہیں ہوتا۔
- ۲۶۷ مرتدہ عورت جیسے بعد اسلام تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی کم از کم مہر مثلاً ایک دینار پر بھی مجبور کی جاسکتی ہے۔
- ۲۶۷ ہندہ کی نابالغ لڑکی سے بے اُس کے ولی کی اجازت کے اور بے مسلمان کتے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں
- ۲۶۷ رافضیہ سے نکاح ہو سکتا ہے؟
- ۲۶۷ اگر دھوکے سے کسی رافضیہ سے نکاح کر لے کہ معلوم نہ ہو کہ یہ رافضیہ ہے تو کیا حکم ہے۔
- ۲۶۷ کھٹک نے اپنی عورت کو اپنے مذہب کے موافق طلاق دے دی چار ماہ بعد عورت مسلمان ہوئی اسی جلسہ میں اُس کا نکاح کرادیا گیا نکاح کیسا ہوا اور عدت کی ضرورت تھی یا نہیں۔
- ۲۶۷ کافر کے لئے عدت اصلاً نہیں۔
- ۲۶۷ بوسہ کا حکم۔
- ۲۶۷ چھاتی منہ میں لینے کے احکام۔
- ۲۶۷ مرد کے لئے حلال ہے کہ اپنی بیوی کے سر سے پاؤں تک جہاں سے چاہے لطف اندوز ہو مگر وہ جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔
- ۲۶۷ بیوی کا بوسہ سنون و مستحب ہے، اگر نیت صالحہ ہو، تو اس پر اجر پائے گا۔
- ۲۶۷ عورت اگر دودھ والی نہ ہو تو اس کا پستان منہ میں لینا شوہر کے لئے جائز ہے۔
- ۲۶۷ مرد اگر دودھ والی بیوی کا پستان منہ میں لے تو یہ خیال رکھے کہ دودھ کا کوئی قطرہ حلق میں نہ جائے۔
- ۲۶۷ مرد کو قصداً بیوی کا دودھ پینا حرام ہے۔
- ۲۶۷ اگر بیوی زیادہ دودھ والی ہے اور خدشہ ہے کہ دودھ حلق میں جائے گا تو پستان منہ میں لینا مکروہ ہے۔
- ۲۶۷ جب عورت کو گھر پر چھوڑ جائے تو کتنی مدت تک سفر میں رہ سکتا ہے۔
- ۲۶۷ شوہر کو اپنے ہمراہ سفر میں اپنی بی بی کو رکھنے کا اختیار ہے یا نہیں۔
- ۲۶۷ عورت پر تنگی کرنا اور اسے ضرر پہنچانا بحکم قرآن ممنوع ہے۔
- ۲۷۰ اگر مہر معجل نہ ہو تو اس کی وجہ سے عورت کو اپنے نفس کو روکنے کا کوئی اختیار نہیں۔

- ۲۷۰۔ تو قیامت کے دن ایک طرف کھجکا ہوا آئے گا۔
- ۲۷۰۔ رعایتِ مساوات دوزخ میں محدود واجب ہے یا نہیں، اگر ان میں سے ایک قوم طوائف سے ہو تو کچھ فرق کیا جائے یا نہیں۔
- ۲۷۵۔ عدل بین الزوجین میں کھانے کی کیا صورت ہے آیا جو چیز ایک کو دے وہی دوسری کو بھی دے اگرچہ از قسم مکلفات ہو۔
- ۲۷۶۔ ہندہ نے بعد ولادت تکلیفِ ولادت سے بچنے کے لئے جماع نہ کرنے کا عہد کیا اور شوہر سے کہا کہ تمہیں صبر نہ آئے تو دوسری شادی کر لو اور جو مقدرت نہ ہو تو مجھے نان و نفقہ نہ دو، کیا شرعاً اس کی اجازت ہے کہ شوہر ہندہ کے کہنے پر عمل کرے۔
- ۲۷۹۔ ایسی لڑکی جو بظاہر جماع کی متحمل نہیں ہو سکتی اس صورت میں اس کا ولی اسے شوہر کے یہاں جانے سے روک سکتا ہے یا نہیں۔
- ۲۸۰۔ باپ نے اپنی جوان لڑکی کی نسبت ایک لڑکے سے کر دی، کچھ عرصہ کے بعد اس سے چھڑا کر دوسرے سے کر دی، کیا یہ جائز ہے، اور کیا اس میں اس لڑکے کی اجازت و رضامندی ضروری ہے جس سے پہلے نسبت کی تھی۔
- ۲۸۱۔ خلفِ وعدہ کی تین صورتیں ہیں۔
- ۲۸۱۔ نسبت کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ جس سے لڑکی کی نسبت کی وہ رافضی و ہابی وغیرہ مذہب ہے تو نسبت چھڑانا شرعاً لازم ہے۔

- ۲۷۰۔ مایہ جرمانہ شرعاً ناجائز و باطل ہے۔
- ۲۷۰۔ منسوخ پر عمل حرام ہے۔
- ۲۷۰۔ شوہر شرمگاہ زن وقت جماع دیکھے تو کچھ حرج ہے، یونہی اگر مس کرے۔
- ۲۷۰۔ کیا عورت شوہر کے آلہ تناسل کو چھوئے تو حرج ہے۔
- ۲۷۰۔ بوقت جماع رویتِ فرج ممنوع اور نامینائی کا سبب ہے۔
- ۲۷۱۔ عورت کو شوہر سے جان کا خطرہ ہو تو اس کے یہاں رہنے پر مجبور نہیں کی جا سکتی، اور اس صورت میں ناشزہ بھی نہیں۔

باب القسم

- عورت کو بے وجہ تکلیف و اذیت دینا اور دوزخ میں مساوات نہ کرنا، دونوں کو ایک مکان میں بیکر رکھنا جائز ہے یا نہیں۔
- ۲۷۳۔ بیبیوں کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی انکی بدخونی پر صبر، ان کی دلجوئی، ان کی مراعات جو خلاف شرع نہ ہو محبوب شرع ہے۔
- ۲۷۳۔ ایسے شخص کی فضیلت کی چند حدیثیں۔
- ۲۷۴۔ مردوں کے حقوق عورتوں پر جس طرح ہیں یونہی بحکم قرآن عظیم مردوں پر عورتوں کے۔
- ۲۷۴۔ جس کے دو بیبیاں ہوں اور ان میں عدل نہ کرے

- جواب از مصنف (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا
فاضل بریلوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ۲۸۹
- نکاح بیوہ کے مسئلہ میں جاہلان ہند کے
دو فرقے ہو گئے: ۲۸۹
- اول: اہل تفریط کہ نکاح بیوہ کو ہنود کی طرح
سخت ننگ و عار اور حرام جانتے ہیں۔ ۲۸۹
- نکاح کی حاجت والی جوان عورتیں اگر نکاح سے
روکی گئیں اور معاذ اللہ بشامت نفس کسی گناہ میں
بتلا ہو گئیں تو اس کا وبال نکاح سے روکنے
والوں پر پڑے گا۔ ۲۸۹
- حدیث کی رو سے لڑکی جب بارہ برس کی
ہو جائے تو اس کا نکاح کر دینا چاہئے۔ ۲۸۹
- دوم: اہل افراط کہ اکثر واعظین و ہابیب
وغیر ہم جہاں مشدّدین ہیں انہوں نے نکاح
بیوہ کو گویا علی الاطلاق واجب قطعی اور فرض
حتمی قرار دے دیا۔ ۲۹۰
- وہابیہ کی اکثر عادت ہے کہ مسلمانوں کو جو بے وجہ
کافر، مشرک اور بے ایمان ٹھہرا دیتے ہیں۔ ۲۹۰
- تشدّد بیجانا جائز اور سبب ہلاک ہے۔ ۲۹۰
- مصنف کی تحقیق انیق کہ نکاح ثانی مثل نکاح
اول فرض، واجب، سنت، مباح، مکروہ
اور حرام سب کچھ ہے۔ ۲۹۱
- نکاح کی مختلف صورتوں اور ان کے احکام کی تفصیل
کس عورت کو نکاح ممنوع و ناجائز ہے۔ ۲۹۱
- کون سی عورت کو نکاح حرام قطعی ہے۔ ۲۹۱

منگنی کے بعد دوسرے کو پیغام بھیجا جائز نہیں
جب تک منگنی باقی ہے۔
نسبت یا نکاح کے وقت جو روپیہ لوگ لیتے
ہیں حلال ہے یا نہیں۔
شوہر نے کچھ دنانیر سسرال بھیجے، انہوں نے
حسب عادت دُلہا کے کپڑے بنا دئے، وہ
مدعی کہ میں نے مہر میں دئے تھے اس صورت
میں اس کا قول معتبر ہو گا اور اگر دے کر کہا کہ
کچھ بنائی کی اجرت، کچھ سُوت کی قیمت وغیرہ
میں صرف کرو۔ انہوں نے ایسا ہی کر دیا، پھر
دعویٰ کیا کہ میں نے مہر میں دئے، اس صورت
میں اس کا قول معتبر نہ ہو گا۔

منگنی کے ہاں شکر، اخروٹ اور پھل وغیرہ
بھیجے گئے اور کسی وجہ سے نکاح نہ ہوا، اگر
خاطب کی اجازت سے یہ چیزیں تقسیم ہوتی ہیں
تو واپس نہ ملیں گی ورنہ ملیں گی جبکہ عرف سے
تملیک ثابت نہ ہو۔

باب النکاح الثانی

○ رسالہ اطائب التہانی فی النکاح
الثانی (نکاح ثانی کے احکام اور بیوہ کے
نکاح کو فرض بتانے والوں اور نہ کرنے والوں
کو کافر کہنے والوں کی خبر گیری)
خلاصہ فتویٰ مولوی عبدالرحیم دہلوی دربارہ
نکاح بیوہ۔

- ۲۹۴ کس کے حق میں نکاح مباح ہے۔
- ۲۹۵ عورتوں کی عادات کے متعلق چند احادیث۔
- ۲۹۵ عورتیں میٹھی پسلی سے پیدا ہوتیں۔
- ۲۹۱ شوہروں کی اطاعت اور ان کے حقوق کی بے وفائی میں عورتوں کے لئے جہاد کے برابر اجر ہے۔
- ۲۹۱ عورتیں اگر شوہروں کی نافرمانی نہ کریں اور نماز پڑھیں تو سیدھی جنت کو چلی جائیں۔
- ۲۹۶ شوہر کے بیوی پر بعض حقوق کا ذکر۔
- ۲۹۷ شوہر مسلمان کی نماز جنازہ فرض ہے چاہے وہ کتنا ہی گنہگار ہو۔
- ۲۹۸ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغام نکاح کا واقعہ۔
- ۳۰۰ عرب کی عورتوں میں سب سے بہتر زنانِ قریش ہیں جو اپنے بچوں پر بہت زیادہ مہربان اور شوہروں کے مال کی زیادہ نگران و محافظ ہوتی ہیں۔
- ۳۰۱ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغام نکاح کا واقعہ۔
- ۳۰۲ ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک اور سن وصال۔
- ۳۰۳ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر شوال سن چار ہجری میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔
- ۲۹۱ کس عورت کو نکاح کی ترغیب دینا خلاف شرع و معصیت ہے۔
- ۲۹۱ کس عورت کو نکاح کرنا واجب ہے۔
- ۲۹۱ کس عورت کو نکاح کرنا فرض قطعی ہے۔
- ۲۹۱ جن عورتوں پر نکاح فرض یا واجب ہو انھیں نکاح پر مجبور کیا جائے گا۔
- ۲۹۱ جن عورتوں پر نکاح فرض و واجب ہو وہ اگر خود نہ کریں گی تو گنہگار ہوں گی اور اولیا اگر مقدور بھر کوشش نہ کریں تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔
- ۲۹۱ فرائض ادا نہ کرنے یا ان کی ادائیگی سے باز رکھنے پر آدمی کافر نہیں ہوتا۔
- ۲۹۱ ایسے فرض کی فرضیت کا منکر کافر ہو جاتا ہے جس کی فرضیت ضروریاتِ دین سے ہو۔
- ۲۹۱ مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔
- ۲۹۱ مرد پر نکاح اسی وقت فرض و واجب ہوگا جب وہ مہر و نفقہ کا مالک ہو ورنہ وہ ترکِ نکاح پر گنہگار نہ ہوگا۔
- ۲۹۲ اگر نکاح نہ کرے تو زنا میں مبتلا ہونے کا خوف ہے اور اگر کرے تو جور و ظلم کا ڈر ہے تو نکاح فرض نہ ہوگا۔
- ۲۹۲ جور و ظلم ایسی معصیت ہے جس کا تعلق حقوقِ العباد سے اور زنا سے بازرہنا حقوق اللہ سے ہے۔
- ۲۹۳ بوقتِ تعارضِ حقِ العبادِ حق اللہ پر مقدم ہوتا ہے۔
- ۲۹۳ حکمِ حدیثِ غیبت، زنا سے سخت تر گناہ ہے۔
- ۲۹۳ کس حالت میں نکاح سنت ہے۔

جس عورت کا شوہر مر جائے اور وہ دونوں جنتی ہوں
پھر عورت اس کے بعد نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ
ان دونوں کو جنت میں جمع فرمادے گا۔

۳۰۳ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
زوجہ مطہرہ رباب بنت امر و القیس رضی اللہ
تعالیٰ عنہا حضرت علی اصغر اور حضرت سکینہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ہیں۔ امام مظلوم کی
شہادت کے بعد شرفاً قریش کے پیغامات نکاح
کو مسترد کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں وہ
نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
بعد کسی کو اپنا خسر بناؤں۔ چنانچہ آپ جب تک
زندہ رہیں کسی سے نکاح نہ کیا۔

۳۰۴ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک صحابیہ
کافصہ جن کا نام نامی رباب ہے رضی اللہ تعالیٰ
عنہا۔

۳۰۵ عظیم بچوں کے لئے بیٹھی رہنے والی اور ان کے خیال
سے نکاح نہ کرنے والی بیوہ کی تعریف میں چند احادیث
تنبیہ، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
بہشت میں تشریف لے جانا بار بار ہوگا۔

۳۰۶ دخول جنت میں اولیت مطلقہ حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے۔

۳۰۷ حدیث شریف انا اول من یفتح باب الجنة
الا فی اری امرۃ تبادرنی کا مطلب۔

۳۰۸ مباح پر طعن صرف اسی صورت میں کفر ہو سکتا ہے
کہ اس کی اباحت ضروریات دین سے ہو۔

۳۰۶ نکاح ثانی کی اباحت ضروریات دین سے ہے۔
۳۰۸ اباحت نکاح ثانی کا ثبوت قرآن مجید کی متعدد
آیات سے ہے۔

۳۰۸ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰی مِیْنِ اَیْمٍ كَمَا مَعْنٰی ہے زین
بے شوہر جس کے اطلاق میں کنواری، مطلقہ اور
بیوہ سب داخل ہیں۔

۳۰۸ بالخصوص بیوہ کے نکاح سے متعلق چند
قرآنی آیات۔

۳۰۸ عدتِ وفات (غیر حاملہ) کی بنص قرآن
چار ماہ دس دن ہے۔

۳۰۸ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپسیت
کرام و صحابہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین
سے قولاً، فعلاً اور تقریراً نکاح ثانی کی اباحت
بالتواتر ثابت ہے۔

۳۰۹ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کے علاوہ تمام ازواجِ مطہرات ثیبات تھیں۔
۳۰۹ نکاح ثانی کو از روئے شرع حلال نہ جاننا
کفر ہے۔

۳۰۹ حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ
عنہا کی جفاکشی کا ایک واقعہ۔

۳۱۰ جو مباح کبار اور اتباع شیطان کی طرف منجر ہو
وہ اس عارضہ کی وجہ سے مباح نہیں رہتا۔

۳۱۲ عوام کے سامنے حقائق عالیہ اور دقائق عالیہ کا
ذکر جو ان کے مدارک و افہام سے ورار ہو شرعاً
۳۱۲ ممنوع ہے۔

- ۳۱۲ اشاعتِ علم فرض اور کتمانِ علم حرام ہے۔
- ۳۱۲ لوگوں سے وہ باتیں کہی جائیں جنہیں وہ سمجھیں۔
- ۳۱۴ عمامہ کا شملہ چھوڑنا سنت ہے مگر جہاں جہاں اس پر ہنستے ہوں وہاں علماء و متاخرین نے غیر حالتِ نماز میں اس سے بچنا اختیار فرمایا۔
- ۳۱۴ قرآن مجید کی دسوں قرابتیں حق اور منزل من اللہ ہیں اور دسوں طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھا ہے۔
- ۳۱۵ جہاں جو قرارة راجح ہو نماز اور غیر نماز میں عوام کے سامنے وہی پڑھی جائے، جس قرارة سے ان کے کان آشنا نہ ہوں وہ نہ پڑھی جائے مبادا وہ اس پر ہنسنے اور طعن کرنے سے اپنا دین خراب کر لیں۔
- ۳۱۵ قریش نے زمانہ جاہلیت میں کعبہ کی از سر نو تعمیر کے وقت کیا کیا تبدیلیاں بنا کر خلیل میں کیں۔
- ۳۱۸ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حفظِ دین نو مسلمین کے لئے قریش کی طرف سے تعمیر کعبہ میں کی گئی تبدیلیوں کو برقرار رکھا ان کی اصلاح نہ فرمائی۔
- ۳۱۸ تکفیرِ اہل قبلہ و اصحابِ کلمہ طیبہ میں جرأت و جسارت محض جہالت اور سخت ہے جس میں وبالِ عظیم و نکالِ صریح کا اندیشہ ہے۔
- ۳۱۸ کلمہ گو کے ہر قول و فعل کو اگرچہ بظاہر کیسی ہی شنیع و فظیح ہو کفر سے بچانا فرض قطعی ہے۔
- ۳۱۸ مسلمان کے کسی قول یا فعل میں کوئی ضعیف سے ضعیف تاویل ایسی نکلتی ہو جس کے سبب سے حکم اسلام ہو سکتا ہو تو اسی کی طرف جانا لازم ہے۔
- ۳۱۴ اگرچہ اس میں ہزار احتمالِ جانبِ کفر جاتے ہوں۔
- ۳۱۴ اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔
- ۳۱۴ احتمالِ اسلام کو چھوڑ کر احتمالاتِ کفر کی طرف جاننا۔
- ۳۱۴ اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں۔
- ۳۱۵ لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو جو کافر کے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔
- ۳۱۸ تین باتیں اصل ایمان میں داخل ہیں۔
- ۳۱۸ اہل قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہو۔
- ۳۱۸ خلاصہ مقصود۔
- ۳۱۸ کسی کی بیٹیاں اور بہنیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادیوں سے زیادہ غیرت اور عزت والی نہیں ہو سکتیں۔

کتاب الطلاق

- ۳۲۱ فاحشہ عورت کو طلاق دینی مستحب ہے۔
- ۳۲۱ طلاق کے بارے میں اقوال ثلاثہ:
- ۳۲۱ (۱) مطلقاً مباح
- ۳۲۱ (۲) عورت کی آوارگی اور بڑھاپے کے سبب سے جائز ورنہ ممنوع۔
- ۳۲۲ (۳) ضرورت ہو تو جائز۔
- ۳۲۲ بے ضرورت طلاق اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند، پھر بھی طلاق دے تو واقع ہے۔

۳۳۲	مآں باپ طلاق کا حکم دیں تو طلاق دینی واجب ہے۔	۳۲۳	غیر مدخولہ کے مہر کا حکم
۳۳۲	والدین کی نافرمانی حرام ہے۔	۳۲۳	ناقابل جماع نابالغہ کو طلاق دی تو مہر کا حکم۔
۳۳۲	حرام سے اجتناب واجب ہے۔	۳۲۳	متعہ یعنی جوڑا کی تفصیل۔
۳۳۲	بے حاجت بے وجہ شرعی طلاق مکروہ، مگر ڈے گا تو پڑ جائے گی۔	۳۲۴	طلاق نہ حق اللہ ہے نہ حق العبد اور شوہر عورت کو شرعی طور پر نہ رکھ سکے تو حق اللہ اور حق العبد دونوں سے طلاق کسی کا حق نہیں اور ضرورت پر حق اللہ اور حق العبد دونوں سے۔
۳۳۲	حالت حیض میں طلاق مکروہ، مگر ڈے گا تو واقع ہوگی۔	۳۲۵	طلاق نہ دینے کا اقرار کر کے طلاق دی تو واقع ہے، وعدہ خلافی کا گناہ البتہ ہوگا۔
۳۳۲	طلاق دینے کے حق کو شوہر شرعاً باطل نہیں کر سکتا۔	۳۲۵	ہے کہ اس کی شہادت بے مطالبہ ضروری ہے اور بے وجہ شرعی ادا کے شہادت میں تاخیر سے فاسق اور مردود الشہادۃ ہے۔
۳۳۲	انت طالق لا یردک قاض سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔	۳۲۵	شوہر جب ادا کے حق زوجہ پر قادر نہ ہو تو طلاق حق العبد ہے۔
۳۳۳	طلاق کا جب سے اقرار کرے اسی وقت سے واقع مانی جائے گی نفقہ البتہ آج تک کا اور آج سے عدت کا نفقہ دلائیں گے۔	۳۲۸	عورت کی کج خلقی پر اسے طلاق دینا ضروری نہیں بلکہ حتی الامکان نباہ کیا جائے، اگر بضرورت دینی ہی ہو تو صرف ایک طلاق دی جائے۔
۳۳۶	حکم کی دو قسمیں ہیں۔	۳۲۸	رجعت میں زبان سے یہ کہہ لینا کافی ہے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں رکھ لیا۔
۳۳۶	حکم دیانت اور حکم قضا کی تفصیل۔	۳۲۸	حاملہ کی عدت بچہ پیدا ہونے پر ختم ہوتی ہے۔
۳۳۶	عورت کی طرف اضافت اور اس کے نام کے بغیر طلاق دینے میں دیانتاً طلاق واقع نہ ہوگی۔	۳۳۰	شہتی واحد میں حل و حظرد و جہت سے مجتمع ہونا بعید نہیں۔
۳۳۶	اگر عورت کی طرف اضافت کے قرآن راجح ہوں تو قضا طلاق کا حکم ہے پھر بھی شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔	۳۳۰	طلاق کے حلال و مبغوض ہونے کا بیان قرآن و حدیث سے۔
۳۳۷	”اگر تو زن منی سے طلاق“ اپنی عورت کی نیت کا انکار کرے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔	۳۳۱	بے نمازی عورت کے ادا کے مہر پر قادر نہ ہو تب بھی طلاق دینا مستحب ہے۔
۳۳۸	تیری حبسی مطلقہ ہے“ نیت نہیں تو طلاق نہ ہوگی۔		

”اگر میری اجازت کے بغیر نکلی تو طلاق کی قسم کھالی ہے“ شوہر کا قول معتبر ہے۔

”طالق“ کہنے کی صورت میں شوہر سے پوچھا جائیگا کہ یہ کس کی نیت کی ہے۔۔۔

یک طلاق دو طلاق سے طلاق کی صورت میں قضا بھی طلاق نہیں۔

می دہم کی صورت میں شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ ۳۴۱۔ رات میں کہا یک طلاق دو طلاق، سہ طلاق۔ صبح کو بے اضافت خبر دیا کہ ”طلاق دادہ ام“ دیا نہ طلاق واقع نہیں۔

ترکِ اضافت کی مختلف صورتیں۔

وقوع طلاق کے لئے لفظ یا نیت میں اضافت ضروری ہے۔

لفظ میں وجود اضافت کی تین صورتیں ہیں۔

”طلّقتی“ کے جواب میں مارا اور کہا کہ یہ طلاق ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی، اور اگر کہا ”تجھے طلاق“ تو واقع ہے۔

مشکل جب اپنے کلام میں جواب سے الگ بات ذکر کرے تو وہ جواب نہیں رہتا بلکہ الگ کلام مانا جاتا ہے۔

جو عرفاً معہود ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے موجود لفظاً ہو۔

لفظ میں اضافت نہ ہو تو دیا نہ نیت پر مدار ہوگا اور قضا اگر قرآن اضافت پر دلالت کرتے ہوں تو شوہر کا قول قسم کے بعد معتبر ہوگا۔

۳۳۹۔ ایک شخص کو لوگوں نے شراب پینے کے لئے بلایا، اُس نے جھوٹ کہا کہ میں نے شراب پینے پر طلاق کی قسم کھائی ہے۔ اب شراب پئے تو طلاق واقع ہوگی۔ ۳۴۰۔

لفظ میں اضافت نہ ہو اور قرآن بھی نہ ہوں تو شوہر کی نیت پر مدار ہوگا۔ ۳۴۱۔

عورت نے کہا ”مجھے گراں خریدتا تو لعیب کے ساتھ لوٹا دو“ شوہر نے کہا ”تجھ کو عیب کے ساتھ لوٹا دیا نیت طلاق ہے تو واقع ہے، اور اگر صرف اتنا کہا لوٹا دیا، طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۳۴۲۔

بے اضافت طلاق میں اگر قرآن سے طلاق متبادر ہو تو شوہر کا قول قسم کے بعد معتبر ہے۔ ۳۴۳۔

مہم اور بے اضافت الفاظ طلاق میں مدار شوہر کے قول پر ہے۔ ۳۴۴۔

یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ ۳۴۵۔

اگر فی الواقع طلاق کی نیت تھی اور ظاہر کیا کہ طلاق کی نیت نہ تھی تو سارا وبال شوہر پر ہوگا۔ ۳۴۶۔

تین طلاقیں ہو جائیں تو رجعت محال ہے۔ ۳۴۷۔

مآں نے کہا عورت کو طلاق دے دو، لڑکے نے کہا طلاق طلاق، عورت پر طلاق واقع ہوگی۔ ۳۴۸۔

تین طلاقیں ہو گئیں تو بے حلالہ شوہر اول کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ۳۴۹۔

نکاح کے پہلے اقرار نامہ لکھا میں اُلفت کا فرج چلاؤں گا اور علیم اللہ کی حکم عدولی نہیں کروں گا۔ ۳۵۰۔

- ۳۶۶ کہا اور آواز کان تک پہنچ سکتی تھی مگر کسی وجہ سے نہ پہنچی طلاق ہو گئی۔
- ۳۶۷ شوہر تیسری طلاق کا منکر ہے اور ایک کافرہ گواہ اس کی گواہی بالکل معتبر نہیں۔
- ۳۶۸ دو طلاق تک رجعی، اس کے بعد ایک بھی دے گا مغلطہ ہو جائیگی۔
- ۳۶۹ غصہ کی حالت میں طلاق ہو جاتی ہے جبکہ عقل زائل نہ ہو۔
- ۳۷۰ دو طلاقیں رجعی ہیں عدت میں رجعت اور بعد عدت نکاح ہو سکتا ہے۔
- ۳۷۱ حرہ موطوہ اور لونڈی کے ایام عدت کی تفصیل۔
- ۳۷۲ طلاق رجعت کیا ہے۔
- ۳۷۳ رجعت کا بہتر طریقہ۔
- ۳۷۴ عورت کو ایک طلاق دی، دوسروں کے بار بار پوچھنے پر کہتا رہا میں نے اپنی عورت کو طلاق دے دی اگر قسم کھا کر کہے کہ میں نے ہر بار پوچھنے پر پہلی ہی طلاق کی خبر دی تھی، اس کا قول معتبر ہوگا۔
- ۳۷۵ ”میرے کام کی نہ رہی“ نیت کے ساتھ ایک طلاق بائن ہے۔
- ۳۷۶ خلوت صحیحہ پائی گئی تو عدت واجب ہے اگرچہ دخول نہ ہو اور اگر خلوت بھی نہ ہوئی تو عدت ضروری نہیں۔
- ۳۷۷ صحت خلوت کی بنیاد مانع حقیقی کے معدوم ہونے پر ہے اگرچہ مانع شرعی موجود ہو۔
- ۳۶۱ اور اس کا خلاف کروں تو طلاق، نان نفقہ نہ دینے اور حکم عدولی کرنے پر طلاق نہ ہوگی۔
- ۳۶۲ طلاق دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ طہر میں جماع سے پہلے ایک طلاق رجعی دے۔
- ۳۶۳ مہر کی کوئی تحریر نہ ہو تب بھی شرعاً مہر مقررہ دینا ہوگا۔
- ۳۶۴ عورت کی غیر موجودگی میں طلاق دی تو واقع ہو جائیگی۔
- ۳۶۵ تنہائی میں طلاق دی کسی نے نہ سنی، طلاق واقع ہے۔
- ۳۶۶ دل میں طلاق دی واقع نہ ہوگی۔
- ۳۶۷ زبان ہلے آواز اپنے کان تک نہ بھی آئی طلاق واقع نہ ہوئی تصحیح حروف ضروری ہے۔
- ۳۶۸ شوہر نے کہا میں طلاق دیتا ہوں اگر میرے ساتھ نہ بھیجیں، اگر عورت مراد نہ ہو تو عدم اضافت کی وجہ سے طلاق نہ ہوگی۔
- ۳۶۹ اپنی بیوی سے طلاق کی نیت سے کہا غیر سے نکاح کر لے، طلاق بائن بڑگی۔
- ۳۷۰ مجنون، بچے اور فاسد العقل کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔
- ۳۷۱ طلاق تنہائی میں دی اور غلطی سے یہ سمجھ رہا تھا کہ جب تک چار کے سامنے نہ ہو واقع نہ ہوگی واقع ہوگی۔
- ۳۷۲ عورت نے شوہر کی بے خبری میں کسی اور سے شادی کر لی بچہ پیدا ہوا شوہر اول دعویٰ کرے تو دعویٰ مسموع ہے۔
- ۳۷۳ دل میں عورت کو طلاق دی واقع نہ ہوئی۔ زبان سے

- ۳۷۷ ایک جلسہ میں تین طلاقوں کے تین ہونے پر جمہور صحابہ و تابعین و ائمہ اربعہ کا اجماع ہے۔
- ۳۷۸ غصہ جنون کی حد کو پہنچ جائے تو طلاق واقع نہ ہوگی لیکن اس کی تحقیق ضروری ہے کہ واقعہ عقل زائل ہو چکی تھی۔
- ۳۷۹ غصہ کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ کسی نے شوہر سے کہا "اپنی عورت کو طلاق دے دے۔" اس نے کہا ہاں ہاں، اس کا تفصیلی حکم۔
- ۳۸۰ بعض اطراف ہند کے بلاد میں فاعل فعل متعدی کے ساتھ بھی لفظ "نے" نہیں کہتے، مثلاً تو کہا یا آپ فرمایا بولتے ہیں۔
- ۳۸۱ لفظ نعم (ہاں) خبر کے بعد تصدیق کے لئے اور امر و نہی کے بعد وعدہ کے لئے ہوتا ہے۔ طلاق دل میں دینے سے نہیں ہوتی جب تک زبان سے اتنی آواز سے نہ کہے کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو سن سکے۔
- ۳۸۲ کسی نے پوچھا "تُو نے اپنی عورت کو کیا کیا" اس نے جواب میں اگر یہ کہا "اپنے دل میں طلاق دے دی" طلاق واقع نہ ہوئی۔ اور اگر یہ کہا "اپنے دل سے طلاق دے دی" ایک رجعی واقع ہوئی۔
- ۳۸۳ تین طلاق سے عورت نکاح سے بالکل نکل جاتی ہے، تین سے کم میں کچھ الفاظ ایسے ہیں کہ نکاح سے تو باہر ہو جاتی ہے مگر دوبارہ
- ۳۷۹ عدت کا وجوب خلوت صحیحہ کے بعد ہے نہ کہ خلوتِ فاسدہ کے بعد۔
- ۳۸۰ دورانِ عدت نکاح ہرگز صحیح نہیں ہوتا بلکہ حرام محض ہوگا۔
- ۳۸۱ "میں اس کو طلاق دے چکا" تین بار کہنے سے تین طلاقیں ہوتیں، البتہ شوہر گنہگار ہو۔
- ۳۸۲ طلاق میں غصہ کا عذر بیکار ہے کیونکہ طلاق اگر غصہ میں ہی ہوتی ہے۔
- ۳۸۳ طلاق کی مدعیہ عورت کی قسم نامعتبر ہے۔ مدعی کا حلف نہیں سنا جاتا بلکہ اس سے گواہ مانگے جاتے ہیں۔
- ۳۸۴ مدعی گواہ نہ دے سکے تو مدعا علیہ پر حلف رکھا جاتا ہے۔
- ۳۸۵ عورت کو یقین ہے کہ شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیں تو اس پر فرض ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو شوہر سے چھٹکارا حاصل کرے۔
- ۳۸۶ دل میں طلاق دینے سے واقع نہیں ہوتی۔ نابالغ نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا باپ ولایت یا وکالت طلاق دے سکتا ہے۔
- ۳۸۷ حمل کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ عورت کو حمل ہونا مانع وقوع طلاق نہیں۔
- ۳۸۸ غصہ کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، حلالہ کی تفصیل۔
- ۳۸۹ حالتِ غضب میں طلاق دینے کے بارے میں مولوی عبدالحی صاحب کے ایک فتویٰ کا رد۔

- ۳۸۲ نکاح کے لئے حلالہ کی ضرورت نہیں۔
غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے۔
- ۳۸۲ دے دی تو بلا اتفاق طلاق ہو جائے گی۔ ۳۸۶
- ۳۸۲ کسی نے قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے کر یا ہاتھ پاؤں باندھ کر شراب پلا دی اس نشہ میں طلاق دی واقع نہ ہوگی۔ ۳۸۶
- ۳۸۳ جبراً طلاق دلوائی، استثنائاً یا کلمہ نلفی آہستہ کہا کہ مکروہ نہ سن سکا قضااً طلاق ہی ہے دیانۃً طلاق نہیں۔ ۳۸۴
- ۳۸۳ جبراً و اکراہ کی طلاق سے بچنے کا حیلہ۔ ۳۸۴
- ۳۸۳ مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی۔ ۳۸۴
- ۳۸۴ شوہر موجود نہ ہو اور عورت بییقین جانتی ہو کہ شوہر طلاق دے چکا ہے تو عدت کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن واپس آ کر اگر شوہر نے انکار کیا تو گواہوں کے ذریعہ ثابت کرنا ہوگا۔ ۳۸۸
- ۳۸۵ تین طلاق سے عورت مغلطہ قابل حلالہ ہو جاتی ہے، ایسی عورت سے طاق کی ہم بستری زنا ہے، اگر مسئلہ جانتے ہوئے ایسا کیا تو زانی، اولاد
- ۳۸۵ ولد الزنا اور ترکہ پدری سے محروم۔ اور ایسا شخص قابل خلافت و سجادہ نشینی نہیں۔ ۳۸۹
- ۳۸۵ حلالہ کی صورت کیا ہے۔
- ۳۸۵ نابالغہ و نابالغ کا نکاح بذریعہ ولی کے ہو سکتا ہے۔ باپ نے نو دس سالہ لڑکی کا نکاح چوبیس سالہ لڑکے سے کر دیا تو درست ہے۔ ۳۹۰
- ۳۸۲ طلاق کے جھوٹے اقرار سے طلاق واقع ہو جاتی ہے ۳۸۲
- ۳۸۳ کچھری نے شوہر کو نوٹس دیا کہ ایک ہفتہ کے اندر اپنی عورت کو اگر نہ لے گئے تو تین طلاق۔ اس سے کچھ نہ ہوگا۔
- ۳۸۳ صرف گھبراہٹ کا نام جنون نہیں، اس عالم میں طلاق دے گا واقع ہو جائے گی۔
- ۳۸۳ عقل زائل نہ ہو تو غصہ کی حالت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، ایسی تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔
- ۳۸۴ جنون کے ثبوت کے لئے گواہانِ عادل یا پہلے بھی جنون طاری ہوتا ہے۔
- ۳۸۵ گواہانِ عادل سے جنون ثابت ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔
- ۳۸۵ جس کے بارے میں معلوم و مشہور ہو کہ غصہ آتا ہے تو عقل جاتی رہتی ہے، اس کی طلاق بھی اس عالم میں واقع نہ ہوگی۔
- ۳۸۵ جبراً و اکراہ کے ساتھ بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ۔ شیشہ پر پتھر خوشی سے پھینکے یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھٹ پڑے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائے گا۔
- ۳۸۵ اجبار شرعی کی صورت میں اگر صرف تحریری زبان سے کچھ نہ کہا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہرگز

۳۹۰ تبرا لکھے ہیں۔

امام مالک و امام ہشام بن عروہ تبع تابعین سے

۳۹۰ ہیں اور امام بخاری سے علم حدیث و علم فقہ میں

بدرجہ افضل ہیں۔

۳۹۶

۳۹۰ ابن اسحق و جمال و کذاب ہے۔

۳۹۶

طلاق کے شرعی گواہ موجود ہوں تو شوہر کے قول قسم

کسی کا اعتبار نہیں۔

۳۹۶

۳۹۱ عورت طلاق ثابت نہ کر سکے اور یقین جانتی ہو کہ

طلاق دی ہے تو جس طرح ممکن ہو شوہر سے

۳۹۶

۳۹۲ چھٹکارا حاصل کر لے۔

۳۹۷

۳۹۷ باجماع ائمہ اربعہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہیں

ایک مجلس میں تین دے کر رجعت کی نیت

۳۹۸

جائز نہیں۔

بنیت حلالہ عورت کا بغیر اذن ولی کفو میں نکاح کر لینا

صحیح ہے۔

۳۹۸

۳۹۲ شوہر ثانی کی طلاق کے بغیر بنیت حلالہ نکاح کرنا

کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی۔

۳۹۸

۳۹۵ مطلقہ مغفلہ کو شوہر ثانی نے صحبت کئے بغیر

طلاق دے دی تو شوہر اول کے لئے حلال

۳۹۸

۳۹۵ نہ ہوتی۔

طلاق کے بغیر عورت کا نکاح کسی اور سے کرنا

یابلا صحبت شوہر ثانی کے طلاق دینے کی صورت میں

شوہر اول سے نکاح کرانے والے زنا کے

۳۹۸

دلال ہیں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شریف بوقت نکاح کیا تھی۔

بغیر ولی کے نابالغہ کا اشارۃً یا خود زبان سے

صراحتاً لہجہ و قبول کرنا کافی نہیں۔

بالغ شوہر نے عورت کو طلاق دی یہ واقع ہے

عورت راضی ہو یا ناراض۔

خلوت ہو چکی تو عدت واجب، حیض والی کئے

تین حیض، ورنہ تین ماہ۔ اگر خلوت نہیں ہوئی تو

عدت لازم نہیں۔

بے اضافت طلاق میں نیت شرط ہے، بے نیت

کھے گا طلاق نہ ہوگی۔

”جا، طلاق طلاق طلاق“ اگر قسم کھا کر کہے

دونوں سے نیت طلاق نہ تھی مان لیں گے۔ اگر

دونوں پر قسم نہ کھائے یا دوسری بات پر قسم سے

انکار کرے تو تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ اگر دوم

پر حلف لے کہ طلاق دوم بنیت نہ تھا اور ”جا“

پر قسم نہ لے تو حاکم تین طلاق کا حکم دے گا۔

دھکل کی نیت سے طلاق دی واقع ہے۔

صریح لفظ محتاج نیت نہیں ہوتا۔

ثقلہ گواہوں سے طلاق کا ثبوت ہو تو شوہر کے

انکار کا اعتبار نہیں۔

ایک مجلس میں تین طلاقوں کا ایک ہونا، چاروں

اماموں کے مذہب کے خلاف ہے۔

دبا بیہ کا قدیمی داب۔

دبا بیہ محمد بن اسحاق کے مقلد ہیں اور انہوں نے

- ۴۱
- ۳۹۸ رضا باحرام حرام بلکہ بعض دفعہ کفر ہوتی ہے۔
- ۳۹۸ حلالہ بغیر وطی زوج ثانی صحیح نہیں۔
- ۴۰۰ مسلمانوں کو حرام کار مرد و عورت سے مقاطعہ کرنا لازم ہے۔
- ۳۹۸ میاں بیوی میں اصلاح اور مشکل کشائی کی نیت سے کسی کو حلالہ پر راضی کرنا باعثِ اجر و ثواب ہے۔
- ۴۰۰ مطلقہ مغالطہ سے دورانِ عدت وطی کر نیوالے پر حد جاری ہوگی۔
- ۳۹۹ ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح حرام و باطل ہے۔
- ۴۰۱ یہودیوں کی خصلت ہے۔
- ۳۹۹ صرف طلاق کا سن کر عدت میں نکاح پڑھادینے والے رجم باطل کی پیروی کے لئے حلال و حرام کی پروا نہ کرنا کافروں کی عادت ہے۔
- ۴۰۱ گنہگار ہیں ان پر توبہ فرض ہے۔
- ۳۹۹ سید علی ترمذی کی طرف منسوب کی گئی کتاب لڑکے اور لڑکی کو جب آثار بلوغ ظاہر ہوں تو اس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر آثار بلوغ ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے پر بالغ سمجھے جائیں گے۔
- ۴۰۱ ارشاد الطالبین کی عبارت کے بارے میں سوال۔
- ۳۹۹ پوچھنا ناجائز ہے۔
- ۴۰۳ جاہلوں سے ذات و صفات کے دقیق مسائل پوچھنا ناجائز ہے۔
- ۳۹۹ بالغ کو اپنے نکاح میں ولی کی اصلاً ضرورت نہیں۔
- ۴۰۳ اس کے ہونے سے پہلے وہ خود کافر ہو گیا۔
- ۳۹۹ بالغہ کو اپنے نکاح میں ولی کی ضرورت نہیں جبکہ نکاح کفو سے ہو یا غیر کفو سے ہو مگر اس کا کوئی ولی ہو ورنہ جب تک ولی قبل نکاح اس غیر کفو کو غیر کفو جان کر صریح اجازت نہ دے گا بالغہ کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔
- ۴۰۳ مرتدہ اور مرتد کا نکاح جہان بھر میں کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہو گا محض زنا ہوگا۔
- ۳۹۹ عورت مرتدہ ہو جائے تو حلالہ سے چھٹکارا نہیں مسلمان ہوگی تو پھر حلالہ کی ضرورت ہوگی۔
- ۴۰۳ حکم علی ترمذی کا نہیں محمد مدنی کا ہے۔
- ۳۹۹ ایک جلسہ میں تین طلاقوں کو ایک ماننا جہور اسلام کے خلاف ابن قیم ظاہری کا مذہب ہے۔
- ۴۰۴ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں کلماتِ گستاخی بکنے والا کھلدار افضی ہے۔
- ۴۰۴ تین طلاق کے بعد عورت بغیر حلالہ جائز نہیں۔
- ۴۰۰ آیت کریمہ الطلاق مرتن کا شانِ نزول۔
- ۴۰۰ زنا خالص ہے جبکہ اس کی حرمت کا علم ہو۔

- تین طلاقیں ایک ساتھ ہوں یا متفرق، ان کے بعد بغیر حلالہ عورت جائز نہیں۔
- ۴۰۷ لگانے میں حلالہ کی شرط لگانا گناہ ہے اور بے شرط لگانے دل میں ارادہ ہو تو اس پر اجر کی امید ہے۔
- ۴۰۸ حدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ کا تفصیل۔
- ۴۰۸ مطلقہ حائضہ کی عدت۔
- ۴۰۸ ایک بار میں تین طلاق باجماع ائمہ تین ہیں۔
- ۴۰۸ مطلقہ صغیرہ اور آنسو کی عدت۔
- ۴۰۸ ایک مجلس میں تین طلاق کے بعد حلالہ ضروری ہے۔
- ۴۰۸ مطلقہ حاملہ کی عدت۔
- ۴۰۸ مسئلہ طلاق ثلاثہ در مجلس واحد پر اجماع کی کفو کسے کہتے ہیں۔
- ۴۱۰ تحریر۔
- ۴۰۸ غیر کفو میں عورت کا نکاح کس صورت میں جائز اور کس صورت میں ناجائز ہے۔
- ۴۱۳ نکاح کے لئے قاضی یا وکیل یا برادری کے لوگوں کی ضرورت نہیں۔
- ۴۰۸ مرد و عورت دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لیں نکاح ہو جائے گا۔
- ۴۱۳ نبتانا منافی طلاق نہیں۔
- ۴۰۸ نکاح ثانی کے لئے مرد کو پہلی بیوی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔
- ۴۱۵ اگرچہ خط اسی کا معلوم ہوتا ہو۔
- ۴۰۸ عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کر لیا تو یہ نکاح نہیں بڑا حرام ہوا۔
- ۴۱۵ خط خط کے اور مہر مہر کے مشابہ ہو سکتی ہے۔
- ۴۰۸ دوران عدت نکاح کرنے والے سے عورت کو فوراً جدا کر دیا جائے، اگر نہ مانے تو اسے برادری سے خارج کر دیا جائے۔
- ۴۱۵ تحریر سے طلاق اس وقت پڑتی ہے کہ شوہر کو اقرار ہو کہ تحریر میری ہے۔
- ۴۰۸ ایک شخص نے کسی عورت کو رکھا اب اس کی بیٹی کو رکھتا ہے تو وہ اس پر ضرور حرام ہے چاہے بلا نکاح رکھے یا نکاح کر کے۔
- ۴۱۵ طلاق کی گواہی میں شوہر اگر موجود ہو تو اس کی طرف اشارہ کر کے اور موجود نہ ہو تو باپ دادا کے نام کا ذکر ضروری ہے، بے اس کے گواہی ناقص ہے۔
- ۴۰۸ حرام کار مرد و عورت سے برادری والوں کو مکمل مقاطعہ کرنا ضروری ہے۔
- ۴۱۵ طلاق کی گواہی میں زبان سے کہنا ضروری نہیں تحریر کافی ہے جبکہ بلا جبر و اکراہ شرعی ہو۔
- ۴۱۶ کتاب کا الخطاب۔
- ۴۱۶ طلاق دی چھوڑ دیا، صریح طلاق کے الفاظ ہیں۔

- ۴۲۰ شوہر نے طلاق نہ دی۔ مہر معاف نہ ہوا۔
- ۴۱۶ وقوع طلاق کا قرینہ بن جائیں گی۔
- ۴۲۰ طلاق واقع نہ ہوئی۔
- ۴۱۸ شوہر نے کاتب سے کہا دستبرداری کی تحریر لکھ دو اس نے تین طلاقیں لکھ دیں سن کر انھیں عورت کے پاس بھیج دیا، تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔
- ۴۱۸ عورت کے بیان پر جسے اور عدت گزر چکی ہو تو نکاح کر سکتا ہے۔
- ۴۲۱ آج کل عادل شخص کا ملنا دشوار ہے۔
- ۴۱۹ عادت عورت کا صرف اتنا بیان ہی کہ مجھے طلاق ہو گئی اور عدت گزرتی جواز نکاح کے لئے کافی ہے۔
- ۴۲۱ عورت کو شوہر کی تحریر ہونے کا اعتبار ہے اور وہ انکار نہ کرے تو اس کے موافق عمل کر سکتی ہے۔
- ۴۲۲ تحریری طلاق میں شوہر کا اقرار یا گواہان عادل سے اس کا ثبوت ضروری ہے۔
- ۴۱۹ خط مشابہ خط اور خاتم مشابہ خاتم ہو سکتی ہے۔ عورت کو شوہر کی تحریر ہونے کا اعتبار ہے اور وہ انکار نہ کرے تو اس کے موافق عمل کر سکتی ہے۔ شوہر نے کہا "تجھے تین طلاق اگر کوئی بات پوشیدہ رکھی"۔ "رکھی" میں دو احتمال ہیں ہائے مجہولہ و معروفہ۔ اول میں اس قول کے بعد کچھ چھپائے گی طلاق پڑے گی اور ثانی میں چھپایا ہو تو اسی وقت پڑ گئی۔
- ۴۲۳ طلاق نامہ میں شوہر کا یہ لکھنا کہ میں نے عدت معاف کی، جاہلانہ بات ہے، اس سے عدت ساقط نہیں ہوتی۔
- ۴۱۹ فارغ خطی باقاعدہ لکھا کہ میں فلاں ابن فلاں اپنی زوجہ فلاں کو طلاق دیتا ہوں، تو اگرچہ زوجہ کو اس کی اطلاع نہ دی طلاق واقع ہو گئی۔
- ۴۲۳ دوران عدت عورت سے نکاح باطل ہے۔
- ۴۱۹ محلل جب تک نکاح صحیح کے بعد وطی نہ کرے عورت شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہوتی۔
- ۴۲۰ نکاح فاسد و موقوف حلالہ کے لئے کافی نہیں
- ۴۲۳ نکاح نافذ ضروری ہے۔
- ۴۲۰ گواہوں کے سامنے طلاق دی اب انکاری ہے
- ۴۲۳ اگر گواہ عادل ہو اس کا انکار نہ سنا جائے گا۔
- ۴۲۰ گواہ عادل نہ ہوں اور عورت کے سامنے طلاق

انکار میں جھوٹا ہے تو اس کا حساب لینے والا خدا ہے، عورت اس وبال سے پاک اور جُدا ہے۔ ۴۲۶

جاہلوں سے فتویٰ لینا حرام اور مخالفانِ دین کی طرف رجوع کرنا سخت اشد حرام ہے۔ ۴۲۶

عورت پر جب طلاق بائن پڑ گئی عورت نکاح سے نکل گئی اب شوہر کو رجعت کا کچھ اختیار نہ رہا۔ ۴۲۷

”تو میرے پاس سے چلی جا“ حالتِ مذاکرہ میں بھی نیتِ طلاق کی ضرورت ہے۔ ۴۲۷

”تجھ کو اختیار ہے جو چاہے کر“ حالتِ مذاکرہ میں نیتِ طلاق کی ضرورت نہیں۔ ۴۲۷

صریح کے بعد بائن طلاق دی تو وہ صریح بھی بائن ہو جائے گی۔ ۴۲۷

عدت اسی وقت لی جائے گی جب سے طلاق بائن دی اگرچہ حالتِ حیض میں دی ہو۔ ۴۲۷

تمام احکامِ عدت وقتِ طلاق سے ثابت ہو جائیں گے۔ ۴۲۷

جس حیض میں طلاق دی وہ عدت میں شمار نہ ہوگا بلکہ اس کے بعد تین حیض کامل درکار ہوں گے۔ ۴۲۷

طلاق بائن پڑتے ہی مہر واجب الادا ہو گیا۔ ۴۲۷

طلاق دے کر میاں بیوی دونوں منکر ہو جائیں تو باہم تعلقات حرام اور جماع زنا ہے۔ ۴۲۷

طلاق کی گواہی کے لئے دعویٰ ضروری نہیں کوئی دعویٰ نہ کرے تو گواہوں پر فرض ہے کہ معاملہ قاضی کے سامنے پیش کریں۔ ۴۲۸

قاضی پر لازم ہے کہ حد خالص، طلاق، ایلاہ

نہ ہو تو عورت شوہر سے حلف لے اگر قسم کھا کر طلاق سے انکار کرے تو عورت خود کو اس کی زوجہ سمجھے، اور عورت کے سامنے طلاق دے کر مُکر گیا اور گواہ نہ ہوں تو عورت ہر ممکن صورت سے اس سے چھٹکارا حاصل کرے۔

جو مطلقہ ثلاثہ تین طلاق دینے والے شوہر سے کسی طور پر چھٹکارا حاصل کرنے پر قادر نہیں اور بالکل بے بس ہے وہ کبھی بھی اپنی خواہش سے اس کے ساتھ زن و شوکا برتاؤ نہ کرے نہ اس کے مجبور کرنے پر اس سے راضی ہو پھر وبال صرف شوہر پر ہے۔

خطوط سے طلاق کا ثبوت، شوہر کے اقرار یا گواہانِ عادل کی گواہی پر موقوف ہے۔ ثبوت تحریر کے بعد، وقتِ تحریر سے طلاق مانی جائے گی اور عدت کے اندر جتنی بار خط آیا سب جدید طلاقیں مانی جائیں گی۔

تاسیس اولیٰ ہے نسبت تاکید کے۔ طلاق صریح غیر صریح کو لاحق ہو جاتی ہے۔ اگر بعض خطوط سے یہ پتا چلے کہ پہلے کے طلاق کی خبر دے رہا ہے تو اس کو انشاء نہ تدارک دیں گے۔

اگر بذریعہ خط طلاق دینے والا منکر ہو اور شہادت کافیہ نہ ہو تو اصلاً ثبوت طلاق نہ ہوگا۔ شانِ خط ملنا کوئی حجت شرعیہ نہیں۔

بذریعہ خط طلاق دے کر انکار کرنے والا اگر اس

- ۴۲۸ اور ظہار میں بغیر دعویٰ بھی شہادت سُنے۔
 حقوق العباد میں قبول شہادت کے لئے تقدم
 دعویٰ شرط ہے حقوق اللہ میں شرط نہیں۔
- ۴۲۸ گواہوں کو طلاق کی تعداد یاد نہ ہو اور شوہر ایک
 کی قسم کھالے تو اس کی قسم کا اعتبار ہے۔
- ۴۲۹ فاسق گواہوں کے ذریعہ دنیوی کچھری سے ڈگری
 حاصل کر لینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔
- ۴۲۹ اغوا کرنے والے کو برادری سے خارج کرنا اور
 اس سے میل جول چھوڑ دینا لازم ہے۔
- ۴۲۹ طلاق کے گواہوں میں ایک لڑکا بارہ چودہ سال کا
 ایک عورت کی ماں ایک بھانج اور ایک اجنبی
 عورت۔ پھر طلاق کی تعداد میں ان کے درمیان
 اختلاف۔ ان مختلف صورتوں کا حکم۔
- ۴۳۰ تنہا عورتوں کی گواہی مقبول نہیں۔
 فرع کی گواہی اصل کے لئے اور اصل کی گواہی
 فرع کے حق میں قبول نہیں۔
- ۴۳۰ امام صاحب کے نزدیک شہادت میں لفظاً اور
 معنی اتفاق ضروری ہے اور صاحبین کے
 نزدیک جتنے پر اتفاق ہو وہ ثابت ہے۔
- ۴۳۱ اختلاف شہود موجب رد شہادت ہے۔
 شوہر کا انکار طلاق ثقہ گواہوں کی موجودگی میں
 اصلاً مسموع نہ ہوگا۔
- ۴۳۱ بھائی کی گواہی بہن کے حق میں شرعاً قبول ہے۔
 طلاق کے ثبوت کے لئے دو شرعی گواہ
 کافی ہیں۔
- ۴۲۸ طلاق کی آواز سنی، دینے والے کو دیکھا نہیں،
 گواہی نہیں دے سکتے۔
- ۴۲۸ فلاں کو طلاق دی۔ "دی" کا لفظ تین بار کہنے سے
 تین طلاقیں ثابت ہو جائیں گی۔
- ۴۲۹ اگر فی الواقع تین طلاق دے دے تو اس پر
 فرض ہے کہ عورت کو چھوڑ دے اور بغیر حلالہ
 اس کو پاتھ نہ لگائے۔
- ۴۲۹ مطلقہ ثلاثہ کو حلالہ کے بغیر رکھنے والا شوہر
 مبتلائے زنا رہے گا اور مستحق عذاب شدید
 ہوگا۔
- ۴۳۰ جبکہ زید نے تین بار جُد اجدایہ الفاظ اپنی زبان
 سے کہے کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی
 اگرچہ دھمکانے جبر و اکراہ سے اگرچہ کہلوانے
 والا ہندویا کوئی تھا اس پر تین عدد طلاق
 ضرور لازم آئی۔
- ۴۳۰ مرد نے کہا "میری بیوی کو طلاق ہے" اور
 اس کی دو بیاتین بیویاں ہیں تو ان میں سے
 ایک کو طلاق ہوگی اور اس کی تعیین کا اختیار
 شوہر کو ہے۔
- ۴۳۱ دو بیویوں کے شوہر نے خالی الذہن ہو کر کسی لفظ
 سے کسی عورت کی نیت کئے بغیر اپنی بیوی کو
 تین طلاقیں دے دیں تو لازم نہیں کہ تینوں
 طلاقیں ایک ہی عورت پر ڈالے بلکہ تفریق کر سکتا
 ہے یعنی ایک پر ایک اور دوسری پر دو ڈال
 سکتا ہے۔

ایک شخص کی دو عورتیں ہیں، اس نے کہا اپنی عورت کو طلاق دی "کسی کی تصریح نہ کی، اس کی مختلف صورتوں کا حکم۔

مسئلہ مذکورہ بالا کی کل اٹھاون صورتوں کا تفصیلی بیان اور ان کے احکام۔

مذکورہ اٹھاون صورتوں کا حکم چار اصل کلی سے نکل سکتا ہے۔

زن غیر مدخولہ تفریق طلاق کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ مدخولہ جمعاً و تفریقاً تین طلاق تک کی صالحہ ہے۔

زیادہ کی نہیں کہ تین سے آگے طلاق ہی نہیں۔ کلام جب تک مؤثر بن سکے گا لغو نہ ٹھہرائیں گے۔

ایسا دعویٰ جس میں کوئی حصہ کلام کا لغو جاتا ہو تسلیم نہ کریں گے۔

جس کے پاس دو زوجہ ہوں وہ بلا تعین اپنی عورت کو طلاق دے دے تو اس کو اختیار ہے

کہ وہ طلاق جس کی طرف چاہے پھر دے تعین مطلقہ میں اس کا بیان معتبر ہوگا جب تک اس کے قبول میں کلام کا لغو ہونا نہ لازم آتا ہو۔

زید و طلاق کا اقرار ہی ہے۔ عمر و ہندہ و صفیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے کہا کہ تین طلاق دیتا ہوں

ایسی صورت میں طلاق مغلطہ نہ ثابت ہونے کا بیان۔

آج کل عدالت شرعیہ مردوں میں کم ہے اور زنان ناقصات العقل میں ثقہ شرعیہ

ہندوستان میں شاید گنتی کی ہوں۔

جو شخص زید سے عداوت ظاہرہ و نہیہ اس

عدت تک رکھنے والا ہو کہ اس کے باعث زید

کے حق میں متہم ہو تو اس کی گواہی ضرر زید پر

۴۳۶

قبول نہیں۔

۴۴۰

انقضایہ عدت عورت کو اجنبی اور محلیت

۴۳۶

طلاق سے خارج کر دیتی ہے۔

۴۴۱

نشہ والے کی بیوی بھاگی وہ اس کے پیچھے گیا

۴۳۷

مگر اُسے نہ پاسکا اور کہا "سہ طلاق"

۴۳۷

اگر کہتا ہے کہ بیوی مراد تھی تو طلاق ہوگی۔

۴۴۱

"اگر تو زین منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق"

۴۳۷

کھنے سے طلاق ہوگی یا نہیں۔

۴۴۲

بیوی سے مرد نے کہا "ان خرجت یقع

۴۳۷

الطلاق" یا یوں کہا "میرے اذن کے

۴۳۸

بغیر مت نکلنا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی

ہے" وہ عورت نکلی تو طلاق نہ ہوگی۔

۴۴۲

مرد طلاق نہ دینے کی قسم کھائے اور عورت

طلاق دینے کی، اعتبار شوہر کی قسم کا ہوگا،

لیکن عورت جس طرح ممکن ہو چھٹکارا حاصل

۴۳۸

کرے۔

۴۴۳

گواہ ثقہ اور عادل ہوں تو شوہر کا انکار کچھ

کام نہ دے گا، طلاق ثابت ہو جائے گی۔

۴۴۴

گواہ ثقہ و عادل نہ ہوں اور شوہر منکر طلاق

۴۴۰

ہو تو اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔

۴۴۴

گواہ شرعی موجود نہ ہوں تو قسم لینے کے لئے

عورت کا شوہر منکر طلاق سے گھر میں قسم لینا

۴۴۰

- ۴۴۴ کافی ہے۔
دو طلاقیں فلاں کی لڑکی اور فلاں کہہ کر دیں اور تیسری میں عورت کا نام لیا تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں۔
- ۴۴۴ مرسوم و معهود تحریر مطلقاً معتبر و موجب وقوع طلاق ہے جبکہ بلا اکراہ ہو۔
- ۴۴۴ طلاق نامے کی تحریر پر زن و اولیاء زن کہاں تک کاربند ہو سکتے ہیں، اس کی تین صورتیں ہیں۔ ۴۴۵ تحریری طلاق نامہ بصیغہ رجسٹری ہی کیوں نہ ہو شوہر انکار کرے تو ثبوت کے لئے گواہوں کی ضرورت ہوگی۔
- ۴۴۴ قاضی حجت شرعیہ کے ساتھ فیصلہ کرے گا، نہ مجرد خط کے ساتھ کیونکہ خط خط کے مشابہ ہو سکتا ہے۔ ۴۴۵ شوہر کے اقرار و انکار کا پتا نہ چلے تو عمل غلبہ ظن پر ہوگا اور اگر شوہر آکر انکار کرے تو یہ غلبہ ظن کام نہ دے گا۔
- ۴۴۴ کافی لخصۃ العمل اور مغنی حاجت الاثبات میں شرعاً فرق زمین و آسمان کا ہے۔
- ۴۴۴ یہ تحریر کہ میری عورت کو کہہ دینا کہ میں نے ایک طلاق اپنی عورت کو دی، تحریر کے وقت سے ہی طلاق واقع ہوگی چاہے کوئی عورت کو اطلاع دے یا نہ دے۔
- ۴۴۴ طلاق رجعی میں ایام عدت کے اندر زبان سے رجعت کر سکتا ہے عورت کی رضا مندی ضروری نہیں۔
- ۴۴۴ طلاق رجعی کی صورت میں عدت گزر جائے تو شوہر عورت کی رضا مندی سے بلا حلالہ از سر نو نکاح کر سکتا ہے۔
- ۴۴۴ دوسرے کی دی ہوئی طلاق جب تک شوہر نافذ نہ کرے محض بے اثر ہوتی ہے۔
- ۴۴۴ تحریر سے ثبوت طلاق کے لئے شوہر کا اقرار یا گواہوں سے ثبوت ضروری ہے۔
- ۴۴۴ شوہر نے دوسرے کو کہا کہ میری بیوی کو اس کی طلاق کی خبر دے دو یا اس کو کہہ دو کہ وہ طلاق والی ہے یا اس کو لکھ دو کہ وہ طلاق والی ہے تو طلاق فی الحال واقع ہو جائے گی۔ ۴۴۸
- ۴۴۴ آپ کو اجازت دینا ہوں کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کر دیں“ اس جملہ سے مذاکرہ یا نیت کے ساتھ طلاق پڑ جائے گی۔ ۴۴۸
- ۴۴۴ طلاق صریح جب بائن کو لاحق ہو تو بائن ہو جاتی ہے۔ ۴۵۰
- ۴۴۴ خط اس کو سنا دیں تاکہ طلاق شرعاً اس پر واجب ہو جائے، طلاق معلق ہے۔
- ۴۴۴ میں نے اپنی زوجہ کو علیحدہ کر دیا طلاق بائن ہے۔ ۴۵۱
- ۴۴۴ کسی نے پوچھا اپنی زوجہ ثانیہ کو طلاق دے دی“ اس نے کہا ”ہاں“۔ یہ نیت طلاق کا بیان ہے۔ ۴۵۱
- ۴۴۴ صریح طلاق میں نیت کی ضرورت نہیں۔ ۴۵۱
- ۴۴۴ طلاق خود تحریر کرنا یا دوسرے کے لکھے ہوئے کو سن کر اپنے دستخط کر دینا ایک ہے۔ ۴۵۱

- ۴۵۱ خوفِ برادری کہ حدِ اکراہ تک نہ ہو کوئی حذر نہیں۔ آج سے اس قدر ماہ ہوا ماہ بیاہ دیا کرے گا، نہ دے تو طلاق واقع ہوگی۔ اس صورت میں ایک مہینہ گزر گیا اور نہ دیا تو طلاق واقع ہو جائیگی۔ شوہر کے خطر پر اطمینان ہو کہ اسی کا لکھا ہوا ہے تو عورت اپنے کو مطلقہ تصور کر سکتی ہے۔ لیکن پردیس سے آکر انکار کرے تو گواہوں کی ضرورت ہوگی۔
- ۴۵۲ میاں بیوی کے اختلاف کی صورت میں طلاق کے گواہ عورت کے معتبر ہوں گے۔ اگر گواہ عادل نہ ہوں تو شوہر سے قسم لے کر فیصلہ کیا جائے گا، شوہر کے گواہ پیش نہیں ہو سکتے۔
- ۴۵۳ زوجہ نے دعویٰ کیا کہ شوہر نے مجھے یہ کہہ کر گھر سے نکال دیا کہ "میری ماں کی وصیت ہے کہ اگر اپنی بیوی کو زوجیت میں رکھے گا میں حشر میں دامٹیر ہوں گی" اس سے طلاق نہ ثابت ہوگی بلکہ اتنا اگر خود شوہر اقرار کرے تو اس سے بھی طلاق ثابت نہ ہوگی۔
- ۴۵۴ عورت کو گھر سے نکال دینا طلاق نہیں جب تک زبان سے بنیت طلاق نہ کہے کہ نکل جا۔
- ۴۵۵ لفظ "جا" حالتِ مذاکرہ میں طلاق ثابت کریگا اور اس سے پہلے کی طلاق صریح اس کے لئے مذاکرہ ہوگی۔
- ۴۵۶ طلاق بائن سے عورت فورا نکاح سے نکل جاتی ہے۔
- ۴۵۱ زبان سے کہا طلاق دینا ہوں، طلاق نہ ہوگی۔ میں تجھ کو نکاح دیتا ہوں، مگر ایک مرد کے لئے اس مسئلہ کی مختلف صورتوں کے احکام۔
- ۴۵۲ شوہر کو شک ہو کہ دو طلاقیں تھیں یا تین، تو وہ ہی کبھی جائیں گی جب تک گواہوں سے تین ثابت نہ ہوں۔
- ۴۵۳ "میں نے تجھ کو طلاق دی میرے گھر سے نکل جا" دوبار کہا اور لفظ "نکل جا" سے ایک بار بھی نیت طلاق کی تو تین طلاقیں واقع ہوئیں۔
- ۴۵۴ لفظ "گھر سے نکل جا" زد کا احتمال بھی رکھتا ہے اس لئے حالتِ مذاکرہ میں بھی نیت کی ضرورت ہے۔
- ۴۵۵ عورت کو حرام سمجھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ لفظ حرام زبان سے کہے تو طلاق بائن ہوگی نیت کی ضرورت نہیں۔
- ۴۵۶ ایک یا دو طلاق دے کر نکاح کیا تو صلِ جدید کے ساتھ نہ ٹوٹے گی۔
- ۴۵۷ ایک مجلس کی تین، تین ہی ہیں۔
- ۴۵۸ آئن واحد میں تین اکٹھی طلاقیں واقع ہونا کسی آیت و حدیث سے ثابت نہیں تو سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم کہاں سے لیا اور اس پر اجماع کیسے منعقد ہو گیا۔
- ۴۵۹ ایک مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع کے منکر مخالف سولہ اعظم ہیں۔
- ۴۵۹ حکم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکم خدا ہے۔
- ۴۵۹ حق سبحانہ و تعالیٰ نے حق عمر میں فرمایا لعلمہ

- ۴۶۳ اور خلوت میں اس کے ساتھ ہونا فسق ہے۔
- ۴۶۳ اس کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔
- ۴۶۳ بطورِ خلع شوہر کو کچھ رقم دینا جائز ہے چاہے عورت خود دے یا اس کی طرف سے کوئی اور دے۔
- ۴۶۲ بگرنے لاء علمی میں غیر کی منکوحہ سے نکاح کیا تو گنہگار نہیں۔
- ۴۶۲ منکوحہ غیر سے لاء علمی میں نکاح کرنے والے کی اولاد کا نسب اسی ناکح سے ثابت ہوگا۔
- ۴۶۲ خاوند والی عورت سے علم رکھنے کے باوجود نکاح کیا یا لاء علمی میں کیا اور علم آنے پر اس کو چھوڑا نہیں تو یہ زانی ہے۔
- ۴۶۲ کسی شخص نے خاوند والی عورت سے جان بوجھ کر نکاح کیا تو اولاد شوہر اول کی ہوگی۔
- ۴۶۲ غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے پڑھ لی تو پھیرنی واجب ہے۔
- ۴۶۲ طلاق بائن غیر مغلطہ کی صورت میں شوہر سے عدت کے اندر بھی نکاح ہو سکتا ہے اور دوسرے سے بعد عدت۔
- ۴۶۵ طلاق بائن ہوتے ہی عورت خود مختار ہو جاتی ہے شوہر اول سے نکاح پر مجبور نہیں ہو سکتی۔
- ۴۶۵ حلالہ سے بچنے کے لئے مرتد ہونے سے ارتداد کا گناہ الگ رہا اور پھر مسلمان ہونے کے بعد بعد حلالہ بھی ضروری ہے۔
- ۴۵۹ الذین یستنبطونہ منکم۔ طلاق دے کر گھر میں ڈال لینے کی مختلف صورتوں کے احکام۔
- ۴۶۰ دیدہ دانستہ غلط طلاق کی شہرت دینا حرام اور کارِ ابلیس ہے۔ ایسے لوگ تعزیر کے مستحق ہیں۔
- ۴۶۰ طلاق بائن میں بے نکاح، اور رجعی میں بعد عدت بے نکاح اور تین میں بے حلالہ عورت سے ملنا حرام قطعی، جتنے لوگ ایسے شخص کے شریک ہوں سب مرتکبِ حرام و فاسق۔
- ۴۶۲ فاسق کی امامت ناجائز ہے۔
- ۴۶۲ جو فاسق کو امامت پر باقی رکھے گا گنہگار ہوگا۔
- ۴۶۲ فاسق قضاء شرعی کے عہدہ کا مستحق نہیں ہوتا۔
- ۴۶۲ فاسق کی تقلید ناجائز اور اس کا مقلد گنہگار ہے۔
- ۴۶۲ قضاء عرف یعنی نکاح خوانی کا عہدہ بھی فاسق کو تفویض نہ کرنا چاہئے۔
- ۴۶۲ نکاح خاص امر دین ہے اور عمر بھر صد ہا احکام دینیہ اس پر متفرع ہوتے رہتے ہیں۔
- ۴۶۲ فاسق کا امور دینیہ میں کچھ اعتبار نہیں، نہ اس پر کسی بات میں اطمینان۔
- ۴۶۲ کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دے کر اپنی مطلقہ سالی سے نکاح کر لے تو کیا حکم ہے۔
- ۴۶۲ غیر محرم عورت کو بلا نکاح اپنے مکان میں رکھنا

متوفی کی بیوی مستحقہ وراثت ہوتی ہے۔ سبب نکاح نہیں۔
 آگے بریدگی یا نامزدی کے سوا کوئی مرض شریعتی
 سبب فسخ نکاح نہیں۔

۴۶۶ آئمہ شافعیہ کے نزدیک جنون، برص مستحکم اور جذام
 مستحکم سے خیال فسخ نکاح کے حاصل ہونے
 کا مطلب۔

۴۶۷ زوجہ متوفی کا مستحق میراث ہونا نص قرآنی
 سے ثابت ہے۔

۴۶۸ متوفی کی اولاد نہ ہو تو اس کی بیوی کو چوتھا اور
 اولاد ہو تو آٹھواں حصہ بطور میراث ملتا ہے۔

۴۶۸ وراثت زوجہ ضروریات دین میں سے ہے اور
 تمام فرق اسلام کا اس پر اجماع ہے۔

۴۶۸ یہ کہنا کہ زوجیت شرع میں ذریعہ وراثت نہیں
 صریح کلمہ کفر ہے۔

۴۶۸ عروض جذام کو مزیل نکاح سمجھ کر عورت کے
 استحقاق وراثت کا انکار جہل و سفاہت ہے۔

۴۶۹ بعد زفاف اگر نکاح فسخ بھی ہو جائے تب بھی
 پورا مہر لازم الادا ہوتا ہے۔

۴۶۹ بعد موت شوہر زمانہ عدت یا اس کے بعد کا
 نان و نفقہ باتفاق مذہب صحیح حنفی و شافعی
 واجب نہیں۔

۴۶۹ نکاح فاسد کی معتدہ اور معتدہ الموت کا
 نفقہ واجب نہیں ہوتا اگرچہ حاملہ ہو۔

۴۶۹ نائشزہ کے لئے نفقہ نہیں۔

۴۷۰ نفقہ اگر مفروضہ حکم حاکم ہو تو موت احد الزوجین

طلاق کے دو مہینہ کے بعد بکر سے نکاح ہوا۔ اشارہ
 سال بعد وہاں سے بھاگ کر خالد کے پاس گئی،
 اس عورت پر کس کا دعویٰ صحیح ہے، مسئلہ کی
 مختلف صورتوں کا حکم۔

امام اعظم کے نزدیک تین حیض کم از کم ساٹھ دن
 اور صاحبین کے نزدیک اڑتالیس دن میں
 ہوتے ہیں۔

نیت ہو کہ تھوڑے دنوں بعد طلاق دے دوں گا،
 تو یہ متعہ نہ ہوگا، لیکن ایسی عادت بنانا یا
 لوگوں کو اس کی ترغیب دینا جائز نہیں۔

نکاح متعہ اور نکاح موقت صحیح نہیں۔
 نکاح میں توقیت لفظ سے ہوتی ہے۔
 بے ضرورت شرعیہ طلاق شرعاً ممنوع ہے۔

بے حاجت صحیح طلاق مت دو کہ اللہ تعالیٰ
 بہت چکھنے والے مردوں اور عورتوں کو دوست
 نہیں رکھتا۔ (المحدث)

آیہ کریمہ محسنین غیر مصافحین میں کون سی ممانعت
 کی طرف اشارہ ہے۔

سیدنا امام حسن مجتبیٰ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما کے بارے میں ایک شبہہ کا ازالہ۔

ایک وقت چار تک عورتیں رکھنے کی شرعی اجازت
 ہے اس سے زائد کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔

نفسِ آمارہ سختی سے دبتا ہے اور ڈھیل دینے
 سے زیادہ پاؤں پھیلاتا ہے۔

متوفی کی زوجہ کو مہر قطعاً ملے گا۔

زید نے واقع میں طلاق نہیں دی ہندہ نے
جھوٹے گواہ پیش کر کے ڈگری لے لی یا طلاق
رجعی دی تھی اور ختم عدت سے پہلے زید نے
رجعت کر لی تو ہندہ کو دوسری جگہ نکاح حرام
قطعاً ہے۔

۴۴۳ سے ساقط ہو جاتا ہے مگر جبکہ نفقہ مفروضہ شوہر
سے نہ ملا ہو اور حکم قاضی شرع عورت نے قرض
لے لے کر خرچ کیا ہو کہ اس صورت میں ذمہ
شوہر پر دین قرار پا کر موت سے ساقط نہیں ہوتا۔
بیمار شوہر پر بھی عورت کا نان و نفقہ واجب ہے
جبکہ وہ عورت اس کی قید میں رہے۔
آوارہ گم عورت کا نفقہ شوہر کے ذمے لازم
نہیں۔

۴۴۴

۴۴۵ عورت کو دینی، دنیوی، جانی اور جسمانی ضرر کا
اندیشہ ہو تو شوہر کے پاس رہنے پر مجبور
نہیں کی جائے گی۔

۴۴۸

۴۴۸ ضرر شرعاً واجب الدفع ہے۔

۴۴۸

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کا ارشاد ہے کہ عورتوں کو ضرر مت پہنچاؤ۔
ظالم و جابر شوہر کے پاس عورت کے رہنے
کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔

۴۴۸

۴۴۸

۴۴۵ شوہر کے ظلم و تعدی کی وجہ سے عورت مجبوراً
والدین کے پاس رہے تو نفقہ شوہر پر
لازم ہے۔

۴۴۹

۴۴۵ شوہر کسی طرح درست نہ ہو تو اس سے جبراً
طلاق حاصل کی جا سکتی ہے

۴۴۹

۴۴۶ ترک واجب گناہ ہے جس پر حاکم سزا
دے سکتا ہے۔

۴۴۹

۴۴۹ جس معصیت پر حد لاگو نہ ہوتی ہو اس پر
تعزیر ہے۔

۴۴۹

۴۴۶ حنفی مذہب میں شوہر کی زیادتی کی صورت میں
بے طلاق عورت خود فسخ نکاح کرے ایسا
ممکن نہیں۔

۴۴۹

عورت کی طرف سے کوئی بات مستطمان و نفقہ
نہیں ہوتی شوہر پھر بھی نفقہ نہ دے تو حاکم
شوہر کو مجبور کرے کہ وہ نفقہ دے ورنہ
طلاق دے۔

شوہر کی رضا سے عورت مہر وغیرہ مال پر خلع
کرے تو جائز ہے۔

جذامی عورت کے ادائے حقوق پر قادر ہو تو اس
پر طلاق واجب نہیں، قادر نہ ہو تو طلاق دے،
طلاق واجب ہو اور نہ دے تو جبراً بھی طلاق
لی جا سکتی ہے۔

بے شوہر کے طلاق دینے طلاق تحصیلدار کے
دینے نہیں ہوتی۔

شوہر بڑھا ہو اور عورت کے ادائے حقوق پر
قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ طلاق دے دے
مگر عورت بے طلاق دے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔

موجودہ کچھ لوگوں کے فیصلہ سے شرعاً طلاق واقع
نہیں ہوتی۔

- ۴۸۰۔ فسخ نکاح کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام۔ وہ صورتیں جن میں فسخ نکاح کے لئے حاجت قضا نہیں ہوتی بلکہ مرد و عورت میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ خود فسخ کر دے۔
- ۴۸۰۔ وہ صورتیں جن میں فسخ نکاح کیلئے قضا یا قاضی شرط ہے۔
- ۴۸۱۔ قاضی شرع نائب شرع مطلق ہوتا ہے۔
- ۴۸۱۔ امامت در نماز حق حکام ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔
- جنون موجب فسخ نکاح نہیں۔
- ۴۸۱۔ مقلد قاضی اپنے مذہب کے خلاف حکم نہیں کر سکتا۔
- ۴۸۲۔ قول مرجوح پر فتویٰ اور حکم جہل و غرق اجماع مجتہد صدیوں سے مفقود ہے۔
- ۴۸۲۔ مذاہب اربعہ میں سے غیر حنفی قاضی اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے یا حنفی قاضی جسے سلطان نے منصب قضا پر مقرر کیا ہو اور اجازت دے رکھی ہو بوقت ضرورت قول مرجوح پر فیصلہ کر دے تو اس کی قضا نافذ ہوگی۔
- ۴۸۲۔ مقلد کس صورت میں قول مرجوح یا دوسرے امام کے مذہب پر عمل کر سکتا ہے۔
- ۴۸۲۔ مفتی کا قول مرجوح پر فتویٰ باطل ہے نیز کسی دوسرے امام کے مذہب کے مطابق بھی فتویٰ نہیں دے سکتا۔
- ۴۸۲۔ قاضی مقلد مقید بالقضا بالمدہب کا کسی دوسرے امام کے مذہب پر فیصلہ کرنا باطل ہے۔
- ۴۸۳۔ شوہر کی بیماری اور معذوری سبب فسخ نکاح نہیں۔
- تفویض طلاق کی صورت میں اختیار مجلس نکاحی رہتا ہے۔
- ۴۸۹۔ نہ تو میری زوجہ نہ میں تیرا شوہر اس جملے سے صاحبین کے نزدیک طلاق واقع نہیں۔
- ۴۸۶۔ طلاق لفظ سے ہے دل کا تصور کچھ نہیں۔
- ۴۸۶۔ وعدہ اور طلب مشورہ سے طلاق نہیں ہوتی۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں نفقہ نہ دینے پر تفریق نہیں ہے بلکہ ادا کے نفقہ پر قادر نہ ہونے پر۔
- ۴۸۶۔ مسئلہ عنین کی تفصیل۔
- ۴۸۶۔ جو مرد عورت کا حق ادا نہیں کر سکتا اس پر طلاق دینا فرض ورنہ گنہگار و مستحق عذاب ہوگا۔
- ۴۸۸۔ زندگی شوہر میں بے وقوع طلاق اگر عورت دوسرے شخص سے نکاح کر لے تو مردود ہوگا۔
- ۴۸۸۔ جنون کی بنیاد پر موجودہ کچھروں کے حاکم کا نکاح فسخ کرنا باطل ہے۔ اس مسئلہ کے تفصیلی دلائل۔
- ۴۸۸۔ امام قاضی خاں اسی قول کو مقدم رکھتے ہیں جو راجح و معتد ہو۔
- ۴۸۸۔ علامہ ابراہیم حلبی اسی قول کو تعظیم دیتے ہیں جو مؤید ہو۔
- ۴۸۹۔ زوجین میں سے کسی کو دوسرے کے عیب کی وجہ سے نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔
- ۴۸۹۔ احد الزوجین کو خیار عیب حاصل نہ ہونے کے مذہب کے لئے سات وجوہ ترجیح۔

- ۴۹۰ مذہبِ امام، امامِ مذاہب ہے جس سے بلاوجہ عدول بہرگز جائز نہیں۔
- ۴۹۰ امام ابو یوسف اعظم ارکانِ مذہب ہیں۔
- ۴۹۰ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے بعد امام ابو یوسف کا قول مزج و مقدم ہے۔
- ۴۹۰ متون کی جلالتِ شان کو کوئی کتاب نہیں پہنچ سکتی۔
- ۴۹۰ علماء کی تصریح کے مطابق شروع فتاویٰ پر مقدم ہیں۔
- ۴۹۰ قاعدہ یہ ہے کہ عمل اس قول پر ہوگا جس پر جزم و اعتماد کرنے والے کثیر ہوں۔
- ۴۹۰ امام قاضی خاں کی ترجیح اوروں کی ترجیح پر مقدم ہے۔
- ۴۹۰ امام قاضی خاں فقیہ النفس ہیں۔
- ۴۹۰ جو متون و شروح میں ہے وہ اس پر مقدم ہے جو فتاویٰ میں ہے۔
- ۴۹۰ مسئلہ جنون پر روایت خلاف کی تردید، اس روایت میں بھی روزمرافعہ سے ایک سال کلی کی مہلت دینی ضروری ہے۔
- ۴۹۰ مہلت کے بعد عورت کے دعویٰ ثانیہ تک بدستور میاں بیوی رہیں گے۔
- ۴۹۰ دوبارہ دعویٰ پیش ہونے پر قاضی عورت کو اختیار دے گا۔ اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کیا تو قاضی تفریق کر دے گا ورنہ اختیار باطل ہوگا۔
- ۴۹۰ دیانات اور مذہبی معاملات میں فاسق و غیر مسلم کی بات معتبر نہیں۔
- ۴۹۰ تفریقِ حاکمِ طلاق بائن ہوتی ہے۔
- ۴۹۰ طلاق میں حائضہ کے لئے تین حیض کی عدت فرض ہے۔
- ۴۹۰ نامرد کا نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور طلاق ہو تو عورت مہر پائے گی۔
- ۴۹۰ ثبوتِ نامردی کے لئے محض سندِ ڈاکٹر ناکافی و نامعتبر ہے۔
- ۴۹۰ نامرد کا نکاح جائز ہے اگر ہمبستری میں عورت کے حق ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ فوراً طلاق دے دے۔
- ۴۹۰ تنہائی میں یکجائی ہوتی تو عدت بھی بعد طلاق واجب ہوگی۔
- ۴۹۰ نامرد کا نکاح جائز عورت کے دعویٰ نامردی پر ہی فسخِ نکاح کا حکم نہ ہوگا۔
- ۴۹۰ مرد ادا ائے حقوقِ زوجیت پر قادر نہ ہو تو طلاق دینا فرض ہے۔
- ۴۹۰ نامرد شوہر اگر طلاق نہ دے تو عورت اور مرد کسی فقیہ عالم کو بیخ مقرر کریں۔
- ۴۹۰ مسئلہ تفریقِ عینین کی تفصیل۔
- ۴۹۰ اسلام میں ضرر اور ضرار نہیں۔
- ۴۹۰ اگر مرد بیخ مقرر کرنے بھی راضی نہ ہو تو عورت وہاں کے اعلم علماء بر بلد کے یہاں شوہر کے نامردی کا دعویٰ پیش کرے :-

- ۵۲
۵۰۱ مسئلہ تفریق کی تفصیل۔ نامرد نے عورت کو طلاق دے دی، اب کچھری میں نالاش عدم طلاق کی کہتا ہے گنہگار ہے ہاں اگر عدت باقی تھی اور رجعت کی نالاش کرتا ہے مسموع ہے۔
- ۵۰۲ مذہب حنفی میں عیب احد الزوجین سے دوسرے کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اختیار ہے مگر یہ خلاف مذہب ہے، بایں ہمہ ضرورت واقعہ ہو تو امام محمد کے قول پر عمل کیا جاسکتا ہے۔
- ۵۰۳ عیب احد الزوجین سے حصول خیار کی صورت میں مسئلہ امام محمد کی تفصیل۔
- ۵۰۴ عیب کی وجہ سے تفریق بے حکم حاکم شرع نہیں ہو سکتی۔
- ۵۰۵ جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں جو عالم دین تمام اہل شہر میں فقہ کا اعلم ہو وہ حاکم شرعی ہے۔
- ۵۰۶ نامرد ادا سے حق زوجہ پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ طلاق دے دے، اگر مرد ظلماً طلاق نہ دے تو عورت مسئلہ کو قاضی کے سامنے پیش کرے اور وہ مسئلہ تفریق پر عمل کرے۔
- ۵۰۷ تفریق حاکم سے طلاق بائن ہو جاتی ہے۔
- ۵۰۸ جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں تفریق بین الزوجین کی کیا صورت ہوگی۔
- ۵۰۹ ایک بار بھی ہمبستری ہو چکی تو دعویٰ عنینیت کا حق نہیں پہنچتا، اس صورت میں زید پر البتہ واجب ہے کہ ادا سے حق
- ۵۰۱ پر قادر نہ ہو تو طلاق دے دے۔ ایک اور مسئلہ عنین۔
- ۵۰۲ ثبوت نامردی کے بعد مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دی جاتے گی، اگر اس میں عورت پر قادر ہو گیا قبہا، ورنہ پھر عورت کے دعویٰ کرنے اور اب بھی نامردی ثابت ہو جانے پر حاکم عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے شوھر کے پاس رہنا مانے یا جدائی، اگر وہ فوراً کہے گی کہ جدائی چاہتی ہوں تو دونوں میں تفریق کر دے گا۔
- ۵۰۳ مفقود الخیر کی بیوی شوہر کی عمر ستر سال ہونے تک انتظار کرے۔
- ۵۰۴ زوجہ مفقود الخیر کے بارے میں امام احمد، امام شافعی اور امام مالک کے مذہب کا بیان۔
- ۵۰۵ مفقود الخیر کی زوجہ کے بارے میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا فرمان۔
- ۵۰۶ ضرورت صادقہ میں کسی امام کی تقلید صرف اس مسئلہ میں ان کے مذاہب کی رعایت کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔
- ۵۰۷ شوہر نے اپنے طور پر عورت کو مار ڈالا مگر وہ بچ گئی، اس سے طلاق یا تفریق نہ ہوگی۔
- ۵۰۸ حقیقہ کے نزدیک غیبت زوج یا عسرت کے سبب عدم ادا سے نفقہ باعث تفریق نہیں۔
- ۵۰۹ عورت کا اندام نہانی ناقابل ادخال تھا بعد از نکاح کبھی شوہر وزن میں مجامعت نہ ہو سکی اور نہ کوئی اولاد ہوئی اب وہ عورت فوت ہوگی اس عورت

- ۵۴۹ پڑے گی اور اگر نیت نہ ہو تو کچھ نہیں۔
- ۵۱۱ کے کیا کیا حقوق شوہر پر عائد ہو سکتے ہیں۔
- ۵۱۱ عورت کے عیب کے سبب شوہر کو دعویٰ فسخ نہیں۔
- ۵۱۳ **باب الکنایۃ**
- رَحِیقُ الْاِحْقَاقِ فِی کَلِمَاتِ الطَّلَاقِ
- (طلاق کے کنائی الفاظ کے بیان میں)
- ۵۱۳ بَآئِنُ وَهُوَ طَّلَاقٌ هُوَ جَسْبُ عَوْرَتٍ فَوْرًا نِكَاحٍ
- سے نکل جائے۔
- ۵۱۳ طَّلَاقٌ بَآئِنٌ كِیْ پَهْلِیْ صُورَتِ۔
- ۵۱۳ طَّلَاقٌ بَآئِنٌ كِیْ دُوسَرِیْ صُورَتِ۔
- ۵۱۳ طَّلَاقٌ بَآئِنٌ كِیْ تَبَسْرِیْ صُورَتِ۔
- ۵۱۳ طَّلَاقٌ بَآئِنٌ كِیْ چَوْتَحْمِیْ صُورَتِ۔
- ۵۱۲ اِنَّ چَارُوں صُورَتُوں مِیْنِ كِیْسِی لَفْظِ كِی تَخْصِیصِ نَهْیْنِ
- سب الفاظ کا ایک ہی حکم ہے۔
- ۵۱۵ طَّلَاقٌ بَآئِنٌ كِی پَانچُوں صُورَتِ۔
- ۵۱۵ اِس صُورَتِ پَنْجَمِ كِی لِنَے كُچھ لَفْظِ مَقْرُرِیْنِ۔
- ۵۱۵ طَّلَاقٌ رَجْعِیْ مِیْنِ عَدَّتِ كِی اَنْدَر رَجْعَتِ كَا اِخْتِیَارِیَا جَا سِگَا۔
- ۵۱۵ طَّلَاقٌ بَآئِنٌ كِی بَعْضِ الْفَاظِ۔
- ۵۱۵ اِیك سو كچھ پس صورتیں جن میں اگر طلاق کی نیت ہو
- تو طلاق بآئن پڑ جائے گی۔
- ۵۱۵ پینتیس صورتیں جن میں بلا حاجت نیت طلاق بآئن
- کا حکم دیا جائے گا۔
- ۵۲۷ طَّلَاقٌ رَجْعِیْ كِی بَعْضِ الْفَاظِ۔
- ۵۳۲ تہتر صورتیں جن میں بے حاجت نیت طلاق رجعی پڑتی ہے
- ۵۳۲ بیس صورتیں جن میں اگر نیت ہو تو طلاق رجعی
- ۵۵۲ اور مرد کے ہاتھ میں کوئی طلاق باقی ہے۔
- ۵۵۶ فہرست الفاظ طلاق۔
- ۵۱۳ اِنَّ سَبْ صُورَتُوں مِیْنِ اِگْر نِیْتِ طَّلَاقِ هُو تُو طَّلَاقِ
- ۵۱۳ بَآئِنِ پُڑ جَا ئَے كِی۔
- ۵۱۳ مِیْنِ نَے تَجھ تیرے ہاتھ بیچا کنایہ طلاق ہے اگر
- ۵۱۲ كِیْسِی عَوْضِ كَا ذَكْرَہُ كِرے اور عورت کے اس كِنے
- ۵۱۲ كِی بھي حاجت نہیں كہ مِیْنِ نَے خَرِیْدَا۔ (حاشیہ) ۵۵۸
- ۵۱۵ فَقط مِیْنِ جُدا ہوں یا ہوا كافی نہیں، اِگْر چہ بِنِیْتِ
- ۵۵۸ طَّلَاقِ كِے۔ (حاشیہ)
- ۵۱۵ اِگْر كہا مِیْنِ نَے تَجھ تیرے بھائی، ماموں، چچا
- ۵۱۵ یا كِیْسِی اجنبی كُو دے دیا تو كچھ نہیں۔ (حاشیہ) ۵۵۸
- ۵۱۵ ”تجھ مِیْنِ تجھ مِیْنِ كچھ نہ رہا“ كِنے سے كچھ نہیں ہوتا اِگْر چہ
- ۵۱۵ نِیْتِ طَّلَاقِ كِرے۔ (حاشیہ) ۵۵۸
- ۵۱۵ شوہر نے بیوی کے فارغ غمطی کے مطالبے پر كچھ بھجا
- كہ میری طرف سے تین مرتبہ فارغ غمطی ہے تو تین
- ۵۱۵ طَّلَاقِیْنِ ہوں گئیں۔
- ۵۵۹ جَب زید نے تین طَّلَاقِیْنِ دے دیں تو مطلقہ
- ۵۵۹ كَا اِس كِی پاس جانا حرام محض ہے۔
- ۵۳۲ مَطْلُوقَةٌ ثَلَاثَةٌ كَا شوہر اول سے بلا حلالہ نِكَاحِ
- نہیں ہو سكتا۔
- ۵۵۹ لَفْظِ فَاْرَغِ غَمَطِیْ مَعْنِی طَّلَاقِ مِیْنِ صَرِیْحِ هُو۔

- ۵۵۹ صریح محتاج نیت نہیں ہوتا۔
- ۵۵۹ طلاق کے بارے میں کون سا لفظ صریح اور کون سا کنایات میں سے ہوتا ہے۔
- ۵۶۲ کیونکہ یہ بائن ہے۔
- ۵۶۲ طلاق رجعی بائن کو لاقح ہونے سے بائن ہوجاتی ہے۔
- ۵۶۳ اقرار بالطلاق قضااً طلاق ہے۔
- ۵۶۳ "مانگتا نہیں" الفاظ طلاق میں سے نہیں۔
- ۵۶۰ فارغ خطی کے اصلی معنی اور باب طلاق میں اس کے استعمال اور معنی کی تشریح۔
- ۵۶۲ مرد جس کو اپنی عورت کے طلاق کا اختیار دے، یہ اختیار اسی مجلس تک باقی رہے گا۔
- ۵۶۰ "تو مجھ پر حرام ہے" کہنے سے طلاق نیت پر موقوف نہیں ہوتی اگرچہ طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔
- ۵۶۶ مُفَوَّض مَمْلُوكٌ ہوتا ہے۔
- ۵۶۰ مُمْتَلِكٌ اپنی مرضی سے کام کرتا ہے مُمْتَلِكٌ کی مرضی کا پابند نہیں ہوتا۔
- ۵۶۶ وکیل بالطلاق دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا۔
- ۵۶۰ فضولی کے طلاق کا نفاذ شوہر کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اجازت کی مختلف شکلوں کا بیان۔
- ۵۶۶ تحریر طلاق کی تنفیذ کے لئے حروف بحر پڑھو اور سُننا ضروری نہیں، مضمون پر مطلع ہونا کافی ہے۔
- ۵۶۱ طلاق نامہ کے مضمون پر مطلع ہونے بغیر مہر یا دستخط کر دئے، طلاق واقع نہ ہوگی۔
- ۵۶۱ "طلاق دے کر فارقتی دیتا ہوں" اس جملہ سے دو طلاق واقع ہوتیں۔
- ۵۶۱ لفظ فارغ خطی جہاں کے محاورہ میں صریح ہو صریح ہے۔
- ۵۶۲ ورنہ اس سے بائن طلاق واقع ہوگی۔
- ۵۶۹ دو رجعی طلاقیں ہوں تو عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے، تین طلاقیں ہو جائیں تو بلا حلالہ
- ۵۶۰ "تو مجھ پر حرام ہے" طلاق صریح ہے۔
- ۵۶۱ تاسیس تاکید سے اولیٰ ہے۔
- ۵۶۱ طلاق بصورت تحریر کی مختلف اشکال کا حکم۔
- ۵۶۱ بیوی کو کہا "تو میرے کام کی نہیں" تو بہ نیت طلاق، طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔
- ۵۶۱ طلاق رجعی صریح، بائن کو لاقح ہوجاتی ہے۔
- ۵۶۹ اگر اپنی بیوی کو کہا "تو مجھ پر حرام ہو چکی تو بلا نیت طلاق واقع ہوگی کیونکہ یہ صریح ہے مگر یہ بائن کو

فہمہت شوہر قتل کے لئے جائز نہیں، اور وہ
 طلاقیں بائن ہوں تو عدت نکاح سے نکل گئی
 مگر اس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتا
 ہے چاہے عدت گزر چکی ہو یا نہیں۔
 ”چھوڑتا ہوں“ کا لفظ صریح ہے تین بار کہا تو
 طلاق مغلظہ واقع ہوں۔
 بدیہیات پر اہل علم حوالہ طلب نہیں کیا کرتے
 جاہل کا حوالہ دہی مع مہارت طلب کرنا
 شوہر ادب ہے
 خسرو داماد میں لڑائی کے دوران داماد کے کواگر
 تم کل چھڑواتے ہو تو میں آج ہی چھوڑتا ہوں“
 اس سے ایک طلاق رجعی ہو جائے گی۔
 ”دوسرے سے نکاح کر دو“ بنیت طلاق کسا
 تو طلاق بائن واقع ہوگی اور عدم نیت کے ہائے
 میں شوہر کا قول قسم معتبر ہوگا۔
 ”چھوڑ دیا میرے کام کی نہیں“ سے دو بائن
 طلاقیں واقع ہوں گی۔
 طلاق بائن کے بعد عورت دوبارہ نکاح پر راضی
 نہیں تو اس پر جبر نہیں کیا جاسکتا۔
 نہیں نے تجھے چھوڑ دیا“ نہ بیع ہے اور تو میرے
 کام کی نہیں ہے“ کنایہ ہے۔
 بائن جب رجعی کو لاحق ہو تو اس کو بھی بائن بنا دیتی ہے
 ”تمہارا جہاں جی چاہے چلی جاؤ، دوسرا خانوہ
 کر۔ یہ الفاظ کنایہ کے ہیں ان سے وقوع طلاق
 کے لئے نیت شرط ہے۔

تصفائی دے دیا“ یہ لفظ کنایہ ہے نیت ہو تو
 ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔
 بائن کو بائن لاحق نہیں ہوتی۔
 شوہر قسم کھا کر عدم نیت طلاق کا قول کرے تو
 مان یا بائے گا اور قسم لینے کے لئے قاضی یا
 پنج کی ضرورت نہیں، خود عورت بھی شوہر سے یہ
 قسم لے سکتی ہے۔
 لادعویٰ کا لفظ عربی لفظ انک مجارہ کا ہم معنی ہے
 نیت ہو تو طلاق بائن ہوگی۔
 شوہر عدم نیت طلاق پر قسم کھانے سے انکار کرے تو
 عورت معاطہ قاضی کے سامنے پیش کرے وہ انکار
 کی صورت میں تفریق کر دے گا۔
 لفظ ”لادعویٰ“ سے شوہر نے طلاق کی نیت کی تھی اور
 اب چھوٹی قسم کھالی تو عند اللہ طلاق ہوگئی مگر اس کا وبال
 شوہر پر ہے عورت پر کوئی الزام نہیں۔
 لفظ ”لادعویٰ“ کا سوال مکرر۔
 ”وہ میری بیوی نہیں، مجھ کو اس سے غرض نہیں“
 یہ الفاظ طلاق میں سے نہیں، نیت طلاق ہو
 تب بھی ان سے طلاق واقع نہ ہوگی۔
 ”وہ میری بیوی نہ رہی، وہ میرے نکاح سے
 باہر ہے، میرے کام کی نہ رہی“ یہ الفاظ
 کنایہ کے ہیں۔
 عوام کا یہ گمان غلط ہے کہ عورت بے اجازت
 شوہر گھر سے چلی جائے تو نکاح سے نکل جاتی ہے۔
 طلاق بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی مثلاً کسا

انت بائن، پھر کہا انت بائن، تو ایک ہی
طلاق بائن ہوگی۔

۵۷۸۔ عدم نیت کے بارے میں شوہر کا قول بقسم معتبر ہے
۵۷۸۔ جبر و اکراه در بارہ نکاح محل صحت و نفاذ و لزوم
نہیں۔

۵۸۰۔ مکہ کے تمام تصرفات قولیہ منعقد ہوتے ہیں۔
۵۸۰۔ مکہ کا نکاح، عتاق اور طلاق لازم ہے۔
”میں بے شادی شدہ ہوں، میرا نکاح کسی سے
نہ ہوا، وطن میں میرا کسی سے سروکار نہیں۔“ یہ
سب الفاظ طلاق میں سے نہیں۔

عورت بغداد میں ہے شوہر نے کہا بغداد کی ساری
عورتیں مطلقہ ہیں، اگر اپنی عورت کی نیت نہ کی
طلاق واقع نہ ہوگی۔

۵۸۱۔ لفظ وطن لفظ بلد و قریہ سے عام ہے۔
۵۸۱۔ ”میں نے تجھے آزاد کیا“ بشرط نیت طلاق بائن
واقع ہوگی، اور تین کی نیت سے کہا تو تین
ہوں گی۔

۵۸۲۔ ”چھوڑنا“ طلاق صریح کا لفظ ہے، جہاں چاہے
چلی جا، کنایہ ہے۔ دونوں لفظ کے تو پہلے
والا صریح بعد والے کنایہ کے لئے قرینہ
بن جائے گا۔

۵۸۳۔ اپنی بیوی کو بہن کہا، نہ ظہار ہے نہ طلاق۔
”چھٹی دی“ کا لفظ حالت غضب میں طلاق
کے لئے ہی ہے۔

”جو شخص شریعت مطہرہ کے فتویٰ پر عمل نہ کریگا“

۵۸۵۔ گنہگار و مستحق سزا و عذاب ہے۔

۵۷۸۔ ”آزاد کیا“ نیت طلاق سے کنایہ ہے، یہ

۵۸۵۔ لفظ تین دفعہ کہا ایک واقع ہوگی دو لغو ہوں گی۔
طلاق بائن کے بعد زن و مرد اگر راضی ہوں تو
شوہر عدت کے اندر یا بعد عدت نکاح جدید

۵۸۵۔ کر سکتا ہے۔

۵۸۰۔ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی اگر اس کو خبر
قرار دینا ممکن ہو۔

۵۸۵۔ ایک طلاق کے بعد صرف غیر مدخولہ مزید طلاق کی
محل نہیں رہتی۔

۵۸۵۔ جب تک عدت نہ گزرے زن مدخولہ طلاق
مفروق و مجموع سب کی محل ہے۔

۵۸۶۔ لفظ ”حرام“ بوجہ عرف طہی بالصریح ہے
۵۸۱۔ تم نے ایسا کہا ”لہذا وہ مجھ پر حرام ہے“ اس کا
یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس فعل کو سبب
حرمت سمجھتا ہے اگر یہی مراد ہو تو طلاق واقع
نہ ہوگی۔

۵۸۶۔ یہ جہاں کا خیال ہے کہ عورت بے اجازت شوہر
گھر سے نکلے تو نکاح سے نکل جاتی ہے۔

۵۸۶۔ بنائے باطل پر اقرار طلاق محض لغو ہے۔
”ہم تجھ کو نہ رکھیں گے زمانہ مستقبل کے لئے“
وعدہ ہے۔ اگر صریح لفظ ”طلاق دیں گے“
ہو تب بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔

۵۸۸۔ فارسی زبان میں لفظ ”طلاق می کنم“ کہا تو طلاق
ہو جائے گی، اور اگر ”طلاق کنم“ کہا تو نہیں ہوگی۔

۵۸۲۔

۵۸۲۔

۵۸۸۔

- ۵۹۲ کفارہ لازم نہیں۔
- ۵۹۳ بیوی کا دودھ پینا حرام ہے۔
- ۵۹۳ اگر کوئی یوں کہے کہ ”اگر میں یہ کام کروں تو میں زانی“
- ۵۹۳ چور یا شرابی ہوں“ تو عالت نہیں ہوگا۔
- ۵۹۳ الفاظ کنائی متعلق ایک فتویٰ کی تنقید۔
- ”تو میرے مکان سے نکل جا“ کنایاتِ طلاق سے ہے بہ نیتِ طلاق اس سے طلاقِ بائن ہو جائے گی۔
- ۵۹۴ شوہر نے بہ نیتِ طلاق کہا کہ ”تو اب کوئی شوہر کرے“ تو طلاقِ بائن واقع ہوگی۔
- ”مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں“ یہ لفظ کنایاتِ طلاق سے ہے کہ بشرطِ نیت اس سے طلاقِ بائن ہوتی ہے۔
- ۵۹۴ طلاقِ بائن کے بعد بے تجدید نکاح مباشرت عورت سے حرام ہے۔
- ۵۹۵ اضافتِ صریحہ نہ ہو تو مدارِ شوہر کی نیت پر ہے۔
- ۵۹۶ لفظ ”آزاد کیا“ سے طلاقِ بائن ثابت ہو جاتی ہے۔
- ۵۹۷ عام حالت میں وقتِ تحریرِ نوٹس سے طلاق مانی جائے گی۔
- ۵۹۷ کون سی عدت کا عورت نفسر پاتی ہے اور کونسی عدت کا نہیں پاتی۔
- ۵۹۸ تفضل علی الخیر یہ۔
- ۵۹۸ ”مجھے تجھ سے سروکار نہیں“ لفظِ طلاق میں سے نہیں۔

- لفظ ”میکنم“ محض حال کے لئے اور لفظ ”کنم“ محض مستقبل کے لئے، جبکہ عربی میں لفظ ”اطلق“ حال و استقبال میں دائر ہے۔
- ۵۸۸ ”ہمارے قابل نہ رہی“ کنایہ کے الفاظ میں سے ہے لیکن حالتِ غضب میں سب و شتم کے لئے بھی ہو سکتا ہے اس لئے وقوعِ طلاق کے لئے نیت بہر حال ضروری ہے۔
- عورت کو نکال دینا اور کپڑے وغیرہ چھین لینا دلیلِ غضب ہے نہ کہ دلیلِ طلاق۔
- ۵۸۹ شوہر ”نہ رکھیں گے ہمارے قابل نہ رہی“ کہہ کر چلا گیا، صرف اتنی بات سے عورت کو نکاحِ ثانی ہرگز جائز نہیں۔
- مفقود الخبر کی بیوی کو بے ظہورِ طلاق یا وضوحِ موت حقیقہً یا حکماً ہرگز نکاحِ ثانی جائز نہیں۔
- ۵۸۹ ”مجھے تجھ سے کام نہیں“ الفاظِ طلاق میں سے نہیں، جس سے چاہے مباشرت کر، جسے چاہے خاوند بنا، مجھ سے تجھ سے تعلق نہ رہا“ یہ تینوں الفاظ کنائی ہیں۔ تیسرے کے لئے حالتِ غضب میں نیت کی ضرورت نہیں۔ ان تینوں لفظوں کی مختلف صورتوں کا حکم۔
- ۵۹۰ ”مجھے اس سے کام نہیں، میں اس کو نہیں رکھوں گا“ رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں“ یہ الفاظِ طلاق کے نہیں ہیں۔
- ۵۹۲ مرد نے کہا کہ اگر بیوی کو گھر میں رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں“ یہ نہ تو ایلا ہے اور نہ ہی قسم، لہذا

شوہر نے کہا کہ میرے قول مجھے تجھ سے کو سروکار نہیں، کو طلاق سمجھو اس سے بھی طلاق نہ ہوگی۔

جو شرعاً معتبر نہ ہو اس کو معتبر بنانا کسی کے بس میں نہیں۔

سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ کہے کہ میں نے اس کو واقع کیا۔

مرد نے بیوی سے کہا "تو یہ گمان کر لے کہ تو طلاق والی ہے" تو طلاق نہ ہوگی۔

"کسی مصلحت سے اپنی عورت کی زوجیت سے انکار کیا تو جھوٹے حلف پر گنہگار ہوا۔ عورت کا نکاح باقی ہے اور ترکہ سے محروم نہ ہوگی۔

یکمین غموس پر کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ تو میرے نکاح سے باہر ہے" حالت غضب میں طلاق بائن واقع ہوگی۔

طلاق کے بعد بجائے میری ماں بہن کے "کہا تو ظہار کا محل نہیں۔

"مجھ کو کوئی دعویٰ نہیں، جہاں چاہے چلی جا" الفاظ کنایہ سے ہیں، نیت ہو تو ایک طلاق، نیت نہ ہو تو کچھ نہیں۔

عدم نیت کے بارے میں شوہر بیوی کے سامنے قسم کھالے مان لے گی۔

قسم کھانے سے انکار کرے تو نکاح جدید کی

ضرورت ہے۔

دست برداری، میرا بالکل تم سے کچھ تعلق نہ رہا

۶۰۱ کنایہ ہے حالت غضب میں طلاق واقع ہو جائیگی۔

۶۰۲ عورت نے طلاق مانگی، شوہر نے کہا "تو ہماری بہن ہو چکی" طلاق بائن واقع ہوگی۔

۶۰۲ "تو ہماری بہن ہو چکی" یہ ظہار نہیں کیونکہ اس میں تشبیہ نہیں۔

۶۰۲ خط سے اس وقت تک طلاق نہیں ہوتی جب تک شوہر خط لکھنے کا اقرار نہ کرے۔

۶۰۸ میرا اس کا کوئی تعلق نہیں بنیت طلاق طلاق ہے۔

۶۰۹ گول مول سوال پر فہمائش۔

۶۰۹ چودہ برس کی لڑکی میں بلوغ و عدم بلوغ دونوں محتمل ہیں۔

۶۰۳ مفتی کا خود شقوق قائم کر کے ہر شق کا جواب دینا خلاف مصلحت شرعیہ ہے۔

۶۰۴ لاندہب یعنی زینتی دہریہ کا نکاح ہی نہیں ہوتا۔

۶۰۵ اگر نکاح ہی نہ ہو تو طلاق کیسی۔

۶۰۵ "مجھ سے محمودہ سے کوئی تعلق نہ رہا" کنایہ ہے وقوع طلاق کے لئے نیت شرط ہے۔

۶۰۹ کنایہ میں نیت طلاق ہونے یا نہ ہونے میں مرد کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔

۶۰۶ مجھ سے تجھ سے سروکار نہیں، الفاظ طلاق میں سے نہیں

۶۱۰ مجھ سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں، الفاظ طلاق کنائی سے ہے

۶۱۰ چھوڑ دیا صریح ہے۔

۶۱۱ صریح بائن کو لاتی ہو جاتی ہے۔

رجعی بائن کے ساتھ جمع ہو کر بائن ہو جاتی ہے کیونکہ اس صورت میں رجعت ممتنع ہوتی ہے۔

۶۱۵ مسئلہ شرعیہ میں غلط اعتراف کی ترغیب پر سرزنش۔

۶۱۱

۶۱۱ دانستہ حق کو باطل اور حق سے رجوع کر کے اس میں اپنا شبہہ بتانا موجب عزت نہیں داریں میں سخت ذلت کا باعث ہے۔

۶۱۵

۶۱۱

۶۱۱ صریح نیت کی محتاج نہیں ہوتی۔
۶۱۱ صریح جب کنایہ طلاق سے مؤخر ہو تو وہ نیت طلاق پر قرینہ نہیں بن سکتی۔

۶۱۱ خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کبھی حق سے رجوع نہیں کیا۔

۶۱۵

۶۱۱

۶۱۱ کنایات میں قرینہ کو مقدم ہونا چاہئے۔

۶۱۲ مقدس ہستیوں کی طرف رجوع عن الحق کی نسبت کرنے والا بے ادب مخل اللہین ہے۔

۶۱۵

۶۱۲

۶۱۲ فتاویٰ خیرہ اور محیط میں اختلاف کی طرف اشارہ۔

۶۱۲ ”میں کسی قابل نہیں جواب دے دوں گا، میری بیوی نہیں ماموں زاد بہن ہے“ الفاظ طلاق

۶۱۶

۶۱۲

تو کیا حکم ہے۔

۶۱۳ فلاں سے اس کی شادی کر دو“ کنایہ کے الفاظ میں سے ہے، وقوع طلاق کے لئے نیت شرط ہے۔

۶۱۶

۶۱۳

وقت اقرار سے عدت کا معتبر ہونا ائمہ اربعہ اور

۶۱۳ طلاق کنائی میں نیت کے بارے میں شوہر سے قسم لی جائے گی، اگر کہے ”طلاق مراد تھی“ تو حکم طلاق

۶۱۶

۶۱۳

جمہور صحابہ و تابعین کے خلاف جو فتویٰ متاخرین ہے

۶۱۶ نہ ہوگا اور عورت کا دوسری جگہ نکاح محض حرام ہوگا۔

۶۱۶

۶۱۳

صرف محل تہمت میں ہے اور وہ بھی وہاں کہ طلاق

۶۱۶ توطلاق واقع ہو جائے گی۔

۶۱۶

۶۱۳

صرف اقرار سے ثابت ہو۔

۶۱۶ لفظ کنائی استعمال کر کے شوہر غائب ہو گیا اور اس پر قسم نہ رکھی جاسکی تو طلاق ثابت نہیں ہوگی۔

۶۱۶

۶۱۳

اگر طلاق اقرار سے پہلے معلوم ہو تو بالا جماع عدت

۶۱۶ ”تم ہمارے سامنے و نظر سے دور ہو جاؤ“ بنیت طلاق ہے۔

۶۱۶

۶۱۴

وقت طلاق سے ہوگی نہ کہ وقت اقرار سے۔

۶۱۶ شوہر نے عورت کو گھر سے نکالتے وقت کہا ”تو“

۶۱۶

۶۱۴

طلاق اگر اقرار سے پہلے ثابت نہ ہو مگر جس وقت سے طلاق دینا بیان کرتا ہے جب سے زوجہ کو

جدا کر دیا تھا تو عدت وقت طلاق سے شمار ہوگی۔

امام محمد کے ارشاد اور متاخرین کے فتویٰ میں تطبیق

دیر ۶ دو سال میں اگرچہ ذوات الحیض کی عدت

کا انقضاء لازم نہیں مگر یہ مدت انقضائے عدت

کے لئے کافی ضرور ہے۔

امام اعظم کے نزدیک کم از کم دو ماہ اور صاحبین کے

نزدیک اننا لیس دن میں تین حیض گزر سکتے ہیں۔

نکل جا، آج سے مجھ سے اور تجھ سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ بعد میں پوچھنے پر شوہر نے اقرار کیا "میں اس کو اسی تاریخ سے چھوڑ چکا ہوں جب وہ گئی۔" اس صورت میں طلاق بائن واقع ہوگی۔

عرصہ چھ سال میں اگرچہ تین حیضوں کا گزر جانا ظاہر ہے مگر نہ گزرنے کا بھی احتمال ہے اور جب تک تین حیض نہ گزریں حیض والی عورت کی عدت ختم نہیں ہوتی۔

طلاق پہلے ہی، اقرار بعد میں کیا، اگر طلاق کے وقت سے ہی جدا ہوں عدت اسی وقت سے لی جائے گی اور ساتھ رہتے ہوں تو وقت اقرار سے قول امام محمد کہ عدت وقت طلاق سے اور فتوائے متاخرین کہ وقت اقرار سے ہے، ان میں تطبیق و توفیق۔

بے اضافت صریح طلاق میں مدار نیت پر ہوگا۔ "آزاد کیا" سے محل غضب میں طلاق بائن ہو جائیگی لیکن عورت کی طرف اضافت نہ ہو تو مدار شوہر کی نیت پر ہوگا۔

"چلی جا" کنایات سے ہے۔ اگر اس پر حلف لینے سے انکار کرے کہ میں نے اپنی عورت مراد نہیں لی تھی تو معاملہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے۔ غصہ اور حمل کی حالت میں نیز عورت دور ہو تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

"وہ بالکل میرے کام کی نہ رہی" بشرط نیت طلاق واقع ہوگی۔

کسی شخص نے اپنی بیوی کے بارے میں کہا کہ "وہ میرے کام کی نہیں رہی" اور نیت طلاق سے انکار کرتا ہے تو بیوی اس سے حلف لے سکتی ہے اگر حلف سے انکار کرے تو قاضی کے سامنے

پیش کیا جائے وہاں بھی انکاری ہو تو طلاق بائن ہوگی۔

"میں عائشہ بیگم کو اختیار دیتا ہوں چاہے کسی سے عقد کرے یا بیٹھی رہے" مجھے کچھ عذر نہیں

ان الفاظ سے بشرط نیت طلاق واقع ہوگی۔

"چلی جا" نیت طلاق سے طلاق ہے۔

"میرے مطلب کی نہیں" بشرط نیت طلاق ہے۔

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔

بلا ثبوت طلاق اور عدت کے اندر دوسرا نکاح حرام ہے۔

"ہفتہ کے اندر میرے پاس نہ آئے تو جہاں چاہے جائے، تجھے اختیار تیرے دل کا مجھے

اختیار میرے دل کا" بشرط نیت طلاق ہے۔

کنایہ میں شوہر نیت کے بارے میں حلف سے انکاری ہو تو حاکم شرعی کے حضور نالاش کی جائے

اگر شوہر اس کے سامنے بھی قسم کھانے سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہو جائے گی۔

"میں پسند نہیں ہوں تو دوسرے سے نکاح کر دو"

اس جملہ سے حالت مذاکرہ و غضب میں طلاق واقع ہوگی۔

"اپنے گھر کو جاکر میرے کام کی نہیں، میں نے تجھے

- ۶۳۱ فرمائیں صالح ایقاع طلاق نہیں۔
- ۶۲۴ بیوی نے طلاق مانگی، شوہر نے کہا طلاق دادہ انکار (بزبان فارسی) یا کہا احسبی انک طالق (بزبان عربی) یعنی تو خود کو طلاق شدہ شمار کر، تو نیت کے باوجود طلاق نہیں ہوگی۔
- ۶۳۱ شوہر کا یہ کہنا کہ ”اگر آپ میری بیوی کا نکاح کرادیں گے تو مجھے کسی نوع کا عذر تکرار آگے نہیں اور نہ کروں گا“ بظاہر ترک نزاع کا وعدہ ہے۔
- ۶۳۲ ”مجھے اپنی بیوی سے اب کچھ سروکار نہیں رہا“ الفاظ طلاق سے نہیں۔
- ۶۳۲ لفظ ”سروکار“ کے لغوی معانی۔
- ۶۳۲ شوہر کا یہ کہنا محض لغو و غلط ہے کہ ”میری بیوی میری بلا اجازت گئی تو نکاح سے باہر ہونا اظہر من الشمس ہے“۔
- ۶۳۳ جو اقرار غلط بنا رہا ہو وہ معتبر نہیں ہوتا۔
- ۶۳۳ مندرجہ ذیل تین الفاظ کا حاصل اجازت نکاح دینا ہے اور وہ بیشک کنایات سے ہے؛
- ۶۲۹ (۱) بخوشی تمام اجازت دینا ہوں کہ اس کا نکاح کسی دوسرے سے کر دو (۲) برضا و رغبت آپ کو اجازت دی (۳) اس کا خرابا نہ ہونا سبب دوسرے نکاح کی اجازت دی۔
- ۶۳۳ کتنی ہی کنایات بائنہ ہوں اور سب سے نیت طلاق بھی کی ہوتی ہے صرف ایک واقع ہوگی کیونکہ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔
- ۶۳۴ خط کو حرف بجز پڑھ کر سنا دیں تاکہ اس پر شرعاً
- طلاق دی ”عدم نیت کی صورت میں صرف آخری لفظ سے طلاق رجعی پڑے گی۔
- ۶۲۴ حاملہ کو طلاق رجعی دی اور وضع حمل سے قبل رجوع نہ کیا تو اب برضا و عورت دوبارہ نکاح کی حاجت ہے۔
- ۶۲۴ حلالہ تین طلاقوں پر لازم ہوتا ہے اور جب لازم ہوتا ہے تو اس کے ساقط کرنے کی کوئی صورت نہیں۔
- ۶۲۴ لزوم حلالہ کے بعد اس کو ساقط کرنے کے جو حیلے قبیحہ وغیرہ میں مذکور ہیں سب باطل ہیں۔
- ۶۲۴ متعدد الفاظ سے چند طلاقیں دیں تو غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بائن ہو جاتی ہے بقیہ لغو ہیں۔
- ۶۲۸ ”میں تمہاری لڑکی کو چھوڑتا ہوں، میرے کام کی نہیں“ سے دو بائن طلاقیں واقع ہو گئیں۔
- ۶۲۸ رخصتی سے پہلے عورت کو طلاق ہو گئی تو عدت کی حاجت نہیں۔
- ۶۲۸ بائن کا رجعی کو لائق امتناع رجعت کی وجہ سے رجعی کو بھی بائن بنا دیتا ہے۔
- ۶۲۸ ”چھوڑتا ہوں“ کا لفظ صریح ہے تین بار کہنا تو طلاق مغلطہ واقع ہو گئی۔
- ۶۲۹ ”اس وقت سے جواب دیتا ہوں اور اپنا کوئی تعلق نہیں رکھتا“ ایک بائن طلاق ہوگی۔
- ۶۲۹ طلاق کی رجسٹری واپس کر دینے سے طلاق واپس نہیں ہوتی۔
- ۶۳۱ چند الفاظ کے بارے میں الفاظ طلاق سے ہونے نہ ہونے کا فیصلہ۔
- ۶۳۱ شوہر کا یہ کہنا کہ اس خط کو بطور طلاق نامہ تصور

طلاق واقع ہو جائے اگر خط کا ایک لفظ بھی پٹھنے سے رہ گیا طلاق واقع نہ ہوگی۔

شوہر کی اجازت سے دوسری کو طلاق دینے کی تین صورتیں ہیں، تفویض، توکیل، رسالہ۔ ۶۳۸

۶۳۸ الفاظ تفویض تین ہیں، تخیر، امر بالید اور مشیت۔ عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے تو باطل محض اور حرام قطعی ہے۔ ۶۳۹

دوسرے سے نکاح کی اجازت دینے کی صورت میں قرآن سابقہ و لاحقہ کی موجودگی میں قضاء ایک طلاق واقع ہوگی۔

۶۳۵ تفویض طلاق کی صورت میں اپنے نفس کو اختیار کرنے نہ کرنے میں یہاں بیوی میں اختلاف ہو تو عورت کو گواہ پیش کرنے ہوں گے، اسی قسم کے ایک مسئلہ سے متعلق عالمگیری کے ایک جزیئہ کی توضیح۔ ۶۴۰

دلالت قال دلالت حال کی طرح ہے۔

۶۳۵ دلالت حال دلالت مقال سے عام ہے۔

۶۳۵ خط کی بنا پر وقوع طلاق کا حکم اسی حالت میں ہو سکتا ہے جب شوہر مقریا گواہان عادل شرعی دو مرد یا ایک اور دو عورت سے ثابت ہو کہ یہ خط اس کا ہے ورنہ محض مشابہت خط پر حکم نہیں۔

۶۳۵ طلاق کے مسئلہ میں عورت مسئلہ قضا پر عمل کرے گی۔

۶۳۵ طلاق کے مسئلہ میں عورت مسئلہ قضا پر عمل کرے گی۔

۶۳۵ طلاق کے مسئلہ میں عورت مسئلہ قضا پر عمل کرے گی۔

۶۳۵ طلاق کے مسئلہ میں عورت مسئلہ قضا پر عمل کرے گی۔

۶۳۶ اقرار کا ذب کا دیانہ کوئی اثر نہیں ہوتا۔

۶۳۶ عورت مدعیہ طلاق ہو اور شوہر منکر تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

۶۳۶ عورت مدعیہ طلاق ہو اور شوہر منکر تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

۶۳۶ عورت مدعیہ طلاق ہو اور شوہر منکر تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

۶۳۶ عورت مدعیہ طلاق ہو اور شوہر منکر تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

۶۳۶ عورت مدعیہ طلاق ہو اور شوہر منکر تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

۶۳۶ عورت مدعیہ طلاق ہو اور شوہر منکر تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

۶۳۶ عورت مدعیہ طلاق ہو اور شوہر منکر تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

۶۳۶ عورت مدعیہ طلاق ہو اور شوہر منکر تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

۶۳۶ عورت مدعیہ طلاق ہو اور شوہر منکر تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

۶۳۶ عورت مدعیہ طلاق ہو اور شوہر منکر تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

باب تفویض الطلاق

میں اس شرط پر تم سے نکاح کروں گی کہ تم کسی سے شادی نہ کرو، اور اگر کرو تو مجھے اپنے نفس کا اختیار رہے گا۔ یہ اختیار دوسری عورت کی شادی کی خبر سننے کی مجلس تک محدود رہے گا۔

فضول و اجنبی کلام اور جنگ و جدل سے بلس بدل جاتی ہے۔

- یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھ کو طلاق کا اختیار ہے۔
- ۶۴۲ ذات الحیض کی عدت کا چار ماہ میں پورا ہونا قطعی نہیں بلکہ ممکن ہے کہ تین سال میں بھی تین حیض مکمل نہ ہوں۔
- ۶۵۱ جس عورت کو مرد نے طلاق تفویض کی وہ یہ کہہ کر گھر سے چلی گئی کہ اب میں مطابق اقرار نامہ نہیں رہ سکتی ہوں، تو طلاق نہ ہوگی۔
- ۶۵۲ استفتاء میں تغیر و تبدل کرنے والے گنہگار ہیں انھیں خوفِ خدا چاہئے۔
- ۶۵۲ ایک شخص نے اپنی عورت کو نکاح کے بعد امرھا بیدھا مختار کر دیا نکاح سے خارج ہونا اور آزاد ہونے کے ساتھ اختیار دیا، یہ طلاق کی تفویض ہے، نیت کرے گا طلاق پڑے گی، نہ کرے گا نہ پڑے گی۔
- ۶۵۴ زیور بنوانے پر طلاق معلق کی اور چھ ماہ کی میعاد رکھی اگر تعلیق میں عورت کی طرف سے اضافت ہے طلاق معلق ہوگی۔
- ۶۵۴ گواہ شرعی نہ ہوں تو طلاق ثابت نہ ہوگی۔
- ۶۵۵ طلاق کے بارے میں ایکبلی عورت کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔
- ۶۵۵ ماخذ و مراجع
- ۶۵۶ ضمیمہ ماخذ و مراجع
- ۶۴۳ تفویض طلاق کے لئے ملک یا اضافت الی الملک ضروری ہے۔
- ۶۴۳ طلاق فضولی اجازتِ زوج پر موقوف ہوتی ہے۔
- ۶۴۳ تفویض طلاق کی شرط پر نکاح کی مختلف صورتوں کا حکم۔
- ۶۴۳ تفویض طلاق ملک یا اس کی طرف اضافت کرنے سے صحیح ہوتی ہے۔
- ۶۴۴ جو کچھ سوال میں ہو جواب اس کو متضمن ہوتا ہے۔
- ۶۴۴ مرد نے عورت کو تفویض طلاق کسی شرط سے معلق کی تو وقوع شرط پر عورت کو اسی مجلس تک اختیار رہے گا۔ مجلس بدلنے سے اختیار جاتا رہے گا اس کے بعد اپنے نفس کو طلاق دے گی تو واقع نہ ہوگی۔
- ۶۴۴ تبدیلی مجلس کی صورتیں۔
- ۶۴۴ تفویض معلق بالشرط کی دو قسمیں ہیں مطلق و موقت۔
- ۶۴۶ سوال دیگر متعلقہ مسئلہ مذکورہ بالا۔
- ۶۵۵ جس عورت پر عدت واجب ہو وہ مرور عدت سے قبل دوسرے مرد سے نکاح کرے تو ناجائز و باطل و زنا و حرام ہے۔

فہرست ضمنی مسائل

حیض

۴۸۱ امامت در نماز حق حکام ہے بشرطیکہ وہ
مسلمان ہوں۔

۴۸۱

نکاح

۱۲۰ نکاح عورت کے گوشت پوست پر نہیں منافع یضع
پر وارد ہوتا ہے۔

۱۲۰

نکاح فاسد میں متارکہ بالقول ہی ہو سکتا ہے
مثلاً یوں کہہ دے کہ میں نے تیری راہ کھول دی یا
تجھے چھوڑا۔

۱۵۶

۱۶۰ ایک بہن نکاح میں ہو تو دوسری سے نکاح فاسد۔

۱۶۰

نکاح فاسد میں متارکہ واجب ہے۔

۱۶۰

۴۶۲ معاذ و بہنوں سے نکاح فاسد ہے، یونہی ایک
کی عدت میں دوسری سے نکاح بھی

۱۶۱

۴۶۲ فاسد ہے۔

امام اعظم کے نزدیک تین حیض کم از کم ساٹھ دن اور
صاحبین کے نزدیک اڑتالیس دن میں ہو سکتے ہیں۔ ۴۶۶
امام اعظم کے نزدیک کم از کم دو ماہ اور صاحبین
کے نزدیک اسی دن میں تین حیض گزر سکتے ہیں۔ ۶۱۴
عرصہ چھ سال میں اگرچہ تین حیضوں کا گزر جانا ظاہر
ہے مگر نہ گزرنے کا بھی احتمال ہے۔ ۶۱۸

امامت

فاسق کی امامت ناجائز ہے۔
جو فاسق کو امامت پر باقی رکھے گا گنہگار ہوگا۔
غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنے والے کے پیچھے نماز
مکروہ تحریمی ہے پڑھ لی تو پھیرنی واجب ہے۔ ۴۶۴

۲۲۲ دورانِ عدتِ عورت سے نکاح باطل ہے۔
زندگی شوہر میں بے وقورِ طلاق اگر عورت دوسرے
شخص سے نکاح کر لے تو مردود ہوگا۔ ۲۸۸

محرمات

۲۶۲ ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح
حرام و باطل ہے۔ ۲۰۱
۲۶۵ ایک شخص نے کسی عورت کو رکھا اب اس کی بیٹی
کو رکھتا ہے تو وہ اس پر ضرور حرام ہے چاہے
۲۸۳ بلا نکاح رکھے یا نکاح کر کے۔ ۲۰۸

ولایت

۲۹۱ عصبیات کے بعد ولایتِ نکاح ماں کو ہے۔ ۱۱۵
۲۹۳ باپ کو کسی طرح اپنی بیٹی کا مہر معاف کرنے کا
۲۹۴ اختیار نہیں، نہ ہرگز اس کے معاف کئے
معاف ہو سکے۔ ۱۲۱
۳۷۰ ہندو کی نابالغ لڑکی سے بے اس کے ولی کی
اجازت کے اور بے مسلمان کئے نکاح ہو سکتا
۴۰۸ ہے یا نہیں۔ ۲۶۲
۴۰۸ نابالغہ و نابالغ کا نکاح بذریعہ ولی کے
ہو سکتا ہے ۴۰۸
۳۹۰ باپ نے نو دس سالہ لڑکی کا نکاح چوبیس سالہ
۴۰۸ لڑکے سے کر دیا تو درست ہے۔ ۳۹۰
۴۰۸ بالغ کو اپنے نکاح میں ولی کی اصلاً ضرورت
نہیں۔ ۳۹۹

ایک بہن نکاح میں تھی پھر دوسری سے بھی کر لیا
یہ دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں یا نہیں، نکاح
دوم کا کیا حکم ہے اور ان دونوں سے جو اولاد ہو
اس کا کیا حکم ہے۔

مسلمان کا نصرانیہ یا مجوسیہ سے نکاح ہو سکتا
ہے یا نہیں۔

اگر دھوکے سے کسی رافضیہ سے نکاح کر لے کہ معلوم
نہ ہو کہ یہ رافضیہ ہے تو کیا حکم ہے۔

منگنی کے بعد دوسرے کو پیغام بھیجنا جائز نہیں
جب تک منگنی باقی ہے۔

مصنف کی تحقیقِ انیق کہ نکاحِ ثانی نکاحِ اول
فرض، واجب، سنت، مباح، مکروہ اور
حرام سب کچھ ہے۔

کس حالت میں نکاح سنت ہے۔

کس کے حق میں نکاح مباح ہے۔

دورانِ عدت نکاح ہرگز صحیح نہیں ہوتا بلکہ حرام
محض ہوگا۔

نکاح کے لئے قاضی یا وکیل یا برادری کے لوگوں
کی ضرورت نہیں۔

مرد و عورت دو گواہوں کے سامنے ایجاب قبول
کر لیں نکاح ہو جائے گا۔

نکاحِ ثانی کے لئے مرد کو پہلی بیوی سے اجازت
لینے کی ضرورت نہیں۔

عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کر لیا تو یہ نکاح
نہیں نرا حرام ہوا۔

بغیر ولی کے نابالغہ کا اشارہ یا خود زبان سے صراحتاً ایجاب و قبول کرنا کافی نہیں۔

کفارت

بالغہ کو اپنے نکاح میں ولی کی ضرورت نہیں جبکہ نکاح کفو سے ہو یا غیر کفو سے ہو مگر اس کا کوئی ولی ہو ورنہ جب تک ولی قبل نکاح اس غیر کفو کو غیر کفو جان کر صریح اجازت نہ دے گا بالغہ کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔

کفو کسے کہتے ہیں۔

غیر کفو میں عورت کا نکاح کس صورت میں جائز اور کس صورت میں ناجائز ہے۔

عدت

خلوت و دخول سے قبل طلاق دی تو عورت پر عدت لازم نہیں۔

کافر کے لئے عدت اصلاً نہیں۔

عدت وفات (غیر حاملہ کی) بنصِ شرآن چار ماہ دس دن ہے۔

حاملہ کی عدت بچہ پیدا ہونے پر ختم ہوتی ہے۔

حزہ موطوہ اور لونڈی کے ایامِ عدت کی تفصیل۔

خلوت صحیح پائی گئی تو عدت واجب ہے اگرچہ دخول نہ ہوا ہو، اور اگر خلوت بھی نہ ہوئی تو عدت ضروری نہیں۔

عدت کا وجوب خلوت صحیح کے بعد ہے نہ کہ خلوت

فاسدہ کے بعد۔

۳۶۰ خلوت ہو چکی تو عدت واجب، حیض والی کیلئے تین حیض، ورنہ تین ماہ۔ اگر خلوت نہیں ہوئی

۳۹۱ تو عدت لازم نہیں۔

۴۰۸ مطلقہ حائضہ کی عدت۔

۴۰۸ مطلقہ صغیرہ اور آلسہ کی عدت۔

۴۰۸ مطلقہ حاملہ کی عدت۔

طلاق نامہ میں شوہر کا یہ لکھنا کہ میں نے عدت

۳۹۹ معاف کی، جاہلانہ بات ہے۔ اس سے

۴۰۸ عدت ساقط نہیں ہوتی۔

عدت اسی وقت سے لی جائے گی جب سے

۴۲۰ طلاق بائن دی اگرچہ حالتِ حیض میں دی ہو۔

تمام احکامِ عدت وقتِ طلاق سے ثابت

۴۲۰ ہو جائیں گے۔

حس حیض میں طلاق دی وہ عدت میں شمار نہ ہوگا

۴۲۰ بلکہ اس کے بعد تین حیض کامل درکار ہوں گے۔

۲۶۵ طلاق میں حائضہ کے لئے تین حیض کی عدت

۴۹۴ فرض۔

۳۰۸ تنہائی میں یکجائی ہوئی تو عدت بھی بعد طلاق

۴۹۶ واجب ہوگی۔

۳۶۸ نامرد کا نکاح جائز، عورت کے دعویٰ نامردی پر

۴۹۶ ہی فسخ نکاح کا حکم نہ ہوگا۔

وقتِ اقرار سے عدت کا معتبر ہونا ائمہ اربعہ

۳۶۹ اور جمہور صحابہ و تابعین کے خلاف جو فتویٰ

متاخرین ہے صرف محلِ تہمت میں ہے اور وہ

- بھی وہاں کہ طلاق صرف اقرار سے ثابت ہو۔ ۶۱۳
- اگر طلاق اقرار سے پہلے معلوم ہو تو بالاجماع عدت وقت طلاق سے ہوگی نہ کہ وقت اقرار سے۔ ۶۱۳
- طلاق اگر اقرار سے پہلے ثابت نہ ہو مگر جس وقت سے طلاق دینا بیان کرتا ہے جب سے زوجہ کو جدا کر دیا تھا تو عدت وقت طلاق سے شمار ہوگی۔ ۶۱۳
- ڈیڑھ دو سال میں اگرچہ ذوات الحیض کی عدت کا انقضاء لازم نہیں مگر یہ مدت انقضاء عدت کیلئے کافی ضرور ہے۔
- جب تک تین حیض نہ گزریں حیض والی عورت کی عدت ختم نہیں ہوتی۔
- طلاق پہلے دی، اقرار بعد میں کیا، اگر طلاق کے وقت سے ہی جدا ہوں عدت اسی وقت سے لی جائے گی، اور ساتھ رہتے ہوں تو وقت اقرار سے حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔
- رخصتی سے پہلے عورت کو طلاق ہوگی تو عدت کی حاجت نہیں۔
- ذات الحیض کی عدت کا چار ماہ میں پورا ہونا قطعی نہیں بلکہ ممکن ہے کہ تین سال میں بھی تین حیض مکمل نہ ہوں۔
- رجعت**
- رجعت میں زبان سے یہ کہہ لینا کافی ہے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں رکھ لیا۔
- تین طلاقیں ہو جائیں تو رجعت محال ہے۔
- طلاق رجعت کیا ہے۔ ۶۱۳
- رجعت کا بہتر طریقہ۔ ۶۱۳
- عورت پر جب طلاق بائن پڑ گئی عورت نکاح سے نکل گئی اب شوہر کو رجعت کا کچھ اختیار نہ رہا۔ ۶۲۷
- طلاق رجعی میں ایام عدت کے اندر زبان سے رجعت کر سکتا ہے عورت کی رضا مندی ضروری نہیں۔ ۶۱۳
- طلاق رجعی میں عدت کے اندر رجعت کا اختیار دیا جائے گا۔ ۶۱۴
- حلالہ**
- حلالہ کی صورت کیا ہے۔ ۶۱۸
- حلالہ بغیر وطی زوج ثانی صحیح نہیں۔ ۶۱۸
- میاں بیوی میں اصلاح اور مشکل کشائی کی نیت سے کسی کو حلالہ پر راضی کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔ ۶۲۵
- حلالہ کی تفصیل۔ ۶۲۸
- نکاح میں حلالہ کی شرط لگانا گناہ ہے اور بے شرط لگانے دل میں ارادہ ہو تو اس پر اجر کی امید ہے۔ ۶۵۱
- محلل جب تک نکاح صحیح کے بعد وطی نہ کرے عورت شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہوتی۔ ۶۲۳
- نکاح فاسد و موقوف حلالہ کے لئے کافی نہیں نکاح ناقذ ضروری ہے۔ ۳۲۸
- حلالہ سے بچنے کے لئے مرتد ہونے سے ارتداد کا

شرعاً طلاق واقع ہو جائے اگر خط کا ایک لفظ
بھی پڑھنے سے رہ گیا طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۶۳۴
زیور بنوانے پر طلاق معلق کی اور چھ ماہ کی ميعاد
رکھی، اگر تعلیق میں عورت کی طرف سے اضافت
ہے طلاق معلق ہوگی۔ ۶۳۵

خُلْع

بطور خُلْع شوہر کو کچھ رقم دینا جائز ہے چاہے
عورت خود دے یا اس کی طرف سے کوئی

۶۶۹ اور دے۔

شوہر کی رضا سے عورت مہر وغیرہ مال پر خُلْع
کریے تو جائز ہے۔ ۶۷۵

خُلْع کے بعد جب عدت گزر جائے تو عورت
دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اس سے
پہلے نہیں کر سکتی۔ ۶۳۰

عَنِين

آلہ بریدگی یا نامردی کے سوا کوئی مرض شوہر
سبب فسخ نکاح نہیں۔ ۶۷۰

مسئلہ عنین کی تفصیل۔ ۶۸۷

نامرد کا نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور طلاق ہو تو
عورت مہر پائے گی۔ ۶۹۵

ثبوت نامردی کے لئے محض سند ڈاکٹر ناکافی
و نامعتبر ہے۔ ۶۹۵

نامرد کا نکاح ناجائز ہے اگر ہمبستری میں عورت

گناہ الگ رہا اور پھر مسلمان ہونے کے بعد حلالہ
بھی ضروری ہے۔

مطلقہ ثلاثہ کا شوہر اول سے بلا حلالہ نکاح نہیں
ہو سکتا۔

حلالہ تین طلاقوں پر لازم ہوتا ہے اور جب لازم
ہوتا ہے تو اس کے ساقط کرنے کی کوئی صورت
نہیں۔ ۶۲۷

تعلیق

طلاق کو شرائط پر موقوف کیا، شرائط نہ پائے گئے
طلاق واقع نہ ہوئی۔

بیوی سے مرد نے کہا "ان خرجت یقہم
الطلاق" یا یوں کہا "میرے اذن کے بغیر
مت نکلتا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے"
وہ عورت نکلی تو طلاق نہ ہوگی۔

خط اس کو سنادیں تاکہ طلاق شرعاً اس پر واجب
ہو جائے، طلاق معلق ہے۔ ۶۵۰

آج سے اس قدر ماہوار ماہ بیاہ دیا کرے گا،
نہ دے تو طلاق واقع ہوگی۔ اس صورت میں
ایک مہینہ گزر گیا اور نہ دیا تو طلاق واقع
ہو جائے گی۔

خط میں لکھا کہ "تجھے فارغ خطی دی" تو لکھتے ہی ایک
طلاق واقع ہوگی، اور اگر یہ لکھا کہ "خط پہنچے
تو تجھے فارغ خطی" تو خط پہنچنے پر طلاق ہوگی۔

خط کو حرف بحرف پڑھ کر سنادیں تاکہ اس پر

کے حق ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ فوراً طلاق دے دے۔
مسئلہ تفریق عینین کی تفصیل۔

نامرد نے عورت کو طلاق دے دی، اب کچھری میں نالاش عدم طلاق کی کرتا ہے گنہگار ہے ہاں اگر عدت باقی تھی اور رجعت کی نالاش کرتا ہے مسموع ہے۔

ایک اور مسئلہ عینین۔

ثبوت نامردی کے بعد مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دی جائے گی، اگر اس میں عورت پرت اور ہو گیا فہما، ورنہ پھر عورت کے دعویٰ کرنے اور اب بھی نامردی ثابت ہو جانے پر حاکم عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کے پاس رہنا مانے یا جدائی۔ اگر وہ فوراً کہے گی کہ جدائی چاہتی ہوں تو دونوں میں تفریق کر دے گا۔

مفقود

مفقود الخبر کی بیوی شوہر کی عمر ستر سال ہونے تک انتظار کرے۔

زوجہ مفقود الخبر کے بارے میں امام احمد، امام شافعی اور امام مالک کے مذہب کا بیان۔

مفقود الخبر کی زوجہ کے بارے میں امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا فرمان۔

مفقود الخبر کی بیوی کو بے ظہور طلاق یا وضوح موت

حقیقتاً یا حکماً ہرگز نکاح ثانی جائز نہیں۔

۴۹۶ لفظ کنائی استعمال کر کے شوہر غائب ہو گیا
۴۹۷ اور اس پر قسم نہ رکھی جاسکی تو طلاق ثابت نہیں ہوگی۔

ظہار

۵۰۲ اپنی بیوی کو بہن کہا، نہ ظہار ہے نہ طلاق۔
۵۰۸ طلاق کے بعد "بجائے میری ماں بہن کے" کہا تو ظہار کا محل نہیں۔

۶۰۵ "تو ہماری بہن ہو چکی" یہ ظہار نہیں کیونکہ اس میں تشبیہ نہیں۔

نسب

منکوۃ غیر سے لاعلمی میں نکاح کرنے والے کی

۵۰۸ اولاد کا نسب اسی نکاح سے ثابت ہوگا۔
۴۶۴ کسی شخص نے خاوند والی عورت سے حبان بوجھ کر نکاح کیا تو اولاد شوہر اول کی ہوگی۔

خیار

تفویض طلاق کی صورت میں اختیار مجلس تک باقی رہتا ہے۔

۴۸۵ زوجین میں سے کسی کو دوسرے کے عیب کی وجہ سے نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔

۴۸۹ احد الزوجین کو خیار عیب حاصل نہ ہونے کے مذہب کے لئے سات وجوہ ترجیح۔

مذہب حنفی میں عیب احد الزوجین سے دوسرے کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اختیار ہے مگر یہ خلاف مذہب ہے، بایں ہمہ ضرورت واقعہ ہو تو امام محمد کے قول پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

عیب احد الزوجین سے حصول خیال کی صورت میں مسئلہ امام محمد کی تفصیل۔

نَفَقَة

برائے وصولی مہر معجل وطی و سفر سے انکار کرنیوالی عورت کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔

ناشرہ عورت کے لئے نفقہ شوہر پر واجب نہیں۔ گھر میں پہننے کے کپڑے جن کا دینا بحکم نفقہ شوہر پر واجب ہو چکا تھا وہ دے کر دعویٰ کرے کہ میں نے عورت کو مالک نہیں بنایا تھا تو اس میں شوہر کا قول معتبر نہ ہونا چاہئے۔

جب تک شوہر مہر معجل ادا نہ کرے نان نفقہ پاسکتی ہے یا نہیں۔

نَفَقَة مَثَل کے معنی۔

مرتدہ کے لئے نفقہ نہیں۔

طلاق کا جب سے اقرار کرے اسی وقت سے واقع مانی جائے گی نفقہ البتہ آج تک کا اور آج سے عدت کا نفقہ دلائیں گے۔

بعد موت شوہر زمانہ عدت یا اس کے بعد کا نان و نفقہ باتفاق مذہب صحیح حنفی و شافعی

۴۷۲ واجب نہیں۔

نکاح فاسد کی معتدہ اور معتدہ الموت کا نفقہ

۴۷۲ واجب نہیں ہوتا اگرچہ حاملہ ہو۔

۴۷۳ ناشرہ کے لئے نفقہ نہیں۔

۵۰۳ نفقہ اگر مفروضہ حکم حاکم ہو تو موت احد الزوجین سے

ساقط ہو جاتا ہے مگر جبکہ نفقہ مفروضہ شوہر سے

۵۰۴ نہ ملا ہو اور بحکم قاضی شرع عورت نے قرض لے لے کر

خرچ کیا ہو کہ اس صورت میں ذمہ شوہر پر دین

۴۷۳ قرار پا کر موت سے ساقط نہیں ہوتا۔

بیمار شوہر پر بھی عورت کا نان و نفقہ واجب ہے

۴۷۳ جبکہ وہ عورت اس کی قید میں رہے۔

۴۷۵ آوارہ گرد عورت کا نفقہ شوہر کے ذمے لازم نہیں۔

عورت کی طرف سے کوئی بات مسقط نان و نفقہ

نہیں ہوتی شوہر پھر بھی نفقہ نہ دے تو حاکم شوہر

۴۷۵ کو مجبور کرے کہ وہ نفقہ دے ورنہ طلاق دے۔

شوہر کے ظلم و تعدی کی وجہ سے عورت مجبوراً والدین

۴۷۹ کے پاس رہے تو نفقہ شوہر پر لازم ہے۔

حنفیہ کے نزدیک غیبت زوج یا عسرت کے سبب

۵۱۰ عدم ادائے نفقہ باعث تفریق نہیں۔

۲۶۳ کون سی عدت کا عورت نفقہ پاتی ہے اور کونسی

۵۹۸ عدت کا نہیں پاتی۔

حَبْر

لڑکے اور لڑکی کو جب آثار بلوغ ظاہر ہوں تو

اس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر آثار بلوغ

ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے پر
بالغ سمجھے جائیں گے۔

حیل

جبر و اکراہ کی طلاق سے بچنے کا حیلہ۔

لزوم حلالہ کے بعد اس کو ساقط کرنے کے جو حیلے
قنیہ وغیرہ میں مذکور ہیں سب باطل ہیں۔

اکراہ

جبر و اکراہ کے ساتھ بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔
اجبار شرعی کی صورت میں اگر صرف تحریری زبان سے
کچھ نہ کہا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

لوگ کسی کے اصرار کو بھی جبر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ جبر
نہیں، اگر ایسے جبر سے نشہ کی چیز پی اور اس نشہ
میں طلاق دے دی تو بالاتفاق طلاق ہو جائیگی۔
کسی نے قتل یا قطع عضو کی واقعی دھمکی دے کر یا
ہاتھ پاؤں باندھ کر شراب پلا دی اس نشہ میں
طلاق دی واقع نہ ہوگی۔

عورت کو دینی، دنیوی، جانی اور جسمانی ضرر کا اندیشہ
ہو تو شوہر کے پاس رہنے پر مجبور نہیں کی جائیگی۔
شوہر کسی طرح درست نہ ہو تو اس سے جبراً طلاق
حاصل کی جاسکتی ہے۔

طلاق بائن کے بعد عورت دوبارہ نکاح پر راضی
نہیں تو اس پر جبر نہیں کیا جاسکتا۔

جبر و اکراہ دربارہ نکاح مغل صحت و نفوذ

عتاق

مولیٰ نے غلام کو کہا کہ میں نے کل تیرے عتق کا تجھے
اختیار دیا تھا مگر تو نے خود کو آزاد نہیں کیا غلام
نے کہا میں نے ایسا کر لیا تھا، تو غلام کی تصدیق
نہیں کی جائے گی۔

کسی شخص نے اپنے غلام کو کہا کہ میں نے کل
تجھے مال کے بدلے آزاد کیا تھا مگر تو نے قبول
نہیں کیا، غلام کہتا ہے کہ میں نے قبول کر لیا تھا
تو مولیٰ کا قول معتبر ہوگا۔

جنازہ

ہر مسلمان کی نماز جنازہ فرض ہے چاہے وہ کتنا ہی
گنہگار ہو۔

اترار

مرد و عورت صرف روزِ اول کو ٹھے میں رہے اور
دشمن کو ٹھے کے گردا گرد مارنے کو کھڑے رہے،
زوجین کو بھی یہ معلوم تھا، صبح مرد نے طلاق دے دی
مرد دخول کا مقرر ہے اور عورت منکر۔ یہ دخول یا
خلوت معتبر ہے یا نہیں۔

اقرار مقررہ کے انکار سے رد ہو جاتا ہے۔

۵۱۱ عورت کے کیا کیا حقوق شوہر پر عائد ہو سکتے ہیں۔

تفسیر

۶۰۸ اباحتِ نکاحِ ثانی کا ثبوت قرآن مجید کی متعدد آیات سے ہے۔

۳۰۸ وَاَنْكَحُوا الْاَيَامِي فِي الْاَيامِ كَمَا مَعْنَى هِيَ زَيْنِ بِنْتِ شَوْهَرٍ
جس کے اطلاق میں کنواری، مطلقہ اور بیوہ سب

۳۰۸ داخل ہیں۔

۳۰۸ بالخصوص بیوہ کے نکاح سے متعلق چند قرآنی آیات۔

۴۰۷ آیت کریمہ الطلاق مرتین کا شانِ نزول۔
۲۷۴ آیت کریمہ محسنین غیر مصافحین میں کونسی ممانعت

۴۶۹ کی طرف اشارہ ہے۔

فوائدِ حدیثیہ

۲۷۵ اس حدیث کا مطلب جس میں فرمایا گیا کہ جن کا نکاح
ہوا اور ان کی نیت میں ادا رہا مہر نہیں وہ روزِ قیامت

۱۹۹ زانی و زانیہ اٹھائے جائیں گے۔

۲۹۶ حدیث شریف انا اول من یفتح باب الجنۃ
۳۰۷ الا فی اری امرۃ تبادرنی کا مطلب۔

۴۰۹ حدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ
کا مطلب۔

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ام ہانی

۴۰۰ اقرارِ طلاق سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔
خط سے اس وقت تک طلاق نہیں ہوتی جب
تک شوہر خط لکھنے کا اقرار نہ کرے۔
۶۰۸ اقرارِ کاذب کا دیانہ کوئی اثر نہیں ہوتا۔

حقوق العباد

حقوق العباد میں اگر صاحبِ حق راضی ہوں تو
ممانعت نہیں رہتی۔

پر ایسا مال جبراً لینا حرام اور اس کی خوشی سے
لینا حلال ہے۔

مردوں کے حقوق عورتوں پر جس طرح ہیں یونہی حکم قرآن
مردوں پر عورتوں کے۔

جس کے دو بیبیاں ہوں اور ان میں عدل نہ کرے
تو قیامت کے دن ایک طرف کو جھکا ہوا اٹھے گا۔

۲۷۵ بوقتِ تعارضِ حق العباد حق اللہ پر مقدم ہوتا ہے۔
۲۹۳ شوہروں کی اطاعت اور ان کے حقوق کی معرفت

۲۹۶ میں عورتوں کے لئے جہاد کے برابر ہے۔
عورتیں اگر شوہروں کی نافرمانی نہ کریں اور نماز پڑھیں

تو سیدھی جنت کو چلی جائیں۔
شوہر کے بیوی پر بعض حقوق کا ذکر۔

شوہر جب ادائے حق زوجہ پر قادر نہ ہو تو طلاق
حق العباد ہے۔

عورت کا اندام نہانی ناقابلِ ادخال تھا بعد از
نکاح کبھی شوہر وزن میں مجامعت نہ ہو سکی اور

نہ کوئی اولاد ہوئی اب وہ عورت فوت ہو گئی اس

- ۳۰۰ نکاح ثانی کو از روئے شرع حلال نہ جاننا کفر ہے۔
جو مباح کبار اور اتباع شیطان کی طرف منجر ہو
- ۳۰۱ وہ اس عارضہ کی وجہ سے مباح نہیں رہتا۔
- ۳۰۲ عوام کے سامنے حقائق عالیہ اور دقائق عالیہ کا ذکر جو ان کے مدارک و افہام سے ورار ہو شرعاً ممنوع ہے۔
- ۳۰۳ تکفیر اہل قبلہ و اصحاب کلمہ طیبہ میں جرات و جسارت محض جہالت اور سخت ہے جس میں وبالِ عظیم و نکال صریح کا اندیشہ ہے۔
- ۳۰۴ کلمہ گو کے ہر قول و فعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع و فطیح ہو کفر سے بچانا فرض قطعی ہے۔
- ۳۰۵ مسلمان کے کسی قول یا فعل میں کوئی ضعیف سے ضعیف تاویل ایسی نکلتی ہو جس کے سبب سے حکم اسلام ہو سکتا ہو تو اسی کی طرف جانا لازم ہے اگرچہ اس میں ہزار احتمال جانب کفر جاتے ہوں۔
- ۳۰۶ اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔
- ۳۰۷ احتمال اسلام کو چھوڑ کر احتمالات کفر کی طرف جانے والے اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں۔
- ۳۰۸ لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو جو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔
- ۳۰۹ تین باتیں اصل ایمان میں داخل ہیں۔
- ۳۱۰ اہل قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہو۔
- ۳۱۱ جاہلوں سے ذات و صفات کے دقیق مسائل پوچھنا ناجائز ہے۔
- ۳۱۲ جو کسی مسلمان کے لئے چاہے کہ کافر ہو جائے

بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغامِ نکاح کا واقعہ۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغامِ نکاح کا واقعہ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر سوال سن چار ہجری میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حفظِ دین نو مسلمین کے لئے قریش کی طرف سے تعمیرِ کعبہ میں کی گئی تبدیلیوں کو برقرار رکھانے کی اصلاح نہ فرمائی۔

عقائد و کلام

فرائض ادا نہ کرنے یا ان کی ادائیگی سے باز رکھنے پر آدمی کافر نہیں ہوتا۔

ایسے فرض کی فرضیت کا منکر کافر ہو جاتا ہے جس کی فرضیت ضروریاتِ دین سے ہو۔

مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔

تنبیہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہشت میں تشریف لے جانا بار بار ہوگا۔

دخولِ جنت میں اولیت مطلقہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے۔

مباح پر طعن صرف اسی صورت میں کفر ہو سکتا ہے کہ اس کی اباحت ضروریاتِ دین سے ہو۔

نکاح ثانی کی اباحت ضروریاتِ دین سے ہے۔

حد و تعزیر

- ۲۰۰ مآلی جرمانہ شرعاً ناجائز و باطل ہے۔
- ۲۰۱ عورت کو تین طلاق دے کر عدت میں وطی کرنا زنا خالص ہے جبکہ اس کی حرمت کا علم ہو۔
- ۲۰۲ مطلقہ مغفلت سے دورانِ عدت وطی کرنے والے پر حد جاری ہوگی۔
- ۲۰۳ مسلمانوں کو حرام کار مرد و عورت سے مقاطعہ کرنا لازم ہے۔
- ۲۰۴ دورانِ عدت نکاح کرنے والے سے عورت کو فوراً جد کر دیا جائے، اگر نہ مانے تو اسے برادری سے خارج کر دیا جائے۔
- ۲۰۵ حرام کار مرد و عورت سے برادری والوں کو مکمل مقاطعہ کرنا ضروری ہے۔
- ۲۰۶ اغوار کرنے والے کو برادری سے خارج کرنا اور اس سے میل جول چھوڑ دینا لازم ہے۔
- ۲۰۷ مطلقہ ثلاثہ کو حلالہ کے بغیر رکھنے والا شوہر مبتلائے زنا ہوگا اور سختی عذاب شدید ہوگا۔
- ۲۰۸ دیدہ و دانستہ غلط طلاق کی شہرت دینا حرام اور کارِ ابلیس ہے، ایسے لوگ تعزیر کے مستحق ہیں۔
- ۲۰۹ ترک واجب گناہ ہے جس پر حاکم سزا دے سکتا ہے۔
- ۲۱۰ جس معصیت پر حد لاگو نہ ہوتی ہو اس پر تعزیر ہے۔

اس کے ہونے سے پہلے وہ خود کافر ہو گیا۔
حکم علی ترمذی کا نہیں محمدنی کا ہے۔
یہ کہنا کہ زوجیت شرع میں ذریعہ وراثت نہیں صریح کلمہ کفر ہے۔

ردِ بد مذہب

- نسبت کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ جس سے لڑکی کی نسبت کی وہ رافضی وہابی وغیرہ بد مذہب ہے، تو نسبت چھڑانا شرعاً لازم ہے۔
- وہابیہ کی اکثر عادت ہے کہ مسلمانوں کو وجہ بے وجہ کافر، مشرک اور بے ایمان ٹھہرادیتے ہیں۔
- وہابیہ کا قیدی ذاب۔
- وہابیہ محمد بن اسحاق کے مقلد ہیں اور انہوں نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صریح تبراً لکھے ہیں۔
- ایک جلسہ میں تین طلاقوں کو ایک ماننا جمہور اسلام کے خلاف ابن قیم ظاہری کا مذہب ہے۔
- سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں کلماتِ گستاخی بکنے والا کھلا رافضی ہے۔
- ایک مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع کے منکر مخالف سوادِ اعظم ہیں۔
- لامذہب یعنی زندقہ دہریہ کا نکاح ہی نہیں ہونا۔

افتاء و رسم المفتی

متون خاص نقل مذہب صحیح و معتد کے لئے وضع کئے جاتے ہیں۔

۱۰۵۔ طسقی الابکر متون معتدہ فی المذہب سے ہے۔

۱۰۶۔ طسقی الابکر میں جو قول مقدم ہو وہی ارجح و مختار للفتویٰ ہوتا ہے۔

۱۰۷۔ فقہ النفس امام قاضی خاں اسی قول کو مقدم کرتے ہیں جو اشہر و اظہر اور معتد ہوتا ہے۔

۱۰۸۔ صاحب ہدایہ اکثر قول قوی کو مقدم کرتے ہیں اور قول محنت رکی دلیل کو مؤخر کرنا ان کی عادت

مستزہ ہے۔

۱۰۹۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقاً قول امام پر فتویٰ دے اور قاضی عموماً مذہب امام پر فیصلہ

کے مگر بضرورت داعیہ ترک۔

۱۱۰۔ امام اعظم کے بعد امام ابو یوسف پھر امام محمد پھر امام زفر و حسن بن زیاد کے قول کی طرف رجوع

کرنا چاہئے۔

۱۱۱۔ ہم پر امام کے قول پر فتویٰ دینا واجب ہے اگرچہ مشائخ اس کے خلاف فتویٰ دیں۔

۱۱۲۔ مسائل وقف و قضاء میں غالباً امام ثانی کے قول پر فتویٰ ہے۔

۱۱۳۔ لاکھوں مسائل معاملات میں قول امام پر فتویٰ ہے اگرچہ امام ابو یوسف کی رائے سے امام محمد

بھی موافق ہوں۔

۱۱۳۔ متون شروح پر ادب شیعہ فتاویٰ پر مبنی ہوں

۱۱۴۔ متون و شرح میں متعارض ہوتے ہیں اور عمل میں ہونا چاہئے۔

۱۱۵۔ متون و فتاویٰ باہم متعارض ہوں تو معتد وہی ہوگا

۱۱۶۔ جو متون کے موافق ہوگا۔

۱۱۷۔ صاحب ہدایہ اصحاب ترجیح میں سے ہیں۔

۱۱۸۔ امام کمال الدین ابن الہمام صاحب فتح القدر

۱۱۹۔ لائق اجتہاد اور اصحاب ترجیح میں سے ہیں۔

۱۲۰۔ امام قاضی خاں اصحاب ترجیح میں سے ہیں ان کی تصحیح

۱۲۱۔ اور اول کی تصحیح پر مقدم ہے، ان کی تصحیح سے عدول

۱۲۲۔ نہ کیا جائے۔

۱۲۳۔ علماء نے شروح و فتاویٰ کی بعض صریح تصحیحیں صرف

۱۲۴۔ اس بنا پر رد کر دیں کہ متون ان کے خلاف ہیں۔

۱۲۵۔ جس پر متون ہوں وہی قول معتد ہوگا۔

۱۲۶۔ صاحب محیط ائمہ ترجیح میں سے ہیں۔

۱۲۷۔ بعض جگہ قول صاحبین پر فتویٰ کی وجہ۔

۱۲۸۔ ایک تہائی مذہب کے قریب قول صاحبین

۱۲۹۔ قول امام کے خلاف ہے لیکن اکثر اعتماد قول امام

۱۳۰۔ پر ہی ہے۔

۱۳۱۔ علماء نے اس کی تصحیح فرمائی کہ ہم پر بقول امام

۱۳۲۔ فتویٰ دینا لازم اگرچہ مشائخ نے اس کے خلاف

۱۳۳۔ پر فتویٰ دیا ہو۔

۱۳۴۔ قول امام سے قول صاحبین کی طرف یا ان میں سے

۱۳۵۔ کسی ایک کی طرف بلا ضرورت عدول نہ کیا جائے۔

۱۳۶۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں قول امام پر فتویٰ بہر حال

۱۳۷۔ میرے نزدیک واجب ہے۔

۱۳۸۔

- ۴۹۱ علامہ کی تصریح کے مطابق شروح فتاویٰ پر مقدم ہیں۔
- ۴۹۱ قاعدہ یہ ہے کہ عمل اس قول پر ہوگا جس پر جرم و اعتماد کرنے والے کثیر ہوں۔
- ۲۰۹ امام قاضی خاں کی ترجیح اوروں کی ترجیح پر مقدم ہے۔
- ۲۱۲ جو متون و شروح میں ہے وہ اس پر مقدم ہے جو فتاویٰ میں ہے۔
- ۲۹۲ بنائے باطل پر اقرارِ طلاق محض لغو ہے۔
- ۵۸۶ چودہ برس کی لڑکی میں بلوغ و عدم بلوغ دونوں محتمل ہیں۔
- ۶۰۹ مفتی کا خود شقوق قائم کر کے ہر شق کا جواب دینا خلاف مصلحت شرعیہ ہے۔
- ۶۰۹
- ۲۸۲
- ۲۸۲
- ۲۸۲
- ۲۸۲
- ۲۸۸
- ۲۸۹
- ۲۹۰
- ۲۹۰
- ۱۱۸
- وقتِ عشا میں قولِ صاحبین کو درمیں مفتی بہ کہا اس پر اعتماد جائز نہیں کہ قولِ امام سے عدل کا کوئی سبب نہیں۔
- فتویٰ جب مختلف ہو تو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع واجب ہے۔
- مفتی دیانت پر فتویٰ دیتا ہے۔
- جو اہل زمانہ کو نجانے اور فتویٰ دیتے وقت اپنے علاقے کے حال کو ملحوظ نہ رکھے وہ جاہل ہے۔
- جاہلوں سے فتویٰ لینا حرام اور مخالفانِ دین کی طرف رجوع کرنا سخت اشد حرام ہے۔
- قولِ مرجوح پر فتویٰ اور حکم جاہل و حشرقِ اجماع ہے۔
- مقلد کس صورت میں قولِ مرجوح یا دوسرے امام کے مذہب پر عمل کر سکتا ہے۔
- مفتی کا قولِ مرجوح پر فتویٰ باطل ہے نیز کسی دوسرے امام کے مذہب کے مطابق بھی فتویٰ نہیں دے سکتا۔
- امام قاضی خاں اسی قول کو مقدم رکھتے ہیں جو راجح و معتد ہو۔
- علامہ ابراہیم حلبی اسی قول کو تقدیم دیتے ہیں جو مؤید ہو۔
- امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے بعد امام ابو یوسف کا قول مزج و مقدم ہے۔
- متون کی جلالتِ شان کو کوئی کتاب نہیں پہنچ سکتی۔
- اقضار و تعلیل دونوں دلیل اختیار و تعویل ہیں۔
- تعلیل دلیلِ ترجیح ہوتی ہے۔
- جو اب سوال دوم۔
- مجتہد کے سوا کسی کو قوتِ دلیل پر نظر کا اختیار نہیں۔
- مشقتِ جالب تیسیر ہے۔
- بغیر ضعفِ دلیل یا ضرورت یا تعامل یا اختلافِ زماں قولِ امام پر قولِ صاحبین پر مزج نہیں ہو سکتا۔

- ضعف دلیل جس کے سبب قول امام سے عدول جائز ہے وہ ہے کہ اعظم ائمہ مجتہدین فتویٰ اس کے ضعف پر تنصیح کریں۔
- بصورت تجدد بعض کی تسلیم کل کی تسلیم نہیں اور نہ بعض پر رضا سے کل پر رضا لازم ہے۔
- اشیائے متعددہ میں اقباض بعض اقباض کل نہیں۔ المعروف کا مشروط۔
- عوض و عوض ایک بلکہ میں جمع نہیں ہو سکتے۔ ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص اپنا تلف ہوتا ہو ادیکھے اور خاموش رہے تو یہ خاموشی اذن اطلاق نہ ہوگی۔ نابالغ تبرع کی اہلیت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کے مال سے کسی کو تبرع کرنے کا اختیار ہے۔ عقد ایک ربط ہے اور ربط کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ جوشی مقصود سے خالی ہو وہ باطل ہوتی ہے۔ قبول علم کی فرع۔ بعض احکام شرع بحکم شرع عرف پر دائر ہوتے ہیں۔ جب دو امر محتمل ہوں تو اقل متعین ہوتا ہے کیونکہ وہی یقینی ہوتا ہے۔ عرف غالب کا اعتبار ہوگا مغلوب نامقبول ہوگا اور جہاں دونوں برابر ہوں وہاں تعین مراد کا قول بقسم معتبر ہوگا۔ ملک ہمت تملیک کو زیادہ جانتا ہے۔
- فسوخ پر عمل حرام ہے۔
- حرام سے اجتناب واجب ہے۔
- متکلم جب اپنے کلام میں جواب سے الگ بات ذکر کرے تو وہ جواب نہیں رہتا بلکہ الگ کلام مانا جاتا ہے۔
- جو عرفاً معہود ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے موجود لفظاً ہو۔
- یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ صریح لفظ محتاج نیت نہیں ہوتا۔ رضا یا لحرام حرام بلکہ بعض دفعہ کفر ہوتی ہے۔ تاسیس اولیٰ ہے بنسبت تاکید کے۔ شانِ خط ملنا کوئی حجت شرعیہ نہیں۔ کلام جب تک موثر بن سکے گا لغو نہ ٹھہرائیں گے۔ ایسا دعویٰ جس میں کوئی حصہ کلام کا لغو جاتا ہو تسلیم نہ کریں گے۔ القضاہ عدت عورت کو اجنبی اور محلیت طلاق سے خارج کر دیتی ہے۔ ضرر شرعاً واجب الدفع ہے۔ ضرورت صادقہ میں کسی امام کی تعلید صرف اس مسئلہ میں ان کے مذاہب کی رعایت کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔ صریح محتاج نیت نہیں ہوتا۔ صحیح یہ ہے کہ "طلاق لے" طلاق صریح ہے۔ تاسیس تاکید سے اولیٰ ہے۔

- ۱۴۰۔ طلاق پر موقوف رکھا جاتا ہے۔ ۵۶۶
- ۱۴۱۔ زنا سے حاملہ سے لاعلمی میں نکاح کیا، مرد کہتا ہے میں نے باکرہ سمجھ کر نکاح کیا تھا۔ یہ عذر اسقاطِ مہر کے لئے کافی ہے یا نہیں۔ ۶۰۲
- ۱۴۲۔ خلوت صحیحہ کی تعریف کیا ہے۔ ۶۲۳
- ۱۴۲۔ مہر معجل کی تعریف۔ ۶۳۵
- ۱۴۲۔ مہر مؤجل کی تعریف۔ ۶۳۵
- ۱۴۲۔ مہر مؤجل اس وقت واجب الادا ہوگا جب وعدے کا وقت آئے گا، اس سے پہلے عورت اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ ۶۴۴
- ۱۴۲۔ اگر مؤجل کہا اور کوئی میعاد بیان نہیں کی تو وہ طلاق یا موت تک مؤجل ٹھہرے گا اور بعد فرقت ہی واجب الادا ہوگا۔ ۱۲۳
- ۱۴۲۔ خلوت صحیحہ و جوب مہر کے لئے شرط نہیں۔ ۱۲۴
- ۱۴۳۔ جو بات عرف و رواج سے ثابت ہو وہ ایسی ہی ہے جیسے زبان سے شرط کی گئی ہو۔ ۱۲۵
- ۱۵۹۔ صراحتاً کہی ہوئی بات عرف و رواج وغیرہ سے دلالت سمجھی جانے والی بات پر ترجیح رکھتی ہے۔ ۱۲۶
- ۱۵۹۔ متارکہ فسخ ہے طلاق نہیں اگرچہ الفاظ طلاق سے ہو۔ ۱۳۶
- ۱۶۰۔ نکاح فاسد وہ نکاح ہے جس میں شرائطِ صحت سے کوئی شرط مفقود ہو مثلاً بے شہود نکاح۔ ۱۳۷
- ۱۶۱۔ چونکہ نکاح فاسد میں طلاق دراصل طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے لہذا اس سے تعددِ طلاق ۱۳۸
- ۱۶۱۔ مہر میں معجل و مؤجل کی وضاحت نہ کی گئی ہو تو وہ عرفِ بلد پر رہے گا۔ ۱۴۰
- ۱۶۱۔ ہمارے بلاد میں عام مہور بیان تعجیل و تاخیر سے حثالی ہوتے ہیں اور رواج یہ ہے کہ اس کے لزوم ادا کو موت یا
- ۵۶۶۔ مُنْفَوْضٌ مُلْکٌ ہوتا ہے۔
- ۵۶۶۔ مُلْکٌ اپنی مرضی سے کام کرتا ہے مُلْکٌ کی مرضی کا پابند نہیں ہوتا۔
- ۶۰۲۔ جو شرعاً معتبر نہ ہو اس کو معتبر بنانا کسی کے بس میں نہیں
- ۶۲۳۔ جو اقرار غلط بنا پر ہو وہ معتبر نہیں ہوتا۔
- ۶۳۵۔ دلالتِ قال دلالتِ حال کی طرح ہے۔
- ۶۳۵۔ دلالتِ حال دلالتِ مقال سے عام ہے۔
- ۶۴۴۔ جو کچھ سوال میں ہو جواب اس کو متضمن ہوتا ہے۔

فوائد فقہیہ

مہرِ شرعِ محمدی کی مقدار کیا ہے۔

ہر عاقد و عالف اور واقف و موصی کے کلام کو اس کے عرف پر محمول کرنا لازم۔

فسادِ تسمیہ کے وقت مہر مثل قائم ہوتا ہے کون سا وہ امر ہے جس تمام مہر ساقط ہو جاتا ہے اور کون سا وہ جس سے نصف رہ جاتا ہے۔

درہم شرعی کا وزن۔

دینار کا وزن۔

مہر کی اگر کچھ مدت مقرر نہ ہوئی وہاں اس شہر کے عرف و عادات پر عمل ہوگا۔

مہر میں معجل و مؤجل کی وضاحت نہ کی گئی ہو تو وہ عرفِ بلد پر رہے گا۔

ہمارے بلاد میں عام مہور بیان تعجیل و تاخیر سے حثالی ہوتے ہیں اور رواج یہ ہے کہ اس کے لزوم ادا کو موت یا

حکم کی دو قسمیں ہیں۔

۱۶۱

میں کمی نہ ہوگی۔

حکم دیانت اور حکم قضاء کی تفصیل

تم از کم مہر دو تولے ساڑھے سات ماٹھے

ترکِ اضافت کی مختلف صورتیں۔

۱۶۲

چاندی ہے۔

وقوعِ طلاق کے لئے لفظِ یا نیت میں اضافت

مہر مہر مہر کے کیا معنی ہیں اور غیر مہر مہر کے کیا، اور

ضروری ہے۔

۱۶۶

مہر مہر کے کیا، اور ان کا کیا حکم ہے۔

لفظ میں وجودِ اضافت کی تین صورتیں ہیں۔

صحیح خلوت کی بنیاد مانعِ حقیقی کے معدوم ہونے

۱۶۶

دینار سُرخ کتنے روپے کا ہوتا ہے۔

پر ہے اگرچہ مانعِ شرعی موجود ہو۔

۱۶۷

دس درم کی آجکل کے روپے سے قیمت۔

ایک مجلس میں تین طلاقوں کا ایک ہونا چاروں

مہر مہر مہر کی کچھ تعداد ہے یا نہیں، اور کس

اماموں کے مذہب کے خلاف ہے۔

۱۷۱

وقت زہر مہر وصول کرنے کا مجاز ہے اور کوئی سبب

معاهدوں میں دستاویز کا لکھنا حسبِ عرف

۱۷۱

ہے یا نہیں۔

معاهدے کی تمہید ہوتا ہے نہ کہ تنقید۔

۱۷۱

مہر تین قسم ہے، (۱) معجل (۲) مؤجل (۳) مؤخر۔

المشروط عرفاً کا لفظ لفظاً۔

۱۷۲

بے تعیین مہر نکاح ہوگا یا نہیں اور شرعی مہر

طلاق صریح غیر صریح کو لاجی ہو جاتی ہے۔

۱۷۲

کہا تو کس قدر لازم ہوگا۔

صریح کے بعد بائن طلاق دی تو وہ صریح بھی

۱۷۳

وہ کون سی صورت ہے کہ صرف ایک جوڑا کپڑا پانے

بائن ہو جائے گی۔

۱۷۳

کی زوجہ مستحی ہے۔

زین غیر مدخولہ تفسیرِ طلاق کی صلاحیت

۱۷۵

مہر مثل سے اپنے خاندانِ پدری کا مہر

نہیں رکھتی۔

۱۷۵

مراد ہے۔

مدخولہ جمعاً و تفریقاً تین طلاق تک کی صالحہ ہے

۱۸۹

مہر کی اقسام ثلاثہ یعنی معجل، مؤجل اور مؤخر کی

زیادہ کی نہیں کہ تین سے آگے طلاق ہی نہیں۔

۲۲۱

تعریفات اور احکام کی تفصیل۔

کافی لہرخصتہ لعل اور معنی حاجت الاثبات میں

۲۲۱

دینے والا دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے۔

شرعاً فرق زمین و آسمان کا ہے۔

۲۳۰

عرف جن خصوصیتوں کے ساتھ ہوسب کی

طلاق صریح جب بائن کو لاجی ہو تو بائن ہو جاتی ہے

۲۳۰

رعایت واجب ہے۔

ایک یا دو طلاق دے کر نکاح کیا تو حل جدید کے

۲۳۰

شئی واحد میں حل و حظر دو جہت سے مجتمع ہونا

ساتھ نہ لوٹے گی۔

۲۳۲

بعید نہیں۔

۲۵۹

طلاق دینے کے حق کو شوہر شرعاً باطل نہیں کر سکتا۔

- ۶۲۸ ۴۹۴ بائن کا رجبی کو لائق امتناع رجعت کی وجہ سے رجبی کو بھی بائن بنا دیتا ہے۔
- ۵۵۹ کتنی ہی کنایات بائن ہوں اور سب سے نیتِ طلاق بھی کی ہو تب بھی صرف ایک واقع ہوگی کیونکہ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔
- ۶۳۴ ۵۶۰ وہ طلاق کے لئے صریح ہو گا چاہے کسی لغت کا ہو۔ اگر اپنی بیوی کو کہا "تو مجھ پر حرام ہو چکی تو بلا نیت طلاق واقع ہوگی کیونکہ یہ صریح ہے مگر یہ بائن کو لاحق نہیں ہوگی اور نہ اس کو بائن لاحق ہوگی کیونکہ یہ بائن ہے۔
- ۶۳۸ ۵۶۲ بائن جب رجبی کو لاحق ہو تو اس کو بھی بائن بنا دیتی۔ بائن کو بائن لاحق نہیں ہوتی۔
- ۶۳۸ ۵۶۱ تین صورتیں ہیں، تفویض، توکیل، رسالہ۔
- ۶۳۸ ۵۶۲ الفاظ تفویض تین ہیں، تخمیر، امر بالیہ اور مشیئہ۔
- ۶۳۳ ۵۶۲ تفویض طلاق کے لئے ملک یا اضافت الی الملک ضروری ہے۔

دعویٰ

- ۵۸۵ ۵۸۵ ایک طلاق کے بعد صرف غیر مذخولہ مزید طلاق کی محل نہیں رہتی۔
- ۵۸۶ لفظ "حرام" بوجہ عرف طہی بالصریح ہے۔ رجبی بائن کے ساتھ جمع ہو کر بائن ہو جاتی ہے کیونکہ اس صورت میں رجعت ممتنع ہوتی ہے۔
- ۶۱۱ ۶۱۱ صریح نیت کی محتاج نہیں ہوتی۔
- ۶۱۱ ۶۱۱ صریح جب کنایہ طلاق سے مؤخر ہو تو وہ نیت طلاق پر قرینہ نہیں بن سکتی۔
- ۶۱۱ ۶۱۱ کنایات میں قرینہ کو مقدم ہونا چاہئے۔
- ۱۶۰ ۶۱۱ عورت نے اقرار کیا کہ یہ چیز شوہر کی ملک تھی پھر دعویٰ کرے کہ اس کی ملکیت میری طرف منتقل ہو گئی ہے تو بغیر گواہوں کے عورت کا یہ دعویٰ ثابت نہ ہوگا۔
- ۶۱۱ شوہر نے مہر محل کا چھٹا حصہ وقت نکاح ادا کر دیا، اب ہندہ زوجہ کو باقی پانچ حصوں کا مطالبہ قبل افراق پہنچتا ہے یا نہیں، اور اگر رخصت ہوئی خلوت صحیحہ نہ ہوئی تو دعویٰ کا اختیار ہے یا نہیں۔
- ۱۶۴ ۶۱۱ ایک شخص پندرہ ماہ باہر رہا، واپس آیا تو معلوم ہوا کہ بی بی کے آٹھ ماہ کا حمل ہے وہ طلاق پر آمادہ ہے بعد طلاق وہ عورت مہر کا دعویٰ کر سکتی

- ۱۸۴ اٹھارہ سال بعد وہاں سے بھاگ کر خالد کے پاس گئی، اس عورت پر کس کا دعویٰ صحیح ہے، مسئلہ کی مختلف صورتوں کا حکم۔
- ۱۹۳ ایک بار بھی ہمبستری ہو چکی تو دعویٰ عنینیت کا سنی نہیں پہنچتا اس صورت میں زید پر البتہ واجب ہے کہ ادا کرتی پر قادر نہ ہو تو طلاق دے دے۔
- ۵۰۸ عورت کے عیب کے سبب شوہر کو دعویٰ فسخ نہیں۔
- ۵۱۱ شوہر خلاف ظاہر دعویٰ کرے تو عورت کا قول معتبر ہوگا۔
- ۶۴۱ عورت مدعیہ طلاق ہو اور شوہر منکر، تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔
- ۶۴۱
- ### شہادت
- ۲۳۶ ہندہ مدعیہ نے گواہوں سے ثابت کیا کہ میرا ہر ایک لاکھ روپے تھا شوہر نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ دس ہزار تھا۔ کس کے گواہ معتبر ہوں گی کمی یا زیادتی کے۔
- ۱۸۵
- ۲۴۵ ثبوت خلوت صحیح یا دخول گواہوں سے ہوگا یا طلاق و مطلقہ سے۔
- ۱۹۳
- ۱۹۴ نفی پر شہادت معتبر نہیں۔
- ۳۶۶ شوہر تیسری طلاق کا منکر ہے اور ایک کافرہ گواہ اس کی گواہی بالکل معتبر نہیں۔
- ۳۶۷
- ۳۹۵ طلاق کی گواہی میں شوہر اگر موجود ہو تو اس کی طرف اشارہ کر کے اور موجود نہ ہو تو باپ دادا سے یا نہیں۔
- اگر طلاق و مطلقہ میں خلوت و دخول کے بارے میں اختلاف ہو تو کس کے قول پر اعتماد ہوگا۔
- بیٹی کو جہیز دیا پھر مدعی ہوا کہ میں نے عاریتہ دیا تھا بیٹی کہتی ہے تملیکاً یا اس کے مرنے کے بعد اس کا شوہر یہ کہتا ہو تو کس کا قول کب اور کس طرح معتبر ہوگا۔
- بحالت عدم عرف مدعی کا قول بقسم معتبر ہوگا یہ حکم باپ کے لئے ہے حقیقی ماں کو بھی اس سے عرفاً لاحق کیا گیا ہے۔
- ماں کا دعویٰ اختصاص محتاج بینہ ہونا چاہئے مگر دو صورتوں میں، ایک یہ کہ باپ مال نہ رکھتا ہو دوسرے یہ کہ ماں نے اس سے جدا ہو کر بطور خود تزیوج کی ہو۔
- ۲۳۶ ایک زمانہ تک کسی شہی میں تصرف ہوتا دیکھتا رہا پھر مدعی ہوا حالانکہ پہلے بھی دعویٰ کے کوئی امر مانع نہ تھا تو اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا۔
- اگر اجنبی نے جہیز دیا بعد مرگ عروس عاریت کا مدعی ہوا تو بے بینہ اس کا قول معتبر نہیں۔
- عورت نے شوہر کی بے خبری میں کسی اور سے شادی کر لی بچہ پیدا ہوا شوہر اول دعویٰ کرے تو دعویٰ مسموع ہے۔
- ثقة گواہوں سے طلاق کا ثبوت ہو تو شوہر کے انکار کا اعتبار نہیں۔
- طلاق کے دو مہینہ کے بعد بکر سے نکاح ہوا،

تک رکھنے والا ہو کہ اس کے باعث زید کے حق میں متہم ہو تو اس کی گواہی ضرور زید پر قبول نہیں۔ ۴۴۰

میاں بیوی کے اختلاف کی صورت میں طلاق کے گواہ عورت کے معتبر ہوں گے۔ اگر گواہ عادل نہ ہو تو شوہر سے قسم لے کر فیصلہ کیا جائے گا، شوہر کے گواہ پیش نہیں ہو سکتے۔ ۴۵۳

دیانات اور مذہبی معاملات میں فاسق وغیر مسلم کی بات معتبر نہیں۔ ۴۹۴

گواہ شرعی نہ ہوں تو طلاق ثابت نہ ہوگی۔ ۶۵۵
طلاق کے بارے میں اکیلی عورت کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ ۶۵۵

قضا

قاضی پر لازم ہے کہ حد خالص، طلاق، ایلام اور ظہار میں بغیر دعویٰ بھی شہادت سُنے۔ ۴۲۸

قاضی حجت شرعیہ کے ساتھ فیصلہ کرے گا نہ مجرد خط کے ساتھ کیونکہ خط خط کے مشابہ ہو سکتا ہے۔ ۴۳۱

فاسق قضا شرعی کے عہدہ کا مستحق نہیں ہوتا۔ ۴۶۲

موجودہ کچھریوں کے فیصلہ سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۴۳۲

قاضی شرع نائب شرع مطہر ہوتا ہے۔ ۴۸۱

مقلد قاضی اپنے مذہب کے خلاف حکم نہیں کر سکتا۔ ۴۸۱
مذہب اربعہ میں سے غیر حنفی قاضی اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے یا حنفی قاضی جسے سلطان نے

کے نام کا ذکر ضروری ہے، بے اس کے گواہی ناقص ہے۔

طلاق کی گواہی کے لئے دعویٰ ضروری نہیں کوئی دعویٰ نہ کرے تو گواہوں پر فرض ہے کہ معاملہ قاضی کے سامنے پیش کریں۔

حقوق العباد میں قبول شہادت کے لئے تقدم دعویٰ شرط ہے حقوق اللہ میں شرط نہیں۔

طلاق کے گواہوں میں ایک لڑکا بارہ چودہ سال کا ایک عورت کی ماں، ایک بھانج اور ایک اجنبی عورت۔ پھر طلاق کی تعداد میں ان کے درمیان اختلاف۔ ان مختلف صورتوں کا حکم۔

تنہا عورتوں کی گواہی مقبول نہیں۔

قرع کی گواہی اصل کے لئے اور اصل کی گواہی قرع کے حق میں قبول نہیں۔

امام صاحب کے نزدیک شہادت میں لفظاً اور معنی اتفاق ضروری ہے اور صاحبین کے نزدیک جتنے پر اتفاق ہو وہ ثابت ہے۔

اختلاف شہود موجب رد شہادت ہے۔

شوہر کا انکار طلاق ثقہ گواہوں کی موجودگی میں اصلاً مسموع نہ ہوگا۔

بھائی کی گواہی بہن کے حق میں شرعاً مقبول ہے۔

طلاق کے ثبوت کے لئے دو شرعی گواہ کافی ہیں۔

طلاق کی آواز سنی، دینے والے کو دیکھا نہیں، گواہی نہیں دے سکتے۔

جو شخص زید سے عداوت ظاہرہ دیتی وہ اس حد

- ۱۳۵ مہرا زوج مطہرات و حضرت فاطمہ زہرا کس قدر تھیں۔
 عامۃ ازواج مطہرات و بنات مکہات حضور پر نور
 علیہ و علیہن افضل الصلوات و اکمل التحیات کا
 ۱۳۵ مہراقس پانچ سو درہم سے زائد نہ تھا۔
 ۲۸۲ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ تعالیٰ
 عنہا ابوسفیان کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ
 رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔
 ۱۳۶ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا
 مہرا ایک روایت پر چار ہزار درہم اور دوسری
 روایت پر چار ہزار دینار تھا۔
 ۱۳۶ حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر
 چار سو مشقال چاندی تھا۔
 ۱۳۶ عہد پاک رسالت میں سونافی تولہ سات روپیہ
 ۱۳۷ ۷ آنہ ۵ پائی تھا۔
 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
 ۱۵۱ زرہ چار سو اسی درہم میں فروخت ہوئی۔
 رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق اکبر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں درہم
 مختلف ہوتے تھے۔
 ۱۵۲ عہد فاروقی میں درہم تین طرح کے تھے،
 (۱) دس درہم دس مشقال کے ہم وزن۔
 (۲) دس درہم چھ مشقال کے ہم وزن۔
 (۳) دس درہم پانچ مشقال کے ہم وزن۔
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انواع ثلاثہ
 (دس، چھ، پانچ) میں سے ہر ایک کا ثلث لیا

منصب قضا پر مقرر کیا ہو اور اجازت دے رکھی ہو
 بوقت ضرورت قول مرجوح پر فیصلہ کر دے
 تو اس کی قضا نافذ ہوگی۔

قاضی مقلد مقلد بالقضا۔ بالمذہب کا کسی دوسرے
 امام کے مذہب پر فیصلہ کرنا باطل ہے۔
 شوہر کی بیماری اور معذوری سبب فسخ نکاح
 نہیں۔

خون کی بنیاد پر موجودہ کچھریوں کے حاکم کا نکاح
 فسخ کرنا باطل ہے۔ اس مسئلہ کے تفصیلی دلائل
 عیب کی وجہ سے تفریق بے حکم حاکم شرع نہیں
 ہو سکتی۔

جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں جو عالم دین تمام
 اہل شہر میں فقہ کا اعلم ہو وہ حاکم شرعی ہے۔
 شوہر عدم نیت طلاق پر قسم کھانے سے انکار کرے
 تو وہ عورت معاملہ قاضی کے سامنے پیش کرے
 وہ انکار کی صورت میں تفریق کر دے گا۔

تاریخ و تذکرہ

علامہ شیخی زادہ دیار رومیہ کے عالم، دولت عثمانیہ
 کے قاضی اور صاحب درمختار کے معاصر تھے۔
 علامہ خیر الدین رملی صاحب درمختار کے
 استاذ ہیں۔

بے اذن امام اعظم امام ابو یوسف نے مجلس درس
 قائم کی، پانچ سوالوں کے جواب میں متحیر ہو کر پھر
 خدمت امام میں رجوع لائے۔

۳۹۰ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
عنها کی عمر شریف بوقت نکاح کیا تھی۔

بیوع

۱۰۷ بائع نے وصولِ ثمن سے قبل اگر بیع کا بعض حصہ
مشتری کے حوالے کر دیا تو بقیہ کو روکنے کا
اسے حق حاصل ہے۔

۱۰۷

۱۱۹

بیع عین پر وارد ہوتی ہے۔

بیع میں اگر چند چیزیں ایک عقد بیع ہیں اور بعض
بخوشی دے دیں، بعض باقی کو روک سکتا ہے

۱۵۴

۱۵۵

۳۰۳

جس کا مجموعہ سات بنتا ہے، اور ایسا درہم مقرر
فرمایا جس میں سے دس درہم سات مثقال کے
ہم وزن ہوں چنانچہ بعد ازاں اخذ و عطا میں

خصوصیت سے بچنے کے لئے وہی درہم جاری رہا۔
حاصل یہ قرار پایا کہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ
عنها کا اصل مہر کریم جس پر عقد اقدس واقع ہوا
چار سو مثقال چاندی تھی اور زرہ برسم پیشگی وقت

زفاف دی گئی کہ بحکم اقدس چار سو اسی درہم کو بی۔
ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنها
کی عمر مبارک اور سن وصال۔

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ
مطہرہ رباب بنت امرؤ القیس رضی اللہ تعالیٰ عنها
حضرت علی اصغر اور حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ
عنها کی والدہ ہیں۔ امام مظلوم کی شہادت کے بعد
شرفاً قریش کے پیغامات نکاح کو مسترد کرتے
ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں وہ نہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو اپنا خسر
بناؤں۔ چنانچہ آپ جب تک زندہ رہیں کسی سے
نکاح نہ کیا۔

۳۰۴

۳۳۵

۳۱۰

۳۱۶

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک صحابیہ کا
قصہ جس کا نام نامی رباب ہے رضی اللہ تعالیٰ عنها۔
حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنها
کی جفاکشی کا ایک واقعہ۔

قریش نے زمانہ جاہلیت میں کعبہ کی از سر نو تعمیر
کے وقت کیا کیا تبدیلیاں بناؤں خلیل میں کیں۔

جب تک تمام ثمن وصول نہ ہو۔
ثمن متوجہل ہو تو جس بیع کا استحقاق بالاجماع
زائل ہو جاتا ہے۔

۱۲۰

۱۲۰

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ حق جس بیع میں
اصل عقد کا اقتضا نہیں اور نکاح میں بحالت
اطلاق نفس عقد کا مقتضی ہے۔

۱۲۰

بیع متقابل میں احد البدین کی تسلیم اولاً
واجب نہیں۔

۱۲۰

ایسا فعل جو رضائے تبادل ملکین پر دال ہو وہ
بیع کا رکن ہے۔

۲۱۸

تعاہلی احد الجانبین سے بعض کے نزدیک بیع
جائز ہے اور یہی مفتی بہ اور راجح ہے مگر بیان بدل
ضروری ہے اگر بدل مجہول ہوگا تو بیع اجماعاً
منعقد نہ ہوگی۔

۲۱۸

شرائط بیع میں سے جو شرط مفسد معروف ہو جائے

۲۸۸ قرضہ میں دیا ہے، بیٹی کو کسی سے نہیں لے سکتا۔
۲۴۱ سے۔ تو کس کا قول معتبر ہوگا۔

ہبہ

۱۵۹ جب زن و شو ایک دوسرے کو کچھ ہبہ کریں
تو رجوع کا اختیار نہیں اگرچہ نکاح منقطع ہو جائے
۱۹۸ تا بائع کو ہبہ کیا اس کے ماپ نے قبضہ کر لیا تو
ہبہ تام ہو گیا۔

۱۹۸ ذی رحم محرم کو ہبہ کیا تو واپس نہیں لے سکتا۔
۲۰۴ ہلاک موہوب مطلقاً مانع رجوع ہبہ ہے۔
۱۰۹ قرابت محرمہ اور زوجیت دونوں مانع رجوع
ہبہ ہیں۔

۲۰۵ عوض صریح موانع رجوع ہبہ سے ہے۔
۲۰۶ ہبہ میں جہاں رجوع کا اختیار ہو وہاں بھی رجوع
سے گنہ گار ہوگا۔
۲۰۶ دسے کر پھیرنے والا مثل کتے کے ہے کہ قے
کر کے پھر کھالے۔

۲۰۶ ہبہ سے رجوع مکروہ تحریمی ہے۔
۲۰۶ موہوب لہ کی ملک سے خروج مانع رجوع
ہبہ ہے۔

۲۰۸ باپ نے بیٹی کی شادی اپنے صرف سے کی اب
۱۸۹ بہو کا جہیز روکتا ہے کہتا ہے میں نے جو شادی
میں صرف کیا ہے اس کے عوض میں نے یہ مال
۱۸۹ رکھ لیا ہے، اس مال اسباب کی مالک زوجہ
ہوگی یا والد زید۔

مختل ہے ورنہ نہیں۔
۲۵۵ فضولی کا ثراء جب تک نفاذ پاتے مشتری پر
نافذ ہوتا ہے۔

۲۵۵ اگر دوسرے کے لئے کچھ خریدنا تو ثراء اس
مشتری پر نافذ ہوگی جبکہ اُسے دوسرے کی طرف
مضاف نہ کیا ہو، ہاں اگر یوں کہا ہو کہ یہ شئی فلاں
کے لئے بیع کر، اس پر بائع نے کہا میں نے فلاں
کے لئے بیع کی تو یہ ثراء موقوف ہوگی۔

مزارعت

۱۰۹ مزارعت یعنی بٹائی پر کھیت دینا جائز ہے۔

اشربہ

۱۰۹ نشہ آور قیق شئی قلیل بھی ہو تو حرام ہے۔

قرض

مدیون کو مہلت دینے یا دین معاف کرنے والا
قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔
۱۳۹ مدیونوں سے درگزر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ
نے مغفرت فرمائی اور اس کو جنت میں جگہ بخشی۔
۱۳۹ اگر عورت چاہے تو سب مہر کو مثل نقد یا اپنے
قرضہ کے وصول کر سکتی ہے۔

زوج نے جو زیور منجملہ مہر مجمل دیا اگر واپس لے لے
تو مفروض ہوگا یا نہیں۔
بیٹی کا باپ پر قرض تھا جہیز دیا، پھر کہا میں نے

بہن بھائی ترکہ میں شریک ہوں اور بھائی بہن کو جہیز دے تو یہ عرفاً ہبہ نہیں بخلاف والدین کہ ان کا جہیز عرفاً ہبہ ہوگا۔

۲۲۱ اگر کسی نے کہا میں نے اپنے درختوں کے پھلوں کی لوگوں کو اجازت دی کہ جو لے وہ اس کا مالک ہے تو جن لوگوں کو واہب کے اس اذن کی خبر ہوئی وہ جو بھی لیں گے اس کے مالک بن جائیں مگر جو شخص اذن واہب سے بے خبر ہوگا وہ کچھ لے گا اس کا مالک نہیں ہوگا۔

۲۲۲ ہبہ مشاع محتمل قسمت صحیح نہیں اور نہ ہی مفید ملک۔

۲۲۵ ہبہ مشاع غیر محتمل قسمت کی شرط صحت یہ ہے کہ مقدار معلوم ہو۔

۲۲۵ ہبہ تاحین حیات ہبہ کاملہ ہے اور عین حیات کی شرط لغو و باطل ہے۔

۲۳۵ احد المعاقین کی موت رجوع ہبہ کے موانع میں سے ہے۔

۲۳۵ موہوب شئی کا ہلاک ہو جانا یا موہوب لہ کی ملک سے خارج ہونا دونوں رجوع ہبہ مانع ہیں۔

۲۴۷ اگر دو شخص کسی کو ایک گھر ہبہ کر دیں تو یہ ہبہ صحیح ہوگا کیونکہ مشاع نہیں۔

عاریت

زیور وغیرہ جو شوہر نے عورت کو دیا اور تملیک صراحتاً یا عرفاً کسی طرح ثابت نہ ہوئی تو اس میں

۱۵۹ قول شوہر معتبر ہوگا اور وہ جبراً واپس لے سکتا ہے۔

۱۶۰ بلا تملیک شوہر زیور وغیرہ عورت کے برتنے پہننے اور استعمال کرنے سے ملک عورت ثابت نہیں ہو سکتی۔

۲۲۱ والدین زوج نے ہو کو کچھ زیور وغیرہ واسطے تالیف یہ سمجھ کر کہ ہمارے گھر میں رہے گا بہر وقت ہمارے اختیار میں ہوگا جب چاہیں گے دوسرے کام میں لائیں گے جیسا تاجر بطور عاریت دیا کرتے ہیں اپنے گھر کی زیبائش کے لئے نہ کہ بطور تملیک، اس صورت میں اس کے مالک

۲۲۵ والدین ہیں یا نہیں۔

۲۲۵ عورتیں جو بے تکلف اموال شوہر استعمال میں رکھتی ہیں اس سے وہ ان کی ملک نہ ہوں گے۔

۲۰۳ عاریت سے بحالت بقار بہر وقت رجوع جائز و حلال ہے۔

۲۰۸ جو اشیاء عاریتاً لی جائیں وہ اگر بلا تعدی ہلاک ہو جائیں تو ضمان لازم نہیں۔

۲۰۸ مستعار شئی میں اگر بحالت استعمال نقصان آجائے تو ضمان لازم نہیں بشرطیکہ استعمال معهود ہو۔

۲۰۸ اگر عاریت کسی وقت معین تک ہو اور لینے والا واپسی پر قدرت کے باوجود وقت معین کے بعد بھی اپنے پاس اسے روکے رکھے تو اب ہلاک ہونے پر ضامن ہوگا اگرچہ وقت معین کے بعد استعمال نہ ہو۔

۲۲۸ عاریت امانت ہے بے تعدی اس میں ضمان نہیں۔

سود

سود کے لینے اور دینے پر اگر دونوں راضی ہوں تب بھی حرام قطعی ہے۔

۱۷۴

شرکت

بصورتِ شرکت ہیہ، قرض، اتلاف مال اور تکلیف بلا عوض جائز نہیں جب تک شریک صراحتاً نہ کہے۔

۲۱۶

شرکتِ عنان اور شرکتِ مفاوضہ میں شریک ایک دوسرے کے وکیل اور مال میں ماذون التصرف ہوتے ہیں۔

۲۱۶

شرکتِ عین میں شریک دوسرے کے حصہ سے اجنبی محض ہے اور اسے دوسرے حصہ میں تصرف جائز نہیں۔

۲۱۶

قسمت

اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بلا تراضی ناممکن ہے یہاں تک کہ قاضی کو بھی اس کا اختیار نہیں۔

۲۱۷

صلح

جو بہالت مفضی الی المنازعة نہ ہو وہ جوازِ صلح سے مانع نہیں ہوتی۔

۲۱۷

صلح شرعاً ایک عقد ہے جو رافعِ نزاع اور

۲۱۷ قاطعِ خصومت ہے۔

بہالت اگر منازعت تک پہنچانے والی ہو تو وہ

۲۱۷ جوازِ صلح سے مانع ہوگی۔

امانت

۲۲۰ امین ضامن ہوتا ہے جبکہ تعدی کرے۔

غصب

غاصب اگر مغبوبہ شئی کسی کو بطور ہیہ یا صدقہ یا

۲۱۶ عاریت دے اور وہ ان لوگوں کے پاس ہلاک

ہو جائے تو وہ اصل مالک کے لئے ضامن ہونگے

اور غاصب کی طرف رجوع نہ کر سکیں گے بخلاف

۲۱۶ مرہن، مستاجر اور مودع کے کہ غاصب کی طرف

رجوع کریں گے۔

۲۲۱

وقف

اشیاء منقولہ میں سے جن کا وقف معروف ہو

۲۲۸ جائز ہے ورنہ نہیں۔

۲۲۸

احبارہ

جن چیزوں کے استصناع کارواج ہو ان

۲۲۸ میں اجرت دے کر معدوم شئی کا بنوانا جائز

ہے ورنہ نہیں۔

۲۲۸

اگر کسی کو غیر معین شئی کی خریداری کا وکیل کیا تو شراب
وکیل کے لئے ہوگی مگر جبکہ وکیل نے مؤکل کیلئے
خریداری کی نیت کر لی ہو یا مال مؤکل سے شئی
خریدی ہو۔

۲۵۴

وکیل بالطلاق دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا۔ ۵۶۶

سیر

زید قادیانی ہو گیا، اُس کی عورت مسلمان ہی رہی
کیا حکم ہے۔

۲۶۱

عورت نے شریعت کی توہین کی تو کیا وہ مرتدہ
ہوگی اور نکاح فسخ ہو گیا۔

۲۶۳

بعد تجدید ایمان عورت بلا اجازت شوہر
دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

۲۶۳

عورت اگر کفر کرے تو نکاح سے نہیں نکلتی،
یہی مفتی بہ ہے۔

۲۶۳

مرتدہ بعد اسلام تجدید نکاح پر مجبور کی جائیگی۔
مرتدہ اور مرتد کا نکاح جہان بھر میں کسی سے نہیں

۲۶۳

ہو سکتا، جس سے ہوگا محض زنا ہوگا۔
عورت مرتدہ ہو جائے تو حلالہ سے چھٹکارا نہیں

۴۰۳

مسلمان ہوگی تو پھر حلالہ کی ضرورت ہوگی۔

۴۰۳

مکین

ایک شخص کو لوگوں نے شراب پینے کے لئے بلایا
اس نے جھوٹ کہا کہ میں نے شراب پینے پر
طلاق کی قسم کھائی ہے، اب شراب پئے تو

۲۵۴

رہن

مرتن کا شئی مرہون سے انتفاع اگر باذن رہن
بے شرط ہو تو جائز ورنہ حرام، مگر ہمارے زمانے
میں مطلقاً حکم حرمت دیا جائے گا کہ بے طمع نفع

۲۲۸

بہ مرہون قرض نہ دینے کا عرف و رواج ہے۔
بے اجازت مالک کوئی شئی رہن کر دی مالک نے
بعد میں بھی اس تصرف کو جائز نہ کیا تو مالک کو
اختیار ہے کہ اس رہن کو فسخ کر کے مرتن سے
اپنی چیز واپس لے لے مرتن اپنا دین مدیون سے
لیتا رہے۔

۲۲۹

اگر مالک سے پوچھ کر اس کی شئی کو رہن رکھا یا
بعد رہن مالک نے اس تصرف کو اپنی اجازت
سے نافذ کر دیا تو رہن نافذ و صحیح ہو گیا۔ اب جب
تک دین مرتن ادا نہ ہو مالک مرہون شئی کو
واپس نہیں لے سکتا۔

۲۲۹

مالک کی اجازت سے کوئی شئی کسی نے رہن کر دی
تو مالک کو اختیار ہے کہ مرتن کا دین دے کر
اپنی چیز چھڑا لے اور جو کچھ مرتن کو دے وہ مدیون
یا اس کے وارثوں سے واپس لے لے۔

۲۲۹

وکالت

صدر انجمن جس کے حکم سے سب کام ہوتے ہیں
تمام تصرفات جائزہ انجمن میں چندہ دینے والوں
کا وکیل مجاز ہوتا ہے۔

طلاق واقع ہوگی۔

۳۵۳ ثابت ہو جائے گی۔

طلاق کی مدعیہ عورت کی قسم نامعتبر ہے۔

۳۵۳

مدعی کا حلف نہیں سنا جاتا بلکہ اس سے گواہ

مانگے جاتے ہیں۔

۳۵۳

مدعی گواہ نہ دے سکے تو مدعا علیہ پر حلف

رکھا جاتا ہے۔

۳۵۳

گواہوں کو طلاق کی تعداد یاد نہ ہو اور شوہر

ایک کی قسم کھالے تو اس کی قسم کا اعتبار ہے

مرد طلاق نہ دینے کی قسم کھائے اور عورت طلاق

دینے کی، اعتبار شوہر کی قسم کا ہوگا۔ لیکن عورت

جس طرح ممکن ہو چھٹکارا حاصل کرے۔

۳۵۳

گواہ شرعی موجود نہ ہوں تو قسم لینے کے لئے عورت

کا شوہر منکر طلاق سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے۔

۳۵۳

شوہر قسم کھا کر عدم نیت طلاق کا قول کرے تو مان

لیا جائے گا اور قسم لینے کے لئے قاضی یا پنج کی

ضرورت نہیں، خود عورت بھی شوہر سے یہ قسم

لے سکتی ہے۔

۵۷۳

اگر کوئی یوں کہے کہ "اگر میں یہ کام کروں تو میں نہ انی"

چور یا شرابی ہوں" تو حالف نہیں ہوگا۔

۵۹۳

یہیں غمخس پر کفارہ لازم نہیں ہوتا۔

عدم نیت کے بارے میں شوہر بیوی کے سامنے

قسم کھالے مان لے گی۔

۶۰۶

کنایہ میں شوہر نیت کے بارے میں حلف سے

انکاری ہو تو حاکم شرعی کے حضور تالش کی جائے،

اگر شوہر اس کے سامنے بھی قسم کھانے سے انکار کرے تو طلاق

شراۃ

قرآن مجید کی دسوں قرارتیں حق اور منزل من اللہ

ہیں اور دسوں طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے پڑھا ہے۔

جہاں جو قرارة راجح ہو نماز اور غیر نماز میں عوام

کے سامنے وہی پڑھی جائے، جس قرارة سے ان

کے کان آشنا نہ ہوں وہ نہ پڑھی جائے مبادا وہ

اس پر ہنسنے اور طعن کرنے سے اپنا دین خراب

کر لیں۔

فرائض

اولاد ثابت النسب باپ کا ترکہ پائے گی اگرچہ

حرامی ہو۔

نکاح فاسد و باطل میں زوجین ایک دوسرے

کے وارث نہیں۔

یہ رواج کہ بہن کو ترکہ نہیں دیتے باطل و مردود ہے۔

بھیز میں جمع و مواد داخل نہیں تو بھیز کے علاوہ

خرچ کرے گا اگر وارث ہوگا تو اسی کے حصہ پر

پڑے گا اور وہ متبرع ٹھہرے گا یوں ہی اجنبی۔

متوفی کی بیوی مستحق وراثت ہوتی ہے۔

زوجہ متوفی کا مستحق میراث ہونا نص قرآنی سے

ثابت ہے۔

متوفی کی اولاد نہ ہو تو اس کی بیوی کو چوتھا اور

نحو

بعض اطراف ہند کے بلاد میں فاعل فعل متعدی کے ساتھ بھی لفظ "نے" نہیں کہتے، مثلاً تو

۳۸۰

کیا بولتے ہیں۔

لفظ نعم (ہاں) خبر کے بعد تصدیق کے لئے اور امر و نہی کے بعد وعدہ کے لئے ہوتا ہے۔

۳۸۰

لفظ "میکم" محض حال کے لئے اور لفظ "کنم" محض مستقبل کے لئے، جبکہ عربی میں لفظ "اطلق"

۵۸۸

حال و استقبال میں داتا ہے۔

لغت

فارغ خطی کے اصلی معنی اور باب طلاق میں اس کے استعمال اور معنی کی تشریح۔

۵۶۴

لاد دعویٰ کا لفظ عربی لفظ انک مجازاً کا ہم معنی ہے نیت ہو تو طلاق بائن ہوگی۔

۵۷۴

لفظ وطن لفظ بلد و قریہ سے عام ہے۔

۶۳۲

لفظ "سروکار" کے لغوی معانی۔

ترغیب و ترہیب

جو شخص شریعتِ مطہرہ کے فتویٰ پر عمل نہ کرے گا گنہگار و مستحق سزا و عذاب ہے۔

۵۸۵

مسئلہ شرعیہ میں غلط اعتراف کی ترغیب پر سزائش۔

۶۱۵

دانستہ حق کو باطل اور حق سے رجوع کر کے اس

اولاد ہو تو آٹھواں حصہ بطور میراث ملتا ہے۔

۴۷۱

وراثتِ زوجہ ضروریاتِ دین میں سے ہے اور

۴۷۱

تمام فرقِ اسلام کا اس پر اجماع ہے۔

عروضِ جذام کو مزیلِ نکاح سمجھ کر عورت کے استحقاق

۴۷۱

وراثت کا انکار جہل و سفاہت ہے۔

کسی مصلحت سے اپنی عورت کی زوجیت سے انکار

کیا تو جھوٹے حلف پر گنہگار ہو، عورت کا نکاح باقی

۶۰۳

ہے اور ترکہ سے محروم نہ ہوگی۔

تہذیب و تمدن

آن شہروں میں یہ متعارف ہے کہ جوڑا ڈولہا کی جانب

سے دلہن کو بھیجا جاتا ہے بایں امید کہ ادھر سے

بہت زیور ملے گا لہذا جوڑے بہت گراں قیمت اور

اس کے ہمراہ اور کچھ بھی بھیجا جاتا ہے اور صراحت

بھی ہوتی ہے کہ ادھر سے دو سو کا جائے گا تو ادھر

سے چار سو کا آئے گا۔ اس صورت میں کیا جدائی پر

واپس لیا جاسکتا ہے یا نہیں، اور اگر ہلاک کرنے

۲۰۲

تو کیا حکم ہوگا۔

جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع میں خاص

ملکِ زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں،

طلاق ہوتی تو کل لے لے گی اور مرگی تو اسی کے ورثہ

۲۰۳

پر تقسیم ہوگا۔

بلادِ شام وغیرہ میں اس امید پر مہر بڑھاتے ہیں

۲۰۴

کہ عورت کثیر جہیز لائے گی۔

حظ و اباحت

- ۱۳۹ مہر معاف کر دینا نیک کام ہے یا نہیں۔
- ۶۱۵ نکاح ملامت سے مہر پر ہوا اب شوہر مہر میں اضافہ کر سکتا ہے یا نہیں، اگر کر سکتا ہے تو اس کے کیا شرائط ہیں۔
- ۱۶۲ میکے والوں نے محض جھوٹی خبر پر کہ سسرال والے زہر دے دیں گے ہندہ کو روک رکھا ہے ان کا ارادہ مہر وصول کر کے دوسری جگہ شادی کر دینے کا ہے نصف مہر معجل ہے اور نصف غیر معجل، معجل میں زمانہ کی کوئی حد نہیں اسے روک رکھنا قبل طلاق مہر وصول کرنا، دوسری جگہ شادی کرنا جائز ہے یا نہیں۔
- ۱۴۳ جو معاملات برادری سے طے ہوں اور شریعت سے باہر ہوں تو کیا حکم ہے۔
- ۱۴۲ اگر زوجہ یہ جانے کہ نباہ نہ ہوگا تو اپنی حلاصی کے لئے کل مہر چھوڑ دے اور لیا ہوا واپس دے دے تو جائز ہے۔
- ۱۴۳ حسب حیثیت تنخواہ زائد سے زائد کتنے کا مہر شرعی باندھنا جائز ہے اور حیثیت سے زائد مہر ہونے کا کچھ مواخذہ ہے۔
- ۱۴۴ عورت کے ورثہ سے اس کا مہر شوہر یا ورثائے شوہر بخشوا لیں تو شرعاً جائز ہوگا یا نہیں۔
- ۳۹۶ شوہر پر حرام قطعی ہے کہ زوجہ پر معافی مہر کا جبر کرے اور نہ ایسا کرنے سے معاف ہوگا۔

میں اپنا شبہہ بتانا موجب عزت نہیں دارین میں سخت ذلت کا باعث ہے۔

۶۱۵ مقدس ہستیوں کی طرف رجوع عن الحقی کی نسبت کرنے والا بے ادب محفل الدین ہے۔

استفہار میں تغیر و تبدل کرنیوالے گنہگار ہیں انھیں خوفِ خدا چاہئے۔

حساب

- مہر فاطمی چار سو مثقال چاندی تھا، آج کل کے روپے سے ایک سو ساٹھ روپے۔
- ۱۲۵ سکہ راجہ سے دینار و درم کا حساب۔
- ۱۳۷ مہر شرعی جو بنات صالحات کا چار سو مثقال چاندی ہے آج کل کے سکہ سے کتنے روپے ہوتے۔
- ۱۴۲ مہر ازواج مطہرات سوائے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کم پانچ سو درم ہے، سکہ مروجر سے کس قدر ہوتے ہیں، وزن درہم اور اوقیہ اور مثقال اور دینار کی صراحت فرمائی جائے۔
- ۱۴۲ دس درم شرعی کے سکہ مروجر سے گے روپے ہوتے ہیں۔

اسماء الرجال

امام مالک و امام ہشام بن عروہ تبع تابعین سے ہیں اور امام بخاری سے علم حدیث و علم فقہ میں بدرجہا افضل ہیں۔

ابن اسحاق و جمال و کذاب ہے۔

- ۲۷۰ یونہی اگر مس کرے،
کیا عورت شوہر کے آلہ تناسل کو چھوئے تو
خرچ ہے۔
- ۲۷۰ بوقتِ جماع رویتِ فرج ممنوع اور نابینائی کا
سبب ہے۔
- ۲۷۱ عورت کو شوہر سے جان کا خطرہ ہو تو اس کے
یہاں رہنے پر مجبور نہیں کی جاسکتی، اور اس
صورت میں ناشترہ بھی نہیں۔
- ۲۷۸ بیبیوں کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی، ان کی
بد خوئی پر صبر، ان کی دلجوئی، ان کی مراعات جو
خلافِ شرع نہ ہو محبوبِ شرع ہے۔
- ۲۷۳ ایسی لڑکی جو بظاہر جماع کی متحمل نہیں ہو سکتی اس
صورت میں اس کا ولی اُسے شوہر کے یہاں
جانے سے روک سکتا ہے یا نہیں۔
- ۲۸۰ باپ نے اپنی جوان لڑکی کی نسبت ایک لڑکے سے
کردی، کچھ عرصہ کے بعد اس سے چھڑا کر دوسرے
سے کردی، کیا یہ جائز ہے، اور کیا اس میں اس
لڑکے کی اجازت و رضامندی ضروری ہے جس
سے پہلے نسبت کی تھی۔
- ۲۸۱ نسبت یا نکاح کے وقت جو روپیہ لوگ لیتے ہیں
حلال ہے یا نہیں۔
- ۲۸۴ تشدد بجانا جائز اور سببِ ہلاک ہے۔
- ۲۹۰ نکاح کی مختلف صورتوں اور ان کے احکام کی تفصیل۔
- ۲۹۱ بحکمِ دیانت بحالتِ عدم وصی وارثان کبیر کو وارثان
صغیر کی پرورش کرنا، ان کے کھانے پینے کی چیزیں
ان کے لئے خریدنا اور ان امور میں ان کا مال
بے اسراف و تبذیر ان پر اٹھانا شرعاً جائز ہے
جبکہ وہ بچے ان کے پاس ہوں۔
- ۲۱۲ غیر کے مال میں بے اذن و ولایت تصرف
ناجائز ہے۔
- ۲۱۲ چند صورتوں میں بلا اذن و ولایت مالِ غیر میں
تصرف جائز ہے۔
- ۲۱۲ تبرع اور احسان کرنے والا کسی سے محبرا
نہ پائے گا۔
- ۲۵۹ چڑھاوے کا کیا حکم ہے، آیا جائز ہے یا نہیں۔
لگن کا حکم اور یہ کہ وہ کس کی ملک ہے۔
بوسہ کا حکم۔
- ۲۵۹ چھاتی منہ میں لینے کے احکام۔
بیوی کا بوسہ مسنون و مستحب ہے۔ اگر نیتِ صلوٰۃ
ہو تو اس پر اجر پائے گا۔
- ۲۶۸ عورت اگر دودھ والی نہ ہو تو اس کا پستان منہ
میں لینا شوہر کے لئے جائز ہے۔
- ۲۶۸ اگر بیوی زیادہ دودھ والی ہے اور خدشہ ہے
کہ دودھ حلق میں جائے گا تو پستان منہ میں لینا
مکروہ ہے۔
- ۲۶۸ عورت پر تنگی کرنا اور اُسے ضرر پہنچانا بحکمِ قرآن
ممنوع ہے۔
- ۲۷۰ شوہر شرمگاہِ زن بوقتِ جماع دیکھے تو کچھ خرچ ہے

- ۲۹۱ کس عورت کو نکاح ممنوع و ناجائز ہے۔
- ۲۹۱ کون سی عورت کو نکاح حرام قطعی ہے۔
- ۲۹۱ کس عورت کو نکاح کی ترغیب دینا خلاف شرع و معصیت ہے۔
- ۲۹۱ کس عورت کو نکاح کرنا واجب ہے۔
- ۲۹۱ کس عورت کو نکاح کرنا فرض قطعی ہے۔
- ۲۹۱ جن عورتوں پر نکاح فرض یا واجب ہوا انھیں نکاح پر مجبور کیا جائے گا۔
- ۲۹۱ جن عورتوں پر نکاح فرض و واجب ہو وہ اگر خود نہ کریں گی تو گنہگار ہوں گی اور اولیا اگر مقدور بھر کوشش نہ کریں تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔
- ۲۹۱ مرد پر نکاح اسی وقت فرض و واجب ہوگا جب وہ مہر و نفقہ کا مالک ہو ورنہ وہ ترک نکاح پر گنہگار نہ ہوگا۔
- ۲۹۱ اگر نکاح نہ کرے تو زنا میں مبتلا ہونے کا خوف ہے اور اگر کرے تو جور و ظلم کا ڈر ہے تو نکاح فرض نہ ہوگا۔
- ۲۹۱ جور و ظلم ایسی معصیت ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے اور زنا سے باز رہنا حقوق اللہ سے ہے۔
- ۲۹۱ بحکم حدیث غیبت زنا سے سخت تر گناہ ہے۔
- ۲۹۱ اشاعت علم فرض اور کتمان علم حرام ہے۔
- ۲۹۱ لوگوں سے وہ باتیں کہی جائیں جنہیں وہ سمجھیں۔
- ۲۹۱ عامہ کا شملہ چھوڑنا سنت ہے مگر جہاں جہاں اس پر ہنستے ہوں وہاں علماء متاخرین نے غیر حالت نماز میں اس سے بچنا اختیار فرمایا۔
- ۲۹۱ فاحشہ عورت کو طلاق دینی مستحب ہے۔
- ۲۹۱ عورت کی کج خلقی پر اُسے طلاق دینا ضروری نہیں بلکہ حتی الامکان بناہ کیا جائے، اگر بضرورت دینی ہی ہو تو صرف ایک طلاق دی جائے۔
- ۲۹۱ بے نمازی عورت کے ادائے مہر پر قادر نہ ہو تب بھی طلاق دینا مستحب ہے۔
- ۲۹۱ ماں باپ طلاق کا حکم دیں تو طلاق دینی واجب ہے۔
- ۲۹۱ والدین کی نافرمانی حرام ہے۔
- ۲۹۱ تین طلاق سے عورت مغالطہ قابلِ حلالہ ہو جاتی ہے۔
- ۲۹۱ ایسی عورت سے طالق کی ہم بستری زنا ہے، اگر مسئلہ جانتے ہوئے ایسا کیا تو زانی، اولاد ولد الزنا اور ترکہ پداری سے محروم، اور ایسا شخص قابلِ خلافت و سجادہ نشینی نہیں۔
- ۲۹۲ جھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق یا ناحق کو حق بنانا یہودیوں کی خصلت ہے۔
- ۲۹۲ رسم باطل کی پیروی کے لئے حلال و حرام کی پروا نہ کرنا کافروں کی عادت ہے۔
- ۲۹۲ مسئلہ شرعیہ محل استہزار نہیں ہوتا، ایسا کرنا بیاد گنہگار ہے اس پر توبہ فرض ہے۔
- ۲۹۳ طلاق بائن میں بے نکاح، اور رجعی میں بعد عدت بے نکاح اور تین میں بے حلالہ عورت سے ملنا حرام قطعی، جتنے لوگ ایسے شخص کے شریک ہوں سب مرتکب حرام و فاسق۔
- ۲۹۲ فاسق کی تقلید ناجائز اور اس کا مفقود گنہگار ہے۔

- ۴۶۲ قضا۔ عرف یعنی نکاح خوانی کا عہدہ بھی فاسق کو تفویض نہ کرنا چاہئے۔
- ۵۵۹ کا اس کے پاس جانا حرام محض ہے۔
- ۵۷۰ بدیہیات پر اہل علم حوالہ طلب نہیں کیا کرتے۔
- ۴۶۲ جاہل کا حوالہ وہ بھی مع عبارت طلب کرنا سوہرا و ب
- ۵۷۰ ہے۔
- ۴۶۲ بیوی کا دودھ پینا حرام ہے۔
- ۵۹۳ طلاق بائن کے بعد بے تجدید نکاح مباشرت
- ۵۹۵ عورت سے حرام ہے۔
- ۴۶۳ بلا ثبوت طلاق اور عدت کے اندر دوسرا نکاح
- ۶۲۵ حرام ہے۔
- جس عورت پر عدت واجب ہو وہ مرد و عدت سے قبل دوسرے مرد سے نکاح کرے تو
- ۴۶۴ ناجائز و باطل و زنا و حرام ہے۔

فضائل و مناقب

- ۴۶۷ امام ابو یوسف علماً امام اعظم کے ہم پلہ نہیں۔
- ۴۶۸ جو مسئلہ امام اعظم کے حضور طے نہ ہو لیا وہ قیامت تک مضطرب رہے گا۔
- ۱۱۲ امام ابو یوسف فرماتے ہیں جس مسئلہ میں ہمارے استاذ کا کوئی قول نہیں اس میں ہم پریشان حال ہیں۔
- ۱۱۲ امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ میں بعض مسائل میں جانتا کہ حدیث میری طرف ہے، تنقیح کے بعد کھلتا کہ جس حدیث سے امام صاحب نے فرمایا ہے میرے خواب میں بھی نہ تھی۔
- ۴۶۷ اس کا عہدہ بھی فاسق کو تفویض نہ کرنا چاہئے۔
- ۴۶۲ فاسق کا امور دینیہ میں کچھ اعتبار نہیں، نہ اس پر کسی بات میں اطمینان۔
- کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دے کر اپنی مطلقہ سالی سے نکاح کر لے تو کیا حکم ہے۔
- غیر محرم عورت کو بلا نکاح اپنے مکان میں رکھنا اور خلوت میں اس کے ساتھ ہونا فسق ہے۔
- طلاق کے لئے مالکانہ دینے کا جو رواج ہے اس کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔
- خاوند والی عورت سے علم رکھنے کے باوجود نکاح کیا یا لاعلمی میں کیا اور علم آنے پر اس کو چھوڑا نہیں تو یہ زانی ہے۔
- نیت ہو کہ تھوڑے دنوں بعد طلاق دے دوں گا تو یہ متعہ نہ ہوگا، لیکن ایسی عادت بنانا یا لوگوں کو اس کی ترغیب دینا جائز نہیں۔
- نکاح متعہ اور نکاح موقت صحیح نہیں۔
- بے ضرورت شرعیہ طلاق شرعاً ممنوع ہے۔
- ایک وقت چار تک عورتیں رکھنے کی شرعی اجازت ہے اس سے زائد کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔
- شوہر بڑھا ہوا اور عورت کے ادائے حقوق پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ طلاق دے دے مگر عورت بے طلاق دئے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔
- جو مرد عورت کا حق ادا نہیں کر سکتا اس پر طلاق دینا فرض ورنہ گنہگار و مستحق عذاب ہوگا۔

متفرق

۱۱۲

معاصرت دلیل منافرت ہے۔

۳۰۱ مہر حضرت سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ

عنها کی مقدار میں بظاہر مختلف روایات اور ان میں نفیس تطبیق۔

۱۲۵

۳۰۳ مہر کی تعداد شرع پیمبری کیا ہے اور حضرت

۱۶۵

خاتون جنت کا مہر کیا تھا۔

مہر درجہ اول، دوم، سوم، چہارم کی تعداد

۱۶۶

کتنی ہے۔

ازواج مطہرات اہمات المؤمنین ہیں، اہمات

۱۷۶

المومنات نہیں۔

دادا باپ کی طرح ہے سوائے چند مسائل کے۔

۲۳۹

۳۱۸ زمانہ دراز سے کون سا زمانہ مراد ہے۔

۲۸۱

۲۵۹ خلف و عد کی تین صورتیں ہیں۔

۲۹۵

عورتیں طیرھی پسلی سے پیدا ہوتیں۔

۳۲۳

۲۵۹ ناقابل جماع نابالغہ کو طلاق دی تو مہر کا حکم۔

۳۲۳

متنعہ یعنی جوڑا کی تفصیل۔

۲۹۰ سید علی ترمذی کی طرف منسوب کی گئی کتاب

۴۰۱

۴۹۰ ارشاد الطالبین کی عبارت کے بارے میں سوال۔

۴۱۵

۴۹۱ کوئی تحریر بے شہادت یا اقرار کا تب مسلم

۴۱۵

نہیں ہو سکتی اگرچہ خط اسی کا معلوم ہوتا ہو۔

۴۱۵

۶۱۵ خط خط کے اور مہر مہر کے مشابہ ہو سکتی ہے۔

۴۱۹

قرآن سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ خط فلاں

کا ہے۔

امام ابو حنیفہ تابعی ہیں۔

عرب کی عورتوں میں سب سے بہتر زمان قریش ہیں جو اپنے بچوں پر بہت زیادہ مہربان اور شوہروں کے مال کی زیادہ نگران و محافظ ہوتی ہیں۔

جس عورت کا شوہر مر جائے اور وہ دونوں جنتی ہوں پھر عورت اس کے بعد نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں جمع فرمادے گا۔

یتیم بچوں کے لئے بیٹھی رہنے والی اور ان کے خیال سے نکاح نہ کرنے والی بیوہ کی تعریف میں چند احادیث۔

کسی کی بیٹیاں اور بہنیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادیوں سے

زیادہ غیرت اور عزت والی نہیں ہو سکتیں۔ حکم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکم خدا ہے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے حق عمر میں فرمایا لعلمہ الذین یستنبطونہ منکم۔ مذہب امام، امام مذاہب ہے جس سے بلا وجہ عدول ہرگز جائز نہیں۔

امام ابو یوسف اعظم ارکان مذہب ہیں۔ امام قاضی خاں فقیہ النفس ہیں۔

خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کبھی حق سے رجوع نہیں کیا۔

۴۸۲

مجتہد صدیوں سے مفقود ہے۔
مرد نے کہا کہ اگر بیوی کو گھر میں رکھوں تو اسی کا
دودھ پیوں یہ نہ تو ایسا ہے اور نہ ہی قسم۔

۵۹۲

۴۲۰۔ لہذا کفارہ لازم نہیں۔

۵۹۸

تفضل علی الخیر یہ۔

۶۱۲

۴۶۹۔ فتاویٰ خیر یہ اور محیط میں اختلاف کی طرف اشارہ۔
امام محمد کے ارشاد اور متاخرین کے فتویٰ
میں تطبیق۔

۶۱۳

۴۲۱

آج کل عادل شخص کا طنادشوار ہے۔
آج کل عدالت شرعیہ مردوں میں کم ہے اور
زنان ناقصات العقل میں لہذا شرعیہ ہندوستان
میں شاید گنتی کی ہوں۔

۴۲۰

سیدنا امام حسن مجتبیٰ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ

۴۶۹

تعالے عنہما کے بارے میں ایک شبہہ کا ازالہ۔
نفسِ امارہ سختی سے دبتا ہے اور ڈھیل دینے
سے زیادہ پاؤں پھیلاتا ہے۔

۴۶۹

باب المهر

رسالہ

البسط المسجل في امتناع الزوجه بعد الوطى للمعجل

۱۳

۵

(زوجہ بعد وطی بھی مہر معجل لینے کے لئے اپنے نفس کو روک سکتی ہے اس بار میں کشادہ تحریر اور فیصلہ مسٹر محمود)

مسئلہ ۲۱۰۱ از مراد آباد مرسلہ محمد نبی خاں صاحب یکم جمادی الاخری ۱۳۰۵ھ

سوال اول

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے ہندہ کا نکاح ہوا، مہر نصف معجل نصف موعجل ٹھہرا، حسب رواج ہندہ کی رخصت ہوگئی کہ وطی برضائے ہندہ واقع ہوئی، بعدہ زید بباطوا از نکلا اور ہندہ سے بہت ایذا و اضرار و تکلیف و آزار کے ساتھ پیش آیا، ہندہ ان وجوہ سے ناراض ہو کر اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اور تا وصول مہر معجل اس کے پاس جانے سے انکار رکھتی ہے، اس صورت میں ہندہ کو مہر معجل لینے تک حق منع نفس حاصل ہے یا نہیں؟ اور منع کرنے سے ناشرہ ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جبروا

سوال دوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب ادائے مہر معجل سے پہلے وطی برضائے زوجہ واقع ہو جائے تو اس صورت میں بر خلاف مذہبِ امامِ مذہبِ صاحبین کو کہ منع نفس کا حق ساقط ہو جاتا ہے بوجہ مصرتہ ذیل تزیج دینی صحیح و ریح اور نظر فقہی میں قرین تحقیق و تنقیح ہے یا نہیں :

(۱) درمختار میں ہے جب ایسے امر کی نسبت مابین ابوحنیفہ اور ان کے مریدوں (یعنی صاحبین) کے اختلاف ہو تو رائے مریدوں کی غالب ہونی چاہئے۔

(۲) امام ابوحنیفہ اور امام محمد دونوں محض ذہنی باتوں کے مقنن تھے لیکن قاضی ابو یوسف کو اسی قدر علم روایات تھا اور بوجہ عہدہ قاضی القضاة کے موقع متعلق کرنے اصول کا حالات انسان سے حاصل تھا اور ان کے قواعد خصوصاً معاملات دنیوی اور تعبیر شرع میں اس قدر مستند سمجھے جاتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ یا امام محمد کی رائے ان سے متفق ہو تو ان کی رائے از روئے ایک قاعدہ مسلمہ کے قبول کی جاتی ہے۔

(۳) سب سے عمدہ خلاصہ سب سے حال کی کتاب مستند شرع یعنی فتاویٰ عالمگیری (کی عبارت یہ ہے) اس سے ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کی رائے کے خلاف نہ صرف ان کے دو مشہور مریدوں بلکہ شیخ الصفاری نے بھی جہاں تک کہ بحث ہم خانگی کو تعلق ہے رائے ظاہر کی ہے۔

(۴) امام ابوحنیفہ اور ان کے دو مرید قانون حنفی میں تین استاد سمجھے گئے ہیں اور میں قاعدہ عام تصور کرتا ہوں کہ اختلاف رائے ہو تو دو کی رائے بمقابلہ تیسرے کے غالب ہوگی بوجہ معمولی قاعدہ شرع کے میں رائے دو مریدوں کی بطور کثرت رائے منجملہ تین استادوں کے اختیار کرتا ہوں۔

(۵) اس حق کے نفاذ میں کہ زوجہ کے ساتھ ہم خانگی کرے مانع یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہر معجل ادا نہ ہوا ہو اور یہ قاعدہ محض اس مواخذے کی مشابہت پر مبنی ہے جو بائع کو مال پر تا ادا سے قیمت قبل حوالگی مال کے حاصل رہتا ہے لیکن اس مواخذے میں دراصل حق ملکیت مشتری کا قیاس کر لیا گیا ہے اور جبکہ حوالگی عمل میں آجائے گی تو اسی وقت وہ مواخذہ ختم ہو جاتا ہے انتہی، بینوا تو جبروا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله المنعم في المعجل والمؤجل سب تعریفیں دنیا و آخرت میں ہم پر انعام کرنے والے

عہ یہ وجہ مسطر محمود نے اپنے فیصلے میں ایجاد کیں ۱۲ (م)

اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اور صلوة و سلام اس ذات پر جس نے رسالت کا دفتر ختم کیا اور مضبوط کیا، اور ان کی آل و اصحاب اور ان کے تمام برگزیدہ دین والوں پر۔ (ت)

والصلوة والسلام على من ختم دفتر الرسالة و
مجدد على آله وصحبه وجميع اهل دينه
البيجل۔

جواب سوال اول

صورتِ مستغفرہ میں ہندہ کو حق منع نفس حاصل ہے اُسے اختیار ہے جب تک مہر معجل وصول نہ کر لے اپنے آپ کو تسلیم شوہر نہ کرے اس منع کئے سے ناشر نہ ہوگی۔ وقایہ میں ہے؛
لها منعه من الوطی والسفر بها والنفقة لو
منعت ولو بعد وطي او خلوة برضاها۔
حق ہے اگرچہ وطي اور خلوت رضامندی سے ہو جانے کے بعد روک دے۔ (ت)
نقايہ میں ہے؛

مہر معجل وصول کرنے سے قبل بیوی کو حق ہے کہ خاوند کو
جماع، سفر پر ساتھ لے جانے سے روک دے اگرچہ
رضامندی سے وطي کے بعد ہو، بیوی کا نفقہ ساقط
نہ ہوگا۔ (ت)

قبل اخذ المعجل لها منعه من الوطى و
السفر بها ولو بعد وطي برضاها بلا سقوط
النفقة۔

کمز میں ہے؛

بیوی کو مہر کے لئے وطي اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے
کا حق ہے (ت)

لها منعه من الوطى والاخراج للمهر وان
وطنها۔

توزیر الابصار میں ہے؛

خوشی سے وطي یا خلوت کے بعد بھی بیوی کو مہر وصول کرنے کیلئے خاوند کو
جماع اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے کا حق ہے۔ (ت)

لها منعه من الوطى والسفر بها ولو وطي او خلوة
راضيتها۔

۲۵/۲ مطبع مجتہاتی دہلی
۵۶ ص نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۱۰۴ ص ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۲۰۲/۱ مطبع مجتہاتی دہلی

۱ شرح الوقایہ باب المہر
۲ مختصر الوقایہ فی مسائل الہدیۃ
۳ کنز الدقائق
۴ در مختار شرح تنویر الابصار

در مختار میں ہے :

لان كل وطأة معقود عليها فتسليم البعض
لا يوجب تسليم الباقي به

اسی میں ہے :

النفقة تجب للزوجة علي زوجها ولو منعت
نفسها للمهر دخل بها اولاً اذ ملخصاً -

ہر وطی مہر کے لئے میں گادی یعنی ہر وطی پر جدا جدا مہر ہے اور
بعض کا بدل دینے سے باقی کا لئے دینا ثابت نہ ہو گا۔ لکن

خاوند پر بیوی کا نفقہ واجب ہے اگرچہ بیوی نے مہر
کے لئے خاوند کو اپنے سے روک رکھا ہو وٹول ہو چکا
یا نہیں اذ ملخصاً (ت)

تحقیق مقام یہ ہے کہ مہر مجل لینے سے پہلے وطی یا خلوت برضائے عورت واقع ہو جانا صاحب مذہب امام
اقدام قدوہ اعظم امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حتی منع نفس و منع سفر کسی کا اصلاً مسقط نہیں،
اور عورت کو اختیار ہے جب تک ایک روپیہ بھی باقی رہ جائے نہ تسلیم نفس کرے نہ شوہر کے ساتھ سفر پر راضی ہو
اگرچہ اس سے پہلے بارہا وطی برضا مندی ہو چکی ہو اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف خلوت برضا
واقع ہو جانا بھی حتی منع نفس و منع سفر دونوں کا مسقط ہے، امام ابو القاسم صفار علیہ رحمۃ الغفار در بارہ سفر
قول امام اور در بارہ وطی قول صاحبین پر فتوے دیتے تھے اصل معنی اس تفصیل کے یہی ہیں ان کے بعد جس نے
ادھر میل کیا انہیں کا اتباع کیا مثلاً امام صدر شہید شرح جامع صغیر میں ان کا مسلک نقل کر کے فرماتے ہیں، وانہ
حسن (بیشک وہ حسن ہے۔ ت)، امام بزدوی شرح کتاب مذکور میں فرماتے ہیں،

یہ فتویٰ کے لئے مناسب ہے، جیسا کہ صاحب بنایہ نے
اس کو بنایہ میں ان سے نقل کیا ہے، اور ایسے ہی
طحاوی نے بحر سے انہوں نے غایۃ البیان سے نقل
کیا ہے (ت)

هذا حسن في الفتيا كما نقله عنه في البناية
وكذا الطحاوي عن البحر عن غاية
البيان -

جو اہر الاخلاطی میں ہے :

۲۰۲/۱	مطبع مجتہبائی دہلی	باب المہر	۱۔ در مختار شرح تنویر الابصار
۲۶۶-۶۷/۱	" " "	باب النفقة	۲۔ " " "
ص ۴۱	" " "	باب فی المہور	۳۔ حاشیۃ الجامع الصغیر
۱۵۶/۲	المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ	باب المہر	۴۔ البنایۃ فی شرح الہدیۃ

و استحسن بعض المشايخ اختصاره اهـ۔ بعض مشائخ نے ان کے مختار کو پسند فرمایا ہے (ت) اسی طرح ہندیہ میں محیط سے ہے، و لفظہ بعض مشایخنا (اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ہمارے بعض مشائخ نے ت) مگر اکثر اکابر ائمہ و علماء و فقہاء مذہب امام کو ترجیح دیتے اور اسی پر جزم و اعتماد کرتے ہیں متون کہ خاص نقل مذہب صحیح و معتد کے لئے وضع کئے جاتے ہیں علی العموم اسی مذہب پر ہیں، فتاویٰ خیرہ میں ہے، بہ صرح المتون قاطبة (تمام متون اس کی تصریح کر چکے ہیں۔ ت) اور وقایہ و نقایہ و کنز و تنویر و در مختار کی عبارتیں سن چکے انھوں نے تصریحاً مذہب صاحبین کی نفی فرمائی، اور جب ماتن نے باب نفقہ میں ولو منعت نفسها للمهر (اگرچہ بیوی نے مہر کے لئے اپنے کو روک رکھا ہو۔ ت) فرمایا شارح نے دخل بها اولاً (دخول ہو چکا ہو یا نہ۔ ت) اور بڑھایا تاکہ اس کی نفی پر تنصیص تام ہو جائے، اسی طرح وافی و مختار میں بھی اسی پر اقتصار کیا اور در مختار میں صرف اسی مذہب پر دلیل قائم کی کما سبق نقلہ (جیسا کہ اس کی نقل گزری۔ ت) اور اقتصار و تعلیل دونوں دلیل اختیار و تعویل۔ ردالمحتار میں ہے،

ماتن کا یعنی تنویر الابصار کا اس پر اکتفا کرنا ترجیح کو مفید ہے اہل ملخصاً۔ اس کو انھوں نے کتاب القضاء میں قرض میں مستغرق ترکہ کی ولایت بیع کے مسئلہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

اقتصارہ فی المتن (یعنی تنویر الابصار) مفید ترجیحہ اہل ملخصاً ذکرہ فی کتاب القضاء مسئلۃ ولایۃ بیع التزکۃ المستغرقة بالدين۔

طحاوی میں ہے،

اس پر اکتفا ان کے اعتماد کی دلیل ہے اہل اس کو انھوں نے ثلث مال کی وصیت سے قبل ذکر کیا۔ (ت)

الاقصا ر علیہ يدل علی اعتمادہ اہ ذکرہ قبیل الوصیۃ بثلث المال۔

ص ۶۳	قلمی نسخہ	فصل فی المہر	ل جواہر الاخلاطی
۳۱۷/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل الحادی عشر فی منع المرآة نفسها بمهرها	ل فتاویٰ ہندیہ
۶۹/۱	دارالمعرفۃ بیروت	باب النفقۃ	ل فتاویٰ خیرہ
۲۶۷/۱	مطبع مجتہبی دہلی	"	ل در مختار شرح تنویر الابصار
"	"	"	ل در مختار " " "
۳۴۰/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	ل ردالمحتار مطلب فی بیع التزکۃ المستغرقة بالدين
۳۲۱/۴	دارالمعرفۃ بیروت	کتاب الوصایا	ل حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار

عقود الدریہ میں ہے، التعلیل دلیل الترجیح (علت کو بیان کرنا ترجیح کی دلیل ہے۔ ص) اسی

میں ہے :

هو المرجح اذ هو المحل بالتعلیل اذ ذكرها
فی النکاح قبل باب الولی۔

یہی راجح ہے کیونکہ یہی دلیل سے مزین ہے، یہ دونوں
باتیں اُنھوں نے کتاب النکاح میں باب الولی سے پہلے
ذکر کی ہیں۔ (ت)

علامہ ابراہیم حلبی نے ملتقى الابحر میں کہ بتصریح فاضل شامی متون معتمده فی المذہب سے ہے قول امام کو
مقدم رکھا اور اسی پر حکم دے کر صاحبین کی طرف خلاف نسبت کی،
حيث قال هذا قبل الدخول وكذا بعده
خلافاً لهما۔

جب اُنھوں نے کہا کہ یہ دخول کے بعد ہو یا پہلے اس میں
صاحبین کا خلاف ہے (ت)

اور وہ خود دیکھا ہے ملتقى میں تصریح فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں جس قول کو مقدم لاؤں وہی راجح ہے شارح نے
فرمایا: وہی مختار للفتویٰ ہے، متن و شرح کی عبارت یہ ہے :

صرحت بذكر الخلاف بين المتناوقت من
اقاويلهم ما هو المرجح (المختار للفتوى) (مختصاً)

میں نے اپنے ائمہ کے ہاں اختلاف کی تصریح کر دی اور ان میں
سے زیادہ راجح قول کو پہلے ذکر کیا، راجح وہ ہے
جو فتویٰ کے لئے مختار ہے (مختصاً)۔ (ت)

اسی طرح فتاویٰ قاضی خاں میں امام علامہ فقیہ النفس نے قول امام کی تقدیم کی اور وہ اسی قول کو مقدم کرتے ہیں جو
اشہر و اظہر ہو، خود اپنے فتاویٰ کے خطبے میں فرمایا،
قدمت ما هو الاظهر وافتحت بما هو
الاشهر۔

میں ظاہر کو مقدم اور مشہور سے اہتمام
کرتا ہوں۔ (ت)

علماء فرماتے ہیں جسے یہ پہلے بیان کریں وہی قول معتمد ہے، حاشیہ طحاویہ میں ہے :

۱۴/۱	حاجی عبدالغفار و پسران ارگ بازار قندھار	کتاب النکاح	۱۰ عقود الدریہ
"	"	"	"
۲۵۱/۱	موسسنة الرسالة بیروت	باب المهر	۳ ملتقى الابحر
۴/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	مقدمہ کتاب	۴ مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر
۲/۱	نو لکشو لکھنؤ	"	۵ فتاویٰ قاضی خاں

اصطلاحہ تقدیم الاظهر فیکون هو المعتمد
ذکرہ فی کتاب الوصایا اول باب الوصی۔

ان کی اصطلاح زیادہ ظاہر کو مقدم کرنا ہے تو وہی
قابلِ اعتماد ہوتا ہے اور اس کو انہوں نے کتاب
الوصایا میں باب الوصی کے شروع میں بیان کیا ہے (ت)

امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ کی عادتِ مستمرہ ہے کہ استدلال کے وقت قول مختار کی دلیل اخیر
میں لاتے ہیں تاکہ اقوال سابقہ کے دلائل سے جواب ہو جائے اور نقل اقوال کے وقت غالباً قول قوی کو
پہلے ذکر فرماتے ہیں تاکہ اول صحیح مسئلہ سمع متعلم میں آئے، درمختار میں نہر الفائق سے ہے؛

تاخیر صاحب الہدایۃ دلیلہما (ای فی مسئلۃ
کساد فلوس القرض) ظاہر فی اختیار قولہما
ذکرہ آخر باب الصرف قبیل التذنیب۔

صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو مؤخر لانا (یعنی قرض والے
سکے کے بند ہو جانے کے مسئلہ میں) ان کے قول کو
مختار بنانے کی دلیل ہے، اس کو انہوں نے تذنیب
سے قبل باب الصرف کے آخر میں ذکر کیا ہے (ت)

اسی طرح فتح القذیر میں ہے، افندی زین الدین رومی نتائج الافکار حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں؛
من عادیة المصنف المسمرۃ ان یؤخر القوی
عند ذکر الادلۃ علی الاقوال المختلفۃ ليقع
المؤخر بمنزلۃ الجواب عن المقدم وان کانت
قدم القوی فی الاکثر عند نقل الاقوال۔

اب یہاں انہوں نے مذہبِ امام کو پہلے نقل بھی کیا اور اسی کی دلیل کو مؤخر بھی لائے اور قول صاحبین کو برقرار
بھی نہ رکھا تو بوجہ عدیدہ ترجیح قول کا افادہ فرمایا، علامہ سید جلال الملہ والدین خوارزمی نے کفایہ حاشیہ ہدایہ
میں تائید مذہبِ امام کو دو بالا کیا اور ایک مسئلہ متفق علیہا سے جسے صاحبین بھی تسلیم فرمائیں، قول امام کو رنگ
ایضاح دیا،

حيث قال لابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ انہا
منعت منہ ما قابل البدل کما لو سلم
جب انہوں نے فرمایا امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ
بیوی بدل کے مقابل کو روک سکتی ہے جیسا کہ کوئی بائع

۳۲۰/۴

دار المعرفۃ بیروت

باب الوصی

لے حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار

۵۷/۲

مطبع مجتہاتی دہلی

باب الصرف

۷ درمختار

۷ نتائج الافکار

البائع بعض المبيع الى المشتري لا يسقط حقه في
بعض مبيعات المشتري كسوق ثوبه في البيع
جس ما بقى منه له
کے روکنے کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ (ت)

اسی طرح صدر الشریعہ شرح وقایہ و کافی شرح وافی و اختیار شرح مختار و مستخلص شرح کنز و غیرہ شرح میں
مذہبِ امام پر دلیل قائم کی اور دلیل صاحبین سے جواب دیتے، امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ
تعالیٰ نے فتح القدر میں ترجیح ہدایہ اور علامہ شمس زادہ عالم دیار رومیہ قاضی دولت علیہ عثمانیہ معاصر و مستند
صاحب درمختار نے مجمع الانہر میں تعلیم ملتقی اور علامہ یوسف چلی نے ذخیرۃ العقبین فی شرح صدر الشریعہ العظمیٰ
میں اعتماد میں و شرح اور محقق علامہ وسیع النظر دقیق الفکر محمد بن عابدین شامی نے ردالمحتار علی الدر المختار میں
افادات درمختار کو مقرر و مسلم رکھا اور ترجیح مذہبِ امام میں خلاف و نزاع کی طرف بھی اشارہ نہ کیا پھر بکثرت علماء
اہل متون و شروح و فتاویٰ ان مذکورین اور ان کے غیر باب النفقات میں عورت کو طلب مہر معجل کے لئے
بالفاظ ارسال و اطلاق منع نفس کا استحقاق بتاتے ہیں اور اصلاً عدم وطی و خلوت برضا کی قید نہیں لگاتے کما
یظہر بالمراجعة الی کتبہم (جیسا کہ انکی کتب کی طرف مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ت) بلکہ شرح وقایہ میں
توصورت مسئلہ یوں فرض کی کہ:

خروجها بحق کما لو لم يعطها المهر المعجل
بیوی کا باہر نکلنا برحق ہے جیسا کہ خاوند نے اس کو مہر معجل
فخرجت عن بیتہ
نہ دیا ہو تو وہ اس کے گھر سے نکل جائے۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ شوہر کے یہاں آنے کے بعد غالباً وطی واقع ہی ہوتی ہے با اینہم حکم مطلق چھوڑا اور تقييد کی طرف
مطلق التفات نہ فرمایا یہ اطلاق بھی اسی اختیار مذہبِ امام سے خبر دے رہے ہیں، لاجرم علامہ خیر الدین
رملی استاذ صاحب درمختار نے قول امام ہی پر فتویٰ دیا اور مذہبِ آخر کا ذکر تک نہ کیا، فتاویٰ خیر یہ
لنفع البریہ میں ہے:

سئل فی المرأة اذا سلمت نفسها قبل
ان سے ایسی عورت کے متعلق سوال کیا گیا تو معجل وصول کرنے سے پہلے
استكمال ما شرط تعجيله لها من
اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کر چکی ہو کیا پھر مہر معجل
المهر هل لها بعد ذلك منع
کے لئے اپنے آپ کو خاوند سے روک سکتی ہے؟ تو
نفسها عنه اجاب لها منع نفسها حتى تستكمل
جواب دیا کہ ہاں روک سکتی ہے یہاں تک کہ مہر معجل پورا

۲۲۹ - ۵۰ / ۳

مکتبہ نوریہ رضویہ سکھ
مطبع مجتہدانی دہلی

باب المہر

باب النفقة

کے کفایہ مع فتح القدر

کے شرح الوقایہ

۱۴۳ / ۲

وَأَنَّكَ عِنْدَ الْإِمَامِ وَأَنَّكَ سَلِمْتَ نَفْسَهَا
وَبِهِ صِرْحَتِ الْمَتُونِ قَاطِبَةً لِي

وصول کر لے یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے
ہاں ہے، اگرچہ بیوی پہلے اپنے آپ کو سوئپ

چکی ہو، اس مسئلہ پر تمام متون تصریح کر چکے ہیں۔ (ت)
آخر یہ علمائے محققین و عظمائے یقین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فتوایں امام صفار و اختیار بعض مشائخ سے
غافل نہ تھے، پھر قولِ امام ہی پر جزم و اعتماد فرماتے ہیں، کوئی تو قولِ صاحبین کا نام تک نہیں لیتا اور اکثر
متون کا یہی حال ہے، کوئی صاف وہ الفاظ بڑھاتا ہے جس سے ان کے مذہب کی صریح نفی ہو جائے، کوئی
صرف مذہبِ امام ہی پر دلیل قائم کرتا ہے، کوئی دلیلِ صاحبین سے جواب دیتا ہے، جنہوں نے وعدہ کیا
کہ قولِ قوی کو مقدم لائیں گے وہ اسی مذہب کی تقدیم کرتے ہیں، جنہوں نے التزام کیا کہ دلیل معتد کی تاخیر
کریں گے وہ اسی کی دلیل پیچھے لاتے ہیں۔ غرض طرح طرح سے تزجیح و تصحیح مذہبِ امام کا افادہ فرتے ہیں
اور کبرائے ناظرین شراح و محشین کہ مذکور ہوئے تقریر و تسلیم سے پیش آتے ہیں ناچار ماتنا پڑے گا کہ ان سب
کے نزدیک معتد و مرجح و محقق و منقح مذہبِ امام ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور قوتِ دلیل کہ مطالعہ ہدایہ و کافی و
اختیار و کفایہ وغیرہا سے واضح ہوتی ہے اس پر علاوہ، پس جبکہ یہی مذہبِ امام اعظم ہے اور اسی پر متون کا
اجماع اور اتالی کی دلیل اقویٰ اور اس قدر کثرت سے اس کے مرجحین، تو وجہ کیا ہے کہ اس سے عدول کیا جائے
حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقاً قولِ امام پر فتویٰ دے، اور قاضی عموماً مذہبِ امام پر فیصلہ کرے یعنی
جب کوئی ضرورت مثل تعاملِ مسلمین یا اجماع المرجحین علی الخلاف کے داعی ترک نہ ہو، کہانی مسئلتی جواز المزارعة
و تحريم القليل من المائع المسكر (جیسا کہ مزارعت کے جواز اور قلیل مسکر پانی کی تحریم کے دونوں مسئلوں میں ہے) اور حکم دیتے ہیں کہ قولِ امام سے عدول نہ کیا جائے اگرچہ مشائخ مذہبِ اس کے خلاف پر فتویٰ دیں۔ نئیہ و سراجیہ و
محیطِ امام سرخسی و فتاویٰ عالمگیری و بحر الرائق و نہر الفائق و فتاویٰ خیریہ و تنویر البصار و شرحِ عملانی و
حاشیہ طحاویہ وغیرہا کتبِ معتدہ میں اس کی تصریح ہے، درمختار میں ہے :
ياخذ القاضى كالمفتي بقول ابي حنيفة
على الاطلاق ثم بقول ابي يوسف
ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زياد وهو
الاصح منية وسراجية

قاضی بھی مفتی کی طرح امام صاحب کے قول کو مطلقاً
لے گا، پھر امام ابو یوسف، پھر امام محمد، پھر امام زفر
اور حسن بن زیاد کے اقوال کو لے گا، یہی اصح ہے نئیہ و
سراجیہ۔

۶۹/۱

دار المعرفۃ بیروت

باب المنفعة

۱۰۰ فتاویٰ خیریہ

۷۲/۲

مطبع مجتہاتی دہلی

کتاب العصار

۱۰۱ درمختار

بحر الرائق میں فرمایا:

يجب علينا الافتاء بقول الامام وان افتى
المشائخ بخلافه.

ہم پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل واجب ہے
اگرچہ مشائخ اس کے خلاف پر فتویٰ دے چکے ہوں۔

اور ایسا ہی فتاویٰ تیرے میں ہے خصوصاً صورت مستولہ میں جبکہ تقریر سوال سے ظاہر کہ زید کی طرف سے سوہر معاشر
ہندہ کے ساتھ واقع ہوئی تو یہاں تو ایک اور فتویٰ قول امام کے موافق ہے تہذیب میں کلام امام ابو القاسم نقل
کر کے فرماتے ہیں:

میرے نزدیک منع کے بار میں رشتہ ہے کہ اگر بد اخلاقی خاوند کی
طرف سے ہو تو بیوی کو منع حق ہے اور اگر بد اخلاقی بیوی
کی طرف سے ہو تو پھر اس کو حق نہیں ہے کہ وہ اپنے
آپ کو خاوند سے روک رکھے، سفر کے بارے میں

المختار عندی فی المنع ان کان سوء المعاشرة
من الزوج لہا المنع وان کان من جہتہا فلیس
لہا المنع و فی السفر قول ابی حنیفہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔

فتویٰ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے (ت)

اسی طرح فتاویٰ ابراہیم شاہی و فتاویٰ حمادیہ میں اس سے نقل کیا، یہ ہے اس بارے میں کلام اجمالی، اور
قدرے تفصیل ان مباحث کی ہمارے فتوے ثانیہ میں آتی ہے وباللہ التوفیق، بالجملہ صورت مستفسرہ میں
عند التحقیق مفتی وقاضی کے لئے قول امام ہی پر اعتماد ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

جواب سوال دوم

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق اس تقریر میں امر اول ایک سخت حیرت انگیز بات ہے،
درمختار میں اس مطلب کا کہیں پتا نہیں بلکہ اس میں صراحت اس کا خلاف مصرح کتاب القضا میں فرماتے ہیں،
یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفہ علی
الاطلاق۔

پھر منیۃ المفتی و فتاویٰ سراجیہ سے نقل کیا ہو الاصح (وہی زیادہ صحیح ہے۔ ت) ہاں ایک قول حاوی قدسی
سے یہ لائے کہ قوت دلیل پر مدار ہے پھر اسے بھی برقرار نہ رکھا، اور نہر الفائق سے نقل فرمایا: الاول اضبط (وہی

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۰۶/۶ - ۲۶۹

فصل فی تقلید

۱۰ بحر الرائق

۱۱ تہذیب

۴۲/۲

مطبع مجتہاتی دہلی

کتاب القضا

۱۲ درمختار
۱۳ کے وقت

زیادہ مضبوط ہے۔ ت) اور تحقیق و توفیق وہ ہے جو اتن نے فرمایا کہ لایخیوالا اذا کان مجتهدا یعنی جو خود مجتہد ہو وہ قوتِ دلیل پر نظر کرے اور ہم پر وہی ترتیب لازم کہ علی الاطلاق مذہبِ امام پر افتا و قضا کریں جب تک کوئی مانع قوی و عظیم نہ پایا جائے کما سند ذکرہ ان شاء اللہ تعالیٰ (ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو عنقریب ہم ذکر کریں گے۔ ت)

امر دوم کے جواب میں **أولاً** عبارت در مختار کہ ابھی گزری اور وہ عبارت کثیرہ کہ ان شاء اللہ تعالیٰ لکھتا ہوں بس ہیں۔

ثانیاً کلماتِ علماء میں نہ عموماً نہ بعد تخصیص معاملاتِ دنیوی کہیں اس کا نشان نہیں کہ جب امام ابو یوسف کے ساتھ حضراتِ طرفین سے ایک رائے اور ہو تو ان کی تجربہ کاری کے باعث اس کا قبول قاعدہ مسئلہ ہے، ہاں علماء نے مسائلِ وقف و قضا کی نسبت بیشک فرمایا کہ وہاں غالباً قولِ ثانی پر فتویٰ ہے، اس سے ہر وہ امر کہ زیرِ قضا آسکے مراد نہیں تاکہ امثالِ صوم و صلوة کے سوا نکاح و بیع و ہبہ و اجارہ و رہن وغیرہ تمام ابوابِ فقہ کو عام ہو جائے یوں تو وقف بھی اسی قبیل سے تھا، پھر خاص اُسے الگ گننے کے کیا معنی، نہ ہرگز عالم میں کوئی عالم اس کا قائل، اور خود ہزاراں ہزار کتبِ فقہ اس کے خلاف پر گواہ عادل کہ لاکھوں مسائلِ معاملات میں بھی قولِ امام ہی پر فتویٰ ہے اگرچہ رائے امام ابو یوسف سے امام محمد بھی موافق ہوں بلکہ یہ امر خاص ان مسائل میں اکثری طور پر ہے جنہیں فقہاء کتاب القضا و کتاب الوقف میں لکھتے ہیں اشباہ والنظائر میں جہاں یہ فائدہ زیرِ قاعدہ المشقة تجلب التیسیر (مشقت کے سبب حکم میں آسانی ہو جایا کرتی ہے) لکھا وہاں یہی مسائل شمار کئے۔

حیث قال ،

ووسع ابو یوسف رحمة الله تعالى في القضاء والوقف والفتوى على قوله فيما يتعلق بهما فجوز للقاضي تلقين الشاهد وجوز كتاب القاضي الى القاضي من غير سفر ولم يشترط فيه شيئاً مما شرطه الامام و صحح الوقف على النفس وعلى جهة تنقطع ووقف المشاع ولم يشترط التسليم الى المتولى ولا حكم القاضي وجوز استبداله عند الحاجة

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے قضا و وقف کے متعلق وسعت پیدا کی ہے، ان دونوں بابوں میں ان کے قول پر فتویٰ ہوگا، انہوں نے گواہ کو قاضی کی تلقین، قاضی کا قاضی کو بغیر سفر خط، بغیر ان شرائط کے جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لگائی ہیں کو جائز قرار دیا ہے، انہوں نے وقف علی النفس (یعنی اپنی جائدادوں وقف کر کے تاجتہا وہ خود اسکی آمدنی سے متمتع رہے) اور وقف علی جہہ منقطعہ اور غیر منقسم جہہ کے وقف کو جائز کہا ہے اور متولی کو سوئپ دینے کی شرط نہیں لگائی اور نہ ہی

الیہ بلا شرط وجوزہ مع الشرط تو غیبا فی
الوقف و تیسیراً علی المسلمین

انہوں نے وقف کے لئے قاضی کے حکم کے بغیر

ہے، اور انہوں نے وقف کو ضرورت کے وقت تبدیل
کرنے کو بلا شرط جائز قرار دیا ہے اور بلا ضرورت اس کے تبدیل کرنے کو مع الشرط جائز قرار دیا ہے تاکہ وقف کے لئے غیب
اور مسلمانوں کے لئے آسانی ہو۔ (ت)

ثالثاً ان مسائل میں تو موافقت رائے دیگر کی بھی حاجت نہیں کما ینظہر بالمراجعة (جیسا کہ
کتب کی طرف سے مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ت) تو کلمات علماء اس قید کے مساعد نہیں۔

سابعاً کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امام ابو یوسف علیہ السلام اعظم کے ہم پلہ ہیں، امام سے بے اذن لئے ان
کے مجلس درس منعقد کرنے پر امام کا کسی کو پانچ سوال دے کر بھیجنا ان کے ہر مسئلے میں مختلف جواب دینا، ہر جواب
پر مسائل کی طرف سے تخطیہ ہونا آخر متحیر ہو کر خدمت امام میں رجوع لانا، مشہور اور اشباہ والنظائر وغیرہ میں
مذکور۔ علماء فرماتے ہیں جو مسئلہ امام کے حضور طے نہ ہو لیا قیامت تک مضطرب رہے گا، امام ابو یوسف
بعض مسائل میں پریشان ہو کر فرماتے: جہاں ہمارے استاد کا کوئی قول نہیں اس میں ہمارا یہی حال (پریشان) ہے۔
بحر الرائق کے مفسدات الصلوٰۃ میں ہے:

فتاویٰ ظہیریہ والے نے درست فرمایا، جو انہوں نے
قرارت قرآن کی فصل ثالث میں فرمایا کہ جس معاملہ میں
امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی قول مروی
نہ ہو وہ معاملہ قیامت تک باعث اضطراب ہی رہے گا
اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے
کہ وہ بعض مسائل میں مضطرب تھے تو انہوں نے فرمایا،
جس معاملہ میں ہمارے شیخ کا کوئی قول نہ ہو تو
اس میں ہمارا یہی حال ہوتا ہے انتہی۔ (ت)

لقد صدق صاحب الفتاوی الظہیریۃ حیث
قال فی الفصل الثالث فی قراءة القرآن
ان کل ما لیرو عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ
تعالیٰ فیہ قول یقی کذلک مضطرباً الی یوم
القیامۃ و حکى عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ
انہ کان یضطرب فی بعض المسائل و کان
یقول کل مسئلۃ لیس لشیخنا فیہا قول
فنحن فیہا ہکذا انتھی۔

امام ابو یوسف سے منقول ہے میں بعض مسائل میں جانتا حدیث میری طرف سے تنقیح کے بعد کھلتا
کہ امام نے جس حدیث سے فرمایا وہ میری خواب میں نہ تھی اور کہا قال رحمہ اللہ تعالیٰ۔

لہ الاشباہ والنظائر القاعدة الرابعة المشقة تجلب التيسير ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۵-۱۱۴
باب مفسدات الصلوٰۃ ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی ۱۳/۲

امر سوم میں فتاویٰ عالمگیری کو سب کتب پر ترجیح دی گئی حالانکہ وہ ایک فتاویٰ ہے، اور علماء ارشاد فرماتے ہیں: عمدہ ترین کتب مذہب متون ہیں پھر شروح پھر فتاویٰ عند الخالف متون سب پر مقدم ہیں اور فتاویٰ سب سے مؤخر۔ پھر کیونکر روا ہو کہ سب میں مفضول کو سب سے افضل قرار دیجئے۔ ردالمحتار

مافی الفتاویٰ اذا خالف مافی المشاہیر عن الشروح لا یقبل^۱۔
در مختار میں ہے:

مافی الفتاویٰ اذا خالف مافی المشاہیر عن الشروح لا یقبل^۱۔
در مختار میں ہے:

مافی الفتاویٰ اذا خالف مافی المشاہیر عن الشروح لا یقبل^۱۔
در مختار میں ہے:

مافی الفتاویٰ اذا خالف مافی المشاہیر عن الشروح لا یقبل^۱۔
در مختار میں ہے:

۴۱۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الرضاع	۱ ردالمحتار
۸۶/۲	مطبع مجتہبائی دہلی	کتاب القضاء	۲ در مختار
۳۱۴/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	فصل فی الحبس	۳ ردالمحتار
۲۸۵/۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	"	بحر الرائق
۴۸۰/۲	ادارۃ القرآن کراچی	کتاب الحج والماذون	۴ غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر

رہا امام صفار کا دربارہ و طی قول صاحبین اختیار فرمانا، اس کا جواب ہمارے فرماتے سابقہ سے مل سکتا ہے جس سے ظاہر کہ قول امام کو کتنی وجہ سے ترجیح ہے؛
 اولاً قوت دلیل جس کی کچھ تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب ظاہر ہوگی۔

ثانیاً کثرت مفیدان و مسلمان ترجیح جن میں ایک امام برہان الحق و الدین فرغانی صاحب ہدایہ جن کی جلالت شان آفتاب نیم روز و ماہتاب نیم ماہ سے اظہر، ایک امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام ہیں جن کی نسبت علماء کی تصریح کہ پایہ اجتهاد رکھتے ہیں یہاں تک کہ ان کے بعض معاصر انھیں لائق اجتهاد کہتے حالانکہ معاصرت دلیل منافرت ہے۔ ردالمحتار میں ہے؛

قد منا غیر مروتہ ان الکمال من اهل التوجیح
 کما افادہ فی قضاء البحر بل صرح بعض
 معاصریہ بانہ من اهل الاجتہاد۔
 ہم متعدد بار پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ امام کمال اہل ترجیح سے ہیں جیسا کہ بحر کے قضا کے باب میں افادہ کیا ہے، بلکہ ان کے بعض معاصرین نے تصریح کی ہے کہ وہ اہل اجتهاد میں سے ہیں۔ (ت)

ایک امام علامہ فقیہ النفس قاضی خاں ہیں جن کی نسبت علماء فرماتے ہیں ان کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے، غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر میں ہے؛

فی تصحیح القدوری للعلامة قاسم ان
 ما یصححہ قاضی خات من الاقوال
 یكون مقدما علی ما یصححہ غیرہ لانہ کان
 فقیہ النفس۔
 علامہ قاسم کی تصحیح القدوری میں ہے کہ جس کو امام قاضی خاں صحیح قرار دیں، وہ قول دوسروں کے اقوال پر مقدم ہے کیونکہ آپ فقیہ النفس ہیں۔ (ت)

اور فرماتے ہیں ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے، ردالمحتار میں ہے؛

کن علی ذکر ما قالوا لا یعدل عن تصحیح
 قاضی خاں فانہ فقیہ النفس۔
 فقہاء کرام نے جو فرمایا اسے یاد رکھو کہ امام قاضی خاں کی تصحیح سے عدول جائز نہیں کیونکہ وہ فقیہ النفس ہیں۔ (ت)

ثالثاً اجماع متون جن کی عظمت مکان ابھی سن چکے پھر ان کا اطباق و اتفاق کیسا ہوگا و لہذا بار بار

۱ ردالمحتار کتاب العتق باب التدبیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۵
 ۲ غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الاجارۃ الفن الثانی ادارة القرآن کراچی ۲/۵۶-۵۵
 ۳ ردالمحتار کتاب الہبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۱۳

دیکھا ہے کہ علماء نے شروع و فتاویٰ کی بعض صریح تصحیحات صرف اس بنا پر رد کر دی ہیں کہ متون اس کے خلاف پر ہیں،
در مختار کی کتاب القسمة میں ہے؛

قال في الخانية و عليه الفتوى لكن المتون على
الاول فعليه المعول به

خانیہ میں فرمایا کہ فتویٰ اسی پر ہے لیکن متون پہلے قول
پر ہیں تو اسی پر اعتماد ہوگا۔ (ت)
دیکھو امام اجل قاضی خاں سامرنج اور علیہ الفتویٰ سا لفظ ترجیح جسے علماء آگہ الفاظ تصحیح سے شمار کرتے ہیں
با اینہمہ کہا گیا کہ متون اول پر ہیں تو وہی معتد ہے، امام کے نزدیک عصبات کے بعد ولایت نکاح ماں کو ہے۔
فہستانی شرح مختصر الوقایہ میں لکھا صاحبین کے نزدیک غیر عصبہ ولی نہیں، اور یہی ایک روایت امام سے ہے پھر
مضمرات شرح قدوری سے نقل کیا، و علیہ الفتویٰ (اور اس پر فتویٰ ہے۔ ت) مگر محققین نے نہ مانا
کہ خلاف متون ہے۔ بحر الرائق و نہر الفائق دونوں میں فرمایا؛

ما قبل من ان الفتوى على الثاني غريب لمخالفة
المتون الموضوعه لبيان الفتوى اهـ۔

جو کہا جاتا ہے کہ فتویٰ ثانی پر ہے یہ غریب ہے کیونکہ یہ
متون کے مخالف ہے جو کہ فتویٰ کو بیان کرنے کے لئے
وضع کئے گئے ہیں (ت)

علامہ شامی نے ردالمحتار میں اسے نقل کر کے مقرر رکھا، کنوئیں سے نجاست نکلے اور وقت وقوع معلوم
ہو تو امام ایک یا تین دن سے تجسس مانتے ہیں اور صاحبین فی الحال صاحب محیط کہ ائمہ ترجیح سے ہیں دربارہ
وضو و غسل و عجن قول امام اور ان کے ماوراء میں قول صاحبین اختیار کرتے اور وہ اور امام زین العابدین الحقائق
شرح کنز الدقائق میں اسی تفصیل کو ہوا الصحیح (یہی صحیح ہے۔ ت) کہتے ہیں اور اسی پر بحر الرائق و
منح الغفار و تنویر الابصار و در مختار میں جزم کیا، با این ہمہ علامہ شامی اسے رد کرتے اور عدم تسلیم کی پہلی وجہ
یہی لکھتے ہیں کہ مخالف لا اطلاق المتون قاطبة (یہ تمام متون کے اطلاق کے مخالف ہے۔ ت) جموی
شرح اشباہ میں ایک مسئلے کی نسبت جس میں روایت ابی یوسف کو حاوی قدسی میں علیہ الفتویٰ اور اشباہ
میں المصحح المعتمد کہا، فرماتے ہیں؛

۲۱۹ / ۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب القسمة	۱ در مختار
۴۶۷ / ۱	مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	فصل الولی و الکفو	۲ جامع الرموز
۱۲۴ / ۳	ایچ ایم سعید پبلی کراچی	باب الاولیاء و الاکفیار	۳ بحر الرائق
۳۱۲ / ۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الولی	ردالمحتار بحوالہ البحر والنہر
۱۴۶ / ۱	" " " " " "	فصل فی البتر	۴ ردالمحتار

حاوی کا صرف یہ دعویٰ کر دینا کہ اسی پر فتویٰ سب سے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی تصحیح مستندہ اور قابل اعتماد ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ تمام متون اور شروح طرفین کے قول پر ہیں، اور تمام متون اس تصحیح کا التزام کیے ہوئے ہیں کہ متون و شروح کے مسائل فتاویٰ کے مسائل پر مقدم ہیں۔ (ت)

مجرد دعویٰ الحاوی ان الفتویٰ علیہ لا یقتضی انہ المصحح المعتمد فی المذہب کیف و اصحاب المتون قاطبة والشروح ماشون علی قولہما (یعنی الطرفین) ومشی اصحاب المتون تصحیح التزامی علی ان مافی المتون والشروح مقدم علی مافی الفتاویٰ۔

سابعاً یہی مذہب امام ہے، اور علماء فرماتے ہیں قول امام ہی پر اعتماد ضرور ہے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں اگرچہ مشائخ کرام مذہب صاحبین کی تصحیح کریں کما یاتی انفا ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ عنقریب آئیگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ت)

امر چہارم میں جس قاعدہ کا ذکر ہوا جب سے مذہب حنفی عالم میں آیا کسی عالم نے دربارہ اختلاف امام و صاحبین اُسے جاری نہ کیا نہ ہرگز تمام دنیا میں کوئی اس کا قائل، بلکہ سلف و خلف کا اجماع کامل اُس کے برخلاف پر گواہ عادل، ہزار ہا مسائل میں صاحبین نے خلاف کیا، پھر شرق و غرب سے کتب فتنہ جمع کر کے دیکھتے قول صاحبین محدود ہی جگہ مفتی بہ ملے گا جہاں اختلاف زمانہ کے سبب تغیر حکم ہوا یا تعامل و دفع عرج کے مثل کوئی ایسی ہی ضرورت پیش آئی، علامہ طحاوی پھر علامہ شامی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں: حاصل المخالفة من الصاحبین فی نحو ثلث المذہب ولكن الاكثر فی الاعتماد علی قول الامام۔

صاحبین کا تقریباً ایک تہائی مذہب میں اختلاف ہے لیکن اکثر اعتماد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک پر ہے۔ (ت)

میں یہاں ائمہ محققین کی بعض عبارات پر اقتصار کرتا ہوں جن سے کاششمس ظاہر کہ سوا موضع معدودہ کے قول امام ہی پر اعتماد لازم، اور اس کے خلاف کثرت رائے، بلکہ فتوئے مشائخ پر بھی التفات نہیں کہ ایک آفتاب لاکھ ستاروں کو چھپا لیتا ہے، اسی سب سے عمدہ خلاصہ سب سے حال کی مستند کتاب "فتاویٰ عالمگیری میں محیط امام شمس الائمہ بخاری سے ہے،

اذا اختلفوا فیما بینہم قال عبد اللہ بن جب احناف کا آپس میں اختلاف ہو تو عبد اللہ بن مبارک

لے غزیمون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام الجمعة ادارة القرآن کراچی ۲۳۸/۲
لے حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار مقدمة الكتاب دار المعرفہ بیروت ۲۸/۱

البارک یؤخذ بقول ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ
لانہ کان من التابعین و نراحمہم فی
الفتویٰ

کے قول کے مطابق امام ابوحنیفہ کا قول قابل عمل ہوتا ہے
کیونکہ وہ تابعی ہیں اور دیگر تابعین کے فتاویٰ کے
مقابل انہوں نے فتاویٰ پیش کئے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے :

یاخذ بقول ابی حنیفہ علی الاطلاق

قاضی مطلقاً امام ابوحنیفہ کے قول کو لے گا۔ (ت)

درمختار کاغذیہ و سرارجیہ سے نقل کرنا گزرا ہوا الاصح (وہی زیادہ صحیح ہے۔ ت) اور یہ بھی کہ القاضی کالمفتی
(قاضی مفتی کی مثل ہے۔ ت) اور یہ بھی کہ نہر الفائق میں اسی کو ضبط کہا، اسی کی کتاب ادب المقال میں تصحیح کی،

کما فی الحاشیة الطحطاویة (جیسا کہ حاشیہ طحطاوی میں ہے۔ ت) اسی پر امام محقق علی الاطلاق نے جزم
فرمایا، اور بعض مشائخ جو کہیں قول صاحبین پر افا کر دیتے ہیں اسے بلاوجہ قوی محض نامقبول ٹھہرایا۔ حاشیہ

شامیہ میں ہے :

ردالمحقق ابن الہمام علی بعض المشائخ
حیث افتوا بقول الامامین بانہ لا یعدل عن
قول الامام الا لضعف دلیلہ

بعض مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا تو محقق

ابن ہمام نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ امام

ابوحنیفہ کے قول سے اعراض نہیں کیا جاسکتا الا یہ کہ

ان کی دلیل کمزور ہو۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے :

قد صحوا ان الافتاء بقول الامام فینتج من
هذا انه یجب علینا الافتاء بقول الامام
وان افتی المشائخ بخلافہ کم نقلہ العلامة
الطحطاوی اول القضاء۔

مشائخ نے تصحیح فرمائی ہے کہ فتویٰ امام صاحب رحمہ اللہ

تعالیٰ کے قول پر ہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم پر

امام کے قول پر فتویٰ دینا واجب ہے اگرچہ مشائخ نے قول امام

کے خلاف فتویٰ دیا ہوا اس کو طحطاوی نے باب قضاء کی

ابتداء میں نقل کیا ہے۔ (ت)

۳۱۲ / ۳	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثالث فی ترتیب الدلائل للعقل بہا	لہ فتاویٰ ہندیہ
۷۲ / ۲	مطبع مجتہائی دہلی	مطلب عن الامام اذا صح الحدیث الخ	۷ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء
۲۶ / ۱	دار احیاء التراث بیروت	کتاب القضاء	۷ ردالمختار
۲۶۹ - ۷۰ / ۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب القضاء	۷ بحر الرائق

فتاویٰ خیریہ کی کتاب الشہادات مسئلہ شہادۃ الاعمیٰ میں ہے :

المقرر ایضا عندنا انه لا یفتی ولا یعمل الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل عنه الی قولہما او قول احدہما او غیرہما الا لضرورة (من ضعف دلیل او تعامل بخلافہ) کمسئلة المزاسعة وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولہما لانه صاحب المذہب والامام المقدمہ

اذ اقلت حذام فصد قوہا فان القول ما قلت حذام

یہ طے شدہ ہے کہ ہمارے ہاں امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر ہی عمل و فتویٰ ہوگا، اور صاحبین یا ان میں سے کسی ایک کے قول یا کسی اور کے قول پر بغیر ضرورت فتویٰ نہ ہوگا (اور ضرورت کی مثال ضعیف دلیل یا عرف و تعامل کا اس کے خلاف ہونا) جیسا کہ مزارعت کا مسئلہ ہے اگرچہ مشائخ تصریح کر چکے ہوں کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ صاحب مذہب ہیں اور سب سے مقدم امام ہیں (شعر کا ترجمہ) جب حذام کچھ کہے تو اس کی تصدیق کرو، کیونکہ بات وہی ہے جو حذام کہتی ہے۔ (ت)

بعینہ اسی طرح بحر الرائق کی کتاب الصلوٰۃ بحث اوقات میں تصریح فرمائی اور اس سے ردالمحتار و حاشیہ طحاویہ میں نقل کر کے مقرر رکھا، امام المحققین شیخ الاسلام برہان الدین صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں،

الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفۃ علی کل حال

میرے نزدیک ہر حال میں امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دینا واجب ہے۔ (ت)

مسئلہ وقتِ عشا میں جو قول صاحبین کو درمیں مفتی بہ بتایا علامہ نوح آفندی نے اس پر فرمایا :

لا یجوز الاعتماد علیہ لانه لا یرجع قولہما علی قولہ الا بموجب من ضعف دلیل او ضرورة او تعامل او اختلاف زمان ولم یوجد شیء من ذلك فالعمل علی قولہ ۳ھ نقلہما

اس پر اعتماد درست نہیں کیونکہ امام صاحب کے مقابلہ میں صاحبین کے قول کو ترجیح نہیں ہو سکتی مگر جب کوئی سبب ہو مثلاً دلیل کا ضعف، ضرورت، تعامل یا اختلاف زمان میں سے کوئی چیز ہو، اور جبکہ ان میں سے کچھ بھی نہیں تو امام کے قول پر عمل ہوگا

۱۰ فتاویٰ خیریہ کتاب الشہادات

دارالمعرفۃ بیروت

۳۳/۲

۱۱ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار

کتاب الصلوٰۃ

دارالمعرفۃ بیروت

۱۴۵/۱

علامہ طحاوی نے ان دونوں عبارتوں کو اوقاتِ صلوة

العلامة الطحاوی فی بحث اوقات الصلوة -

کی بحث میں ذکر کیا ہے (ت)

پھر یہ ضعیف دلیل جسے علماء بیح عدول فرماتے ہیں اس کے معنی بھی سمجھ لیجئے یہ وہ ہے کہ اعظم ائمہ مجتہدان فتویٰ اُس کے ضعف پر تفسیر کریں نہ وہ جسے من و تو اپنے اذہان قاصرہ سے ضعیف سمجھ لیں کہ اول تو یہ دلائل جو مصنفین لکھتے ہیں

کیا معلوم کہ امام کی نظر انھیں پڑھی اور ہو بھی تو ہم کیا اور ہمارا ضعیف سمجھنا کیا ہے

گدائے خاک نشین تو حافظا مخروش

نظام مملکت خویش خسرواں دانند

(اے حافظ! گدائے خاک نشین کو مت چھیڑ کہ ملک کے نظام کو چلانا خود بادشاہ ہی جانتا ہے)

علامہ طحاوی فرماتے ہیں:

کبھی امام کی دلیل کی قوت ظاہر ہوتی ہے جس کا ادراک

کر لیا جاتا ہے اور واقع میں اس کے خلاف ہوتا ہے، یا یہ ہوتا

ہے یہ کچھ دلیل سمجھے حالانکہ صاحبِ مذہب (امام

صاحب) کی دلیل کچھ اور ہے جس پر اطلاع نہ ہوئی انتہی (ت)

اب مجھے اس تحقیقِ ایتق کے بعد اصلاً ضرورت نہ رہی کہ امرِ پیغم کی طرف توجہ کروں، میرا یہی کلام ہرگز نہ دلائل

کے جواب میں بس ہے معہذا جو کچھ اُس میں بیان ہوا اُسی دلیل سے ماخوذ ہے جو ہدایہ و شرح وقایہ و کافی و اختیار

و مستخلص وغیرہ میں مذہبِ صاحبین پر ظاہر کی گئی اور اُس کے ساتھ ہی انھیں کتابوں میں اُس کا نفیس جواب

بھی دے دیا جہاں تک میری نظر ہے کوئی کتاب مستند ایسی نہ ملے گی جس میں یہ تقریر مسطور اور اُس کا جواب

نہ مذکور ہو میں یہاں صرف درمختار کے وہ مختصر لفظ جو انھوں نے امام صدر الشریعہ وغیرہ سے اخذ کر کے لکھے نقل

کرنا کافی سمجھتا ہوں دلیل امام میں فرماتے ہیں:

کل وطأة معقود علیہا فتسلیم البعض

لا یوجب تسلیم الباقی

ہر طلی مہر کا بدل ہے تو بعض مہر کا سونپنا باقی کے سونپنے

کا موجب نہیں بنتا ہے۔ (ت)

اس مرامِ نفیس کی توضیح و تلخیص یہ ہے کہ بیع عین پر وارد ہوتی ہے وہ ایک بار سپرد ہو کر کیا باقی ہے

۱۔ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار
۲۔ درمختار
کتاب القضاء
باب المہر
مطبع دار المعرفۃ بیروت ۱۷۶/۳
مطبع مجتہبائی دہلی ۲۰۲/۱

کہ جو بیس ہو بخلاف نکاح کہ عورت کے گوشت پوست پر وار نہیں منافع بیع پر ہے اور اگر بیس نہ ہو تو بیس کی بیس کی کل کی تسلیم نہیں، نہ بعض پر رضا سے کل پر رضا لازم، و بعبارة اُخریٰ شرعاً نے حق بیس دیا ہے نہ اختیار استرداد، اور بیع میں تجدید منع بشکل استرداد ہی معقول اور نکاح میں منفعت ماخوذہ کی واپسی ممکن نہ ہوگا مگر بیس منفعت آئندہ، و لہذا اگر بیع میں بھی چند چیزیں ایک عقد میں بیچیں اور بعض خوشی دے دیں بعض باقی کو روک سکتا ہے جب تک تمام ثمن وصول نہ ہو کہ یہاں بھی بوجہ تعدد اقباض بعض اقباض کل نہیں، کفایہ میں ہے،

لو سلو البائع بعض المبيع الى المشتري لا يسقط
حقه في حبس ما بقى منه۔
اگر بائع مشتری کو کچھ بیع سوئپ دے تو باقی کو روک
رکنے کا حق اس سے ساقط نہیں ہوگا۔ (ت)

پس فرق واضح ہو گیا اور استدلال ساقط، میں یہاں تطویل کلام نہیں چاہتا کہ یہ امر تو علما پہلے ہی طے فرما چکے مگر شاید اتنا کہنا بیکار نہ ہو کہ خود امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ بیع و نکاح کے اس مسئلے میں زمین و آسمان کا فرق رکھتے ہیں یہاں تک کہ ان کے نزدیک مہر موجدل کے لئے بھی عورت کو حق منع حاصل، اور ثمن موجدل ہو تو استحقاق حبس بالاجماع زائل، وہ فرماتے ہیں حق بیس بیع میں اصل عقد کا مقتضی نہیں اور نکاح میں بحالت اطلاق نفس عقد کا مقتضی ہے، و لہذا شوہر پر تقدیم تسلیم مطلقاً لازم اگرچہ مہر اشیائے متعینہ سے ہو جیسے عبد یا دار یا ثوب، اور بیع میں مشتری پر تقدیم اسی حالت میں ضرور کہ بیع عین ہو اور ثمن دین، جیسے درہم و دینار، امام سفینا قی نہایہ میں کہ ہدایہ کی پہلی شرح ہے تقریر مذہب ابی یوسف میں فرماتے ہیں،

قال ان موجب النكاح عند الاطلاق تسليم
المهر عينا كان او دينا فحين قبل الزوج
الاجل مع علمه بموجب العقد فقد رضی
بتأخير حقه الى ان يوفى المهر بعد
حلول الاجل و به فارق البيع
لان تسليم الثمن اولا ليس من
موجبات البيع لامحالة الاترى
ان البيع لو كان مقايضة لا تجب تسليم احد

انہوں نے کہا کہ نکاح کا موجب مطلقاً مہر کا ادا کرنا ہے
خواہ نقد ہو یا دین ہو، تو جب خاوند نے مہر کے لئے
مدت مقررہ قبول کر لی جبکہ وہ نکاح کے موجب کو جانتا ہو
تو گویا اس نے مدت مقررہ گزرنے تک اپنے حق کو مؤخر
کرنا تسلیم کر لیا، اسی نکتہ کی بنا پر نکاح اور بیع میں
فرق واضح ہو گیا، کیونکہ بیع میں اولاً ثمن کی ادائیگی اس
کا موجب لازمی نہیں ہے، آپ جانتے ہیں کہ بیع
مقايضہ (سامان کا سامان سے سودا) میں کسی بدل کا

لہ کفایہ مع فتح القدير

باب المهر

مکتبہ نوریہ رضویہ کھر

۲۵۰/۳

البدلين اولا فلو يكن المشتري راضيا بتاخير
حقه في البيع الى ان يوفي الثمن وجعل الفتوى
على قول ابي يوسف له

بھی ادا کرنا ابتداءً ضروری نہیں، لہذا بیع میں ثمن کی
ادا کی تک مشتری بیع کی تاخیر پر راضی نہ ہوا اور
فتویٰ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے۔ (ت)

اسی طرح فتح القدر وغیرہ شروح ہدایہ میں ہے پھر باوجود اس قدر تفرقوں کے کیونکہ مانا جائے کہ نکاح میں یہ
حکم محض مشابہت بیع ہی پر مبنی ہے کہ اس کے احکام سے کہیں تفاوت نہ کر سکے، یہ مسئلہ ایک مبسوط رسالے
کے قابل تھا،

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس میں اہل فہم کے لئے کفایت
ہے، اللہ تعالیٰ ہی ہدایت کا مالک اور اسی سے
ابتداء اور انتہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

وفيما ذكرنا كفاية لاهل الدراية والله ولي
الهداية منه البداية واليه النهاية - والله
تعالى اعلم-

مسئلہ از سہسوان ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ سے صرف نکاح کر کے چلا گیا رخصت نہ ہوئی،
نہ ایک نے دوسرے کی صورت دیکھی، دوسرے بعد ہندہ نے اس پر نالش کی رخصت کرائے یا طلاق دے۔
وہ کچھری میں آیا اور حاکم کے سامنے طلاق نامہ لکھ دیا، پدر ہندہ نے کل مہر ہندہ بے اجازت ہندہ معاف کر دیا،
ہندہ اس معافی کو نا منظور کرتی اور اپنا نصف مہر مانگتی ہے، اس صورت میں ہندہ پر عدت لازم ہے یا
نہیں؟ اور اس کا دعویٰ مہر صحیح ہے یا نہیں؟ اور باپ کے معاف کئے سے مہر معاف ہو گیا یا نہیں؟
بینوا تو جروا۔

الجواب

باپ کو کسی طرح اپنی بیٹی کے مہر معاف کر دینے کا اختیار نہیں، نہ ہرگز اس کے معاف کئے معاف ہو سکے
ان بنت ان كانت بالغة فلا ولاية للاب
عليها اصلا وان كانت صغيرة فالولاية للنظر
ولا نظر فيما تحض للضرر وكتب المذهب طائفة
بهذا۔

اگر بیٹی بالغ ہو تو باپ کو اس پر بالکل ولایت نہیں اور
اگر نابالغ ہو تو پھر باپ کی ولایت شفقت پر مبنی
ہے تو جو چیز محض ضرر ہو وہ شفقت نہیں ہو سکتی
مذہب کی کتب اس بیان میں بھر پور ہیں۔ (ت)

پس اگر زید نے بلا شرط مسافہ ہر طلاق دی تھی تو بیگ ہندہ پر طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔
 زید کے نکاح سے نکل گئی اور از انجا کہ ہندہ خلوت نہ ہوئی تھی مدت کی بھی حاجت نہیں،
 فی مجمع الانہر طلق غیر المدخول بہا بانت
 لا الی عدۃ احد ملتقطا۔
 مجمع الانہر میں ہے غیر مدخول بہا کو طلاق دی تو ہندہ
 بانہ ہو جائے گی اور عدت نہ ہوگی اور ملتقطا (ت)

اور اسی لئے نصف مہر ہندہ زید پر واجب الادا جس کے دعویٰ کا اسے ہر وقت اختیار،
 اذلا حالۃ تنتظر بعد الافتراق بموت کھوت یا طلاق کی وجہ سے افتراق کے بعد کوئی حالت
 اوطلاق۔ قابل انتظار نہیں۔ (ت)

اور اگر اس نے یوں کہا کہ میں نے ہندہ کو اس شرط پر طلاق دی کہ مجھے مہر معاف ہو جائے تو صورتِ مسئلہ میں
 نہ مہر معاف ہو نہ طلاق پڑی اذافات الشرط فات المشروط (جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت
 ہو جاتا ہے۔ ت) اس تقدیر پر دعویٰ مہر میں وہی حکم ہوگا جو عدت کو بحالتِ زوجیت دیا جاتا ہے کہ مہر معجل ہو تو
 فی الفور لے سکتی ہے اور کچھ وعدہ مقرر ہوا ہو تو میعاد معلوم تک نہیں مانگ سکتی اور کچھ نہ ٹھہرا ہو تو اس شہر
 کے رواج پر چھوڑیں گے یعنی ایسی حالت میں جو وہاں کا عرف ہو اسی پر عمل ہے،

فی النقایۃ المعجل والمؤجل ان بینا نقایہ میں ہے کہ اگر مہر معجل یا مؤجل بیان کر دئے تو
 فذاک والا فالمتعارف لکے واللہ تعالیٰ اعلم بہتر ورنہ جو عرف میں ہو وہ ٹھہریا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ از سہسوان مرسلہ حافظ علی محمد صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح اُس کی رضاعی بہن کے
 ساتھ بوجہ لاعلیت کے ہوا اور وہ اس کے تصرف میں بھی رہی، تو اس صورت میں زید پر دین مہر واجب الابد
 ہے یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مسئلہ میں پورا مہر مثل واجب ہے اگرچہ مہر مسمی سے زائد ہو، رد المحتار و طحاوی علی الدر المختار
 میں زیر قول شارح و یجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطء ولو یزد علی المسمی لرضایاها بالخط
 (نکاح فاسد میں وطی کر لینے سے مہر مثل واجب ہوتا ہے اور وہ مقررہ سے زائد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ ساقط

لے مجمع الانہر شرح طبعی الابکر فصل فی طلاق غیر المدخول بہا دار ایچار التراث العربی بیروت ۴۰۰/۱
 لے مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدیۃ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

راضی تھی۔ ت) فرمایا:

وفي الخانية لو تزوج محرمة لاحد عليه
بند الامام وعليه مهر مثلها بالغاما بلغ اه
نهی مستثناة الا ان يقال ان نكاح المحاسم
باطل لا فاسد الخ ای فلا استثناء۔

خانیہ میں ہے کہ اگر کسی نے محرم عورت سے نکاح کیا
تو امام صاحب کے ہاں اس پر حد نہیں، ہاں اس
عورت کا مهر مثل جتنا بھی گراں ہو خاوند پر لازم ہو گا اھ تو یہ
صورتیں مستثنیٰ ہیں، ہاں یوں کہا جاسکتا ہے کہ محاسم
سے نکاح فاسد نہیں بلکہ ابتداء ہی باطل ہے الخ تو استثناء نہ ہوا۔ (ت)

خانیہ میں اس کی امثلہ میں فرمایا:

تحوالام والبنت والاخت والعمة والخالة
او تزوج بامرأة ابيه وابنته الخ فذكر محرمات
الصهر ايضا فادشمل محرمات الرضاع
بالاولى وقال في رد المحتار تحت قوله شبهة
العقد كوطء محرمة نكحها مانصه اطلاق في
المحرم فمثل المحرم نسبا ورضاعا و
صهرية۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جیسے ماں، بیٹی، بہن، چھوچی، خالہ، یا باپ کی بیوی،
یا بیٹی کی بیوی الخ تو اس میں انھوں نے سسرالی
رشتے بھی ذکر کئے، تو اس سے رضاعی محرمات کا شامل
ہونا بطریقہ اولیٰ واضح ہو گیا۔ رد المحتار میں شبہہ عقد
کی مثال لکھی ہے جیسے محرم عورت سے نکاح کر کے
وطی کر لی ہو، اس عبارت میں انھوں نے محرمات نسبیہ،
رضاعیہ، صہریہ سب کو شامل کیا ہے (ت) واللہ
تعالیٰ اعلم

مشکلہ از ماہرہ مطہرہ باع پنجتہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم میاں صاحب یکم ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ
چہرے فرمایند علمائے دین اندرین مسئلہ کہ تعداد مہر
شرع محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چہ مقدار است؟
بینوا تو جروا۔
کیا ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب

مہر اور شرع مطہرہ جانب کمی حد سے معین است
شرعیہ پاک میں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم مقرر ہے

- ۱۔ رد المحتار باب المہر مطلب فی نكاح الفاسد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۵۱/۲
۲۔ فتاویٰ قاضی خاں باب فی ذکر مسائل المہر نو لکشور لکھنؤ ۱۷۵/۱
۳۔ رد المحتار کتاب الحدود مطلب فی بیان شبہة العقد دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵۳/۳

یعنی وہ درہم اما جانب زیادت بیع تحدید نیست
 ہرچہ کہ بستہ شود ہماں قدر بحکم شرع محمدی لازم آید
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ و بارک
 وسلم، قال اللہ تعالیٰ و اتیمہ احد کھن
 قنطاراً، پس تعیین نتوان کرد کہ ہمیں قدر مقدار
 مہر شرعی است نہ غیر او آرے این لفظ در بسیار
 از عوام اہل حرفہ این بلاد شائع و ذائع است
 مانا کہ اورا مقابل رسم شرفا و متمولان ہند نہادہ باشند
 آناں در مہور مغالات و افراط را از حد گذرانیدہ
 برگردن کم مایہ پنجہ پنجاہ ہزار و صد ہزار و ازاں ہم
 فروں تہ بار می نہادند ایناں بتقلیل گرا تیدہ مہر
 کمی سہل الحصول می بستند و این را بمقاصد شرع
 مطہر نزدیک تر دانستہ مہر شرع محمدی می گفتند
 تا رفتہ رفتہ تسمیہ و تعیین از میان برخاست و
 در بسیارے از عقود ایشاں ہمیں لفظ بزبانہا
 ماند اگر پرسی چہ قدر مہر بستہ شد گویند شرع محمدی
 و گریح و چوں این لفظ اصطلاح خاص ایشاں
 ست واجب ست در فہم مرادش رجوع
 ہم ایشاں کردن فانہ یجب ان
 یحمل کلام کل عاقد و خالف
 و موصل و واقف علی عرفہ کما
 فی رد المحتار و غیریہ

لیکن زیادہ سے زیادہ مقدار مقرر نہیں بلکہ جتنی چاہے
 کر دیا جائے وہ شریعت محمدی میں لازم ہوگا صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔ اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا ہے، اور تم ان عورتوں میں سے بعض کو بہت
 زیادہ مال دیتے ہو اس لئے کوئی تعیین نہیں کی جاسکتی
 کہ یہ مقدار شرعی ہے اور یہ نہیں ہے، ہاں شرعی مہر کا لفظ
 اس علاقے کے اہل ہنر لوگوں میں مشہور ہے تاکہ اس کو
 بڑے مالدار لوگوں اور معزز خاندانوں کی رسم کے برابر رکھا جاسکے ہاں
 بہت بھاری مہر مقرر کرتے تھے اور وہ اس حد تک
 بڑھ گئے کہ ولی اپنے سے کم مایہ لوگوں کی گردن پر بھی پچاس ہزار
 پچپن ہزار اور لاکھ اور اس سے بھی زیادہ بوجھ ڈالتے
 ہیں، تو اہل ہنر نے مہر کا بوجھ کم کرنے کے لئے اور سہل
 الحصول بنانے کے لئے اس کو شرعی مہر کا نام دیا اور
 سہل اور معتدل کام کو شریعت کے قریب خیال کر کے
 اس کو شرعی مہر کہنا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ یہ
 نام مشہور ہو گیا اور اکثر طور پر نکاح میں جب پوچھا
 جائے کہ کتنا مہر ہے تو جواب میں شرعی کہہ دیتے ہیں
 جب یہ لفظ خاص لوگوں کی اصطلاح بن گیا تو اب
 لازماً اس کی مراد یا مقدار کا تعیین معلوم کرنے کیلئے
 ان کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوا کیونکہ عقد، قسم، وصیت
 اور وقف کرنے والے لوگوں کے کلام کو ان کے عرف
 و محمول کرنا ہوتا ہے جیسا کہ رد المحتار وغیرہ میں ہے،

لہ القرآن الکریم ۲۰/۴

۲ رد المحتار باب التعلیق ۲/۴۹۹، باب الایلاء ۲/۵۵۳، کتاب البیوع ۴/۱۴ دار احیاء التراث العربی بیروت

لہذا اس لفظ کو استعمال کرنے والے لوگوں سے معلوم کیا جائے، اگر اس سے ان کا مقصد مہر کی کم از کم مقدار ہے تو دس درہم مراد ہوں گے اور اگر کسی قوم کا مقصد حضرت بتول زہرا جناب عزت مآب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر ہے تو یہ چار سو مثقال چاندی مراد ہوگی جو آج کل کے سکہ کے حساب سے ایک سو ساٹھ روپے ہوں گے، اور اگر اس لفظ کو استعمال کرنے والے کچھ لوگ خالی ذہن ہیں اور کوئی مراد معین نہیں دے سکتے ہیں تو یہ لفظ لاتے ہیں اس کے مفہوم و مراد کو نہیں جانتے، میرے خیال میں اکثریت ایسی ہی ہے جو ایسی صورت میں نکاح ہو تو مہر مثل لازم ہوگا اس لئے کہ وہی اصل اور معتدل ہے اس سے عدول جائز نہیں ہے جب تک مقرر شدہ ہونا معلوم نہ ہو اور مقرر شدہ یہاں مفقود ہے کیونکہ مجہول ہے تو لازمی طور پر اصل کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو کہ مہر مثل ہے۔ ہدایہ وغیرہ جو احکام کی علت کو بیان کرنے والی کتب ہیں انکی طرف رجوع کرو۔ (د) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر معربا بیان تعجیل و تاخیر سے قبل از موت و طلاق واجب الادا فی الحال ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئلہ میں نہ عموماً و جب ادائیگی الحال ہے نہ کلیتہً عدم بلکہ مدار عرف و عادت پر ہے، اگر عرف یہ ہے کہ قبل از موت و طلاق ادا کر دیتے ہیں تو فی الحال ادا لازم ہے ورنہ نہیں،

فی مختصر الوقایۃ والمعجل والمؤجل ان بینا واکالہ المتعارف فی شرحہا
لے مختصر الوقایۃ کتاب النکاح

نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

والمختار هذا فان المتأخرين اختاروه هذا
بناءً على التعارف به والله اعلم بالصواب
وعنده تعالى ام الكتاب -

یہ مختار ہے کیونکہ متاخرین نے مہر کو صرف پر مبنی قرار
دیا ہے۔ (ت) واللہ اعلم بالصواب وعنده تعالیٰ
ام الكتاب۔

مسئلہ از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

چہ فرمایند علمائے شریعت پناہ درین مسئلہ
کہ اگر زن فاسقہ گردد و مرد بوجہ فسق او طلاقش دهد
مہر ساقط شود یا نہ و بچہ کار تمام مہر عورت دُور میشود
و بچہ کار نصف مے ماند۔ بنو ابی اناسافیا اجرم اللہ
تعالیٰ اجرا و افیا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس مسئلہ میں کہ اگر
بیوی کو فاسقہ ہو جانے کی وجہ سے مرد نے طلاق
دے دی ہو تو کیا اس کا مہر ساقط ہو جائے گا یا
نہیں اور کس وجہ سے پورا مہر ختم ہو جاتا ہے اور کس
وجہ سے نصف مہر جاتا ہے، مکمل بیان فرمائیں
اللہ تعالیٰ آپ کو پورا اجر عطا فرمائے۔ (ت)

الجواب

مہر بنفس عقد زن و ثوتی واجب شود و بوطی یا خلوت صحیحہ
یا موت احد الزوجین تاکد و تقریر یا بد کہ بعد وقوع یکے
ازینہا بیح و جب پارہ ازاں بے ادایا برابر ساقط
نرگردد اگرچہ زن معاذ اللہ فسق و فجور و زنی عیاذ باللہ
مرتدہ شود فی الدر المختار یتاکد عند
وطء او خلوة صحت او موت احد ہما و فی
رد المحتار افاد ان المہر و جب
بنفس العقد کن مع احتمال
سقوطہ بردتھا او تقبیلھا ابنہ او
تنصفہ بطلاقھا قبل الدخول
وانما یتاکد لزوم تمامہ بالسوطی

مہر محض نکاح لازم ہو جاتا ہے اور وطی یا خلوت صحیحہ
یا فریقین میں سے کسی کے فوت ہو جانے سے مہر
پکا ہو جاتا ہے اور مذکورہ امور کے بعد مہر میں سے
کوئی حصہ بغیر ادائیگی یا بغیر معاف کئے ساقط نہ ہوگا
اگرچہ بیوی فاسقہ فاجرہ یا معاذ اللہ مرتدہ بن جائے،
در مختار میں ہے: وطی یا خلوت صحیحہ یا زوجین میں سے
کسی کے فوت ہو جانے پر مہر پکا ہو جاتا ہے، اور
رد المحتار میں ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ مہر محض نکاح
سے واجب ہو جاتا ہے لیکن مرتدہ ہو جانے یا خاوند
کے بیٹے کو بوس و کنار کرنے سے ساقط ہو جانے کا
احتمال باقی رہتا ہے یا دخول سے قبل طلاق ہو جانے کی

لہ شرح الوقایہ

باب المہر

مطبع مجتہبی دہلی

۲۷/۲

لہ در مختار

۱۹۷/۱

” ” ”

ونحوہ (الی قولہ) قال فی البدائع واذا تاکد
المهر بما ذکر لا یسقط بعد ذلك
وان كانت الفرقة من قبلها لان
البدل بعد تاکده لا یحتمل
السقوط الا بالابراء كالثلثین اذا
تأكد بقبض المبیع له
آرے اگر پیش از وقوع چیزے از موکدات
ثلثہ مذکور زن معاذ اللہ ارتداد کند یا با پدر
یا پسر شوہر یعنی اصل یا فرعش زنا نماید یا بشہوت
پدر یا پسر شوہرے را بوسہ دید یا دست
بذکر آناں رساند یا ذکر شاں را بشہوت نظر کند یا
ضرة صغیرہ خود را شیر دید یا احد الزوجین بخیار بلوغ
فسخ نکاح اختیار کند یا در عقد فاسد پیش از وطی حقیقی
متارکہ شود دریں صورت ہمہ مهر ساقط گردد و اگر شوہرے
معاذ اللہ مرتد شود یا با مادر یا دختر زن یعنی اصل یا
فرعش زنا کند یا بشہوت مادر یا دختر زن را بوسہ
چیند یا مساس کند یا در بر کشد یا فرج اندرونی
آنها بیند در صورت ہمہ سقوط پذیرد و غیرہ این صورت
صورتہائے دیگر نیز ہست کہ اگر در جملہ آنها بتفصیل
کلام و تحقیق احکام و تنقیح مرام پر دازیم رسالہ مستقلہ
مے باید نوشت فی الدر المختار
یجب نصفہ بطلاق قبل وطء
او خلوة فی رد المحتار لوقال بكل فرقة

بنا پر نصف مہر کا احتمال ہو سکتا ہے اور وطی وغیرہ سے پورا مہر چکا
ہو جاتا ہے، یہ بیان انھوں نے یہاں تک فرمایا کہ
بدائع میں فرمایا کہ جب مہر مذکور چکا ہو جائے تو اس کے بعد
ساقط نہ ہوگا اگرچہ بیوی کی طرف سے فرقت ہو، کیونکہ
بدل (وطی) حاصل ہو جانے کے بعد اس کا بدل (مہر)
ساقط ہونے کا احتمال نہ رکھے گا مگر جب عورت معاہدے
جیسا کہ بیع میں بیعہ پر قبضہ سے ثمن لازم ہو جاتا ہے اھ
ہاں اگر مہر کو چکا کرنے والی مذکورہ تین چیزوں سے قبل عورت
معاذ اللہ مرتد ہو جائے یا خاوند کے باپ یا بیٹے سے
یعنی اس کے اصول و فروع میں سے کسی کے ساتھ
زنا کیا یا ان میں کسی کا شہوت سے بوسہ لیا یا دیا یا ان کی
شرمگاہ کو چھو لیا یا ان کی شرمگاہ کو شہوت کے ساتھ
دیکھا، یا اپنی شیر خوار سوتن کو دودھ پلایا، یا زوجین
میں سے کسی کو خیار بلوغ تھا تو اس اختیار سے نکاح
فسخ کر دیا، یا نکاح فاسد تھا تو حقیقی وطی سے قبل
متارکہ ہو گیا، تو ان تمام صورتوں میں پورا مہر ساقط
ہو جائے گا، اور اگر خاوند معاذ اللہ مرتد ہو گیا یا اس
نے بیوی کی اصل یا فرع یعنی ماں یا بیٹی کو شہوت سے
چھو لیا یا ان سے زنا کر لیا یا بوسہ و کنار کر لیا یا دبوچ
لایا یا انکی اندرونی فرج کو دیکھ لیا تو ان تمام صورتوں میں نصف مہر ساقط ہو جائے گا
ان مذکورہ صورتوں کے علاوہ اور بھی ایسے امور ہیں جن سے
مہر کل یا نصف ساقط ہو جاتا ہے، اگر ان تمام
امور کی تفصیل اور ان کے احکام کی تحقیق اور مقاصد کی

۳۳۰/۲

۱۹۷/۱

دار احیاء التراث العربی بیروت
مطبع مجتہبائی دہلی

باب المہر

رد المحتار

کے در مختار

من قبله لشميل مثل مردته و نرناہ و تقبيله
 و معانفتہ لامرأتہ و بنتہا
 قبل الخلوۃ قہستانی عن
 النظم ۱۷ و فیہ عن البحر
 عن القنیۃ طلقہا قبل الدخول
 او جاءت الفرقة من قبلہا
 يعود نصف المہر ف الاول و الكل
 فی الثانی الم ملك
 الزوج الخ و فی التنویر للموطوءۃ
 كل مہرہا و لغيرہا نصفہ
 لو ارتد و لا شیء لو ارتدت ۱۷
 و فی الدر المختار لو ارضعت
 الكبيرة ضررتہا الصغيرة حرمتا
 و لا مہر للكبيرة ان لم توطأ
 لمجئ الفرقۃ منہا و
 للصغيرة نصفہ لعدم
 الدخول ۱۸ ملخصا، و فی رد المحتار
 فی النکاح الفاسد بعدم
 الشہود مثلا، مہر المثل
 ان یکن دخل اما

تنقیح کی جائے تو اس سے ایک مستعمل کتاب ہی چاہئے۔
 در مختار میں ہے کہ دخول سے قبل یا غلط سے قبل طلاق
 دینے سے نصف مہر واجب ہوگا۔ اور رد المحتار میں
 کہا کہ اگر مصنف، طلاق کی بجائے، خاوند کی طرف سے
 فرقت کہہ دیتے تو اس میں خاوند کا مرتد ہونا، نرناہ،
 بوس و کنار، بیوی کی ماں یا بیٹی سے معانفتہ، قبل از
 خلوت تمام کو شامل ہو جاتا یہ قہستانی نے نظم سے
 نقل کیا ہے، ۱۷ اور اس میں بجز اس نے قنیہ سے نقل
 کیا ہے کہ اگر خاوند نے قبل از دخول طلاق دی تو نصف
 مہر، اور اگر عورت کی طرف سے فرقت کی وجہ
 پائی جائے تو پورا مہر خاوند کی ملکیت میں آجائے گا الخ،
 تنویر الابصار میں ہے: و طی سے پورا اور بغیر و طی نصف
 مہر دینا ہوگا اگر خاوند مرتد ہو جائے، اور اگر و طی سے قبل
 عورت مرتد ہو جائے تو اس کو کچھ مہر نہ ملے گا ۱۸،
 در مختار میں ہے: اگر بڑی بیوی نے شیر خوار سوکن کو
 دودھ پلایا تو دونوں حرام ہو جائیں گی، اور بڑی سے اگر
 و طی نہ ہوئی تو اس کا پورا مہر ساقط ہو جائے گا کیونکہ
 فرقت کی وجہ اس نے پیدا کی ہے اور چھوٹی کو نصف
 مہر ملے گا کیونکہ اس سے دخول نہیں کیا گیا، ملخصا۔
 رد المحتار میں ہے: نکاح فاسد مثلا بغیر گواہوں کے نکاح

۳۳۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب المہر	رد المحتار
۳۳۲/۲	"	"	"
۲۱۰/۱	مطبع مجتہبی دہلی	باب نکاح الکافر	در مختار شرح تنویر الابصار
۲۱۳/۱	"	باب الرضاع	"

اذا لم يدخل لا يجب شي له ملتقطا
 وفي الدر المختار لصغير وصغيرة
 خيار الفسخ بالبلوغ بشرط القضاء
 للفسخ فيتوارثان فيه ويلزم كل
 المهر الخ وفي الشامية قوله ويلزم كل
 المهر لآت المهر كما يلزم جميعه
 بالدخول ولو حكما كالخوة الصحيحة
 كذلك يلزم بموت احدهما قبل
 الدخول اما بدون ذلك فيسقط ولو
 الخيار منه لان الفرقه بالخيار
 فسخ للعقد والعقد اذا انفسخ
 يجعل كانه لم يكن كما في
 النهج اه هذا واعلم ان من
 العلماء من قرره ضابطة وهي
 ان كل فرقة جاءت من قبل الزوج
 قبل الدخول فانها تنصف المهر
 وكل فرقة اتت من قبلها تسقط و
 هو الذي يبتني عليه ما ذكر الشامي عن
 القهستاني عن النظم ومنهم من
 استثنى منها خيار البلوغ لها مرانه وان
 كان منه لا ينصف بل يسقط

اگر دخول کیا گیا ہو تو مہر مثل لازم ہوگا اور دخول نہ کیا ہو تو
 کوئی مہر نہ ہوگا اہ ملتقطاً، در مختار میں ہے: بالغ لڑکے
 یا لڑکی کو خيار فسخ بالبلوغ ہو تو یہ فسخ قاضی کی قضاء کی شرط
 سے مؤثر ہوگا (پھر اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی فسخ
 سے قبل فوت ہو گیا) تو ایک دوسرے کے وارث
 ہوں گے اور پورا مہر بھی لازم ہوگا الخ، شامی میں ہے
 کہ مصنف کا قول کہ کل مہر لازم ہوگا اس لئے کہ کل مہر دخول
 حقیقی یا حکمی مثلاً خلوت صحیحہ کے ساتھ لازم ہو جاتا ہے
 یونہی دخول سے قبل کسی کے مرجانے سے کل مہر لازم
 ہوتا ہے اور اس دخول یا موت کے بغیر مہر ساقط
 ہو جائے گا اگرچہ یہ فرقت لڑکے کے خيار بلوغ کی وجہ سے
 ہو کیونکہ فرقت خيار کی وجہ سے نکاح فسخ ہوتا ہے اور جب نکاح
 فسخ ہو تو کالعدم ہو جاتا ہے جیسا کہ نہر میں ہے۔ اس کو
 محفوظ کر لو۔ واضح رہے کہ بعض علماء نے اس مسئلہ
 میں ضابطہ بنایا کہ اگر دخول سے قبل فرقت کی وجہ سے
 کی طرف سے ہو تو پورا مہر ساقط ہوگا اور خاوند کی
 طرف سے ہو تو مہر نصف ہوگا۔ اسی ضابطہ کی بنا پر
 علامہ شامی نے نظم سے منقول علامہ قہستانی کا قول
 بیان کیا ہے، اور بعض نے اس ضابطہ سے لڑکے
 کے خيار بلوغ کی صورت کو مستثنیٰ قرار دیا کہ اگر یہ خيار بلوغ
 لڑکے کی طرف سے ہو تو نصف مہر نہ ہوگا بلکہ ساقط

۳۵۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب المہر	۱۔ ردالمحتار
۱۹۲-۹۳/۱	مطبع مجتہبی دہلی	باب الوالی	۲۔ در مختار
۳۰۱/۲	" " "	"	۳۔ ردالمحتار

وهو الذي اختاره في الدر المختار ولكن
 ردها في الذخيرة بما اذا ملك الزوجة
 قبل الدخول بشراء مثلاً حيث يفسخ
 النكاح ويسقط المهر كله مع انها فرقة
 جاءت من قبله، وحقق الضابطة بان كل
 فرقة جاءت من قبله وهي طلاق فانها
 تنصف وكل ما جاءت وهي فسخ فانها
 تسقط وردة في البحر بردة الزوج حيث
 تنصف كما علمت مع انها فسخ جاء من
 قبله ثم قال فالحق ان لا يجعل لهذه
 المسألة ضابط بل يحكم في كل فرد بما افاده
 الدليل اه هذا هو الذي حمل العبد
 الضعيف على الاقتصار على ذكر بعض الصور و
 عدم التعرض لضابط - والله سبحانه و
 تعالى اعلم وعلمه جل مجدده اتم واحكم -

ہوگا، اسی کو درختار میں اختیار کیا، لیکن ذمہ میں اس کو
 رد کیا ہے مثلاً اگر کسی نے (نونڈی، بیوی کو دخول سے
 قبل خرید لیا اور اس کا مالک بن گیا تو یہ نکاح فسخ
 ہو گیا اور پورا مہر ساقط ہوا، حالانکہ وجہ فرقت خاوند
 کی طرف سے ہے، اس کے بعد انہوں نے نیا ضابطہ
 یہ بتایا کہ اگر خاوند کی طرف سے فرقت کی وجہ ہو
 اور وہ وجہ طلاق بنے تو مہر نصف ہو گا اور جو فرقت
 فسخ بنے تو مہر ساقط ہو جائے گا، پھر اس ضابطہ
 کو بحر میں رد کیا کہ جب خاوند مرتد ہو جائے تو قبل دخول
 مہر نصف ہو گا حالانکہ یہ فرقت مڑ کی طرف سے فسخ ہے طلاق نہیں ہے
 جیسا کہ تمہیں معلوم ہے، پھر بحر نے کہا کہ حق یہ ہے کہ
 اس مسئلہ کے لئے کوئی ضابطہ نہ بنایا جائے بلکہ ہر
 جزئیہ کا جواب اس کی دلیل کے مطابق علیحدہ دیا جائے
 اھ، اسی بنا پر اس عبد ضعیف نے بعض جزئیات
 کے ذکر پر اکتفا کیا اور کسی ضابطہ کو بیان نہیں کیا ہے۔
 واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ از اناؤہ قریب کپہری منصفی مرسلہ مولوی حبیب علی صاحب علوی ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ

ما توکم رحمکم اللہ تعالیٰ اس صورت میں کہ زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح شرعی دو ہزار روپے
 مہر پر بکر بالغ کے ساتھ کیا، قضا را دختر مذکورہ بعد نکاح کے ایام نابالغی میں زید کے گھر مرگئی اب زید
 پدر و دیگر وارثان شرعی متوفاة مذکورہ کو دعوی مہر مذکور کا بکر شوہر دختر متوفاة پر شرعاً پہنچتا ہے تو
 کس قدر کا، بحوالہ کتب معتبرہ فقہ حنفی جواب مرحمت ہو، گو اس مسئلہ کا جواب اصول سے بہت صاف
 دیا جاسکتا ہے مگر مستفتی کو اصرار ہے کہ بحوالہ کتاب اس صورت خاص میں حکم دیا جائے۔ میرے
 پاس جو کتابیں ہیں ان میں باوصف تلاش یہ صورت خاص نہ ملی، چونکہ آپ کا کتب خانہ بہت بڑا ہے

اور نظر آپ کی اکثر کتب پر بہت وسیع ہے اس واسطے صورتِ مسئلہ تحریر کی جاتی ہے جو اب سے جس قدر جلد مشرف فرمائیے گا ممنون ہوں گا۔ بنیوا تو جروا۔

الجواب

اگرچہ موت احد الزوجین کے سبب مہر کا متاثر ہو جانا اور تمام و کمال لازم آنا یونہی علی وجہ الاطلاق جمیع کتب مذہب متون و شروح و فتاویٰ میں مبین جس میں بالغ و نابالغ و دخول و عدم دخول کی اصلاً کوئی تفسیر و تخصیص نہیں اور صرف اسی قدر جواب مسئلہ میں قطعاً بس تاہم اگر یہ صورت خاص معینہ ہی درکار ہے کہ عورت نابالغ ہو اور ولی اس کا نکاح ایک مہر پر کر دے اور وہ قبل بلوغ شوہر نا دیدہ مرحلے تو یہ جزئیہ بھی بہت کتب میں صاف صاف مصرح اور حکم اس کا وہی کہ بوجہ موت کل مہر لازم بلکہ علماء نے اس صورت میں اس کی تصریح فرمائی کہ ولی مزوج غیر اب و جد ہو جہاں نکاح لازم نہیں ہوتا اور بعد بلوغ صغیر و صغیرہ کو اختیار طلب فسخ دیا جاتا ہے تو شاید کسی کو عدم تاثر کا توہم ہوتا نہ کہ تزویج پدیر کہ قطعاً لازم و ناقابل فسخ ہے یہاں کسی کو بھی اس کا وہم گزرنا اصلاً معقول نہیں۔ ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے :

للولی انکاح الصغیر والصغیرۃ فان مات احدهما ورثه الاخر بلغا او لا و یجب المہر کلہ وان مات قبل الدخول اھ ملتقطا قلت ومعلوم ان ضمیر مات الی احدہما الشامل للزوج والزوجة کما لا یخفی۔

ولی کو نابالغہ لڑکے اور لڑکی کے نکاح کر دینے کا اختیار ہے پھر اگر دونوں میاں بیوی میں سے کوئی فوت ہو جائے تو دوسرا وارث ہوگا اور پورا مہر واجب ہوگا بالغ ہوں یا نابالغ، اگرچہ وہ دخول سے قبل ہی فوت ہو گیا ہو اھ ملتقطا قلت مات کی ضمیر دونوں میں سے ایک کے لئے ہے جو خاوند بیوی دونوں کو شامل ہے، جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے (ت)

درمختار میں ہے :

اس صورت میں دونوں نابالغ لڑکا اور لڑکی باہم وارث بنیں گے اور پورا مہر لازم ہوگا (ت)

یتوارثان فیہ (یعنی الصغیر والصغیرۃ) ویلزم کل المہر

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے :

۱/ ۳۲۵ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱/ ۱۹۳ مطبع مجتہبائی دہلی

۱/ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر
۲/ درمختار باب الولی

قبل از فسخ دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، کیونکہ نکاح صحیح ہے، اور اس سے ملکیت ثابت پس جب کوئی مر گیا تو نکاح تو مکمل چکا، یہ موت بلوغ سے قبل ہو یا بعد، کیونکہ ان میں فرقت ہوتی تو قضاء قاضی سے ہوتی، اس لئے آپس میں وارث بنیں گے اور پورا مہر لازم ہوگا اگرچہ دخول سے قبل مر ہوا الخ (ت)

وتوارثا قبل الفسخ لان النكاح صحيح والملك به ثابت فان مات احدهما فقد انتهى النكاح سواء مات قبل البلوغ او بعد لان الفرقة بينهما لا تقع الا لقضاء القاضى فيتوارثان ويجب المهر كله وان مات قبل الدخول الخ۔

پس صورتِ مستفسرہ میں کل مہر سہمی ذمہ بکر لازم ہوا جس میں نصف یعنی ایک ہزار روپے کا وہ خود وارث ہے بقیہ ورتار ہزار روپے کا اس پر دعویٰ کر سکتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۔ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید بکر کی زوجہ منکوحہ کو اس کی غیبت میں بھگا کر لے گیا اور اس سے زنا کرتا ہے اور واسطے برائت الزام تعزیرات ہند کے دعویٰ دلا پانے دین مہر شرعی زوجہ بکر کی جانب سے بصیغہ دیوانی دائرہ کر بیان کر لیا کہ مجھ کو بکر نے طلاق دے دی میرا مہر شرعی بکر زوج میرے سے دلایا جائے۔ اس صورت میں از روئے شرع شریف زوجہ ہندہ مفورہ کو وصول یا بی مہر کا استحقاق ہے یا نہیں اور مہر ہندہ کا متوجہل ہے اور کوئی میعاد معین قرار نہ پائی اور بکر نے طلاق بھی نہیں دی۔ بنیوا تو جو وا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جب تک موت یا طلاق واقع نہ ہو عورت کو ہرگز مطالبہ مہر کا استحقاق نہیں کہ جب مہر متوجہل بندھا اور میعاد کی کوئی شرح بیان میں نہ آئی کہ سال بھر بعد ادا کیا جائے گا یا دس برس تو شرعاً اس کی میعاد موت یا طلاق قرار پاتی ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لا خلاف لاحداث تأجيل المهر الى غاية معلومة نحو شهر او سنة صحيح و ان كان لا الى غاية معلومة فقد اختلف المشائخ فيه قال بعضهم يصح وهو الصحيح وهذا لان الغاية معلومة في نفسها اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مہر کے لئے مدت مقرر کی جاسکتی ہے مثلاً مہینہ یا سال وغیرہ، یہ صحیح ہے اور اگر مدت معلوم نہ ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا صحیح ہے اور یہی اصح ہے کیونکہ انتہا معلوم ہے کہ وہ طلاق یا موت ہے

لے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الاولیاء والاکناف مطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر ۱۲۵/۲

دیکھا نہیں کہ بعض مہر کو مؤخر کرنا صحیح ہے اگرچہ اس کی
انتہائی مدت معلوم نہ ہو، محیط میں یونہی ہے۔
(ت)

وهو الطلاق او الموت الا يبرئ ان تاجيل
البعض صحيح وان لم ينص على غاية معلومة
كذا في المحيط۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے :

ایک شخص نے عورت سے نکاح کیا ہزار مہر پر اور مکمل
ہزار مؤخر کیا، تو اگر انتہائی مدت معلوم ہے تو صحیح ہے
اگر معلوم نہیں تو صحیح نہیں، تو جب صحیح نہ ہو تو خاوند کو
کہا جائے گا کہ عرف کے لحاظ سے جتنا ہو سکے فوری ادا
کر و اور باقی اس سے طلاق یا موت کے بعد وصول
کیا جائے گا، اور قاضی اس پر باقی کی وصولی پر جبر
نہ کرے گا اور نہ ہی اس کو قید کرے گا۔ (ت)

رجل تزوج امرأة بالف على ان كل الالف مؤجل
ان كان الاجل معلوما صح التاجيل وان لم
يكن لا يصح، واذ لم يصح التاجيل يؤمر الزوج
بتجيل قدر ما يتعارفه اهل البلدة فيؤخذ
منه الباقي بعد الطلاق او بعد الموت ولا يجبره
القاضي على تسليم الباقي ولا يجبره۔

پس میعاد سے پہلے دین کا مطالبہ ہرگز روا نہیں، نہ ایسا دعویٰ مسموع ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از سچول ضلع بہرائچ مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب تاجر لٹھا، رمضان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بلا وجہ شرعی اپنی زوجہ
ہندہ کو طلاق دے دی، جب ہندہ کے ولی یعنی خالد اس کے باپ نے زید سے مہر طلب کیا تو زید مدعی اس
امر کا ہوا کہ میرا ہر دس درم کا تھا، اور صورت یہ واقع ہوئی ہے کہ تعداد مہر کی نہ ہندہ اور اس کے ولی خالد کو
یاد ہے اور نہ قاضی نکاح خواں اور نہ وکیل کو یاد ہے اور نہ یہ امر یاد ہے کہ وقت نکاح کون کون گواہ مقرر
ہوئے تھے لیکن اس قوم میں ادنیٰ ادنیٰ عورتوں کا بھی مہر کم درجہ پانچ سو روپے اور دو دینار سُرخ اکثر ہیں اور
دس درہم مہر جیسا کہ دعویٰ زید کا ہے اس قوم میں کسی کا نہیں بلکہ غالباً اس شہر میں بھی جہاں یہ دونوں طلاق ہندہ
اور مطلقہ رہتی ہے شاید کسی کا بھی نہ ہو اور اسی اعتبار سے کہ اکثر عرف قوم میں ادنیٰ درجہ پانچ سو روپے اور دو دینار
سُرخ ہے، خالد ولی ہندہ مدعی اور طالب پانچ سو روپے اور دو دینار سُرخ کا ہے پس ایسی شکل میں ہندہ
بقول اپنے زوج طلاق و ہندہ کے دس درم پائے گی یا بموجب عرف اپنی قوم کے حسب دعویٰ اپنے ولی خالد

لہ فتاویٰ ہندیہ فصل الحادی عشر فی منع المرأة نفسها

لے فتاویٰ قاضی خاں باب فی ذکر مسائل المہر

نورانی کتب خانہ پشاور ۳۱۸/۱

نو لکشور لکھنؤ ۱۷۳/۱

کے پانچ سو روپیہ اور دو دینار سُرخ پانے کی مستحق ہوگی۔ بیوا تو جروا

الجواب

عبارت سوال سے واضح کہ یہ طلاق بعدِ نخصت و خلوتِ زن و شو واقع ہوئی، پس اگر واقع ایسا ہی ہے تو صورتِ مستفسرہ میں زوج و زوجہ میں جو اپنے دعوے پر گواہان عدول شرعی قائم کر دے گا اسی کے موافق فیصلہ کر دیا جائے گا اور اگر دونوں اپنے اپنے مطابق گواہ شرعی دے دیں تو عورت کے مہر مثل پر نظر کریں گے اگر وہ پانچ سو روپے دو دینار سُرخ یا اس سے زائد ہو تو دس درم کی ڈگری ہوگی، اور اگر دس درم ہو تو پانچ سو روپے اور دو دینار سُرخ کی اور اگر دس درم سے زائد اور پانچ سو روپے دو دینار سے کم ہو تو جتنا مہر مثل ہو اسی قدر دلایا جائے گا، اور اگر ان میں سے کوئی اپنے دعوے پر گواہ نہ لاسکے تو بھی مہر مثل کو دیکھیں گے، اگر پانچ سو روپے دو دینار یا اس سے زائد ہو تو عورت سے قسم لیں گے واللہ میرا نکاح اس کے ساتھ دس درم نہ ہوا، اگر قسم کھالے گی تو پانچ سو روپے دو دینار سُرخ کی ڈگری ہوگی، اور قسم سے انکار کرے گی تو دس درم پائے گی، اور اگر مہر مثل دس درم ہو تو مرد سے قسم لیں گے واللہ میں اس عورت کو پانچ سو روپے دو دینار پر اپنے نکاح میں نہ لایا، اگر قسم کھالے گا دس درم کی ڈگری ہوگی، اور انکار کیا تو پانچ سو روپے دو دینار دینے ہوں گے، اور اگر دس درم سے زائد اور پانچ سو روپے دو دینار سے کم ہو تو مرد و زن دونوں سے قسم ہائے مذکورہ لیں گے، اور اولیٰ یہ کہ شوہر سے ابتدا کریں، اگر وہ قسم سے انکار کرے پانچ سو روپے دو دینار دلانیں اور قسم کھائے تو عورت سے قسم لیں اگر وہ انکار کرے دس درم پائے اگر وہ بھی کھالے تو مہر مثل دلانیں۔

تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ اگر خاوند بیوی کا مہر کی مقدار میں اختلاف ہو، یہ اختلاف قیامِ نکاح کے دوران ہوا ہو (یعنی قبل از دخول یا بعد از دخول اور یوں ہی یہ اختلاف طلاق و دخول کے بعد ہوا ہو، رجعتی) تو دونوں میں سے جس کی مہر مثل تائید کرے اس کی بات معتبر ہوگی اور ساتھ قسم بھی لی جائیگی، اور دونوں میں سے جس نے گواہ پیش کئے تو گواہی قبول کر لی جائے گی خواہ مہر مثل زوج یا زوجہ کی موافقت کرے یا نہ کرے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو بیوی کے گواہ مقدم ہوں گے اگر مہر مثل خاوند کی تائید کرے اور

فی تنویر الابصار والدار المختار ورد المختار ان اختلافاً فی قدسہ حال قیام النکاح (ای قبل الدخول او بعدہ و کذا بعد الطلاق والدخول رجعتی) فالقول لمن شہد له مہر المثل بیئنه و اقام بیئنه قبلت سواء شہد مہر المثل له اولها اولاً وان اقام بیئنها مقدمۃ ان شہد له و بیئنه ان شہد لہا، لان البینات لاثبات خلاف الظاہر

وان كان مهر المثل بينهما تحالفا والاولى
البداءة بتخليف الزوج فايهما نكل لزمه
دعوى الاخر) فان حلفا وبرهنا قضى به
(اي بمهر المثل) اهل ملتقطا قلت و
في عبارة الدرر ههنا تفصير نبه عليه الشامي
واليضاح المسئلة في الخانية والهنديّة
وغيرهما - والله تعالى اعلم -

خاوند کے گواہ مقدم ہوں گے اگر مہر مثل بیوی کی تائید
کرے کیونکہ گواہی خلاف ظاہر کو ثابت کرنے کے لئے
ہوتی ہے، اور اگر مہر مثل دونوں کے دعووں کے
بین بین ہے تو دونوں سے قسم لی جائے گی (بہتر
ہے کہ پہلے خاوند کی قسم لی جائے، تو جو قسم سے انکار
کرے اس پر دوسرے کا دعویٰ لازم ہو جائے گا)
اور اگر دونوں نے قسم دے دی یا گواہ پیش کر دئے

تو پھر قاضی مہر مثل پر فیصلہ دے اہل ملتقطا قلت (میں کہتا ہوں کہ) یہاں دُر کی عبارت میں کوتاہی ہے جس
پر علامہ شامی نے توجہ دلائی ہے اور مسئلہ کی وضاحت خانہ اور ہندیہ وغیرہا میں ہے - واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از بریلی مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۱۳ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ

مہر ازواجِ مطہرات حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کس قدر تھا؟ اور مہر حضرت فاطمہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کس قدر مع تعداد درہم و دینار و تطبیق کس راجح الوقت ارشاد ہو اور وزن درہم و
دینار موافق وزن اس وقت کے کیا ہے؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

عامۃ ازواجِ مطہرات و بنات مکرمات حضور پر نور سیدالکائنات علیہ و علیہن افضل الصلوٰۃ و
اکمل التحیات کا مہر اقدس پانچ سو درہم سے زائد نہ تھا۔

صحیح مسلم شریف میں ہے ابو سلمہ نے فرمایا کہ میں
نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتنا مہر رکھا تھا تو انھوں نے فرمایا
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ازواج کیلئے
بارہ اوقیہ (چالیس درہم فی اوقیہ) اور ایک نش مقرر فرمایا

مسلم فی صحیحہ عن ابی سلمة قال
سألت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کہ کان صداق النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم قالت کان صداقہ لازواجہ ثنتی
عشرة اوقیة ونش، قالت اتدري ما النش

لہ در مختار شرح تنویر الابصار باب المہر مطبع مجتہبی دہلی ۲۰۲-۳ / ۱
ردالمحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۱-۶۲ / ۲

قلت لا قالت نصف اوقية فلك خمس مائة
 دراهم ، احمد والدارمي والامابعة عن
 امير المؤمنين عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ قال ما علمت رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نکح شیئا من نساہ
 ولا نکح شیئا من بناتہ علی اکثر من اثنتی
 عشرة اوقية۔^۲

۱۳۶ تو آپ نے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کس نے کیا ہوا ہے
 میں نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا، کس نصف اوقیہ کو
 کہتے ہیں، تو یہ کل پانسو درہم ہوئے۔ امام احمد و دارمی
 اور سنن اربعہ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)
 نے امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت
 کیا کہ انہوں نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 اپنی ازواج یا صاحبزادیوں کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ
 پر کیا ہو یہ مجھے معلوم نہیں۔ (ت)

مگر ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان خواہر جناب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ان کا مہر ایک روایت
 پر چار ہزار درہم کما فی سنن ابی داؤد (جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے۔ ت) دوسری میں چار ہزار
 دینار تھا،

کما فی المستدرک صحیحہ الحاکم واقرة الذہبی
 ولا یخالف ہذا امام من حدیثی ام المؤمنین
 و امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما فان
 ہذا الامہار لم یکن من رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم بل من ملک الحبشة
 سیدنا النجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 جیسا کہ مستدرک میں امام حاکم نے اس کی تصحیح کی اور
 ذہبی نے اس کو ثابت مانا، اور یہ حضرت ام المؤمنین
 اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کا مخالف
 نہیں ہے کیونکہ یہ مہر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 مقرر نہیں کیا بلکہ حبشہ کے بادشاہ حضرت سیدنا
 نجاشی رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا تھا۔ (ت)

اور حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر اقدس چار سو مثقال چاندی علی ما ذکر فی السیرة الجزیر
 بہ عن روضة الاحباب والمواہب (جیسا کہ مرقاۃ میں ذکر فرمایا کہ روضة الاحباب اور مواہب نے
 اس پر جزم کیا ہے۔ ت) درہم شرعی کا وزن ۳ ماشے ۱۱۰ سرخ چاندی ہے کما حققنا فی الزکوة

۲۵۸/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب النکاح باب الصداق	صحیح مسلم
۱۳۲/۱	امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	ابواب النکاح	جامع الترمذی
۲۸۷/۱	آفتاب عالم پریس لاہور	کتاب النکاح باب الصداق	سنن ابی داؤد
۱۸۱/۲	دار الفکر بیروت	مہرام حبیبہ	المستدرک للحاکم
۳۶۰/۶	مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	فصل ثانی حدیث ۳۳۰۴	مرقاۃ المفاتیح

من فتاونا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کی کتاب الزکوٰۃ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور دینار ایک مثقال یعنی چار ماشے سونا، یہی وزن سب سے ہے یعنی سات مثقال وزن میں برابر دس درہم کے، فی تنویر الابصار کل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقیل (تنویر الابصار میں ہے کہ ہر دس درہم کا وزن سات مثقال ہے۔ ت) اور باعتبار قیمت ایک دینار شرعی دس درہم کا تھا،

فی رد المحتار فی الہدایۃ کل دینار عشرة دراهم فی الشرع قال فی الفتح ای یقوم فی الشرع بعشرة کذا کان فی الابداء

یہاں کاروپہ ۱۱ ماشہ ۲ سُرخ ہے تو درہم اس کا $\frac{1}{45}$ ہے کہ محض کرنے سے درہم ایک سو چھبیس روپیہ ۴۵۰ ہو تو درہم روپے کا $\frac{126}{45}$ یعنی $\frac{14}{5}$ ٹھہرا جس کا حاصل یہ ہے کہ نو روپے برابر $\frac{25}{5}$ درہم کے یا ایک روپیہ برابر $\frac{3}{5}$ درہم کے، ولہذا انصاب فضہ کہ دو سو درہم ہے اس روپے سے $\frac{25}{5}$ آتی ہے ضمناً درہم کے مالقات ہوئے اور چار سو مثقال کے ایک سو ساٹھ روپے، دس درہم اقل مقدار مہر ہے $\frac{2}{5}$ پائی یعنی دو روپے پونے تیرہ آنہ اور پانچواں حصہ پیسے کا، چار ہزار درہم کے یہاں کے سگہ سے ایک ہزار ایک سو بیس روپے ہوئے، اور ہر دینار دس درہم کا ہے، لہذا چار ہزار دینار کے گیارہ ہزار دو سو روپے۔ اس حساب سے ظاہر ہوا کہ زمانہ اقدس رسالت میں سونے کی قیمت ساٹھ سات ساتھ ساتھ روپے تولہ سے بھی کم تھی کہ جب دینار یعنی ساٹھ چار ماشہ سونا دس درہم یعنی دو روپے بارہ آنے $\frac{3}{5}$ پائی کا تھا تو بحساب اربعہ ایک تولہ سونا جمعہ $\frac{3}{5}$ پائی کا ہوا، یہ برکات دنیا تھیں علاوہ برکات دینیہ کے جن کا شمار اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں کر سکتا وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها (اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انھیں شمار نہ کر سکو گے۔ ت)

مسئلہ از بڑودہ گجرات کلاں محلہ بھوتنی کا جھانپہ نظام پورہ مرسلہ امر او مانی بنت غلام حسین

۱۶ رجب ۱۳۱۱ھ

عورت کا مہر سو ادس ہزار روپے کا ہے، مرد نے نان و نفقہ بند کر لیا ہے، عورت نے مہر کا دعویٰ کیا ہے، اس صورت میں مہر سے دلایا جائے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

۱۔ درمختار شرح تنویر الابصار باب زکوٰۃ المال
 ۲۔ رد المحتار مطبع مجتہبی دہلی
 ۳۔ القرآن الکریم دار احیاء التراث العربی بیروت
 ۱۳۴/۱
 ۳۱/۲
 ۱۸/۱۶

الجواب

اگر مہر پیشگی یعنی شوہر کے پاس جانے سے پہلے دینا قرار پایا تھا یا کوئی میعاد معین ٹھہری تھی کہ اتنی مدت کے بعد دیا جائے گا اور وہ مدت گزر گئی جب تو عورت ابھی دعویٰ کر سکتی ہے اور مہر فوراً دلایا جائے گا، اور اگر کچھ مدت مقرر نہ ہوتی تھی تو وہاں اُس شہر کے عرف و عادت پر عمل ہوگا اگر وہاں کا عرف یہ ہے کہ ایسی صورت میں عورت جب طلب کرے ادا کیا جاتا ہے تو دعویٰ قابلِ سماعت ہے مہر ابھی دلایا جائے، اور اگر عرف یہ ہے کہ ایسی حالت میں جب مرد و عورت میں کسی کا انتقال ہو یا مرد طلاق دے دے اُس وقت مہر کا مطالبہ ہوتا ہے تو اسی وقت ملے گا اس سے پہلے دعویٰ نہ سنا جائے گا۔ تعابیر میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بینا فذالك و الا
فالمتعارف ہے

مہر معجل یا مؤجل کی مدت بیان کر دی گئی ہو تو وہی مراد ہے ورنہ جو عرف میں وہی مراد ہوگا (ت) ہمارے شہروں کا عرف یہی ہے تو یہاں عورت کو پیش از طلاق یا موت مطالبہ مہر کا اختیار نہیں، ایسے ہی عرف کے سبب ردالمحتار کتاب القضا میں ہے:

حق طلبہ انما ثبت لها بعد الموت و
الطلاق ۱۳۱ و اللہ تعالیٰ اعلم۔
بیوی کو مہر کے مطالبہ کا حق طلاق یا موت کے بعد ثابت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۱ شعبان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بوقت نکاح تصریح مہر معجل و مؤجل نہیں ہوتی تو کس وقت میں مہر ذمہ شوہر واجب الادا ہوگا؟

الجواب

جب طلاق یا زین و شوہر میں کسی کی موت واقع ہو اس وقت واجب الادا ہوگا اس سے پہلے عورت مطالبہ نہیں کر سکتی،

هو المتعارف في بلادنا في مرد المحتار حق
طلبہ انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لا من
وقت النكاح ۱۳۱ و اللہ تعالیٰ اعلم۔
ہمارے علاقہ میں یہی متعارف ہے، ردالمحتار میں ہے کہ بیوی کو مہر کے مطالبہ کا حق طلاق یا موت کے بعد ہوگا، نکاح کے وقت سے نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۳۱ مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدیۃ فصل اقل المہر
۱۳۱ و ۱۳۲ ردالمحتار کتاب القضاہ
نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی دار اجار التراث العربی بیروت
ص ۵۶ ۳۲۳/۴

مسئلہ از بروہ پہلی نیشن تیسری کمپنی مکان شیخ امام صوبہ دار مرسلہ رحمت بی ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۱۱ھ
 شرع محمدی حنفیہ مذاہب کا اس سوال کے جواب میں کیا حکم ہے میرا ہر سات سو روپے کا تھا میں نے
 اپنے شوہر کو معاف کر دیا میں نے نیک کام کیا یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

بیشک نیک کام کیا اور اس میں بڑے ثواب کی امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من نفس عن غریبہ او محی عنہ کان فی ظل
 العرش یوم القیامۃ۔ رواہ الامام احمد
 و مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 و الامام البغوی فی شرح السنۃ عن ابی قتادۃ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال هذا حدیث
 حسن۔
 جو اپنے مدیون کو مہلت دے یا معاف کر دے
 قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہو۔ (اسے
 امام احمد اور مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے روایت کیا ہے اور امام بغوی نے شرح السنۃ
 میں ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ ت)

اگلی اُمتوں میں ایک گنہگار آدمی اپنے مدیونوں سے درگزر کیا کرتا تھا جب وہ مرا اللہ تعالیٰ نے اُس
 کے گناہوں سے درگزر فرمائی رواہ الشیخان عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس کو بخاری اور مسلم
 نے حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) اور اُسے جنت میں جگہ بخشی ہے روایہ عنہ و
 عن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما (انہوں نے اس سے اور ابو مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت
 کیا ہے۔ ت) مولیٰ تعالیٰ نے فرمایا: جب یہ اپنے مدیون سے درگزر کرتا تھا تو مجھے تو زیادہ لائق ہے کہ
 درگزر فرماؤں۔ رواہ مسلم عن ابی مسعود وعن عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہما کلہم
 عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اس کو مسلم نے ابو مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے
 روایت کیا ہے ان سب نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر مسماۃ ہندہ صغیرہ نابالغہ کا

۳۰۸/۵	مطبع دار الفکر	حدیث ابو قتادہ انصاری	۱۷
۱۸/۲	قدیمی کتب خانہ کراچی	فصل انظار المعسر الخ	۱۷
"	"	"	"
"	"	"	"
"	"	"	"

نکاحِ عمر کے ساتھ کرنا چاہا، وقت نکاح کے وکیل نکاح نے تعداد مہر کی مبلغ دس ہزار روپے اور دو ہزار شہریہ ظاہر کی، اس پر عمر کی طرف سے لوگوں نے کہا کہ تعداد مہر کی بہت ہے، عمر کی حیثیت اتنی بھی نہیں کہ دس ہزار حصہ اس کا ادا کر سکے، تعداد مہر کی کم کرنا چاہتے، وکیل نکاح نے جواب دیا کہ تعداد مہر کم کرنے کا مجھ کو اختیار نہیں ہے مگر یہ مہر ایسا نہیں ہے جو دونوں کی زندگی میں لیا دیا جائے، جبکہ اس مہر پر نکاح ہو گیا اور ہندہ باپ کے گھر سے آکر عمر کے گھر دو تین مہینے رہی مگر بوجہ صغیرہ و نابالغہ ہونے ہندہ کے عمر کو استمتاع و طی نہیں ہوا بعد از نید ہندہ کو بلامرضی عمر کے اپنے گھر لے گیا اور اب عمر کے گھر نہیں آنے دیتا ہے اور دعویٰ بعض مہر کا بہ ترک بعض مہر کے منجانب ہندہ کے بولایت اپنے بوجہ نابالغہ ہندہ کے کرتا ہے پس اس صورت میں مہر عمر سے دلایا جائے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

مہر میں جب نہ یہ شرط کی جائے کہ کُل یا اس قدر پیشگی لیں گے جسے معجل کہتے ہیں، نہ اُس کے ادا کے لئے کوئی میعاد معین کی جائے، مثلاً سال دو سال، یا جو قرار پائے، جسے مؤجل کہتے ہیں، تو وہ عرفِ بلد پر رہے گا، جس شہر میں عام طور پر یہ رواج ہو کہ مثلاً نصف یا ربع یا کسی قدر بغیر تصریح تجیل کے بھی پیشگی لیتے ہیں وہاں اتنا پیشگی دینا ہوگا، اور جہاں عرف یوں ہے کہ بے موت یا طلاق لینا دینا نہیں ہوتا وہاں جب تک زوجین میں کسی کا انتقال یا طلاق واقع نہ ہوا اختیار مطالبہ نہ دیں گے۔ مختصر الوقایہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بینا فذاك
والا فالمتعارف لہ
اگر مہر معجل و مؤجل کی مدت بیان کی گئی ہو تو بہتر ورنہ متعارف مراد ہوگا۔ (د)

ہمارے بلاد میں عام طور پر بیان تجیل و تاویل سے خالی ہوتے ہیں اور رواج یہ ہے کہ اُس کے لزوم ادا کو موت یا طلاق پر موقوف رکھا جاتا ہے، پس صورتِ مسئلہ میں اگر وکیل نکاح اس مضمون کی تصریح بھی نہ کرتا کہ یہ وہ مہر نہیں جو زندگی میں لیا دیا جائے تاہم پھر ہندہ بحالتِ نابالغہ اور خود ہندہ بعد بلوغ تا وقتیکہ موت یا طلاق نہ ہو عمر سے کسی جزو مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔ ردالمحتار میں ہے:

حق طلبہ انما ثبت لہا بعد الموت او
الطلاق لا من وقت النکاح لہ
بیوی کو مہر کے مطالبے کا حق موت یا طلاق کے بعد ہوگا، نکاح کے وقت سے نہیں ہوگا۔ (د)

لہ مختصر الوقایہ فی مسائل الہدیۃ فصل اقل المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶
۲ ردالمحتار کتاب القضاہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۴۳/۴

یہاں کہ وکیل نکاح نے وقت نکاح اس مضمون کی صاف تصریح کر دی بدرجہ اولیٰ کسی کو اختیار مطالبہ نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا کہ زنا سے حاملہ تھی نکاح غیر زانی سے کہ اسے اس کے حمل سے اطلاع نہ تھی ہو گیا، آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ عذر مرد کا کہ میں نے باکرہ سمجھ کر نکاح کیا تھا نہ حاملہ، استفاط مہر کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب

صورتِ مسئلہ میں نکاح صحیح ہے اب نکاح کرنے کی ضرورت نہیں، مگر جس صورت میں حمل اس مرد سے نہیں رہا تو اسے قبل از وضع حمل مباشرت اور اس کے دواعی اس عورت کے ساتھ جائز نہیں۔ درمختار میں ہے:

وصحیح نکاح جبلی من زنا لا جبلی من غیرہ ای الزنا للثبوت نسبه ولو من حربی او سیدھا المقربہ وان حرم وطوھا او دواعیہ حتی تضع یدہ
زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح ہے، غیر زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح نہیں کیونکہ اس کی نسب ثابت ہوگی خواہ حربی سے یا مالک سے جب وہ اقرار کرے اگرچہ زنا کی حاملہ سے نکاح جائز مگر جماع اور دواعی حرام ہیں جب تک وہ بچہ کو جنم نہ دے۔ (ت)

اور یہ عذر کہ میں نے باکرہ سمجھ کر نکاح کیا تھا نہ کہ حاملہ، مہر کو ساقط نہ کرے گا کہ کفارت عورت کی طرف سے معتبر نہیں۔ کتاب مذکور میں ہے:

لا تعتبر من جانبها لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءة الفراش وهذا عند الكل فی الصحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
عورت کی طرف سے کفارت معتبر نہیں کیونکہ خاوند کے لئے بیوی بستر بنتی ہے تو اسے کتر مفروش سے رنج و غیظ نہیں آتا۔ صحیح مذہب میں اس پر سب کا اتفاق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از محلہ ذخیرہ مستولہ مولوی برکات احمد صاحب وکیل دیوانی

مولانا صاحب دام عنایتکم، سلام مسنون کے بعد عارض ہوں ایک مسئلہ شرعی بتا دیجئے، وہ یہ ہے

لہ درمختار
فصل فی المحرمات
باب الکفارة
مطبوع محبت سبائی دہلی
۱۸۹/۱
۱۹۲/۱

کہ مہر کب واجب ہوتا ہے، اگر معجل ہو تو کس وقت؟ خلوت صحیحہ مہر کے واسطے ضروری ہے یا نہیں؟ اور نکاح صحیحہ کس کو کہتے ہیں اس کی تعریف کیا ہے؟ بینوا تو جبروا۔

الجواب

مہر معجل وہ مہر یا پارہ مہر کا ہے جس کا ادا کرنا فوراً قرار پایا ہو خواہ از روئے شرط کہ نفیس عقد نکاح میں تعجیل مذکور ہو یا عقد کے بعد شرط تعجیل ٹھہری خواہ از روئے عرف جبکہ وہ شرط صحیح کے مخالف نہ واقع ہو یہ مہر فوراً واجب الادا ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کے ادا سے پہلے شوہر عورت کو بے اس کی رضا کے ہاتھ نہیں لگا سکتا بلکہ رخصت نہیں کر سکتا، اور مہر معجل جس کے لئے کوئی میعاد معین قرار دی گئی ہو مثلاً ایک سال، دس سال یا جس قدر ٹھہرائیں، یہ اس وقت واجب الادا ہوگا جب وعدے کا وقت آجائے اس سے پہلے عورت اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ جامع الرموز میں ہے:

المہر المعجل والمؤجل ان بینا ای بین
فی العقد ان کله او بعضه یكون معجلا او مؤجلا
فذاک المبین واجب اداؤہ علی ما بین لہ

مہر معجل اور مؤجل اگر بوقت عقد بیان ہو چکے ہیں یعنی تمام یا بعض معجل ہوگا یا مؤجل ہوگا، تو اس بیان کے مطابق ادائیگی واجب ہوگی۔ (ت)

اور اگر مؤجل کہا اور کوئی میعاد اصلاً نہ بیان کی تو وہ طلاق یا موت تک مؤجل ٹھہرے گا اور بعد فرقت ہی واجب الادا ہوگا اس سے پہلے مطالبہ کا عورت کو اصلاً استحقاق نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

من اول الفروع المذكورة فی کتاب القضاء
قبل باب التحکیم مسألة عدم سماع
الدعوى بعد مرور کذا سنة لومات زوج المرأة
او طلقها بعد عشرين سنة مثلاً من
وقت النکاح فلها طلب موخر المہر لان
حق طلبہ انما ثبت لها بعد الموت او
الطلاق لامن وقت النکاح۔

کتاب القضاء میں تحکیم کے باب سے قبل سب سے پہلا جزئیہ یہ مذکور ہے کہ اتنے سال گزر جانے کے بعد دعویٰ قابل سماعت نہیں ہوتا، اس پر تفریح یہ ہے کہ نکاح کے وقت سے مثلاً بیس سال بعد خاوند فوت ہو جائے یا طلاق دے دے تو بیوی کو مؤخر شدہ مہر کے مطالبہ کا حق ہے، کیونکہ مہر مؤجل میں بیوی کو مطالبہ کا حق موت یا طلاق کے بعد ہی ہوتا ہے نکاح کے وقت سے مطالبہ کرنے کا حق نہیں۔ (ت)

اسی طرح جس پارہ مہر یا کُل مہر کی نسبت تعجل و تاخیر کا کچھ ذکر نہ آیا وہ بھی موت یا طلاق تک مؤجل ٹھہرے گا کہ ایسی صورت میں مدار عرفِ بلد پر ہے اور یہاں عام عرفِ شائع فی البلاد یہی ہے کہ جس مہر کی تعجل مشروط نہ ہوئی اس کا مطالبہ تا وقت فرقت نہیں کیا جاتا۔ نفاہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بینا فذاك والا
فالمعجل والموجل
مَعْل اور مؤجل کی مدت بیان ہو چکی تو بہتر ورنہ اس میں عرف کا اعتبار ہوگا کہ کتنا مؤجل ہے یا معجل۔ (ت)

اور خلوت صحیحہ یہ ہے کہ زن و شوہنائی کے مکان میں جہاں کسی کے آنے جانے یا نظر پڑنے سے اطمینان ہو، یوں متفق ہوں کہ ان کے ساتھ کوئی تیسرا ایسا نہ ہو جو ان کے افعال کو سمجھ سکے، نہ ان میں کسی کو مقاربت مانع شرعی یا حتمی ہو مثلاً مرد یا عورت کی ایسی کمسنی جس میں صلاحیتِ قربت و قابلیتِ صحبت نہ ہو یا شوہر کی ناسازی طبع یا عورت کا حیض یا نفاس یا ایسے مرض میں ہونا جس کے سبب وقت وقوعِ فعلِ قربت سے آگے مضرت پہنچے یا ان میں کسی کا نماز فرض یا ماہِ رمضان میں روزہ فرض سے مشغول ہونا کل ذلك في الخانیة والدرا المنخاس و حواشیہ (یہ تمام بحث خانیہ، درمختار اور اس کے حواشی میں ہے۔ ت) اور خلوت صحیحہ و جو بہ مہر کی شرط نہیں، و جو بہ مہر تو عقدِ نکاح سے ہوتا ہے، ہاں خلوت سے مہر متا کد ہو جاتا ہے بایں معنی کہ اگر پیش از وطی و خلوت صحیحہ طلاق دیتا تو نصف مہر لازم آتا، اب کہ خلوت واقع ہوگئی کُل لازم آئے گا۔ نفاہ میں ہے:

يجب نصفه بطلاق قبلها ای قبل خلوة
الصحيحة اه ملخصاً۔ والله تعالى اعلم۔
نصف مہر طلاق قبل از خلوت صحیحہ واجب ہوتا ہے
اه ملخصاً۔ (ت) والله تعالى اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ہندہ سے نکاح ہوا اور خلوت صحیحہ برضائے زوجہ واقع ہوگئی اور مہر مؤجل قرار پایا تھا اب ہندہ مطالبہ کرتی ہے اور زید کے پاس نہیں جاتی، اور زید در صورت نہ آنے ہندہ کے مہر دینے سے منکر ہے، اس صورت میں یہ مطالبہ صحیح اور بوجہ نہ آنے ہندہ کے مہر ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب

کوئی جز و مہر کا بعد وقوع خلوت صحیحہ ذمہ شوہر سے ساقط نہیں ہو سکتا اور تمامی مہر کا ادا کرنا زید

لے مختصر الوقایة فی مسائل الہدایة فصل اقل المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶
۵۵

پر لازم، مگر ہندہ کو بوجہ تاخیر وقوع خلوت برضائے زوجہ بالاتفاق مطالبہ مہر و منع نفس کا اختیار عمل میں نہیں
 امام ابو یوسف سے کہ مہر مہر مہر میں تاخیر منع منقول ہے قبل از تسلیم نفس و وقوع وطی یا خلوت صحیح برضائے زوجہ
 پر محمول ہے کہ وہ بعد از تسلیم مہر معجل میں بھی اختیار منع نہیں دیتے حالانکہ وہاں بوجہ تاخیر حق منع و مطالبہ ہو کہ
 ہو چکا ہے پس مہر مہر میں کہ ایسا نہیں بالاولیٰ نہ دیں گے۔

پہلے میں ہے، بیوی کو مہر معجل کی صورت میں اپنے سے
 خاوند کو منع کرنے کا حق ہوتا ہے جب تک وصول نہ کئے
 اور اگر تمام مہر مہر مہر ہو تو پھر اس کو اپنے سے خاوند
 کو روکنے کا حق نہیں کیونکہ اس نے مہر مہر مہر کے
 اپنے مطالبہ کا حق ساقط کر دیا ہے جیسا کہ بیع میں ہوتا
 ہے، اس میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے
 اور مہر معجل کی صورت میں اگر دخول ہو چکا ہو تو عورت کو منع کا
 حق ہے مہر مہر مہر مہر تک یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ
 کا مسلک ہے۔ اس میں صاحبین کا قول یہ ہے کہ اس کو اس کے منع کا حق نہیں ہے انتہی ملخصاً، اسی طرح
 دوسری کتب میں بھی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔ (ت)

مسئلہ ۲۵ محرم ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بغیر اجازت شوہر کے کئی مرتبہ اپنے میکے چلی گئی
 اور اپنے شوہر سے اکثر لڑتی رہتی ہے اور اب کی دفعہ اس نے اپنے شوہر کو مارا بھی، اگر شوہر مہر اس کا ان وجوہ
 کے سبب نہ دے تو مواخذہ ہوگا یا نہیں اور اس کو اپنے گھر رکھے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب

وہ عورت فاسقہ ہے سخت گنہگار ہے، مگر ان حرکات کے سبب مہر ساقط نہ ہوگا، رکھتے نہ رکھتے
 کامرد کو اختیار ہے مگر اگر نہ رکھنا چاہے تو طلاق دے دے یہ جائز نہیں کہ نکال دے اور طلاق بھی نہ دے اور
 اور خبر گیری بھی نہ کرے ہاں وہ خود ہی نکل جائے تو اس پر نان و نفقہ واجب نہیں جب تک واپس نہ آتے
 لانہا ناشزۃ ولا نفقۃ للناشزۃ وقال کیونکہ نافرمان ہے اور اس کے لئے خاوند پر نفقہ

واجب نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کو پاس رکھو
بھلائی سے یا ان کو چھوڑ دو بھلائی سے۔ (ت)
واللہ تعالیٰ اعلم

تعالیٰ فامسکوہن بمعروف اوسر حوہن
بمعروف۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از لکھنؤ محمود نگر اصح المطابع مرسلہ مولوی محمد عبدالعلی صاحب مدراسی ۱۷ صفر ۱۳۱۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایجاب و قبول مہر فاطمی پر بلا تصریح و
تعیین دراہم و سکہ وغیرہ ہو یعنی بروقت نکاح صرف مہر فاطمی کا لفظ کہا جائے یہ نہ کہا جائے کہ مہر فاطمی پر جس کے اس قدر
دراہم شرعی یا سکہ رائج الوقت ہوتے ہیں تو اس صورت میں مہر فاطمی ہی رہے گا یا مہر مثل کی طرف عود کر جائے گا
بوجہ اختلاف روایات کے جو دربارہ مہر جناب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارد ہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

مہر فاطمی ہی رہے گا۔ ذخیرہ پھر بحر الرائق پھر دارالمختار میں ہے:

واللفظ للبحر لیس من صور عدم التسمیة
مالو تزوجت بمثل مہر امہا والنزوح لا یعلم
مقدار مہر امہا فانہ جائز بمقدار مہر
امہا الخ۔
الفاظ بحر کے ہیں، مہر مقررہ نہ ہونے کی یہ صورت نہیں
ہے کہ بیوی کا مہر اس کی ماں کے مہر کے برابر ہو اور
خاوند کو ماں کے مہر کا علم نہ ہو کیونکہ بیوی کی ماں کے
مہر کی مقدار پر مہر رکھنا جائز ہے الخ (ت)

مہر اقدس حضرت سیدۃ النساء بتول زہرا صلی اللہ تعالیٰ علیہا والہا وسلم میں اگرچہ روایات
بظاہر مختلف ہیں مگر توفیق اللہ تعالیٰ ان سب میں تطبیق بروجہ نفیس و دقیق حاصل ہے فاقول و باللہ
التوفیق اس بارے میں روایات مسندہ معتد بہاتین ہیں:

اول یہ کہ مہر مبارک درم و دینار نہ تھے بلکہ ایک ذرہ کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت
امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو عطا فرمائی تھی وہی مہر میں دی گئی،

ابن سعد نے طبقات میں تخریج کی ہے کہ خالد بن مخلد
نے بیان کیا ان کو سلیمان ابن بلال نے حدیث
بیان کی کہ جعفر بن محمد نے اپنے والد سے بیان کیا کہ حضرت
اخرج ابن سعد فی طبقاتہ اخبونا خالد بن
مخلد ثنا سلیمان ہوا بن بلال ثنی
جعفر بن محمد عن ابیہ

لہ القرآن الکریم ۲/۲۳۱
لہ بحر الرائق

باب المہر

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱۴۶/۳

فقال وهل عندك شيء قلت لا ، قال
فاين درعك الحطمية التي
اعطيتك يوم كذا وكذا ، قلت هو
عندي ، قال فاعطها اياها وابن اسحق
في السيرة الكبرى حدثني
ابن نجيم عن مجاهد عن علي
كرم الله تعالى وجهه انه خطب
فاطمة رضي الله تعالى عنها ،
فقال له النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم هل عندك من شيء ، قلت لا ،
قال فما فعلت الدرع التي سلحتكها
يعني من مغانم بدار.

دوم چار سو اسی درم تھے ،

اخرجه الاثمة احمد في المناقب و
ابوداؤد و ابوحاتم الرازي وابن
جان في صحيحه كلهم عن انس رضي الله
تعالى عنه بعضهم اتم سياقا من بعض ،
قال جاء ابوبكر ثم عمر يخطبان
فاطمة الى النبي صلى الله تعالى عليه و
سلم ، فسكت ولم يرجع اليهما شيئا
فانطلقا الى علي رضي الله تعالى
عنه يأمرانه بطلب ذلك

آپ نے فرمایا: کیا تیرے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض
کیا، کچھ نہیں۔ تو فرمایا: تیری حطمی زرہ کہاں ہے جو
میں نے تجھے اسلحہ کے طور پر فلاں موقعہ پر (یعنی بدر
کے روز) غنیمت میں سے دی تھی؟ میں نے عرض کیا:
وہ میرے پاس ہی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: وہ اسے
دے دو۔ ابن اسحاق نے سیرت کبریٰ میں یوں بیان کیا
کہ ابن نجیح نے مجاہد کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت علی
کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
سے منگنی کی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا تیرے
پاس کچھ ہے؟ تو میں نے کہا: کچھ نہیں۔ تو حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تیری وہ زرہ کہاں ہے جو
میں نے تجھے بدر کی غنیمت میں سے دی تھی۔ (ت)

امام احمد نے مناقب میں اور ابوداؤد اور ابو حاتم
رازی اور ابن جہان نے اپنی صحیح میں ، ان تمام نے
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا
بعض کا سیاق بعض سے اتم ہے ، انھوں نے کہا
کہ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا
رشتہ مانگنے آئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
سکوت فرمایا اور کوئی جواب نہ دیا ، تو یہ دونوں حضرت
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے انھیں رشتہ

۸۰/۱ دار الفکر بیروت مروی از علی رضی اللہ عنہ
۲۳۵/۷ کتاب الصداق دار صادر بیروت مروی عن محمد بن اسحق

قال على فنبهاني لامر كنت عنه غافلا
فقلت اجر ردائي حتى اتيت النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم فقلت
تزوجني فاطمة ، قال عندك شيء ،
فقلت فرسى وبُدفى ، قال
اما فرسك فلا بد لك منها
واما بدنك فبعها فبعتهما
باربع مائة وثمانين
درهما فحئت بهما فوضعتها
في حجرة صلى الله تعالى
عليه وسلم فقبض منها
قبضة فقال اى بلال ابتع
بها لنا طيبا وامرهم ان يجهزوها
فجعل لها سريرا مشرطا بالشرط
ووسادة من ادم حشوها ليف
وقال لعلى اذا اتتك فلا تحدث
شيئا حتى اتيك فجات مع
ام ايمن حتى قعدت في جانب
البيت وانا في جانب وجاء
رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم الحديث ، وفي
الخبير في رواية خطبها
فزوجها النبي صلى الله تعالى عليه

طلب کرنے کو کہا تو حضرت علی فرماتے ہیں کہ انہوں نے
مجھے ایسے معاملے کی طرف متوجہ کیا جس سے میں غافل تھا
تو میں فوراً اچا اور سنبھالتے ہوئے اٹھا حتی کہ حضور علیہ
الصلوة والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا
یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! فاطمہ کا نکاح
مجھ سے کر دیں۔ آپ نے پوچھا: تیرے پاس کچھ ہے؟
میں نے عرض کی: گھوڑا ہے اور ایک اونٹ ہے۔
تو آپ نے فرمایا: گھوڑا تو تیرے لئے ضروری ہے
لیکن اونٹ کو فروخت کر دو۔ تو میں نے اس کو چار سو اسی
درہم میں فروخت کر دیا اور وہ آپ کے پاس لاکر
میں نے آپ کی گود میں ڈال دئے۔ تو آپ نے ان
میں سے ایک مٹھی بھر اٹھا کر فرمایا: اے بلال رضی اللہ
عنه! اس کی خوشبو خرید لاؤ۔ اور فرمایا: اس رقم سے
ہینز تیار کرو۔ تو ایک بُنی ہوئی چار پائی اور ایک چمڑے
کا تکیہ جس میں کھجی بھری تھی تیار کئے گئے، تو آپ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! جب تیرے پاس
فاطمہ پہنچ جائے تو کوئی بات نہ کرنا جب تک میں
نہ پہنچ جاؤں۔ تو حضرت فاطمہ حضرت ام ایمن رضی اللہ
عنہما کے ہمراہ آئیں حتی کہ وہ کمرے کے ایک کونے
میں بیٹھ گئیں اور دوسری جانب میں تھا تو اتنے میں
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے،
الحديث۔ اور خمیس میں ہے کہ ایک روایت ہے کہ
منگنی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے

لے کنز العمال بحوالہ مسند انس حدیث ۳۷۷۵۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳/۸۵-۶۸۴

نکاح کر دیا اور مہر چار سو اسی درہم تھا، اور خمیس میں یہ بھی ہے کہ کہا گیا ہے کہ انھوں نے زرہ فروخت کی بارہ اوقیہ کے عوض میں۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے تھا (ت)

وسلم علی اربع مائة وثمانین درهما الخ
وفیه قیل انه باع الدرع باثنتی
عشرة اوقیة والاوقیة اربعون درهما
وكان ذلك مہر فاطمة من علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

سوم چار سو مثقال چاندی ،

اخرج الحافظ رضی اللہ عنہ ابو الخیر
احمد بن اسمعیل القزوی بنی الحاکمی و
ابو علی الحسن بن شاذان عن انس ایضا
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل قال
فیہ فی خطبة النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ثم ان اللہ تعالیٰ امر فی ان
ازوج فاطمة من علی ابن ابی طالب فاشهدوا
انی قد زوجتہ علی اربع مائة مثقال فضة
ان رضی بذالك علی ثم دعا النبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطبق من بسر ثم قال
انتہبوا فانتہبنا ودخل علی فتبسم النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی وجهہ
ثم قال ان اللہ عز وجل امر فی ان ازوجک
فاطمة علی اربع مائة مثقال فضة ارضیت
بذالك ، فقال قد رضیت بذالك یا رسول اللہ ،
فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع اللہ

حافظ رضی اللہ عنہ ابو الخیر احمد بن اسمعیل قزوی بنی
حاکمی اور ابو علی حسن بن شاذان نے بھی انس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا طویل حدیث ہے
جس میں یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ
میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں
فاطمہ کا نکاح علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)
سے کروں، تو گواہ ہو جاؤ کہ میں نے یہ نکاح چار سو
مثقال چاندی پر کر دیا ہے بشرطیکہ علی رضی اللہ عنہ
اس پر راضی ہوں۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے بسر کھجوروں کا بڑا ٹوکرا طلب فرمایا اور فرمایا:
اس میں سے چُن چُن کر کھاؤ۔ تو ہم نے کھائیں۔ اتنے
میں حضرت علی آئے تو آپ نے ان کی آمد پر تبسم فرمایا اور
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں فاطمہ کا نکاح تجھ
سے کروں چار سو مثقال چاندی پر، کیا تو راضی ہے؟
تو حضرت علی نے عرض کیا: میں اس پر راضی ہوں۔
تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کرتے ہوئے

لہ تاریخ الخمیس تزوج علی بفاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
موسمہ شعبان بیروت ۳۶۱/۱
۳۶۲/۱

شملکما واعزجدکما وبارک علیکما واخرج
منکما کثیرا طیبا، قال انس فوالله
لقد اخرج منهما الکثیر الطیب،
ورواه ابن عساکر نحوه من
طریق محمد بن شهاب بن
ابن الحیاء عن عبد الملک
بن عمر عن یحیی بن معین
عن محمد بن دینار عن هشیم
عن یونس بن عبد عن الحسن بن
عن انس رضی الله تعالی
عنهما و ذکره محمد بن طاہر
فی تلمة الکامل لابن عدی کما نقله الحافظ
فی لسان المیزان -

فرمایا، اللہ تعالیٰ تم دونوں کے عالی مرتبت فرمائے اور
تمہاری بزرگی کو باعزت بنائے اور تم دونوں پر کثیر
نازل فرمائے اور تم میں سے اللہ تعالیٰ کثیر طیب پیدا فرمائے
تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی
قسم اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے کثیر طیب پیدا
فرمائے۔ اور ابن عساکر نے اسی طرح کی روایت محمد بن
شہاب بن ابوالحیاء سے انھوں نے عبد الملک بن عمر
سے انھوں نے یحیی بن معین سے انھوں نے محمد بن
دینار سے انھوں نے هشیم سے انھوں نے یونس بن
عبد سے انھوں نے حسین سے انھوں نے انس رضی
اللہ تعالیٰ عنہما سے، اس کو محمد بن طاہر (ابن القیسری) نے تلمہ
کامل بن عدی میں ذکر کیا ہے، جیسا کہ اس کو حافظ نے
لسان المیزان میں ذکر فرمایا ہے۔ (ت)

ان کے سوا جو اقوال مجہولہ ہیں کہ پانسو درم مہر تھا یا چالیس مثقال سونا،

ان دونوں روایتوں کو شرح وقایہ کے بعض حاشیوں
سے رجحانیہ میں نقل کیا گیا (ت)

نقلہما فی الرجحانیة عن بعض حواشی
شرح الوقایة -

یا انس^{۱۹} مثقال ذہب،

اس کو مرقاۃ میں ذکر کیا ہے کہ یہ اہل مکہ میں مشہور ہے
جس کی کوئی اصل نہیں (ت)

ذکرہ فی المرقاة انه اشہر بین اہل مکة
قال ولا اصل له -

سب بے اصل ہیں۔

لیکن ملا علی قاری نے جو اس روایت کی مشہور توجیہ اپنے
اس قول سے فرمائی، مگر یہ ہو سکتا ہے کہ یوں
کہا جائے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زرہ کی یہ

اما ما حاول القاری من توجیہ هذا
المشہور بقوله اللهم الا ان يقال
ان هذا المبلغ قیمة درع علی رضی الله

لہ المواہب اللدنیہ بحوالہ حدیث انس رضی اللہ عنہ زواج علی من فاطمہ رضی اللہ عنہما، المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۸۵
لہ مرقاۃ المفاتیح باب الصداق فصل ثانی
المکتبۃ الجیبیہ کوئٹہ
۳۶۰/۶

تعالیٰ عنہ فاقول لا یلتئم لما علمت
انہا بیعت باسربعائة وثمانین درهما
وتسعة عشر مثقالا من الذهب لا تبلغ
بسعر ذاك الزمن المبارک الا مائة و
تسعين درهما اذ كل دينار مثقال وكل دينار
بعشرة دراهم نعم يجوز ان يكون هذا
التقدير ببعض الاسعار الواقعة في البلدة
الکريمة في بعض الازمنة المتأخرة والله تعالیٰ
اعلم وکذا ما حاول هو رحمه الله تعالیٰ من
الجمع بين تقديری الدرهم والمثاقيل بان
عشرة دراهم سبعة مثاقيل مع عدم اعتبار
الکسور فاقول لا یتجه ایضا فان اسربعائة
مثقال فضة علی هذا خمس مائة واحد و
سبعون درهما وکسر، واربعة مائة وثمانون
درهما ثلث مائة وستة وثلاثون مثقالا فالکسر
في الاول انزید من النصف فلا یحذف وفي
الثاني اقل فلا یرفع علی انه لامعنی لاسقاط
الزیادة فی الدرهم والقصر علی ثمانین بل لو کان
لقلل خمسمائة کما لا یخفی فلیتأمل لعل
لکلامه وجه آخر۔

قیمت تھی فاقول (تو میں کہتا ہوں۔ ت) یہ بنتا نہیں
جیسا کہ تجھے معلوم ہو چکا کہ وہ زیرہ چار سو اسی درہم میں
فروخت ہوئی تھی، جبکہ ۹ مثقال سونا اس زمانہ مبارک
کے بھاؤ سے صرف ایک سو نو درہم کا بنتا ہے، کیونکہ ایک
دینار مثقال کا اور ہر دینار دس درہم کا تھا، ہاں
ہو سکتا ہے کہ یہ اندازہ بعد کے زمانے میں مدینہ منورہ
کے کسی بھاؤ کا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور یونہی ان کی
وہ تاویل جس میں وہ درہم اور مثقال کے وزنوں کو جمع
کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ دس درہم
سات مثقال میں کچھ کسریں ہوں جن کا اعتبار نہ کیا گیا ہو
فاقول (تو میں کہتا ہوں۔ ت) یہ بھی قابل توجہ
نہیں کیونکہ اس طرح چار سو مثقال چاندی پانچ سو اکثر
درہم اور کچھ کسریں ہوتے ہیں اور چار سو اسی درہم
تین سو چھتیس^{۳۳۶} مثقال ہیں تو پہلے میں کسر نصف سے
زائد ہوئی جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اور دوسرے
میں نہایت ہی کم ہے تو اس کو قابل لحاظ نہیں کہا جاسکتا
اس کے علاوہ درہم میں زیادتی کو ساقط کرنے اور صرف
اسی پر اکتفا کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے بلکہ اگر ایسا
ہوتا تو پورا پانچ سو کہنا چاہئے تھا جیسا کہ محقق نہیں ہے
غور کرو، ہو سکتا ہے انکے کلام کی کوئی دوسری وجہ بن سکے (ت)

اب بتوفیقہ تعالیٰ توفیق سنئے، پہلی دو روایتوں میں وجہ تطبیق ظاہر ہے کہ مہر میں زیرہ دی کہ چار سو اسی
کوچی، اب چاہے زرہ کہئے خواہ اتنے درم، حافظ محب الدین احمد بن عبد اللہ طبری نے دونوں روایت
میں اسی طرح توفیق کی، ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ میں فرماتے ہیں:

اختلف في صداقتها رضي الله تعالى عنها كيف
كان فقيل كان الدرع ولم يكن اذ ذاك
بيضاء ولا صفراء وقيل كان اربع مائة و
ثمانين وورد ما يدل لكلا القولين ويشبهه
ان العقد وقع على الدرع وانه صلى الله تعالى
عليه وسلم اعطاها عليا لبيعتها فباعها
واتاه بثمنها فلا تضاد بين الحديثين اذ ملخصا

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مہر کے متعلق اختلاف ہے
کہ کیا تھا، بعض نے کہا کہ زرہ تھی اور درہم یا دینار
نہ تھے۔ اور بعض نے کہا کہ چار سو اسی درہم تھے؛ ورنہ
باتوں پر دلالت کرنی الیٰ مناسب مشابہ بات یہ ہے کہ نکاح کا
العقد زرہ پر ہوا اور بعد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
وہی زرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دی کہ فروخت
کر دو، تو انہوں نے فروخت کر کے قیمت آپ کو پیش
کر دی، تو دونوں حدیثوں میں تضاد نہ رہا اذ ملخصا (ت)

اور پُر ظاہر کہ روایت مسندہ ثانیہ کے الفاظ ہی خود اس تطبیق کے شاہد ہیں ولہذا علامہ زرقانی نے شرح

مواہب لدینیہ میں کلام طبری نقل کر کے فرمایا:

هذا الجمع مدلول الحديث السابق

یہ پہلی حدیث کا مدلول ہے جو دونوں کو جمع کرتا ہے۔ (ت)

اور روایت ثانیہ سے ان کی توفیق یوں کہ حدیث زرہ کو ہمارے علمائے کرام نے مہرِ معجل پر محمول فرمایا جو وقت زفاف
اقدس ادا کیا گیا۔

قلت ويشهد له ايضا الحديث المذكور حديث
ذكر انه جاء بالدرهم فامر صلى الله تعالى
عليه وسلم بشراء الطيب وان تجهز و
قال لعل ما قال فان ذلك انما كان حين زفت
لاحين العقد كما لا يخفى۔

میں کہتا ہوں کہ اس پر مذکورہ حدیث بھی شاہد ہے،
جس میں ذکر ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے درہم پیش
کئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خوشبو اور جہیز
خریدنے کا حکم فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
جو گفتگو فرمائی وہ زفاف کے وقت ہے نہ کہ نکاح کے
وقت کی جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ (ت)

مولانا علی قاری مرقاۃ میں زرہ کی نسبت فرماتے ہیں دفعہا ایہا مہرا معجلا (یہ مہرِ معجل کے طور پر دی گئی تھی۔)
امام محقق علی الاطلاق فتح القدير پھر علامہ علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

۱ شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ ذخائر العقبی ذکر تزویج علی بفاطمہ رضی اللہ عنہا دار المعرفۃ بیروت ۶/۲

۲ مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب الصداق فصل ثانی المكتبة الجبیبیہ کوئٹہ ۳۶۰/۶

ان کے ہاں عادت تھی کہ مہر کا کچھ حصہ دخول سے قبل معجل طور پر دے دیا جاتا تھا، حتیٰ کہ بعض علماء نے اسی بنا پر فرمایا کہ پہلے کچھ ادائیگی کے بغیر دخول جائز نہیں۔ ابن عباس، ابن عمر، زہری، قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول کہ وہ حضرت علی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منع فرمانے کی دلیل قرار دیتے ہیں جو اس روایت میں ہے جس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی سے نکاح کیا تو انہوں نے دخول کا ارادہ فرمایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو پہلے کچھ ادا کئے بغیر دخول سے منع فرمایا، تو انہوں نے عرض کی میرے پاس تو کچھ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اپنی زرہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو دے دو۔ چنانچہ انہوں نے زرہ دے دی اور اس کے بعد دخول کیا۔ یہ الفاظ ابو داؤد کے ہیں اور اسی کو نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ مہر چار سو درہم تھا جو کہ چاندی ہے الخ۔ قلت (میں کہتا ہوں) ابو داؤد والی حدیث صریح نص ہے جو اس تاویل کو قبول نہیں کرتی جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ واقعہ بنا یعنی دخول کا ہے جس کے متعلق معلوم ہے کہ وہ نکاح سے چند ماہ بعد ہوا ہے۔ پھر تیسری روایت تصریح کر رہی ہے کہ نکاح چار سو مثقال چاندی پر ہوا ہے، اور پہلی روایات میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نکاح زرہ پر ہوا ہے۔ جو شخص حدیث میں

ان العادة عندهم كان تعجيل بعض المهر قبل الدخول، حتى ذهب بعض العلماء الى انه لا يدخل بها حتى يقدم شيئاً لها نقل عن ابن عباس وابن عمر والزهري وقتادة تسكا بمنعه صلى الله تعالى عليه وسلم عليا فيما رواه ابن عباس رضي الله تعالى عنهما) ان علياً رضي الله تعالى عنه لما تزوج بنت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اراد ان يدخل بها فمنعه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حتى يعطيها شيئاً فقال يا رسول الله ليس لي شئ فقال "اعطها درعك" فاعطاها درعه ثم دخل بها اللفظ لابي داؤد ورواه النسائي ومعلوم ان الصداق كان اربع مائة درهم وهي فضة الخ قلت وحدث ابى داؤد كما ترى نص صريح لا يقبل التاويل ان هذا كان حين البناء ومعلوم ان البناء كان بعد عدة اشهر من حين العقد، ثم الرواية الثالثة مصرحة بان العقد وقع على اربع مائة مثقال فضة وليس في الروايات الاولى ما يصرح بصدور العقد على الدرع ومن مارس

ماہرست رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ راوی حضرات بعض چیزوں کو مختصر کرتے ہیں، تو اس لئے ضروری ہے کہ قابل احتمال کو مخصوص کی طرف پھیرا جائے جبکہ مختلف روایات کو حتی الامکان جمع پر محمول کرنا طے شدہ بات ہے، یہ بات بالکل واضح ہے۔ پھر محقق کا یہ قول کہ یہ بات معلوم ہے کہ مہر چار سو درہم تھے اس کو مرقاة میں مشکل قرار دیا کیونکہ مشقال اور درہم والی دونوں حدیثوں میں اس کی مخالفت ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) کوئی اشکال نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد اور ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کے عہد تک مختلف درہم تھے تو کچھ کا وزن ایک مشقال اور کچھ کا اس سے کم تھا، پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک وزن سبعمہ پر مقرر کیا۔ ردالمحتار میں طحاوی سے انہوں نے منح الغفار سے نقل کیا کہ جاننا چاہئے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں درہم مختلف تھے بعض دس درہم کا وزن دس مشقال تھا اور بعض دس کا چھ مشقال، اور بعض دس کا وزن پانچ مشقال تھا، تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تینوں قسموں میں سے ہر ایک کا ثلث لیا تاکہ لینے دینے میں جھگڑا نہ ہو، تو مجموعہ کا وزن سات ہو اس لئے دس درہم کا وزن سات مشقال قرار پایا اہل ملخصاً۔ اور خزائن المفتین میں نطا کے رمز سے امام ظہیر الدین کے فتاویٰ کی طرف اشارہ کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں وزن مختلف تھے، بعض درہم بیس قیراط

الاحادیث علم ان الرواة ربما يختصرون الاشياء فلا بد من رد المحتمل الى المنصوص والجمع متعين مهما امكن فكيف وهو واضح جلي ثم قول المحقق معلوم ان الصادق كان اربع مائة درهم استشكله في المرقاة لمخالفته لحديثي الثاقيل والدرهم جميعا، اقول ولا اشكال فان الدرهم كانت مختلفة على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعهد ابي بكر الصديق الى من امير المؤمنين عمر رضي الله تعالى عنهما فمنها ما كان ثمانية مثقال ومنها دون ذلك ثم ان عمر هو الذي رها الى وزن سبعة في رد المحتار عن الطحاوي عن منح الغفار اعلم ان الدرهم كانت في عهد عمر رضي الله تعالى عنه مختلفة فمنها عشرة دراهم على وزن عشرة مثاقيل وعشرة على ستة مثاقيل وعشرة على خمسة مثاقيل فاخذ عمر رضي الله تعالى عنه من كل نوع ثلثا كي لا تظهر المحضومة في الاخذ والعطاء فالجمع سبعة ولذا كانت الدرهم العشرة وزن سبعة اهل ملخصاً، وفي خزائن المفتين برمز طحاوي الامام ظہیر الدین ان الاوزان في عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

اور بعض کا وزن دس قیراط تھا جن کو پانچ کا وزن کہتے تھے، اور بعض کا وزن بارہ قیراط تھا جن کو چھ کا وزن کہتے تھے، تو جب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہد آیا تو لوگوں نے مطالبہ کیا کہ ایک سکہ ہونا چاہیے تو آپ نے ہر ایک میں سے کچھ لیا الخ اس پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ محقق علیہ الرحمۃ نے زرہ کو مہر معجل قرار دیا جو کہ چار سو اسی درہم میں فروخت ہوتی، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کل چار سو میں سے چار سو اسی معجل ہوں۔ (ت)

وعهد ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانت مختلفة فمنها ما كان الدرهم عشرون قيراطا، ومنها ما كان عشرة قيراطا وهو الذي يسمى وزن خمسة، ومنها ما كان اثني عشر قيراطا وهو الذي يسمى وزن ستة فلما كان في زمن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ طلبوا منه ان يجمع الناس على نقد واحد فاخذ من كل نوع الخ ومن الدليل على ذلك ان المحقق جعل الدرهم ما عجل من المهر وقد بيعت باسبعائة وثمانين فكيف يكون المعجل من اربع مائة اربعائة وثمانين۔

پس حاصل یہ قرار پایا کہ اصل مہر کریم جس پر عقد اقدس واقع ہوا چار سو مثقال چاندی تھی۔ ولہذا علماء ہمیر نے اس پر جزم فرمایا، مرقاة میں ہے:

سید جمال الدین محدث نے روضۃ الاجاب میں ذکر کیا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھی۔ اسی کو صاحب مواہب نے ذکر کیا ہے الخ (ت)

ذكر السيد جمال الدين المحدث في روضة الاجاب ان صداق فاطمة رضي الله تعالى عنها كان اربع مائة مثقال فضة وكذا ذكره صاحب المواهب الخ۔

زرہ برہم پیشگی وقت زفاف دی گئی کہ حکم اقدس چار سو اسی درہم کو بچی،

اسی سے علامہ محب طبری کے قول پر اعتراض بھی واضح ہو گیا جو انہوں نے کہا کہ حق کے مشابہ یہ ہے کہ نکاح زرہ پر ہوا، جبکہ حق بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ زرہ مہر معجل تھی، ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ

وبہ ظہر ما فی قول العلامة المحب الطبری يشبه ان العقد وقع على الدرهم و انما حقه ان يقال ان المعجل كانت الدرهم ولعل حامله عليه ذهوله عن

حدیث المشاقیل المصرح بان العقد انما وقع
علیہا لاعلی الدرع ولا علی الدرہم ولذا
لم یند کر لاقولین کما رأیت۔

انڈاز اس حدیث سے ذہول کی وجہ سے اختیار کیا جس
میں مشاقیل کے بارے میں تصریح ہے کہ نکاح ان پر
ہوا نہ کہ زرہ پر اور نہ ہی درہم پر ہوا۔ اسی لئے انہوں
نے صرف دو قول ہی ذکر کئے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے (ت)
مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے، اور یہاں کاروپیہ سو اگیارہ ماشے، تو چار سو مثقال کے پورے ایک سو ساٹھ
روپے ہوئے فا حفظہ فلعلک لا تجد هذا المتحریر فی غیر هذا التحرییر (اس کو محفوظ کر لو ہو سکتا
ہے کہ آپ کو یہ تحریر دوسری جگہ نہ ملے۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از پسیلی بھیت محلہ بشیر خاں مسئلہ احمد حسین خاں صاحب آئیری مجسٹریٹ ۲۳ صفر ۱۳۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسلمان سے ایک مسلمان کا نکاح ہوا اُس کے
بعد نکاح کنندہ کو معلوم ہوا کہ اُس عورت کے باپ سے مجھ کو رشتہ بشیر خوارگی ہے یعنی میری ماں نے اس کے
باپ کو دودھ پلایا ہے اور اس زمانہ میں بوجہ عدم واقفیت ہم بستری بھی ہو گئی، ایسی صورت میں نسبت جو از
نکاح کے کیا حکم ہو گا اور مہر کی نسبت کیا حکم فرمایا جائے گا؟ بینو اتوجروا۔

الجواب

جبکہ امر مذکور معلوم و ثابت ہو لیا تو ظاہر ہوا کہ وہ عورت اس شخص کی بیعتی ہے اور نکاح ناجائز
و فاسد۔

فی رد المحتار یحرم من الرضاع اصوله
وفروعہ وفروع ابو یہ وفروعہ لہ
رد المحتار میں ہے کہ رضاعت سے اس کے اصول و
فروع اور اس کے والدین کے فروع اور فروع کے فروع
ہو جاتے ہیں۔ (ت)

اس پر فرض ہے کہ فوراً اسے ترک کر دے اور اُس سے جدا ہو جائے زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑا یا
تیرے نکاح کو ترک کیا،

فی رد المحتار فی البزازیۃ المتارکہ فی الفاسد
بعد الدخول لا تكون الابا لقول کخلیت
سبیلک او ترکک الخ۔

رد المحتار میں ہے بزازیہ میں ہے کہ نکاح
فاسد میں دخول کے بعد متارکہ صرف قول (مثلاً میں نے
تیرا رستہ آزاد کیا یا تجھے چھوڑ دیا ہے) سے ہوتا ہے الخ (ت)

فصل فی المحرمات

باب المہر

رد المحتار

۵

دار اجیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۴۹

مطلب النکاح الفاسد " " " " " " ۲/۵۲-۳۵۱

اور از انجا کہ ہمبستری یعنی مجامعت واقع ہوئی عورت کے لئے مہر مثل تمام و کمال لازم آیا اگرچہ مہر مسمی سے زائد ہو، نکاح فاسد میں ضروریہ حکم ہے کہ جب مہر کچھ معین کیا گیا تو لازم تو مہر مثل ہی آئے گا مگر قرار یافتہ سے زیادہ نہ دلایا جائے گا، مثلاً ہزار روپیہ مہر ٹھہرا تھا تو اگر مہر مثل ہزار یا ہزار سے زائد ہے تو ہزار ہی دلائے جائیں گے اور مہر مثل ہزار سے کم ہے تو صرف اسی قدر دلائیں گے ہزار تک نہ بڑھائیں گے، لیکن بعض صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں ازاں جملہ نکاح محارم کہ نادانستہ وقوع میں آیا وہاں بعد و طی مہر مثل پورا لازم آتا ہے اگرچہ مسمی سے زائد ہو مسمی کا کچھ لحاظ نہ کیا جائے گا اور یہاں یہی صورت واقع ہے کہ وہ اس کی بھتیجی اور محرم رضاعی ہے۔

فی تنویر الابصار، یجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطء لا بغيره ولم یزد علی المسمی۔
واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتعرو
احکم۔

تنویر الابصار میں ہے: نکاح فاسد میں مہر مثل صرف جماع سے لازم آتا ہے کسی غیر جماع سے نہیں، وہ مہر مثل بھی مقررہ سے زیادہ نہ ہو۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتعرو۔ (ت)

مسئلہ ۲۲ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح ایام نابالغی میں زید کے ساتھ ہوا اور نکاح کے روز سے ایک لمحہ کو بھی ہندہ زید کے گھر نہیں گئی اور نہ ہم صحبت ہوئی اس صورت میں ہندہ مہر چاہے تو پاسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

سائل منظر کہ زن و شو نے انتقال کیا اور ان میں ایک کا مر جانا بھی مہر کو مؤکد کرتا ہے، پس صورت مذکورہ میں کل مہر ہندہ ترکہ زید پر لازم ہے جبکہ وہ نکاح لازم واقع ہوا جیسا کہ اب وجد نے کیا یا نافذ غیر لازم تھا اور پیش از رد احد الزوجین کا انتقال ہو گیا۔

فی الدر المختار یتأكد عند وطء او خلوة در مختار میں ہے: و طی یا خلوت صحیحہ یا دونوں میں سے صحت او موت احد ہما الخ۔

کسی کی موت سے مہر لازم ہو جاتا ہے الخ (ت) اور اگر نکاح منعقد ہی نہ ہوا تھا جیسے غیر اب وجد نے نابالغی ہندہ میں غیر کفو سے یا مہر مثل میں کمی فاحش کے ساتھ نکاح کر دیا کہ شرعاً ایسا نکاح باطل ہے یا موقوفاً منعقد ہوا اور ہنوز نافذ نہ ہونے پایا تھا کہ

اُن میں ایک نے انتقال کیا جیسے بحالتِ ولایت پدر اُس کے غیر نے بے اس کی اجازت نکاح کر دیا اور پہنچا دیا۔
 نے جائز نہ کیا تھا کہ احد الزوجین نے وفات پائی تو اس صورت میں اصلاً کچھ مہر وغیرہ نہ ملے گا۔

فی رد المحتار، المہر کما یلزم جمیعہ بالدخول
 والمخلوة كذلك بموت احدهما قبل الدخول
 اما بدون ذلك فيسقط لان العقد اذا
 انفسخ يجعل كانه لم يكن نهراً مختصراً.
 والله تعالى اعلم۔

رد المحتار میں ہے کہ جس طرح دخول اور خلوت صحیحہ سے
 پورا مہر لازم ہو جاتا ہے ایسے ہی دونوں میں سے کسی کی
 موت قبل از دخول سے بھی لازم ہو جاتا ہے، اگر مذکورہ
 صورتیں نہ واقع ہوتی ہوں تو مہر ساقط ہو جاتا ہے
 کیونکہ جب نکاح فسخ ہو تو وہ کالعدم ہو جاتا ہے، مہر
 اہ مختصراً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳
 ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت سے نکاح کیا، اُس عورت کو مرد کے
 قابل نہ پایا، اُس کے جسم میں ہڈی ہے، ایک زمانے کے بعد زید نے اُسے طلاق دے دی، اب اس کا مہر
 دینا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

اس صورت میں آدھا مہر دینا آئے گا۔ درمختار میں ہے:

يجب نصفه بطلاق قبل وطء او خلوة۔
 طلاق قبل از دخول یا قبل از خلوت نصف مہر لازم
 ہوتا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

الخلوة بلا مانع كرتق التلاحم (وقرت)
 عظم (وعفل) غدة (كالوطء في تأكد
 المهر اھ ملقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خلوت ایسی کہ جہاں کوئی مانع نہ ہو۔ مثلاً
 شرمگاہ میں گوشت پڑ جائے، ہڈی ہو جائے، غدود
 ہو جائے ان موانع کے بغیر خلوت ہو تو وہ وطی کے
 حکم میں ہے اور مہر لازم ہو جاتا ہے اھ ملقطاً (ت)
 واللہ تعالیٰ اعلم

۳۰۴ / ۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الولی	رد المحتار
۱۹۴ / ۱	مطبع مجتہدانی دہلی	باب المہر	رد مختار
۱۹۹ / ۱	"	"	"

مسئلہ ۲۴ از ریاست ریواں محلہ گھوگر مرسلہ عبداللہ خاں صاحب چابک سوار ۱۰ صفر ۱۳۱۶ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ منکوہ ہندہ کو باشتباہ زنا اپنے مکان سے
 نکال دیا، چار ماہ سے زائد ہوتا ہے کہ نان نفقہ مطلقاً نہ دیا، قریب ایک ماہ کے ہوتا ہے کہ جلسہ واحد میں تین طلاق
 دیے مگر نہ روبرو عورت کے بلکہ دوسرے اشخاص کے۔ دین مہر عورت کا حصہ قرار پایا تھا شوہر نے قطعہ مکان مالیتی
 حصہ بعوض دین مہر جسٹری کر اگر دخل دے دیا تھا اب بے دخل کر کے نکال دیا اپنے دیے ہوئے زیورات کا
 مسامہ سے بچر و اکراہ بنا لاش کپہری دعویٰ ہے۔ پس صورت مسئلہ میں آیا مرد مجاز ہے کہ علاوہ دین مہر کے جو اشیاء
 از قسم زیورات وغیرہ عورت کو بنا دیا تھا جبراً واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ جواب بحوالہ کتب معتبرہ مع ترجمہ عبارت
 عربی جلد مہمت فرمایا جائے۔ بینوا تو جروا

الجواب

تین طلاقیں ہو گئیں، عورت کے روبرو ہونا کچھ شرط نہیں، قطعہ مکان کہ بعوض دین مہر دیا تھا ملک عورت
 ہے عورت بذریعہ نالاش واپس لے سکتی ہے، علاوہ مہر جو اشیاء مثل زیور وغیرہ زید نے ہندہ کو دیں اگر گواہان
 عادل شرعی یا اقرار زید سے ثابت ہو کہ وہ چیزیں زید نے ہندہ کو بیہ کر دی تھیں تو زید ان کی واپسی کا اختیار نہیں
 رکھتا۔ فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اذا وھب احد الزوجین لصاحبه لایرجع فی الھبۃ وان انقطع النکاح بینھما
 جب میاں بیوی نے ایک دوسرے کو کوئی ہبہ دیا تو
 رجوع کا اختیار نہیں اگرچہ بعد کو نکاح منقطع

ہو جائے۔ (ت)

یونہی جس چیز کی نسبت ثبوت شرعی ثابت ہو کہ ان بلاد میں شوہر اپنی زوجہ کو یہ شئی بطور ہبہ ہی دیتے ہیں عرفاً
 عورتیں تملیک شوہر اس کی مالک سمجھی جاتی ہیں اس میں بھی زید کو اختیار واپسی نہیں۔ علماء فرماتے ہیں: المعھود
 عرفاً کالمشروط نصاً (عرف میں ثابت ایسے ہے جیسا کہ لکھن کے مشروط کیا ہوتا) مگر جبکہ اس قسم
 دوم کی چیز میں زید گواہان شرعی سے ثابت کر دے کہ میں نے دیتے وقت جتا دیا تھا کہ برتنے کے لئے دیتا
 ہوں تجھے مالک نہیں کرتا، تو البتہ وہ چیز ملک شوہر سمجھی جائے گی اور وہ بالجبر واپس لے سکتا ہے۔ علماء فرماتے
 ہیں: الصریح یفوق الدلالۃ (صراحت کو دلالت پر فوقیت حاصل ہے۔ ت) اسی طرح زیور کپڑا وغیرہ
 ہر وہ چیز کہ شوہر نے دی اور تملیک صراحتاً خواہ عرفاً کسی طرح ثابت نہ ہوئی اس میں بھی قول شوہر کا معتبر ہے

جبراً واپس لے سکے گا اور بلا تملیک شوہر عورت کے برتنے پہننے، استعمال کرنے سے جب عقد نکاح منسوخ ہو سکتی البتہ گھر میں پہننے کے کپڑے جن کا دینا بحکم نفعہ شوہر پر واجب ہو چکا ہو وہ دسے کر اگر دعویٰ کرے کہ میں نے عورت کو مالک نہ کیا تھا تو اس میں شوہر کا قول معتبر نہ ہونا چاہئے۔ عقود الدریۃ میں ہے،

قال فی البحر دوفی البدائع اقربت بالملك لزوجها
ثم ادعت الانتقال اليها لا يثبت الانتقال
الا بالينة ۱۷، ولا بد من بينة على الانتقال
اليها منه بهبة او نحو ذلك ولا يكون استمتاعها
بمشتريه ورضاه بذلك دليلا على انه ملكها
ذلك كما تفهمه النساء والعوام وقد اقيمت
بذلك مرارا ۱۸، وينبغي تقييده بما لم يكن
من ثياب الكسوة الواجبة على الزوج ۱۹ مخلصاً.
والله تعالى اعلم۔

یہاں یہ قید مناسب ہے کہ وہ دی ہوئی چیز پہننے کے کپڑے نہ ہوں جن کا دینا شوہر پر واجب ہو چکا تھا ۱۹ مخلصاً (واللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ ۲۵ از کثرہ ڈاک خانہ ادیرہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید کریم رضا صاحب عزمہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جاہل نے بدون طلاق اپنی زوجہ کی رضاعی بہن سے
نکاح کر لیا، جب اس کو معلوم ہوا کہ جمع بین الاختین حرام ہے تب اس نے ثانیہ کو طلاق دینا چاہا، ثانیہ نے
کہا اگر مجھ کو طلاق دینا چاہتے ہو تو میرا مہر ادا کرو۔ تو اس صورت میں بہ سبب ناجوازی نکاح زوجہ ثانیہ کے زوجہ ثانیہ
کے حق میں صحت تفریق ہی معتبر ہے یا اس پر طلاق واقع ہوگا اور مہر زوجہ ثانیہ زوج پر باوجود عدم جواز نکاح لازماً
آئے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

ایک بہن جب نکاح میں ہو تو دوسری سے نکاح نکاح فاسد ہے، متارکہ یعنی چھوڑ دینا جدا کر دینا واجب
ہے، اور وہ طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے، یہاں تک کہ اگر الفاظ طلاق کہے گا جب بھی متارکہ ہی ٹھہرے گا طلاق

۱۷ عقود الدریۃ کتاب الفرائض حاجی عبدالغفار و لپران تاجران کتب قندھار افغانستان ۲/۲۵۰

میں شمار نہ ہوگا، پھر اگر اس دوسری سے حقیقتاً وطی یعنی خاص فرج داخل میں بقدر حشفہ ایلاج ذکر کر چکا تھا تو مہر مثل و مہرستی سے جو کم ہو لازم آئے گا ورنہ کچھ نہیں اگرچہ خلوت بلکہ بوس و کنار بہ شہوت بلکہ غیر فرج میں ادخال کر چکا ہو،
 في الدر المختار يجب مهر المثل في نكاح فاسد وهو الذي فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود بالوطي في القبل لا بغيره كالخلوة لحرمة وطئها ولعزدها على المسمى ولو كان دون المسمى لزوم مهر المثل اه باختصار وفي رد المحتار قوله كشهود ومثله تزوج الاختين معا ونكاح الاخت في عدة الاخت قوله في القبل فلو في الدبر لا يلزمه مهر خلاصة وقنية فلا يجب بالمس والتقبيل بشهوة شئ بالاولى كما صرحوا به ايضا بحراه ملتقطاً وفي الدر من العدة، الخلوة في النكاح الفاسد لا توجب العدة و الطلاق فيه لا ينقص عدد الطلاق لانه فسخ جوهره اه - والله تعالى اعلم.

جیسا کہ فقہائے اس کی بھی تصریح کی ہے، بجز اہ ملتقطاً۔ در مختار کی عدت کی بحث میں ہے کہ نکاح فاسد میں خلوت عدت کو واجب نہیں کرتی اور نکاح فاسد میں طلاق سے عدت قائم نہ ہوگی کیونکہ یہ فسخ ہے، جوہرہ اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ ۲۶ از جنگل کوکرہ ڈاک خانہ گولا ضلع کھیری مرسلہ عبدالرحمن خاں صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح بعوض دستل درہم مہر کے کیا تو

۲۰۱/۱	مطبع مجتہبائی دہلی	باب المہر	۱۰ در مختار
۳۵۰-۵۱/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۱۰ رد المحتار
۲۵۸/۱	مطبع مجتہبائی دہلی	باب العدة	۱۰ در مختار

ایسی صورت میں کہ ملک ہند میں رواج درہم کا نہیں ہے، بجائے دتس درہم کے دتس درہم چاندی کافی ہوگی۔ اُس کی روپے آنے سے پوری کرنی ہوگی، اگر روپے آنے مہر کے تجویز کئے جائیں گے تو کس قدر ہوں گے؟ اور کم سے کم کتنا مہر ہو سکتا ہے؟ بیٹو توجروا

الجواب

چاندی کافی ہے، سگہ ہونے کی کچھ ضرورت نہیں، کم سے کم مہر دتس ہی درہم ہے یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی اُس تولے سے جس کے حساب میں یہ انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے، نہ روپیہ بھر کا تولہ جو بعض بلاد میں معروف ہے، مہر خود اس قدر چاندی ہو یا چاندی کے سوا اور کوئی شے اتنی ہی چاندی کی قیمت کی،

در مختار میں ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار دتس درہم چاندی جس کا وزن سات مثقال ہو، یہ چاندی سگے کی شکل میں یا بے سگہ اگرچہ قرض ہو یا کوئی سامان ہو جس کی قیمت دتس درہم بوقت نکاح ہو۔ ردالمحتار میں ہے اگر دتس ٹکڑیاں مہر مقرر کیا یا سامان جس کی قیمت دتس ٹکڑیوں کے برابر ہو دتس سگوں کے برابر نہ ہو تو بھی جائز ہے (ت)

فی الدر المختار، اقله عشرة دراهم فضة وزن سبعة مثاقيل مضروبة كانت اولاً ولودينا او عرضاً قيمته عشرة وقت العقد في رد المحتار، فلو سمي عشرة تبراً او عرضاً قيمته عشرة تبراً او مضروبة صح.

وزن کے اعتبار سے دتس درم کے دو روپے ایک اٹھنی ایک چوانی اور ۹ پانی ہوئے یعنی کچھ کم دو روپے تیرہ آنے اگر روپے اٹھنی چوانی دے تو اسی قدر دینا ہوگا، لان الجنس لا معتبوفيه للقيمة (کیونکہ جنس میں قیمت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ت) اور چاندی کے علاوہ اور کوئی چیز دے تو دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی کی قیمت معتبر ہوگی مثلاً چاندی ۱۲۔ تولہ ہو تو ایک روپے ساڑھے پندرہ آنے کی قیمتی شے کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید سے بتعین ۲۵۰۰۰ ہزار مہر کے ہوا زید کو مہر میں اضافہ کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کے لئے کیا شرائط لازم و ضروری ہیں؟ بیٹو توجروا۔

۱۹۷/۱ باب المہر لے در مختار
مطبع مجتہائی دہلی
دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۳۰/۲ لے ردالمختار

الجواب

شوہر کو ہر وقت زوجہ کے مہر میں زیادت کرنے کا اختیار ہے اور اب مہر ہی قرار پائے گا جو بعد اس زیادت کے مقرر ہو اور اس کے لئے تجدید نکاح کی حاجت نہیں بلکہ تجدید بھی زیادت کر سکتا ہے، نہ گواہوں کی ضرورت، تنہائی میں باہم اضافہ کر لینا صحیح ہو جائے گا، نہ زیادت جنس مہر سے ہونی لازم، خلاف جنس بھی صحیح ہے، مثلاً روپے مہر تھے اب کوئی جائداد اضافہ کر دی وہ روپے اور یہ جائداد سب کا مجموعہ مہر ہو جائے گا، نہ اگلے مہر کا باقی ہونا شرط، اگر ادا کر دیا معاف ہو چکا ہے تو اس کے بعد بھی زیادت روا ہے، صحت زیادت کے لئے صرف تین شرطیں درکار ہیں، دو بالاتفاق۔ ایک تو اس زیادت کا معلوم و معین ہونا مثلاً یہ کہا کہ میں نے تیرے مہر میں کچھ بڑھا دیا تو یہ زیادت باطل، دوسرے اسی جلسہ میں عورت کا اسے قبول کر لینا، اگر عورت نے قبول نہ کیا یا بعد مجلس بدلنے کے قبول کیا زیادت صحیح نہ ہوگی، تیسری شرط مختلف فیہ بقائے نکاح ہے اگر بعد زوال نکاح بموت زوجہ یا طلاق بائن یا انقضائے عدت بعد طلاق رجعی زیادت کی تو ایک روایت پر صحیح نہ ہوگی۔ نہر الفائق

میں اسی کو ظاہر الروایۃ قرار دیا۔ در مختار میں ہے :

اگر مقررہ مہر زیادہ کیا ہو تو خاوند پر یہ زائد مہر لازم ہو جائے گا بشرطیکہ بیوی نے مجلس میں قبول کر لیا ہو یا اس کے ولی نے جب یہ نانا لفظ ہو۔ اور مقدار بھی معلوم ہو اور زوجیت کا موجود رہنا بھی شرط ہے ظاہر مذہب میں، نہر۔ (ت)

نہرید علی ما سمی فانہا تلزمہ بشرط قبولہا فی المجلس او قبول ولی الصغیرة و معرفة قدرہا و بقاء الزوجیۃ علی الظاہر نہر۔

روالمختار میں ہے :

افادانہا صحیحۃ ولو بلا شہود او بعد ہبۃ المہر والابراء منہ وہی من جنس المہر او من غیر جنسہ بحر، وفي انفع الوسائل لای شرط فیہا لفظ الزیادۃ بل تصح بلفظہا و بقولہ

اس عبارت نے یہ فائدہ دیا کہ یہ زیادتی جائز ہے خواہ گواہوں کے بغیر اور مہر ادا کر دینے کے بعد یا مہر سے معاف کرنے کے بعد ہو، یہ زیادتی جنس مہر سے ہو یا غیر جنس مہر سے ہو، بحر۔ اور انفع الوسائل میں ہے اس کے لئے زیادہ "کاللفظ بھی ضروری نہیں بلکہ اس لفظ سے اور اس قول سے بھی صحیح ہے کہ میں نے

راجعتك بكذا ان قبلت وكذا تجديد النكاح
وان لم يكن بلفظ الزيادة على خلاف فيه
وكذا الوأقزلز وجته بمهر وكانت قد
وهبت له فانه يصح ان قبلت في
مجلس الاقرار وان لم يكن بلفظ الزيادة
اه مختصرا - والله تعالى اعلم -

اتوں کے ساتھ تجربہ رجوع کیا اگر تجھے قبول ہو، اور یہی
تجدید نكاح سے اگرچہ اس میں زیادہ کا لفظ نہ ہو
اس میں خلاف ہے، اور یونہی اگر بیوی نے خاوند کو
مہر بہہ کر دیا اور بعد میں خاوند بیوی کے لئے کسی مہر کا
اقرار کر لے، جب بیوی نے اقرار والی مجلس میں قبول
کر لیا ہو اگرچہ زیادہ کا لفظ نہ بھی ہو تو یہ زیادہ صحیح ہے اور
مختصرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ ۶ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے مہر معجل سے ششم حصہ بکر شوہر نے وقت نكاح
ادا کر دیا اب ہندہ کو بقیہ پانچ حصوں کا مطالبہ قبل افراق زن و شوہر پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور اگر رخصت
بلاغت صحیحہ واقع ہوئی ہو تو دعویٰ کا اختیار رہا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بالاتفاق ہندہ کو قبل افراق بموت یا طلاق بقیہ مہر معجل کا دعویٰ اور جب
تک تمام وکمال وصول نہ کر لے شوہر کے گھر جانے سے باز رہنا اور اپنے نفس کو شوہر سے روکنا پہنچتا ہے اور
اصل مذہب یہ ہے کہ اگر غلوت بلکہ قربت برضائے زوجہ واقع ہوئی تو اس کے بعد بھی زوجہ کو ہر وقت اختیار
دعویٰ و مطالبہ و منع نفس حاصل ہے جب چاہے رک جائے اور شوہر کو ہاتھ نہ لگانے دے اور اس کے گھر
جانے سے انکار کرے جب تک مہر معجل نہ لے لے۔ درمختار میں ہے:

لها منعه من الوطى ودواعيه والسفر بها
ولو بعد وطئ وخلوة رضيتها لان كل وطأة
معقود عليها فتسليم البعض لا يوجب
تسليم الباقي لاخذ ما بين تعجيله من المهر
كله او بعضه او اخذ قدر ما يعجل لمثلها
عرفا به يفتى به

مہر ہوا بعض، یا اس قدر مہر وصول کر لے جتنا اس جیسی عورتوں کو عرف میں جلد دیا جاتا ہے فتویٰ اسی پر ہے۔ (د)

۳۳۸/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

باب المہر

لے ردالمحتار

۲۰۲/۱

مطبع مجتہبی دہلی

لے درمختار

اُسی میں ہے :

مہر مجل وصول کرنے تک ہی کو سفر کرنا اور خاوند کے گھر سے
اس کی اجازت کے بغیر کسی حاجت یا والدین کی
زیارت کے لئے نکلنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لها السفر والخروج من بيت زوجها للحاجة
وزيارة اهلها بلا اذنه مالم تقبض
المعجل به واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

مہر کی تعداد شرع پیغمبری کیا ہے؟ اور حضرت خاتونِ جنتِ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر کیا تھا؟

بینوا تو جروا۔

الجواب

مہر شرعی کی کوئی تعداد مقرر نہیں، صرف کمی کی طرف حد معین ہے کہ دس درم یعنی تقریباً دو روپے
نیزہ آنے سے کم نہ ہو اور زیادتی کی کوئی حد نہیں، جس قدر باندھا جائے لازم آئے گا۔ حضرت خاتونِ جنت
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر اقدس چار سو مثقال چاندی تھا کہ یہاں کے روپے سے ایک سو ساٹھ روپے بھر
ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳ از فرید پور ضلع بریلی مرسلہ قاضی محمد نبی جان صاحب ۲۷ رمضان شریف ۱۳۱۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے مہر شرعی پر نکاح کیا مگر
اب وہ طلاق دیتا ہے بوجہ نافرمانی کے، اور وہ تخمیناً ۲۵ روپے کا قرضدار ہے اور قرض سودی ہے
وہ اس کے مہر سے کس صورت سے ادا ہووے اور کتنا دیوے بموجب حکم خدا و رسول سے؟ تحریر فرمائیے۔

الجواب

مہر شرعی جو لوگ یہ سمجھ کر باندھتے ہیں کہ سب سے کم درجے کا مہر جو شریعت میں مقرر ہے تو اس
صورت میں دو تولے سات ماشے چار رتی چاندی دینی آئے گی، اور جو یہ سمجھ کر باندھتے ہوں کہ جو مہر
حضرت خاتونِ جنت کا تھا تو ڈیڑھ سو تولے چاندی آئے گی یعنی انگریزی روپے سے ایک سو ساٹھ روپے بھر
اور جس کی سمجھ میں کچھ معنی نہیں خالی ایک لفظ بول دیتے ہیں تو وہاں مہر مثل لازم آنا چاہئے یعنی اس عورت
کے دوھیال میں جو عورت اس کی ہم عمر اور صورت شکل اور کنواری یا بیاہی ہونے میں اور ان باتوں میں
جن سے مہر کم بیش ہو جاتا ہے اس عورت کی مانند ہو اس کا جو مہر باندھا ہو وہ دینا آئے گا، اور جو اپنوں

میں ایسی عورت نہ ملے تو بیگانوں سے دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

۳۱
۳۲

سوال اول

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح ساتھ عمر کے عوض مہر پانچ ہزار روپے اور دو دینار سرخ کر دیا تھا اور یہ بات قرار پاگئی تھی اور وکیل نکاح نے تصریح کر دی تھی کہ مہر نہ تو اس وقت نقد لیا جائے گا اور نہ رخصت کے وقت اور نہ کوئی وعدہ ادا سے مہر کا ہے، اور ہنوز رخصت نہیں ہوئی ہے، تو ہندہ مذکورہ یا اس کے باپ کو کس وقت میں طلب کرنے جزو یا کُل مہر کا اختیار حاصل ہوگا اور اس مہر کو کون سا مہر کہا جائے گا؟ بیٹو اتوجروا

الجواب

ایسے مہر کا مطالبہ بعد موت زوج یا زوجہ یا بعد طلاق ہو سکتا ہے اس سے قبل نہیں، یہ نہ معجل ہے کہ قبل رخصت دینا قرار نہ پایا نہ مؤجل کہ کوئی اجل یعنی میعاد مقرر نہ کی گئی بلکہ عرفاً مؤخر ہے، ردالمحتار میں ہے؛

لومات نروج المرأة او طلقها بعد عشرین
سنة من وقت النکاح فلها طلب مؤخر المهر
لان حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او
الطلاق لا من وقت النکاح لے واللہ تعالیٰ
اعلم۔

اگر بیوی کا خاوند سبیس سال بعد فوت ہو جائے یا طلاق
دے دے تو بیوی کو مؤخر کیا ہوا مہر طلب کرنے
کا حق ہے کیونکہ بیوی کو اس مہر کے مطالبے کا حق مرنے یا طلاق
دینے کے بعد ثابت ہوتا ہے وقت نکاح سے مطالبہ
کا حق نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

سوال دوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر مؤجل کے کیا معنی ہیں اور غیر مؤجل کے کیا معنی ہیں؟ اور
مؤجل جس کا حرف ثانی عین مہملہ ہے کیا معنی ہیں اور ان کا کیا حکم ہے؟ بیٹو اتوجروا (بیان کیجئے اور اجر
پائے۔ ت) اور دینار سرخ کتنے روپے کا ہوتا ہے؟

الجواب

مہر مؤجل وہ جس کے لئے کوئی میعاد مقرر کی ہو مثلاً دس برس بعد دیا جائے گا، اور غیر مؤجل وہ کہ
تعیین و تقریر میعاد نہ ہو فان کان مع نفی الاجل کان معجلاً والا فلا (اگر میعاد کی نفی کی ہو تو مؤجل ہے

ورنہ نہیں۔ ت اور معجل وہ جس کا قبل رخصت ادا کرنا قرار پایا ہو۔ موجل کا مطالبہ میعاد آنے پر ہو سکتا ہے اس سے پہلے اختیار نہیں، اور معجل کو عورت فوراً مانگ سکتی ہے، اور جب تک نہ ملے رخصت سے انکار کا اسے اختیار ہے، اور جو نہ معجل اور نہ موجل وہ بحکم عرف طلاق یا موت تک موخر ہے اس سے پہلے اختیار مطالبہ نہیں۔

فی النقایۃ المعجل والموجل ان بینا
فذاك والا فالمتعارف به واللہ تعالیٰ اعلم
نقایہ میں ہے، مہر معجل اور موجل کی مدت بیان
کر دی گئی تو بہتر، ورنہ عرف کے لحاظ سے مہر ادا
کیا جائیگا (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

دینار شرعی دس درم شرعی کا ہوتا ہے، دس درم انگریزی روپے سے دو روپے تیرہ آنے ہوتے ہیں پانچواں حصہ پیسہ کا کم، کہا حققنا فی الزکوٰۃ من فتاونا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کے باب زکوٰۃ میں اس کی تحقیق کر دی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳ علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی لڑکی کا نکاح تھا اور قاضی صاحب نے نکاح پڑھا دیا، کلمہ و دعائے قنوت اور دونوں امنت باللہ پڑھا کر اقرار پڑھایا تھا اور فاتحہ کے لئے جب حاضرین محفل پڑھنے کو ہوئے تب ایک قاضی دیگر جگہ کے تھے وہ اس نکاح میں گواہ تھے لڑکی کی طرف سے، اور درجہ دوم شرع پیغمبری قائم کیا گیا تھا تو نکاح پڑھانے والے قاضی نے کہا کہ مجھ کو اس کی تعداد معلوم نہیں ہے کہ کتنی تعداد ہے، وہ جو قاضی گواہ تھے اس نکاح کے وہ کہنے لگے ۶۱ روپے، درجہ دوم کی میں خلاصہ کردیوں تاکہ محفل میں اور لوگوں کو معلوم ہو جائے، پڑھانے والے نے کہا کہ درجہ اول درجہ دوم درجہ سوم درجہ چہارم کی تعداد مجھ کو معلوم نہیں مع نام درجہ تعداد روپیہ کے آگاہی ہو جائے۔

الجواب

شریعت میں مہر کی کم سے کم تعداد مقرر ہے کہ دس درم سے کم نہ ہو جس کے اس روپے سے کچھ کوڑیاں کم دو روپے تیرہ آنے بھر چاندی ہوئی یعنی دو روپے بارہ آنے ۹ ۳ پائی بھر اس کے سوا شریعت میں مہر کا کوئی درجہ مقرر نہیں فرمایا ہے، یہ ان قاضیوں کی گھڑت ہے ۶۵ روپے کا کوئی درجہ مہر کا نہیں ہے، اکثر ازواج مطہرات کا مہر پانسو درم تھا کہ یہاں کے روپوں سے ایک سو چالیس ہوئے، اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھا جس کے ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی ہوئی، اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار ہزار درم یا دینار تھا جس کے گیارہ سو بیس یا گیارہ ہزار دو سو

روپے ہوتے، مہر معین کر دینا چاہتے، فقط شرع پنمبری یا اس کا فلاں درجہ کہنا بیوقوفی ہے۔ **مسئلہ ۳۴** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندو سے اس شرع پر نکاح کیا کہ اگر میں تجھ کو طلاق دوں تو سو روپے مہر کے ادا کروں اور اگر مجھ سے خود طلاق چاہے گی تو تجھ کو مبلغ تین روپے میں دوں گا اور کچھ نہ دوں گا، اب خود ہندو نے درخواست طلاق کی زید اپنے شوہر سے دو روپے کیل اور رو برو گواہان نکاح مسیمان عظیم اللہ اور جمن کے حسب درخواست ہندو کے زید نے ہندو کو طلاق دے دی آیا ہندو اس صورت میں سو روپے پانے کی مستحق ہوگی یا تین روپے پانے کی۔ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

زید تین روپے نہ سو روپے بلکہ اس عورت کا مہر مثل دیکھا جائے، وہ اگر سو روپے یا سو سے زائد ہو تو سو روپے دئے جائیں اور اگر تین روپے یا بالفرض تین روپے سے دو تین آنے کم ہوں کہ یہاں تک کمی کی گنجائش ہے تو تین روپے دئے جائیں اور اگر تین روپے سے زائد اور سو روپے سے کم ہوں تو پورا مہر مثل دیا جائے، درمختار میں ہے،

بیوی کے شہر میں رہنے پر ایک ہزار اور وہاں سے لے جانے پر دو ہزار مہر پر نکاح کیا، تو اگر مرد عورت کے شہر میں رہے تو ایک ہزار بیوی کو دے گا کیونکہ وہ اس پر راضی ہوتی تھی، اگر وہاں سے باہر لے جائے تو پھر مہر مثل ہوگا جو دو ہزار سے زائد نہ ہو اور ایک ہزار سے کم نہ ہو کیونکہ اس پر دونوں کی رضا مندی تھی، یہ صورت اس کے خلاف ہے جب کہ نکاح کیا ہو کہ اگر بد شکل ہو تو ایک ہزار اور خوب صورت ہو تو دو ہزار مہر ہے تو یہ دونوں شرطیں صحیح ہیں کیونکہ اس میں جہالت کے مواقع بہت کم ہیں، مختصراً۔ اقول (میں کہتا ہوں کہ) ہماری بحث میں پہلی صورت سے بھی زیادہ جہالت ہے کیونکہ وہاں ایک شرط تو حاصل ہے دوسری میں ہونے نہ ہونے کا احتمال ہے، اور

نکحھا علی الف ان اقام بہا و علی الفیت ان اخرجھا فان اقام بہا فلھا الالف لرضاھا بہ، و الا فمہر المثل لا یزاد علی الفین ولا ینقص عن الف لا تفاقھا علی ذلک بخلاف مالوتزو جھا علی الف ان کانت قبیحة و الفین ان جمیلة فانه یصح لقلۃ الجھالۃ الی آخرہ مختصراً قول و فیما نحن فیہ الجھالۃ اشد من الصورۃ الاولیٰ فثمہ احد الشرطین حاصل والثانی علی الخطر و فہنا کان کل علی الخطر لجواز ان لا یقع شیء منہما فلا یطلق

ولا تسأل فتكنت الجهالة ففسد
التسميتان فوجب مهر المثل مطلقاً.
والله تعالى اعلم۔

یہاں تو دونوں میں ہونے نہ ہونے کا احتمال ہے کیونکہ
ممکن ہے کہ دونوں میں کوئی بھی حاصل نہ ہو، مثلاً
نہ مرد طلاق دے اور نہ عورت طلاق کا مطالبہ کرے

تو جہالت موثر ہوگئی، اور دونوں شرطیں مفقود ہوں گی، لہذا مهر مثل واجب ہوگا مطلقاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵ از لاہور مسئلہ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی ۲۳ شعبان ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت منکوحہ
کو کسی قبیلہ میں یہ عبارت لکھ دی (جو کچھ تقریبات شادی وغنی خانگی اور خاندانی میں تھوڑا یا بہت صرف ہوگا
اس کے سرانجام کا صرفہ میرا ہے اور آمدنی تنخواہ و دیہی جاگیر سے کچھ علاقہ نہیں) پس تحریر کے بعد قبیلہ نویس
خود یا بعد وفات قبیلہ نویس کے اُس کی اولاد اس شرط کی وفانہ کرے بلکہ زوجہ مذکورہ کو جو کچھ دیا جائے وہ اُس کے
دین مہر وغیرہ میں شمار کیا جائے تو شرعاً کیا حکم ہے آیا قاضی شریعت اس شرط کی ایفا پر قبیلہ نویس یا اُس کی
اولاد کو مجبور کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور وہ دیا ہو اس کے دین مہر میں محسوب ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بیوا
توجسروا۔

الجواب

فی الواقع اُس وعدہ کی وفا پر شرعاً جبر نہیں کما نص علیہ فی الاشباہ والنظائر وجامع
الفصولین (جیسا کہ الاشباہ والنظائر اور جامع الفصولین میں اس پر نص ہے۔ ت) شوہر نے جو کچھ
دیا اگر دینے کے وقت مہر کے سوا اور کسی وجہ کا نام لیا جس پر وہ جانب شوہر سے بیبہ و عطیہ قرار پاسکے جب
تو اُسے مہر میں محسوب کرنے کا اختیار نہیں، یوں ہی نان و نفقہ واجبہ کو اُس میں محسوب نہ کر سکے گا اگرچہ
دیتے وقت نام نفقہ نہ لیا ہو، بلکہ وہ نفقہ ہی ٹھہرے گا۔ یونہی اور اشیا، جو ازر وئے عرف بدیہ قرار پاتی
ہیں اور جوان تینوں صورتوں سے جدا ہے اُس میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے، اگر بقسم کہہ دے گا کہ
میں نے مہر میں دیا تھا مہر میں محسوب ہوگا، یونہی بعد شوہر اولاد شوہر جو کچھ بھیجے اور ظاہر حال بسبب عرف و
قسم قوم منافی ارادہ مہر نہ ہو، نہ انھوں نے صراحتاً غیر مہر کسی اور وجہ کے لئے اُسے قرار دیا ہو تو اُن کا قول بھی
معتبر ہے۔

کیونکہ مالک بنانے والا ملکیت کی وجہ کو بہتر جانتا ہے
جیسا کہ عقود الدریہ میں ہے۔ (ت)

لان المملک ادری بجهة التملیک کما فی
عقود الدریة وغیرھا۔
در مختار میں ہے،

لو بعث الى امرأته شيئاً ولم يذکر جهنة عند
الدفع غير المهر كقوله لشمع او حناء ثم
قال انه من المهر لم يقبل لوقوعه هدية
فلا ينقلب مهراً فقالت هدية وقال من
المهر فالقول له بيمينه والبينة لها في غير
المهياً للاكل ولها في المهياً له لان الظاهر
يكذبه ولذا قال الفقيه المختار انه يصدق
فيما لا تجب عليه كخف وملاءة لا فيما يجب
كخمار ودرع اھ مختصراً۔

خاوند نے بیوی کو کوئی چیز ارسال کی اور دیتے وقت
مہر کے علاوہ کسی وجہ کو ذکر نہ کیا ہو مثلاً شمع اور مہندی۔
پھر بعد میں کہا کہ یہ مہر ہے تو خاوند کی بات مقبول نہ ہوگی
کیونکہ وہ ہدیہ ہو چکی جو اب مہر نہیں بن سکتا، پھر بیوی
کہے یہ ہدیہ ہے اور خاوند مہر کے تو خاوند کی بات قسم
کے ساتھ تسلیم کر لی جائے گی ان چیزوں میں جو کھانے کے
واسطے مہیا نہیں کیں اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو عورت گواہ
مقدم ہونگے اور عورت کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا ان چیزوں میں جو کھانے کے
واسطے مہیا کیں کیونکہ زوج کا ظاہر حال جھٹلاتا ہے اسی لئے فقیہ نے فرمایا کہ

مختار ہے کہ خاوند کی بات کی تصدیق اس صورت میں کی جائے گی جب وہ چیز نفقہ واجبہ میں سے نہ ہو، مثلاً موزہ یا
باریک کپڑا اور جو چیز زوج پر واجب اس میں زوج کی تصدیق نہ کی جائے، جیسے دوپٹہ اور قمیص۔ اھ مختصراً (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قال في الفتح الذي يجب اعتباره في ديارنا
ان جميع ما ذكر من الحنطة واللوز والذيق
والسكو والشاة الحية وبقايا يكون القول
فيها قول المرأة لان المتعارف في ذلك كله
ان يرسله هدية والظاهر معها لامة
ولا يكون القول قوله الا في نحو الثياب
والجارية وذكر تائيد في البحر وتقييد
عن النهر۔ والله سبحانه وتعالى اعلم۔

فتح میں ہے، ہمارے علاقے میں جن چیزوں میں بیوی
کی بات معتبر ہوگی وہ یہ مذکور ہیں مثلاً گندم، اخروٹ، آٹا،
شکر اور زندہ بکری وغیرہ (جو چیز مہینہ بھر باقی رہنے نہ پڑے خراب ہو) کیونکہ ان
تمام چیزوں کو ہمارے عرف میں ہدیہ دیا جاتا ہے
لہذا ظاہر بیوی کا ساتھ دے گا، خاوند کا نہیں،
اور خاوند کا قول معتبر نہ ہوگا مگر لونڈی، کپڑا وغیرہ میں
اس کی تائید بحر میں اور اس

کی تقييد نہر سے ذکر کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۶ مستولہ مولوی عبدالغنی صاحب از حسن پور ضلع مراد آباد محلہ چاہ کنگر ۸ رمضان ۱۳۲۲ھ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على سيدنا محمد وآله واصحابه اجمعين،

۱/ ۲۰۳ مطبع مجتباتی دہلی باب المہر لہ در مختار
۲/ ۳۶۴ دار احیاء التراث العربی بیروت " لہ رد المحتار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متوجہان شرع متین دربارہ مہر معجل و متوکل، مہر معجل کے کیا
 معنی ہیں اور منکوحہ کو کس وقت زہر مہر کا مجاز وصول کرنے کا ہے اور کوئی سبب ہے یا نہیں، اور اس کی کچھ
 حداد ہے یا نہیں۔ مہر متوکل کے کیا معنی اور کس وقت منکوحہ کو زہر مہر وصول کرنے کا مجاز ہے اور اس کی
 کوئی تعداد بھی ہے یا نہیں، اور کوئی سبب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

مہر تین قسم ہے :
 معجل کہ پیش از رخصت دینا قرار پایا ہو اس کے لئے عورت کو اختیار ہے کہ جب تک وصول
 نہ کر لے رخصت نہ ہو، اور اگر رخصت ہوگئی تو اسے اب بھی اختیار ہے کہ جب چاہے مطالبہ کرے اور اس کے وصول
 تک اپنے نفس کو شوہر سے روک لے اگرچہ رخصت کو بیس برس گزر گئے ہوں۔

دوسرا متوکل جس کی میعاد قرار پائی ہو کہ دس برس یا بیس برس یا پانچ دن کے بعد ادا کیا جائے گا اس
 میں جب تک وہ میعاد نہ گزرے عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں اور بعد انقضائے میعاد ہر وقت مطالبہ کر سکتی ہے۔
 تیسرا متوخر کہ نہ پیشگی کی شرط ٹھہری ہو نہ کوئی میعاد معین کی گئی ہو، یونہی مطلق و مبہم طور پر بندھا ہو
 جیسا کہ آج کل عام مہر یوں ہی بندھتے ہیں اس میں تا وقتیکہ موت یا طلاق نہ ہو عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں مہر معجل
 متوکل کے لئے شرع مطہرنے کوئی تعداد معین نہ فرمائی جتنا پیشگی دینا ٹھہرے اس قدر معجل ہو گا باقی کی کوئی میعاد
 قرار پائی تو اتنا متوکل ہو گا ورنہ متوخر ہے گا، ہاں اگر کسی قوم یا شہر کا رواج عام ہو کہ اگرچہ تصریح نہ کریں مگر اس
 قدر پیشگی دینا ہوتا ہے تو بلا قرار داد تصریح بھی اتنا معجل ہو جائے گا باقی بدستور متوکل یا متوخر ہے گا۔ درمختار
 میں ہے :

لها منعه من الوطی و دواعیہ و لو بعد و طء و
 خلوة رضیتہما لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر
 کلہ او بعضہ او اخذ قدر ما یجمل لشلہا عرفنا
 بہ یفتی ان لم یؤجل او یجمل کلہ فکما شرطاً۔
 بیوی کو مہر معجل کل یا بعض جتنا بیان ہوا یا عرف میں جتنی
 مقدار معجل ہوتی ہے وصول کرنے کے لئے خاوند کو وطی
 اور اس کے دواعی سے منع کرنے کا حق ہے اگرچہ
 زوجہ کی رضامندی سے پہلے وطی یا خلوت ہو چکی ہے
 اسی پر فتویٰ ہے (یعنی رواج کا اعتبار ہے اگر کل مہر کی مدت یا تعجیل مقرر نہ کی گئی ہو، اگر مدت یا تعجیل مقرر ہو چکی ہو) تو
 ویسا ہی کرنا چاہئے جیسا کہ دونوں نے شرط کیا۔ (د)

ردالمحتار میں ہے،

لومات نروج المرأة او طلقها بعد عشرين
سنة مثلا من وقت النكاح فلها طلب مؤخر
المهر لان حق طلبه انما ثبت لهما بعد الموت او
الطلاق لا من وقت النكاح - والله تعالى اعلم.

مسئلہ
۳۷
۲۲

سوال اول

حضور! اول یہ بتا دیجئے کہ بلا تعین مہر نکاح ہو گا یا نہیں، اگر لفظ شرعی مہر کہا جائے اور کوئی تشریح نہ کی جائے تو کس قدر مہر سمجھا جائے گا، بینوا تو جروا۔

الجواب

نکاح بلا تعین مہر بلکہ نفی مہر کے ساتھ بھی صحیح ہو جاتا ہے اور مہر مثل دینا آتا ہے یونہی مہر شرعی کہنے سے بھی جبکہ ان کی اصطلاح میں اس سے کوئی خاص مقدار مثلاً اقل درجہ مہر یا مہر حضور بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد نہ ہو ورنہ جو ان کی اصطلاح معروف ہے وہی لازم آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال دوم

مہر شرعی جو بنات صالحات کا لکھا ہے چار سو مثقال چاندی کا، آج کل کے سکہ سے کس قدر روپے ہوتے ہیں؟
چار سو مثقال چاندی مہر حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا یہاں کے سکہ سے ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال سوم

مہر جو ازواجِ مطہرات کا پانچ سو درہم کا سوا ہے بی بی ام جلیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کہ دو ہزار اوقیہ یا پانچ سو دینار کا لکھا ہے سکہ مروّجہ سے کس قدر ہوتے ہیں؟ وزن درم اور اوقیہ اور مثقال اور دینار کی صراحت فرمادیجئے۔

الجواب

پانچ سو درم کے اس سکہ رائجہ سے ایک سو چالیس روپے ہوتے ہیں۔ درم شرعی تین ماشے ایک تہائی اور
ردالمحتار کتاب القضاة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۴۳/۲

تجواں حصہ رتی کا، اور مثقال کہ وہی وزن دینا شرعی ہے ساڑھے چار ماشے، ایک اوقیہ چالیس درم ہے۔
اللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال چہارم

قل درجہ دستخ درم شرعی کے سکہ مروجہ سے کئے روپے ہوتے ہیں؟

الجواب

دست درم کے اس سکہ سے دو روپے تیرہ آنے ایک پیسے کا پانچواں حصہ، دو سو درم کے پورے چھپن روپے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال پنجم

آج کل جو حیثیت سے زیادہ مہر باندھا جاتا ہے جس کے ادا کی کوئی صورت موجودہ سے نہیں ہے
بول میں یہ خیال کر لینا کہ کچھ دینا تو نہیں پڑتا ہے صرف زبانی جمع فرج ہے قبول کر لو ایسے خیال سے کوئی نکاح میں
تو نقص نہ آئے گا؟

الجواب

نکاح میں کوئی نقص نہیں مگر ایسا خیال عند اللہ سخت قبیح و شنیع ہے یہاں تک کہ حدیث میں ارشاد ہوا
جو مرد و عورت نکاح کریں اور مہر کے دینے لینے کی نیت نہ رکھیں یعنی اُسے دین نہ سمجھیں وہ روز قیامت زانی و زانیہ
آٹھائے جائیں گے۔ والیاء باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ششم

وہ کون سی صورت طلاق کی ہے کہ ایک جوڑی کپڑے پانے کی زوجہ مستحق ہے۔

الجواب

نکاح جب بلا تعین مہر ہو اور عورت کو قبل خلوت طلاق دی جائے تو ایک جوڑا واجب آتا ہے جس کی قیمت
پانچ درم شرعی سے کم نہ ہو اور عورت کے نصف مہر مثل سے زیادہ نہ ہو ان دو حدوں کے اندر اگر مرد و زن دونوں
مندی ہوں اعلیٰ درجہ کا واجب ہوگا اور دونوں فقیر تو ادنیٰ اور ایک فقیر ایک غنی تو اوسط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳ مسئلہ از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئلہ مسیح الدین صاحب ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید کی بی بی ہندہ کو اس کے میکے والوں نے محض جھوٹی خبر پر کہ ہندہ کو سسرال والے زہر دے دیں گے روک
کھا ہے اور ان کا یہ ارادہ ہے کہ ہندہ کا دین مہر وصول کر کے ہندہ کی شادی دوسری جگہ کر دیں، آیا قبل طلاق دینے
مہر کے ہندہ کے دین مہر کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں، اور اس کا دوسری جگہ نکاح کر دینا جائز ہے یا نہیں، اور اسے

روک رکھنا جائز ہے یا نہیں، ہندہ کا مہر سوا لاکھ روپیہ ہے جس میں نصف معجل ہے اور نصف غیر معجل، مگر معجل میں زمانے کی کوئی حد نہیں ہے۔

الجواب

آدھا مہر یعنی ساڑھے باسٹھ ہزار روپیہ جب تک ادا نہ کرے زید کو ہندہ کے بلائے کا کوئی اختیار نہیں، اور میکے والے ہندہ کو روک سکتے ہیں قبل طلاق اگر نکاح کر دیا جائے حرام و زنا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۵ از مراد آباد محلہ مقبرہ مرسلہ حاجی کریم بخش صاحب ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) زوج نے زوجہ کے نام کچھ زمین مہر معجل میں دے دی اور غیر معجل مہر شوہر کے ذمہ ہے، زوج سے لڑکی تولد ہوئی یا لڑکا تولد ہوا، اب زوج زوجہ سے ناراض ہے اور طلاق دیتا ہے، اب وہ معاملہ برادری کے بنچوں میں ہے، اگر پنچ مہر معجل واپس کر لیں اور غیر معجل بھی نہ دلائیں اور کچھ زو پے مسماۃ کو دے کر رضا مند کر لیں اور زوج سے طلاق دلوادیں تو ایسے پنچوں پر کیا حکم ہے، اور زوجہ سے مہر معجل واپس کرنے کا کچھ گناہ ہے یا نہیں، اور پنچوں کو کس بات کا زیادہ لحاظ رکھنا لازم ہے، اور اگر پنچ کسی کی رعایت کر کے فیصلہ کریں تو کیا کچھ گناہ ہے؟

(۲) جو معاملات برادری کے متعلق طے ہوں اور شریعت سے باہر ہوں تو کیا گناہ ہے؟

الجواب

یہ معاملہ رضا مندی پر ہے جبکہ وہ جانے کہ باہم نباہ نہ ہوگا تو زوجہ اپنی خلاصی کے لئے کل مہر چھوڑے اور لیا ہوا واپس دے اور اُس کے سوا اور روپے بھی دے سب جائز ہے، قال تعالیٰ: فلا جناح علیہما فیما افدت بہ (عورت اگر فدیہ دے تو خاوند بیوی دونوں پر کوئی عرج نہیں) ہاں اگر پنچوں نے اُسے ناجائز طور پر پایا تو گناہ گار ہوئے اور عورت کے حق میں گرفتار جن معاملات میں شریعت مطہرہ نے اپنے حق کے لئے کوئی حکم خاص فرمایا ہے اس کا اتباع مسلمانوں پر فرض، کسی کی رضا مندی اس کی مخالفت کو جائز نہیں کرتی جیسے سود کہ اگر لینے دینے والا دونوں راضی ہوں جب بھی حرام قطععی ہے اور جن امور میں شرع نے اپنے حق کیلئے کوئی حکم نہ فرمایا جو مانعت ہے وہ ہندہ کے حق کے سبب ہے اُن میں اگر صاحبِ حق راضی ہو جائے تو مانعت نہ رہے گی جیسے پر ایامال پُر الینا حرام اور اُس کی خوشی سے حلال۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴۶۔ از شہرام ضلع گیا مرسلہ سراج الدین احمد صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۶ھ
 (۱) اصناف تعین مہر میں کہ معجل و متوجل و مثل ہے۔ معجل میں کلام نہیں اور متوجل میں کابین کا لکھنا ضرور ہے یا نہیں ہے

ہے تو موافق شریعت کے مضمون کیا ہے ؟
 (۲) ہر مثل ازواج مطہرات رسول علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کہ امہات المؤمنین والمومنات ہیں کا افضل یا خاندانی مثل ام و عمہ، عروس و داماد۔

الجواب

(۱) مہر معجل وہ ہے جو پیشگی دینا ٹھہرے، اور متوجل وہ جس کی ایک میعاد معین قرار پائے کہ اتنے زمانے کے بعد ادا کیا جائے گا، اور مؤخر وہ کہ نہ پیشگی دینا ٹھہرانہ اُس کا کوئی وقت معین کیا گیا، مہر مثل کوئی ان کی مقابل قسم نہیں، متوجل کی دستاویز لکھنا بہتر ہے۔ قال تعالیٰ :

یا ایہا الذین امنوا اذا تداینتم بدين الی
 اجل مستی فاکتبوه۔
 اے ایمان والو! جب تم ادھار لین دین مقررہ مدت پر کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ (ت)

تفسیر احمدی میں ہے :

فی الزاھدی ان الایۃ عامۃ فی السلم وکل
 دین یصح فیہ الاجل یل
 زاہدی میں ہے کہ یہ آیہ کریمہ بیع سلم اور ہر ادھار سوا
 جس میں مدت مقرر کرنا صحیح ہو سب کو شامل ہے (ت)

مدارک التنزیل میں ہے : الامر للندب (آیہ کریمہ میں امر استحباب کے لئے ہے۔ ت) باب التاویل
 میں ہے : وهو قول جمہور العلماء (یہی جمہور علماء کا قول ہے۔ ت) اور مضمون میں وہی طریقہ معہودہ کافی
 ہے جو تمسکات میں رائج ہے کہ میں فلاں بن فلاں بن فلاں ہوں میں نے فلاں تاریخ فلاں بنت فلاں بن فلاں
 سے اتنے مہر پر نکاح کیا جس کی ادا اتنے دنوں بعد قرار پائی ہے اقرار کرتا ہوں کہ مہر مذکور میعاد مذکور پر ادا
 کروں گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ازواج مطہرات کا مہر کس کے لئے مہر مثل ہو سکتا ہے، ان کے مثل کون ہے، مہر مثل سے اپنے

لہ القرآن الکریم ۲۸۲/۲

۱۔ تفسیر احمدیہ تحت آیۃ اذا تداینتم بدين الخ (پ ۳) مطبعہ کریمیہ، ممبئی، بھارت ص ۱۷۵

۲۔ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیہ مذکورہ دارالکتب العربیہ بیروت ۱۳۹/۱

۳۔ باب التاویل (تفسیر خازن) مصطفیٰ البابی مصر ۳۰۵/۱

خاندانِ پدری کا مہر مراد ہے بہن پھوپھی وغیرہ جو عمر و مال و جمال و بکارت میں کم ہوں۔
 امہات المؤمنین ہیں امہات المؤمنات نہیں، ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہیں۔
 انا ام الرجالکم ولست ام نساءکم واللہ
 میں تم مردوں کی ماں ہوں تمہاری عورتوں کی نہیں ہوں۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
 تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بجوار کا ٹھیا وارڈ مرسلہ حاجی عبداللطیف صاحب ۵ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ
 تجدید نکاح میں مہر کم از کم کتنا باندھنا چاہئے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

مہر کی مقدار کم از کم دس درم بھر چاندی ہے جس کی مقدار تقریباً دو روپے پونے تیرہ آنے بھر ہوتی، باقی
 جو احکام مہر کے ابتدائی نکاح میں ہیں وہی تجدید نکاح میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از موضع میوندی بزرگ مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی ناکتخدا کا نکاح کسی شخص
 سے کر دیا اور وہ شخص بلا قربت کئے اپنی بی بی کے مرگیا اور کسی طرح کی کوئی بات چیت نہیں کی یعنی کسی طرح کا
 کوئی فعل نہیں کیا اب علمائے دین فرمائیں کہ اس لڑکی ناکتخدا کا کتنا مہر اس کے شوہر کے مال یا جائداد وغیرہ سے
 چاہئے نصف یا پورا، اور اگر اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کرنا چاہیں تو کتنے دنوں کے بعد کیا جائے،
 بعض شخص کہتے ہیں کہ ایسے نکاح کی عدت نہیں ہوتی ہے کیونکہ جب اس کے شوہر نے اس سے قربت ہی نہیں
 کی تو عدت کس چیز کی کرنا چاہئے، اور بعض کہتے ہیں کہ تین ماہ کی عدت کے بعد نکاح ایسے کا جائز، اب علمائے دین
 فرمادیں کہ یہ لوگ غلطی پر ہیں یا صحیح پر، اور جو لوگ غلطی پر ہوں اور شریعت کو نہ مانتے ہوں ان کے لئے کیا سزا
 شرع اطہر میں ہے فقط، بینوا تو جروا۔

الجواب

سزا پوچھنا لغو ہے، آج کون کس کو سزا دے سکتا ہے جو شریعت کو نہ مانے جہنم میں سزا پائے گا، جب
 شوہر مر جائے پورا مہر واجب ہوتا ہے اگرچہ ایک نے دوسرے کی صورت نہ دیکھی ہو اور چار مہینے دس دن کی عدت
 فرض ہے اس سے پہلے نکاح حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لے درغشور بحوالہ ابن سعد وابن المنذر والبیہقی تحت آیه النبی اولی بالمؤمنین الخ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ المرعشی ایران ۱۳۳۵ھ

مسئلہ از بلام پور ضلع گونڈہ مرسلہ سکند ماسٹر ڈل اسکول ۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ
بجراپنی لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ کر دینے کے لئے چند شرائط پر تیار ہے زید جو بہ سلسلہ ملازمت بیس روپیہ
ماہوار سے زائد حیثیت نہیں رکھتا ہے حسب حیثیت تنخواہ زائد سے زائد کتنے روپیہ پر اس کا مہر شرعی ہونا جائز ہے
اور حیثیت سے زائد مہر ہونے پر کیا مواخذہ ہے؟

الجواب

حیثیت سے زائد مہر نامناسب ہے کوئی گناہ نہیں جس پر مواخذہ ہو فان المال غاد و رائج (مال
آنے جانے والی چیز ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر بریلی محلہ صندل بازار مرسلہ نواب نثار احمد خاں صاحب ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت فوت ہو جائے تو اس کے ورثا شرعی سے مہر
عورت مذکورہ متوفیہ کا شوہر یا ورثا شوہر بخشوالیں تو شرعاً جائز ہو گا یا نہیں۔

الجواب

وارثان زن میں جو عاقل بالغ معاف کرے گا اس کا حصہ معاف ہو جائے گا اگر سب عاقل بالغ ہوں
اور سب معاف کر دیں تو سب معاف ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک فاحشہ سے توبہ کرا کے نکاح کیا بروقت عقد
نکاح مہر شرعی پیمبری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مقرر ہوا تھا اور اس کے قبیلہ کی کوئی عورت نہیں بلکہ ان کا نکاح بھی
نامعلوم، اب مہر مثل معلوم نہیں ہو سکتا، زید نے اس کو قرآن مجید پڑھوایا، اب بعد فوت زید کے وہ عورت زید کو
سخت سخت گالیاں دیتی ہے، یہاں تک کہ ولد الزنا بھی کہہ دیتی ہے، وہ لوگ کہ زندگی زید میں اس کے سامنے
نہ آئے تھے اب برابر آتے ہیں، راتوں کو گھومتی ہے، وکیلوں کے پاس جاتی ہے، اب وہ کل اشیاء پر دعویٰ
کرتی ہے، مکان بیچنا چاہتی ہے تو اب اس کا کتنا مہر از روئے شرع شریف نکلتا ہے اور اس کی گفتگو ہے
کہ وہ کہتی ہے مر گیا وہ جہنمی جو مجھ کو یہاں چھوڑ گیا، پڑیں اس کے لاشے میں کیرے، تین بھائی اور والدین
اور ایک ہم شیرہ بھی ہے۔

الجواب

اس کے اقوال افعال کی سزا اللہ کے یہاں ہے اس سے اس کا مہر یا حصہ نہیں جاتا مہر شرعی پیمبری سے
اگر لوگوں کے عرف میں اقل مقدار مہر مراد ہوتی ہے تو وہ دس درم ہے یعنی دو روپے پونے تیرہ آنے اور ۱/۲ پانی

اور اگر ان کی مراد مہر حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوتی ہے تو وہ چار سو مشقال چاندی یعنی یہاں کے ایک سو چالیس روپے بھر، اور اگر مہر ازواجِ مطہرات مراد ہے تو پانچ سو روپے یعنی یہاں کے ایک سو چالیس روپے، اور اگر کوئی خاص رقم ان کے ذہن میں نہیں تو مہر مثل لازم آئے گا جو ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی یا ایک سو چالیس روپے سے زائد نہ ہو کہ یہ قلت ضرور مراد ہوتی ہے، یہاں کے کثیر التعداد مہروں سے بھاگنے کے لئے یہ لفظ عوام نے وضع کیا ہے تو ان سے زیادہ نہ دیا جائے گا وراثت اگر کمی کا دعویٰ کریں تو بخلت کہیں کہ ایسی عروہ شکل کی بازاری عورت کا مہر مثل اتنا ہوتا ہے یا حاکم تجویز کرے جو اس مقدار سے زائد نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۳ از ضلع راتے پور سی پی مرسلہ سردار خاں صاحب کلرک مہاندی ڈویژن دفتر ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر معجل کی شرط ادا کیا ہے، اور زید کا نکاح ہندہ سے مہر معجل قرار پایا لیکن عرصہ دراز تقریباً ۲۵ سال کا گزر گیا کہ وہ مہر معجل ادا نہ ہو ایسی حالت میں کیا معجل موعجل ہو سکتا ہے یا اس مہر کا استحقاق جاتا رہا، در صورت جب طلاق استحقاق آیا زید اور ہندہ کی خلوت صحیح ہوئی۔ بینوا
توجروا۔

الجواب

ادانہ ہونے سے مہر کا استحقاق کبھی نہیں جاسکتا، اور جو مہر معجل ٹھہرا ہے وہ ہمیشہ معجل ہی رہے گا جب تک عورت اسے اپنی رضا سے موعجل نہ کرے، پچیس برس مطالبہ نہ کرنا اس کے حق میں فرق نہیں لاتا، وہ اب بھی جس وقت چاہے اپنے مہر معجل کا مطالبہ کر سکتی ہے اور جب تک نہ ملے اپنے نفس کو شوہر سے روک سکتی ہے در مختار میں ہے،

بیوی کو وطی اور اس کے دواعی سے خاوند کو منع کرنے کا حق ہے۔ شرح مجمع، سفر سے بھی، اگرچہ رضائے زوجہ وطی اور خلوت ہو چکی ہو کیونکہ ہر وطی مہر پر معقود ہوتی ہے (یعنی ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم آتا ہے) تو بعض بدل دینے سے باقی کا دینا ثابت نہیں ہوتا، جتنا مہر معجل بیان کیا ہو اس کی وصولی کے لئے وہ کل مہر ہو یا بعض، عورت اپنے نفس کو شوہر سے روک سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(ولہا منع من الوطی) ودواعیہ شرح
مجمع (والسفر بہا ولو بعد وطی و خلوة رضیتھا)
لان کل وطاة معقود علیہا فتسليم البعض
لا یوجب تسليم الباقي (لاخذ ما بین تعجیلہ)
من المہر کلہ او بعضہ۔ واللہ تعالیٰ
اعلم۔

مسئلہ از مدن پور مرسلہ عزیز الدین صاحب ۲ رجب ۱۳۳۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ دیہات میں ہمارے یہاں رواج ہے کہ مہر کی تفصیل نہیں
 ہوتی، اور بعض لوگ کرتے بھی ہیں تو اس طرح کہ زیور وغیرہ مہر معجل دیتے ہیں اور بعض قاضی مہر معجل نام رکھ دیتے
 ہیں ورنہ علی العموم نہ معجل نام رکھتے ہیں نہ مہر معجل، تو ایسی حالت میں ہندہ اپنے شوہر زید سے مطالبہ دین مہر
 کر سکتی ہے یا نہیں کہ پہلے میرا مہر ادا کر دو تو میں اپنے والدین کے یہاں سے رخصت ہوں تمہارے گھر چلوں گی،
 اور حال یہ ہے کہ فی الحال زید کو مہر ادا کرنے کی مقدرت بھی نہیں۔ بنیوا تو جروا۔

الجواب

جبکہ نہ مہر معجل ٹھہرا کہ رخصت سے پہلے ادا کیا جائے نہ مہر معجل کہ اتنی مدت معین گزرنے پر دیا جائے یا جتنا
 معجل ٹھہرا تھا وہ زیور وغیرہ دے کر ادا ہو چکا ہو، باقی نہ معجل ٹھہرا نہ مہر معجل خواہ قاضی نے غیر معجل کہہ دیا یا کچھ نہ کہا
 ہو تو اب ہندہ کو جب تک طلاق یا دونوں میں سے ایک کی موت نہ واقع ہو ہرگز مطالبہ مہر کا کچھ حق تھا نہ وہ اس
 لئے رخصت سے انکار کر سکتی ہے اگرچہ زید کو فی الحال ادائے مہر کی لاکھ مقدرت ہو۔ ردالمحتار کتاب القضا
 میں قبیل باب التحکیم ہے:

لو مات نروج المرأة او طلقها بعد عشرين
 سنة مثلا من وقت النكاح فلها طلب
 مؤخر المهر لان حق طلبه انما ثبت لها
 بعد الموت او الطلاق لا من وقت النكاح
 والله تعالى اعلم۔
 اگر خاوند فوت ہو جائے یا نکاح سے بیس سال بعد
 طلاق دے تو بیوی کو مؤخر کردہ مہر طلب کرنے کا
 حق ہے، کیونکہ اس مہر کے مطالبہ کا حق موت یا
 طلاق کے بعد ہی ثابت ہوتا ہے نہ کہ نکاح کے
 وقت سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از رچھا مرسلہ رفیق احمد صاحب ۸ رجب شریف یوم دو شنبہ ۱۳۳۸ھ

ایک عورت سے اس کے خاوند نے کہا تو اپنا مہر معاف کر دے، اس نے کہا کہ میں معاف نہیں کرتی،
 اس پر اس کے خاوند نے سخت پریشان کیا اور تنگ رکھا اور ساس سسر نے بھی برا بھلا کہا لہذا وہ
 عورت اپنے ماں باپ کے یہاں آگئی ہے اس کا خاوند لینے آیا تو اس نے سوال کیا کہ میں اپنا مہر جب تک
 نکل نہ لوں گی جب تک نہ جاؤں گی، اس کے خاوند نے کہا کہ ہم تم کو زبردستی پکڑ لے جائیں گے، اور یہ بھی کہا
 کہ تو مہر کا کیا کرے گی، تو اس نے کہا کہ میں مسجد بنواؤں گی۔ اب عرض یہ ہے کہ بیچ لوگ بلا مہر ادا کر آئے

اس کو زبردستی لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ میاں بیوی میں نا اتفاقی ہے۔ بیٹو تو جبروا۔

الجواب

بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ مہر بلا میعاد ہی ہے، لہذا قبل موت یا طلاق اس کے مطالبہ کا عورت کو کچھ اختیار نہیں، نہ اس کی وجہ سے اپنے آپ کو شوہر سے روک سکتی ہے، اُسے شوہر کے یہاں جبراً جانا ہوگا اور شوہر پر حرام قطعی ہے کہ اس پر معافی مہر کا جبر کرے اور اگر جبر کر کے معاف کرالے گا معاف نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از راسمہ تحصیل گوجر خاں ڈاک خانہ جاتلی ضلع راولپنڈی مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب

۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

ایک مرد اور زوجه صرف اول روز ایک کوٹھے میں رہے ہیں اور دشمن گرد گرد کوٹھے کے مارنے کے لئے کھڑے رہے ہیں، اور زوجین کو بھی یہ حالت معلوم تھی، علی الصباح اس مرد نے عورت کو طلاق دے دی ہے، مرد دخول کا مقرر اور عورت منکر ہے، اب یہ دخول باخلوت صحیح قابل اعتبار ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر کوٹھے کا دروازہ اندر سے بند ہے اور مسقف ہے یا دیواریں بلند ہیں کہ دشمنوں کے گھس آنے کا اندیشہ نہیں تو خلوت صحیح ہے ورنہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

تصح علی سطح کا نافوقہ وحدھا وامننا
من صعود احد الیہما اھ ملتقطا۔

ایسی سطح ہو جس پر صرف دونوں میاں بیوی ہوں اور کسی تیسرے کے وہاں چڑھنے سے بے فکر ہوں تو خلوت صحیح ہے

اھ ملتقطا (ت)

صورت اگر پہلی تھی تو عورت کا دخول سے انکار بیکار ہے کہ مہر کامل بہر حال لازم ہو گیا دخول ہو یا نہیں، ہاں صورت ثانیہ میں شوہر کا کہنا کہ دخول ہو اکل مہر لازم ہونے کا اقرار ہے اور عورت کا انکار اس کا رد ہے اور اقرار مقررہ کے انکار سے رد ہو جاتا ہے تو صرف نصف مہر پائے گی ہذا اما ظہری (یہ جو مجھے معلوم ہوا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از پینڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئلہ نعمت اللہ شاہ صاحب خاکی پور ہا

۹ محرم ۱۳۳۹ھ

اگر کسی نے بی بی کے نزع کے وقت اس سے کہا کہ میرا دین مہر معاف کیا اس نے زبان سے بوجہ

لے ردالمحتار باب المہر مطلب فی احکام الخلوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۴۰/۲

آواز بند ہو جانے کے جواب نہ دیا لیکن سر ملادیا تو اس کا دین مہر معاف ہوایا نہیں؟

الجواب

مرض الموت میں مہر کی معافی بے اجازت دیگر ورثاء معتبر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۵۸ از او دیپور میواڑ ہاتھی دروازہ مدرسہ شرفیہ مسئلہ عبدالرحیم خلف مولوی شرف شاہ صاحب

۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک شخص وزیر خاں نے دو عورتیں کیں اور ہر دو عورتوں کے تین تین بچے ہیں، سابق عورت کو بوجہ معمولی لڑائی کے طلاق دے کر ایک طلاق کی تحریر لکھ دی اس میں یہ مضمون درج کیا کہ جو کہ تیرا مہر ہے اس میں تیرے بطن کے دونوں بچے تجھ کو مہر میں دئے، اور حمل سے بھی تھی، بعد طلاق کے لڑکی بھی پیدا ہوئی، وزیر خاں فوت ہو گیا، بعد عدت کے اس عورت نے نکاح ثانی کر لیا، اب یہ اس وقت بالکل بچے بالغ ہیں اور آوارہ ہیں، سو یہ لڑکے جدی حق پانے کے حقدار ہیں یا نہیں۔

الجواب

دونوں لڑکے اور وہ لڑکی اپنے باپ کے مال میں حصہ پائیں گے اور طلاق شدہ اگرچہ حصہ نہ پائے گی مگر مہر کی مستحق ہے، اور وہ جو کہہ دیا تھا کہ دونوں بیٹے تیرے مہر میں دئے فضول تھا اس سے مہر ادا نہیں ہوتا، ہاں اگر عورت نے یہ کہہ دیا ہو کہ دونوں بیٹے میرے دو میں نے مہر چھوڑا، تو مہر نہ پائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۵۹ از کربلی گنج ضلع نرسنگ پور ڈاک خانہ و تحصیل نرسنگ پور مسئلہ الہ بخش صاحب ۶ محرم ۱۳۳۹ھ
زید اپنی عورت ہندہ کو عرصہ تقریباً پانچ سال سے علیحدہ کئے ہوئے ہے، ہندہ کے ماں باپ اس عرصہ مذکورہ میں چند مرتبہ اپنی لڑکی کو زید کے گھر چھوڑ آئے لیکن بوجہ عدم توجہی زید زید کی ماں بہن ہندہ کو اقسام اقسام کی تکالیف دیتے ہیں جو اس سے برداشت نہیں ہو سکتیں، مزید برآں نان نفقہ کی بھی کفالت نہیں کرتا، نہ اس کو رخصت دیتا کہ وہ اپنا دوسرا تدارک کرے اور مہر ہندہ کا تعدادی پانچ ہزار از قسم معجل ہے، اب ہندہ اپنے ماں باپ کے یہاں ہے، پس ایسی صورت میں ہندہ زید مہر کپھری سے پانے کی مستحق ہو سکتی ہے یا نہیں اور اپنے نفس کو اس سے علیحدہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ زید کی نیت صرف اس کو اور اس کے ماں باپ کو اذیت پہنچانی ہے، ورنہ اس کا وجہ کفالت ایسا ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو متوسط حالت پر نان نفقہ کی کافی طور پر امداد پہنچا سکتا ہے، اس لئے عرض ہے کہ موافق شرع شریف جو ہندہ کے حق میں النسب ہو اس سے ابلاغ فرمایا جائے۔

الجواب

مہر اگر واقعی معجل بندھا ہے تو ہندہ ہر وقت اس کا مطالبہ کر سکتی ہے، زید نہ دے تو بذر لعلہ نالشی وصول کرے، اور جب تک نہ ملے ہندہ کو اختیار ہے کہ اپنے نفس کو زید سے روکے اور اس کے گھر نہ جائے اور اس روکنے کی وجہ سے ہندہ کا نان نفقہ زید پر سے ساقط نہ ہوگا،

لانہا منعت بحق فلم تكن ناشرة والمسئلة
فی الدر المختار من الاسفار۔
کیونکہ بیوی نے اپنے حق کے لئے خاوند کو منع کیا ہے
لہذا نافرمان نہ ہوگی اور مسئلہ در مختار وغیرہ

میں ہے۔ (ت)

ہاں یہ ناممکن ہے کہ ہندہ بغیر طلاق یا موت شوہر و انقضائے عدت دوسرے سے نکاح کر سکے، قال تعالیٰ:

والمحصنت من النساء (شادی شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر محلہ بڑھپورہ مسئلہ حاجی شاہ محمد عرف کمال شاہ صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماة معصومین زوجہ لعل محمد کے مہر کا حال اس طرح معلوم
ہوا ہے کہ وہ خود کہتی ہے کہ میرا ایک سو دس روپیہ کا مہر ہے اور وکیل و گواہ نکاح مسماة مذکورہ کے فوت ہو گئے کوئی
زندہ نہیں ہے، اس کی چچا زاد بہنیں چار ہیں جن میں سے تین کے مہر کی تعداد معلوم نہیں، سب یہی کہتے ہیں کہ
شرع پیغمبری تھا اور ایک چچا زاد بہن کا مہر مبلغ پانچ سو روپیہ ہونا معلوم ہوا ہے جو کہ مستحق نیتھی کی زوجہ ہے ایسی
صورت میں مسماة معصومین کا مہر کیا قائم کیا جائے گا؟

الجواب

جبکہ عورت ایک سو دس روپے اپنا مہر بتاتی ہے اور اس سے زائد بھی اُس کے خاندان میں باندھا
گیا ہے اور اس کے خلاف کوئی شہادت نہیں تو اس پر اس سے حلف لیا جائے، اگر حلف سے کہہ دے
کہ میرا مہر ایک سو دس روپے بندھا تھا تو ایک سو دس دلائے جائیں گے۔ عالمگیری میں ہے:

امراة ادعت علیٰ نزوجها بعد موتہ
ان لها علیہ الف درهم من
مہرہا فالقول قولہا الحی تمام مہر
اگر خاوند کے فوت ہو جانے کے بعد بیوی نے دعویٰ کیا
کہ میرے مہر کے ہزار درہم اس کے ذمہ ہیں تو اس
کی بات مہر مثل کی حد تک قابل قبول ہوگی، محیط المرثی

مثلاً کذا فی محیط السرخسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم میں ایسے ہی ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از شہر محلہ بہاری پور مستولہ حاجی کفایت اللہ صاحب ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ بہت محتاج ہے اور خانہ ویران بظاہر کوئی حیلہ رزق نہیں رکھتی، اس کا بھائی زید مزدوری کر کے لاتا ہے اس میں دونوں گزر کر لیتے ہیں، ہندہ کے خسر نے بعد اپنی موت کے ایک مکان تقریباً ڈیڑھ سو گز وسعت کا چھوڑا جو اب ٹوٹ پھوٹ گیا، اس کے دو وارث ہوئے، ہندہ کا شوہر اور دوسرا ہندہ کا جلیٹھ، ہندہ کے جلیٹھ نے اپنا حصہ اپنے لڑکے کو دے دیا، اب ہندہ کے شوہر کے حصے پر قبضہ کر کے بیچنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں ہندہ کا کیا حق ہے اس واسطے کہ میرے بھائی کو غائب ہوئے تقریباً تیس برس ہو گئے، غالباً مر گیا، کیونکہ پانچ چھ برس سے اس کی خبر نہیں، اور قانون کہتا ہے کہ تیس برس کے بعد دعویٰ مہر نہیں چل سکتا ہے اور وکیل کہتا ہے کہ دعویٰ مہر کو تم کو ملے گا، اور وکیل یہ رائے دیتا ہے کہ تمھارا دعویٰ چلے گا اس صورت میں کہ ہندہ کے میرے شوہر کے مرنے کی خبر تو تم نے مجھے آج دی ہے میں ابھی تک اپنے آپ کو یوں نہیں جانتی تھی میں جانتی تھی کہ وہ زندہ ہے اگر اب تم کہتے ہو کہ مر گیا تو آج سے تین برس تک مہر طلب کرنے کا مجھ کو حق ہے ہندہ کے عزیزوں میں سے کسی کو مہر کی تعداد یاد نہیں اس نکاح کو کم و بیش چالیس برس ہوئے ہوں گے ہندہ کو خوب یاد ہے کہ میرا مہر دو سو روپے تھا اور میں سنتی ہوں کہ میری والدہ اور چھوٹی کا مہر بھی دو سو روپے تھا اور اب میری بھتیجیوں اور میرے بھائیوں کا مہر بھی دو سو روپے ہے اب ہندہ کے اقوال پر ان کا حق شرعی دلانے کے لئے اہل محلہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا مہر دو سو روپے کا تھا ان کے لئے کچھ سہی میں اس کا حق شرعی دلانے کے لئے یہ کہہ دینا جائز ہو گا یا نہیں کہ ہاں دو سو روپے تھا، ان لوگوں کی گواہی پر اگر اس کا حق ان شاء اللہ تعالیٰ ملے گا تو اس کا جینا اور مرنا باسانی ہو جائے گا کسی وقت ہندہ کے جلیٹھ نے ہندہ کی خبر نہیں لی کہ وہ کس حالت میں ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

ہندہ جبکہ دو سو روپے مہر بیان کرتی ہے اور اس وقت کا کوئی گواہ نہیں اور ثابت ہو کہ یہ اس کا خاندانی مہر مثل ہے تو ضرور دو سو روپے دلائے جائیں گے، گواہوں کی گواہی یہ جائز نہ ہوگی ہمارے سامنے دو سو روپے کا مہر بندھا تھا، بلکہ یہ گواہی دینا کہ اس کا مہر مثل دو سو روپے ہے، یہی گواہی اس کی ڈگری کے لئے کافی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۲ حفیظ اللہ خاں صاحب محلہ ٹیکور قصبہ چنار پوسٹ آفس چنار ضلع مرزا پور ۸ اجادوی لاکھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سال بھر اور تین ماہ
پر دیس رہا بعدہ جب اپنے مکان پر واپس آیا تو معلوم ہوا کہ اُس کی بیوی کو آٹھ مہینے کا حمل ہے موقع سے وہ
شخص مذکور طلاق دینے پر آمادہ و تیار ہے ایسی حالت میں بعد طلاق کے وہ عورت کپہری مجاز میں مہر کا دعویٰ کر سکتی
ہے یا نہیں؟ اور شرعاً مہر پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

اس وجہ سے اُس کا طلاق پر آمادہ ہونا محض ناواقفی ہے، شریعت میں حمل کی مدت دو برس کامل ہے
اتنی مدت تک بچہ پیٹ میں رہ سکتا ہے اور دایہ وغیرہ کی یہ شناخت کہ آٹھ مہینے کا ہے کچھ معتبر نہیں، بہر حال اگر
طلاق دے گا مہر واجب الادا ہوگا اور اگر مرد کی چھوٹی بدگمانی بالفرض صحیح ہو جب بھی عورت مہر کی مستحق ہے کہ
معاذ اللہ زنا سے مہر ساقط نہیں ہوتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

مسئلہ ۶۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا اور اس کی حیات میں
اس کی چھوٹی بہن کے ساتھ نکاح کیا، نکاح دوم جائز ہے یا ناجائز؟ اور ان دونوں عورتوں سے جو اولاد ہوگی
وہ کیسی ہوگی؟ اور زید کا مہر و کہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ اور یہ دونوں عورتیں مہر پانے کی مستحق ہیں یا نہیں؟

الجواب

زوجہ جب تک زوجیت یا عدت میں ہے اس کی بہن سے نکاح حرام قطعی ہے۔ قال تعالیٰ، وان
تجمعوا بین الاختین (حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔ ت) اس سے جو اولاد ہوگی شرعاً
اولاد حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں اسے ولد حرام یعنی ولد الزنا کہنا جائز نہیں جب تک اس دوسری کو ہاتھ نہ لگایا تھا
پہلی حلال تھی اس وقت تک کے جماع سے جو اولاد پہلی سے ہوئی ولد حلال ہے اور بعد کے جماع سے جو اولاد ہو
وہ بھی شرعاً اولاد حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں، دونوں عورتوں کی سب اولادیں کہ زید سے ہوئیں زید کا ترکہ یا تنگی
کہ نسب ثابت ہے، ہاں زوجہ ثانیہ ترکہ نہ پانے گی کہ نکاح فاسد ہے، دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں
پہلی مطلقاً اور دوسری اس صورت میں کہ حقیقتاً اس سے جماع کیا ہو فقط خلوت کافی نہیں، پھر پہلی اپنا پورا مہر
پانے گی اور دوسری مہر مثل، اور جو مہر بندھا تھا ان دونوں میں سے جو کم ہو وہ پانے گی، درمختار میں ہے۔

لے القرآن الکریم ۲۳/۴

نکاحِ فاسد میں مہر مثل واجب ہوتا ہے، نکاحِ فاسد وہ ہے جس میں
صحتِ نکاح کی کوئی شرط مفقود ہو جیسے آہ نہ ہوں، اور اسی طرح ہے وہ ہنوں
سے اکٹھا نکاح کرنا، اور ایک بہن کی عدت میں
دوسری سے نکاح کرنا (نکاحِ فاسد میں
مہر مثل واجب ہوتا ہے اور صرف وطی سے واجب
ہوتا ہے کسی اور چیز سے نہیں مثلاً خلوت سے نہیں اور
یہ مہر مثل، مقررہ سے زائد نہ ہوگا بسببِ راضی ہو جانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہو مہر مستحقی سے تو بھی مہر مثل

يجب مهر المثل في نكاح فاسد وهو المذی
فقد شرطاً من شرائط الصحة كشرود (ومثله
تزوج الاختين معا ونكاح الاخت في عدة
الاخت اھش) بالوطی فی القبل لا بغيره كالخلوة و
لم یزد علی المسمی لرضایها بالمحط ولو كان
دون المسمی لزم مهر المثل
یہ مہر مثل، مقررہ سے زائد نہ ہوگا بسببِ راضی ہو جانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہو مہر مستحقی سے تو بھی مہر مثل
ہی لازم آئے گا۔ (ت)

ہدایہ باب نکاح الرقیق میں ہے :

بعض المقاصد فی النکاح الفاسد حاصل
کالنسب ووجوب المہر والعدۃ۔
در مختار میں ہے :

یستحق الا سرت بنکاح صحیح فلا تو اسرت
بفاسد ولا باطل اجماعاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وراثت کا استحقاق صحیح نکاح سے ہوتا ہے لہذا
فاسد یا باطل نکاح سے وراثت کا استحقاق بالاجماع نہ ہوگا۔
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۲ از رامپور مدرسہ انوار العلوم مسئلہ جلال الدین پٹھان ۱۶ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ مدعیہ نے اپنے گواہان سے
یہ ثابت کیا کہ میرا دین مہر ایک لاکھ روپے کا تھا، فریقِ ثانی نے گواہان سے اس امر کا ثبوت پیش کیا کہ
کہ ہندہ کا دین مہر دس ہزار روپے کا تھا، صورتِ مسئلہ میں گواہان کمی مہر کے معتبر ہوں گے یا زیادتی

۲۰۱/۱	مطبع مجتہائی دہلی	باب المہر	۱ در مختار
۳۵/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۲ ردالمحتار
۲۰۱/۱	مطبع مجتہائی دہلی	"	۳ در مختار
۳۲۰/۱	مکتبہ عربیہ کراچی	باب نکاح الرقیق	۴ ہدایہ
۳۵۲/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الفرائض	۵ در مختار

الجواب

اگر شوہر زندہ اور نکاح قائم ہے یا طلاق بعد خلوت ہوئی ہے یا شوہر مر گیا اور عورت کی نزع اُس کے وارثوں سے ہے ان سب صورتوں میں دیکھا جائے کہ عورت کا مہر مثل دس ہزار خواہ کم ہے یا ایک لاکھ خواہ زائد یا دس ہزار سے زیادہ ایک لاکھ سے کم ہے۔ پہلی صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہیں لاکھ روپے کی ڈگری ہوگی۔ دوسری صورت میں فریق ثانی کے گواہ معتبر ہیں دس ہزار دلائے جائیں گے۔ تیسری صورت میں جتنا مہر مثل ہے اتنے کی ڈگری دیں گے۔ یہ سب اُس حال میں ہے کہ دونوں کے گواہ قابل قبول شرع ہوں اور وجہ شرع پر شہادت ادا کی ہو، اور اگر اُن میں ایک ہی فریق کے گواہ ایسے ہیں تو مطلقاً انھیں کا اعتبار ہوگا خواہ لاکھ کے ہوں یا دس ہزار کے، دوسرے فریق کی شہادت کا عدم ہوگی، اور اگر دونوں فریق کی شہادت شرعاً کا عدم ہو تو پہلی صورت میں فریق شوہر سے حلف لیں گے کہ لاکھ روپے مہر نہ بندھا تھا اگر قاضی کے حضور حلف سے انکار کر دے گا لاکھ کی ڈگری ہوگی اور حلف کر لے گا تو دس ہزار کی۔ دوسری صورت میں ہندہ سے حلف لیں گے کہ دس ہزار مہر نہ بندھا تھا، اگر قاضی کے سامنے حلف سے انکار کر دے گی دس ہزار پائے گی اور حلف کر لے گی تو لاکھ، اور تیسری صورت میں دونوں فریق پر حلف رکھیں گے جو قاضی کے یہاں حلف سے انکار کر دے گا دوسرے کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا اور دونوں حلف کر لیں گے مہر مثل دلایا جائیگا، اگر زن و شو میں طلاق قبل خلوت کے بعد اختلاف ہوا تو مطلقاً قول شوہر حلف سے معتبر ہے۔ جس طرح بعد موت زوجین اُن کے ورثہ میں اختلاف ہو تو مطلقاً وارثان شوہر کا قول معتبر ہے۔ درمختار میں ہے:

(ان اختلافاً فی المہر) فی قدرہ حال قیام النکاح فالقول لمن شہد لہ مہر المثل (بیمینہ) (وای اقام بینة قبلت) سواء (شہد لہ اولہا اولاً وان اقام قبینتہا) مقدمۃ (ان شہد لہ و بینتہ ان شہد لہا و ان کان بینہما تحالفان حلفنا و برہنا قضی بہ وان برہن احدہما قبل

نکاح کے دوران اگر خاوند بیوی کا مہر کی مقدار میں اختلاف ہو (تو مہر مثل کی بنیاد پر فیصلہ ہوگا) لہذا مہر مثل جس کی تائید کرے گا اس کی بات قسم لے کر تسلیم کی جائے گی، اور جس نے گواہ پیش کر دیئے تو اس کی گواہی مقبول ہوگی، مہر مثل بیوی یا خاوند کی تائید کرے یا کسی کی نہ کرے، ہر طرح گواہی مقبول ہوگی، اگر دونوں نے گواہ پیش کر دیئے تو بیوی کے گواہوں کو اولیت ہوگی اگر مہر مثل خاوند کی تائید کرے اور خاوند کی شہادت کو اولیت

برہانہ) لانہ نورد عواہ (مختصاً) قول قوله
وان كان بينهما مسألة مستانفة
غير داخله تحت قوله "وان اقام جمع
فيه ما اذا برهن احدهما وكلاهما او لا
احد، بين احكام الصور الثلاث و قد
اختار قول ابى بكر الرازى الذى صححه قاضيان
فى شرح الجامع الصغير والسغناقى فى النهاية
وجزم به فى الملتقى وقدمه فى الهداية و
البين وغيرهما ان لا تحالف الا اذا كانت
المهر بينهما فسقط كلا اعتراضى العلامة
الشامى انه كان عليه حذف قوله "تحالف لانہ
اذا برهننا لا تحالف وان قوله "وان برهن احدهما"
يعنى عنه قوله قبله واى اقام بينة قبلت فلله
درة ما امهرة وكقول الكرخى انها يتحالفان مطلقا
سواء شهد المهر له اولها او لا صححه فى المبسوط
والمحيط وجزم به فى الكنز فى باب التحالف
اقول لكن الاول هو المذكور فى الجامع الصغير
كما فى ش فترجح به بعد تكافؤ التصحيحين
خلافا لما فى البحرانہ لم ير من رجع الاول
فلذا جعلنا عليه المحول وبالله التوفيق -

ہوگی اگر مثل بیوی کی تائید کرے اور مہر مثل دونوں کے مابین ہو یعنی
کسی کی تائید نہ کرے تو دونوں سے قسم لی جائیگی پھر اگر دونوں نے
قسم کھائی یا دونوں نے گواہ پیش کئے تو قاضی مہر مثل
کا فیصلہ کرے اور اگر صرف ایک نے شہاد پیش کی تو قاضی
اس کی شہادت پر فیصلہ دے کیونکہ اس نے اپنے
دعویٰ کو روشن کر دیا (مختصاً) قول اس کا قول ان کان
بینہما سے نیا مسئلہ شروع کیا ہے یہ پہلے مذکورہ
ان اقاما کے تحت داخل نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں
انہوں نے تین صورتوں کو جمع کیا ہے کہ کسی نے گواہ
پیش نہ کئے، یا ایک نے کئے، یا دونوں نے کئے،
تو تینوں صورتوں کے احکام بیان کئے اور ابو بکر رازی
کے قول کو مختار بنایا جس کو قاضی خاں نے شرح
جامع صغیر میں اور سغناقی نے نہایہ میں صحیح قرار دیا ہے،
اور اس پر ملتقى میں جزم کیا ہے، اور اسی کو ہدیہ میں
اور تبیین وغیرہما میں مقدم رکھا کہ جب مہر مثل دونوں کے
دعووں کے درمیان ہو تو دونوں سے قسم صرف اسی صورت میں
لی جائیگی، تو اس سے علامہ شامی کے دونوں اعتراض
ساقط ہو گئے کہ مصنف پر لازم تھا کہ وہ "تحالف" کو
حذف کرتے، کیونکہ جب دونوں نے گواہ پیش کر دئے
تو اب دونوں پر قسم نہیں ہوگی۔ اور دوسرا یہ اعتراض
کہ اس کا قول "ان برهن احدہما" سے ان کا پہلا قول "واى اقام بينة قبلت" مستغنی کرتا ہے الخ تو
اللہ تعالیٰ کے لئے ہی مصنف کی بھلائی ہے انہوں نے کیا مہارت دکھائی۔ اور امام کرخی کا قول ہے کہ مطلقاً
دونوں قسم دیں، مہر مثل دونوں سے کسی کی تائید کرے یا نہ کرے اس کو مبسوط و محیط میں صحیح قرار دیا، اور کنز کے

باب تحالف میں اس پر جرم کیا، اقول لیکن پہلا قول جامع صغیر میں مذکور ہے جیسا کہ شش میں ہے تو دونوں میں
 کے مساوی ہونے کے بعد یہ ترجیح بن جائے گی، بحر میں اس کے خلاف ہے، انھوں نے پہلے کو ترجیح دینے والا کوئی نہ پایا
 تو اسی بنا پر ہم نے اس پر نشان دہی کر دی، توفیق من جانب اللہ ہے۔ (ت)

بدائع و ہندیہ میں ہے؛

اگر خاوند بیوی نے طلاق کے بعد اختلاف کیا جبکہ دخول
 یا خلوت ہو چکی تھی تو حکم وہی ہے جو حالت نکاح میں
 اختلاف کا تھا، اور اگر یہ اختلاف طلاق قبل از دخول و
 خلوت کے بعد ہوا اور مہر دین ہو تو ہزار اور
 دو ہزار میں اختلاف ہو تو اس میں خاوند کا قول معتبر
 ہے، لہذا خاوند کے بیان کردہ کا نصف دیا جائے،
 اور انھوں نے کرخی کا بیان کردہ خلاف ذکر نہیں کیا اور
 اجماع کو حکایت کر کے یہ کہہ دیا کہ سب کے قول میں ہزار
 کا نصف ہوگا اور شرح طحاوی میں صحیح کہا، اور فتح میں اس کو راجح قرار دیا۔ (ت)

ولو اختلفا بعد الطلاق بعد الدخول او المخلوة
 فکما لو اختلفا حال قیام النکاح و انکات قبل
 الدخول و المخلوة و المہر دین فاختلفا فی الالف
 و الالفین فالقول قول الزوج و یتنصف ما یقول
 الزوج و لم یذکر الخلاف ذکرہ الکرخی و حکى الاجماع
 و قال نصف الالف فی قولہم اھ و صححہ فی
 البدائع و شرح الطحاوی و مرجحہ فی
 الفتح۔

کا نصف ہوگا اور اس کو بدائع میں اور شرح طحاوی میں صحیح کہا، اور فتح میں اس کو راجح قرار دیا۔ (ت)

تبيين الحقائق و عالمگیری میں ہے؛

اگر خاوند بیوی دونوں فوت ہو جائیں اور ان کے وارثوں
 میں مقررہ مہر کے بارے میں اختلاف ہو تو خاوند کے
 ورثاء کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

فان مات الزوجان و وقع الاختلاف بين
 الورثة في مقدار المسمى فالقول قول
 ورثة الزوج
 رد المحتار میں ہے؛

توان پر اپنے اقرار کے مطابق لازم ہوگا، بحر اور
 مہر مثل پر فیصلہ نہ دیا جائے گا، کیونکہ امام ابو حنیفہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں دونوں کی فوتگی کے بعد
 مہر مثل کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے، درر، اھ۔ اور

فیلزمہم ما اعترفوا به بحر و لای حکم
 بہر المثل لان اعتبارہ یسقط عند
 ابی حنیفہ بعد موتہما درر اھ،
 کذا ہو فی نسختی بہر المثل

۱۰ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی عشر اختلاف الزوجین فی المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۳۲۱/۱

۱۱ رد المحتار باب المہر مسائل الاختلاف فی المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۲/۲

اقول والاولی اسقاط الباء - واللہ تعالیٰ میرے پاس نسخہ میں، بمثل بار کے ساتھ ہے اقول
بار کو ساقط کرنا اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۶۵۔ از ریاست جاوہر لال اہلی مستولہ ممتاز علی خاں صاحب اہل کار محکمہ حساب ۲ شوال ۱۳۳۶ھ
۶۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح کے لئے مہر کا ہونا لازم ہے جو عموماً متعین ہوتا ہے مہر کی
تقداد ہار بھی ضروری ہے اگر عورت چاہے تو کیا سب مہر کو مثل نقد یا مثل اپنے مطالبہ یا قرضہ کے حاصل کر سکتی
ہے اس کی حسب ذیل تشریح فرمادی ہے :

(۱) مہر معجل کی یہ تعریف ہے کہ تا وقتیکہ زوجہ تمام و کمال مہر معجل وصول نہ کرے اُسے اختیار ہے کہ خواہ
وہ زوج کے گھر جائے یا نہ جائے یا اس سے بات چیت کرے یا نہ کرے، پس اگر زوج نے دھوکے سے منجملہ
مہر معجل جو زیور ہندہ کو دیا تھا وہ نکاح کے بعد جب دُھن گھر گئی واپس لے لیا پس اب زوج بھی اس کا مستروض
سمجھا جائے گا یا نہیں اور زوج نے منجملہ مہر معجل کے پانسو روپیہ کا مکان حسب منشاء زوجہ خود خرید کر دینے کا تحریری
اقرار کیا تھا تو کیا ہندہ اب مہر معجل پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا جب تک اُسے مہر معجل نہ پہنچے
اسے زوج کے گھر جانا چاہئے یا نہیں، اگر اسے اختیار ہے تو کیا جب تک شوہر مہر معجل ادا نہ کر دے وہ نان و
نفقہ پاسکتی ہے یا نہیں؟

(ب) مہر غیر معجل نکاح اور خلوت صحیحہ کے بعد کب سے کب تک زوجہ پاسکتی ہے کیونکہ مہر غیر معجل کے لئے
کوئی زمانہ مقرر نہیں، اگر بعد خلوت صحیحہ ہر وقت مہر پانے کی مستحق ہے تو جب تک اپنا مہر اتنا نہ وصول کر لے زوج کے
گھر رہنے سے انکار کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

نکاح کے لئے مہر لازم ہے بایں معنی کہ مہر کا ذکر نکاح میں ہو یا نہ ہو بلکہ مہر کی نفی شرط کر لی ہو جب بھی مہر
دینا آئے گا تعین مہر نکاح کے لئے کچھ ضرور نہیں، اگر تعین نہ ہوگی مہر مثل دینا پڑے گا، مہر کہ نکاح میں مسترد
کیا جاتا ہے تین قسم ہے :

معجل ، مؤجل ، مؤخر۔

معجل وہ کہ قبل رخصت دینا قرار پائے عورت کو اختیار ہے کہ جب تک اُسے تمام و کمال وصول نہ کر لے
شوہر کے یہاں نہ جائے، اور اس نہ جانے سے وہ نفقہ سے محروم نہ ہوگی، پانسو روپیہ کا مکان اگر منجملہ مہر قرار
پایا تھا تو اس کے وصول تک بھی ہندہ اپنے آپ کو روک سکتی ہے۔ زیورات جو مہر معجل میں دئے گئے تھے
وہ مہر ادا ہو گیا، پھر اگر زوج نے دھوکا دے کر واپس لے لئے تو اس سے مہر معجل اس کے ذمہ عود نہ کرے گا

اور اس کی وجہ سے عورت کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار نہ ہوگا کہ مہر تو زیور پر قبضہ زن سے ادا ہو لیا تھا، اب یہ عورت کا ایک مال ہے جو زوج نے غضب کر لیا، اگر بعینہ باقی ہے اس کا واپس دینا فرض ہے اور ہلاک ہو گیا تو اس کا تاوان دے۔

اور مہر مہر مہر وہ جس کے ادا کی ایک میعاد معین قرار پائی ہو، مثلاً سال بھر بعد یا دس برس بعد، میعاد جب تک نہ گزرے عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں، بعد انقضائے میعاد مطالبہ کر سکے گی اور میعاد آنے پر اگر شوہر دینے میں تاخیر کرے تو اس کے لئے اپنے نفس کو نہیں روک سکتی خصوصاً جبکہ رخصت ہو چکی ہو۔

شرح جامع صغیر امام قاضی خاں میں ہے :

اگر مہر معجل ہو تو مقررہ مدت ختم ہونے سے قبل یا بعد بیوی کو منع کا حق نہیں ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک قول پر غیر مدخول بہا کو مدت مقررہ آنے تک بیوی کو منع کا حق ہے۔ (ت)

لو كان المهر مؤجلاً ليس لها المنع قبل حلول الاجل ولا بعده وعلى قول ابى يوسف لها المنع الى استيفاء الاجل اذا لم يكن دخل بها

در مختار میں ہے :

وبه يفتى استحساناً، والواجبة

ردالمحتار میں ہے :

وفي البحر عن الفقيه هذا كله اذا لم يشترط الدخول قبل حلول الاجل فلو شرطه ورضيت به ليس لها الامتناع اتفاقاً

اس پر حاشیہ فقیر جد الممتار میں ہے :

اقول وعرف بلادنا الدخول قبل اداء شئ منه والمعروف كالمشروط فلا يكون لها الامتناع

بحر میں فتح سے ہے یہ جب ہے کہ مقررہ مدت پوری ہونے سے قبل دخول کی شرط نہ لگائی ہو اور اگر یہ شرط لگائی گئی ہو اور بیوی کی رضامندی سے دخول ہو چکا ہو تو پھر بالاتفاق اس کو منع کرنے کا حق نہیں ہے۔ (ت)

اقول اور ہمارے علاقے کا عرف یہ ہے کہ مہر حصہ ادا کرنے سے قبل دخول ہوتا ہے، تو معروف

۳۵۰/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب المہر	شرح الجامع الصغیر امام قاضی خاں
۲۰۲/۱	مطبع مجتہبائی دہلی	باب المہر	ردالمختار
۳۵۹/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت		ردالمختار

اجماعاً بالاتفاق

مشروط کی طرح ہوتا ہے اس لئے ہمارے علاقہ میں
بالاجماع بیوی کو منع کا حق نہیں ہوگا۔ (ت)

مؤخر وہ کہ نہ پیشگی دینا ٹھہرا ہو، نہ اُس کی کوئی میعاد مقرر کی ہو اُس کا مطالبہ نہیں ہو سکتا، مگر بعد موت یا طلاق
نہ اُس کے لئے کسی وقت اپنے نفس کو روک سکتی ہے۔ فتاویٰ خانہ میں ہے؛

اذالم یصح التاجیل یومرالزوج بتعجیل
قد رما یتعارفہ اهل البلدة فیؤخذ منه
الباقی بعد الطلاق او الموت ولا یجبرہ
القاضی علی تسلیم الباقی ولا یحبسہ۔ و اللہ
تعالیٰ اعلم۔

جب مہلت دینا صحیح نہ ہو تو خاوند کو کہا
جائے گا کہ عرف کے مطابق جو قدر معجل ہو وہ ادا کرے
اور باقی طلاق یا موت کے بعد وصول کیا جائے گا،
اس سے قبل قاضی اس کو تمام مہر ادا کرنے پر مجبور
نہیں کر سکتا اور نہ ہی قاضی اسے قید کر سکتا ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۶۷۔ از قبہ زہر ڈاکخانہ چڑوہ ضلع شیخاواٹی محلہ پیر زادگان مرسلہ غنشی محمد علی صاحب آرم مدر

۲ شوال ۱۳۳۹ھ

اس مسئلہ میں شریعت عزائے اسلام کا کیا حکم ہے ایک شخص نے اپنا نکاح ثانی کیا اور اپنی تمام
جائداد کا مہر مقرر کیا جائد اعلیٰ التوریت چلی آرہی ہے جس میں ایک کھیت زمین بارانی مکان سکنی، آمدنی
خانقاہ ہر قسم حصہ خود ایک گاؤں سے کچھ نقد رقم آتی ہے وہ رقم حصہ خود، غرض سب جائداد منقولہ غیر منقولہ
کا مہر مقرر کر کے اپنی بیوی کے نام ہبہ کر دی، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا مہر لازم آئے گا؟ اُس کے
ایک حقیقی بہن بھی ہے مگر یہاں رواج ہمیشہ کو حصہ کا نہیں، رشتہ کے بھتیجے موجود ہیں جو حسب دستور
اُس کے بعد مستحق جائداد وغیرہ ہیں، عمر ساٹھ برس ہے جو مکان اور جائداد مہر ہو کر ہبہ ہو چکی اس کے
سوا اور کوئی مکان رہنے کو اور نان نفقہ کو کوئی وجہ معاش نہیں، یہاں نکاح ثانی نہیں ہوتا اب بکوشش
جاری ہو ہے یہی وجہ زیادتی مہر ہے، ان سب صورتوں میں یہ شخص یا ہر شخص ایسا مہر مقرر کر سکتا ہے؟

الجواب

جس قدر جائداد اُس شخص کو متروکہ پدری یا مادری سے پہنچی اُس میں سے جس قدر اس کا حصہ ہے

لے جد المآثر حاشیہ ۱۷۱ الجمع الاسلامی مبارکپور، انڈیا
۲ / ۱۷۱ باب فی ذکر مسائل المہر نو لکھنؤ لکھنؤ
۱ / ۱۷۱ - ۱۷۳

وہ مہر میں بلکہ زوجہ ہو گیا اور جتنا حصہ اس کی بہن کا ہے اگر وہ اجازت دے دے تو وہ بھی بلکہ زوجہ ہو گیا اور اگر وہ اجازت نہ دے تو حصہ خواہر کی جتنی قیمت ہے وہ اسے مہر میں دینا پڑے گی۔ عالمگیری میں ہے:

فاذا تزوجها على هذا العبد وهو ملك الغير او على هذه الدار وهي ملك الغير فالنكاح جائز والتسمية صحيحة فبعد ذلك ينظر ان اجاز صاحب الدار وصاحب العبد ذلك فلها عين المسمى وان لم يجز المستحق لا يبطل النكاح ولا التسمية حتى لا يجب مهر المثل وانما تجب قيمة المسمى كذا في المحيط.

جب کسی نے ایک خاص عید یا ایک مکان بطور مہر پر نکاح کیا جبکہ وہ عید اور مکان کسی غیر کی ملکیت ہوں تو یہ نکاح جائز ہوگا، اور مہر کے طور پر ان کا ذکر صحیح ہے، بعد میں دیکھا جائے کہ اس عید یا مکان کا مالک دینے پر تیار ہے تو وہی عید یا مکان مذکور دیا جائے گا اور مالک دینے پر تیار نہ ہو تو پھر بھی نکاح اور مہر باطل نہ ہوگا حتیٰ کہ مہر مثل واجب نہ ہوگا بلکہ اب اس عید یا مکان کی قیمت دی جائے۔ محیط میں یوں ہی ہے (ت)

آمدنی خانقاہ جیسے مذکور وغیرہ یا کہ فی الحال معدوم ہیں وہ داخل مہر نہ ہوں مگر ان چیزوں کے نکل جانے سے جائداد کے حصص موجودہ کہ مہر کئے گئے ان پر اثر نہ پڑے گا وہ مہر میں ہو چکے نہ اس کی وجہ سے مہر مثل لازم آئے بلکہ وہی حصص موجودہ مہر میں دئے جائیں گے۔ عالمگیری میں ہے:

واذا سمى في العقد ما هو معدوم في الحال بان تزوجها على ما يثمر نخيله العام او على ما تخرج ارضه العام او على ما يكتسب غلامه لا يصح التسمية و كان لها مهر المثل

اگر نکاح میں ایسی چیز کو مہر ذکر کیا جو فی الحال معدوم ہے مثلاً اس سال کھجوریں یا زمین جو فصل دیں گی، یا میرا غلام اس سال جو کمائے گا وغیرہ، تو مہر میں ان کا ذکر صحیح نہیں لہذا مہر مثل واجب ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لو سمى عشرة دراهم ورطل خمر فلها المسمى ولا يكمل مهر المثل بحرق

اگر مہر میں دس درم اور ایک رطل شراب مقرر کیا ہو تو بیوی کو مقررہ مہر دیا جائیگا اور مہر مثل کو پورا نہ کیا جائیگا، بحرق

۳۰۳/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	باب المہر	۱۰ فتاویٰ ہندیہ
"	"	"	"
۳۳۵/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۱۱ ردالمحتار

مجھے اس کے وارث بنانا نفقہ کے لئے کچھ پاس نہ رہنا مانع صحت مہ نہیں جو مہ میں دسے چکا
 دسے چکا، اور جو کوئی ایسا مہر مانڈے گا اس کا یہی حکم ہوگا اگرچہ ایسا کرنا عقل سے بعید ہے اور وہ رواج
 کہ بہی کو ترک نہیں دیتے باطل و مردود ہے، اس سے اس کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ از رآمر تحصیل گوجران ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتی مسئلہ محمد بنی صاحبہ ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

میں الحقتین عمدة الامین محافظ الدین دام لطفہ، تسلیم کے بعد عرض خدمت ہے کہ :
 (۱) اگر طلاق دو مطلقہ دونوں کتھے ہیں کنہ ہم نہ ملے گی ہے نہ ایک جگہ تنہائی میں بیٹھے ہیں، اب حضور انور بتائیں کہ
 ان کے لئے پراعتماد کر کے بغیر مدت کے نکاح کیا جائے تو کچھ نکاح خواں پر تو گناہ نہیں ہے یا ہے؟
 (۲) اگر محض عورت طالق کے دخول اور خلوت صحیح سے منکر ہے، اور طالق کتا ہے میں نے دخول کیا ہے، یا
 برعکس برتو کس کے قول پراعتماد کر کے بغیر مدت کے دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کیا جائے یا نہیں؟
 (۳) ثبوت خلوت صحیح اور دخول کا گواہان سے ہو گیا یا طالق مطلقہ سے سند فقہان مع عبارت کتب و اسم کتاب
 ارشاد ہو قیمت رقبہ دی جائے گی، بینوا تو جو و۔

الجواب

(۱) جبکہ ظاہر حال ان کے قول کا کذب نہ ہو تو اس کا اعتبار کیا جائے گا نکاح خواں پر کوئی الزام نہ ہوگا
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر عورت خلوت صحیح ہونا بیان کرتی ہے اور شوہر منکر ہو تو عورت کا قول معتبر ہے، تنویر میں ہے :
 ولو افرق ففانت بعد الدخول وقال الزوج جب دونوں میں مفارقت ہوئی تو بیوی نے کہا کہ دخول
 قبل الدخول فالقول لها۔ کے بعد ہوئی ہے اور خاوند نے کہا دخول سے قبل
 مفارقت ہوئی ہے، تو بیوی کا قول معتبر ہوگا۔ دست

رد المحتار میں ہے :

قوله ففانت بعد الدخول السر ادھنا
 الاختلاف فی الخلوۃ۔ اس کے قول کہ "بیوی نے دخول کے بعد کہا" سے
 ما دخلت میں اختلاف ہے۔ ات

اور اگر عکس ہو تو قول شوہر بدرجہ اولیٰ معتبر ہے کہ وہ مقرر ہے اور عورت انکار سے متعنت۔

در مختار میں ہے :

والاصل ان من خرج كلامه تعناً فالقول لصاحبه بالاتفاق

ردالمحتار میں ہے : تعناً بان ينكر ما ينفعه (تعنت یہ ہے کہ وہ اپنے مفاد کے خلاف بات کرے۔ ت) بہر حال ان میں جو کوئی غلط صحیح ہونا بیان کرتا ہو دوسرے کو قبل عدت نکاح پر اقدام نہ چاہئے، قال صلى الله تعالى عليه وسلم كيف وقد قيل (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کیا کیا جائے جب بات کہہ دی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) دربارہٴ دخول تو ظاہر ہے کہ گواہوں کو کچھ دخل نہیں کہ وہ اس پر مطلع نہیں اور ظاہر خلوت صحیح بھی شہادت سے جدا۔ ان کا علم اگر محیط ہو سکتا ہے تو صرف اتنی بات کہ ہمارے سامنے یہ دونوں تنہا مکان میں گئے اُس میں کوئی اور نہ تھا اور گواہ بند کرنے اس پر اگر ثابت ہوئی تو صرف خلوت صحیحہ کے لئے تو یہ بھی لازم ہے کہ کوئی مانع نہ حسبی ہو نہ شرعی نہ طبعی۔ اس پر شہادت نفی پر شہادت ہوگی اور وہ معتبر نہیں خصوصاً بعض موانع وہ ہیں جو شاہدوں کی اطلاع سے وراہیں معہذا اگر شوہر خلوت صحیح ہونا بیان کرتا ہے تو وہ مقرر ہے اقرار کے ساتھ شہادت کیسی۔ اور اگر عورت بیان کرتی ہے تو وہ منکرہ ہے اور گواہ منکرہ سے نہیں لئے جاتے بلکہ مدعی سے، ہاں یہ صورت متصور ہے کہ عورت اپنے اوپر سے دفع حلف کے لئے اقرار شوہر کے گواہ دے جو شہادت دیں کہ ہمارے سامنے شوہر نے خلوت صحیح ہونے کا اقرار کیا۔

یہ جو کچھ میں نے کہا ہے محض فہم کی بنا پر کہا ہے اس وقت میں دور ایک پہاڑ پر تفریح میں ہوں، اپنی کتب اور وطن سے دور ہوں، لہذا اگر یہ درست ہو تو میرے رب کی طرف سے ہے اور اس کے پاس ہی حق کا علم ہے، وہی مجھے کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم دست

مسائل پر بفضلہ تعالیٰ یہاں کبھی کوئی اجرت نہیں لی جاتی اور اس کو سخت عیب سمجھا جاتا ہے ما اسئلکم

هذا كله ما قلته تفقها والفقير الان متنزہ على جبل بعيد عن وطني وكتبي فان اصبحت فمن ربي وعندہ العلم بالحق وهو حسبي۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴۹/۲	مطبع مجتہائی دہلی	باب السلم	۱۔ در مختار کتاب البیوع
۲۱۱/۲	دار اجیاء التراث العربی بیروت	"	۲۔ ردالمحتار
۱۹/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب الرحلة فی المسألة النازلة	۳۔ صحیح البخاری

عليه من اجر ان اجرى الاعلى سب العلمين (تم سے کسی اجر کا سوال نہیں میرا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از کانپور طلاق محال مکان ابوالضیاء حکیم نور الدین صاحب مستولہ عبید اللہ صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ
۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) کسی قبیلہ میں یہ رسم ہے کہ عقد کے پیشتر جو کچھ شرائط متعلق عقد کرنا ہوتے ہیں نوشاہ سے بتوسط والدین یا کسی دیگر عزیز قریب کے اس طرح پر طے کرتے ہیں کہ نوشاہ بالکل خاموش بیٹھا رہتا ہے اور دوسرے لوگ جو کچھ اس کے واسطے طے کر دیتے ہیں اس کا وہ پابند سمجھا جاتا ہے اور پابندی بھی کرتا ہے تو کیا زید کو جو اسی قبیلہ کا ہے اور اس سے بھی اس رسم قبیلہ کے مطابق یہ طے کیا گیا ہے کہ وہ بعد بلوغ زوجہ کے سسرال میں رہ کر نان و نفقہ کی خبر گیری کرتا رہے گا اور بعض دین مہر جس کی تعداد پانچ ہزار پانچ سو ہے جائیداد غیر منقولہ بنام زوجہ خود دو سال کے اندر خرید دے گا یا نقد ادا کر دے گا مگر بعد عقد کے زید ان معاہدوں کو پورا کرنے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے معاہدہ میرے والد سے ہوا تھا نہ کہ مجھ سے، حالانکہ معاہدہ کے وقت زید بھی موجود تھا اور باوجود بالغ ہونے کے اُس نے معاہدہ کے کسی جز سے انکار نہیں کیا، تو کیا ایسی صورت میں حسب رواج قبیلہ زید ان معاہدوں کے پورا کرنے کا ذمہ دار ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(۲) ہندہ کا عقد زید سے اس طرح پر ہوا کہ حسب رواج قبیلہ عقد سے چار یوم پیشتر زید سے بتوسط والدین یہ طے پایا تھا کہ مہر موجدل باجمل دو سال مقرر ہے اس طرح پر کہ چاہے دو سال کے اندر بعض دین مہر مبلغ ساڑھے پانچ ہزار روپیہ کے جائیداد غیر منقولہ بنام ہندہ خرید کر دی جائے گی یا مبلغ ساڑھے پانچ ہزار روپیہ نقد بابت دین مہر ادا کر دیا جائے گا مگر بروقت عقد یہ تفصیل دہرائی نہیں گئی صرف اتنا کہا گیا کہ مہر موجدل تعداد ساڑھے پانچ ہزار روپیہ تو کیا یہ مہر مطلق میں شمار کیا جائے گا یا باجمل دو سال موجدل ہوگا؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

(۱) شرع مطہر کا قاعدہ عام ہے کہ المعدوف كالمشروط (عرف کا رواج مشروط کی طرح ہے۔ ت) جبکہ ان لوگوں میں عام رواج یہی ہے اور شوہر کے سامنے شرائط کے جاتے ہیں اور وہ ساکت رہتا ہے اور اس کا سکوت ہی قبول قرار پاتا ہے اور ان شرائط کی پابندی کرتا ہے تو زید کہ انھیں لوگوں میں سے ہے اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا مگر پہلا معاہدہ بیکار ہے سسرال میں رہنا ایک وعدہ ہے جس کی وفا پر جبر نہیں اور زوجہ کو اپنے پاس

رکھنا حق شوہر و حکم شرعی ہے۔ قال تعالیٰ،

وَأَسْكُنُوا مِنْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وَجْدِكُمْ ۖ

ان کو سکونت دو جہاں تم ساکن ہو اپنی گنجائش کے مطابق۔

شوہر جب چاہے اس حق کا مطالبہ کر سکتا ہے کمں تو کت قسمیہا لہا ان تعود متی تشاء (جیسا کہ بیوی اپنی باری چھوڑ دے تو اس کو واپس لینے کا حق ہے جب چاہے۔ ت) اور دوسرے معاہدہ سے مہر و برس کے لئے مؤجل ہوگا

اس پر لازم ہے کہ دو برس کے اندر ادا کرے خواہ جائیداد خرید کر یا نقد۔ اگر صرف جائیداد خرید دینے کا معاہدہ ہوتا تو وہ بھی

محض ایک وعدہ ہوتا زوجہ کو دو برس کے بعد مطالبہ مہر ہی کا استحقاق ہوتا نہ بالخصوص جائیداد کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر شوہر تسلیم کرے کہ عقد اسی قرار داد کی بنا پر ہوا تھا اور مؤجل سے وہی اجل مراد تھی تو دو سال میں

ادا کرنا لازم ہوگا ورنہ اطلاق لفظ اپنا عمل کرے گا اور یہ مہر مؤخر ہے گا کہ قبل موت و طلاق مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا کہ

تأجل بوجہ جہالت اجل صحیح نہ ہوئی۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے،

ایک شخص نے کسی عورت سے ایک ہزار پر نکاح کیا اور

کہا کہ پورا ہزار مؤجل ہے، تو اگر اس کی مدت معلوم

ہو تو مہلت دینا صحیح ہے اور اگر مدت معلوم نہ ہو تو مہلت دینا

صحیح نہیں اور جب مہلت دینا صحیح نہ ہو تو خاوند کو کہا جائیگا کہ علاقہ

کے عرف کے مطابق کچھ مؤجل طور پہلے دے دے اور

باقی اس سے طلاق یا موت کے بعد وصول کیا جائیگا

اور قاضی اس پر باقی کی ادائیگی میں جبر نہ کرے گا اور

نہ قید کرے گا۔ (ت)

رجل تزوج امرأة بالف على ان كل الالف

مؤجل ان كان الاجل معلوما صحیح

التأجيل وان لم يكن لا يصح و اذا لم يصح

التأجيل يؤمر الزوج بتجديد قدر ما يتعارفه

اهل البلدة فيؤخذ منه الباقي بعد الطلاق

او بعد الموت ولا يجبره القاضي على تسليم

الباقي ولا يجسده ۛ

عالمگیریہ میں ہے،

مہر کی مہلت، مدت غیر معینہ تک تو صحیح ہے، یہی صحیح ہے،

کیونکہ انتہائی مدت خود بخود معلوم ہے، اور وہ طلاق

یا موت ہے۔ محیط میں یونہی ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم (ت)

تأجيل المهر لا الى غاية معلومة يصح هو

الصحيح لان الغاية معلومة في نفسها

وهو الطلاق او الموت كذا في المحيط ۛ واللہ

تعالیٰ اعلم۔

۱۰ القرآن الکریم ۶/۵۶

۱۱ فتاویٰ قاضی خاں

۱۲ فتاویٰ ہندیہ

باب فی مسائل ذکر المہر

باب المہر فصل الحادی عشر

نو لکھنؤ

نورانی کتب خانہ پشاور

۱۳-۱۴/۱

۱۵/۱

مسئلہ ۷۳ از سرانے صالحہ ضلع ہزارہ تحصیل ہری پور مرحلہ حاجی عبدالعزیز خاں صاحب ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے نواسہ خالد کی منگنی میں جرگہ
 عام میں ایک زیور از قسم طلائی اس کے والد عمر کو دے کر بطور ہبہ کہا کہ یہ تمہارے لڑکے کی طرف سے بطور نشانی
 لڑکی کو پہناتا ہوں، اس وقت عمر کا لڑکا خالد نابالغ تھا اور عمر نے وہ زیور زید سے قبول کر لیا لڑکی کے ہاتھ میں
 خالد کی طرف سے پہنایا گیا، اب وہ دونوں یعنی لڑکا اور لڑکی بالغ ہیں کسی خاص وجہ سے لڑکی کی طرف سے وہ
 زیور وغیرہ اور پارچات واپس ہو کر طلاق ہونے پر فریقین تیار ہیں لیکن وہ زیور جو زید نے اپنی طرف سے نواسہ کو
 دیا ہے اور لڑکی کو اس کی طرف سے پہنایا گیا تھا زید کہتا ہے کہ وہ مجھ کو واپس ہوئے اور لڑکا کہتا ہے کہ میں اب
 بالغ ہوں مجھ کو ملے اور عمر لڑکے کا والد کہتا ہے مجھ کو ملنا چاہتے، اس لئے صاحبان شرع شریف سے مفصل طور پر
 دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا اس صورت میں اس زیور کے لینے کا شرعاً کون مستحق ہے، کیا نانا یا باپ یا خود لڑکا جس
 کی منگنی ہوئی تھی؟ جواب با صواب عنایت فرما کر اہر دارین حاصل فرمادیں، بینوا تو جروا، اگر صورت مسئلہ میں
 ہبہ ہے تو نانا نواسے سے وہ زیور شرعاً واپس لینے کا حقدار ہے یا نہ؟

الجواب

ایسے زیور یا پارچہ کو ہمارے عرف میں چڑھاوا کہتے ہیں اسے دو لہا کی طرف سے دلہن کو دینے میں اگرچہ
 عرف و عادت ناس کا اختلاف ہے بعض ہبہ دیتے ہیں بعض عاریتہ، مگر وہ جو دو لہا کے اقارب دو لہا کے یہاں
 بھیجتے ہیں اس میں اصلاً اختلاف نہیں وہ یقیناً بطور ہبہ و امداد ہی ہوتا ہے، کسی حالت میں انھیں اس کی واپسی کا
 دعویٰ نہیں ہوتا، اولاد کی شادیوں میں جو ایسی اعانت کی جاتی ہے اس میں اعانت کرنے والا اگر تصریح کر دے
 کہ میں نے ہبہ کی جب تو وہ اس کی ہے، اور تصریح نہ کرے تو وہ چیز اگر اولاد کے مناسب ہے تو ان کی ہے ورنہ
 اگر یہ امداد کرنے والا باپ کے اقارب یا شناساؤں میں سے ہے تو وہ ہبہ باپ کے لئے ہے اور ماں کے اقارب
 سے یا شناساؤں میں سے تو ماں کے لئے، مگر یہ کہ امداد کرنے والے نے اس وقت کچھ نہ کہا، اور اب وہ موجود ہے
 اور بیان کرے کہ میں نے فلاں کو ہبہ کیا تھا مثلاً باپ یا ماں یا اولاد کو تو اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ عالمگیری
 میں ہے :

إذا اتخذ الرجل عذیرة للختان فهدی
 الناس هدایا ووضعوا بین یدی
 الولد فسواء قال المهدی هذا
 للولد أو لم یقل فان كانت المهدیة تصلح للولد
 جب کسی نے ختنے کے لئے سامان تیار کیا تو لوگوں نے اس
 موقع پر ہدیے پیش کئے اور ہدیے بچے کے پاس رکھے،
 پھر یہ برابر ہے کہ ہدیہ دینے والوں نے "یہ بچے کے لئے ہے"
 کہا ہو یا نہ کہا ہو تو اگر وہ ہدیے بچے کے مناسب ہوں

مثل ثياب الصبيان او شئ يستعمله الصبيان
مثل الصولجان و الكرة فهو للصبى لان
هذا تميل للصبى عادة وان كانت الهدية لا تعلم
للصبى عادة كالدرهم والدنانير ينظر الى
المهدى فان كان من اقارب الاب او معارفه
فهو للاب وان كان من اقارب الام او معارفها
فهو لام لان التملك هنا من الام عرفا
وهناك من الاب فكان التعويل على العرف
حتى لو وجد سبب او وجه يستدل به على
غير ما قلنا يعتمد على ذلك، وكذلك اذا
اتخذ وليمة لزفاف ابنته فاهدى الناس
هدايا فهو على ما ذكرنا من التقسيم، و
هذا كله اذا الميقد المهدى شيئا وتعذر
الرجوع الى قوله اما اذا قال اهديت للاب او
لام او للزوج او للمرأة فالقول للمهدى
كذا في الظهيرية -

شانچے کے کپڑے، یا وہ شئی جو بچے استعمال کرتے ہیں جیسے لٹیکے
تو بچے کیلئے ہی ہونگے کیونکہ ایسی چیزیں عادتاً بچے کی ملکیت کہانی میں آتا ہے
وہ ہدیے بچے کے مناسب نہ ہوں جیسا کہ دراہم و
دینار وغیرہ، تو پھر ہدیہ دینے والوں کو دیکھا جائے گا
کہ وہ والد کے قریبی اور واقفیت والے ہیں یا
ماں کے، اگر وہ والد کے تعلق والے ہوں تو وہ والد
کے لئے ہوں گے، اور اگر ماں کے تعلق والے ہوں
تو وہ ماں کے لئے ہوں گے، کیونکہ عرفاً یہاں ماں کی طرف سے
تملیک سمجھی جاتی ہے اور وہاں باپ کی طرف سے سمجھے جاتے ہیں،
لہذا عرف پر اعتماد پر اعتماد کرتا ہوگا، ہاں اگر کوئی ایسا سبب یا وجہ
پائی جائے جو ہمارے بتائے ہوئے عرف کے خلاف قرینہ ہے تو پھر
اسی قرینہ پر اعتماد کیا جائے، اور یونہی اگر کسی نے بیٹی کے
زفاف کے لئے ولیمہ کا انتظام کیا تو لوگوں نے ہدیے
دئے تو وہ اسی تقسیم پر ہوں گے جو ہم نے ذکر کی ہے،
یہ تمام گفتگو اس صورت میں ہے جب ہدیہ دینے والے
نے کوئی تصریح نہ کی ہو، اور اس سے معلوم کرنے

کے لئے رجوع بھی مشکل ہو، لیکن جب اس نے کہہ دیا کہ یہ باپ یا ماں یا خاوند یا بیوی کے لئے ہیں تو پھر
اس کے قول کے مطابق حکم ہوگا، ظہیر یہ میں یونہی ہے۔ (ت)

بالجملہ زید کی طرف سے وہ زیور ہبہ ہونے میں کلام نہیں اور جبکہ اس کے لفظ وہ ہیں جو سوال میں مذکور
ہوئے کہ یہ تمہارے لڑکے کی طرف سے بطور نشانی تو یہ نواسے کو ہبہ ہوا اور وہ اس وقت نابالغ تھا اور اس
کے باپ نے قبول کر کے قبضہ کر لیا تو ہبہ تمام ہو گیا اور نواسے اس کا مالک ہو گیا، اس میں نہ باپ کا
حق ہے نہ نانا کا، نہ نانا اسے کسی طرح واپس لے سکتا ہے کہ قرابت محرمہ مانع رجوع ہے،
در مختار میں ہے :

اگر کسی نے اپنے ذی محرم نسبی کو ہیہ دیا تو وہ خواہ
کافر ذمی ہو یا امن لے کر آیا ہو تو واپس نہ لے سکے گا
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

لو وہب لذی رحم محرم منہ نسبا ولو
ذمیا و مستامنا لا یرجع الیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از چاندہ پار ڈاک خانہ شہرت گنج ضلع بستی
مستقلہ محمد یار علی صاحب نائب مدرس ٹریننگ اسکول

۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح کے وقت لڑکی بالغہ کے والدین نے خیال دنیا
اس قدر وسیع مہر بندھوایا کہ لڑکا بالغ اپنے والدین کی جائداد موجودہ سے کسی صورت ادا نہیں کر سکتا، لڑکے
نے اس خیال پر کہ اگر منظور نہ کروں گا نکاح نہ ہوگا مجبوراً محض اللہ کے بھروسے پر اپنے نزدیک نکاح جائز
سمجھ کر منظور کر لیا جب مکان پر ہمراہ رہنے کا دونوں کا اتفاق ہوا تو اسی ہفتہ کے اندر لڑکی بالغہ نے بخوشی و
رضا مندی بغیر کسی مجبوری اور دباؤ شوہر کے سامنے اللہ کو شہید و بصیر جان کر جمیع انبیاء و ملائکہ کا واسطہ دلا کہ
معاف کر دیا، جب سے آج تک ایک سال کا زمانہ گزرا میاں بی بی دونوں ساتھ ہیں اب چند روز سے لوگوں کی
زبانی معلوم ہوا کہ یہ نکاح ناجائز و حرام ہوا اور یہ صحبت حرام کاری ہے لڑکا بخوف عقبی اپنی برائت کے لئے ہر صورت
سے راضی ہے گو کہ بی بی اس کو بہت محبوب ہے مگر شرعی فتویٰ پر کار بند ہونے کو دل و جان سے تیار ہے، مہر
جو بندھا ہے اس کی تعداد ایک ہزار دو اشرفی لڑکے کے والدین کی جائداد تقریباً پانچ سو روپے سے راجح الوقت،
بیٹو اتوجروا۔

الجواب

اگر لڑکے کے پاس ایک پیسے کا سہارا نہ ہوتا اور دس کروڑ اشرفی کا مہر باندھا جاتا جب بھی نکاح
صحیح تھا اور معاذ اللہ اسے حرام کاری سے کچھ تعلق نہ تھا، یہ جو حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جن کا نکاح ہو ان
کی نیت میں ادائے مہر نہیں وہ روز قیامت زانی و زانیہ اٹھائے جائیں گے، یہ ان کے واسطے ہے جو محض
برائے نام جھوٹے طور پر ایک لغو رسم سمجھ کر مہر باندھیں شرعاً نکاح ان کا بھی ہو جائے گا اور وہ بحکم شریعت زانی و
زانیہ نہیں زن و شوہر ہیں اگرچہ قیامت میں ان پر اس بد نیت کا وبال مثل زنا ہو کہ انھوں نے حکم الہی کو ہلکا سمجھا
یہاں کہ لڑکے نے اللہ عز و جل پر بھروسہ کر کے قبول کیا تو اس صورت سے کچھ علاقہ نہ ہوا پھر جب کہ لڑکی بالغہ
نے بے کسی دباؤ کے بخوشی معاف کر دیا معاف ہو گیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الجہاز

(جہیز کا بیان)

بسم الله الرحمن الرحيم

مشکلہ ۲۵ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا اور جہیز میں اس کو کچھ زیور یا اسباب یا جائیداد دی تو اس مال کا مالک اس لڑکی کے حین حیات میں اس کا شوہر ہو سکتا ہے یا وہ لڑکی ہی مالک ہے۔
بینوا تو جروا۔

الجواب

وہ مال تمام و کمال خاص ملک عورت ہے دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں،

فی رد المحتار کل احد یعلم ان الجہاز ملک المرأة
وانہ اذا طلقها تاخذہ کلہ و اذا ماتت یورث
عنها ولا یختص بشئ منہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
رد المحتار میں ہے ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت
ہوتا ہے اور جب شوہر اس کو طلاق دے دے وہ تمام
جہیز لے لے گی، اور اگر عورت مرجائے تو جہیز اس کے
وارثوں کو دیا جائے گا شوہر اس میں سے اپنے لئے کچھ بھی مختص نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے جو زیور اپنی بیٹی کو ہمیز میں دیا اس کی مالک دختر زید ہے یا اس کا شوہر، اور اگر شوہر بے اذن زوجہ اس میں تصرف کرے تو نافذ ہو گا یا نہیں۔ بینوا تو جردا

الجواب

زیور وغیرہ ہمیز کہ زید نے اپنی بیٹی کو دیا خاص بلکہ دختر ہے شوہر کو کسی طرح کا استحقاق مالکانہ اس میں نہیں، نہ اس کا تصرف بے رضا و اذن زوجہ نافذ ہو سکے۔

فی الدر المختار جہز ابنتہ بجہاز و سلمہا
ذلک لیس لہ الاسترداد منها ولا لورثتہ بعدہ
ان سلمہا ذلک فی صحۃ بل تخص بہ و بہ
یفتی فیہ

عورت کی ملکیت ہے، اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے بشرطیکہ اس نے یہ ہمیز حالتِ صحت میں بیٹی کے سپرد کیا ہو (یعنی مرض الموت میں نہ دیا ہو)۔ (ت)

علامہ شامی فرماتے ہیں:

کل احد یعلم ان الجہاز ملک المرأۃ للاحق
لاحد فیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ہمیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اس میں کسی اور کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے علمائے دین اس صورت میں کہ یہ جو متعارف ان شہروں میں ہے کہ دولہا کی طرف سے جوڑا وغیرہ دلہن کو بھیجا جاتا ہے بایں امید کہ ادھر سے بہت زیور وغیرہ ملے گا لہذا بامید عوض جوڑے گراں قیمت سو روپے دو سو روپے کے اور دیگر اسباب قیمتی مناسب اس کے بھیجتے ہیں اور یہ صراحت بھی ہوتی ہے کہ ادھر سے دو سو کا مال جائے گا تو اس کے عوض میں چار سو کا مال ملے گا، ایسا ہی دلہن کی طرف سے دولہا کے واسطے جوڑا وغیرہ گراں قیمت بھیجا جاتا ہے، پھر جب زوجین میں جدائی ہوگئی اور زوجہ کی طرف سے طلب اپنے دے کی ہوئی، اور زوج کی طرف سے بمقتضائے ایمان داری جو کچھ ادھر سے آیا تھا جوڑا وغیرہ سب دے دیا اور رسید ان اشیاء کی لکھوالی، اس صورت میں زوج کی طرف سے جو کچھ جوڑا اور زیور وغیرہ گیا تھا واپس ہو سکتا ہے یا

لہ در مختار باب المہر مطبع مجتہائی دہلی ۲۰۳/۱
لہ رد المختار باب النفقہ اجیام التراث العربی بیروت ۶۵۳/۲

نہیں۔ اور اگر ہلاک کرنے ایک شخص ان دونوں میں سے جو دیا تھا اس کو دوسرے نے، تو اس صورت میں ہلاک کر دینے والے سے وہ دوسرا شخص جس کا مال ہلاک کیا لے سکتا ہے یا نہیں۔ والدین زوج نے اپنے پسری کی زوجہ کو کچھ زیور وغیرہ واسطے تالیفِ قلوب کے بایں غرض کہ ہمارے گھر میں رہے گا اور ہر وقت ہمارے اختیار میں جس وقت چاہیں گے اس کو دوسرے کام میں لائیں گے اور جب چاہیں گے بنا دیں گے جیسا کہ تاجروں میں ہے کہ بطور عاریت کے ایسا مال دیا کرتے ہیں واسطے زیبائش اپنے گھر کے، نہ بطور تملیک کے، اس صورت میں مالک اُس مال کے والدین ہیں یا نہیں۔ بینوا تو جو وا۔

الجواب

جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع سے خاص ملک زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں، طلاق ہوتی تو کل لے گئی، اور مگنی تو اسی کے ورثہ پر تقسیم ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے،

کل احد یعلم ان الجہاز للمرأة وانہ اذا طلقھا
تاخذہ کلہ واذ ماتت یورث عنہا یہ

ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے،
جب شوہر اس کو طلاق دے دے تو وہ تمام جہیز لے لے گی اور جب عورت مر جائے تو جہیز اس کے وارثوں کو دیا جائے گا۔ (ت)

ہاں مرد بجاالت ہمنانگی اُن کے والدین بھی بعض اشیائے جہیز مثل ظروف و فروش وغیرہ اپنے استعمال میں لاتے ہیں اور عرفاً اس سے ممانعت نہیں ہوتی اس کی بنا ملک شوہر یا والدین شوہر پر نہیں بلکہ باہمی انبساط کہ زن و شوہر کے اطلاق میں تفاوت نہیں سمجھا جاتا جیسے عورتیں بے تکلف اموال شوہر استعمال میں رکھتی ہیں اس سے وہ اُن کی ملک نہ ہو گئے بعقود الدریۃ کتاب الدعوی و کتاب الفرائض میں بحر الرائق سے ہے:

لا یكون استمتاعها بمشریہ ورضاه بذلك
دلیلا علی انه ملکها ذلك کما تفہمہ النساء
والعوام وقد افیت بذلك مراراً

شوہر کے خریدے ہوئے مال سے عورت کا نفع حاصل
کرنا اور شوہر کا اس پر رضا مند ہونا اس بات کی دلیل
نہیں کہ وہ عورت اس مال کی مالک ہو گئی جیسا کہ عورتیں

اور عام لوگ سمجھتے ہیں اور تحقیق میں اس پر متعدد بار فتویٰ دے چکا ہوں۔ (ت)

یہاں سے ظاہر کہ جانب شوہر کی بری اگرچہ بامید کثرت جہیز کہہ اں بہا بنے معاوضہ نہیں کہ اگر یہ اشیاء اپنے ملک پر رکھتے اور وقت پر برائے نام بھیج دیتے ہوں کہ ہماری چیز پھر ہمارے گھر آجائے گی جب تو ظاہر کہ

ردالمحتار باب النفقة اجیارات التراث العربی بیروت ۶۵۳/۲
عقود الدریۃ تنقیح فی فتاویٰ حامیۃ، کتاب الدعوی ۲/۳۵، کتاب الفرائض ۲/۳۵ حاجی عبدالغفار قندھار افغانستان

جانب شوہر سے کوئی تملیک نہ ہوتی اور تملیک ہی قصد کرتے اور دلہن کو اس گئے جوڑے کا مالک جانتے ہوں تاہم معاوضہ نہ ہوا کہ اس کے عوض میں جس شے کی امید رکھتے ہیں یعنی جہیز وہ بھی تو ملک زوجہ ہی ہوگا اور عوض و معاوض ایک ملک میں جمع نہیں ہو سکتے۔ ہاں کثرت جہیز کی امید پر بھاری جوڑے گئے بھیجے ہیں مگر نہ اس لئے کہ ہم یہ دے کر جہیز کے مالک ہوں گے بلکہ اس خیال سے کہ بسبب انبساط مذکور ہمیں بھی تمتع و انتفاع ملے گا ہمارے گھر کی زیب آرائش ہوگی نام ہوگا آرام ہوگا وقت حاجت ہر گونہ کار بر آری کی توقع ہے کہ یہاں کی نیک بیبیاں غالباً اپنا مال خصوصاً ہنگام ضرورت اپنے شوہروں سے دریغ نہیں رکھتیں، یہ وجوہ اس طرح پر باعث ہوتی ہیں کہ ادھر سے دوستوں کا جائے گا تو چار سو کا آئے گا جیسے بلاد شام وغیرہ میں اسی امید پر مہر بڑھاتے ہیں۔

ردالمحتار میں ہے ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور شوہر اس میں سے کچھ بھی نہیں لے سکتا، اور بیشک متعارف ہے کہ شوہر مہر میں اس توقع پر اضافہ کرتا ہے کہ عورت بھی زیادہ جہیز لائے گی تاکہ اس سے گھر کی زینت و آرائش ہو اور عورت کی اجازت سے شوہر اس سے نفع اٹھائے گا اور عورت کے مرنے کے بعد وہ اور اس کی اولاد جہیز کی وارث بنے گی جیسا کہ اسی غرض سے وہ غنی عورت کے مہر میں اضافہ

فی ردالمحتار کل احد یعلم ان الجہاز ملک المراءاة ولا یختص بشئ منه وانما المعروف انہ یزید فی المہر لتاتی بجہاز کثیر لیزین بہ بیتہ وینتفع بہ باذنیہا ویرثہ ہو و اولادہ اذا ماتت کما یزیدہ فی مہر الغنیۃ لاجل ذلک لا لیکون الجہاز کلہ او بعضہ ملکالہ، ولا لیمکن الانتفاع بہ وان لم تأذن لہ

کرتا ہے، اس لئے نہیں کہ وہ تمام یا بعض جہیز کا مالک بن جائے گا یا عورت کی اجازت کے بغیر اس سے نفع حاصل کر سکے گا۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں جہیز تو ذرہ ذرہ دینا واجب ہی تھا اور اس کی واپسی سے بری کی واپسی لازم نہیں کہ وہ اس کا عوض نہ تھی بلکہ اس کا حکم آگے آتا ہے شوہر کا جوڑا کہ ادھر سے آتا ہے بعد قبضہ قطعاً ملک شوہر ہو جاتا ہے کہ لوگ اس سے تملیک ہی کا قصد کرتے ہیں و ذلک واضح لاخفاء بہ (اور یہ واضح ہے اس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں۔ ت) پس اگر وہ اس نے ہلاک کر دیا خواہ ہلاک ہو گیا تو ادھر والے اس کا کوئی تاوان اس سے نہیں لے سکتے کہ ہلاک ہو ہو ب مطلقاً مانع رجوع ہے۔ یونہی اگر جوڑا عورت کے والد یا والدہ نے اپنے مال سے بنا کر بھیجا جیسا کہ ان بلاد میں اکثر یہی متعارف ہے اور یہ شخص نسباً اس کا محرم مثلاً بھتیجا بھانجا ہے یا نکاح پہلے ہو یا بعدہ جوڑا مال زوجہ

سے برضائے زوجہ بنا کر بھیجا گیا تو ان صورتوں میں بھی واپس لینے کا اصلاً اختیار نہیں اگرچہ جوڑا سلامت موجود ہو کہ قرابت محرمہ و زوجیت دونوں مانع رجوع ہیں،

در مختار اور ردالمحتار میں ہے کہ ہبہ میں رجوع سے مانع یہ حروف ہیں: **دمع خرقہ**، پس ان سات حروف میں سے (زار سے مراد زوجیت ہے جو بوقت ہبہ موجود ہو لہذا اگر کسی عورت کو بطور ہبہ کچھ دیا پھر اس عورت سے نکاح کر لیا تو ہبہ سے رجوع کر سکتا ہے اور اگر اپنی بیوی کو بطور ہبہ کچھ دیا تو رجوع نہیں کر سکتا، ایسا ہی اس کے برعکس میں بھی ہے یعنی اگر عورت نے کسی مرد کو بطور ہبہ کچھ دیا پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کر سکتی ہے، اور اگر اپنے شوہر کو بطور ہبہ کچھ

فی الدر المختار و رد المختار يمنع الرجوع فیہا حروف دمع خرقہ فالزواء الزوجیة وقت الہبۃ فلو وہب لامرأة ثم نکحها مرجع ولو وہب لامرأته لا کےکسہ ای لو وہبت لرجل ثم نکحها رجعت ولو لزوجها لا والقاف القرابة فلو وہب لذی رحم محرم منه نسبا لا يرجع والہاء ہلاک العین الموهوبۃ وکذا اذا استہلکت کما هو ظاہر صرح بہ اصحاب الفتاویٰ من علی اھ ملتقطین۔

دیا تو رجوع نہیں کر سکتی۔ اور قاف سے مراد قرابت ہے لہذا اگر کسی ایسے ذی رحم رشتہ دار کو بطور ہبہ کچھ دیا جو اس کے لئے محرم نسبی ہے تو رجوع نہیں کر سکتا۔ اور ہاء سے مراد موهوب شئی کا ہلاک ہونا ہے اور اسی طرح ہلاک کرنا ہے، جیسا کہ ظاہر ہے اصحاب فتاویٰ نے اس کی تصریح کی، رملی اھ ملتقطین۔ (ت) فتح القدر وغیرہ میں ہے:

اگر زوجہ کے باپ نے اپنے مال سے کچھ بھیجا تو اگر وہ موهوب شئی شوہر کے پاس موجود ہے تو رجوع کر سکتا ہے ورنہ نہیں، اور زوجہ کے مال سے اس کی اجازت سے

لو بعث ابوہا من مالہ فلہ الرجوع لوقائما و الافلا و لو من مالہا باذنها فلا رجوع لانہ ہبۃ منها والمرأة لا ترجع فی ہبۃ زوجها۔

بھیجا تو رجوع نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ زوجہ کی طرف سے ہبہ ہے اور زوجہ کو زوج کے ہبہ میں رجوع کا حق نہیں رہتا ہاں اگر جوڑا ملک شوہر میں موجود اور باقی موانع رجوع بھی مفقود ہوں مثلاً والدین زن نے بتایا تو ان سے قرابت محرمہ سبب نہ ہو یا مال زوجہ سے بنا تو پیش از نکاح بھیجا گیا ہو تو شوہر کی رضایا قاضی کی قضا سے رجوع کا اختیار ہو گا کہ طرفین سے جوڑوں کا جانا بحکم عرف دونوں جانب کی مستقل رسم ہے نہ ایک دوسرے کے عوض

دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۹-۱۸-۵۱۵
مطبع مجتہبائی دہلی
مکتبہ نوریہ رضویہ کھر
۱۶۱/۲
۲۵۵-۵۶/۳

باب الرجوع فی الہبۃ
" " "
باب المہر
ردالمختار
در مختار
فتح القدر

میں، ولہذا اگر ایک جانب سے مثلاً بوجہ افلاس جوڑانہ آئے تو بھی دوسری طرف والے بھیجے ہیں تو عوض صریح کہ مواعج رجوع سے ہے متحقق نہیں، پھر دُلہا کی جانب سے بری میں ہرگز انس جوڑے کا خیال نہیں جو دُلہا کو ملتا ہے بلکہ محض ناموری یا وہی کثرت جہیز کی طمع پروری بہر حال یہ بہبہ معاوضہ سے خالی ہے تو بشرط مذکورہ دُلہا والوں کو رجوع کا اختیار، مگر گنہگار ہوں گے۔ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العائد فی ہبته کالعائد فی قیئہ۔ رواہ
الائمة احمد و الستة بالفاظ شتی عن
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
دے کر پھیرنے والا مثل کتے کے ہے کہ قے کر کے
پھر کھالے (اس کو امام احمد اور اصحاب صحاح ستہ
نے مختلف الفاظ کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

در مختار میں ہے:

ذکرہ (الرجوع) (تحریم) وقیل تنزیہا نہایۃ
اھ اقول والاول الذی جزم بہ فی المتن و اشار
الشارح الی تضعیف خلافہ فانہ هو الصحیح
الذی لامعدل عنہ لقول رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم لا یحل للرجل ان یعطی
عطیۃ فیرجع فیہا، رواہ الائمة احمد و
الاربعة عن ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہم قال فی المنتقی صححہ الترمذی۔
حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا، منتقی میں فرمایا کہ امام ترمذی نے
اس کو صحیح قرار دیا۔ (ت)

اس صورت میں شوہر نے اگر یہ جوڑا واپس کر دیا تو رجوع صحیح ہوگی اور اس کی ہلک سے خارج ہو گیا لہذا تحقق
الرجوع بالتراضی (باہمی رضامندی سے رجوع متحقق ہونے کی وجہ سے۔ ت) اور اگر موجودہ صورت اولیٰ ہے

۳۶/۲	مطبع قدیمی کتب خانہ کراچی	باب التحريم في الصدقة	كتاب الهبة	صحیح مسلم
۱۶۱/۲	مطبع مجتہبانی دہلی	باب الرجوع في الهبة		لے در مختار
۲۷/۲	دار الفکر بیروت	مروی از ابن عمر و ابن عباس		۳ مسند امام احمد بن حنبل

یعنی قرابت و زوجیت وغیرہا کوئی مانع تو اس حال میں بھی اگر اس نے برضائے خود جوڑا انھیں ہبہ کرنے کے ارادہ سے واپس کر دیا ہبہ صحیح ہو گیا۔

فی الدر المختار اتفق الواهب والموهوب له على الرجوع في موضع لا يصح رجوعه من المواضع السبعة السابقة كالهبة لقرايته جاز هذا الاتفاق منهما جوهرية وفي المجتبى لا تجوز الاقالة في الهبة والصدقة في المحارم الا بالقبض لانها هبة۔

در مختار میں ہے کہ واهب اور موهوب لہ ہبہ کے رجوع پر متفق ہو گئے، مذکورہ الصدر ان سات مواضع میں سے کسی موضع پر جن میں رجوع صحیح نہیں جیسے ہبہ جوہر قرابت تو ان دونوں کا یہ اتفاق جائز ہے (جوہر) اور مجتبے میں ہے کہ محارم کے ہبہ و صدقہ میں بلا قبضہ اقالہ جائز نہیں کیونکہ (اقالہ) ہبہ ہے۔ (ت)

اور اگر اس گمان پر واپس دیا کہ جوڑا بھی مثل ہمیز ہے بعد افتراق اس کی واپسی بھی مجھ پر لازم تو یہ واپس دینا معتبر نہ ہوگا نہ وہ جوڑا ملک شوہر سے نکلے گا، اُسے اختیار ہے اب واپس لے لے، اور ان پر لازم کہ واپس دیں

کیونکہ جہاں رجوع صحیح نہ ہو وہاں نئے سرے سے ہبہ صحیح ہوتا ہے جیسا کہ گزرا، جب ہبہ نہیں تو صحت نہیں، اور اس گمان کا کوئی اعتبار نہیں جس کی خطا واضح ہے عقود الدریہ کی کتاب الشریکۃ میں فرمایا کہ جس نے کسی کو ایسی شئی دی جس کا دینا واجب نہ تھا تو اس کو واپس لینے کا حق ہے سوائے اس کے کہ جب بطور ہبہ دی ہو اور قابض نے اس کو ہلاک کر ڈالا ہو جیسا کہ وہبانی کی شرح النظم اور دیگر معتبر کتابوں میں ہے اور خیریہ کے کتاب الوقف میں تحقیق انھوں نے تصریح کی اس بات کی کہ کسی شخص نے گمان کیا کہ اس پر قرض ہے اور اگر لینے والے نے اس کو ہلاک کر دیا ہے

لان الرجوع حیث لا یصح انما یصح ہبنتہ مبتدأۃ کما تقدم واذ لا ہبۃ فلا صحۃ ولا عبرۃ بالظن البین خطوہ قال فی العقود الدریۃ من کتاب الشریکۃ من دفع شیئاً لیس بواجب علیہ فلہ استردادہ الا اذا دفعہ علی وجہ الہبۃ واستہلکہ القابض کما فی شرح النظم للوہبانی وغیرہ من المعتبرات اھ و فی الخیریۃ من الوقف قد صرحوا بان من ظن ان علیہ دینا فان خلافہ یرجع بما ادى ولو کان قد استہلکہ سجع ببذلہ اھ۔

تو اس کا بدل لے سکتا ہے (ت)

۱۶۴/۲

مطبع مجتبائی دہلی

باب الرجوع فی الہبۃ

لہ در مختار

۹۱/۱

حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان

کتاب الشریکۃ

تنقیح فی فتاویٰ حامدیۃ

کتاب العقود الدریۃ

۱۳۰-۳۱/۱

دار المعرفۃ بیروت

کتاب الوقف

کتاب فتاویٰ خیریۃ

دُلہن کا گھنا جوڑا جو بری میں جاتا ہے اگر نھا یا عرفا اس میں بھی تملیک مقصود ہوتی ہو جیسے شکر، میوہ، عطر پھلیل وغیرہ میں مطلقاً ہوتی ہے تو وہ بھی قبضہ منکوہ ملک منکوہ ہوگا، ہمارے یہاں شرفا کا عرف ظاہر ہی ہے، لہذا بعد رخصت اس کے واپس لینے کو سخت معیوب و موجب ملعونہ جانتے ہیں اور اگر لے لیں تو طعنت زن یہی کہتے ہیں کہ دے کر پھیر لیا یا صرف دکھانے کو دیا تھا جب دُلہن آگئی تھیں لیا یعنی ریان کی رسم معہود کے خلاف ہے، اس صورت میں تو اُس کے لئے بھی بعینہ وہی احکام ہوں گے جو دُلہن کے جوڑے میں گزرے کہ بعد ہلاک دُلہن سے تاوان لینے کا اصلاً اختیار نہیں جیسے شکر میوہ کا تاوان بٹ جانے کے بعد نہیں مل سکتا اگرچہ ہنوز کھانے میں نہ آیا ہو،

فان الخروج عن ملك الموهوب له ايضا
من الموانع كما في الدر وسائر الاسفار الغر
اس لئے کہ بیشک موهوب لہ کی ملک سے ہبہ کا نکل جانا
بھی رجوع کے موانع میں سے ہے جیسا کہ در اور دیگر
عظیم الشان روشن کتابوں میں ہے (ت)

یونہی اگر وہ جوڑا گھنا بحالت قرابت محرمہ والدین شوہر یا بعد نکاح شوہر نے بنا کر بھیجا تو رجوع نامتصور، ورنہ بحالت بقائے موهوب و فقدان موانع برضاے زوجہ یا قضاے قاضی واپسی گناہ کے ساتھ ممکن، ہاں جہاں عرف تملیک نہ ہو بلکہ صرف پہنانے کے لئے بھیجا جاتا اور بنانے والوں ہی کی ملک سمجھا جاتا ہو وہاں دُلہن کی ملک نہیں ایک عاریت ہے کہ بحالت بقا جس سے ہر وقت رجوع جائز و حلال اور بحال ہلاک اگر قبل افتراق زوجہ کے پاس بے اُس کے فعل کے تلف ہو گیا مثلاً چور لے گیا، گر پڑا، دُلہن کے پہننے برتنے میں ٹوٹا، بگڑا، خراب ہو گیا بشرطیکہ وہیں تک اپنے استعمال میں لائی ہو جہاں تک کے پہننے پر عرفاً رضامندی سمجھی جاتی ہو تو ان صورتوں میں دُلہن پر تاوان نہیں،

فان العواری لا تضمن بالهلاك من غير
تعدا كما في التنوير وغيره وفي الهندية
عن الفصول العمادية اذا انتقص عين
المستعار في حالة الاستعمال لا يحب
الضمان بسبب النقصان اذا استعمله
اس لئے کہ بے شک مستعار اشیا پر بلا تعدی ہلاکت
کی صورت میں ضمان نہیں جیسا کہ تنویر وغیرہ میں ہے
ہندیہ میں فصول عمادیہ سے ہے کہ جب مستعار شی میں
استعمال کی حالت میں کوئی نقص پیدا ہو جائے
تو اس نقصان کے سبب سے ضمان واجب نہیں

۱۶۳/۲

مطبع مجتہاتی دہلی

باب الرجوع فی الہبتہ

لے در مختار

۱۵۶/۲

" " "

کتاب العاریتہ

لے در مختار

استعمالاً معهوداً۔
 ہوتا بشرطیکہ استعمال عادت و عرف کے مطابق ہو۔
 اور اگر خلاف عرف و عادت بے طوری سے پہننے میں خراب کیا مثلاً بھاری جوڑے یا موتیوں کے نازک
 جڑاؤ گئے راتوں کو پہنے سویا کی، یا صرف آنے جانے میں پہننے کا عرف تھا یہ گھر میں پہنتی ہے تو نقصان کا تاوان
 دے گی، یونہی اگر بے احتیاطی بے پروائی سے گما دیا یا بعد طلاق اپنے گھر لے آئی اور یہاں کسی طرح تلف ہو گیا
 تو قیمت دینی آئے گی،

لان العاریۃ کانت موقتۃ دلالة الی بقاء الزوجیۃ
 فانتهت کانتھا تھا فامساکھا بعد ذلك
 تعد منها وان لم تستعمل فی جامع الفصولین
 لو کانت العاریۃ موقتۃ فامسکھا بعد الوقت
 مع امکان الرد ضمن وان لم یستعملها بعد
 الوقت هو المختار سواء توقفت نصاً ودلالة الخ
 اقول هذا هو المنصوص علیہ فی الاصل
 کما فی الہندیۃ فیترجم علی ما فیہا ان
 من مشائخنا من قال بان هذا اذا انتفع بہا بعد الوقت
 فان لم ینتفع بہا لم یضمن وهو المختار الخ فان الفتوی
 متی اختلف وجب المصیر الی ظاہر الروایۃ
 بل ہنا اولی کما لا یخفی۔

اس لئے کہ یہ عاریت، دلالت کے اعتبار سے
 بقایہ زوجیت تک موقت تھی لہذا زوجیت کے
 ختم ہونے کے ساتھ ہی یہ بھی ختم ہو گئی چنانچہ اب اس
 کے بعد عورت کا اس کو روکے رکھنا عورت کی طرف
 سے تعدی ہے اگرچہ اسے استعمال نہ کرے جامع الفصولین
 میں ہے کہ اگر عاریت موقت ہو اور وقت گزر جانے
 کے بعد امکان رد کے باوجود اسے روکے رکھے
 تو ضامن ہوگا اگرچہ وقت گزرنے کے بعد اس کو
 استعمال نہ کرے یہی مختار ہے برابر ہے کہ توقیت
 باعتبار نص کے ہو یا باعتبار دلالت کے الخ —
 اقول (میں کہتا ہوں) یہ وہی ہے جس پر اصل میں
 نص کی گئی جیسا کہ ہندیہ میں ہے پس اس کو ترجیح
 ہوگی اس پر جو اس میں ہے کہ بیشک ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ تحقیق یہ حکم تب ہے جب وقت گزرنے
 کے بعد اس سے نفع اٹھائے، اور اگر نفع نہیں اٹھایا تو ضامن نہ ہوگا یہی مختار ہے الخ اس لئے کہ جب فتویٰ
 میں اختلاف واقع ہو جائے تو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع ہوتا ہے بلکہ یہاں پر اولیٰ ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)
 اور وہ زیور وغیرہ کہ والدین زوج اپنی بہو کے پہننے برتنے کو بنا دیتے ہیں جس میں نصاً یا عرفاً کسی

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب العاریۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۳۶۸/۴
 ۲۔ جامع الفصولین النصل الثالث والثلاثون فی انواع الضمانات الواجبۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۵۹/۲
 ۳۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب العاریۃ الباب الخامس فی تصبیح العاریۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۶۴/۴

طرح مالک کر دینا مقصود نہیں ہوتا وہ بدستور ملک والدین پر ہے ہوگا اُس میں کچھ حق نہیں کما تقدم فب
استمتاع المرأة بمشروی الزوج (جیسا کہ عورت کے لئے شوہر کے خریدے ہوئے مال سے نفع
حاصل کرنے کی صورت میں گزر چکا ہے۔ ت) اس کے احکام وہی احکام عاریت ہیں کہ مفصلاً مذکور ہوئے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشکلہ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مسمیٰ زید نے اپنے نسر ابو محمد کی شادی ساتھ جیبہ بنت خالد کے
بصرف زرا اپنے کے کی خالد نے بطریق جہیز اسباب و زیور وغیرہ دے کر زوجہ ابو محمد کو بدستور معروف رخصت کیا بعد
چند روز کے زید نے اپنی خوشی سے ابو محمد اور اس کی زوجہ کا کھانا پینا علیحدہ کیا اُس وقت اُس کی زوجہ نے اپنا
مال و اسباب جو اس کے والدین نے اُسے دیا تھا زید یعنی خسر سے طلب کیا زید نے کہا وہ مال ہمارا ہے ہم نے
بالعوض اُس روپے کے جو شادی ابو محمد میں صرف ہوا رکھ لیا ہے اب فرمائیے کہ عند الشرع اس مال و اسباب
کی مالک زوجہ ابو محمد ہے یا زید والد ابو محمد ہے۔ بینوا تو جبروا۔

الجواب

وہ زیور و اسباب کہ زوجہ ابو محمد اپنے جہیز میں لاتی خاص اُس کی ملک ہے ابو محمد یا اُس کے باپ کا
اس میں کچھ حق نہیں اور وہ روپیہ کہ زید نے ابو محمد کی شادی میں صرف کیا حکم عرف شائع و عام تبرع و احسان
قرار پائیگا کہ زید اس کا مطالبہ کسی سے نہیں کر سکتا اور اگر قرض بھی کھڑے مثلاً ابو محمد بالغ نے خود استعا کی
کہ میری شادی کے مصارف آپ میری طرف سے ادا کر دیجئے میں واپس دوں گا، یا زید ہی نے اس سے کہا کہ
یہ صرف تیری طرف سے بطور قرض کروں گا، اُس نے قبول کر لیا یا ابو محمد بالغ تھا زید نے قبل صرف لوگوں کو گواہ کر لیا کہ
یہ خرچ میں طرف ابو محمد بطور قرض اٹھاتا ہوں میں اس سے واپس لوں گا، اور اس صورت میں صرف وہی کیا جو
رسم و عادت و حیثیت کے موافق تھا، ان سب صورتوں میں جو اٹھایا وہ قرض ہے مگر اُس کا تقاضا ابو محمد سے
کرے، زیور و اسباب کو ملک زوجہ ہے کہ اُس روپے کے عوض کیونکر لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ

۲۷ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید ایک بز اور ایک سپر بالغ اور ایک خربالغ اور دو لڑکیاں نابالغہ چھوڑ کر فوت ہوا، نابالغ بہنیں اپنے جوان بھائی بچہ کی پرورش میں رہیں جب وہ بالغ ہوئیں تو بچہ نے ان کی شادیاں معمولی خرچ سے کر دیں اور جو بڑی بہن بچہ کی تھی اس کی شادی زید نے خود اپنی زندگی میں کر دی تھی اس کی پرورش یا شادی کا خرچ بچہ کے پاس سے نہ ہوا، صرف دو بہنوں کا خرچ پرورش و شادی اس نے مال متروکہ و مشترکہ سے کیا اس صورت میں یہ خرچ بچہ کو ان دونوں چھوٹی بہنوں سے مجرا مل سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

یہاں تین چیزیں ہیں :

(۱) خرچ پرورش

(۲) شادی کے مصارف بالائی یعنی جہیز کے سوا جو اور خرچ ہوتے ہیں جیسے برات کا کھانا، خدمتیوں کا انعام، سمدھیانے کے جوڑے، دُولہا کی سلامی، سواریوں کا کرایہ، برات کے پان چھالیا وغیر ذلک۔

(۳) دُھن کا جہیز

بتوفیق اللہ تعالیٰ ہر ایک کا حکم علیحدہ سنتے:

خرچ پرورش بے شک حکم دینت بحالت عدم وصی وارثان کبیر کو وارثان صغیر کی پرورش کرنا اور ان کے کھانے پینے وغیرہ ضروریات کی چیزیں ان کے لئے خریدنا اور ان امور میں ان کا مال بے اسراف و تبذیر ان پر اٹھانا شرعاً جائز ہے جبکہ وہ بچے ان کے پاس ہوں اگرچہ یہ ان پر وصایت و ولایت مالیہ نہ رکھیں۔ تنویر الابصار درمختار وردالمختار وغیرہ اسفار میں ہے:

جواز شراء مالا بد للصغير منه (كالنفقة و الكسوة واستجار الظنوا منح) و بعه ای بیع مالا بد للصغير منه لا خوعم و ام و ملتقط هو فی جحرهم ای فی کنفهم والا لای

چھوٹے بچے کے مال سے اس کی ضرورت کی اشیاء خریدنا (جیسے کھانا، لباس اور اجرت پر واپہ حاصل کرنا، منج) اور ضرورت کے تحت اس کے مال سے کچھ بیچنا بھائی، چچا، ماں اور گم شدہ بچے

کو پانے والے کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ ان کی زیر حفاظت و پرورش ہو ورنہ نہیں۔ (ت)

علامہ شامی قول درمختار لایجوز التصرف فی مال غیره بلا اذنه ولا ولايته الا فی مسائل غیر کے مال میں بے اذن و ولایت تصرف ناجائز سوائے چند مسائل کے۔ (ت) کی شرح میں بہ ضمن مسائل استثناء ارشاد فرماتے ہیں:

جیسے بعض اہل محلہ کسی ایسی مسجد پر مسجد کے مال سے خرچ کرے جس کا کوئی متولی نہیں مثلاً چٹائی وغیرہ کا انتظام کرے یوں ہی بڑے وارث ایسے چھوٹے وارثوں پر جس کا کوئی وصی نہیں ان کا مال خرچ کریں تو اس تمام میں دیانتاً ضمان نہیں (تخصیص) میں کہتا ہوں یہ اس کے مخالف نہیں بلکہ اس کی تائید کرتا ہے وہ جو طحاوی میں بحوالہ فصول شہادۃ الاوصیاء کے بارے میں ہے جہاں فرمایا کہ

كذا لو انفق بعض اهل المحلة على مسجد لا متولى له من غلته لحصير ونحوه او انفق الورثة الكبار على الصغار ولا وصى لهم فلا ضمان في الكل ديانة الله ملخصا اقول ولا يخالفه بل ربما يؤيده ما في شهادة الاوصياء من الطحاوی من الفصول حيث قال ورثة صغار وكبار وفي التركة دين وعقار

لہ درمختار کتاب الخطر والاباحة فصل فی البیع

۲۲۶/۲

مطبع مجتہبی دہلی

۲۵۰/۵

دار اجیاء التراث العربی بیروت

۱۲۷/۵

" " " "

کتاب الغصب

ردالمختار

اگر وارث بڑے اور چھوٹے ہیں اور ترکہ میں دین و
عقار ہے پھر بعض مال ہلاک ہو گیا اور بڑے وارثوں نے
کچھ مال اپنے آپ پر اور چھوٹے وارثوں پر خرچ کر دیا
تو جو مال ہلاک ہوا وہ سب پر ہے اور جو بڑوں نے
چھوٹوں پر خرچ کیا اگر قاضی اور وصی کی اجازت کے بغیر
خرچ کیا ہے تو ضامن ہوں گے، اور اگر ان دونوں میں
سے کسی کی اجازت سے خرچ کیا ہے تو نفقہ مثلی
کی مقدار مجرا پائیں گے اس لئے بے شک یہ حکم

وصی کے موجود ہونے کی صورت میں ہے اور جو حکم ماقبل گزرا وہ اس کی عدم موجودگی کی صورت میں ہے خاص
طور پر ہمارے علاقے میں۔ پس سمجھ۔ (ت)

پس جو کچھ بکرنے ان لڑکیوں کی پرورش میں صرف کیا اگر نفقہ مثلی کا دعویٰ کرے تو بیشک دیانۃ مجرا
پائے گا،

فانه كان ما ذوناله في ذلك من جهة
الشرع فلا يكون ضمينا بل امينا
مقبول القول ما لم يدع ما يكذب به
الظاهر، الا ترى الى ما قدمنا عن الفصول
حيث حكم بالاحتساب الى نفقة المثل
عند وجود الاذن ممن له الاذن
كالوصي والقاضي والشرع المطهر احق
من له الاذن وقد وجد منه الاذن
في مسئلتنا وان لم يوجد من وصي او
قاضي لفقدا نهما ههنا ساساً و
انت تعلم عن المفتي انما يفتي بالديانة

کیونکہ اس کو شرع کی طرف سے ایسا کرنے کا اذن
حاصل تھا لہذا وہ ضامن نہیں بلکہ ایسا امین ہوگا
کہ جب تک وہ خلاف ظاہر دعویٰ نہ کرے اس کے
قول کو تسلیم کیا جائے گا، کیا تو نے نہیں دیکھا جس
کا ذکر ہم فصول کے حوالے سے پہلے کر چکے ہیں کہ
نفقہ مثلی تک مجرا پانے کا حکم کیا گیا جبکہ وصی یا قاضی
وغیرہ جنہیں اختیار اذن ہے میں سے کسی کا اذن
پایا جائے، اور شرع مطہر زیادہ حقدار ہے کہ اس کو
اختیار اذن ہو، اور ہمارے زیر بحث مسئلہ میں شرع کی طرف
سے اذن پایا گیا اگرچہ وصی یا قاضی کی طرف سے اذن
نہیں پایا گیا کیونکہ اس صورت میں وہ سرے سے

موجود ہی نہیں ہیں۔ اور تو جانتا ہے کہ مفتی دیانت پر فتویٰ دینا ہے بلکہ ہم نے مولیٰ سبحانہ تعالیٰ کی توفیق سے العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية کی کتاب الوصايا میں بلند ترین تحقیق کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ ہمارے شہروں میں موجودہ زمانے میں تصریح وصییت کے بغیر بھی بڑا بیاباپ کے وصی کے قائم مقام ہوتا ہے کیونکہ ہمارے عام و رائج عرف و عادت کے مطابق بطور دلالت اذن تفویض موجود ہے باوجودیکہ ایسی ضرورت بھی متحقق ہے جو اس دلالت کا اعتبار کرنے پر مجبور کرنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے جو شخص اپنے اہل زمانہ کو نہ سچانے اور فتویٰ میں اپنے علاقے کے احوال کا لحاظ نہ رکھے وہ جاہل ہے اور اس کا قول و بیان باطل ہے اور ہم نے اللہ قدیر جل مجدہ کی طاقت سے مسئلہ کو اس

بل قد اثبتنا عرش التحقيق بتوفيق المولى سبحانه وتعالى في كتاب الوصايا من العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية ان الابن الكبير في امصارنا هذه في اعصارنا هذه يقوم مقام وصي ابيه على الاولاد الصغار من دون حاجة الى تصريح بالوصايا لوجود الاذن و التفويض دلالة بحكم العرف الفاشي المطرد مع تحقق الضرورة الملجئة الى اعتبار تلك الدلالة والله يعلم المفسد من المصلح ومن لم يعرف اهل زمانه ولم يراع في الفتيا حال مكانه فهو جاهل مبطل في قوله وبيانه وقد بينا المسئلة بحول القدير جل مجدہ بما يتعين المراجعة اليه وحينئذ فالامرا اظهر۔

اسلوب سے بیان کر دیا جس کی طرف رجوع کرنا متعین ہے، اس صورت میں معاملہ زیادہ ظاہر ہوا۔ (ت) اور نفقہ مثل کے یہ معنی کہ اتنی مدت میں ایسے بچوں پر اتنے مال والوں میں متوسط صرف بے تنگی و اسراف کس قدر ہوتا ہے اتنا مجر ا پائے گا۔ عالمگیری میں ہے؛

نفقہ مثل وہ ہے جو فضول خرچی اور تنگی کے درمیان ہو، ایسا ہی محیط میں ہے۔ (ت)

نفقة المثل ما يكون بين الاسراف والتقتير كذا في المحيط۔

رد المحتار میں ہے؛

جو ان کی مثل بچوں پر اتنی مدت میں خرچ کیا جاتا ہو۔ (ت)

ما ينفق على مثلهم في تلك المدة۔

۱۵۵/۶ نورانی کتب خانہ پشاور کتاب الوصايا الباب التاسع في الوصي
۲۶۰/۵ دار احیاء التراث العربی بیروت فصل فی شہادت الاوصیاء

۱۵۵/۶ نورانی کتب خانہ پشاور
۲۶۰/۵ دار احیاء التراث العربی بیروت

مصارف شادی عبارت سوال میں مذکور کہ دونوں قاصرہ وقت شادی جوان تھیں اور مسائل نے بعد استفسار بذریعہ تحریر اظہار کیا کہ مصارف عروسی و جہیز عروس سب بچہ نے محض اپنی رائے سے کئے والدہ کا انتقال دونوں قاصرہ کی شادی سے پہلے ہوا اور بہنیں ان کی شادیوں میں عام بیگانوں کی طرح شریک ہوتیں نہ ان سے دربارہ صرف کوئی استفسار ہوا نہ ان کا کوئی اذن نہ قاصرات سے کہا گیا کہ ہم یہ صرف تمہارے حصہ سے کرتے یا جہیز تمہارے حصے میں دیتے ہیں اور واقعی ہمارے بلاد میں مصارف شادی کنواریوں سے پوچھ کر نہیں ہوتے نہ ان سے اس امر میں کوئی اذن لیا جاتا ہے پس اگر بیان مذکور صحیح ہے تو جو کچھ مصارف بالائی جس قاصرہ کی شادی میں ہوئے وہ دلہن کے حصہ سے مجرا نہیں ہو سکتے،

لا تاوان قلنا بوصایة بکودلالة كما اشردنا
اليه فقد اتقطعت الولاية بالبلوغ۔

کیونکہ بیشک ہم نے اگرچہ بچہ کے لئے باعتبار دلالت وصی ہونے کا قول کیا ہے جیسا کہ ہم اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں مگر وہ ولایت بالغ ہونے کے ساتھ منقطع ہو گئی۔

ردالمحتار میں عنایہ سے ہے :

انهم (یعنی ورثہ الکبار) اذا كانوا حضورا
ليس للوصی التصرف فی التركة اصلا الا اذا اذن
توان مصارف میں جو کچھ بچہ نے صرف کیا بہنوں کے ساتھ تبرع و احسان ہوا جو کسی سے مجرا نہ پائے گا سب صرف اسی کے حصہ پر پڑے گا خواہ ضمناً خواہ قصاصاً دوسرے ورثہ جنہوں نے نہ خود صرف کیا نہ صراحۃً اذن دیا بری رہیں گے اگرچہ انہوں نے صرف ہوتے دیکھا اور خاموش رہے ہوں اذلا ینسب الی ساکت قول (خاموش رہنے والے کی طرف قول کی نسبت نہیں کی جاتی۔ ت) اشباہ میں ہے :

لو رأی غیره یتلف مالہ فسکت لایکون اذنا
باتلافہ۔

اگر کوئی کسی کو اپنا مال تلف کرتا دیکھ کر خاموش رہے تو خاموشی اتلاف کی اجازت نہ ہوگی۔ (ت)

خصوصاً اگر ان میں کوئی اس وقت نابالغ ہو کہ نابالغ کا اذن بھی معتبر نہیں،

فانه ليس من اهل التبوع ولا لاحداث
یتبوع من مالہ۔

کیونکہ وہ اہل تبرع میں سے نہیں اور نہ ہی کسی اور کو یہ حتی ہے کہ اس کے مال میں تبرع کرے۔ (ت)

لے ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵۴/۵
لے اشباہ النظائر القاعدة الثانیة عشر لاینسب الی ساکت قول ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۸۵/۱

بزازیر و بحر الرائق و رد المحتار و تنویر الابصار و سراج و ہاج و غیرہا میں ہے :

ہبہ و قرض اور جو مال کا اتلاف یا بے عوض تملیک ہو وہ جائز نہیں جب تک شریک بنص صریح اس کی اجازت نہ دے دے اور اقول (میں کہتا ہوں) یہ وہ ہے جس کا انھوں نے شرکت عنان و معاوضہ کے شرکیوں کے بارے میں افادہ فرمایا باوجودیکہ شرکت عنان اور شرکت معاوضہ میں شریک ایک دوسرے کے وکیل اور ایک دوسرے کی طرف سے تصرف کے مجاز ہوتے ہیں تو یہ حکم شرکت عنان کے شریک کیلئے کیسے

ہو سکتا ہے کہ اس میں تو شریک دوسرے کے حصہ سے محض اجنبی ہوتا ہے اُسے دوسرے کے حصہ میں تصرف حلال نہیں جیسا کہ انھوں نے اس پر نص کی ہے۔ (ت) حاشیہ طحاویہ میں ہے :

جمع و مواد تجہیز میں داخل نہیں تو جو تجہیز کے علاوہ ان میں خرچ کرے اگر وہ ورثا میں سے ہے تو اسی کے حصہ سے شمار کیا جائے گا اور وہ متبرع ٹھہرے گا یونہی اجنبی اور ملخصاً (ت)

و لہن کا تجہیز وہ اگر بچر نے بطور ہبہ نہ دیا بقصد مجرائی دیا تو یہ دینا کچھ اثر پیدا نہ کرے گا جبکہ باہم کسی قسم کی کوئی گفتگو نہ آئی کہ یہ اشیائے فلاں حصہ کے معاوضہ میں دیتے ہیں اس کے بعد کل ترکہ یا ترکہ کی فلاں قسم میں تیرا حصہ نہ ہو گا نہ بالیقین یہ ہو گا کہ اموال منقولہ کی ہر عین جس جہاں جوڑ کر دُلہن کا حصہ نکال کر ہر چیز سے خاص جس قدر اُس کے حصہ میں آیا بے کمی بیشی ایک ذرہ کے اُس کے لئے جہاں لیا اور وہی اس کے جہیز میں دیا ہو،

چہ جائیکہ مثلی چیزوں پر اکتفا کیا گیا ہو اور قیمت والی چیزوں میں مستقل تبادلہ کرنے سے احتراز کیا گیا ہو۔ (ت)

التجهيز لا يدخل فيه الجمع والمواثد فالفاعل لذلك ان كان من الورثة يحسب عليه من نصيبه ويكون متبرعا وكذا ان كان اجنبيا ملخصاً۔

فضلا عن الاقتصار على المثليات والتحوير عن الاستبدال بالاستبدال في القيميات۔

۳۴۵/۳

دار احیاء التراث العربی بیروت

کتاب شرکت

رد المحتار

۳۶۴/۴

دار المعرفۃ بیروت

کتاب الفرائض

حاشیہ طحاویہ

زہ اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بے تراضی ممکن، یہاں تک کہ تراضی کو بھی اس کا اختیار نہیں کما نصوا علیہ
فی الکتب جمیعا (جیسا کہ تمام کتابوں میں اس پر نص فرمائی گئی ہے۔ ت) تو غایت درجہ اس قدر
رہا کہ بکرنے دیتے وقت اپنے دل میں سمجھ لیا کہ یہ ہم علی الحساب دیتے ہیں جو کچھ جہیز کی لاگت ہے دُلہن کے حصہ
میں بجز الیں گے صرف اتنا سمجھ لینا کوئی عقد شرعی نہیں ہو سکتا قسمت نہ ہونا تو ظاہر لیا مر (جیسا کہ گزرا۔ ت)
صلح و تہاجج یوں نہیں کہ کل ترکہ یا اس کی کسی قسم سے حصہ دُلہن کا سا قطن نہ کیا گیا نہ دُلہن کے خیال میں ہوگا
کہ اب فلاں قسم ترکہ میں میرا کوئی دعویٰ نہ رہا اگرچہ میرا حصہ مقدار جہیز سے زائد نکلے، نہ ایسا امر بے صریح رضامندی
فقط ایک طرف کے خیال پر عقد ٹھہر سکتا ہے،

فان العقد مربوط ولا بد فی الربط من
کیونکہ عقد ربط ہوتا ہے اور ربط میں دو چیزوں کا
ہونا لازم ہے۔ (ت)

شیشین۔
معہذا عند الحساب جہیز کی لاگت میں اختلاف پڑنا ممکن بلکہ منظون تو قطع نزاع جس کے لئے صلح و تہاجج کی وضع ہے
حاصل نہ ہوا،

اور نہیں ہے کوئی شئی اپنے مقصود سے خالی مگر وہ باطل
ہے، اور جس شئی پر صلح ہو رہی ہے اس کا مجہول ہونا
اگر موجب نزاع نہ ہو تو جواز صلح سے مانع نہیں ورنہ
مانع ہے۔ (ت)

وما من شئی خلا عن مقصودہ الا بطل و جہالۃ
المصالح عنہ انما لا تمنع جواز الصلح اذا لم
تفض الی منازعۃ والا منعت۔

در مختار میں ہے،

الصلح شرعا عقد یرفع النزاع ویقطع
الخصومۃ۔
صلح شرعاً ایک ایسا عقد ہے جو نزاع کو رفع اور خصومت
کو قطع کرتا ہے۔ (ت)

نہایہ میں ہے،

جہالۃ تفضی الی المنازعۃ تمنع جواز
الصلح اھ ملخصین۔
جو جہالت منازعت تک پہنچائے وہ جواز صلح سے مانع
ہوتی ہے اھ ملخصین (ت)

رہی بیع وہ اگر تصریح ایجاب و قبول بھی ہوتی مثلاً بکر کہتا ہے میں نے یہ جہیز بعوض ان اشیائے متذکرہ کے

لے در مختار کتاب الصلح مطبع مجتہاتی دہلی
لے فتاویٰ ہندیہ بحوالہ نہایۃ کتاب الصلح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور
۱۴۱/۲ ۲۳۱/۴

جو بمقدار مالیت جہیز تیرے حصہ میں آئیں بیع کیا اور دُلہن قبول کرتی تاہم فاسد ہوتی کہ نہ جہیز کی لاگت بیلا میں آئی نہ یہ معلوم کہ اس کی مالیت کی کتنی چیزیں اور کیا کیا اشیاء حصہ عروس میں آئیں گی یہاں کہ اس قدر بھی نہ ہو بلکہ کوئی تذکرہ درمیان نہ آیا صرف بچنے ایک امر سمجھ کر جہیز سپرد کیا یہ بھی خبر نہیں کہ اُس وقت قلب عروس میں کیا نیت تھی اسے کیونکر کوئی عقد شرعی قرار دے سکتے ہیں،

اور یہ معلوم ہے کہ ایسا کوئی عقد نہیں تو محض نیت سے تام ہوتا ہو بلکہ کسی ایسی شئی کا ہونا ضروری ہے جو ارادہ قلبی کو ظاہر کرے اور رضائے قلبی پر دلالت کرے۔ (دست)

و معلوم انه ليس من عقد يتم بالنية بل لا بد من شئ يظهر القصد القلبي ويكون دليلا على الرضا النفسي.

فتح القدير میں ہے،

اس کا رکن وہ فعل ہے جو قولی یا فعلی طور پر تبادل ملکین کے ساتھ رضامندی پر دلالت کرے، ہاں کبھی تو اس امر کو ظاہر کرنے والی شئی بطور نص ہوتی ہے اور وہ لفظ ہے جو ایجاب و قبول کے لئے مقرر کیا گیا اور کبھی وہ بطور دلالت ہوتی ہے جیسے بھاؤ چکانا اور بیع تعاطی میں بیان ثمن کے بعد بیع کو لے لینا اور جہاں عرف عام کی وجہ سے حاجت بیان نہیں ہوتی جیسے مثال کے طور پر روٹی جہاں اس کی قیمت متعین ہو اور مختلف نہ ہوتی ہو وہاں بائع کا دکان کھول کر بیٹھنا اور فروخت کے لئے روٹی تیار کرنا بیع پر دلالت کرتا ہے اور مشتری کا اس کو لے لینا خریداری پر دلالت کرتا ہے لیکن یہاں اگر بچہ کی طرف سے دلالت فرض کر بھی لی جائے تو دُلہن کی طرف سے بالکل دلالت نہیں پائی گئی اور اگر بالفرض اس کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہاں تعاطی صرف ایک جانب سے ہوگی ایک طرف سے تعاطی

رکنه الفعل الدال على الرضا بتبادل الملكين من قول او فعل (ملخصاً) نعم المظهر قد يكون نصاً وهو اللفظ المقرر للايجاب والقبول وقد يكون دلالة كالمساومة واخذ الثمن بعد بيان الثمن في بيع التعاطي وحيث لا حاجة الى البيان للعرف العام كالخبز مثلاً حيث يكون له قيمة معلومة لا تختلف ففتح البائع الدكان وجلسه للبيع واعداده الخبز لذلك دليل على البيع واخذ المشتري على الشراء اما ههنا فان فرضت دلالة من بكو فلا دلالة اصلا من قبل العروس ولئن سلمت ايضا فالتعاطي ههنا من احد الجانبين وهو ان جاز عند البعض وبه يفتي وهو ارجح التصحيحين فلا بد فيه عند مجيزة من بيان البذل

اگرچہ بعض کے نزدیک جائز ہے اور یہی مفتی بہ اور
ارنح التصحیحین ہے، مگر اس کو جائز ماننے والوں کے

البدل ہہناکما علمت مجہول فلم ینعقد
بیعہ اجماعاً۔
تذریک بیان بدل ضروری ہے اور یہاں پر جیسا کہ توجہ جانتا ہے بدل مجہول ہے لہذا بالاجماع یہ بیع منعقد
نہ ہوگی۔ (ت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

بیع تعاطی میں دونوں جانبوں سے اعطاء امام شمس
الائمہ حلوانی کے نزدیک شرط ہے یونہی کفایہ میں ہے،
اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں، بزازیہ میں ہے کہ یہی مختار
ہے، البحر الرائق میں بھی ایسے ہی ہے، اور صحیح یہ ہے
کہ ایک کا قبضہ کافی ہے کیونکہ امام محمد رضی اللہ عنہ نے
نص فرمائی کہ بیع تعاطی بدلیں میں سے ایک پر قبضہ
کرنے سے ثابت ہو جاتی ہے اور یہ ایک پر قبضہ ثمن
بیع دونوں کو شامل ہے جیسا کہ النہر الفائق میں ہے
اور یہ قائل تسلیم بیع کے ساتھ اس بیع کے منعقد
ہونے کے لئے بیان ثمن کی شرط لگاتا ہے، اور
اسی طرح شیخ امام ابو الفضل کرمانی کا فتویٰ نقل
کیا گیا جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

الشرط فی بیع التعاطی الاعطاء من الجانبین
عند شمس الائمة الحلوانی کذا فی الکفایة
وعلیہ اکثر المشائخ و فی البزازیة هو
المختار کذا فی البحر الرائق و الصحیح ان
قبض احد ہما کاف لنص محمد رضی اللہ
تعالیٰ عنہ علی ان بیع التعاطی یتثبت بقبض
حد البدلین و ہذا ینتظم الثمن و المبیع
کذا فی النہر الفائق و ہذا القائل یشترط
بیان الثمن لان عقد ہذا البیع بتسلیم المبیع
و ہذا حکى فتویٰ الشیخ الامام ابی الفضل
کرمانی کذا فی محیط۔

پس واضح ہوا کہ ہمیز دینے میں کسی عقد شرعی کی حقیقت نہ حقیقت صورت بھی نہ تھی تو یہ دینا اصلاً
کوئی اثر تبدیل ملک پیدا نہ کرے گا بلکہ وہ مال جس کی ملک تھا بدستور اسی کی ملک پر رہے گا۔ اب معرفت مالک
اور کار ہے جو چیزیں عین متروکہ تھیں مثلاً زبور، برتن، کپڑے وغیرہ کہ مورثوں نے چھوڑے بعینہ ہمیز میں دئے گئے
وہ جیسے سب وارثوں میں پہلے مشترک تھیں اب بھی مشترک رہیں گی اور جو اشیاء بجز نے خرید کر دیں وہ سب مطلقاً
ملک بجز تھیں اور اب بھی خاص اسی کی ملک پر ہوں گی اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں لہذا علم من ان
المشراء اذا وجد نفاذا علی الشاری نفذ (کیونکہ یہ معلوم ہو چکا کہ بیشک شرار جب نفاذ پائے تو مشتری

پرنافذ ہو جاتی ہے۔ ت) غایت یہ کہ مال مشترک سے خریدنے میں بجز باقی ورثہ کے حصص کا ذمہ دار رہے گا
 کما نقلنا فی مواضع من فتاویٰ ونا عن رد المحتار (جیسا کہ ہم نے رد المحتار سے اپنے فتاویٰ میں متعدد
 مقامات پر نقل کیا ہے۔ ت) پھر اس قسم یعنی ملکات بکر پر دلہن کا قبضہ قبضہ امانت ہوگا لحصول
 بتسلیط المالك (کیونکہ اس قبضہ کا حصول مالک کی طرف سے قدرت دینے سے ہوا۔ ت) پس جس
 چیز کو دلہن نے استہلاک نہ کیا بغیر اس کے فعل کے چوری وغیرہ سے ہلاک ہوگئی اُس کا تاوان دلہن پر
 نہ آئے گا اور جو اس کے فعل و تعدی سے تلف ہوئی اُس کی قیمت بکر کے لئے دلہن کے ذمہ واجب ہوگی
 لان الامین ضمین اذا تعدی (اس لئے کہ امین جب امانت میں تعدی کرے تو ضامن ہوگا۔ ت) اور
 جو باقی ہو وہ بعینہ بکر کو واپس دے اور قسم اول یعنی عین متروکہ سے جو کچھ ہبیز میں دیا گیا اس پر دلہن کا ہاتھ
 دست ضمان ہوگا یعنی کسی طرح اس کے پاس ہلاک ہو جائے مطلقاً تاوان آئے گا،

وذلك لان يكره تعدی علی حصص الشركاء
 تجهيزا لاخت من مال مشترك وتسلیمه اليها
 جهاز التلبس وتستعمل وبالصرف تستقل
 وكل يد مترتبة علی يد ضمان يد ضمان۔
 اور یہ اس لئے ہے کہ بیشک بکر نے شرکار کے حصوں
 میں تعدی کی کیونکہ اس نے مال مشترک سے بہن کا
 ہبیز بنا کر بہن کے حوالے کیا تاکہ وہ اس کو پہنے اور
 استعمال کرے اور اس میں مستقل تصرف کرے اور ہر

قبضہ جو قبضہ ضمان پر مترتب ہو وہ قبضہ ضمان ہی ہوتا ہے۔

پس باقی وارث جنہوں نے اذن نہ دیا مختار رہیں گے کہ جو کچھ ہلاک ہو اچھا ہیں اپنے حصوں کا تاوان بکر سے
 لیں لانہ الغاصب (کیونکہ وہ غاصب ہے۔ ت) چاہیں دلہن سے لانا کغاصبة الغاصب (کیونکہ وہ
 گویا غاصب سے غصب کرنے والی ہے۔ ت)، فتاویٰ خیرہ میں ہے؛

اليد المترتبة علی يد الضمان يد ضمانات
 فلدب البهيمۃ ان یضمن من
 شاء الخ۔
 قبضہ ضمان پر مترتب ہونے والا قبضہ بھی قبضہ ضمان
 ہی ہوتا ہے لہذا چار پائے کے مالک کو اختیار ہے
 کہ جس سے چاہے ضمان لے الخ (ت)

اور وہ بکر یا دلہن جس سے ضمان لیں اُسے دوسرے پر دعویٰ نہیں پہنچتا،
 اما بکر فلانہ الغاصب وانا قبض العروس
 بتسلیطه واما العروس فلانها قبضت
 لیکن بکر تو اس لئے کہ وہ غاصب ہے بے شک
 دلہن نے اس کے قدرت دینے سے قبضہ کیا اور

رہی دلہن تو وہ اس لئے کہ بے شک اس نے اپنے لئے قبضہ کیا ہے نہ کہ بکر کے لئے۔ (ت)

لنفسها لا لبكر-

ردالمحتار میں بزازیہ سے ہے :

غاصب نے شئی مغصوبہ کسی بطور ہیبت یا صدقہ یا عاریت دے دی اور وہاں ہلاک ہو گئی تو جنھیں وہ شئی بطور ہیبت یا صدقہ یا عاریت دی گئی یہ لوگ اصل مالک کیلئے ضامن ہوں گے اور جتنا ضمان انھوں نے مالک کو دیا وہ غاصب سے نہیں لے سکیں گے کیونکہ انھوں نے قبضہ کرنے میں اپنے لئے عمل کیا نہ کہ غاصب کے لئے قبضہ کرنے میں ہونے غاصب سے اس کا رجوع کر سکیں گے

وهب الغاصب للمغصوب او تصدق او اعار وهلك في ايديهم وضمنوا للمالك لا يرجعون بما ضمنوا للمالك على الغاصب لانهم كانوا عاملين في القبض لانفسهم بخلاف المرتين والمستاجر والمودع فانهم يرجعون بما ضمنوا على الغاصب لانهم عملوا له الخ-

بخلاف مرتن، مستاجر اور مودع کے کہ یہ لوگ جتنے کے ضامن ہوتے غاصب سے اس کا رجوع کر سکیں گے کیونکہ انھوں نے غاصب کے لئے عمل کیا الخ۔ (ت)

اور جو کچھ باقی ہوں وہ دلہن سے واپس لے کر فرض الہیہ پر تقسیم ہو جائیں یہ سب احکام اس صورت میں تھے کہ بکر نے جہیز بطور ہیبت نہ دیا ہو اور بے شک اس امر میں کہ ہیبت کی نیت تھی یا مجرائی کی، بکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا،

لانه الدافع فهو ادرى بجهة الدفع كما في الاشباه وجامع الفصولين والفتاوى الخيرية وغيرها وقد نصوا عليه في مسائل كثيرة اقول و ليس في تجهيز الاخوة الاخوات اذا كنت ذوات مال شريكات في ما بايدي الاخوة من التركة تعرف فاش يقضى بالهبة بخلاف الالباء والامهات في بلادنا وكيف يكون الظاهر

کیونکہ بیشک وہ دینے والا ہے لہذا وہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ دینے کی جہت کیا ہے جیسا کہ اشباہ، جامع الفصولین اور فتاویٰ خیرہ وغیرہ کتابوں میں ہے اور تحقیق انھوں نے متعدد مسائل میں اس پر نص فرمائی ہے میں کہتا ہوں کہ مال دار نہیں جو بھائیوں کے زیر قبضہ ترکہ میں شریک ہیں ان کو بھائیوں کے جہیز دینے میں یہ عرف عام نہیں کہ یہ بھائیوں کی طرف سے ہیبت ہے بخلاف ماں باپ کے کہ وہ جو کچھ بطور جہیز دیں وہ ہمارے علاقے کے عرف میں ہیبت ہے اور بقا واجب کے

ہوتے ہوئے قصہ تبرع کیسے ظاہر ہوگا بلکہ ظاہر تو
یہاں محسوس ہے کہ وہ بہنوں کے حصوں سے بھرا کارادہ
کرتے ہیں (ت)

اسی طرح اگر بکرنے دل میں نیت ہبہ کی مگر دلہن نے ہبہ جان کر قبضہ نہ کیا بلکہ مثلاً اپنے حصہ کا معاوضہ یا
حصے میں مجرائی سمجھ کر لیا تو بھی بعینہ یہی احکام ہوں گے کہ اس صورت میں دلہن کی طرف سے قبول ہبہ
نہ پایا گیا،

اس لئے کہ قبول علم کی فرع ہے توجب اس نے اسے
ہبہ جانا ہی نہیں تو یہ کیسے متصور ہے کہ اس نے ہبہ
قبول کیا۔ (ت)

قصد التبرع مع بقاء الواجب بل الظاہر
انہم یریدون الاحتساب علیہن من
انصابہن۔

فان القبول فرع العلم وہی اذالم تحسبہ
ہبۃ کیف يتصور انہا قبلت الہبۃ۔

بحر الرائق میں ہے :

اور اسی طرح اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنے درختوں
کے پھلوں کی تمام لوگوں کو اجازت دی کہ جو جتنا
لے لے وہ اُسی کا ہے، لوگوں کو اس کی خبر پہنچی تو
اس میں سے جو جتنا لے گا وہ اس کا مالک ہو جائیگا
جیسا کہ منتقی میں ہے۔ اس سے ظاہر یہ ہے کہ
جس کو واہب کے اس کہنے کی خبر نہ پہنچی اس نے
جو کچھ لیا وہ اس کا مالک نہ ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں، میں
کہتا ہوں اسی کی مثل ہے وہ جو ہندیہ میں خلاصہ
سے منقول ہے کہ کسی شخص نے اپنا چوپایہ آزاد چھوڑ دیا
پھر کسی نے اس کو پکڑ کر اس کی اصلاح کر لی یعنی
اس کو کام کے لائق بنا لیا اب مالک آیا اور اس نے
اقرار کیا کہ میں نے اس کو چھوڑتے وقت یہ کہہ دیا تھا
کہ جو بھی اس کو پکڑ لے گا یہ اسی کا ہوگا یا اس نے

و کذا بقولہ اذنت للناس جمیعاً فی ثمر
نخلی من اخذ شیئاً فہولہ فبلغ الناس
من اخذ شیئاً یسکک کذا فی المنتقی وظاہرہ
ان من اخذ ولم یبلغہ مقالۃ الواہب
لا یكون له کما لا یخفی اذ اقول ومثلہ
ما فی الہندیۃ عن الخلاصۃ
رجل سیب دابۃ فاصلحہا
انسان ثم جاء صاحبہا و
اقر وقال قلت حین خلیت سبیلہا
من اخذ ہا فہی لہ او انکر
فاقیمت علیہ البینۃ او استحلقت
فنکل فہی للآخذ سواء کانت حاضر
اسم ہذہ المقالۃ او غاب

فبلغه الخبر^{المعروف} ووجهه ظاهر فانه اذا علم
بمقالة الواهب فيكون الاخذ على جهة
الاتهاب ويقوم القبض مقام القبول
بخلاف ما اذا لم يعلم فانه لم يتحقق القبول
قطعا وهو مدار ثبوت الملك للموهوب له
قطعا سواء جعل ركنًا كما نص عليه في
التحفة ولولوالجبية والكافية و
التبيين والبحر ومجمع الانهر والدر المختار
وابن السعود وغيرهما من كتب الكبار وهو
ظاهر الهداية وملتقى الابحر وغيرهما
من الاسفار الغر او شرطًا كما نص عليه
في المبسوط والمحيط والهندية وغيرها
واقاد في البدائع انه الاستحسان وان الاول
قول نرفر وعلی کل فاتفق القولات علی
انه لا تملك فيها بدون القبول وهو الذي
نص عليه في الخانية وغيرها وقد حققنا
المسئلة بتوفيق الله تعالى علیها مشر
رد المحتار بما لا مزيد عليه.

انکار کیا اور گواہ قائم ہو گئے کہ اس نے ایسا کہا تھا
یا اس سے حلف کا مطالبہ کیا گیا تو وہ حلف سے انکار
کر گیا، ان تمام صورتوں میں وہ چوپایہ اُس بکڑنے والے
شخص کا ہوگا چاہے تو خود حاضر ہو کر اُس نے اپنے
کانوں سے اس کی یہ بات سُنی ہو یا وہ غائب تھا
اور اس تک یہ خبر پہنچی ہو اور وجہ اس کی ظاہر ہے
کہ جب اس کو واہب کے اس قول کا علم ہو گیا تو
اب اس کا لینا بطور قبول ہبہ کے ہوگا اور اس کا
قبضہ قبول کے قائم مقام ہوگا بخلاف اس کے جب
اس کو واہب کے قول کا علم نہ ہو تو قطعاً قبول متحقق
نہ ہوگا اور وہ قبول ہی موهوب لہ کے لئے ثبوت ملک
کا مدار ہے چاہے اس قبول کو رکن قرار دیا جائے،
جیسا کہ اس پر تحفہ، ولوالجبية، کافی، کفایہ، تبیین،
بحر، مجمع الاثر، درمختار اور ابوالسعود وغیرہ کتب
کبیرہ میں نص کی گئی اور ہدایہ اور ملتقى الابحر وغیرہ
جلیل القدر کتابوں سے بھی یہی ظاہر ہے، یا اس
قبول کو شرط قرار دیا جائے جیسا کہ اس پر مبسوط، محیط
اور ہندیہ وغیرہ میں نص کی گئی اور بدائع میں افادہ فرمایا۔

کہ بے شک یہ استحسان ہے اور یہ کہ بے شک اول قول نرفر ہے اور بہر صورت دونوں اس پر متفق ہیں کہ
بغیر قبول کے ہبہ میں ملکیت ثابت نہیں ہوتی، اور خانہ وغیرہ میں اسی پر نص فرمائی گئی اور البتہ ہم نے اس
مسئلہ کی حاشیہ ردالمحتار میں ایسی تحقیق کر دی ہے جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں۔ (ت)

تو اس حالت میں بھی وہ اشیاء بدستور ملک اصل مالک پر رہیں گی خواہ بکر ہو یا سب شرکاء اور
احکام سابقہ عود کریں گے، ہاں اگر بکر کا ارادہ ہبہ قولاً یا فعلاً یا درایتاً کسی طرح ظاہر ہوا جس کے سبب

دلہن نے اسے ہبہ ہی سمجھ کر قبضہ کیا تو البتہ ایجابہ و قبول دونوں متحقق ہو گئے،

اس لئے کہ ہبہ سمجھ کر قبضہ کرنا قبول ہے اگرچہ ناقص ہو جیسے محتمل قسمت مشاع کا ہبہ کیونکہ رضا پر دلالت کرنے میں تمام برابر ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ (د ت)

فان القبض لوجه الا تهاب قبول وان ناقصا
كما في مشاع يقسم لاستواء الكل في الدلالة
على الرضا كما لا يخفى۔

ولو الجبہ میں ہے :

ہبہ کے باب میں قبضہ رکن کے قائم مقام ہے لہذا وہ قبول کی طرح ہو گیا۔ (د ت)

القبض في باب الهبة جار مجرى الركن
فصار كالقبول۔

رہس جو اشیاء بکرنے خرید کر جہیز میں دیں اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں دلہن ان کی مالک مستقل ہو گئی اور بکر پر اس مال مشترک میں اور ورثہ کے حصص کا تاوان آیا جن کے بے اذن یہ شرار واقع ہوا یہاں تک کہ خود اس دلہن کے حصے کا بھی جس نے جہیز پایا،

اس لئے کہ بدل اگرچہ دلہن تک پہنچ گیا لیکن شرار بکر پر نافذ ہوتی لہذا اس کے لئے ملک ثابت ہوتی اور ضمان تام ہوا پھر بکر کا دلہن کو عطا کرنا یہ بکر کے اپنے مال سے علیحدہ ہبہ ہوا تو اس سے دلہن کے حصے کا ضمان ساقط نہیں ہوگا۔ (د ت)

فان البدل وان اليها وصل لكن الشراء نفذ
على بكر فوقع الملك له وتم الضمان ثم
العطاء للعروس هبة علي حدة من مال
نفسه فلا يرتفع به ضمان قسط العروس۔

اور جو کچھ عین ترکہ سے ہبہ کیں تو ہبہ باقی ورثہ کے حق میں نافذ نہ ہو اذ لا اذن منهم ولا ولاية عليهم (اس لئے کہ نہ تو ان کی طرف سے اذن ہے اور نہ ہی اس کی ان پر ولایت ہے۔ ت) تو ان کے حصے تو ہر حال دلہن کے ہاتھ میں مضمون رہے اور ضمان کا وہی حکم کہ انھیں اختیار ہے چاہیں بکر پر ڈالیں یا دلہن پر، جس پر ڈالیں دوسرے سے مجرانہ پائے گا کما قد مناعن البزانية (جیسا کہ بزانیہ سے پیچھے گزر چکا ہے۔ ت) رہا بکر کا اپنا حصہ جہیز میں جو مال قابل تقسیم تھا یعنی اس کے حصے کچھ تو وہی انتفاع اس سے مل سکے جو قبل از تقسیم ملتا تھا جب تو بکر کے حصے میں بھی ہبہ صحیح نہ ہو الا نہا ہبۃ مشاع فيما يقسم (کیونکہ یہ محتمل قسمت مشاع کا ہبہ ہے۔ ت) اس صورت میں مال مذکور بدستور شرکت جمیع ورثاء پر رہے گا اور جو کچھ دلہن کے ہاتھ میں کسی طرح ہلاک ہوگا اس میں حصہ بکر کا تاوان خاص دلہن پر پڑے گا۔ فتاویٰ خیر یہ میں ہے :

لو الجبہ

محمّل قسمت مشاع کا ہبہ ظاہر الروایۃ کے مطابق صحیح نہیں اور نہ ہی مفید بلک ہے۔ امام زیلعی نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کو مشترک غیر منقسم شئی بطور ہبہ دے دے تو موہوب لہ اس کا مالک نہیں ہوگا اور اس پر ضمان آئے گا، اس کی پوری تفصیل مذکور بالا دونوں کتابوں اور ردالمحتار میں ہے۔ (ت)

اسی طرح اگر مال ناقابل تقسیم ہو مگر دُلہن نہ جانے کہ اس میں بکر کا حصہ کس قدر ہے جب بھی ہبہ صحیح نہ ہوگا اور بعد ہلاک وہی حکم ہے کہ بکر کا تاوان دُلہن پر آئے گا۔ بحر الرائق میں ہے؛

بشرط فی صحۃ ہبۃ المشاع الذی لا یحتملہا ان یكون قدرا معلوما حتی لو وهب نصیبہ من عبد ولم یعلیہ بہ لم یجز۔

محیط امام سرخسی میں ہے؛

واذا علم الموهوب له نصیب الواهب ینبغی ان تجوز عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ نقلہما فی الفتاویٰ الہندیۃ۔

جامع الفصولین میں فتاویٰ امام فضلی سے ہے؛

اذا هلکت افتیت بالرجوع للواهب ہبۃ فاسدۃ لذی رحم محرم منہ اذا الفاسدۃ مضمونۃ علی ما مر۔

اگر موہوب لہ کو واہب کا حصہ معلوم ہے تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ ہبہ جائز ہونا چاہئے۔ ان دونوں کو فتاویٰ ہندیہ میں نقل فرمایا۔

اگر شئی موہوب ہلاک ہو جائے تو میں اس واہب کیلئے رجوع کا فتویٰ دوں گا جس نے اپنے ذی رحم محرم کو بطور ہبہ فاسدہ کچھ دیا ہو کیونکہ ہبہ فاسدہ پر ضمان لازم آتا ہے جیسا کہ گزر گیا۔ (ت)

۱۱۲/۲	دارالمعرفۃ بیروت	کتاب الہبۃ	۱۱۲/۲
۲۸۶/۴	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الہبۃ	۲۸۶/۴
۳۴۸/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	باب الثانی فیما یجوز من الہبۃ	۳۴۸/۴
۵۴/۲	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل الثلثون فی التصرفات الفاسدۃ	۵۴/۲

اور اگر دُلہن کو معلوم تھا تو اس قدر میں بہہ صحیح و نافذ و تام و لازم ہو گیا اور ان اشیاء میں دُلہن اپنے اور بکر دونوں کے حصص کی مالک ہو گئی باقی ورثہ کے حصے بدستور دستِ عروس میں حکمِ ضمان پر ہیں جن کا حکم بار بار گزرا اور اول سے آخر تک سب صورتوں میں جو مشترک چیزیں دُلہن کے ہاتھ میں تلف ہوئیں اُن میں دُلہن اپنے حصہ کا تاوان کسی سے نہیں لے سکتی کہ اُس کا مال اُسی کے ہاتھ میں ہلاک ہوا اور بکر نے اس کے حصے پر کوئی تعدی نہ کی اس لئے کہ بیشک اس نے مملوک شئی اس کے سپرد کی جو مالک ہوا تو جو دُلہن کے قبضہ میں ہلاک ہوا وہ اسی کی ضمان میں ہلاک ہوا۔ یہ تمام از اول تا آخر ربِّ قدیر جل مجدہ کے فیض سے فقیر کے دل میں ڈالا گیا اور میں نے اس کو بطور تفقہ علماء کرام کے ارشادات عالیہ سے اخذ کیا تو جو میں نے درست کہا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس پر اسی کے لئے حمد ہے اور جس میں مجھ سے خطا ہوئی تو میرا اپنا قصور ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہوں وہ ان مباحث کو زبردست مضبوطی عطا فرمائے کیونکہ یہ وہ مسائل ہیں جن کی طرف بکثرت حجت واقع ہوتی ہے پس اس عمدہ تفصیل کو غنیمت جانو اور اللہ تعالیٰ کے فیض جلیل پر اسی کی حمد ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (ت)

فانه انما سلم الملك ليد من ملك فما هلك في
يدها فعليها هلك هذا كله من اوله الى آخره
مما افيض على قلب الفقير من فيض القدير
واخذته تفقها من كلمات العلماء اعظم
الله اجورهم يوم الجزاء فما اصبحت فمن الله
تعالى وله الحمد عليه وما اخطأت فمن
قصور نفسي وانا اتوب اليه اتقن هذه اتقاننا
كبير فان المسائل مما تمس اليه الحاجة
كثيرا فاغتنم هذا التفصيل الجميل والحمد
لله على فيضه الجليل - والله سبحانه وتعالى
اعلم۔

فصل دوم

مسئلہ ۸۰ ازینجنا تھ پارا رائے پور محالک متوسط مرسلہ شیخ اکرم حسین صاحب متولی مسجد ودبیر مجلس
۸۶
انجمن نعمانیہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً ومصلياً

دعویٰ واپس پانے سامان جہیز ہر قسم کپڑے وزیورات وغیرہ متروکہ لڑکی متوفیہ مسماۃ
فیض النساء بیگم نے اپنی سوتیلی لڑکی خدیجہ بی بی کی شادی حسام الدین کے ساتھ
کردی، ڈیڑھ برس بعد وہ لڑکی مرگئی اور اس کے لطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا
بعمراہ ایک سال بعد چار مہینے مرنے ماں کے وہ لڑکا مر گیا، فیض النساء بیگم کا
دعویٰ ہے کہ کل سامان جہیز زیور وغیرہ جو وقت شادی خدیجہ بی بی مرحومہ کو جہیز دی تھی واپس ملے اور صرف
سامان جہیز وغیرہ میں اپنے پیسے سے کرنے کے سبب میں واپس پانے کی حقدار ہوں سامان جہیز واپس ملنے
کارواج ملک مدراس میں جاری ہے۔ جواب حسام الدین یہ ہے کہ زیورات متوفیہ کے حکم سے اسی کے
دوامعالجہ میں رہن رکھ کر خرچ ہوا مجھ کو اس قدر وسعت نہ تھی کہ اس قدر عرصہ دراز کی بیماری میں اس
کثیر صرفہ کے بار کا متحمل ہو سکتا اس کے علاوہ اور بھی بہت سامیرا ذاتی خرچ ہوا ہے متوفیہ کا لڑکا متوفیہ کے
مرنے وقت زندہ تھا، ماں کی جائداد کا لڑکا مالک ہوا اور بعد مرنے لڑکے کے میں باپ اس کا وارث ہوں،
متوفیہ کی سوتیلی ماں کا کوئی حق نہیں ہے۔ عالمان دین اور مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کیا فرماتے ہیں:
(۱) ملک مدراس میں متوفیہ لڑکی کا جہیز واپس لینے کارواج ہے فرمائے شرع میں کہاں حکم ہے۔

فیض النساء بیگم مدعیہ
بنام
حسام الدین داروغہ جنگل
مدعا علیہ

(۲) شرع میں رواج ملک کو مدخلت ہے کیا۔

(۳) جہیز میں جو سامان لڑکی کو دیا جاتا ہے وہ عاریتہ سمجھا جائے گا یا تملیکاً۔

(۴) شرح وقایہ جلد سوم میں ہبہ واپسی کا حکم ہے کیا ہبہ جہیز اسی قسم کا ہبہ ہے حسب دعویٰ مدعیہ۔

(۵) جوشی منجانب مدعیہ خاص مدعا علیہ یعنی داماد کو وقت شادی کے ملی ہے اُس کے واپس پانے کا کیا مدعیہ کو حق ہے۔

(۶) جو جہیز یا سامان مدعا علیہ نے وقت شادی اپنی بی بی کو دیا اس پر بھی حق واپس لینے کا مدعیہ کا ہے یا نہیں۔

(۷) متوفیہ کے حکم سے زیورات وقت بیماری رہن رکھ کر صرف ہوا اُس کے چھڑانے کا کون ذمہ دار ہے۔
بتینوا تو جروا۔

الجواب

جواب سوال اول تا چہارم

حکم شرع مطہر کے لئے ہے عرف و رواج وغیرہ کسی کو حکم میں کچھ دخل نہیں ان الحکم الا للہ (نہیں حکم مگر اللہ تعالیٰ کا۔ ت) ہاں بعض احکام کو شرع مطہر اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے خواہ یوں کہ اگر یہ شے معروف و رائج ہو جائے تو اس کے لئے یہ حکم ہے ورنہ یہ جس طرح وقف منقول کہ اشیائے منقولہ میں جس کا وقف معروف ہو جائے، ورنہ نہیں، یا استصناع یعنی بے طریق سلم معدوم چیز اجرت دے کر بنوانا اس میں جن اشیاء کے بنوانے کا رواج ہو، جائز، ورنہ نہیں، یا شرط فی البیع کہ جو شرط منفسد معروف ہو جائے محتمل ہے ورنہ نہیں الی غیر ذلک مما صرحوا بہ فی الکتب (اس کے علاوہ جس کی تصریح انھوں نے کتابوں میں فرمائی۔ ت) خواہ یوں کہ حکم فی نفسہ حاصل اور عرف اُس کی صورت کا بتانے والا مثلاً مرہن کا شئی مرہون سے انتفاع اگر باذن راہن بے شرط ہو، جائز، ورنہ حرام۔ اب اگر عرف و رواج ہو کہ بے طمع نفع بمرہون قرض نہیں دیتے، جیسے ہمارے زمانہ میں، تو مطلقاً حکم حرمت دیا جائے گا کما فی الشامی عن الطحطاوی وقد افتیت بہ مدارا (جیسا کہ شامی میں طحطاوی کے حوالے سے ہے اور تحقیق میں اس پر کسی بار فتویٰ دے چکا ہوں۔ ت) یہاں عرف نے بتا دیا کہ صورت صورت شرط ہے نہ یہ کہ قرض و رہن خالص واقع ہوئے اور اُس کے بعد راہن نے رضائے خود مرہن کو اجازت انتفاع دی، ایسی ہی جگہ المعروف کالمشروط (معروف مشروط کی طرح ہوتا ہے۔ ت) یا المعهود عرفاً کالمشروط لفظاً (جو عرف کے اعتبار سے معهود و متعین ہو وہ

ایسے ہی ہے جیسے لفظ کے اعتبار سے مشروط ہوتے (کتے ہیں کتب فقہ میں دونوں صورتوں کی مثالیں بکثرت موجود۔ یہ مسئلہ جہیز بھی صورت ثانیہ سے ہے کہ والدین اپنے مال سے دلہن کو جہیز دیتے ہیں اور دینا ہبہ عاریت دونوں کو محتمل، تو بنظر اصل حکم مطلقاً انھیں کا قول معتبر ہونا چاہئے تھا۔

فان الاصل ان الدافع ادري بجهة الدفع
وايضا اذا احتمل امران تعين الاقل اذ هو
المتيقن والى هذا نظر الامام شمس الائمة
السرخسي فاختر ان القول للاب مطلقا۔

بے شک اصل یہ ہے کہ دینے والا دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے نیز جب دو امر محتمل ہوں تو ان میں سے اقل متعین ہوتا ہے کیونکہ وہی یقینی ہوتا ہے۔ امام شمس الائمہ سرخسی نے اسی کی طرف نظر فرمائی اور اختیار فرمایا کہ قول مطلقاً باپ ہی کا معتبر ہے۔ مگر عرف بلاد منظر قصد و مراد ہوتا ہے جہاں عرف غالب تملیک ہو وہاں دعویٰ عاریت نامقبول اور جہیز دینا تملیک ہی پر محمول جب تک گواہان شرعی سے اپنا عاریتہ دینا ثابت نہ کریں، اور جہاں عرف غالب عاریت ہو یا دونوں رواج یکساں، وہاں آپ ہی ان کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور ایسی جگہ جہیز دینا تملیک نہ سمجھا جائے گا مشیبا علی الاصل المار لعدم ما يحصل على العدو له (اصل رائج پر چلتے ہوئے کیونکہ اس سے عدول پر برائگیختہ کرنے والی کوئی شئی موجود نہیں۔ ت) یہی صحیح و معتد و مختار للفتویٰ ہے بل هو التوفيق بين الاقوال فاذا حقق فاليه المال (بلکہ مختلف اقوال میں اسی سے تطبیق حاصل ہوتی ہے جب اس کی تحقیق ہوگئی تو اسی کی طرف لوٹنا لازم ہے۔ ت)

در مختار میں ہے :

جهاز بنته ثم ادعى ان ما دفعه لها عارية و
قالت هو تمليك او قال الزوج ذلك بعد
موتها ليرث منه وقال الاب او ورثته بعد
موتها عارية فالعتمد ان القول للزوج
ولها اذا كان العرف مستمرا ان الاب يدفع
مثله جهازا لا عارية واما ان مشتركا
كمصر والشام فالقول للاب۔

شوہر کا مانا جائے گا جبکہ عرف یہی رائج ہو کہ ایسا مال باپ اپنی بیٹی کو بطور جہیز دیتا ہے نہ کہ بطور عاریت

(جیسا کہ ہمارے علاقے میں ہے) اور اگر عرف مشترک ہو جیسا کہ مصر اور شام میں، تو باپ کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

اُسی میں ہے، بہ یفتی (اسی کے ساتھ فتویٰ دیا جاتا ہے۔ ت)۔ بحر الرائق میں ہے،
 فی فتح القدير والتجنيس والذخيرة المختار
 للفتوى ان القول للزوج ولها اذا كان العرف
 مستمرا ان الاب يدفع مثله جهاز الاعارية
 كما في ديارنا وان كان مشتركا فالقول قول الاب.
 یہ ہے کہ بیشک قول بیٹی اور اس کے شوہر کا معتبر ہوگا
 جبکہ عرف ہی راجح ہو کہ ایسا مال باپ بطور جہیز دیتا ہے
 نہ کہ بطور عاریت، جیسا کہ ہمارے علاقے میں ہے۔
 اور اگر عرف مشترک ہو تو باپ کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

عقود الدریرہ میں ہے؛

جہاں عرف مشترک ہو تو وہاں ماں کا قول قسم کے ساتھ
 معتبر ہوگا۔ تحقیق مذکور ہے کہ ان تمام صورتوں میں جن
 میں کسی کا قول معتبر ہو اُسے ہمیں لازم ہے سوائے چند
 مسائل کے جنہیں شرح کتر میں ساٹھ سے کچھ اوپر تک
 پہنچایا، مسئلہ جہیز ان مسائل میں سے نہیں (یعنی اس
 میں قول قسم کے ساتھ ہی معتبر ہوگا) اور قاری ہدایہ
 نے فتویٰ دیا کہ قول ماں باپ کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا
 حيث كان العرف مشتركاً فالقول للام مع
 يمينها وقد ذكر ان كل من كان القول قوله
 يلزمه اليمين الا في مسائل اوصلها في شرح
 الكنز الى نيف وستين مسألة ليست هذه
 منها وافتى قارى الهداية القول قول الاب و
 الام انهما لم يملكاها انما هو عارية عندكم
 مع اليمين اخصراً.

کہ بے شک انھوں نے بیٹی کو جہیز کا مالک نہیں بنایا اور تمہارے نزدیک عاریت ہے اخصراً (ت)
 پھر عرف جن خصوصیتوں کے ساتھ ہو سب کی مراعات واجب مثلاً شرفا میں عرف تملیک ہے کم درجہ
 کے لوگوں میں مشترک تو صرف شرفا ہی کی جانب سے تملیک سمجھی جائے گی یا حسب حیثیت ایک مقدار خاص تک
 جہیز دینے کا عرف ہو اور زیادہ ہو تو عاریت، تو جب اسی مقدار تک دیا گیا ہو تملیک سمجھیں گے۔ بحر الرائق میں ہے؛
 قال قاضی خاں وینبغی ان یكون الجواب
 على التفصیل ان كان الاب من
 الاشراف والکرام لا یقبل قوله انه عارية
 قاضی خاں نے فرمایا کہ جواب بالتفصیل ہونا چاہئے،
 اگر باپ اشراف و معززین میں سے ہے تو اس کا یہ
 قول قبول نہیں کیا جائے گا کہ یہ (جہیز) عاریت ہے

۱۸۶ / ۳

ایچ ایم سعید ٹرنی کراچی

باب المهر

لے بحر الرائق

لے العقود الدریرہ تنقیح فی الفادوی الحامدیة مسائل الجہاز مطبع حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان ۱/۲۶

اور اگر باپ ان لوگوں میں سے ہے جو اس کی مثل جہیز بیٹیوں کو نہیں دیتے تو اس کا قول مان لیا جائیگا (ت)

اور میری عمر کی قسم یہ قول حُسن میں اُونچا مقام رکھتا ہے۔ (ت)

وان كان الاب ممن لا يجهز البنات بمثل ذلك قبل قوله^۱

نهر الفائق میں ہے :

وهذا العمري من الحسن بمكان^۲

در مختار میں ہے :

لو كان اكثر مما يجهز به مثلها فان القول له اتفاق^۳

اگر جہیز میں دیا جانے والا مال اس سے زیادہ ہے جتنا ایسی لڑکیوں کو جہیز میں دیا جاتا ہے تو بالاتفاق باپ کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

بالجملہ یہاں مدار عرف و رواج پر ہے اور ان سب اقوال و تفاسیل کا یہی منشاء، تو جدھر عرف لے جائے اسی طرف جانا واجب، مگر کیہ کوئی دلیل دیگر اُس سے صراف ہو، مثلاً باپ پر بیٹی کا قرض آتا تھا وہ کہتا ہے میں نے قرض میں دیا یہ کہتی ہے اپنے مال سے دیا، تو باپ ہی کا قول لقبم معتبر ہے کہ میلوں کے حال سے یہی ظاہر کہ ادائے دین کی فکر مقدم رکھے گا۔ بحر الرائق میں ہے :

لو كان لها على ابيها دين فجهزها ابوها ثم قال جهزتها بدینها على وقالت بل بما لك فالقول للاب وقيل للبنت^۴

اگر بیٹی کا باپ پر قرض ہو اور باپ بیٹی کو جہیز دے پھر کہے کہ میں نے یہ اس کے قرضے کے عوض میں دیا جو بیٹی کا مجھ پر تھا اور بیٹی کہے کہ باپ نے اپنے مال سے دیا ہے تو باپ کا قول معتبر ہوگا، اور کہا گیا ہے کہ بیٹی کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

القرویہ میں ہے :

والاول اصح فانه لو قال الاب كات لامك

اول اصح ہے اس لئے کہ اگر باپ کہے تیری ماں کا مجھ پر

۱۸۶/۳	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب المهر	۱ بحر الرائق
۳۶۷/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب المهر	۲ ردالمختار بحوالہ النهر الفائق
۲۰۳/۱	مطبع مجتہبائی دہلی	باب المهر	۳ در مختار
۱۸۶/۳	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	"	۴ بحر الرائق

تو دینار قرض تھا میں نے اس سے ہیز بنایا ہے، اور میں نے
کہے کہ تو نے اپنے مال سے بنایا ہے، تو باپ کا قول
معتبر ہوگا، جامع الفتاویٰ، اور ایسا ہی قنبد میں ہے۔
اقول وباللہ التوفیق مگر اگر بحالت دین بھی عرف مقضیٰ تملیک ہو تو اسی پر نظر کی جائے گی کہ اب دلالت

على مائة دينار فاتخذت الجهاز بها وقالت
بل بمالك فالقول للاب جامع الفتاوى وكذا
في القنية

دین دلالت عرف کے معارض نہ رہی۔ ہدایہ میں ہے:

ومن بعث الى امرأته شيئاً فقالت هو هدية
وقال الزوج هو من المهر فالقول
له لانه هو المملك فكان اعرف
بجهته التملك كيف وان الظاهر انه
يسعى في اسقاط الواجب الا في
الطعام الذي يؤكل فان القول
قولها والمراد منه ما يكون مهياً
للاكل لانه يتعارف هدية فاما في
الحنطة والشعير فالقول قوله
لما بيناه فانظر كيف رجع
دلالة العرف على دلالة انه
مديت فالظاهر منه السعي
في اسقاط الدين ثم مراد
الشارحون فسايروا العرف كيفما
سار قال المحقق في الفتح هذا
والذي يجب اعتباره في ديارنا
ان جميع ما ذكر من الحنطة

شوہر نے عورت کو کوئی شئی بھیجی عورت کہتی ہے وہ
ہدیہ ہے اور شوہر کہتا ہے وہ مہر سے ہے تو شوہر کا
قول معتبر ہوگا کیونکہ وہی مالک بنانے والا ہے لہذا
وہ تملیک کی جہت کو بہتر طور پر سمجھتا ہے اور اس کا قول
کیسے معتبر نہ ہوگا جبکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ اس شئی کو
ساقط کرنے کی کوشش کرے گا جو اس پر واجب ہے
سوائے اس طعام کے جو کھایا جاتا ہے کیونکہ اس میں
عورت کا قول معتبر ہوگا، اس سے مراد وہ طعام ہے جو
کھانے کے لئے تیار کیا گیا ہو کیونکہ ایسا طعام بطور ہدیہ
ہی متعارف ہے، لیکن گندم اور جو وغیرہ کی صورت میں
شوہر کا قول معتبر ہوگا اسی بنا پر جس کو ہم نے بیان
کیا، پس دیکھ کہ دلالت عرف کو کیسے ترجیح حاصل ہوتی
اس دلالت پر کہ وہ مدیون ہے اور ظاہر یہ ہے کہ
وہ اسقاط دین میں سعی کرے گا پھر شارحین نے اس
پر اضافہ کیا کہ عرف کے ساتھ چلو جدھر لے جائے۔
محقق نے فتح میں فرمایا اور وہ جس کا اعتبار ہمارے
علاقے میں واجب ہے یہ ہے کہ بیشک گندم،

دارالاشاعت العربیہ افغانستان ۶۴-۶۵/۱
المکتبۃ العربیہ کراچی ۳۱۴/۱

لے فتاویٰ القرویہ باب فی اختلاف الجہاز والمہر
باب المہر

واللوز والدقيق والسكر والشاة الحية
وباقيها يكون القول فيها قول المرأة
لان المتعارف في ذلك كله ان يرسله هدية
فاظهار مع المرأة لامعه ولا يكون
القول له الا في نحو الثياب والجارية اه
وقال في النهر الفائق واقول وينبغي ان
لا يقبل قوله ايضا في الثياب المحمولة
مع السكر ونحوه للعرف اه وقال السيد
ابو السعود في حاشية الكنز بعد نقله و
اقول ينبغي ان يكون القول لها في غير
النقود للعرف المستمر اه وقال في رد المحتار
قلت ومن ذلك ما يبعثه اليها قبل
الزفاف في الاعياد والمواسم من نحو ثياب
وحلى وكذا ما يعطيها من ذلك او من
دراهم او دنانير صبيحة ليلة العرس و
يسمى في العرف صبحا فان كل ذلك تعورف
في زماننا كونه هدية لامن المهر
ولاسيما المسمى صبحا فان الزوجة
تعوضه عنها ثيابا ونحوها صبيحة العرس ايضا
اه فكل ذلك انما هو لان العرف

بادام، آنا، شكر، زنده بگری اور دیگر تمام اشیا
مذکورہ میں عورت کا قول معتبر ہوگا ان تمام اشیا
میں عرف یہ ہے کہ بطور ہدیہ بھیجی جاتی ہیں لہذا ظاہر
عورت کا مؤید ہے نہ کہ مرد کا، اور مرد کا قول کپڑوں
اور لونڈی جیسی اشیاء کے ماسوا میں معتبر نہ ہوگا۔
النہر الفائق میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں شکر وغیرہ کے
ساتھ بھیجے ہوئے کپڑوں میں بھی عرف کی وجہ سے
مرد کا قول معتبر نہیں ہونا چاہئے۔ سید ابو السعود نے
حاشیہ کنز میں اس کو نقل کرنے کے بعد فرمایا میں کہتا
ہوں کہ عرف عام کی وجہ سے نقود کے غیر میں عورت
کا قول معتبر ہونا چاہئے۔ رد المحتار میں فرمایا میں کہتا
ہوں کہ زفاف سے پہلے عیدوں اور موسموں پر جو
کپڑے اور زیور کی مثل اشیا شوہر بیوی کی طرف
بھیجتا ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہیں اور یونہی حکم ہے
ان اشیا اور دراہم و دنانیر کا جو شب زفاف
کی صبح اپنی بیوی کو دیتا ہے جس کو عرف میں صبح کا نام
دیا جاتا ہے کیونکہ ان تمام اشیا کا ہمارے زمانے
میں ہدیہ ہونا متعارف ہے نہ کہ مہر سے ہونا، خصوصا
وہ جس کو صبح کہا جاتا ہے، اس لئے کہ عورت بھی
شب زفاف کی صبح اس کے عوض میں کپڑے وغیرہ

۲۵۶/۳

مکتبہ نوریہ رضویہ سکھ

باب المہر

لہ فتح القدير

۳۶۲/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

باب المہر

کہ رد المحتار بحوالہ النہر الفائق

۴۰/۲

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

"

کہ فتح المعین

۳۶۲/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

"

کہ رد المحتار

قضى بكونه هدية مع العلم بان الزوج
مدین بالمهر فسقطت بجانبه دلالة الدين
فذلك لو ان العرف هناعم وصم ولو الاب
مدینا لها وجب القضاء بالتملیک وكان
القول قولها هكذا ينبغي ان يفهم هذا
المقام والله الموفق وبه الاعتصام .

پناہ مطلوب ہے۔ (د ت)

شوہر کو دیتی ہے پس یہ سب عرف ہی ہے جس نے ان
اشیاء کے ہدیہ ہونے کا فیصلہ دیا باوجود اس بات کے
معلوم ہونے کے کہ شوہر مہر کا مدیون ہے چنانچہ عرف
کے مقابل دلالت دین ساقط ہوگئی، تو یوں ہی یہاں
پر جب عرف عام و کثیر ہے اگرچہ باپ بیٹی کا مدیون ہو
تملیک کا فیصلہ دینا واجب ہے اور بیٹی کا قول
اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے اور اسی کی

اور شک نہیں کہ اب عامہ بلاد عرب و عجم کا عرف غالب و ظاہر و فاش و مشہور مطلقاً یہی ہے کہ جہیز جو
دلہن کو دیا جاتا ہے دلہن ہی کی ملک سمجھا جاتا ہے بلکہ جہیز کہتے ہی اُسے ہیں جو اُس وقت بطور تملیک دلہن کے ساتھ
بھیجا جاتا ہے

جیسا کہ در، بحر، فتح، تجنیس اور ذخیرہ کے قول
سے گزرا کہ بیشک باپ اس کی مثل بطور جہیز
دیتا ہے نہ کہ بطور عاریت۔ (د ت)

كما سبق من قول الدر والبحر والفتح و
التجنيس والذخيرة ان الاب يدفع مثله
جهازاً اعرابياً۔

ہمارے بلاد میں عموماً شرفاً و اوساط و عامہ اراذل سب کا یہی عرف ہے جہیز واپس لینے یا بیٹی کے قرض
میں محسوب کرنے کو سخت عیب و موجب طعن سمجھیں گے تو یہاں علی العموم تملیک ہی مفہوم اور سماع دعویٰ عاریت
بے بنیہ معدوم۔ ردالمحتار میں ہے :

یہ عرف ہمارے زمانے میں معروف نہیں کیونکہ ہر کوئی جانتا
ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے، جب شوہر
اس کو طلاق دے دے تو وہ تمام لے لیتی ہے اور
اگر وہ عورت مر جائے تو جہیز اس کے وارثوں کو ملتا ہے
اھ ملخصاً، اور اسی میں سید محمد ابوالسعود کے حاشیہ

هذا العرف غير معروف في زماننا بل
كل احد يعلم ان الجهاز ملك المرأة
وانه اذا طلقها تأخذ ككله واذاماتت
يورث عنها اھ ملخصاً وفيه عن
حاشية الاشباہ للسيد محمد ابى السعود

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
دار اخیار التراث العربی بیروت

باب المهر

لے بحر الرائق

لے ردالمحتار

عن حاشیة العلامة الشرف الغزی قال قال
الشیخ الامام الاجل الشہید المختار
للفتوی ان یحکم بکون الجہاز ملکاً لا عاریة
لانہ الظاہر الغالب الخ۔

اشیاء سے بحوالہ حاشیہ علامہ شرف غزی مذکور ہے کہ
شیخ امام اجل شہید نے فرمایا فتویٰ کے لئے مختار یہ ہے
کہ جہیز کے ملک ہونے کا فیصلہ دیا جائے نہ کہ عاریت
ہونے کا، کیونکہ یہی ظاہر غالب ہے الخ (ت)

ملک مدراس میں کہ واپس لینے کا رواج ہے اگر مثل عامہ بلاد دنیا وہاں بھی جہیز تملیکاً ہی دیتے اور
تملیک ہی اس سے قصد کرتے ہیں اور یہ واپسی بعد موت عروس اس بنا پر ہوتی ہے کہ اُسے بہتہ تاحین حیات
سمجھے ہیں جب تو وہ مثل دیگر بلاد بہتہ کاملہ ہو جاتا ہے اور حین حیات کی شرط لغو و باطل بعد موت عروس ترک عروس
قرار پا کر وارثان عروس پر منقسم ہوگا۔ در مختار میں ہے،
جاز العمری للمعمر لہ لو ورثتہ بعدہ لبطلان
الشرط۔

بہتہ تاحین حیات جائز ہے معمر لہ کی زندگی میں اس
کے لئے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں
کے لئے ہوگا کیونکہ حین حیات کی شرط باطل ہے (ت)
شوہر وغیرہ دیگر ورثہ عروس پر واپسی کا جبر ہرگز نہیں ہو سکتا، نہ اس کا اصلاً استحقاق، فان
موت احد العاقدین من موانع الرجوع (کیونکہ بے شک عاقدین میں سے کسی ایک کی موت رجوع کے
موانع میں سے ہے۔ ت) بہتہ میں واپسی جہاں ہو بھی سکتی ہے تو اُسی وقت تک کہ واہب و موہوب لہ
دونوں زندہ ہوں، جب اُن میں کوئی مر جائے تو اُسی شرح و قایہ وغیرہ تمام کتب میں تصریح ہے کہ اب رجوع
نہیں، اور اگر وہاں تملیکاً نہیں دیتے بلکہ عاریت مقصود ہوتی ہے تو بیشک یہ واپسی حتی و بجا و مطابق شرع
مطہر ہے اگرچہ دھن کی حیات ہی میں واپس لے،

فان علی الید ما اخذت حتی تردھا ان اللہ
یا مرمکم ان توؤدوا الامانات الی اہلہا۔
اس لئے کہ بے شک جو اس عورت نے لیا وہ بطور
احسان و امانت ہے یہاں تک کہ وہ اسے لوٹائے
(قرآن پاک میں ہے کہ) بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کو ادا کرو۔ (ت)
یہاں تک چار سوال پیشین کا جواب تھا سائل نے کلید سوال کئے لہذا اُن کے جواب میں ان مسائل

لہ ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۷/۲
لہ در مختار کتاب النہی فصل فی مسائل متفرقة مطبع مجتہبی دہلی ۱۶۵/۲
لہ القرآن الکریم ۵۸/۴

کی حاجت ہوئی ورنہ مسئلہ فیض النساء بیگم سے اس بحث کو علاقہ نہیں، یہ حکم کہ بحالت عدم معرفت تمہیک مدعی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو کہ میں نے اپنے مال سے عاریہ جہیز دیا لہذا واپسی کا مستحق ہوں عامر کتب مذہب میں باپ کے لئے مذکور ہے اور بحکم عرف حقیقی ماں کو بھی اس سے لاحق کیا گیا واقعی ماں باپ اپنے ہی مال سے اولاد کا جہیز تیار کرتے ہیں تو ان کی طرف سے ہونا بحکم ظاہر خود ثابت رہا دعویٰ عاریت وہ بحال عدم دلیل تمہیک انھیں اصول پر واجب القبول بخلاف اجنبی کہ اس کا یہ دعویٰ حد دعویٰ سے ہرگز متجاوز نہیں یہاں تک کہ علامہ بحر نے بحر میں حقیقی ماں اور دادا کے لئے بھی اس حکم کے ہونے میں تردد فرمایا اور جبکہ ان کے تلمیذ علامہ غزالی نے متن تنویر میں ماں کے مثل پدر ہونے پر جزم کیا۔ علامہ طحاوی کو حقیقی نانی دادی کے مثل مادر میں تردد رہا،

فقال تحت قوله والام كلاب في تجهيزها
انظر هل المجدة مثلها.
چنانچہ اپنے اس قول کے تحت کہ ماں جہیز دینے میں
باپ کی طرح ہے فرمایا دیکھو کیا دادی اور نانی ماں
کی مثل ہے؛ (ت)

علامہ ابن وہبان نے اپنی رائے سے دیگر اولیاء کو اسی حکم میں شامل کرنے کی بحث کی علامہ ابن الشحنة نے اُس میں نظر کر دی کہ علامہ شرنبلالی نے نقل فرما کر مقرر رکھی اور شک نہیں کہ یہ الحاق سخت محل تامل ہے جب تک والدین کی طرح عرف عام و فاش سے ثابت نہ ہو جائے کہ سب اولیاء بھی اپنے ہی مال سے جہیز دیتے ہیں بلکہ ہمارے بلاد میں تنہا ماں کے مال خاص سے بھی جہیز ہونا ہرگز معروف نہیں جہیز مطلقاً مال پدر سے ہوتا ہے یا بعض اشیاء ماں بھی شامل کر دیتی ہے نہ کہ خاص مالِ مادر سے ہونے لگے جبکہ باپ مال نہ رکھتا ہو یا اُس سے جدا ہو کر ماں نے بطور خود تزویج کی ہو تو ان دو صورتوں کے علاوہ ماں کا دعویٰ اختصاص بھی ضرور محتاج بعینہ ہونا چاہئے کہ ظاہر اُس کے لئے شاید نہیں کما لا یخفی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

وهذا بحمد الله تحقيق شريف
فتح به المولى القوي اللطيف على عبده
الذليل الضعيف اوضح به نظر العلامة
عبد البر واتجه به كلام البحر فلتسوق
لك كلما تهم ليتجلى عندك الامر
اور یہ بحمد اللہ تعالیٰ عظیم الشان تحقیق ہے جو
قوی و لطیف مالک نے اپنے اس ناقص و ضعیف
بندے پر منکشف فرمائی، اس سے علامہ عبدالبر کی
نظر واضح ہو گئی اور کلام بحر وجہ ہو گیا تو اب ہم تیرے لئے
ان کے ارشادات کو ذکر کرتے ہیں تاکہ تیرے نزدیک

لے حاشیہ الطحاوی علی الدر المنہار باب المهر دار المعرفۃ بیروت ۶۷/۲

معاملہ منکشف ہو جائے۔ ابن وہبان نے اپنی منظومہ میں فرمایا:

اور جو شخص اپنی بیٹی کے جہیز کے بارے میں کہے کہ میں نے بطور عاریت دیا ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اس میں گواہوں کا شرط ہونا اظہر ہے۔

پھر اس کی شرح میں فرمایا کہ جہیز کے بارے میں ماں اور نابالغہ کا نکاح کرنے والے ولی کے دعویٰ کا حکم بھی ایسا ہی ہونا چاہئے جیسا کہ گزرا کیونکہ اس میں عرف ایسا ہی ہے یعنی وہ اپنے مالوں سے جہیز بناتے ہیں تو ظاہران کے لئے شاہد ہوا۔ علامہ شارح نے فرمایا کہ میرے نزدیک ولی صغیر میں نظر ہے، ایسا ہی شرنبلالی نے تیسیر المقاصد میں اس کو نقل کر کے مقرر رکھا۔ درمیں فرمایا کہ ماں اور صغیرہ ولی مذکور میں باپ کی طرح ہیں، اور طانے فرمایا کہ اس کے قول فیما ذکر (مذکور میں) سے مراد یہ ہے کہ اعتبار عرف میں اور ماں اور صغیرہ کے ولی کے بارے میں یہ حکم ابن وہبان کی بحث ہے۔ علامہ عبد البر نے فرمایا کہ ولی صغیرہ میں میرے نزدیک نظر ہے کیونکہ اس کے حال سے غالب عاریت ہے بخلاف ماں باپ کے کہ ان کی

قال ابن وہبان فی منظومته
ومن فی جہان بنت قال امرتہ
یصدق والاشہاد یشترط اظہر
ثم قال فی شرحہا ینبغی ان
یکون الحکم فیما تدعیہ الام و
ولی الصغیرۃ اذا تزوجہا کما مر
لجریات العرف فی ذلک کذلک الخ
ای انہم انما یجہزون من
اموالہم فکانت الظاہر شاہدا
لہم قال الشارح العلامة قلت
وفی الولی عندی نظر
وہکذا نقلہ الشرنبلالی فی تیسیر
المقاصد وافر قال فی الدر
(الام) وولی الصغیرۃ (کالاب)
فیما ذکرہ قال ط قوله فیما ذکر ای
فی اعتبار العرف وہذا الحکم فی
الام والولی بحث لابن وہبان قال
العلامة عبد البر وفی الولی
عندی نظرای فان الغالب
من حاله العاریۃ بخلاف الابوین

لے منظومہ ابن وہبان

۱۰ ردالمحتار بحوالہ شرح منظومہ

باب المہر

دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۷/۲

۱۵۷/۲

مطبع مجتہائی دہلی

کتاب العاریۃ

۱۱ درمختار

لمزيد شفقتہما لکن حیث کان العرف مستمر ان الولی یجہز من ہذا فلا نظر اھ اقول لیس منشأ النظر بثبوت الحکم بعد تسلیم العرف وانما الشان فی جریان العرف فالیراد علی قول ابن وہبات لجریان العرف فی ذلک کذلک وبہ ظہرانہ ما کان ینبغی تفسیر قوله ما ذکر باعتبار العرف فان العرف اذا ثبت ایتما ثبت فهو القاضی الماضی القول لا تفرقة فی ذلک بین اب و ام وغیرہما بل المراد فیما ذکر من قبول دعوی العاریة من مالہ و کذلک لیس تفسیر النظر ما ذکر بل النظر انا لا نسلم ان الغالب من حالہ التجهیز من مالہ، ثم اعلم ان العلامة البحر بعد ما افاد حکم الاب کما تقدم قال فی البحر صغیرة نسجت جہاذا بمال امها و ابیها و سعیها حال صغرها و کبرها فانت امها فسلم ابوہا جمیع الجہان الیہا فلیس لاختوتها دعوی نصیبہم من جهة الام اھ ثم قال وبہذا

شفقت بیٹی پر زیادہ ہوتی ہے، لیکن عرف رائج ہی ہو کہ ولی اپنے پاس سے جہیز بنانا ہے تو پھر کوئی نظر نہیں اھ اقول (میں کہتا ہوں کہ) اعتراض کا منشاء عرف کے تسلیم کرنے کے بعد حکم کا ثبوت نہیں، اصل معاملہ تو صرف عرف کے جاری ہونے میں ہے، پس ابن وہبان کے قول پر اعتراض وارد ہے کیونکہ اس (ولی کے عاریت دینے) میں عرف اسی طرح ہے، اور اسی سے ظاہر ہو گیا کہ ما ذکر سے مراد اعتبار عرف لینا درست نہیں اس لئے کہ عرف جب بھی ثابت ہو وہی حاکم قوی ہوتا ہے اس میں ماں اور باپ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا بلکہ ما ذکر سے مراد اُس کے اپنے مال سے دعویٰ عاریت کو قبول کرنا ہے اور یوں ہی نظر کی بھی وہ تفسیر نہیں جو ذکر کی گئی بلکہ نظریہ ہے کہ بیشک ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اُس کے ولی صغیرہ کے حال سے غالب اس کے اپنے مال سے جہیز بنانا ہے۔ پھر جان کہ علامہ بجر نے باپ کے حکم کا افادہ فرمانے کے بعد، جیسا کہ گزرا۔ بجر میں فرمایا کہ صغیرہ نے ماں باپ کے مال اور اپنی دستکاری سے حالت صغیر اور کبر میں کچھ جہیز بنایا پھر اس کی ماں مرگئی اور باپ نے وہ سارا سامان اس لڑکی کو جہیز میں دے دیا تو اُس کے بھائیوں کو یہ حق نہیں کہ ماں کا ترکہ قرار دے کہ اس میں سے اپنے حصے کا دعویٰ کریں اھ

۳۹۰/۳

دارالمعرفۃ بیروت

لہ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار کتاب العاریۃ

۱۸۶/۳

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

باب المہر

۵ بھرائتی

يعلم ان الاب او الام اذا جهز بنته ثم ماتت فليس لبقية الورثة على الجهاز سبيل لكن هل هذا الحكم المذكور في الاب يتأق في الام والمجد فلو جهزها جدها ثم ماتت وقال ملكي وقال زوجها ملكها صارت واقعة الفتوى ولم اس فيها نقلا صريحا قال في منحة الخالق قال الرملي الذي يظهر ببادي الرأي انهما اي الام و المجد كذلك اما الام فلما قدمه من قول القنية صغيرة نسجت جهازا من مال امها وابيها الخ واما المجد فلقولهم المجد كالاب الا في مسائل ليست هذه منها تأمل الله اقول ما كان هذا البحر الطام الحبر التام ليذكر فرع القنية في هذه الاسطر العديدة ويفرع عليه بنفسه ان الاب او الام اذا جهز بنته فليس لو ارث على الجهاز سبيل ثم يترد متصلا به في التحاق الام بالاب في كون التجهيز منها ظاهرا في

پھر فرمایا اسی سے معلوم ہو گیا کہ جب باپ یا ماں بیٹی کو جہیز بنا کر دیں تو ان کے مرنے کے بعد باقی وارثوں کا جہیز پر کوئی حق نہیں ہوتا لیکن کیا یہ حکم جو باپ کے لئے مذکور ہوا وہ ماں اور دادا کے لئے حاصل ہوگا؟ تو اگر کسی لڑکی کو اس کے دادا نے جہیز دیا پھر وہ لڑکی مر گئی اور دادا نے کہا یہ جہیز میری ملکیت ہے اور اس لڑکی کا شوہر کہتا ہے کہ یہ لڑکی کی ملکیت ہے یہ فتوے سے متعلق ایک واقعہ پیش آ گیا ہے اور میں نے اس میں کوئی صریح نقل نہیں دیکھی۔ منحة الخالق میں فرمایا کہ رملی نے کہا ہے بنظر ظاہر وہ دونوں یعنی ماں اور دادا باپ کی طرح ہی ہیں، ماں تو اس وجہ سے جس کا بحوالہ قنیہ پہلے ذکر کیا ہے کہ لڑکی نے اپنے باپ اور ماں کے مال سے جہیز بنایا الخ اور دادا اس لئے کہ ان (فہما) کا قول ہے کہ دادا مثل باپ کے ہے سوائے چند مسائل کے جن میں سے جہیز نہیں ہے۔ غور کر الخ۔ اقول (میں کہتا ہوں) ایسے عظیم سمندر اور کامل و ماہر عالم کے لائق یہ نہیں کہ وہ ان چند سطروں میں قنیہ کی فرع ذکر کرے اور بذات خود اس پر یہ تفریع ذکر کرے کہ بیشک ماں یا باپ جب بیٹی کو جہیز دیں تو کسی وارث کا جہیز میں کوئی حق نہیں پھر اس کے متعلق ہی اس بات میں تردد کرے کہ ماں اس حکم میں باپ کے ساتھ ملتی ہے کہ ماں کی طرف سے

۱۸۶/۳

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

لے بحر الرائق باب المهر

۱۸۶/۳

باب المهر

لے منحة الخالق حاشیة البحر الرائق

التملیک حتی یرد علیہ بما قدم من قول
القنیة وهل یتأتی مثله الا ممن
لا یکاد یفهم ما یرجو من رأسه
فکیف یجعل علی مثله کلام مثل هذا
الجلیل النبیل ولذا المالم یتضح الامر
عند العلامة السید الطحطاوی اسقط
لفظ الام من کلام البحر واقصر علی
قوله هل هذا حکم المذکور فی الاب
یتأتی فی الجدل الخ لکن العلامة الشرنبلالی
فی غنیة لم یرتبعه فقال قال صاحب
البحر هل هذا حکم المذکور فی
الاب یتأتی فی الام والجد صارت
واقعة الفتوی ولم یر فیها نقلا صریحا
او قال العلامة الشامی تردد فی البحر
فی الام والجد الخ وقال الرملی
ما سمعت فانا الامر ما فتح المولی
سبحانه وتعالی ان لا تردد
فی الحاق الام بالاب فی
کون التجهیز منها تملیک
لمکان العرف وانما تردد
رحمه الله تعالی فی قبول

جہیز دینا تملیک میں ظاہر ہے۔ یہاں تک اس پر
وارد ہو وہ جو قنیہ کے قول سے مقدم گزرا۔ اور نہیں
حاصل ہوتا اس کی مثل مگر صرف اس شخص سے جو یہ
نہ سمجھتا ہو کہ اس کے سر سے کیا خارج ہو رہا ہے،
تو ایسے عظیم الشان عالم نبیل کے کلام کو اس قسم کے
بیہودہ موقف پر کیسے محمول کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ
ہے کہ جب علامہ سید طحطاوی پر یہ امر واضح نہ ہو سکا
تو انھوں نے کلام بحر سے لفظ امر کو حذف کرتے
ہوئے اس قول پر اکتفا فرمایا کہ کیا یہ حکم جو باپ کے
بارے میں مذکور ہے دادا کے لئے حاصل ہوگا الخ
لیکن علامہ شرنبلالی نے اس کو مستبعد نہ جانتے ہوئے
غنیہ میں فرمایا کہ صاحب بحر نے کہا کیا یہ حکم جو باپ کے
بارے میں مذکور ہے ماں اور دادا کے لئے حاصل
ہوگا؟ یہ فتویٰ سے متعلق ایک واقعہ پیش آ گیا ہے اور
میں نے اس میں کوئی صریح نقل نہیں دیکھی۔ علامہ شامی
نے فرمایا کہ بحر میں ماں اور دادا کے بارے میں تردد
کیا، رہی نے فرمایا کہ میں نے نہیں سنا، بے شک
معاہدہ جو مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ نے منکشف فرمایا وہ یہ ہے
کہ صاحب بحر نے ماں کو باپ کے ساتھ اس حکم میں
ملحق ماننے میں تردد نہیں فرمایا کہ ماں کی طرف سے
دیا جانے والا جہیز عرفاً تملیک ہے البتہ صاحب بحر

لہ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار
باب المهر
لہ غنیہ ذوی الاحکام حاشیۃ الدر المختار
باب المهر
لہ رد المختار

۶۷/۲

دار المعرفۃ بیروت

۳۲۸/۱

مطبعة احمد کامل دار سعادت بیروت

۳۶۶/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

دعوی التجهيز من مال نفسها عارية
فان الاكثرات الجهانرا انما يكون
من مال الاب ورح لا مساس لفرع القنية
بما هو فيه ولا ما قدم من قوله بهذا
يعلم ان الاب او الام الخينا فيه وكذا
لانظر ههنا الى كون المجد كلاب
الاف مسائل فان هذا امر لا يؤخذ
الا من العرف وانما قبلنا دعوى الاب
لما علمنا من العرف الفاشي ان
الجهانرا يكون من ماله فكان
الظاهر شاهدا له فان ثبت مثله في
المجد فذاك والا فلا الحاق ولا اشتراك
هكذا ينبغي التحقيق والله ولي التوفيق
واغرب من هذا ما ذكر بعده في
منحة الخالق من قوله قلت
وجزم في متن التنوير ان
الام كلاب في تجهيزها وعزاه
في شرح المنح الى فتاوى قارى
الهداية وفي شرح الدر المختار
معزيا الى شرح الوهبانية و
كذا ولي الصغيرة ولا يخفى
شموله الجسد وغيره اقول
نعم لا يخفى ولكن البحر

رحمة الله تعالى عليه نے ماں کے اس دعویٰ کو قبول کرنے
میں تردد فرمایا کہ جو ہمیز اس نے مال سے دیا ہے وہ
عاریت ہے کیونکہ اکثر طور پر ہمیز باپ کے مال سے
دیا جاتا ہے، تو دریں صورت قنیہ کی فرع کا اس مسئلہ
سے کوئی تعلق نہیں جس میں صاحب بحر گفتگو کر رہے
ہیں نیز ان کا قول سابق کہ اسی سے معلوم ہو گیا کہ
بیشک باپ اور ماں الخ بھی اس کے منافی نہیں، اور
نہ ہی یہاں اس بات کی طرف نظر ہے کہ داد اسوائے
چند مسائل کے باپ کی مثل ہے اس لئے کہ یہ امر تو
صرف عرف سے ماخوذ ہے اور بلاشبہ ہم نے باپ کا
دعویٰ اس لئے قبول کیا کہ ہم نے عرف مشہور سے جان لیا
کہ ہمیز وہ اپنے مال سے دیتا ہے لہذا ظاہر اس
کے لئے شاہد ہوا، تو اگر اسی کی مثل داد میں ثابت
ہو جائے تو اس کا حکم بھی یہی ہوگا وگرنہ نہ الحاق ہے
نہ اشتراک، یوں ہی تحقیق چاہئے، اور اللہ تعالیٰ ہی
مالک توفیق ہے، اور اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب
ہے وہ جو اس کے بعد منحة الخالق میں اس کے اس
قول کے ساتھ مذکور ہوا، میں کہتا ہوں کہ متن تنویر میں اس
پر جزم فرمایا کہ ہمیز میں ماں، باپ کی طرح ہے۔ اور
شرح منحة میں اس کی نسبت فتاویٰ قاری ہدایہ کی طرف
کی، اور در مختار کی شرح میں شرح وہبانیہ کی طرف منسوب
کرتے ہوئے ہے کہا یونہی ولی صغیرہ بھی ہے اور اس
کا شمول داد وغیرہ کو مخفی نہیں ہے اقول (میں

کہتا ہوں) ہاں معنی نہیں لیکن بے شک بحر میں فرشتے ہیں کہ میں نے اس میں صریح نقل نہیں دیکھی اور ابن وہبان کی بحث کوئی نقل نہیں اور بندہ ضعیف کو اس بات پر حیرت ہے کہ در نے مسئلہ بطور منقول چلایا حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ ابن وہبان کی بحث ہے اور تحقیق شارحین نے اس میں بحث کی ہے اور تحقیق ہمارے بیان سابق سے تو جان چکا ہے کہ ان کی بحث حسن و وجہ ہے پس حسن تنبیہ پر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے۔ (ت)

بالجملہ جب حقیقی دادی نانی، حقیقی دادا، حقیقی ماں میں علمائے کرام نے تردّد فرمایا تو سوتیلی ماں کہ محض اجنبیہ ہے کیونکہ اس حکم پر میں شریک ہو سکتی ہیں، اجنبی کے لئے صورتِ مستفسرہ میں یہی حکم لکھتے ہیں کہ اُس کا دعویٰ بے گواہان مسکوع نہ ہوگا۔ در مختار میں ہے،

الام و ولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر و فیما یدعیہ
الاجنبی بعد الموت لایقبل الابینۃ شرح
وہبانیۃ ۱۰

ماں اور ولی صغیرہ حکم مذکور میں باپ کی طرح ہیں اور جہاں اجنبی موت کے بعد دعویٰ کرے تو گواہوں کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا، شرح وہبانیہ۔ (ت)

اور یہاں گواہوں سے اثباتِ عاریت کے دو طریقے ہیں :
ایک یہ کہ باپ یا اجنبی جس کے ذمے اقامتِ بینہ کا حکم ہو گواہان عادل شرعی سے شہادت دلائے کہ میں نے یہ ہمیز عروس کو دیتے وقت شرط کر لی تھی کہ عاریتہ دیتا ہوں۔
دوسرے یہ کہ دلہن کا اقرار نامہ بتصدیق شہود عدل پیش کرے جس میں اس نے اقرار کیا ہو کہ یہ ہمیز مجھے فلاں نے اپنی ملک سے عاریتہ دیا ہے۔
بکر الرائق میں ہے :

قال فی التجنیس والولوالجیۃ والذخیرۃ
والبینۃ الصحیحۃ ان یشہد عند التسلیم

تجنیس، ولوالجیہ اور ذخیرہ میں فرمایا بینہ صحیحہ یہ ہے کہ عورت کو یہ اشیاء دیتے وقت گواہ قائم کرے کہ

الى المراءة اتى انما سلمت هذه الاشياء بطريق
العارية او يكتب نسخة معلومة ويشهد الاب
على اقرارها ان جميع ما في هذه النسخة
ملك والذى عارية في يدي منه الخ

بے شک میں نے یہ اشیاء بطور عاریت دی ہیں یا یہ کہ
ایک معین تحریر تیار کر کے باپ کو لڑاکی کے اس اقرار
پر گواہ قائم کرے کہ وہ تمام اشیاء جو اس تحریر میں
مرقوم ہیں میرے والد کی ملکیت ہیں اور میرے پاس
اس کی طرف سے بطور عاریت ہیں الخ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے توفیق ہے۔ ت) یہاں دو مرحلے ہیں،
اول اس کا اثبات کہ یہ جہیز میں نے اپنے مال سے دیا، ان بلاد میں باپ اس کے ثابت کرنے میں
گواہوں کا محتاج نہیں لہذا تقدم من جريان العرف في ذلك كذلك (جیسا کہ پہلے گزرا کہ اس میں عرف ایسا
ہی جاری ہے۔ ت) بلکہ ولہن یا اس کے ورثہ میں اس کے منکر ہوں تو وہ گواہ دیں کہ یہ جہیز باپ نے اپنے مال
سے نہ دیا ولہن کی ملک سے بنایا بخلاف اجنبی کہ اُسے اولاً یہی ثابت کرنا ضرور ہوگا،
لعدم ظاہر يشهد له في ذلك وانما البينة
على كل من يدعى خلاف الظاهر۔

کیونکہ اس معاملہ میں ظاہر اس کے لئے شاہد نہیں اور ہر
اس شخص پر گواہ لازم ہوتے ہیں جو خلاف ظاہر
دعویٰ کرے۔ (ت)

پھر اگر یہ امر بینہ یا اقرار عروس یا تسلیم ورثہ سے ثابت ہو تو دوسرا درجہ ثبوت عاریت کا ہے یہاں اگر
عرف عام یا مشترک سے عاریت دینا ثابت یا محتمل ہو تو ظاہراً اجنبی بھی مثل پدر بعد ثبوت اول اس ثبوت دوم میں
محتاج اقامت بینہ نہیں کہ جب ابار عاریت دیتے ہیں تو اجنبی کا قصد عاریت ہرگز خلاف ظاہر نہیں بلکہ بلحاظ اجنبیت
وہی اظہر ہے

اس پر گواہ لانا لازم نہیں جس کے لئے ظاہر شاہد ہو
باوجود اس کے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ دینے والا ہے
پس وہ دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے باوجود اس کے
جو گزرا کہ محتمل میں اقل ہی متعین ہوتا ہے۔ (ت)

ولا بينة على من شهد له الظاهر مع انه
قد ثبت انه الدافع فهو ادري بجهة الدفع
مع ما تقدم من ان الاقل هو المتعين في
ما احتمل۔

تو جب تک صراحت کوئی دلیل تملیک نہ پائی جائے بحال عموم یا اشتراک عرف عاریت اجنبی کا اس فعل
پر اقدام خواہی خواہی قصد تملیک پر محمول نہ ہونا چاہئے اور اگر عرف عام تملیک ہو کہ جہیز دینا مالک کرنا ہی سمجھا جاتا

جیسا ہمارے بلاد میں ہے کہ اقارب اجانب جو ہیز کریں تملیک ہی کرتے ہیں، اگر کوئی کسی لڑکی کو پال لیتا یا ویسے ہی کسی یتیمہ کا نکاح کرتا ہے تو جو کچھ ہیز میں دیتا ہے یقیناً تملیک ہی کا ارادہ کرتا ہے چند روزہ عاریت دے کر واپس لینے کا اصلاً وہم بھی نہیں گزرتا تو ایسی حالت میں اس ثبوت دوم یعنی دعویٰ عاریت میں اجنبی بھی آپ ہی محتاج گواہان ہوگا کما علمت ان المعهود عرفاً کالمشروط نصاباً (کیونکہ توجان چکا ہے کہ جو بطور عرف کے معهود ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے بطور نص کے مشروط ہو۔ ت) اسی طرح اگر ہیز دئے ایک زمانہ ممتد گزر جائے دلہن برتی استعمال کرتی تصرف کرتی رہے اور اس کی جانب سے بے مانع غیبت وغیرہ سکوت مطلق رہے طلب واپسی ظاہر نہ ہو پھر ایک مدت مدیدہ خصوصاً موت عروس کے بعد دعویٰ کرے کہ میں نے تو عاریتاً دیا تھا مجھے واپس ملے تو اب بھی اس کا یہ دعویٰ خلاف ظاہر و محتاج بینہ ہے والدین و اولاد کا معاملہ دوسرا ہے ان میں ایک دوسرے کے مال سے مدۃ العمر متمتع رہے تو باہم گوارا ہوتا ہے عرفاً اجانب سے متوقع نہیں کہ اتنی مدت تک اپنا مال دوسرے کے ایسے تصرف و استعمال میں چھوڑے رہیں اور اپنی ملک ہونا زبان پر نہ لائیں۔

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بحر میں فرمایا کہ ملتجی میں کہا جس شخص کی بیوی ہیز کے بغیر رخصت ہو کر اس کی طرف آئی ہو تو وہ بیوی کے باپ سے ان دنائیر و دراہم کا مطالبہ کر سکتا ہے جو اس نے اس کی طرف بھیجے تھے اور اگر زفاف کے بعد زمانہ دراز تک خاموش رہا تو اس کے بعد اس سے مخاصمہ نہیں کر سکتا اھ مختصراً۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ شارح نے کتاب الوقف میں فرمایا کہ اگر زفاف کے بعد اتنا زمانہ خاموش رہا جس سے اس کی رضا سمجھی گئی تو اب اس کے بعد اس کو مخاصمت کا حق نہیں اگرچہ اس کے لئے کچھ بھی نہ بنایا ہو الخ اس عبارت میں شارح نے اپنے قول "يعرف" سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ زمانہ کے

وهذا كما قال في البحر قال في السبتي من نزلت اليه امراته بلا جهان فله مطالبة الاب بما بعث اليه من الدنانير والدرهم ولو سكت بعد الزفاف طويلا ليس له ان يخاصمه بعد اھ مختصراً وفي رد المحتار قال الشارح في كتاب الوقف ولو سكت بعد الزفاف زماناً يعرف بذلك رضاه لم يكن له ان يخاصمه بعد ذلك وان لم يتخذ له شئ اھ وح و اشار بقوله يعرف الى ان المعتبر في الطول والقصر

له بحر الرائق

باب المهر

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱۸۶/۳، ۱۸۷

دراز اور مختصر ہونے کا اعتبار عرف پر ہے اور
اسی میں بزازیہ سے ہے، اس لئے کہ جب محتمل تھا
اور وہ اتنا زمانہ خاموش رہا جس میں وہ مطالبہ کو
اختیار کر سکتا تھا تو اس بات کی دلیل ہے کہ اس
کی غرض جہیز لینا نہ تھا الخ قلت (میں کہتا ہوں)
اس پر انہوں نے نص کی کہ جو شخص ایک زمانہ تک
کسی کو کسی شئی میں تصرف کرتے ہوئے دیکھتا رہا،
پھر دعویٰ کیا کہ یہ شئی اس کی ہے حالانکہ اس سے
پہلے بھی دعویٰ سے کوئی مانع نہ تھا تو اس کا یہ دعویٰ
اس کے حیلوں کی بنیاد پر مسموع نہ ہوگا۔ تحقیق ہم نے
اس کو اپنے فناوی کے دعاوی میں بیان کیا ہے۔

العرف اہ وقیہ عن الیغازیۃ لانہ لماکان
محتلاً وسکت نہ مانا یصلح للاختیار دل
ان الغرض لم یکن الجہاز اہ قلت
وقد نصوات من رأى احدا
یتصرف فی شئ نہ مانا ثم ادعی انہ
ولم یکن ثم مانع من دعواہ
لم تسمع قطعاً للحیل وقد بیناہ فی الدعاوی
من فناونا۔

قرۃ العیون میں ہے :

لوجہزها الاجنبی ثم ادعی انہ عاریۃ بعد
موتہا لا یقبل قوله الابینۃ لان
الظاہر انہ لا یجہزها ویترکہ فی
یدھا الی الموت الابمالہا بخلاف
الاب والام فانہما یجہزانہا
بمال انفسہما لکن یکون ذلک
تملیکاً تامرۃ وتامرۃ عاریۃ ولذا قال
شارح الوہبانیۃ وفی الولی
عندی نظر الخ ای فی جعلہ
کالاب والام لان الظاہر فی

اگر اجنبی نے کسی عورت کو جہیز دیا پھر عورت کے مرنے
کے بعد دعویٰ کیا کہ یہ بطور عاریت تھا تو بغیر گواہوں
کے اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ ظاہر
یہی ہے کہ عورت کو جہیز دے کر اس کے مرنے تک
اس کے قبضہ میں چھوڑ دینا صرف وہیں ہوگا جہاں عورت
کے اپنے مال سے ہو بخلاف ماں باپ کے کیونکہ وہ
وہ اپنے مال سے بیٹیوں کو جہیز دیتے ہیں تاہم کبھی تو وہ
بطور تملیک ہوتا ہے اور کبھی بطور عاریت۔ اسی لئے
شارح وہبانیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک ولی صغیرہ
میں نظر ہے الخ یعنی اس کو ماں باپ کی مثل قرار

غيرهما انه لا يجهزها الا بما لها اه اقول
 هذا كلام قد رزق حظه من الحسن و
 هو ينحو منى ما قدمت من التحقيق و
 الله تعالى ولى التوفيق ولعلك تظننت مما
 القينا عليك سابقا ولاحقا ان الموت غير قيد
 وقد احسن السيد العلامة الطحاوى
 حيث قال قد ذكر المصنف في باب المهور ان الام
 كلاب وان حكم الموت كحكم الحيات اه
 هذا كله ما ظهر لى والعلو بالحق عند ربى،
 والحمد لله رب العالمين۔

دینے میں، کیونکہ ماں باپ کے غیر میں ظاہر یہی ہے کہ
 وہ لڑکی کے مال سے جہیز بناتے ہیں الا اقول
 (میں کہتا ہوں) اس کلام کو حسن سے وافر حقہ ملا
 اور وہ اسی روش پر چلا جو تحقیق ہم سابق میں کر چکے
 ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی مالک توفیق ہے، اور ہم
 نے سابق ولاحق میں جو تجھ پر القا کیا (یعنی بیان
 کیا) اُس سے شاید تو نے سمجھ لیا ہوگا کہ حکم مذکور
 میں موت قید نہیں، اور علامہ سید طحاوی نے بہت
 خوب کہا جہاں فرمایا کہ تحقیق مصنف نے باب المہر
 میں کہا کہ بیشک ماں، باپ کی طرح ہے۔ اور موت

کا حکم حیات کے حکم کی مثل ہے الخ یہ سب وہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہوا اور حق کا علم میرے رب کے
 پاس ہے، اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ (ت)

بہر حال مسئلہ فیض النساء بیگم میں حکم یہی ہے

کہ اس کا یہ دعویٰ یوں قابلِ سماعت نہیں، اولاً اس کی بنائے دعویٰ پر نظر لازم آیا واپسی بخیاں ہبہ تاحین حیات
 چاہتی ہے (جس طرح لفظ کپڑے و زیورات وغیرہ مترکہ لڑکی متوفیہ سے اُس کا کچھ پتا چلتا ہے جبکہ عرضی دعویٰ میں
 فیض النساء بیگم کے لفظ یہی ہوں کہ عاریت کو مستعیر متوفی کا ترکہ نہیں کہتے) جب تو دعویٰ سرے سے باطل و مردود
 کہ بعد موت موہوب لہ اختیار واپسی مفقود اور اگر بزم عاریت طالب واپسی ہے تو یہ دعویٰ کہ بعد مرورت
 خصوصاً بعد موت عروس ہوا بہر کیف محتاج شہادت ہے انھیں دو طریقہ مذکورہ سے کسی طریقہ پر گواہان عادل
 شرعی سے ثبوت دے کہ یہ جہیز بدیں تفصیل خدیجہ بی بی کو میں نے اپنے مالِ خاص سے عاریت دیا اگر گواہ دے
 فیہا اور نہ دے سکے تو حاکم یا حاکم شرعی شوہر خدیجہ وغیرہ ورثہ سے قسم لے کہ واللہ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ جہیز مال
 فیض النساء بیگم سے خدیجہ بی بی کے پاس عاریت تھا اگر وہ قسم کھالیں تو مقدمہ بچی وارثان خدیجہ ورنہ بچی فیض النساء بیگم

لہ قرۃ عیون الاخبار

کتاب العاریۃ

۳۱۶/۲

مصطفیٰ الیابانی مصر

لے حاشیہ طحاوی علی الدر المختار

۶۶/۲

دار المعرفۃ بیروت

باب المہر

فیصل ہو۔ طحاوی علی الدر المختار میں ہے؛
 قوله وفيما يدعيه الاجنبي اي من انه اعلم
 المتوفى هذا الشئ لا يصدق الا ببينة وله
 ان يحلف الوارث ان انكر على العلم كما هو
 الحكم في نظائر هاهنا - والله سبحانه وتعالى
 اعلم -
 کا علم نہیں جیسا کہ اس کے نظائر میں یہی حکم ہے اھ اور اللہ سبحنہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

اور قول مصنف کہ جس میں اجنبی دعویٰ کرے یعنی یوں
 کہے کہ یہ شئی میں نے متوفی کو بطور عاریت دی تھی تو
 بغیر گواہوں کے اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی
 اور متوفی کا وارث اگر منکر ہو تو (حاکم) اس سے
 یوں قسم لے سکتا ہے کہ ہمیں اس کے عاریت ہونے

جواب سوال پنجم

بھی تقریرات سابقہ سے واضح اس دعویٰ کے ثبوت میں کہ یہ اشیا وقت شادی حسام الدین کو فیض النساء بیگم
 نے اپنے مال سے دیں فیض النساء بیگم محتاج گواہان ہے اگر یہ امر شہادت یا اقرار مدعا علیہ سے ثابت ہو تو دربارہ
 تملیک و عاریت وہی عرف وغیرہ دلائل پر نظر ہوگی اگر نصاباً عرفاً کسی طرح دلالت تملیک ثابت ہو (جس طرح ہمارے
 بلاد میں رواج عام ہے کہ دلہن والوں کی طرف سے سلامی وغیرہ جو کچھ کپڑے یا نقد یا دیگر اشیا ر دو لکھا کو دیتے
 ہیں اُس سے تملیک ہی کا ارادہ کرتے ہیں بلکہ یہاں عاریت بتانا جہیز دختر کو عاریت کہنے سے زیادہ موجب ننگ و
 عار سمجھے ہیں) تو وہ دینا بہت سمجھا جائے گا اور فیض النساء بیگم اگر عاریت کہے گی تو بغیر ان طرق ثبوت کے مسموع نہ ہوگا
 اور اگر دلالت تملیک متحقق نہیں تو فیض النساء بیگم کا قول عاریت بہ قسم قابل قبول ہوگا، پھر اگر اُس مال کا ہبہ ہونا
 ثابت ہو تو اُس میں سے جو کچھ تلف ہو گیا خواہ حسام الدین کے اپنے فعل سے یا بلا قصد یا اُس نے کسی کو دے دیا
 یا بیع ڈالا تو اس کی واپسی ممکن نہیں،

کیونکہ بے شک موهوب شئی کا ہلاک ہونا اور اُس کا
 موهوب لہ کی ملک سے خارج ہونا دونوں ہی رجوع
 کے موانع میں سے ہیں۔ (ت)

فان هلاك الموهوب وخروجه عن ملك
 الموهوب له كلاهما من موانع الرجوع -

اور جو بدستور اُس کے پاس موجود ہے اور کوئی مانع رجوع سے نہیں تو فیض النساء بیگم بتراضی یا بقضائے
 قاضی واپس لے سکتی ہے مگر گنہ گار ہوگی کہ ہبہ میں رجوع سخت مکروہ و ممنوع ہے بغیر اس کے بطور خود رجوع نہیں

کر سکتی، اور اگر عاریت ہونا ثابت قرار پائے تو جو چیز موجود ہے اُسے بطور خود واپس لے سکتی ہے اگرچہ حسام الدین نے کسی کو دے دی یا بیع کر دی ہو فان العواری مردودہ وتصرف الفضولی بالرد میطل (کیونکہ بطور عاریت دی ہوئی اشیاء واپس کی جاتی ہیں اور فضولی کا تصرف رد سے باطل ہو جاتا ہے۔ ت) اور جو تلف ہو گیا اگر بے فعل حسام الدین تلف ہوا مثلاً چوری گیا جل گیا ٹوٹ گیا اور اُس میں حسام الدین کی طرف سے کوئی بے احتیاطی نہ تھی تو اُس کا تاوان نہیں لے سکتی فان العاریۃ امانۃ لا تضمن الا بالتعدی (اس لئے کہ عاریت امانت ہے اور بلا تعدی اس میں ضمان لازم نہیں آتا۔ ت) اسی طرح جو کچھ حسام الدین کے پہننے بٹنے میں تلف ہوا نقصان ہوا اس کا بھی تاوان نہیں جبکہ اُس نے عادت و عرف کے مطابق اُسے برتا استعمال کیا ہو قانہ کان بتسلیط منہا وما کانت العاریۃ الا للاستعمال (کیونکہ وہ اس عورت کی تسلیط سے اس کے پاس تھا اور عاریت تو ہوتی ہی استعمال کیلئے ہے۔ ت) ہاں جو کچھ حسام الدین نے قصداً خراب کیا یا اُس کی بے احتیاطی سے ضائع ہوا یا عرف و عادت سے زیادہ استعمال کرتے میں ہلاک ہو گیا اُس کا تاوان حسام الدین سے لے سکتی ہے لحصول التعدی (تعدی حاصل ہونے کی وجہ سے۔ ت) فصول عمادی میں ہے:

اذا انتقص عين المستعار في حالة الاستعمال
لا يجب الضمان بسبب النقصان اذا استعمله
استعمالاً معهوداً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جب عین مستعار میں استعمال کی حالت میں نقصان ہوا
تو اس نقصان کے سبب سے ضمان واجب نہیں
ہوگا بشرطیکہ اُس نے عرف و عادت کے مطابق
استعمال کیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

جواب سوال ششم

جو مال حسام الدین نے وقت شادی خواہ بعد شادی اپنی بی بی کو دیا اُس کی واپسی سے فیض النساء بیگم کو کچھ علاقہ نہیں ہو سکتا کہ اگر حسام الدین نے عاریت دیا تھا تو وہ خود اُس کا مالک ہے اور اگر زوجہ کو مالک کر دیا تھا تو بعد مرگت جو اُس کے پسرو شوہر کو پہنچ کر پھر حسام الدین کے پاس آیا فیض النساء بیگم کا اُس میں کوئی حق نہ تھا نہ ہے، وھذا ظاہراً جداً (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال ہفتم

اس سوال کا جواب اسی تحقیق جو بات سابقہ پر مبنی ہے زیور جہیز اگر بنظر احکام مذکورہ ملک خدیجہ بی بی لے فصول عمادی

قرار پائے تو وہ ایک چیز ہے کہ حکم مالک رہن رکھی گئی ہے مورثہ مدیونہ ہے اور مرہن دامن وارث فک رہن کو اٹیں گے یا
بمراضی باہمی وہی شے دین مرہن میں دے دیں گے یا زیور دین میں بیچا جائے گا کچھ ہوگا یہ ان کا باہمی معاملہ ہے جس
سے فیض النساء بیگم کو کوئی تعلق نہیں اور اگر زیوروں کا ملک فیض النساء بیگم اور خدیجہ بی بی کے پاس عاریت ہونا ثابت
ہو تو نظر کریں گے کہ یہ رہن رکھنا بے اجازت فیض النساء بیگم تھا یعنی نہ اس سے اذن لے کر رہن رکھنا نہ اس نے بعد
رہن اس تصرف کو جائز کیا جب تو اسے اختیار ہے کہ رہن فسخ کر کے اپنی چیز مرہن سے واپس لے لے مرہن
اپنا دین ترکہ خدیجہ بی بی سے لیتا رہے، ردالمحتار میں ہے،

لانه تصرف في ملكه على وجه لم يؤذن له فيه
فصار غاصبا وللمعيرات ياخذها من المرتهن
ويفسد الرهن جوهرۃ۔

کیونکہ بیشک اس (راہن) نے دوسرے (معیر) کی
ملک میں اس طور پر تصرف کیا جس کا اذن اس کو نہیں
دیا گیا تھا تو وہ غاصب ہو گیا اور عاریت دینے والے

کو حتی حاصل ہے کہ مرہن سے شے مرہون لے لے اور رہن کو فسخ کر دے۔ جوہرہ۔ (ت)

اور اگر اس سے پوچھ کر اس کی مرضی کے مطابق رہن رکھا (اگرچہ صورت حاضرہ میں ظاہراً اس کی امید نہیں)
یا بعد رہن اس نے تصرف کو اپنی اجازت سے نافذ کر دیا تو رہن صحیح و نافذ ہو گیا اب فیض النساء بیگم جب تک دین
مرہن ادا نہ ہو شے مرہون واپس نہیں لے سکتی، ہاں یہ اختیار رکھتی ہے کہ اگر ورثہ خدیجہ بی بی فک رہن میں دیر لگائیں
یہ خود مرہن کو اس کا دین دے کر اپنی چیز چھڑالے اور جو کچھ مرہن کو دے ترکہ خدیجہ بی بی سے واپس لے۔ عالمگیری میں محیط
امام سرخسی سے ہے،

لو اراد المعير افتتاحا لیس للراهن والمرتهن
منعه ويرجع على الراهن بما قضى لانه مضطر
في قضاؤه لاجياء حقه وملكه۔

اگر معیر مرہون شے کو چھڑانا چاہے تو راہن اور مرہن
اس کو منع نہیں کر سکتے اور وہ جو کچھ مرہن کو دے راہن سے
لے سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے حق و ملک کو حاصل کرنے
کے لئے اس ادائیگی پر مجبور ہے (ت)

ردمختار میں ہے،

لو رهن دار غیرہ فاجاز صاحبہا جاز۔

اگر کوئی کسی کا گھر رہن رکھ دے پھر گھر کا مالک اس کی
اجازت دے دے تو جائز ہے۔ (ت)

ردالمحتار کتاب الرهن باب التصرف في الرهن دار احياء التراث العربی بیروت ۳۳۱/۵
لے فتاویٰ ہندیہ بحوالہ محیط سرخسی الباب الحادی عشر فی التفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۶/۵
لے رد مختار باب التصرف في الرهن مطبع مجتہبائی دہلی ۲۷۴/۲

ردالمحتار میں ہے :

ویکون بمنزلة مالو اعاسر ہالیہ رهنہا ط۔ واللہ
سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

اور یہ بمنزلہ اس شئی کے ہو گیا جس کو کسی نے بطور
عاریت دیا ہی اس لئے ہے کہ وہ اس کو رہن
رکھے، ط۔ اللہ سبحنہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۸۷ از رائے پور چھتیس گڑھ بیجا تمبارہ مرسلہ منشی محمد قاسم صاحب حوالدار پیشی

۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مقدمہ ذیل میں، فیض النساء بیگم انجن نعانیرہ رائے پور
میں دادخواہ تھی کہ میں نے اپنی سوتیلی لڑکی مسماۃ خدیجہ بی بی کی شادی مسی حسام الدین سے کر دی اور لڑکی مذکور نے
رحلت کی، اب مجھے حسب رواج ملک اپنے کے جو کچھ مال متاع بنام جہیز اپنی لڑکی کو دی ہوں حسام الدین سے واپس
دلایا جائے چونکہ وقت دینے اسباب جہیز اپنی لڑکی کو مطابق رسم و رواج عادت عالم کے نہ تو نیت تملیک کی
کی جاتی ہے نہ ہبہ و عاریت کی بلکہ یوں ہی بلا کسی نیت کے جو کچھ دینا منظور ہو وقت رخصت دو لھا دھن کے
ہمراہ ان کے کر دیا کئے جاتا ہے غرض جو رواج عام خاص و عام میں پشتمال پشت سے جاری ہے حسام الدین
سے واپس دلا کر دادرسی فرمائی جائے انتہیٰ ارباب انجن فیصلہ مقدمہ ہذا کا صرف اپنی ہی معلومات پر منحصر نہ فرمایا
علمائے دین سے بھی فتوؤں کا استدعا کیا چنانچہ فتویٰ علمائے دیوبند کا آخر فیصلہ فتویٰ روایات فقہ اس بارہ میں
یہ ثابت ہوتا ہے کہ شرفا میں مطلقاً تملیک سمجھا جاتا ہے اور بغالب ظن عرف میں یہی ہے کہ کوئی شخص اسباب
شادی دے کر واپس نہیں لیتا لیکن با اینہم عرف وہاں کا یہی ہے کہ واپس لیا جاتا ہے اور ہبہ و تملیک نہیں
ہوتا فیض النساء بیگم اس کو واپس لے سکتی ہے انتہیٰ، فتویٰ ندوۃ العلماء جس جگہ میں یہ عرف ہو کہ اشیاء
جہیز بطور تملیک دیا جاتا ہے جیسا کہ بلاد ہندوستان میں بھی یہی رواج ہے تو اس مقام میں اشیاء لڑکی
کی ملک ہو جائیں گی اور لڑکی کے ماں باپ کو اختیار نہ ہوگا کہ واپس کر لے، ماں جس مقام میں رواج عاریت
کا ہے وہاں اشیاء جہیز ملک لڑکی کی نہ ہوں گی اور ماں باپ کو اختیار ہوگا کہ واپس کر لے فیض النساء بیگم کو
چاہئے کہ گواہوں سے اسباب جہیز دینا اپنے مال سے ثابت کرے اس کے بعد حسب رواج کار بند ہو انتہیٰ
فیض النساء کے اپنے مال سے دینے پر صد ہا گواہ موجود ہیں۔ فتویٰ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب

ردالمحتار کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰/۵

بریلوی، سوال انجمن لعمانیہ راستے پور، سوال: شرع میں رواج ملک کو بھی مداخلت ہے کیا؟ جواب: مولانا صاحب! حکم شرع مطہر کے لئے ہے عرف در رواج وغیرہ کسی کو حکم میں کچھ دخل نہیں، ہاں بعض احکام کو شرع اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے خواہ یوں کہ اگر یہ شے معروف و رائج ہو جائے تو اس کے لئے یہ حکم ہے خواہ یوں کہ حکم فی نفسہ حاصل، اور یہ اس کی صورت کا بنانے والا ہے یہ مسئلہ جہیز بھی صورتِ ثانیہ سے ہے کہ والدین اپنے مال سے دلہن کو جہیز دیتے ہیں اور دینا بہہ و عاریت دونوں کو محتمل، اور ان کا تعین عرف پر محمول، جہاں عرف غالب تملیک ہو وہاں دعویٰ عاریت نامقبول، اور جہیز دینا تملیک ہی پر محمول جب تک گواہانِ شرعی سے اپنا عاریت دینا ثابت نہ کریں، اور جہاں عرف غالب عاریت ہو یا دونوں رواج یکساں ہوں وہاں ان کے قول قسم کے ساتھ معتبر، ایسی جگہ جہیز دینا جہاں تملیک نہ سمجھا جائے گا الخ۔ جناب من! فتویٰ جناب کا فائز انجمن لعمانیہ ہو کر کے عرصہ دو سال کا ہوا ہو گا اس عرصہ دراز میں اکثر اوقات پیش نظر یعنی جناب رکن اعظم انجمن جناب مولوی حکیم مستعی ابو سعید صاحب کے بھی رہا، یقین ہو کہ مولوی صاحب ان فتوؤں کے مطالب مقاصد ظاہر روایات کے موافق و مطابق بخوبی سوچ سمجھ گئے ہوں گے، آخر الامر بروز جلسہ مع فتویٰ جناب کا بھی فتویٰ مولوی صاحب نے پڑھا اور جملہ اول جناب کے فتویٰ کا یہ تھا: "حکم شرع مطہر کے لئے ہے۔" مولوی صاحب نے جملہ مذکور کا خلاصہ اس طرح بیان فرمایا کہ جو حکم شرع کا ہے وہ پاک ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ علاوہ بریں مولانا مدوح کے فتوے سے معلوم ہوتا ہے کہ رواج ملک کو شرع میں کچھ دخل نہیں ورنہ فیض النساء بیگم موافق دعویٰ اپنے اشیاء جہیز پانے کی کسی طرح حقدار ہو سکتی ہے بلکہ دعویٰ اس کا شرعاً مردود اور رواج ملک مطرود، کیونکہ رواج ملک بمقابلہ شرع کے ایک بیہودہ بات ہے، غرض ارباب انجمن نے مولوی صاحب کے لاطائل بیان کو عدم واقفیت مسائل فتویٰ سے بلا غور و تامل مان لیا انتہی، التماس بندہ محمد قاسم

صاحب انصاف سے انصاف طلب ہے

اگرچہ یہ ناچیز حسبِ مقدور انجمن لعمانیہ میں بہت کچھ رویا مگر نہ رونے کا اثر ہوا نہ گانے کا، چونکہ تاریخ ملاحظہ فتویٰ سے تا آخر یہی کہتا رہا کہ مقدمہ مذکور میں جو رواج ملکی کا ذکر ہے ہر فتویٰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ رواج حکم میں عین شرع محمدی ہے اور جس پر حکم شارع علیہ السلام کا موجود، پس فیض النساء بیگم موافق فتویٰ علمائے دین کے مال و اسباب جہیز کا موافق شرع محمدی کے واپس لینے کی مستحق ہے، جیسے مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ اپنے فتوے میں لکھتے ہیں، قولہ ہمارے بلاد میں رواج عام ہے کہ دلہن والے اپنی طرف سے سلامی وغیرہ میں جو کچھ کپڑے و نقد و لہا کو دیتے ہیں اُس سے تملیک ہی کا ارادہ کرتے ہیں وہ دینا بہہ سمجھا جائے گا۔ غرض بندہ نے جناب کے مسئلہ کا خلاصہ ممبران انجمن کو اس طرح سمجھا و سنجھا دیا کہ ہندوستان میں ہزار ہا بندگانِ خدا اس طرح کے بھی ہیں کہ جنہوں نے عمر خود میں کبھی نام تملیک کا سنا نہ بہہ و عاریت کا بلکہ خاص رواج ملک کے بلانیت تملیک و بہہ و عاریت کے

جو کچھ دینا ہے بٹی داماد کو دیا کرتے ہیں مگر اتنا ضرور سمجھتے ہیں کہ یہ جو اسباب شادی ہم بٹی داماد کو دیتے ہیں وہ سب خاص ملک انھوں ہی کی ہے پس اس قدر سمجھنا انھوں کا حکم تملیک کا رکھتا ہے پس اسی کا نام شرع محمدی ہے پس اُس رواج عام کی تعمیل ہر فرد بشر پر کیا معنی بلکہ حاکم پر بھی واجب ہے پس اسی طرح اہل مدراس بھی بلا نیت تملیک و ہبہ عاریت کے اسباب جہیز دیا کرتے ہیں مگر دینے کے وقت اُن کی نیت یہ ہوا کرتی ہے کہ بعد فوت لڑکی کے وہ سب مال و اسباب واپس لیا کریں گے اور دُلہا بھی سمجھ لیا ہے کہ مجھے ضرور ہی واپس دینا ہوگا، پس یہ طرفین کے سمجھ لینے کا نام شرع محمدی میں معاہدہ ٹھہرا، پس اُس کے واپس لینے میں کون امر شرعی مانع ہے، پس بموجب رواج شرعی کے ایک بڑے زبردست فاضل و فقیہ مسمیٰ صوبیدار شیخ حسین صاحب نے مجرد فوت ہوتے ہی اپنی بہو کے اُس کا سب مال و اسباب جہیز کا واپس کر دیا اور اس مال کے استعمال کو واسطے اپنے خلال نہ جانا اور اس معاملہ کو ممبران انجمن بخوبی جانتے ہیں بمقابلہ سمجھ اپنے نہ تو خدا کی مانے اور نہ رسولِ خدا کی، تو پھر علماء و فضلاء کی کب ماننے لگے غرض اگر کوئی ہندوستانی مدراسی عورت کو شادی کرے بعد موت اُس عورت کے موافق رواج ملک کے اُس کو سب جہیز واپس دینا ہوگا، چونکہ پابندی رواج ملک کی اس پر واجب ہوگی برخلاف رواج ملک اپنے کے، غرض فیض النساء بیگم کا اسباب جہیز دینا لڑکی اپنی کو موافق رواج ملک کے طرفین کی رضامندی سے شرعاً معاہدہ ٹھہرا جو حقیقت میں نظیر عاریت کی ہو سکتی ہے، غرض فتوے سے علمائے دین کے صرف دو بات ہے :

اولاً یہ کہ جس ملک میں رواج تملیک کا ہے وہاں ملک لڑکی کی ہوگی اُس میں ماں باپ واپس نہیں لے سکتے اور جہاں رواج عاریت دینے کا ہے وہاں ماں باپ واپس لے سکتے ہیں اور ملک مدراس میں موافق رواج قدیم کے مجرد فوت ہونے لڑکی کے جو کچھ اسباب جہیز میں دیا گیا ہے واپس لیا کرتے ہیں نہ وہاں کوئی تملیک کو پوچھتا ہے نہ عاریت کو، خواہ شوہر متوفیہ کا عربی ہو یا سندھی و یا ہندوستانی، بلا عذر رواج ملک کے واپس کر دیتا ہے انتہی التماس فیض النساء بیگم موافق رواج ملک اپنے کے اور مطابق فتویٰ علمائے دین کے جو آگے لکھ چکا ہوں اپنے داماد ہندوستانی سے پاسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

ثانیاً فیض النساء بیگم کی نسبت جو کچھ حکم مناسب ہو مختصر طور سے دو چار سطر کافی ہیں، باقی جناب کے فتوے کا پہلا مسئلہ جو رواج اسباب جہیز وغیرہ کی نسبت ہے آگے اس استفتاء کے لکھا ہوں جس کا پہلا جملہ حکم شرع مطہر کے لئے ہے، اس تمام مسئلہ کا خلاصہ سہل و سلیس عبارت موافق عام فہم کے جس میں عربی و فارسی عبارت و لغات نہ ہو، براہ نواز شش تحریر فرمائیں، عین بندہ نوازی ہوگی، اُمید کہ جواب بھی اسی کاغذ میں مرحمت ہو تا اعتبار میں بندہ کے فرق نہ ہو۔

الجواب

فتوے فقیر کا وہ مطلب کہ رکن اعظم انجن نے بیان کیا محض غلط ہے، نہ ان الفاظ سے کسی طرح اس کا وہم گزر سکتا ہے، سائل نے ان لفظوں سے سوال کیا تھا کہ ”شرع میں رواج ملک کو مداخلت ہے کیا“ ان کے جواب میں اگر ہاں کہا جاتا تو ایک بڑے معنی کو موہم ہوتا کہ شرع کے حکم میں ان کے غیر کو مداخلت ہے اور اگر ”نہ“ کہا جاتا تو معنی غلط مفہوم ہوتے کہ عرف کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں حالانکہ صد ہا احکام شرع مطہر نے عرف پر دائر فرمائے ہیں لہذا ان لفظوں سے جواب دیا گیا کہ حکم شرع مطہر کے لئے ہے یعنی اصل حکم شرع شریف ہے عرف و رواج وغیرہ کسی کو حکم میں کچھ دخل نہیں کہ خلاف شرع یا بے حکم شرع عرف وغیرہ اپنے آپ کوئی حکم لگا سکیں ان الحکم الا للہ حکم کا مالک بس ایک اللہ ہے ہاں بعض احکام کو شرع مطہر اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے کہ جہاں جیسا عرف ہو شرع اس کا لحاظ فرما کر ویسا ہی حکم دیتی ہے تو اصل حکم شرع ہی کے لئے ہوا اور اسی کے معتبر رکھنے سے وہاں عرف کا اعتبار ہوا یہ مسئلہ ہمیں بھی صورت ثانیہ سے ہے کہ شرع نے یہاں عرف و رواج ملک پر مدار کار رکھا ہے اگر ہمیں دے کر دلہن کو اس کا مالک سمجھتے ہیں تو تملیک ہوگئی اور اگر واپس لے لیتے ہیں تو عاریت رہی، اس فتوے کے صاف معنی یہی تھے نہ یہ کہ یہاں رواج ملک مطلقاً مردود و بے اعتبار ہے، اسی فتویٰ میں صراحتاً یہ لفظ موجود تھے، بالجملہ یہاں مدار عرف و رواج پر ہے اور ان سب اقوال و تفاسیل کا یہی منشا، تو جدھر عرف لے جائے اسی طرف جانا واجب الخ سائل نے سوالات کئی طور پر کئے تھے کہ شرع میں رواج کو دخل ہے یا نہیں، ہمیں جو لڑکی کو دیا جاتا ہے عاریت سمجھا جائیگا یا نہیں۔ اس وجہ سے جواب میں ان تفصیلات تحقیقوں کا افادہ ضرور ہوا، اب کہ آج کے سوال میں خاص مسئلہ فیض النساء بیگم سے سوال اور تصریحاً بیان کیا ہے کہ یہاں تملیک مقصود نہیں ہوتی اور عموماً واپس لیتے ہیں اور گواہ موجود ہیں کہ فیض النساء بیگم نے یہ ہمیں اپنے ہی مال سے دیا، اس کا جواب اسی قدر ہے کہ اس صورت میں ضرور فیض النساء بیگم ہمیں واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے جبکہ اس کی طرف سے کوئی دلیل تملیک نہ پائی گئی ہو کہ جبکہ وہاں مطلقاً عموماً بعد موت عروس واپسی ہمیں کار رواج ہے تو ظاہراً یہ رواج حقیقی ماں باپ کے سوا اوروں میں بھی دائر و دائر ہوگا کہ جو شخص اپنے مال سے عروس کو ہمیں دے بعد موت عروس واپس لے لے کہ جب حقیقی ماں باپ ہمیشہ واپس لیتے ہیں تو اور لوگ بدرجہ اولیٰ واپس لیتے ہوں گے تو اس عرف واپسی بعد الموت میں فیض النساء بیگم بھی داخل ہوتی ہاں غیروں کے لئے یہاں محل نظر اتنا امر تھا کہ ہمیں اپنے مال سے دینا ثابت ہو اس کی نسبت سائل بیان کرتا ہے کہ صد ہا گواہ موجود ہیں تو اب فیض النساء بیگم کو اختیار واپسی ملنے سے کوئی مانع نہ رہا،

وذلك كله ظاهر لمن حقق النظر في فتونا
الاولى هذا ما عندى والعلم بالحق عند ربى
والله سبحانه وتعالى اعلم۔

اور یہ تمام اس شخص کے لئے ظاہر ہے جس نے ہمارے
فتویٰ سابقہ میں تحقیقی نظر ڈالی۔ یہ وہ ہے جو میرے
پاس ہے اور حق کا علم میرے پروردگار کے پاس ہے
اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۸۸ از انجمن بریلی ۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انجمن اسلامیہ بریلی نے ایک یتیمہ کا نکاح کیا، بعد نکاح کے معلوم
ہوا کہ یتیمہ عورت نہیں اس وجہ سے شوہر نے نہیں رکھا اور سامانِ جہیز جو انجمن سے یتیمہ کو دیا گیا تھا وہ واپس آیا، آیا
وہ جہیز حق انجمن کا ہے یا یتیمہ کو ملنا چاہتے؟

الجواب

بیان تفصیلی سوال آئندہ سے معلوم ہوا کہ یتیمہ عورت تو ضرور ہے مگر مرد کے قابل نہیں، عورت نہ ہونے سے
سائل کی یہی مراد ہے، صورتِ مستفسرہ میں وہ جہیز خاص ملک یتیمہ ہے انجمن کا اُس میں کچھ حق نہیں کہ جہیز ان
بلاد بلکہ عامہ امصار کے عرف عام میں تملیکاً دیا جاتا ہے اور عورت اس کی مالک مستقل ہوتی ہے، مرد کے قابل
نہ ہونا کچھ مانع ملک نہیں۔

ردالمحتار میں ہے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی
ملک ہوتا ہے۔ (ت)

في رد المحتار كل احد يعلم ان الجهاز
ملك المرأة۔

اقول تحقیق مقام یہ ہے کہ انجمنوں میں جو روپیہ چندے سے جمع ہوتا ہے اگرچہ ملک چندہ دہندگان
سے خارج نہیں ہوتا کما حقنا بتوفیق اللہ فی کتاب الوقف من فتاویٰنا (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ
کی توفیق سے اپنے فتاویٰ کی کتاب الوقف میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) مگر صدر انجمن جس کے حکم سے یہ سب کام
ہوتے ہیں تمام تصرفات جائز و انجمن میں چندہ دینے والوں کا وکیل مجاز ہے اسباب جہیز کہ اس نے خرید اگرچہ
یہاں کسی شے معین کی خریداری پر توکیل نہیں، نہ وقت ثرائینیت ظاہر کہ چندہ دینے والوں کے لئے خریدتا ہوں
مگر زچندہ سے قیمت دی گئی تو اشیائے خریدہ بھی ان سب کی ملک ہوں بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ بکار انجمن برائے
انجمن خریداری نیت للموکلین ہے کہ انجمن ان کی ہیئات مجموعی سے عبارت ہے۔

في الدر المختار لو وكله لشراء شئ بغیر عينه
در مختار میں ہے کہ اگر کسی نے کسی کو غیر معین شئی کی

خریداری کے لئے وکیل بنایا تو خریداری وکیل کیلئے ہوگی
مگر جبکہ وکیل نے بوقت خریداری موکل کے لئے خریداری
کی نیت کر لی ہو یا موکل کے مال سے خریداری ہو اور ملتقطاً۔

فالشراء للوكيل الا اذا فواه للموكل
وقت الشراء او شراء بمال الموكل او ملتقطاً

اب جس طرح وہ وکیل بالشراحتاً بالبدیہ بھی ہے تو یہ ایک ہی ہے کہ جماعت کی طرف سے بنام یتیمہ واقع ہو اور

ایسا ہیہ مطلقاً جائز ہے اگرچہ شے موہوب قابل قسمت بھی ہو

کیونکہ قابض ایک ہے تو شیوع نہ ہو۔ درمختار میں
ہے کہ دو شخصوں نے ایک شخص کو گھر ہیہ کیا تو صحیح ہے

لان القابض واحد فلا شیوع فی الدر المختار وھب
اشان دار الواحد صحیح لعدم شیوع۔

کیونکہ شیوع نہیں ہے۔ (ت)

یہ اس صورت میں ہے کہ یتیمات کا نکاح کرنا انھیں مال انجمن سے جہیز دینا اغراض مشتملہ معلومہ انجمن میں داخل ہو
جس سے اس امر میں بھی مالکان چندہ کی طرف سے وکیل صدر حاصل ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ بلا اذن مالکین یہ جہیز
صدر نے بطور خود کی تو اب وہ اس شرعے سامان میں فضولی ہوگا اور شرعاً جب تک نفاذ پائے مشتری پر نافذ ہوتا ہے
اور اس صورت میں وقت شرعاً چندہ دہندوں کی طرف اضافت نہ ہونا خود ظاہر، تو تمام سامان بلکہ صدر ہوا اور
اس کی طرف سے یتیمہ کے لئے ہیہ تامہ ہو گیا، یوں بھی صورت مذکورہ میں مال بلکہ یتیمہ ہوگا حتیٰ انجمن سے اصلاً علاقہ
نہیں، ہاں انجمن کے روپے کا تاوان صدر پر آئے گا لخللافہ و اتلافہ فیما لم یؤذن بہ (اس کی مخالفت
اور اس چیز کو تلف کرنے کی وجہ سے جس کا اذن اس کو نہیں دیا گیا تھا۔ ت) درمختار میں ہے :

اگر کسی نے دوسرے کے لئے کچھ خریدتا تو شرعاً مشتری

پر نافذ ہوگی جبکہ اُسے دوسرے کی طرف مضاف

نہ کیا ہو۔ اور اگر دوسرے کی طرف اس کی اضافت

کی اور یوں کہا کہ یہ شئی فلاں کے لئے بیع، اس

پر بایع نے کہا کہ میں نے فلاں کے لئے بیچی تو یہ شرعاً موقوف ہوگی، بزازیہ وغیرہ اختصار۔ اور اللہ

سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

لو اشتری لغيره نفذ علیه اذا لم يضمنه

الی غیرہ فلو اضاف بان قال بع هذا الفلان

فقال بعته لفلان توقف بزازیة وغیرہ باختصار، واللہ

سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

پر بایع نے کہا کہ میں نے فلاں کے لئے بیچی تو یہ شرعاً موقوف ہوگی، بزازیہ وغیرہ اختصار۔ اور اللہ

سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

۱۰۵/۲	مطبع مجتہبائی دہلی	کتاب الوکالۃ باب الوکالۃ بالبیع والشراء	۱
۱۶۱/۲	" " "	کتاب الہبۃ	۲
۳۱/۲	" " "	باب البیع الفاسد فضل فی الفضولی	۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی جس وقت شادی ہوئی تو اُس کے والدین نے حسب دستور جوڑے زیور وغیرہ چڑھایا اور بعد نکاح ہونے کے لڑکی کے والدین نے کچھ زیور اور جوڑے وغیرہ جہیز میں دیا بعد کچھ زیور نکاح کے بعد بنو ادیا زید نے، اور کچھ کپڑا وغیرہ بھی علاوہ معمولی کپڑے کے، اور اس عورت نے وقت مرنے اپنے شوہر کے اور اب تک مہر بھی معاف نہیں کیا بلکہ مرتے وقت اُس کے پاس بھی نہیں گئی اور زید کے نام کچھ جائداد وغیرہ نہیں ہے، اس صورت میں اُس مال کا مالک کون ہوگا اور مہر کا ادا کرنا کسی کے ذمے عائد ہوگا یا نہیں، اگر عائد ہوگا تو کس کے ذمے ہوگا؟

الجواب

جو کچھ زیور، کپڑا، برتن وغیرہ عورت کو جہیز میں ملا تھا اُس کی مالک خاص عورت ہے اور جو کچھ چڑھاوا شوہر کے یہاں سے گیا تھا اُس میں رواج کو دیکھا جائے گا، اگر رواج یہ ہو کہ عورت ہی اس کی مالک سمجھی جاتی ہے تو وہ بھی عورت کی ملک ہو گیا، اور اگر عورت مالک نہیں سمجھی جاتی ہے تو وہ جس نے چڑھایا تھا اسی کی ملک ہے خواہ والد شوہر ہو یا والدہ یا خود شوہر۔ اور جو زیور زید نے بعد نکاح بنوایا اگر عورت کو تملیک کر دی تھی یعنی یہ کہہ دیا تھا کہ میں نے یہ زیور تجھے دے ڈالا تجھے اس کا مالک کر دیا اور قبضہ عورت کا ہو گیا تو یہ زیور بھی ملک زن ہو گیا، اور اگر کہا کہ تجھے پہننے کو دیا تو شوہر کی ملک رہا۔ اور اگر کچھ نہ کہا تو رواج دیکھا جائے گا، اسی طرح زیور بنا دینے کو اگر عورت کی تملیک سمجھتے ہیں تو بعد قبضہ عورت مالک ہوگی ورنہ ملک شوہر پر رہا، عورت کا مہر ذمہ شوہر ہے، اگر شوہر کا کچھ مال مثلاً یہی زیور کہ اس نے بنا دیا تھا اور عورت کی ملک اس میں ثابت نہ ہوئی تھی، یا اور جو چیز ملک شوہر پالے اُس سے وصول کر لے، اگر ملک شوہر کچھ نہ ملے تو شوہر کے والدین وغیرہما سے کچھ مطالبہ کسی وقت نہیں کر سکتی جبکہ انھوں نے مہر کی ضمانت نہ کر لی ہو اُس کا معاملہ عاقبت پر رہا اور افضل یہ ہے کہ شوہر کو معاف کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰ از ملک برہما شہر اکیاب تھا نہ منگدوچ پوسٹ آفس ناکپور بازار موضع رام پور سیلی مسئلہ نانظر علی صاحب داد و مستدمعتاد و معروف کہ در مصالح انتظام مناکحت و مصاہرت مروج و مالوف ست از رفتہ شرع شریف جائز است یا نہ، اگر چیزے و نقدے بنا بر عرف دیار خود از مخاطب و ناکح گرفتہ می شود خواہ بشرط باشد یا بغیر شرط چنانکہ در دیار بنگالہ عرف و عادات کے مطابق دینا اور لینا جو کہ شادی بیاہ کے انتظامی مصالح کے لئے مروج و مانوس ہے شرع شریف کی رو سے جائز ہے یا نہیں، اگر کوئی چیز یا نقدی اپنے علاقے کے رواج کے مطابق مخاطب (پیغام نکاح دینے والا) اور

و برہما از قدیم الایام دستور است کہ از خطاب و ناکح
قبل عقد نکاح بطور ساحتی لوازمہ شادی و نکاح کہ
مراد از برگ قبول و پوپل و جغزات و شکر و غیر ذلک باشد
و خرچہ ضیافت اجاب طرفین می گیرند جائز خواهد شد
یا نہ و بعضی علمائے بنگالہ و برہما می گویند کہ بایں طور
گرفتن جائز نیست زیرا کہ رشوت است و در اقسام
رشوت داخل پس قول ایشان صحیح است یا نہ۔ بینوا
بند الکتاب تو جروا من اللہ الوہاب فی یوم الجزاء
و الحساب۔

ناکح سے لی جاتے چاہے مشروط ہو یا غیر مشروط،
جیسا کہ بنگال اور برہما کے علاقوں میں زمانہ قدیم سے
دستور چلا آ رہا ہے کہ عقد نکاح سے پہلے مخاطب و
ناکح سے شادی اور نکاح کے لئے ضروری سامان کے
طور پر لیتے ہیں جس سے ان کی مراد پان کے پتے،
سپاری، چھالیہ، دہی، شکر اور فریقین کے اجاب
کی دعوت کا خرچہ ہوتا ہے، کیا یہ جائز ہے یا ناجائز،
بنگال و برہما کے بعض علماء کہتے ہیں کہ اس طرح لینا
جائز نہیں کیونکہ یہ رشوت ہے اور رشوت کی رقموں

میں داخل ہے، کیا ان کا قول صحیح ہے یا نہیں؛ بحوالہ کتاب بیان فرمائیں جزاء و حساب کے روز بہت
عطا فرمانے والے معبود سے اجر پائیں۔ (ت)

الجواب

رشوت آنست کہ در بعض اقوام ارادل شائع
ست کہ دختر و خواہر خود را بزنی نہ ہند تا چیزے
بمعاوضہ از مخاطب برائے خود نگیرند و نیز آنست
کہ کسے مولیہ خود را بزنی دادہ باشد و بشوئی نسپرد
تا چیزے برائے خود نگیرد و فی البزانیة
الاخ اخی ان یزوج الاخت الا ان
یدفع الیہ کذا دفع لہ ان یاخذہ
قائما و ہا لکالانہ سرشوة لم اھ و
فی تنویر الابصار و الدر المختار
و مراد المختار اخذ اهل المرأة
شیئا عند التسليم بان اخی

رشوت وہ ہے جو بعض قوموں میں رائج ہے کہ اپنی بیٹی
یا بہن کا رشتہ کسی سے اس وقت تک نہیں کرتے
جب تک مخاطب سے اپنے لئے کوئی چیز حاصل
نہ کر لیں، نیز رشوت وہ ہے کہ کوئی شخص اپنے زیر و لا
لڑکی کا رشتہ تو کر دے مگر اپنے لئے کچھ لئے بغیر لڑکی
شوہر کے حوالے نہ کرے۔ بزازیہ میں ہے کہ بھائی نے
اپنی بہن کی شادی کرنے سے اس وقت تک انکار
کیا جب تک کہ اس کو کچھ دیا نہ جائے چنانچہ اس کو
کچھ دے دیا گیا تو دینے والے کو یہ حق حاصل ہے
کہ وہ اس بھائی سے واپس لے چاہے وہ
دی گئی شے اس کے پاس موجود ہو یا ہلاک ہو چکی ہو

ان یسلمہا اخوها ونحوہ حتی یاخذ شیئا
فلنزوج ان لیستزده لانه رشوة اما انچه بر وجه
صلہ و ہدیہ و معونہ متعارف شدہ است تا در ضیافت
و امثالہا صرف کردہ شود ز نہار نہ رشوت ست نہ حرام
فی الخیریۃ رجل خطب من اخر اختہ و
دفع لہا شیئا یسمی ملاکا و در اہم ایضا
من عادیۃ اہل النزوجۃ اتخاذا الطعام
بہا ان اذن لہم باتخاذہ و اطعامہ للناس
صا رکانہ اطعم الناس بنفسہ طعاما
لہ و فیہ لایرجع۔ تمام تحقیق اس مسئلہ در فتاویٰ
فقیر مذکورست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیونکہ وہ رشوت ہے اور خیر لاکھانا
اور ردالمختار میں ہے کہ رشوت والوں کے لئے
وقت کوئی شے حلال کی جائے کہ عورت کے بھائی
وغیرہ نے کچھ لئے بغیر وہ عورت شوہر کے لئے کرنے سے
انکار کر دیا تو شوہر وہ شے واپس لے سکتا ہے کیونکہ وہ
رشوت ہے، مگر وہ جو تحفہ، ہدیہ اور امداد کے طور
پر متعارف ہے کہ اس کو دعوت وغیرہ میں خرچ کریں
وہ ہرگز رشوت و حرام نہیں ہے۔ خیر یہ میں ہے کہ
ایک شخص نے دوسرے کو اس کی بہن سے نکاح کا
پیغام دیا اور اس کو کوئی شے دی جس کو ملاک کہا جاتا ہے
اور کچھ درہم بھی دئے کہ عورت والوں کی عادت اس سے

کھانا تیار کرنے کی ہے، اگر اس نے ان کو کھانا تیار کرنے اور لوگوں کو کھلانے کی اجازت دی ہے تو ایسا ہی
ہے جیسے اس نے بذات خود اپنی طرف سے لوگوں کو کھانا کھلایا ہو لہذا اس میں رجوع نہیں کر سکتا۔ اس
مسئلہ کی پوری تحقیق فقیر کے فتاویٰ میں مذکور ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۹۱ از کھاتہ نگریا مسئلہ سید ضیاء الدین احمد صاحب ۹ محرم شریف ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد نعیم خاں نے اپنے بست سالہ لڑکے عبدالرحیم خاں کا
نکاح ایک لڑکی سے کیا اور قبل عقد حسب رواج کچھ زیور طلائی و نقرئی اس لڑکی کو چڑھایا، رخصت نہ ہونے
پائی تھی کہ عبدالرحیم خاں انتقال کر گیا، لڑکی اپنے والدین کے گھر رہی، شوہر کو بالکل دیکھا بھی نہیں، ایسی حالت
میں وہ زیور والد متوفی کو قابل واپسی ہے یا نہیں، اور یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ ایسے موقع پر اکثر زیور عاریت
لے کر بھی چڑھا دیتے ہیں اور بعد رخصت واپس لے کر دے دیتے ہیں۔ یہ شخص بہت قلیل المعاش اور معمولی
شخص تھا اس کے والدین اس قدر حیثیت نہیں رکھتے کہ اس قدر کثیر مال کے زیور کو اپنے پسری کی زوجہ کو بعد رخصت

۲۰۳/۱	مطبع مجتہائی دہلی	باب المہر	۱۔ در مختار
۳۶۶/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۲۔ ردالمختار
۲۷/۱	دار المعرفۃ بیروت	"	۳۔ فتاویٰ خیریۃ

بھی بخشیدہ اور موہو بہ سمجھ لیتے اور اُن کے یہاں رواج عام بھی خانگی ایسا ہی ہو رہا ہے کہ اگر ایسا چڑھاوا چڑھایا تو بعد رخصت واپس لے لیا، اگر ذمی مقدور ہوئے اور حاجت نہ ہوئی تو چھوڑ دیا، فقط۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اُس کی واپسی ضروری ہے،
 لانه لاهبة نصابا دلالة ولو اشترك العرف
 لم يدل على التملك وكان الدافع ادعى
 بجهة الدفع - والله تعالى اعلم۔

اس لئے کہ یہ نہ تو صراحتاً ہی بہہ ہے اور نہ ہی دلالتاً، اور
 اگر عرف مشترک ہو تو تملیک پر دلالت نہیں کرتا اور
 دینے والا دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم (ت)

یکم رجب ۱۳۲۹ھ

مسئلہ عبدالرحیم خاں

۹۲

(۱) شادی کے قبل جس کو چڑھاوا کہتے ہیں جو کہ دُھن کو کچھ زیورات و کپڑا وغیرہ پہنایا جاتا ہے وہ کیسا ہے؟
 (۲) جس کو لگن کہتے ہیں ایک پتیل کی تھالی ہوتی ہے جس میں کچھ روپیہ کپڑا وغیرہ دُھن کی طرف سے رکھ کر
 دو لہا کے مکان پر آتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا مالک کون ہے؟

الجواب

(۱) جائز ہے پھر اگر اس سے مقصود دُھن کو مالک کر دینا ہوتا ہو تو بعد قبضہ دُھن مالک ہو جائے گی ورنہ
 جس نے چڑھاوا اس کی ملک رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 (۲) جائز ہے اور دو لہا بعد قبضہ اس کا مالک ہو جاتا ہے کہ اس میں یہی عرف عام ہے اور لگنے میں رواج
 مختلف۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹۳ مسئلہ از بلہاری احاطہ مدراس مسئلہ محمد نصیر الدین صاحب قادری حنفی ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید بچپن سے اپنے باپ کے ساتھ ایک ہی دکان میں بیوپار کرتا رہا (یعنی اپنے باپ کے ماتحت تھا اور
 کام بھی کرتا تھا) اور اپنے باپ ہی کے گھر میں تھا مذکور زید کی شادی باپ عمر و نے ہی کیا اب زید نے انتقال کیا
 مرحوم زید کی عورت اپنا جہیز اور اپنا مال و زر اور وہ مال جو نسبت کے وقت اس کو دئے ہیں (عرف میں جس کو
 چڑھاوا کہتے ہیں) اور اپنا مہر اپنے خمر سے طلب کر سکتی ہے یا نہیں اور اس کی عدت میں نان و نفقہ کس کے
 ذمہ ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

جہیز تو سب عورت کا ہے اس میں کسی کا حق نہیں۔ ردالمحتار میں ہے،

كُلُّ أَحَدٍ يَعْلَمُ أَنَّ الْجِهَانَ مَلَكَ الْمَرْأَةَ لِأَحَقِّ
لِأَحَدٍ فِيهِ

ہر شخص جانتا ہے کہ جہان مالکِ عورت ہے
میں کسی کا کوئی حق نہیں ہے۔

اور چڑھاوے کا اگر عورت کو مالک کر دیا گیا تھا خواہ مراحتہ کہہ دیا تھا کہ ہم نے اس کا بچہ مالک کیا اور عورت
عرف سے ثابت ہو کہ تمہیں ہی کے طور پر دیتے ہیں جب تو وہ بھی عورت ہی کی بلکہ سب دور میں سے عورتوں کا
اُس کی ملک ہے باقی مال و زر جو اپنے باپ کے یہاں سے لائی یا شوہر یا شوہر کے باپ سے بطور تمہیں
اُس کو دیا یعنی ہبہ کر کے قبضہ دے دیا وہ بھی عورت ہی کی ملک ہے اور اگر گھر کے خرچ کے لئے دیا اور مالک
نہ کیا یا بطور امانت اس کے پاس تھا تو شوہر یا اُس کا باپ جس کا تھا اُس کا ہے مہر کا مطالبہ شوہر پر ہے اگر
اس کا ذاتی مال ہو اُس سے وصول کرے شوہر کے باپ پر دعویٰ نہیں کر سکتی جب تک اُس نے کفالت نہ کر لی ہو
عدتِ طلاق کا نفقہ ہوتا ہے عدتِ موت کا نفقہ ہی نہیں جس کا وہ کسی سے مطالبہ کر کے اپنے پاس سے نکلتے
واللہ تعالیٰ اعلم۔

لے رد المحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۵۲۹۳۶۸/۲

باب نکاح الکافر

(کافر کے نکاح کا بیان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ ۹۵ از شاہجہاں پور محلہ بارہ درہی مرسلہ عبداللہ خاں صاحب ۵ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ
زید نے قادیانی مذہب اختیار کر لیا اور اس کی عورت بدستور اپنے اصلی مذہب حنفی پر رہی گو زید نے
مذہب قادیانی گوارا کرنے میں اپنی عورت کو مجبور نہیں کیا لہذا ایسی حالت میں کہ جب ما بین زن و شوہر کے اختلاف
مذہب ہو گیا از روئے حکم شرع شریف کے بحالت طرز معاشرت در میان زن و شوہر جائز ہے یا نہیں؟ بلینوا
توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں عورت فوراً نکاح سے نکل گئی اُن میں باہم کوئی علاقہ نہ رہا مرد محض بیگانہ ہو گیا اب
اس سے قربت زمانے خالص ہوگی۔ تنویر الابصار میں ہے:

وامر تدا داحدا ہما فسخ عاجل۔ واللہ
خاوند بیوی میں سے کسی ایک کے مرتد ہو جانے سے اُسی
وقت نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

۹۶ مسئلہ از ریاست بھوپال کچا بنگلہ چیف سکریٹری صاحب مرسلہ مجتبیٰ علی صاحب صاحب
۱۰ رمضان المبارک، ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت قوم نصاریٰ یا مجوسی سے اور وہ اگر مسلمان نہیں ہوئی ہے وہ اپنے مذہب پر قائم ہے، ایک شخص کہ وہ مسلمان ہے اور وہ شخص اس کے ساتھ عقد کرنا چاہتا ہے، اور وہ عورت مسلمان نہیں ہوئی، تو اس کے ساتھ نکاح جائز ہے یا مسلمان بننے تو جائز ہے؟ بینوا تو جبروا

الجواب

عورت مجوسیہ سے مسلمان نکاح نہیں کر سکتا، اگر کرے گا باطل ہوگا، یوں ہی نصرانیہ سے ایک قول پر اور دوسرے قول پر نصرانیہ سے نکاح اگرچہ ہو جائے گا مگر ممنوع و گناہ ہے، پہلے قول پر اس سے بچنا فرض ہے اور دوسرے قول پر واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹۷ مسئلہ از خیر آباد ڈاکخانہ خاص محلہ شیخ سرائے ضلع سیتاپور مرسلہ امتیاز علی صاحب
۹ سوال، ۳۳ ۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ دونوں مسلمان حنفی المذہب زن و شوہر ہیں ہندہ سیدہ ہے مگر جاہل بیوقوف تند مزاج ہے اور زید شیخ کچھ لکھا پڑھا اور سخت مزاج غصہ ور ہے اور ہر دو معزز اور ایسے خاندان کے ہیں جو اپنے مذہب کے پابند و مطیع اور مسائل شریعت سے واقف ہیں جس میں ایک دوسرے کے حقوق کے بھی مسائل شامل ہیں، زید چاہتا ہے کہ ہندہ پرورش اطفال و خدمت خود و خاطر مدارات اعزاء و اجاب و امور خانہ داری و مہمان نوازی تا بہ مقدور کرے، اگر کوئی کام زید کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے تو زید ہندہ سے سختی سے پیش آتا ہے اور اکثر سخت مگر مہذب الفاظ کہتا ہے ایسے کاموں میں وسط رمضان مبارک میں زید ہندہ سے خفا ہوا اور ہندہ سے کہا کہ میں نے تم کو بارہا نصیحت کی اور پھر اپنے اور تمہارے گھروالوں میں فضیحت کی مگر کچھ سود مند نہ ہوا اب صرف اذیت کا درجہ باقی ہے جس کو اگر میں چاہوں تو مجھ کو پہنچانے کا حق ہے اور یہ شرعی احکام ہیں مگر میں بوجہ شرافت اس کو پسند نہیں کرتا ہوں اگر تم کو یہ پسند نہیں ہے اور نباہ ہونا مشکل ہے تو مجھ سے کہہ دو کہ میں تم کو آزاد کر دوں یعنی طلاق دے دوں کیونکہ شریعت کا یہ تعلیم ہے بعد کو تم اپنا کر لینا جیسا تم کو اچھا معلوم ہو میں اپنا کر لوں گا اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ اس پر ہندہ نے غصہ میں آکر کہا کہ ”چولھے میں جائے ایسی شریعت“ یا ”مری پڑے ایسی شریعت پر“ زید کو فقرہ اول یاد ہے کہ ہندہ نے کہا تھا، ہندہ اس سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے فقرہ نمبر ۲ کہا تھا

اور کہتی ہے کہ مجھ سے غصہ میں روزمرہ کی بول چال کے مطابق یہ الفاظ نکل گئے اس سے میری غرض یا نیت اسلام سے خارج ہونے کی نہ تھی نہ تحقیر شریعت، لہذا مفصلہ ذیل امور کا جواب برائے خدا و رسول بجا کہ کتب جلد مرحمت فرمائیے؛

(۱) کیا فقرہ مذکورہ بالا سے ہنہ مرتد ہوگئی اور اسلام سے خارج ہوئی؟

(۲) اگر مرتد ہوگئی تو کیا نکاح فسخ ہوگیا اور ہنہ درجہ طلاق میں گئی؟

(۳) کیا اب زید بلا طلاق دئے ہوئے ہنہ سے تعلق ترک کر سکتا ہے اور کوئی مواخذہ اس سے نہ ہوگا؟

(۴) کیا بحالت مرتد ہونے کے اور نکاح فسخ ہونے پر مہر سابقہ کلیتہً یا اس کا کوئی جز اس پر واجب الادا ہے

یا بالکل سوخت؟

(۵) کیا ایسی صورت میں ہنہ بعد تجدید ایمان بلا اجازت زید دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟

(۶) کیا ہنہ کا نفقہ ایسی صورت میں زید پر واجب الادا ہے؟

(۷) اگر ہنہ نے تجدید ایمان کر لیا تو کیا زید و ہنہ باہم گہ تجدید نکاح پر شرعاً مجبور ہیں اور اگر نہ کریں تو کوئی مواخذہ

تو نہ ہوگا؟

(۸) صورت حال میں اگر زید تجدید نکاح پر تیار ہو تو مہر سابقہ تعداد پر معین ہوگا یا اب تعداد جدید فریقین کی

رضامندی پر معین ہوگی۔

(۹) صورت حال میں کیا ہنہ زید کی مرضی کے موافق کم مہر پر مجبور کی جائے گی اور تعداد مہر کم سے کم کیا

ہو سکتی ہے؟

الجواب

ہنہ نے پہلا فقرہ کہا ہو خواہ دوسرا، ہر طرح اس کا ایمان جاتا رہا کہ اس نے شرع مطہر کی توہین کی، مگر ہنہ نکاح سے نہ نکلی، نہ ہرگز اسے روا ہے کہ بعد اسلام کسی دوسرے سے نکاح کر لے لان الفتویٰ علی سوا یتہ النوادر لاجل فساد الزمان کما بینناہ فی فتاوانا (کیونکہ فساد زمانہ کی وجہ سے فتویٰ نوادر کی روایت پر ہے جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ ت) ہاں بعد اسلام زید سے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی احتیاطاً لاصل المذہب (احتیاط کے طور پر واسطے اصل مذہب کے۔ ت) زید اگر اس سے ترک تعلق چاہے تو طلاق دے، ہنہ کا نفقہ زید پر نہیں جب تک اسلام نہ لائے کہ وہ اپنے فعل سے زید پر حرام ہوگئی ہے ولا نفقہ لمرئدہ (مرتدہ کے لئے کوئی نفقہ نہیں۔ ت) مگر مرتدہ ہونے سے مہر مدخولہ ساقط نہیں ہوتا تمام و کمال بدستور زید پر واجب ہے، تجدید نکاح میں مہر جدید برضائے فریقین معین ہونا یا پہلی تعداد کا لحاظ کچھ ضرور نہیں بلکہ ہنہ سب سے کم مہر پر مجبور کی جا سکتی ہے جس طرح نکاح پر مجبور

کی جائے گی۔ درمختار میں ہے :

تَجْبِرُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَعَلَى تَجْدِيدِ النِّكَاحِ نَزْجًا
لَهَا بِمَهْرٍ لِيَسِيرَ كَدِّ بِنَارٍ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى

اسلام پر مجبور کی جائے گی اور بطور درمختار
ایک دینار کے بدلے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی
اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

فَلِكُلِّ قَاضٍ أَنْ يَجِدَ دَهْ بِمَهْرٍ لِيَسِيرَ وَ لَوْ
بِدِينَارٍ رَضِيَتْ أَمْرًا

یہ قاضی کو اختیار ہے کہ وہ اُس عورت سے کمترین مہر
کے عوض تجدید نکاح کرائے اگرچہ ایک دینار ہو چاہے
وہ عورت اس پر راضی ہو یا نہ ہو۔ (ت)

مہر کی اقل مقدار دس درم ہے کہ یہاں کے دو روپے تیرہ آنے سے کچھ کم ہے یعنی ۱۲/۹ پائی۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۸ از نذر محمد خاں صاحب امام جامع مسجد ملا جی صاحب ڈاکخانہ خاص لگانہ ضلع رہتک۔
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ کسی ہندو کی لڑکی نابالغ بغیر اجازت والی کے کہیں سے
لے آوے اور بغیر مسلمان کے نکاح پڑھا دیوے جائز ہے یا کہ نہیں، اور اسی طرح سے مسلمان نابالغ لڑکی
سے بغیر اجازت والی کے دوسرا کوئی نکاح پڑھا دیوے تو پھر والی اس کو توڑ سکتا ہے یا کہ نہیں اور پڑھانے
والے پر کیا الزام ہے؟ بینوا تو جبروا۔

الجواب

نابالغہ کا نکاح بے اجازت ولی نافذ نہیں ہو سکتا، ولی اس کو فسخ کر سکتا ہے، اور ہندو کی لڑکی
سمجھ وال کہ اسلام و کفر جانتی ہے اگر کفر اختیار کرے تو خود مشرک ہے، اور سمجھ وال نہ ہو تو اپنے باپ کے اتباع
سے مشرک ہے، بہر حال اس سے نکاح باطل ہے اگرچہ با اجازت ولی ہو، ہاں اگر سمجھ دار ہونے کی حالت میں
ایمان لے آئے اس کے بعد با اجازت اُس کے کسی ولی مسلم ورنہ اذن حاکم اسلام سے نکاح کیا جائے تو صحیح ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۱۰/۱

مطبع مجتہاتی دہلی

باب نکاح الکافر

۱۵ درمختار

۳۹۲/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

” ” ”

۱۵ ردالمختار

۹۹ مسئلہ از لکھنؤ محلہ گڈیا کمال جمال مسئلہ مولوی عابد حسین صاحب عباسوی ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رافضیہ عورت سے نکاح شرعاً جائز ہے یا ناجائز، نیز اگر
 دھوکہ سے کوئی شخص کسی رافضیہ عورت سے نکاح کرے مثلاً زید کو یہ نہیں معلوم ہے کہ عورت کا مذہب سُنی ہے
 یا شیعہ، اور زید سے پوشیدہ بھی رکھا جائے اور بعد کو معلوم ہو جائے اور منکوہہ تو بہ بھی نہ کرے تو ایسی میں کیا
 کرنا چاہئے۔ بینوا تو جروا

الجواب

رافضیہ سے نکاح باطل محض ہے اس وقت معلوم ہو یا نہ ہو بہر حال اس پر فرض ہے کہ اُس سے جدا
 ہو جائے وہ محض اجنبیہ ہے اصلاً قابلیت نکاح نہیں رکھتی جب تک اسلام نہ لائے۔ عالمگیری میں ہے :
 وكذلك لا يجوز نكاح المرتدة مع احداً اور اسی طرح مرتدہ کا نکاح کسی سے جائز نہیں۔
 واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

۱۰۰ مسئلہ از بنارس کچی باغ مسئلہ مولوی محمد ابراہیم صاحب شب ۵ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک ہندو قوم کھٹک نے اپنی عورت کو اپنے مذہب کے موافق طلاق
 دے دی، تخمیناً چار ماہ کے بعد عورت مذکورہ مسلمان ہوئی اپنی خوشی و رضا مندی سے، اور جس جلسے میں مسلمان
 ہوئی اُسی جلسہ میں نکاح بھی ہوا، نکاح کیسا ہوا اور اس میں عدت کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں نکاح صحیح ہو گیا، کافر کے لئے عدت تو اصلاً نہیں۔ ردالمحتار میں ہے :
 لا عداة من الكافر عند الامام اصلا فلا تثبت
 الرجعة للنزوح بمجرد طلاقها وقيل تجب والاصح
 الاول كما في القهستاني عن الكرماني ومثله في
 العناية وذكر في الفتح انه اولی۔
 امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک کافر کے لئے
 اصلاً عدت نہیں۔ محض اُس عورت کو طلاق دینے سے
 شوہر کے لئے رجوع ثابت نہ ہوگا، اور کہا گیا ہے کہ
 عدت واجب ہے اور اصح قول اول ہے جیسا کہ قہستانی

میں کرمانی سے ہے اور اسی کی مثل عنایہ میں ہے، فتح میں مذکور ہے کہ یہی اولیٰ ہے۔ (ت)
 اور جب وہ طلاق دے چکا اُسے عورت سے کچھ علاقہ نہ رہا کہ بعد اسلام زن اُس کے اسلام یا انکار کا انتظام

کیا جائے اور یہاں بوجہ عدم حکومت اسلام تین حیض گزرنے تک اس کے اسلام و لائے کے ساتھ ساتھ ہی

اگر محوسی زوجین میں سے کوئی ایک دار الحرب میں یا اس جگہ مسلمان ہو جائے جو دار الحرب کے ساتھ ملتی ہے تو بیوی نکاح سے خارج نہ ہوگی جب کہ دوسرے کے اسلام قبول کرنے سے پہلے اس کو تین حیض نہ آجائیں شرط فرقت یعنی اس مدت کے گزرنے کو سبب فرقت یعنی انکار اسلام کے قائم مقام دیکھنے کی وجہ سے کیونکہ انکار اسلام کا پتا تو عرض اسلام (اسلام پیش کرنے سے چلے گا اور دار الحرب میں عدم ولایت کی وجہ سے عرض اسلام معدوم ہے حالانکہ تفریق کی ضرورت ہے کیونکہ مشرک و مسلم کا نکاح برقرار نہیں رہ سکتا اور تعذر علت کے وقت شرط کو اس کے قائم مقام رکھنا

جائز ہے چنانچہ جب یہ مدت گزر جائے تو اس کا گزرنے تفریق قاضی کے قائم مقام ہو جائے گا بدائع ش) اور یہ مدت عدت نہیں کیونکہ غیر مدخولہ عورت بھی اس حکم میں داخل ہے (حالانکہ غیر مدخولہ پر عدت نہیں)۔ (ت) یہاں نفس طلاق سے فرقت پہلے ہی ہو چکی اور عدت ہے نہیں لہذا انتظار کی اصلاً حاجت نہیں عورت اگرچہ طلاق ہوتے ہی فوراً مسلمان ہو جائے مسلمان ہوتے ہی فوراً نکاح کر سکتی ہے۔ ہدایہ میں ہے:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ عدت پہلے نکاح کا اثر ہے جو اس کے احترام کے اظہار کے لئے واجب ہوتی اور حربی کی ملک کا کوئی ہر نام نہیں اور اسی لئے اس عورت پر عدت واجب نہیں جو گرفتار کر کے لائی گئی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

لو اسلم احد المجوسیین فی دار الحرب و ملحق لہا لم تن حق تحيض ثلاثا قبل اسلام الاخر اقامة لشرط الفرقة (وہو مضی هذه المدة من مقام السبب وهو الابعاء لان الابعاء لا يعرف الابعاء بالعرض وقد عدم العرض لانعدام الولاية ومست الحاجة الى التفريق لان المشرك لا يصلح للمسلم واقامة الشرط عند تعذر العلة جائز فاذا مضت هذه المدة صار مضیها بمنزلة تفریق القاضی بدائع ش) وليست بعدة لدخول غير المدخول بها۔

لابي حنیفة انها ای العدة اثر النکاح المتقدم و جبت اظهار الخطر ولا خطر لملك الحربی وللهذا لا تجب علی المسببة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ نہیں اور اسی لئے اس عورت پر عدت واجب نہیں جو گرفتار کر کے لائی گئی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

۲۰۸ - ۹ / ۱

مطبع مجتہاتی دہلی

باب نکاح الکافر

لے در مختار

۳۹۰ / ۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

باب نکاح اہل الشریک

ردالمحتار

۳۲۸ / ۲

المکتبۃ العربیہ، کراچی

لے ہدایہ

بَابُ الْمُعَاشِرَةِ

(زوجین کے باہمی برتاؤ کا بیان)

۱۰۱ مسئلہ از مسجد جامع میرام پور ضلع ہوگلی مرسلہ سراج الحق صاحب امام جامع مذکور و شیخ بدو دربان چٹکل
۲۷ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا ارشاد ہے آپ کا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے
اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا زید کے لئے بوقت
صحبت اپنی بیوی کے رخسار اور پستان کا بوسہ لینا یا
پستان کو منہ میں دبانا یا شہوت و تلذذ کے طور پر پستان
کو منہ میں داخل کرنا جائز ہے؟ چاہے اس کی بیوی
دودھ والی ہو یا نہ ہو، چاہے قریب البلوغ ہو یا بالغہ،
ہر شق کا جواب دلائل و تفصیلات کے ساتھ بیان
فرمائیں۔ (ت)

الجواب

يجوز للرجل التمتع بعروسه كيف
مرد کے لئے جائز ہے کہ اپنی بیوی کے سر سے لے کر

ما شاء من رأسها إلى قدمها إلا ما نفى الله تعالى عنه ، وكل ما ذكر في السؤال لا نفى عنه ، أما التقبيل فمسنون مستحب يؤجر عليه إن كانت بنية صالحة وأما مص الثديها فكذاك إن لم تكن ذات لبن ، وإن كانت واحترس من دخول اللبن حلقه فلا بأس به ، وإن شرب شيئاً منه قصداً فهو حرامٌ وإن كانت غزيرة اللبن وخشى أن لو مص الثديها يدخل اللبن في حلقه فالمص مكروهٌ ، قال صلى الله تعالى عليه وسلم ومن راع حول الحمى أوشك أن يقع فيه - والله سبحانه وتعالى أعلم -

السؤال الثاني

وكم مدة يجوز له السفر حال كونه مجرداً عنها .

الجواب

السفرات إن كانت بضرورة تقدر بقدرها ولا يعين له حد وقد امر

پاؤں تک جیسے چاہے سفر کرے اور جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اس میں مذکور امور میں سے کسی کے منع نہیں ہے۔ تو مسنون و مستحب ہے اور اگر نیت صیام ہو تو اجر و ثواب ہے۔ رہا پستان کو منہ میں دھانا ، تو اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے جبکہ بیوی دودھ والی نہ ہو اور اگر وہ دودھ والی ہے اور مرد اس بات کا لحاظ رکھے کہ دودھ کا کوئی قطرہ اس کے حلق میں داخل نہ ہونے پائے تو بھی حرج نہیں ، اور اگر اُس دودھ میں سے جان بوجھ کر کچھ پیا تو یہ پینا حرام ہے۔ اور اگر وہ زیادہ دودھ والی ہے اور اُسے ڈر ہے کہ پستان منہ میں لے گا تو دودھ حلق میں داخل ہوگا تو اس صورت میں پستان کو منہ میں لینا مکروہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چراگاہ کے ارد گرد (جانور) چرائے تو قریب ہے کہ وہ (جانور) چراگاہ میں جا پڑے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

دوسرا سوال

بیوی کو چھوڑ کر سفر پر جانے والے کے لئے کتنی مدت تک سفر میں رہنا جائز ہے؟

سفر اگر ضرورت کی وجہ سے ہو تو بقدر ضرورت ہوگا اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ تحقیق حضور اقدس

لے شرح السنۃ للامام البغوی باب مضاجعة الحائض

الملک الاسلامی بیروت

۱۳۰/۲

صلى الله تعالى عليه وسلم بتعجيل القبول
بعد قضاء الحاجة والسفر قطعة من
العذاب يمنع احدكم طعامه وشرابه
ونومه فاذا قضى احدكم نهبه فليعجل
الى اهله او كما قال صلى الله تعالى عليه
وسلم اما اذا كان بلا ضرورة ولم
يستصحبها معه فلا يسكن اكثر من
اربعة اشهر بذلك امر امير المؤمنين
عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفي الحديث
قصة - والله تعالى اعلم -

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضرورت پوری ہو جانے کے
بعد جلدی واپسی کا حکم دیا ہے اور سفر عذاب کا ٹکڑا
ہے جو تم میں سے کسی ایک کو اس کے کھانے پینے
اور سونے سے روک دیتا ہے۔ پس جب تم میں سے
کوئی اپنی حاجت پوری کر لے تو جلدی گھر لوٹے، یا
جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔
لیکن اگر سفر بلا ضرورت ہو اور بیوی کو ساتھ نہ لے کر
جاتے تو چار ماہ سے زیادہ سفر میں نہ ٹھہرے۔
امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے اسی کا حکم فرمایا، حدیث میں قصہ مذکور ہے۔
اور اللہ سبحانہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

۳۔ از حیدر آباد کن معرفت پوسٹ ماسٹر مسلمان صاحب ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ
عمر زید کے خالو ہوتے ہیں اور ان کا وطن تدمر اسی خطہ آودھ ہے، ان کے تعلقات ملازمت
حیدر آباد میں ہوئے، زید اصل باشندہ کا گوری ضلع لکھنؤ کا ہے اور اس نے خطہ متوسطہ میں ملازمت
انگریزی اختیار کی۔ تعارف و قرابت سابقہ کی وجہ سے زید کا نکاح عمر کی دختر کے ساتھ حیدر آباد میں
ہوا اور کوئی شرط کسی قسم کی مہر و آمدورفت وغیرہ کی نسبت نہیں ہوئی، بعد نکاح عمر و نے اپنی دختر کو زید کے
ساتھ متعدد مرتبہ زید کی جائے ملازمت مختلف اضلاع خطہ متوسطہ پر اس کے ہمراہ روانہ کر دیا حتیٰ کہ زید
کی صلب سے ہندہ دختر عمر کے تین اولادیں ہوئیں، نکاح کے چھ سال بعد مسماۃ ہندہ اور خود والد ہندہ
کو یہ عذر ہوا کہ زید کے ساتھ سفر دور و دراز جائے ملازمت زید پر جانا منظور نہیں کیونکہ ان کا بیان ہے
کہ زید کو شرعاً ایسا حق نہیں کہ وہ ہندہ کو سفر میں اپنے ساتھ لے جائے مطالبہ مہر باعث انکار سفر نہیں
قابل دریافت یہ امر ہے کہ ایسی حالت میں زید کو اپنی زوجہ ہندہ کو اپنی جائے ملازمت و سکونت پر لے جانے
کا شرعاً حق ہے کہ نہیں، اگر ہندہ عذر اذیت و تکلیف دہی پر جانے سے انکار کرے اور اس عذر کو ثابت

لے صحیح بخاری کتاب الاطعمہ باب ذکر الطعام قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۱۶/۲
" کتاب الجہاد باب السرعة فی السیر " " " " ۴۲۱/۱

نہ کر سکے یا ثبوت پیش کردہ اگر سمجھا جائے تو زید بعد اذخاں ضمانت معتبر ہندہ کو اپنے ساتھ لے کر گیا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

اصل حکم ہے مرد جہاں رہے اپنی عورت کو اپنے ساتھ رکھے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَأَسْكُنْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكُنْتُمْ لِيَّ عَوْرَتُوْنَ كَمَا مَكَرْتُمْ لَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اور ساتھ ہی یہ حکم ہے کہ عورت کو ضرر نہ پہنچائے، اس پر تنگی نہ کرے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَلَا تَضَارُّوهُنَّ لِيَّ تَضَيَّقُوا عَلَيْهِنَّ

انھیں ضرر نہ پہنچاؤ کہ تم ان پر تنگی کرو۔ (ت)

جبکہ مہر معجل نہ تھا یعنی پیش از رخصت دینا قرار نہ پایا تھا تو عورت کو اپنے نفس کے روکنے کا کوئی

اختیار نہیں، نہ اُس کا باپ اُسے شوہر سے جدا کر سکتا ہے، ہاں اگر شوہر کی طرف سے عورت کو ضرر رسانی

بلاوجہ شرعی ایذا دہی بروجہ کافی ثابت ہو تو اُس کا بند و بست کیا جائے اگرچہ کچھری کے ذریعہ سے ضمانت

داخل کرنے سے ظاہر ایہ سمجھا جاتا ہے کہ زید کوئی ایسا کفیل معتمد پیش کرے گا جو زید کو ایذا رسانی

مانع ہو سکے اور عمرو و ہندہ کو اُس پر اعتبار ہو یا یہ معنی ہیں کہ کوئی ضامن دیا جائے گا کہ اگر زید ایذا رسانی

کرے تو اتنا روپیہ جرمانہ کا بھرے اور وہ نہ دے تو ضامن دے گا۔ اگر معنی اول مراد ہیں تو صحیح و قابل

قبول ہیں اور معنی دوم مراد ہیں تو یہ شرعاً ناجائز و باطل ہے مالی جرمانہ نہیں ہو سکتا لاندہ منسوخ

والعمل بالمنسوخ حرام (کیونکہ یہ منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے۔ ت) اور اللہ تعالیٰ

خوب جانتا ہے۔

مسئلہ از قادری گنج ضلع بیرجھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

جماع کے وقت شوہر کا اپنی بی بی کی فرج دیکھنا تاکہ لذت پوری پوری حاصل ہو یا شوہر کا اپنی بی بی کی

شرمگاہ کو مس کرنا اور عورت کا اپنے شوہر کے آلہ تناسل کو مس کرنا تاکہ آلہ تناسل ایستادہ ہو ایسا کرنا

جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

زوجین کا وقت جماع ایک دوسرے کی شرمگاہ کو مس کرنا بلاشبہہ جائز بلکہ بہ نیت حسنہ مستحسن

لہ القرآن الکریم / ۶

۵ " " / ۶

موجب اجر ہے کما روی عن نفس سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جیسا کہ خود ہمارے سردار امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ ت) مگر اُس وقت روایت فرج سے حدیث میں ممانعت فرمائی اور فرمایا: فانہ یورث العمی وہ نابینائی کا سبب ہوتا ہے۔ علماء نے فرمایا کہ محتمل ہے کہ اس کے اندھے ہونے کا سبب ہو یا وہ اولاد اندھی ہو جو اس جماع سے پیدا ہو یا معاذ اللہ دل کا اندھا ہونا کہ سب سے بدتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب القسم

(بیویوں میں باری مقرر کرنا اور حقوق میں مساوات کھنا)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوجہ کو بے وجہ شرعی ایذا دینا اور رعایت مساوات و زوجہ میں نہ کرنا اور دونوں کو مکان و احد میں جبراً رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبروا

الجواب

ہر چند اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی،

الرجال قوامون على النساء بما فضل بعضهم
على بعض وبما انفقوا من اموالهم۔
مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان
میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ

مردوں نے ان پر مال خرچ کئے۔ (ت)

یہاں تک کہ حدیث میں آیا اگر کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم کرتا عورت کو حکم دیتا کہ مرد کو سجدہ کرے مگر
عورتوں کو بے وجہ شرعی ایذا دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ ان کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی اور ان کی بدخونی پر صبر اور

اُن کی دلجوئی اور جن باتوں میں مخالفتِ شرع نہیں اُن کی مراعات شارع کو پسند ہے جناب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات کی دلجوئی کرتے اور فرماتے،

ان من اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا
والطفہم باہلہ
بیشک مومنوں میں سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے
جو ان میں سے زیادہ حسن اخلاق والا اور اپنی اہل کے
ساتھ زیادہ مہربان ہے۔ (ت)

اور فرماتے :

خیرکم خیرکم لاہلہ وانا خیرکم لاہلی
زیادہ اچھا برتاؤ کرنے والا ہے اور میں اپنی اہل کے ساتھ حسن سلوک میں تم سب سے بہتر ہوں۔ (ت)
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وعاشروہن بالمعروف۔ (اور ان (اپنی بیویوں) کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ (ت)

امام غزالی اجیار العلوم میں لکھتے ہیں :

واعلم انه لیس من حسن الخلق معہا
کف الاذی عنہا بل احتمال الاذی منہا
والحلم عند طیشہا وغضبہا اقتداءً برسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ
اور نوجوان لے کہ عورت کے ساتھ حسن خلق یہ ہی نہیں
کہ اس کو ایذا نہ دے بلکہ اس کی طرف سے اذیتیں
برداشت کرنا اور رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی پیروی کرتے ہوئے اُس (عورت) کے طیش و
غضب کے وقت تحمل اختیار کرتا ہے۔ (ت)

اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے مردوں کے حق اُن پر مقرر فرمائے اُن کے حق بھی مردوں پر مقرر کئے ولہن
مثل الذی علیہن بالمعروف (اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق۔ (ت)
اذا نجلہ کھلانے پہنانے وغیر سب امور اختیار میں اسیں برابر رکھنا واجب ہے،

۴۱۵/۶	دارالکتب العلمیۃ بیروت	حدیث ۸۷۱۹	۱ شعب الایمان
۴۱۵/۶	" " "	۸۷۱۸	" "
		۱۹/۴	۳ القرآن الکریم
۴۳/۲	المکتبۃ المشہد الحسنی ایران	الباب الثالث فی آداب المعاشرة	۴ اجیار العلوم
		۲۲۸/۲	۵ القرآن الکریم

درمختار میں ہے واجب ہے اور آیت کا ظاہر یہ ہے
کہ عدل کرنا فرض ہے (نہر) یعنی قسم میں ظلم نہ کرے بایں
صورت کہ شب باشی، لباس، کھانے اور صحبت
میں برابری قائم رکھے۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر فرق کرے گا قیامت میں ایک طرف جھکا اٹھے گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فرماتے ہیں:

من كان له امرأتان فمال الى احداهما دون
الآخرى جاء يوم القيامة واحدا شقيها مائلًا

جس کی دو عورتیں ہوں وہ ان میں سے ایک کی طرف
میلان کرے اور دوسری کو نظر انداز کرے تو قیامت
کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کی ایک جانب جھکی ہوگی (ت)

اور انہیں مکان واحد میں جبراً رکھنا جائز نہیں بلکہ ہر ایک کو مکان علیحدہ کا مطالبہ شوہر سے پہنچتا ہے،

درمختار میں ہے کہ دو بیویوں میں سے ہر ایک اپنے
شوہر سے گھر کا علیحدہ مکان طلب کر سکتی ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔ (ت)

في الدر المختار لكل من زوجته مطالبته
بيت من دار علي حدة - والله تعالى اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رعایت مساوات دو زوجہ میں مرد پر واجب ہے
یا نہیں؟ اور اگر ان میں قوم طوائف میں سے ہو تو کچھ فرق کیا جائے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب

مرد پر اپنی دو زوجہ حرہ کو کھلانے اور پہنانے اور پاس رہنے وغیرہ امور اختیار یہ میں برابر رکھنا واجب
ہے اور اس امر میں طوائف وغیر طوائف شریف و رذیل میں کچھ فرق نہیں کہ آیت قسم مطلق ہے۔

درمختار میں ہے واجب ہے اور آیت کا ظاہر یہ ہے
کہ عدل کرنا فرض ہے (نہر) یعنی قسم میں ظلم نہ کرے،
بایں صورت کہ شب باشی، لباس، کھانے اور صحبت

في الدر المختار يجب و ظاهر الآية انه
فرض، نهزات يعدل اي ان لا يجوز
فيه اي في القسم بالتسوية في البيتوتة و

۲۱۱/۱

مطبع مجتہبائی دہلی

باب القسم

۱ درمختار

۱۲۳/۱

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

باب القسمة بین النساء

۲ سنن ابن ماجہ

۲۷۱/۱

مطبع مجتہبائی دہلی

باب النفقة

۳ درمختار

فی الملبوس والماکول والصحبة۔

میں برابری قائم رکھے (ت)

یہاں تک کہ اگر فرق کرے گا قیامت کو ایک طرف جھکاؤ ٹھے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
 من کان له امرأتان فما الی احدہما دون
 الاخری جاء یوم القیمة و احد شقیہ مائل۔
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس کی دو بیویاں ہوں ان میں سے ایک کو نظر انداز
 کرتے ہوئے دوسری کی طرف میلان کرے تو قیامت
 کے دن اس حال میں اُٹھے گا کہ اس کی ایک جانب
 جھکی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از بچھرا یوں ضلع مراد آباد مکان حکیم غلام علی صاحب مرسلہ حکیم غلام احمد صاحب

۲۵ رمضان مبارک ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عدل بین الزوجین میں کھانے کی کیا
 صورت ہے، آیا جو چیز ایک زوجہ کو کھانے کو دی وہی دوسرے کو بھی دے اگرچہ از قسم مکلفات ہو یا فقط
 معمولی غذا میں، مثلاً ایک کو دوسری زوجہ سے خفیہ دودھ پلایا یا شمار فصل کھلانے تو اسی قدر دوسری کو بھی
 دینا ضرور ہے یا یہ مستحب ہے، اگر دوسری کو بھی دینا ضرور ہے تو صورت ذیل میں کچھ فرق ہے یا نہیں مثلاً
 ایک زوجہ نے زوج سے کسی چیز کی فرمائش کی چونکہ اس کی طبیعت اس چیز کے کھانے کو چاہتی تھی بایں وجہ
 خفیہ دوسری زوجہ سے اس کی فرمائش کو پورا کر دیا تو دوسری کو بھی شے مذکور کا کھلانا بدمذمہ زوج ضرور ہے یا نہیں، اگر
 ضرور ہے تو اس میں کچھ فرق ہے یا نہیں کہ اگر دوسری زوجہ بھی اس شے کی فرمائش کرتی تو اس کو بھی پورا کرتا اور
 اگر زوج اپنی خواہش طبیعت سے کچھ شے ایک زوجہ کو بھی کوئی شے دوسری زوجہ کو کھلاتا ہے مگر برابری نہیں ہے
 کہ جس قیمت اور جس لذت کی وہ شے ہے دوسری کو وہ نہیں ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں، ایک یہ صورت ہے کہ ایک
 زوجہ کھانا کھاتے وقت زوج کو کھانا پکا کر لاتی ہے دوسری نہیں آتی ہے خاطر اس کو ہر ترکاری قدرے قدرے
 کھلایا تو اس میں زوج گنہ گار ہوا یا نہیں، اور خفیہ میں یہ مصلحت ہے کہ دونوں زوجہ میں بغض نہیں پڑتا ہے
 اور زوج سے دونوں خوش رہتی ہیں کیونکہ ایک کی دوسری کو خبر نہیں۔ جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب

کھانا دو قسم ہے ایک اصل نفقہ جو زوجہ کے لئے زوج پر واجب ہے، دوسرا اس سے زائد مثل

۲۱۱/۱

۱۴۳/۱

مطبع محبت سبائی دہلی

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

باب القسم

باب القسمۃ بین النساء

۱۵ در مختار

۱۵ سنن ابن ماجہ

فراکہ و پان والاچی و عطایا و ہدایا، قسم اول میں برابری صرف اُس صورت میں واجب ہے جب دونوں عورتیں مالی حالت فقر و غنا میں یکساں ہوں ورنہ لحاظ حال زوج کے ساتھ غنیہ کے لئے اُس کے لائق واجب ہوگا اور فقیرہ کے لئے اس کے لائق مثلاً زوج اور ایک زوجہ دونوں امیر کبیر ہیں کہ اپنے اپنے یہاں اُن کی خوراک باقر خانی و مرغ پلاؤ ہے اور دوسری زوجہ فقیرہ ہے کہ جوار باجرے کی روٹی کھاتی ہے اور آپ پیستی پکاتی ہے، ان دونوں کے نفقہ میں مساوات واجب نہیں ہو سکتی، پہلی کے لئے وہی بریانی اور مزعفر لازم ہے اور دوسری کے لئے گیسوں کی روٹی اور بکری کا گوشت، پہلی کے لئے خادم بھی ضرور ہوگا دوسری آپ خدمت کر لے گی، پہلی کریب اور زربغت پہنے گی دوسری کو تنزیب اور ساٹھن بہت ہے، پہلی کے لئے مکان بھی عالی شان درکار ہوگا دوسری کے لئے متوسط۔ اور قسم دوم میں مطلقاً برابری چاہئے، جو چیز جتنی اور جیسی ایک کو دے اتنی ہی اور ویسی ہی دوسری کو بھی دے۔ دودھ، چائے، میوے، پان، چھالیا، الاچی، برف کی قلفیاں، سُرمہ، مہندی وغیرہ وغیرہ تمام زوائد میں مساوات رکھے کہ وہاں فرق اصل وجوب میں تھا یہ اشیاء واجب نہیں ان میں ایک کو مزج رکھنا اس کی طرف میل کرنا ہوگا اور میل ممنوع ہے فرمائشوں کا حال بھی یہیں سے واضح ہو گیا اگر اُس نے وہ فرمائش اپنے نفقہ کے متعلق کی ہے اور وہ اس کی مستحق ہے اور دوسری مستحق نہیں تو اس پر لازم نہ ہوگا کہ دوسری کو بھی وہی چیز دے اور نفقہ سے زائد شے کی تو برابری درکار ہوگی کہ وہ بعد فرمائش بھی عطیہ کی حد سے خارج نہیں،

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو نے ہر بیٹے کو اس کی مثل تحفہ دیا۔ صحابی نے عرض کی کہ نہیں، تو حضور نے فرمایا کہ مجھے ظلم پر گواہ مت بنا۔ جب تجاٹف میں کمی بیشی بیٹوں کے اندر ظلم اور میل و ستار پائی تو بیویوں میں بدرجہ اولیٰ ظلم و میل ہوگی۔ (ت)

وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل بنیک نحلث مثل هذا قال لا قال لا تشهدنی علی جور (ملخصاً) فاذا کانت التفضیل فی العطایا جوراً ومیل فی البنین ففی الازواج اولیٰ واحوی۔

اور چھپا کر دینے سے دونوں کی رضا سمجھنی غلطی ہے بلکہ جسے چھپا چھپا کر دے گا وہ جان لے گی کہ میری جگہ اس کے قلب میں زائد ہے وہ دوسری کو دبانے کی جرأت کرے گی اور یہ تخم فساد کا بونا ہوگا۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے :

۱۷ سنن النسائی ۱۷ سنن النعمان بن بشیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۲۶۸/۴
۱۲۶/۲ ۱۲۶/۲

يجب ان يعدل اى لا يجوز فى القسم بالتسوية
فى البيوتة وفى الملبوس والمأكول
والصحة لافى الجامعة كالمحبة
بل يستحب.

ردالمحتار میں ہے :

قال فى البحر قال فى البدائع يجب
عليه التسوية فى المأكول والمشروب
والسكنى والبيوتة وهكذا ذكر الولوالجى
والحق انه على قول من اعتبر حال الرجل
وحده فى النفقة واما على القول المفتى
به من اعتبار حالهما فلا ، فان
احدهما قد تكون غنية والاخرى
فقيرة فلا يلزم التسوية بينهما
مطلقا فى النفقة اهـ ورايتنى
كتبت عليه مانصه يقول العبد
الضعيف غفر له بقى له مجملان
اخرا ان الاول ان تستوى
المرأتان يسارا واعسارا وحلا محل
للتفاضل بينهما بل تجب التسوية
فى المأكول والمشروب والملبوس
والسكنى ايضا كالبيوتة مطلقا، واليه
الاشارة بقوله فلا يلزم التسوية

له در مختار

باب القسم

له ردالمحتار

”

ف : جدالمختار مطبوعہ میں عبارت مختصر ہے خط کشیدہ عبارت مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہے ۔ تذیر احمد

بیویوں میں عدل کرنا واجب ہے یعنی قسم میں ظلم
نہ کرے باہی صورت کہ شب باشی لباس خورد و نوش
اور صحبت و موافقت میں برابری کرے نہ کہ جماع
میں مثل محبت کے بلکہ جماع میں برابری مستحب ہے۔

بحر میں فرمایا کہ بدائع میں کہا ہے کہ کھانے، پینے،
لباس، رہائش اور شب باشی میں شوہر پر مساوات
واجب ہے ولو الجحی نے بھی یوں ذکر فرمایا اور حق
یہ ہے کہ بے شک یہ اس کا قول ہے جس نے نفقہ
میں فقط شوہر کے حال کا اعتبار کیا لیکن مفتی بہ قول
میں چونکہ دونوں کا حال معتبر ہے تو اس کے مطابق
نفقہ میں مطلقاً مساوات واجب نہیں کیونکہ کبھی
دو بیویوں میں سے ایک مالدار اور دوسری فقیر ہوتی
ہے تو ان میں برابری لازم نہیں۔ مجھے یاد ہے کہ
میں نے اس پر حاشیہ میں لکھا ہے جس کی عبارت یوں
ہے بندہ ضعیف کہتا ہے کہ اس کے دو محل اور
بھی ہیں ایک یہ کہ دونوں عورتیں امیری اور فقیری میں
برابر ہوں تو اس صورت میں ان دونوں کے درمیان
نفقہ میں مطلقاً برابری لازم ہے اسی کی طرف اشارہ
ہے اس کے اس قول میں کہ ان دونوں کے درمیان
نفقہ میں مطلقاً برابری لازم نہیں اس بنیاد پر کہ
”مطلقاً“ منفی کی طرف ناظر ہے نہ کہ نفی کی طرف

۲۱۱/۱

مطبع مجتبائی دہلی

۳۹۸/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

بينهما مطلقا في النفقة، على ان مطلقا
 ناظر الى المنفى دون النفي فيكون محصله
 سلب الاطلاق لا اطلاق السلب فانه غير
 سديد، والثاني ان يراد ما يزداد على النفقة
 من الهدايا والعطايا فلا مانع من ايجاب
 التسوية بينهما بل هو الظاهر نفيا للميل
 المنهى عنه ^{الله} ما كتبه وارجوا ان يكون
 صوابا ان شاء الله تعالى - والله سبحانه
 وتعالى اعلم.

پس اس کا ثمر سلب اطلاق ہو گا نہ کہ اطلاق سلب
 کیونکہ وہ درست نہیں۔ دوسرا یہ کہ مراد وہ
 اشیاء ہوں جو اصل نفقہ سے زائد ہیں یعنی
 تحفے اور ہدیے وغیرہ، تو اب دونوں کے درمیان
 برابری کو واجب ٹھہرانے سے کوئی مانع نہیں
 بلکہ یہی ظاہر ہے اس میل کی نفی کے لئے جس سے
 روکا گیا ہے، میرے حاشیہ کی عبارت ختم ہوتی
 اور مجھے امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ درست ہوگا۔
 اور اللہ سبحانہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ از شہر محلہ ربڑی ٹولہ مسئلہ احسان علی صاحب زردوز ۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہندہ کی چند
 اولادیں ہوئیں ان میں سے صرف ایک بچہ چند سال کا دائم المریض حیات ہے اس ہندہ کو مرض ایسا سخت
 لاحق ہے کہ ہر بار سخت تکلیف اور مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور مس ہر بار وقت ولادت یہی تجویز کرتی
 ہے کہ یہ عورت ضرور مر جائے گی مگر شافی مطلق برحق ہر بار بعد تکلیف بسیار و فرج کثیر کے اچھا کر دیتا ہے
 چنانچہ حال میں بعد ولادت و صحت کے ہندہ نے اپنی جان بچانے اور ہر بار غم و صدمہ سے بچنے کے لئے
 عہد کیا کہ اب میں اپنے زوج سے جماع نہ کروں گی تاکہ اسباب لطفہ نہ واقع ہو اور اپنے زوج سے کہا کہ
 تم کو صبر نہ آوے تو دوسری شادی کر لو اور جو مقدرت نہ ہو تو مجھے نان و نفقہ بھی نہ دو۔ پس شوہر نے کہا کہ اگر
 شرع شریف تجھ کو اس امر کی اجازت دے تو مضائقہ نہیں میں صبر کروں اور جو شرع اس عہد کی اجازت نہ دے
 تو میں اپنے حقوق اور منافع اور تیرے حقوق کو تلف ہرگز نہیں کر سکتا لہذا تحریر فرمائیں کہ شرعاً کیا حکم ہے؟
 بینوا تو جروا۔

الجواب

ایسی صورت میں شوہر ہندہ کے کہنے پر عمل کر سکتا ہے اور دوسری شادی کر لے اور ہندہ سے جدا
 رہے جب تک ہندہ راضی ہو اور نان نفقہ ہندہ کو بھی ضرور دے اگر ہندہ اس کے یہاں رہے، اور اگر

لہ جد الممتار حاشیہ رد المحتار باب القسم حاشیہ نمبر ۸۲ الجمع الاسلامی مبارکپور انڈیا ۴/۵۰۴

ہندہ اپنا نفقہ ساقط کرے تو اختیار ہے کہ نہ دے جب تک ہندہ پھر از سر نو مطالبہ پر نہ آئے، اور اگر ہندہ اپنے والدین کے یہاں چلی جائے اور شوہر کے بکمانے پر نہ آئے تو آپ ہی اس کا نفقہ ساقط ہے جب تک واپس نہ آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از کانپور طلاق محال مطب حکیم نور الدین صاحب مسئلہ عبید اللہ صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ نابالغہ ۱۲ سال کی جو مجامعت کی متحمل نہیں ہو سکتی ہے اس کا ولی اسے شوہر کے یہاں جانے سے روک سکتا ہے یا نہیں؟ بینا تو جردا۔

الجواب

جب بارہ سال کی ہے ضرور متحمل ہو سکتی ہے مگر کسی صورت نادرہ میں کہ بہت کمزور نازک ہو اور مرد دیوقامت قوی الجثہ کہ واقعی عدم تحمل مظنون ہو، تو اس صورت میں بیشک روک سکتا ہے، اور عند اختلاف اس کا فیصلہ رائے قاضی سے ہو گا وہ دیکھ کر تجویز کرے گا کہ عورت تحمل کر سکتی ہے یا نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

تحقیق انہوں نے تصریح فرمائی کہ زوجہ جب صغیرہ ہو اور وطی کی طاقت نہ رکھتی ہو تو اس کو شوہر کے حوالے نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ وطی کے قابل نہ ہو جائے، اور صحیح یہ ہے کہ اس میں عمر کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ قاضی کی رائے پر چھوڑا جائے گا کہ وہ دیکھے کہ زوجہ قوی ہے یا کمزور۔ اور ہم تانا رخانہ سے سابق میں ذکر کر چکے ہیں کہ اگر بالغہ بھی وطی کی متحمل نہ ہو تو اس کو بھی شوہر کے حوالے کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، اور اس کا

قد صرحوا عندنا بان النروجة اذا كانت صغيرة لا تطيق الوطى لا تسلم الى الزوج حتى تطيقه والصحيح انه غير مقدر بالسن بل يفوض الى القاضي بالنظر اليها من سمن او هزال وقد مناعن التاوخانية ان البالغة اذا كانت لا تتحمل لا يؤمر بدفعها الى الزوج ايضا ف قوله لا تتحمل يشمل مالوكان لضعفها او هزالها اولكبر الله اهـ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قول کہ "وہ وطی کی متحمل نہ ہو" ان دونوں صورتوں کو شامل ہے کہ وہ عدم تحمل چاہے تو عورت کی کمزوری کی وجہ سے یا مرد کے آلہ کی بڑائی کی وجہ سے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (د)

مسئلہ از سوروں ضلع ایٹہ محلہ ملک زادگان مرسلہ مرزا حامد حسن صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمر و ایک شخص جس کی ایک لڑکی جوان ہے
 اور بہت جگہ سے پیغام نسبت کے اُس کے پاس آئے لیکن اس نے سب کو جواب دیا اور زید کے لڑکے سے اپنی
 لڑکی کی نسبت کر دی، بعد چند عرصہ کے عمر و مذکور نے زید کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی نسبت چھڑا کر دوسری جگہ پر یعنی
 بچو کے لڑکے سے کر دی، اب یہ نسبت جو آخر جگہ پر بچو کے لڑکے سے کی گئی ہے درست و جائز ہے یا نہیں؟ یا
 کہ اول عمر و کے لڑکے سے کہ جس کے ساتھ اس نے پہلے نسبت کر دی تھی اُس کی اجازت اور رضامندی لینا چاہئے
 اور اگر عمر و کا لڑکا اجازت نہ دے تو بچو کے لڑکی کے نکاح میں تو کوئی نقص شرعی باقی نہیں رہا؟ مفصل طور پر جواب
 مرحمت فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

نسبت صرف ایک اقرار و وعدہ ہے، اور ایک جگہ نسبت کر کے چھڑالینا خلف وعدہ جس کی تین صورتیں
 ہیں اگر وعدہ سرے سے صرف زبانی بطور دنیا سازی کیا اور اُسی وقت دل میں تھا کہ وفا نہ کریں گے تو بے ضرورت
 شرعی و حالتِ مجبوری سخت گناہ و حرام ہے ایسے ہی خلاف وعدہ کو حدیث میں علاماتِ نفاق سے شمار کیا،
 کما بینا فی رسالتنا انباء الحدائق بمسالك
 النفاق وهو محمل ما فی الاشباہ من ان
 خلف الوعد حرام الخ۔
 جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے رسالہ "انباء الحدائق
 بمسالك النفاق" میں بیان کیا ہے، اور وہ جو اشباہ
 میں ہے کہ وعدہ خلافی حرام ہے اس کا محل بھی یہی
 ہے۔ الخ (ت)

اور اگر وعدہ سچے دل سے کیا پھر کوئی عذر مقبول و سبب معقول پیدا ہوا تو وفا نہ کرنے میں کچھ حرج کیا
 ادنیٰ کراہت بھی نہیں جبکہ اُس عذر و مصلحت کو اس وفا کے وعدہ کی خوبی و فضیلت پر ترجیح ہو خصوصاً امر نکاح
 میں کہ عمر بچہ کے ساتھ کاسامان اور سخت نازک معاملہ ہے خصوصاً بے چاری شریف زادوں کے لئے خصوصاً
 بلاد ہندوستان میں، پس اگر نسبت کے بعد کوئی حرج و نقصان ظاہر ہو نسبت چھڑالی جائے ورنہ اپنی زبان
 پالنے کے لئے ایک بیکس بے زبان کو عمر بچہ مضرت میں پھنسانا ہوگا خصوصاً جبکہ ضرورت دینی ہو مثلاً معلوم ہوا
 کہ جس سے نسبت قرار پائی رافضی و بابی اور کسی قسم کا بد مذہب ہے کہ اس صورت میں نسبت چھڑالینا شرعاً
 لازم۔ قال تعالیٰ:

واقاينسينك الشيطان فلا تقعد بعد الذكوى
مع القوم الظالمين، وللعقيل عن انس عن
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا تجالسوهم
ولا تشاربوهم ولا توالكوهم ولا تناكحوهم.

اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم قوم
کے پاس مت بیٹھ۔ اور عقیل میں ہے کہ حضرت انس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے روایت فرماتے ہیں کہ نہ ان کے ہم مجلس بنو نہ کھانے
پینے میں ان سے مشارکت کرو اور نہ ہی ان سے باہمی نکاح کرو۔

لڑکی والوں کو تو لحاظ مصالح و احتراز مفسد زیادہ اہم ہے لڑکے والے بھی اگر ترک میں مصلحت سمجھیں ترک
کر دیں، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضباعہ بنت عامر بن قرظ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا
انہوں نے قبول کیا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مصلحت پیش آئی ترک فرمایا۔

مواہب اور اس کی شرح زرقانی میں ہے کہ (جن
عورتوں کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیغام نکاح
بھیجا مگر نکاح نہ فرمایا ان میں سے) چھٹی حضرت
ضباعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں وہ ابتداء ہی مکہ مکرمہ میں
ایمان لے آئی تھیں پھر انہوں نے ہجرت کی وہ عرب کی
حسین ترین عورتوں میں سے تھیں، حضور انور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے سلمہ بن ہشام کو ان
کے لئے پیغام نکاح دیا تو اس (سلمہ) نے کہا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیک وسلم! آپ سے کوئی مانع نہیں، کہا
میں اس (ضباعہ) سے مشورہ کر لوں؟ حضور اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں (مشورہ کر لو) چنانچہ
وہ ضباعہ کے پاس آیا تو انہوں (ضباعہ) نے کہا کہ
اللہ سے ڈر، کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
بارے میں مجھ سے مشورہ لیتا ہے، میں ان کی ازواج
مطہرات کے ساتھ قیامت میں اٹھنا چاہتی ہوں آپ

فی المواہب وشرحها للعلامة الزرقانی
السادسة ضباعة اسلمت قديما
بمكة وهاجرت وكانت من اجمل
نساء العرب خطبها صلى الله تعالى
عليه وسلم الى ابنها سلمة
بن هشام فقال يا رسول صلى الله
تعالى عليك وسلم ما عندك مدافع
افاستأمرها قال نعم فاتاها
فقلت الله انى رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم تستأمرنى انى
ابتغى ان احشر مع ازواجه
ارجع اليه فقل له نعم
فلان يبدوله فقيل للنبي
صلى الله تعالى عليه وسلم انها
كبرت فلما عاد ابنها وقد اذنت له

لہ القرآن الکریم ۶/۶۸

۲۵ الضعفاء البکیر للعقیل ترجمہ احمد بن عمران نمبر ۱۵۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۲۶/۱

سکتا عنہا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فلم ینکحہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اھ ملخصاً۔
 کی طرف واپس جا اور قبل اس کے کہ آپ کے لئے کوئی
 نئی بات ظاہر ہو ہاں کہے، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ وہ (ضباعہ) عمر رسیدہ ہیں۔ چنانچہ جب ان کا بیٹا واپس آیا اس حال میں کہ
 انہوں نے نکاح کی اجازت دے دی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اور ان سے نکاح نہ فرمایا
 اھ ملخصاً (ت)

اور اگر کوئی عذر و مصلحت نہیں بلا وجہ نسبت چھڑائی جاتی ہے تو یہ صورت مکروہ تزیہی ہے،
 اور یہی محل ہے اس کا جو ردالمحتار میں ہے، یہاں
 سے تو جان جاتے گا کہ وعدہ خلافی مکروہ ہے نہ کہ
 حرام، اور ذخیرہ میں ہے کہ مکروہ تزیہی ہے کیونکہ
 یہ خلف وعدہ ہے اور وفاء عہد مستحب ہے (ت)
 وہو محل ما فی ردالمحتار من هنا تعلم ان
 خلف الوعد مکروہ لا حرام و فی الذخیرة
 یکرہ تزیہا لانه خلف الوعد و لیستحب
 الوفاء بالعہد۔

یہ بات اس تقدیر پر بے جا و خلاف مروت ہے مگر حرام و گناہ نہیں، حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس الخلف ان یعد الرجل و من ینتہ ان
 یفی و لکن الخلف ان یعد الرجل و من ینتہ
 ان لا یفی۔ رواہ ابو یعلیٰ فی مسند عن
 زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔
 اپنے مسند میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن روایت فرمایا۔ (ت)
 وعدہ خلافی یہ نہیں کہ مرد وعدہ کرے در انحالیکہ اس
 کی نیت وعدہ کو پورا کرنے کی ہو، لیکن وعدہ خلافی
 یہ ہے کہ مرد وعدہ کرے در انحالیکہ اس کی نیت
 اس وعدہ کو پورا نہ کرنے کی ہو۔ اس کو ابو یعلیٰ نے

اس صورت میں یہ کراہت جب ہی دفع ہوگی کہ پہلے جہاں نسبت کی تھی وہ بخوشی اجازت دے دیں، یہ تو
 نسبت چھڑانے کا حکم تھا، رہا دوسری جگہ نکاح کرنا اس میں کسی طرح کوئی خلل نہیں خواہ یہاں تینوں صورتوں میں
 سے کوئی صورت واقع ہو کہ نسبت بہر حال صرف وعدہ ہی وعدہ تھی کوئی عقد تو نہ تھی کہ اب بے موت یا طلاق دوسری
 جگہ نکاح نہ ہو سکے ہاں جب تک وہاں سے نسبت چھوٹ نہ جائے دوسروں کو پیام دینے کی ممانعت ہے،

۲۷۰/۳	دار المعرفۃ بیروت	ذکر صفیہ ام المؤمنین	شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ
۵۰۲/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب العاریۃ	ردالمحتار
۳۴۷/۳	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت	حدیث ۶۸۷۱	کنز العمال بحوالہ ع عن زید بن ارقم

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
لا یخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ حتی ینکح
او یترک۔ اخرجہ الشیخان عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کوئی مرد اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نہ دے
یہاں تک کہ وہ نکاح کر لے یا چھوڑ دے۔ شیخین
نے اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت فرمایا۔ (ت)

یہ جہادات ہے مگر نکاح بے نسبت چھڑائے بھی کر دیا جائے گا تو نکاح میں کچھ نقص نہیں کما لا یخفی
(جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ موضع علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب
۲۳ رمضان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نسبت یا نکاح کے وقت جو روپیہ لوگ لیتے ہیں حلال ہے
یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ روپیہ دینے والا اس لئے دیتا ہے کہ اس کے لالچ سے میرے ساتھ نکاح کر دیں جب تو وہ
رشوت ہے اس کا دینا لینا سب ناجائز و حرام۔

ہندیہ میں ہے کہ مرد نے کسی عورت کو اس طمع پر
خرچہ دیا کہ وہ اس سے نکاح کرے گی تو امام
استاذ (قاضی خاں) نے فرمایا کہ اصح یہی ہے کہ وہ
فی الہندیۃ انفق علی طمع ان یتزوجھا قال
الاستاذ قاضی خاں الا صح انہ یرجع علیہا نزد
نفسہا اولم تزوج لانہا رشوۃ اھ ملخصاً۔

اس عورت سے واپس لے سکتا ہے چاہے وہ عورت اس سے نکاح کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ رشوت
ہے اھ ملخصاً (ت)

یوں ہی اگر اولیائے عورت نے کہا کہ اتنا روپیہ ہمیں دے تو تجھ سے نکاح کر دیں گے ورنہ نہیں
جیسا کہ بعض دہقانی جاہلوں میں کفار ہنود سے سیکھ کر رائج ہے تو یہ بھی رشوت و حرام ہے،
فی الہندیۃ خطب امراۃ فی بیت اخیہا فابی ان یدفعھا ہندیہ میں ہے کہ مرد نے کسی عورت کو اس کے بھائی کے

۷۲/۲

۴۰۳/۴

قدیمی کتب خانہ کراچی
نورانی کتب خانہ کراچی

باب لا یخطب علی خطبہ اخیہ الخ
کتاب الہبتۃ الباب الحادی عشر فی المتفرقات

لے صحیح بخاری
لے فتاویٰ ہندیہ

حتی یدفع الیہ دراهم فدفع وتزوجها یرجع
بمادفع لانهارشوة کذا فی القنیة۔
کے بھائی نے اس کا نکاح اس مرد سے کر دیا اب وہ درہم واپس لے سکتا ہے کیونکہ یہ رشوت ہے۔ ایسے
ہی قنیہ میں بھی ہے۔ (ت)

اور اگر یہ صورتیں نہیں بلکہ ایک رسم ہے کہ نکاح سے پہلے دو لہا کی طرف سے کچھ روپیہ دلہن کی طرف
جائے جیسے ہمارے بلاد میں گہنا اور جوڑا جاتا ہے جسے چڑھاوا کہتے ہیں، اگر نکاح ہو جائے تو ہو جائے
ورنہ وہ مال واپس دیا جائے تو اس میں کچھ خرچ نہیں، اور اس کا وہی حکم ہے کہ اگر نکاح ٹھہرے گا تو
واپس دیا جائے گا۔

فی الہندیة سئل عن علی بن احمد عن ارسل
الی اهل خطیبتہ دنانیرثم اتخذواله
ثیابا کما هو العادة، ثم بعد ذلك
یقول هو نقدتها من المهر
هل یكون القول قوله فقال القول قول
الباعث، قیل له لودفع الیہم دنانیر
فقال انفقوا البعض الخ اجرة
المحائك والبعض الی ثمن الشاة
للشراء والبعض الی الجوزقة کما هو
العادة، ثم فعلوا ذلك فرقت الیہ ثم بعد
ذلك یدعی انی بعثت الدنانیر لاجل
المهر یقبل قوله قال اذا صرح بالقول
لا یقبل قوله فی التعین، و
سئل ابو حامد عن رجل
خطب لابنہ خطیبة وبعث

ہندیہ میں ہے کہ علی بن احمد سے ایسے
شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی منگیت
والوں کو کچھ دینار بھیجے پھر انہوں نے حسب عادت اس
شخص کے لئے کپڑے بنا دئے، اب وہ کہتا ہے کہ
میں نے دینار مہر میں دئے تھے تو کیا اس کا قول معتبر ہوگا، تو انہوں نے کہا
بھیجنے والے کی بات معتبر ہوگی، عرض کی گئی کہ اگر وہ منگیت والوں کو دینار دے کر
کہے کہ اس میں سے کچھ بولے ہے کی مزدوری میں خرچ
کر دو کچھ بکری خرید کر اس کی قیمت میں خرچ کر دو
اور کچھ دیگر رسم و رواج میں حسب عادت خرچ کر دو،
پھر اہل مخطوبہ نے ایسا ہی کیا اور وہ عورت اس کے
پاس بھیج دی گئی اب وہ کہتا ہے کہ میں نے وہ دینار
مہر میں بھیجے تھے تو کیا اس کا قول تسلیم کیا جائیگا،
آپ نے فرمایا کہ جب اس نے قول کے ساتھ تصریح
کر دی ہے تو اب تعین میں اس کا قول معتبر نہ ہوگا۔
امام ابو حامد سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنے لڑکے

لے فتاویٰ ہندیہ الباب الحادی عشر فی المتفرقات کتاب الہبۃ نورانی کتب خانہ کراچی ۴/۳۰۳

اليه ادرام ثم مات الاب وطلب ساثر الورثة
الميراث من هذا المال المبعوث، فقال
ان تمت الوصلة بينهما فهو ملك لابنه و
ان لم تتم فهو ميراث وان كان الاب حيا يرجع
الي بيانه، وسئل والدي عن بعث الخ
المخطبة سكر وجوز اولوزاوترا وغيرها
ثم بد الهم فتركوا المعاقدة هل لهذا
المخاطب ان يرجع عليهم باسترداد ما دفع
فقال ان فرق ذلك على الناس باذن
الدافع ليس له حق الرجوع وان لم يأذن
له في ذلك فله ذلك كذا في التارخانية
قوله فهو ملك لابنه اقول انت تعلم ان
هذا ايدار على العرف فان كان العرف ان
يراد بذلك تحليك العروس فهو ملكها لا ملك
الزوج كما لا يخفى - والله تعالى اعلم -

کے لئے کسی لڑکی سے منگنی کی اور اس لڑکی کو کچھ
درہم بھیجے پھر یہ باپ مر گیا تو اس کے وارثوں نے
اس مال سے میراث طلب کی جو لڑکی کو بھیجی گئی تھی،
تو امام ابو حامد نے فرمایا کہ اگر ان دونوں میں تعلق تام
ہو گیا ہے تو وہ مال اس کے بیٹے کی ملک ہوگا، اور
اگر تعلق تام نہیں ہو تو وہ میراث ہوگا اور اگر باپ
زندہ ہو تو اس کے بیان کی طرف رجوع کیا جائے گا۔
اور میرے والد سے پوچھا گیا کہ ایک مرد نے اپنی منگیت
کی طرف شکر، اخروٹ، بادام اور چھوٹے غیر بھیجے
پھر مرد والوں کی راتے میں آیا تو انھوں نے عقد
ترک کر دیا تو کیا اب اس مرد (مخاطب) کے لئے
جائز ہے کہ وہ یہ بھیجی ہوئی چیزیں واپس لے لے تو
انھوں نے فرمایا کہ اگر لڑکی والوں نے یہ چیزیں اس مرد
کے کہنے سے لوگوں میں تقسیم کر دی ہیں تو وہ واپس
لینے کا حق نہیں رکھتا، اور اگر اس نے ایسا کرنے
کی اجازت نہیں دی تو واپس لینے کا حق رکھتا ہے، ایسا ہی تانا خانہ میں ہے اس کا قول کہ وہ بیٹے
کی ملک ہوگا اقول (میں کہتا ہوں) آپ کو معلوم ہے کہ اس کا وارو مدار عرف پر ہے اگر عرف میں اس سے مراد دلہن کی ملکیت
ہوتا ہے تو اس کی ملک ہوگا نہ کہ لڑکے کی، جیسا کہ مخفی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

بابُ التَّكَاحِ الثَّانِي

رسالہ

إِطَائِبُ التَّهَانِي فِي التَّكَاحِ الثَّانِي

(بیوہ کے نکاح ثانی کے مفصل احکام)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱۱۲۱۱۱ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب
۹ صفر ۱۳۱۲ھ

حمد کے لائق ہے وہ اک پاک ذات جس نے پیدا کی یہ ساری ممکنات
اور صیب اپنے کو بس پیدا کیا جس سے عالم میں ہوئے نور و ضیا

محمد یعقوب علی خاں خلیفہ پیر محمد خاں مرحوم نظامی حشقی قادری خدمت فیض موہبت میں عرض پرداز ہے کہ
یہ فتویٰ نوشتہ مولوی عبدالرحیم دہلوی نظر احقر سے گزرا، اس کے مضمون سے اکثر ساکنان ہند اہل اسلام
پر گناہ درگناہ کفر عائد ہوتا ہے، اس واسطے عبارت فتویٰ خدمت شریف میں روانہ کر کے طالب جواب
ہوں کہ تسکین خاطر کی جائے ان الله لا يضيع اجر المحسنين (بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں
کا اجر ضائع نہیں کرتا۔)

خلاصہ فتویٰ یہ ہے جانو اے مسلمانو! کہ نکاح بیوہ کا ثابت ہے قرآن مجید و حدیث شریف

سے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

وانکحوا الایامی منکم یعنی نکاح کر دو بیوہ عورتوں کا۔

اور فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

النکاح سنتی فمن مرغب عن سنتی فلیس منی یعنی انکار کیا سو وہ مجھ سے نہیں۔

نکاح کرنا میری سنت ہے اور جس نے منہ پھیرا میرے طریقہ سے یعنی انکار کیا سو وہ مجھ سے نہیں۔

پس جو لوگ اس سے انکار کریں یا عیب اور بُرا جانیں یا کرنے والوں پر طعن کریں حقیر جانیں ذات سے نکالیں یا نکاح کرنے والوں کو روک دیں نہ کرنے دیں یا ایسی فساد کی بات اٹھائیں جس سے حکم خدا اور سنت رسول جاری نہ ہو اور کافروں کی رسم قائم رہے یا جاہلوں کے کہنے سننے کا خیال کر کے خدا اور رسول کا حکم قبول نہ کریں، سو یہ سب قسم کے لوگ کافر ہیں، عورتیں اُن کی نکاح سے باہر ہو جاتی ہیں، نماز روزہ کچھ قبول نہیں، کھانا پینا ان لوگوں کے ساتھ ہرگز درست نہیں جب تک کہ توبہ نہ کریں اس واسطے کہ ان سب صورتوں میں انکار حکم خدا اور تحقیر سنت لازم آتا ہے اور یہ ظاہر کفر ہے جیسا کہ تمام کتابوں میں لکھا اور آیت مذکور کی تفسیر میں آیا ہے کہ جو کوئی عیب جانے دوسرے نکاح کو وہ بے ایمان ہے، پس سب مسلمانوں کو واجب ہے کہ جن لوگوں کے گھر میں بیوہ عورت لاتی نکاح کے ہو ان کو سمجھا دیں اور نصیحت کر دیں، اور جو نہ مانیں تو تعزیر دیں، اور جو تعزیر کا قابو نہ چلے تو اُن کے گھر کا کھانا پینا بولنا سلام علیک کرنا سب چھوڑ دیں اور اپنی شادی غمی میں اُن کو نہ بلاتیں اور نہ اُن کے جنازے پر جائیں، اگر ایسا نہ کریں گے تو یہ بھی ان کے ساتھ دنیا و عاقبت کے وبال میں گرفتار ہوں گے، سوائے بھائیو! نکاح راندوں کا کر دو، اور جو نہ مانے اس سے ملنا چھوڑ دو اور ذات سے ڈال دو، نہیں تو تمہارے بھی ایمان جانے کا خوف ہے، مگر کے سوا سو بزرگوں نے یہ فتویٰ بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اب بھی جو لوگ نہ مانیں گے دنیا میں بے عزت اور تباہ ہو جائیں گے اور آخر کو بے ایمان مریں گے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی سال ۱۲۸۸ھ میں عشاء کے وقت ہزار آدمیوں نے دیکھا کہ ایک سُرخ بڑی شدت کی مدینہ مبارک کی طرف نمودار ہوئی اور بڑی دیر تک رہی پھر تمام آسمان میں پھیل گئی اس ہیبت کی تھی کہ اس کی طرف دیکھنا نہ جاتا تھا، مگر شریف میں تمام بزرگوں نے فرمایا کہ بڑا بھاری

۱۰ القرآن الکریم ۲۴/۳۲

۵۷/۲	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب الترغیب فی النکاح	کتاب النکاح	صحیح بخاری
۲۲۹/۱	"	باب استحباب النکاح	"	صحیح مسلم
۱۳۴	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب ماچار فی فضل النکاح	ابواب النکاح	مستن ابن ماجہ

غضب نازل ہونے والا ہے، سو ایک بزرگ کو خواب میں الہام ہوا کہ یہ سُرخ ہندوستان کی بیوہ عورتوں کا خون جمع ہو کر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کرنے آیا تھا، سو عنقریب ان مسلمانوں پر غضب آنے والا ہے جلد نکاح کر دیں ورنہ بھاری وبا آئے گی اور قحط پڑے گا کہ اکثر یزید کی طرح غارت ہو جائیں گے۔ الہی! سب مسلمانوں کو ہدایت کر اور غضب سے بچا، آمین یا رب العالمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اللهم هداية الحق والصواب

الجواب

اس مسئلہ میں جاہلان ہندو فرقے ہو گئے ہیں: ایک اہل تفریط کہ نکاح بیوہ کو ہنود کی طرح سخت ننگ و عار جانتے اور معاذ اللہ حرام سے بھی زائد اس سے پرہیز کرتے ہیں فوجوان لڑکی بیوہ ہو گئی اگرچہ شوہر کا منہ بھی نہ دیکھا ہو اب عمر بھر یونہی ذبح ہوتی رہے ممکن ہے کہ نکاح کا حرف بھی زبان پر نہ لاسکے، اگر ہزار میں ایک آدھ نے خوفِ خدا و ترس روزِ جزا کر کے اپنا دین سنبھالنے کو (کہ حدیث میں آیا:

من تزوج فقد استكمل نصف دینہ فليتق الله في نصف الباقي۔ رواه الطبرانی في الكبير والحاكم والبيهقي عن انس رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم۔

جس نے نکاح کیا اس نے اپنا آدھا دین پورا کر لیا باقی آدھے میں اللہ سے ڈرے (اس کو کبیر میں ابام طبرانی نے اور امام حاکم و بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا۔ (ت)

نکاح کر لیا اس پر چار طرف سے طعن و تشنیع کی بوچھا رہے، بیچاری کو کسی مجلس میں جانا بلکہ اپنے گنہ میں منہ دکھانا دشوار ہے، کل تک فلاں بیگم یا فلاں بانو لقب تھا اب دو خصمی کی پکار ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم، یہ بُرا کرتے اور بے شک بہت بُرا کرتے ہیں با تباع کفار ایک بیوہ رم ٹھہر الینی پھر اس کی بنا پر مباح شرعی پر اعتراض بلکہ بعض صورتوں میں ادا تے واجب سے اعراض کسی جہالت اور نہایت خوفناک حالت ہے، پھر حاجت والی جوان عورتیں اگر روکی گئیں اور معاذ اللہ بشامت نفس کسی گناہ میں مبتلا ہوئیں تو اس کا وبال ان روکنے والوں پر پڑے گا کہ یہ اس گناہ کے باعث ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لے شعب الایمان عن انس بن مالک حدیث ۵۴۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۸۳-۳۸۲

مکتوب فی التوراة من بلغت له ابنة اثنتی عشرة سنة فلم یزوجها فربکت اثما فاثم ذلك علیه۔ رواه البیهقی فی شعب الایمان عن امیر المؤمنین عمر الفاروق و عن انس بن مالک رضی اللہ عنہما بسند صحیح۔

اللہ عزوجل توراة شریف میں فرماتا ہے جس کی بیٹی بارہ برس کی عمر کو پہنچے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے اور یہ دختر گناہ میں مبتلا ہو تو اس کا گناہ اس شخص پر ہے (اس کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح روایت فرمایا۔ ت)

جب کنواری لڑکیوں کے بارہ میں یہ حکم ہے تو بیاہیوں کا معاملہ تو اور بھی سخت کہ دختر ان دو شیزہ کو جیا بھی زائد ہوتی ہے اور گناہ میں تفضیح کا خوف بھی زائد اور خود ابھی اس لذت سے آگاہ نہیں صرف ایک طبعی طور پر ناواقفانہ خطرات دل میں گزرتے ہیں، اور جب آدمی کسی خواہش کا لطف ایک بار پانچکا تو اب اس کا تقاضا رنگِ دگر پر ہوتا ہے اور ادھر نہ ویسی جیانہ وہ خوف و اندیشہ۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت بخشنے، آمین۔

دوسرے اہل افراط کہ اکثر واعظین و ہابیہ وغیر ہم جہاں مُشددین ہیں، ان حضرات کی اکثر عادت ہے کہ ایک بیجا کے اٹھانے کو دس بیجا اس سے بڑھ کر آپ کریں، دوسرے کو خندق سے بچانا چاہیں اور آپ عمیق کنویں میں گریں، مسلمانوں کو وجہ بے وجہ کافر مشرک بے ایمان ٹھہرا دینا تو کوئی بات ہی نہیں، ان صاحبوں نے نکاح بیوہ کو گیا علی الاطلاق واجب قطعی و فرض حتی قرار دے رکھا ہے کہ ضرورت ہو یا نہ ہو بلکہ شرعاً اجازت ہو یا نہ ہو بے نکاح کئے ہرگز نہ رہے اور نہ صرف فرض بلکہ گیا عین ایمان ہے کہ ذرا کسی بنا پر انکار کیا اور ایمان گیا اور ساتھ لگے آئے گئے پاس پڑوسی سب ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے کہ کیوں پیچھے پڑ کر نکاح نہ کر دیا اور اگر بس نہ تھا تو پاس کیوں گئے بات کیوں کی سلام کیوں لیا، بات بات پر عورتیں نکاح سے باہر جہازہ کی نماز حرام، تمام کفر کے احکام، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ہلاک ہوئے بے جا تشدد کرنے والے (اس کو امام احمد، امام مسلم اور امام ابو داؤد نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔ ت)

هلك المتنطعون۔ رواه الائمة احمد و مسلم و ابو داؤد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۔ شعب الایمان حدیث ۸۶۷۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴۰۲/۶
۲۔ صحیح مسلم کتاب العلم باب النہی عن اتباع ملشابه القرآن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۳۹/۲

وانا قول وبالله التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔)
 حق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نکاح ثانی مثل نکاح اول فرض، واجب، سنت، مباح، مکروہ، حرام سب کچھ
 ہے صور و احکام کی تفصیل سنئے :

(۱) جس عورت کو اپنے نفس سے خوف ہو کہ غالباً اس سے شوہر کی اطاعت اور اُس کے حقوق واجبہ
 کی ادا نہ ہو سکے گی اُسے نکاح ممنوع و ناجائز ہے اگر کرے گی گنہگار ہوگی یہ صورت کراہت تحریمی کی ہے۔
 (۲) اگر یہ خوف مرتبہ ظن سے تجاوز کر کے یقین تک پہنچا جب تو اُسے نکاح حرام قطعی ہے۔
 حکم ایسی عورتوں کو نکاح اول خواہ ثانی کی ترغیب ہرگز نہیں دے سکتے بلکہ ترغیب دینی خود خلاف شرع
 و معصیت ہے کہ گناہ کا حکم دینا ہو گا یہ عورتیں یا ان کے اولیا اگر نکاح سے انکار کرتے ہیں انھیں انکار
 سے پھیرنے والا جاہل و مخالف شرع۔

(۳) جنہیں اپنے نفس سے ایسا خوف نہ ہو انھیں اگر نکاح کی حاجت شدید ہے کہ بے نکاح کے معاذ اللہ
 گناہ میں مبتلا ہونے کا ظن غالب ہے تو ایسی عورتوں کو نکاح کرنا واجب ہے۔
 (۴) بلکہ بے نکاح معاذ اللہ وقوع حرام کا یقین کلی ہو تو انھیں فرض قطعی یعنی جبکہ اُس کے سوا کثرت روزہ وغیرہ
 معاملات سے تسکین متوقع نہ ہو ورنہ خاص نکاح فرض و واجب نہ ہو گا بلکہ دفع گناہ جس طریقہ سے ہو۔

حکم ایسی عورتوں کو بیشک نکاح پر جبر کیا جائے اگر خود نہ کریں گی وہ گنہگار ہوں گی اور اگر ان کے اولیا اپنے
 عدمِ مقدور تک کوشش میں پہلو تہی کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے، ایسی جگہ ترک و انکار پر بیشک انکار کیا جائے
 مگر کتنا، صرف اتنا جو ترک واجب و فرض پر ہو سکتا ہے، نہ یہ جاہلانہ جبر و قی حکم کہ جو انکار کرے کافر، جو روک دے
 کافر، جو نہ کرنے دے کافر، فرائض ادا کرنے یا ان کی ادا سے باز رکھنے پر آدمی کافر نہیں ہوتا جب تک ایسے
 فرض کی فرضیت کا منکر نہ ہو جس کا فرض ہونا ضروریات دین سے ہے، پھر ترک واجب و فرض پر جس قدر انکار
 تشدد کر سکتے ہیں وہ بھی یہاں اس وقت روا ہو گا جب معلوم ہو کہ اس عورت سے اطاعت و ادائے حقوق
 واجبہ شوہر کا ترک یقین یا مظنون نہیں کہ ایسی حالت میں تو فرضیت و وجوب درکنار عدم جواز و حرمت کا حکم ہے،
 پھر یہ بھی ثابت ہو کہ اس عورت کی حالت حاجت اُس حد تک ہے کہ نکاح نہ کرے گی تو گناہ میں مبتلا ہو جانے کا
 یقین یا ظن غالب ہے کہ بغیر اس کے وجوب اصلاً نہیں، اور جب کسی خاص عورت کے حق میں یہ امور بروجہ
 شرعی ثابت نہ ہوں تو مسلمان پر بدگمانی خود حرام، اور محض اپنے خیالات پر تارک فرض و واجب ٹھہرا دینا بیباک کا
 کام، پھر امر حاجت میں عورت کا اپنا بیان مقبول ہو گا کہ حاجت نکاح امر خفی و وجدانی ہے جس پر خود صاحب حاجت ہی

کو ٹھیک اطلاع ہوتی ہے جب وہ بیان کرے کہ مجھے ایسی حاجت نہیں تو خواہی تو خواہی اس کی تکذیب کی طرف کوئی راہ نہیں ہو سکتی عمر وغیرہ کا مظنہ سب جگہ ایک سا نہیں ہوتا مزاج، عقل، حیا، خوف، اشتغال، احوال، ہجوم، افکار، صحبت، اطوار صد ہا اختلافوں سے مختلف ہو جاتا ہے جس کی تفصیل اہل عقل و تجارب پر خوب روشن ہے، درمختار میں ہے،

اور غلبہ شہوت کے وقت نکاح واجب ہوتا ہے (اس سے مراد بقول امام زلیعی کے ایسا شدید اشتیاق جماع ہے کہ اگر نکاح نہ کرے گا تو وقوع زنا کا خوف ہے کیونکہ محض اشتیاق جماع کو خوف مذکور لازم نہیں، بحر) پس اگر نکاح کے بغیر زنا یقینی ہو تو نکاح فرض ہے، نہایہ (یعنی نکاح کے بغیر زنا سے بچنا ممکن نہ ہو کیونکہ جس کے بغیر ترک حرام تک رسائی نہ ہو وہ فرض ہوتا ہے، بحر۔ اور اس کا قول کہ نکاح کے بغیر زنا سے احتراز ممکن نہیں، ظاہر ہے کہ مسئلہ کی وہ صورت فرض کی گئی ہے جس میں ناکح روزے رکھنے پر قادر نہ ہو جو کہ زنا سے مانع ہیں لہذا اگر وہ روزے رکھنے پر قادر ہو تو نکاح فرض یا واجب عین نہ ہوگا بلکہ اسے اختیار ہوگا کہ نکاح کرے یا حرام یعنی زنا سے بچنے کا کوئی اور طریقہ اپنائے) اور یہ وجوب فرضیت نکاح اس صورت میں ہے جب وہ مہر و نفقہ پر قادر ہو ورنہ ترک نکاح میں گناہ نہیں، بدائع (یہ شرط دونوں قسموں یعنی نکاح واجب و فرض کی طرف راجح ہے۔ بحر علی ان دونوں قسموں میں ایک اور شرط کا اضافہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو ر و ظلم کا ڈر نہ ہو صاحب بحر نے فرمایا کہ عدم نکاح کی صورت میں خوف نکاح کی صورت میں جو ر و ظلم کے خوف سے متعارض ہو

يكون واجبا عند التوقات (المراشدية) الاشتياق كما في الزليعي اي بحيث يخاف الوقوع في الزنا لولم يتزوج اذ يلزم من الاشتياق الى الجماع الخوف المذكور (بحر) فان يتقن الزنا الا به فرض (نهاية) اي بان كان لا يمكنه الاحتراز من الزنا الا به لان ما لا يتوصل الي ترك الحرام الا به يكون فرضا بحر، وقوله لا يمكنه الاحتراز الا به ظاهري فرض المسألة في عدم قدرته على الصوم المانع من الوقوع في الزنا فلو قدر على شيء من ذلك لم يبق النكاح فرضاً او واجبا عينا بل هو أو غيره مما يمنع من الوقوع في المحرم وهذا ان ملك المهر والنفقة والا فلا ثم بتركه، بدائع (هذا الشرط راجع الى القسمين اعنى الواجب والفرض وزاد في البحر شرطا آخر فيهما وهو عدم خوف الجور أي الظلم قال فان تعارض خوف الوقوع في الزنا لولم يتزوج وخوف

الجور لوتزوج قدم الثاني فلا افتراض بل
يكره افادة الكمال في الفتح ولعله لان الجور
معصية متعلقة بالعباد والمنع من الزنا من
حقوق الله تعالى وحق العبد مقدم عند
التعارض لا احتياجه وغنى المولى تعالى اهـ)
ويكون مكروها (اي تحريما بجزر) لخوف الجور
فان يتقنه (اي الجور) حرم الله ملخصا
مزيدا من رد المحتار ما بين
المخطئين اقول ويؤيد تعليل البحر حديث
ابن ابي الدنيا وابي الشيخ عن جابر بن
عبد الله وابي سعيد الخدري رضي الله تعالى
عنهم عن النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم اياكم والغيبة فان الغيبة اشد
من الزنا ان الرجل قد يزني ويتوب فيتوب
الله عليه وان صاحب الغيبة لا يغفر له حتى
يغفر له صاحبه.

توثانی کا اعتبار مقدم و راجح ہوگا چنانچہ اس صورت
میں نکاح فرض نہیں بلکہ مکروہ ہوگا، کمال نے فتح
میں اس کا افادہ فرمایا، شاید خوف جور کو خوف زنا پر
مقدم کرنے کی وجہ یہ ہو کہ جور و ظلم ایسا گناہ ہے جس
کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اور زنا سے باز رہنا
حقوق اللہ سے ہے اور حتیٰ عہد بوقت تعارض حتیٰ حق اللہ
پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ عہد محتاج ہے اور مولیٰ تعالیٰ
غنی ہے (۵) اور اس صورت میں نکاح مکروہ یعنی
مکروہ تحریمی ہوگا جبکہ ظلم کا خوف ہو اور اگر ظلم کا یقین
ہو تو حرام ہے۔ قوسین میں زائد عبارتیں رد المحتار
سے لی گئی ہیں، اقول (میں کہتا ہوں کہ) بحر کی بیان کردہ
علت کی تائید کرتی ہے ابن ابی الدنیا اور
ابو الشیخ کی وہ حدیث جس کو حضرت جابر
بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ
عنہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت
فرمایا کہ غیبت سے بچو کیونکہ غیبت زنا سے سخت تر
ہے اس لئے کہ آدمی زنا کرتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے، اور غیبت
کرنے والے کی مغفرت اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ وہ معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی (ت)
(۵) اگر حاجت کی حالت اعتدال پر ہو یعنی نہ نکاح سے بالکل بے پروائی نہ اس شدت کا شوق کہ
بے نکاح وقوع گناہ کا ظن بالیقین ہو ایسی حالت میں نکاح سنت ہے مگر بشرطیکہ عورت اپنے نفس پر
اطمینان کافی رکھتی ہو کہ مجھ سے ترک اطاعت اور حقوق شوہر کی اضاعت اصلاً واقع نہ ہوگی۔

۱۸۵/۱	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب النکاح	لہ در مختار
۲۶۰ - ۶۱/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	" "	رد المحتار
۳۹۰/۳	دار الفکر بیروت	قسم الاقوال حدیث ۹۳۱۰	لہ جامع الاحادیث للسیوطی

(۶) اگر ذرا بھی اس کا اندیشہ ہو تو اس کے حق میں نکاح سنت نہ رہے گا صرف مباح ہوگا بشرطیکہ اندیشہ حدِ ظن تک نہ پہنچے ورنہ اباحت جدا سرے سے ممنوع و ناجائز ہو جائے گا کما سبق (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ ت) درمختار میں ہے:

اور حال اعتدال میں نکاح سنت مؤکدہ ہوتا ہے جس کے (باصرار) ترک پر گناہ لازم ہوتا ہے (اعتدال سے مراد یہ ہے کہ غلبہ شہوت اس حد تک پہنچا ہوا نہ ہو جیسا کہ نکاح واجب و فرض میں گزرا یعنی جماع کا اشتیاق شدید اور نہ ہی انتہائی طور پر کمزور اور قاصر ہو جیسا کہ عنین۔ اسی واسطے شرح ملتقی میں اس کی تفسیر لویں فرمائی کہ وہ فتور اور شوق کے درمیان ہو۔ بحر میں ہے کہ اس سے مراد آدمی کا وہ حال ہے جس میں اسے ظلم، ترک فرائض اور ترک سنن کا خوف نہ ہو، اور اگر اسے ان امور کا خوف ہے تو وہ معتدل نہیں، لہذا اس کے لئے نکاح سنت نہیں ہوگا جیسا کہ بدائع میں اس کا افادہ فرمایا، اور شارح نے نکاح کی چھٹی قسم کا ذکر نہیں فرمایا جس کو بحر نے محبت سے ذکر کیا اور وہ ہے نکاح کا مباح ہونا جبکہ لوازم نکاح کو پورا نہ کر سکنے کا خوف

يكون سنة مؤكدة فياثر بتركة (مع الاصرار) حال الاعتدال (اي الاعتدال في التوقان ان لا يكون بالمعنى المازي في الواجب والفرض وهو شدة الاشتياق وان لا يكون في غاية الفتور كالعين ولذا افسره في شرحه على الملتقى بان يكون بين الفتور والشوق وفي البحر والمراد حاله عدم الخوف من الجور وترك الفرائض والسنن فلو خاف فليس معتدلا فلا يكون سنة في حقه كما افاده في البدائع، وترك الشارح قسما سادسا ذكره في البحر عن المجتبي وهو الاباحة ان خاف العجز عن الايفاء بمواجبه اهاى خوفا غير راجح والا كان مكرها تحريما لان عدم الجور من مواجبه اها ملتقطا مزيدا من ابن عابدین۔

ہوا اور یہ اباحت نکاح کا حکم تب ہوگا جب لوازم کی عدم ادائیگی کا خوف راجح نہ ہو ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کیونکہ عدم جوہر لوازم نکاح میں سے ہے اہل ملتقطا۔ زاد عبارتیں ابن عابدین سے لی گئی ہیں۔ (ت) حکم بحالت سنیت بیشک نکاح کی ترغیب بتاکید کی جاتی ہے اور اس سے انکار پر سخت اعتراض پہنچتا ہے اسی قدر جتنا ترک سنت پر چاہتے اور در صورت اباحت نہ نکاح پر اصلا جبر کا اختیار نہ اس سے انکار پر کچھ اعتراض و انکار کہ مباح کو شرع مطہر نے مکلف کی مرضی پر چھوڑا ہے چاہے کمرے یا نہ کمرے، پھر انصاف

۱۸۵/۱

مطبع مجتہبائی دہلی

کتاب النکاح

لے درمختار

۲۶۱/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

" " "

لے ردالمحتار

کی میزان ہاتھ میں لیجے تو عورتوں کے حق میں سنیت نکاح بھی بہت ندرت سے ثابت ہوگی، ہزار میں ایک ہی ایسی نکلی گی جس کے لئے سنت کہہ سکیں، کیا کسی عورت کی نسبت خود وہ یا اس کے اولیاء یا یہ تشدد والے حضرات پورے طور پر ضامن ہو جائیں گے کہ اس سے تا فرمانی شوہر یا اس کے کسی حق میں ادنیٰ تقصیر واقع ہونے کا اصلاً اندیشہ نہیں، ایسی بے معنی ضمانت وہی کہہ سکتا ہے جسے نہ مردوں کے حقوق عظیم پر اطلاع، نہ عورات کی عادات و نقصان عقل و دین پر وقوف کیا، حدیث صحیح میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد سنا کہ :

سأیت النار فلم اركال يوم منظر اقط اقطع
ورأیت اكثر اهلها النساء۔
میں نے دوزخ ملاحظہ فرمائی تو آج کی برابر کوئی چیز سخت و شکنج نہ دیکھی اور میں نے اہل دوزخ میں عورتیں زیادہ دیکھیں۔

فقالوا يا رسول الله صحابه نے عرض کی یا رسول اللہ، یعنی حضور! اس کا کیا سبب ہے؟ قال يكفرهن فرمایا ان کے کفر کے باعث۔ قيل يكفرن بالله عرض کی گئی کیا اللہ عزوجل سے کفر کرتی ہیں؟ قال يكفرن العشير ويكفرن الاحسان فرمایا شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتی ہیں لو احسنت الى احدائهن الدهر ثم رأيت منك شيئاً قالت ما رأيت منك خيراً قط اگر تو ان میں سے کسی کے ساتھ عمر بھر احسان کرے پھر ذرا سی بات خلاف مزاج تجھ سے دیکھے تو کہے میں نے تو کبھی تجھ سے کوئی بھلائی نہ دیکھی سواہ الشيخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس کو شیخین نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

ان المرأة خلقت من ضلع اعوج لن تستقيم لك على طريقتة فان استمتعت بها وبها عوج وان ذهبت تقيمها كسرتها وكسرها طلاقها۔ رواه مسلم والترمذی عن ابی ہریرة و نحوه
عورت ٹیڑھی پسلی سے بنی ہے ہرگز کسی راہ پر تیرے لئے سیدھی نہ ہوگی، اگر تو اس سے نفع لے تو اس کی کجی کے ساتھ نفع لے اور سیدھا کرنے چلے تو توڑ دے، اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے (اس کو امام مسلم و ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

۱۴۴	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب صلوة الکسوف	صحیح بخاری
۷۸۳/۲	" " "	" " "	صحیح مسلم
۲۹۸/۱	" " "	باب الوصیة بالنساء	صحیح مسلم

احمد و ابن جبان و المحاکم عن سمرة بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
تعالیٰ عنہ سے اور اس کی مثل کو امام احمد، ابن جبان اور حاکم نے حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

حاصل یہ کہ پسلی ٹوٹ جائے گی مگر سیدھی نہ ہوگی، عورت بھی بائیں پسلی سے بنی ہے نہ نیچے تو طلاق دے دے مگر ہر طرح موافق آتے یہ مشکل ہے۔

حدیث ۳: ایک بی بی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! میں عورتوں کی فرستادہ ہوں حضور کی بارگاہ میں جن عورتوں کو خیر ہے اور جنہیں خیر نہیں سب میری اس حاضری کی خواہاں ہیں، اللہ عزوجل مردوں عورتوں سب کا پروردگار خدا ہے اور حضور مردوں عورتوں سب کی طرف اس کے رسول، اللہ عزوجل نے مردوں پر جہاد فرض کیا کہ فتح پائیں تو دولت مند ہو جائیں اور شہید ہوں تو اپنے رب کے پاس زندہ رہیں رزق پائیں اور ہم عورتیں ان کے کاموں کا انتظام کرنے والیاں ہیں تو ہمارے لئے وہ کون سی طاعت ہے جو ثواب میں جہاد کے برابر ہو۔ فرمایا:

طاعة ازواجہن بحقوقہم وقلیل منکن من یفعلہ۔ رواہ البزاز والطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
شوہروں کی اطاعت اور ان کے حق پہچاننا اور اس کی کرنے والیاں تم میں تھوڑی ہیں (اس کو بزاز اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

حمل کی سختیاں اٹھانے والیاں، دودھ پلانے والیاں، جننے کی تکلیف جھیلنے والیاں، اپنے بچوں پر مہربانیاں، اگر نہ ہوتی وہ تقصیر جو اپنے شوہروں کے ساتھ کرتی ہیں تو ان کی نماز پڑھنے والیاں سیدھی جنت میں

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: حاملات والذات مرضعات رحیمات باولادہن لولامایأتین الی ازواجہن لدخل مصلیاتہن الجنة۔ اخرجہ الامام احمد و ابن ماجہ والطبرانی فی الکبیر

۳۰۶/۴	دارالکتاب بیروت	حق المرأة علی الزوج	۵۹۱۴	حدیث	۷۹۸۶	حدیث
۴۶۳/۸	حبيب الرحمن الاعظمی بیروت					
۳۰۲/۸	المکتبۃ الفیصلیہ بیروت					
۲۵۲/۵	دارالفکر بیروت					

۱۔ مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی
مصنف عبد الرزاق
۲۔ المعجم الکبیر
مسند امام احمد

تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲: ایک بی بی نے دربارِ دربارِ سیدالابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی، میں فلاں دخترِ فلاں ہوں۔ فرمایا، میں نے تجھے پہچانا اپنا کام بتا۔ عرض کی، مجھے اپنے چچا کے بیٹے فلاں عابد سے کام ہے۔ فرمایا، میں نے اُسے بھی پہچانا یعنی مطلب کہہ۔ عرض کی، اُس نے مجھے پیام دیا ہے۔ تو حضور ارشاد فرمائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے اگر وہ کوئی چیز میرے قابو کی ہو تو میں اُس سے نکاح کر لوں فرمایا،

من حقه لو سال منخراہ دما او قیحا
فلحستہ بلسانہا ما ادت حقه لوکات
ینبغی لبشران یسجد لبشر لا مرت المرأۃ
ان تسجد لزوجہا اذا دخل علیہا بما
فضله اللہ علیہا۔

یہ ارشاد سن کر وہ بی بی بولیں:

والذی بعثک بالحق لا اتزوج ما بقیت
الدنیا۔ رواہ البزاز والمحاکم عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا
میں رہتی دنیا تک نکاح کا نام نہ لوں گی (اس کو
بزاز اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے روایت فرمایا۔ ت)

حدیث ۳: ایک صاحب اپنی صاحبزادی کو لے کر درگاہِ عالم پناہ حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی، میری یہ بیٹی نکاح کرنے سے انکار رکھتی ہے حضور والاصلوٰات اللہ
تعالیٰ علیہ نے فرمایا، اطیعی اباک اپنے باپ کا حکم مان۔ اس لڑکی نے عرض کی، قسم اس کی جس
نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا میں نکاح نہ کروں گی جب تک حضور یہ نہ بتائیں کہ خاوند کا حق عورت پر
کیا ہے۔ فرمایا،

۱۔ مستدرک کتاب النکاح باب حق الزوج علی الزوجۃ دار الفکر بیروت ۸۹/۲
۲۔ کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث ۱۴۶۶ موسسة الرسالہ بیروت ۴۸/۲

شوہر کا حتی عورت پر یہ ہے اگر اس کے کوئی پھوڑا ہو
عورت اسے چاٹ کر صاف کرے یا اس کے نتھنوں سے
پیپ یا خون نکلے عورت اسے نکل لے تو مرد کے حتی
سے ادا نہ ہوتی۔

حق الزوج علی زوجته لو كانت به قرحة فليحسها
او انتثر من خراة صديدا او دما ثم ابتلعتہ
مادت حقه۔

اس لڑکی نے عرض کی،

قسم اس کی جس نے حضور کو حتی کے ساتھ بھیجا میں
کبھی شادی نہ کروں گی۔

والذی بعثک بالحق لا تزوج ابدا۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تنکحوهن الا باذنہن عورتوں کا نکاح نہ کرو جب تک ان
کی مرضی نہ ہو۔

اس کو بزاز اور ابن جمان نے اپنی صحیح میں حضرت
ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

دواہ البزار و ابن جمان فی صحیحہ عن
ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام حافظ زکی الملتہ والدین عبد العظیم منذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند جید
اور اس کے سب راوی ثقات مشہورین ہیں انتہی، سبحان اللہ اس حدیث جلیل کو دیکھئے دختر ناکتھا کو نکاح
سے انکار، باپ کو اصرار، باپ حضور کی بارگاہ میں شکایت کرتے ہیں، صاحبزادی عین دربار اقدس میں قسم
کھاتی ہیں کہ کبھی نکاح نہ کروں گی۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ اس انکار کرنے والی پر ناراض
ہوتے ہیں نہ اعتراض کرتے ہیں بلکہ اولیائے کو ہدایت فرماتے ہیں کہ جب تک ان کی مرضی نہ ہو ان کا نکاح نہ کرو، کہا
یہ ارشاد ہدایت بنیاد کہاں وہ جبروتی حکم زبردستی کا نظم کہ اگرچہ ایک بار نکاح ہو چکا اب بیوہ ہو گئی خواہی خواہ
دوبارہ نکاح پر جبر کر و اور پھر بیوہ ہو تو پھر سہ بارہ گلا دباؤ اگر مان لے تو خیر، اور انکار کرے تو کافر ہو گئی، اور
ساتھ لگے اولیا کی بھی خیر نہیں اگر وہ خواہ مخواہ نکاح نہ کر دیں تو ان پر بھی معاذ اللہ اللہ عزوجل کا غضب ٹوٹے عیاذ باللہ
یزید پلید کی طرح غارت ہوں، مرتے وقت ایمان جانے کا اندیشہ، مزہ یہ کہ ان حضرات کے نزدیک ایک حکم
شرعیٰت مسطرہ کا انہوں نے چھوڑا دوسرے حکم فرض قطعی کے ترک کی یہ مسلمانوں کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ مرحبا ہیں
توان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو، حالانکہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
الصلوة واجبة علیکم علی کل مسلم یموت بہر مسلمان کے جنازہ کی نماز تم پر فرض ہے نیک ہو یا بد

لہ کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث ۱۴۶۵ موسستہ الرسالہ بیروت ۲/۸۸

براکان او فاجرا وان هو عمل الکبائر۔ اخرجہ
ابوداؤد و ابویعلی و البیهقی فی سننہ عن
ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح
علی اصولنا معشر الحنفیۃ۔

چاہے اُس نے کتنے ہی گناہ کبیرہ کئے ہوں (اس کو
امام ابوداؤد، ابویعلیٰ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی سند کے
ساتھ روایت فرمایا جو ہمارے یعنی احناف کے اصول
کے مطابق صحیح ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے، مولائے دو جہاں سرور کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ہر (مسلمان) میت کی نماز جنازہ پڑھو۔ (اس کو
ابن ماجہ نے وائلہ والد ابی الطفیل رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے روایت کیا۔ ت)

صلوا علی کل میت۔ اخرجہ ابن ماجہ عن
وائلہ والد ابی الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

تیسری حدیث میں ہے حضور سید عالم مولائے اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

جس نے لا الہ الا اللہ پڑھا اس کی نماز جنازہ پڑھو۔
اس کو ابوالقاسم طبرانی نے اپنی معجم کبیر اور ابولعیم نے
حلیۃ الاولیاء میں حضرت عبداللہ ابن فاروق رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے روایت فرمایا۔ (ت)

صلوا علی من قال لا الہ الا اللہ۔ اخرجہ
ابوالقاسم الطبرانی فی معجمہ الکبیر و ابولعیم
فی حلیۃ الاولیاء عن عبد اللہ ابن الفاروق
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

معاذ اللہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کو پس پشت ڈالنا اور اپنی طرف سے نئی شریعت نکالنا
بیوہ کے نکاح نہ کرنے سے لاکھ درجے بدتر ہے، سمجھی تو کہا تھا کہ یہ حضرات اور کو خندق سے بچائیں اور خود
گہرے گتوں میں گر جائیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بالجملہ عند التحقیق عامۃ زمان خصوصاً زمان زمان کے حق میں غایت درجہ حکم اباحت ہے اور مباح
سے انکار پر اصلاً مواخذہ نہیں خصوصاً جب اس کے ساتھ اور کوئی مصلحت بھی ترک نکاح پر داعی ہو۔
صحیح حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب خواہر

۱ سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الغزوم مع ائمتہ الجور
۲ سنن ابی ماجہ ابواب الجنائز باب فی الصلوۃ علی اہل القبۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۳ المعجم الکبیر حدیث ۱۳۶۲۲ مروی از عبد اللہ ابن عمر
آفتاب عالم پریس لاہور ۳۴۳/۱
دار صادر بیروت ۱۲۱/۳
المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۴۴/۱۲

رواہ عن ابی نوفل بن عقرب
ایضا مرسلہ۔

اشارہ کر کے عرض کی یہ دودھ پینے اور یہ ساتھ سونے
کو بہت ہے۔ (اس کو بھی ابن سعد نے ابو نوفل بن
عقرب سے مرسلہ روایت کیا۔ ت)

امّ المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر اول حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیوہ ہوتیں
امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں پیغام نکاح کر دیا، انکار کر دیا، پھر فاروق اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے پیام دیا، انکار کر دیا، پھر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیام دیا، عرض کی،
انی امرأۃ غیری وانی امرأۃ مصیبة و
لیس احد من اولیائی شاہدا۔
میں رشک ناک عورت ہوں (یعنی ازواجِ مطہرات
سے شکر رنجی کا خیال ہے) اور عیالدار ہوں اور
میرا کوئی ولی حاضر نہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے عذروں پر کچھ عتاب نہ فرمایا نہ یہ ارشاد ہوا کہ تم سنت سے منکر
ہوتی ہو تم پر شرعی الزام ہے، بلکہ عذر سن کر ان کے علاج و جواب ارشاد فرمادے کہ تمہارے رشک کے لئے
ہم دُعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ اسے دُور کر دے (چنانچہ ایسا ہی ہوا امّ المؤمنین ام سلمہ باقی ازواجِ مطہرات
نبی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ اس طرح رہتی تھیں گویا یہ ازواج ہی میں نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیٰ لعلمن وعلیہن و
ک وسلم اور تمہارے بچے اللہ ورسول کے سپرد ہیں اور تمہارا کوئی ولی حاضر و غائب میرے ساتھ نکاح کو ناپسند
نہ کرے گا رواہ احمد والنسائی وغیرہما عنہما رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح (اس کو امام احمد اور
نسائی وغیرہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسند صحیح روایت کیا۔ ت)

ابن ابی عاصم کی روایتوں میں ہے منجملہ عذروں کے یہ بھی عرض کی کہ اما انا فکبیرۃ السن میری عمر
زیادہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فانا اکبر منک میں تم سے بڑا ہوں۔ سواہ
من طریق عبد الواحد بن ایمن عن ابی بکر بن عبد الرحمن عنہما رضی اللہ تعالیٰ عنہما (ابن عاصم
نے اس کو عبد الواحد بن ایمن کے طریق سے ابو بکر بن عبد الرحمن سے اور انھوں نے امّ المؤمنین حضرت ام سلمہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرمایا۔ ت)

۶/۱۳	دار الفکر بیروت	مروی از ام سلمہ	سنن احمد بن حنبل
۲/۶۸	المکتبۃ السلفیہ لاہور	کتاب النکاح	سنن النسائی
۸/۹۱	دار صادر بیروت	باب ذکر فی خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من نساء	لے طبقات الکبریٰ لابن سعد

ام المؤمنین (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے ۶۱ یا ۶۲ میں وفات پائی، عمر شریف چوراسی برس کی ہوئی قالہ الواقدی وکثیر من العلماء نقلہ عنہم فی الاصابة وهو الصواب كما فی الزرقانی (واقدی اور کثیر علماء نے یہی کہا ہے جن سے اصحابہ میں نقل کیا اور یہی درست ہے جیسا کہ زرقانی میں ہے۔ ت) اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر شوال ۶۱ ہجری میں ان سے نکاح فرمایا ہو الصحیح كما فی الزرقانی (یہی صحیح ہے جیسا کہ زرقانی میں ہے۔ ت) تو جس وقت انہوں نے ترک نکاح کے لئے عمر زیادہ ہونے کا عذر عرض کیا ہے تیس سال کی نہ تھیں یہی کوئی چھبیس ستائیس برس کی عمر تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے ابن سعد انھیں ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ انہوں نے فرمایا:

بلغنی انه لیس امرأة یموت زوجها وهو من اهل الجنة وهي من اهل الجنة ثم لو تزوج بعده الا جمع الله بينهما فی الجنة۔
 جس عورت کا شوہر مر جائے اور وہ دونوں جنتی ہوں پھر عورت اُس کے بعد نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُن دونوں کو جنت میں جمع فرمائے۔
 اسی بنا پر انہوں نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تھا اؤ ہم تم عہد کریں کہ جو پہلے مر جائے دوسرا اس کے بعد نکاح نہ کرے، مگر یہ علم الہی میں امہات المؤمنین میں داخل ہونے والی تھیں، حضرت ابوسلمہ نے قبول نہ فرمایا رواہ من طریق عاصم الاحول عن زیاد بن ابی مریم عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا (اس کو بطریق عاصم احول زیاد بن ابی مریم سے روایت کیا اور انہوں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرمایا۔ ت)

صحیح الاوّل الیعمری والثانی ابو عمر بن عبد البر الثالث الحافظ فی التقریب وهناك تصحیح رابع و هو ۵۹ صحیح القسطلانی فی المواہب قال الزرقانی وهو معارض بهذه التصحیحات واللہ تعالیٰ اعلم۔ (م)

اول کو یعمری، ثانی کو ابو عمر بن عبد البر اور ثالث کو حافظ نے تقریب میں صحیح قرار دیا اور یہاں ایک چوتھی تصحیح ۵۹ کی بھی ہے جس کو قسطلانی نے مواہب میں صحیح قرار دیا، زرقانی نے فرمایا کہ وہ ان تصحیحات کے معارض ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

۴۵۹ - ۶۰ / ۲ دار صادر بیروت ذکر ام سلمہ نمبر ۱۳۰۹ ۱۳۰۹ / ۲
 ۸۸ / ۸ دار صادر بیروت ذکر من خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من النساء ۸۸ / ۸
 ۲۴ / ۳ دار المعرفۃ بیروت ذکر ام سلمہ رضی اللہ عنہا ۲۴ / ۳

حضرت سلمیٰ بنت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر شہید ہوئے وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئیں اور کہا میرے شوہر نے شہادت پائی اور لوگ مجھے پیام دے رہے ہیں میں نکاح سے انکار رکھتی ہوں کیا آپ امید کرتے ہیں کہ اگر میں اور وہ جمع ہوئے تو میں آخرت میں ان کی زوجہ ہوں (بیوی بنوں)، فرمایا: ہاں۔

احمد فی المسند حدیثنا ابو احمد ثنا ابان عبد اللہ البجلی عن کریم بن ابی حازم عن جدتہ سلمیٰ بنت جابر ان زوجہا استشهدت فانت عبد اللہ بن مسعود فقالت انی امرأۃ استشهدت زوجی وقد خطبتنی الرجال فابیت ان اتزوج حتی القاه فتزوجت ان اجتمعت انا و هو ان کون من ازواجہ قال نعم فقال لہ رجل ما رأیناک نقلت هذا مذاقاً عدناک قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول ان اسرع امتی لی لحوقاً فی الجنة امرأۃ من احمس۔

امام احمد نے اپنی مسند میں یوں بیان فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو احمد نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابان بن عبداللہ بجلی نے، انہوں نے کریم بن ابی حازم سے، اور انہوں نے اپنی دادی سلمیٰ بنت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ ان (حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے شوہر شہید ہوئے تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئیں اور کہا کہ میں وہ عورت ہوں جس کے شوہر شہید ہو گئے ہیں اور بہت سے مردوں نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا مگر میں نے نکاح سے انکار کیا تا وقتیکہ میں اپنے شوہر سے ملوں، کیا آپ میرے متعلق امید کرتے ہیں کہ اگر میں اور میرا شوہر

جمع ہوئے تو میں ان کی بیوی بنوں گی؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ جب سے ہم آپ کے پاس بیٹھ رہے ہیں آپ کو یہ نقل کرتے ہوئے نہیں دیکھا، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بیشک جنت میں سب سے جلد مجھ سے ملنے والی ایک عورت ہے احمس (قریش) سے۔ (ت)

حضرت سید سعید شہید سیدنا امام حسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ رباب بنت امرئ القیس کہ حضرت اصغر و حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ ماجدہ ہیں بعد شہادت امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت شرفائے قریش نے انہیں پیام نکاح دیا، فرمایا

لے مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن مسعود دار الفکر بیروت ۲۰۳/۱

ماكنت لاتخذ حموا بعد رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم۔
میں وہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے بعد کسی کو اپنا خسر بناؤں۔ (ت)

جب تک زندہ رہیں نکاح نہ کیا ذکرہ ابن الاثیر فی الکامل (ابن اثیر نے اسے
کامل میں ذکر کیا ہے۔ ت) مرثیہ حضرت امام انام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتی ہیں: ہ
والله لا ابتغى صهرا بصهركم
حتى اغيب بين الرمل والطين

خدا کی قسم میں تمہارے رشتہ کے بعد کسی سے رشتہ نہ چاہوں گی یہاں تک کہ ریت اور مٹی میں دفن کر دی جاؤں
ذکرہ ہشام بن الکلبی (اس کو ہشام بن کلبی نے ذکر کیا۔ ت) بلکہ علامہ ابوالقاسم عواد الدین محمود ابن فسریابی
کتاب خالصۃ الحقائق لما فیہ من اسالیب الدقائق میں صحابیات حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک بی بی
رباب نامی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کرتے ہیں:

انہا کانت نروجا للرجل یقال له عمر وفتعا هذا
ایہامات قبل الاخر لا یتزوج الذی یبقی
حتى یموت فمات فقامت مدة فزوجها ابوہا
فراأت فی تلك اللیلة عمرا انشدھا ابیاتا
فاصبحت مذعورة وقصت علی النبی صلی
الله تعالیٰ علیہ وسلم القصة فامرھا ان
تستأنس بالوحدة حتى تموت وامر زوجها
بفراقها ففعل ذلك۔

یعنی وہ ایک شخص عمر و نامی کی زوجہ تھیں ان کے آپس
میں عہد ہو لیا تھا کہ جو پہلے مرے دوسرا تا دم مرگ
نکاح نہ کرے، عمر و کا انتقال ہوا، رباب ایک
مدت تک بیوہ رہیں پھر ان کے باپ نے ان کا نکاح
کر دیا، اسی رات اپنے پہلے شوہر کو خواب میں دیکھا
انہوں نے کچھ شعر اس معاملے کی شکایت میں پڑھے
یہ صبح کو خائف و ترساں اٹھیں، حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے حال عرض کیا، حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مرتے دم تک تنہائی میں جی بہلاتیں اور اس شوہر کو حکم دیا کہ انہیں چھوڑ دے،
انہوں نے چھوڑ دیا۔ (ت)

نقلہ الحافظ فی الاصابة وقال ہی حکایة مشہورة لغير هذین الخ (اس کو حافظ نے الاصابة
میں نقل کیا اور فرمایا کہ یہ حکایت ان دونوں کے غیر کے لئے مشہور ہے الخ) بلکہ احادیث میں ہے خود
الحاکم فی التاریخ لابن اثیر ذکر مقل حسین رضی اللہ عنہ وارصا و بیروت م/م

الاصابة فی تمییز الصحابة بحوالہ محمود بن احمد فریابی الرباب غیر فسویہ " " " م/۳۰۰

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس بیوہ کی نہایت تعریف فرمائی جو اپنے یتیم بچوں کو لئے بیٹھی رہے اور اُن کے خیال سے نکاحِ ثانی نہ کرے،

حدیث ۱: سنن ابوداؤد میں حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا وامرأة سفعاء الخدين كهاتين يوم القيمة واوهى بيده يزيد بن زريع السبابة والوسطى امرأة ايمت من زوجها ذات منصب وجمال حبست نفسها على يتاماها حتى بانوا او ماتوا۔

میں اور چہرہ کا رنگ بدلی ہوئی عورت روزِ قیامت ان دو انگلیوں کے مثل ہوں گے (راوی نے انگشتِ شہادت اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے بتایا یعنی جیسے یہ دو انگلیاں پاس پاس ہیں یونہی اسے روزِ قیامت میرا قرب نصیب ہوگا) وہ عورت کہ

اپنے شوہر سے بیوہ ہوئی عزت والی صورت والی با اینہم اُس نے اپنے یتیم بچوں پر اپنی جان کو روک رکھا یہاں تک کہ وہ اس سے جدا ہو گئے یا مر گئے (چہرہ کی رنگت بدلی ہوئی سیاہی مائل ہونا یہ کہ بے شوہری کے سبب بناؤ سنگار کی حاجت نہیں)۔

حدیث ۲: ابن شبران انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرأة قعدت علی بیت اولادھا فہی معی فی الجنة۔

جو عورت اپنی اولاد پر بیٹھی رہے گی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگی۔

حدیث ۳: ابویعلیٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اول من یفتح باب الجنة الا انی اری امرأة تبادرنی فاقول لہا مالک ومن انت فتقول انا امرأة قعدت علی یتام لی۔

سب سے پہلے جو دروازہ جنت کھولے گا وہ میں ہوں مگر میں ایک عورت کو دیکھوں گا کہ مجھ سے آگے جلدی کریگی میں فرماؤں گا تجھے کیا ہے اور تو کون ہے، وہ عرض کریگی میں وہ عورت ہوں کہ اپنے یتیموں پر بیٹھی رہی۔

۱ سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی فضل من عال الیتامی آفتاب عالم پریس لاہور ۳۴۵/۲

۲ کنز العمال بحوالہ ابن شبران عن انس حدیث ۴۵۱۳۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲۰۸/۱۶

۳ مسند ابی یعلیٰ حدیث ۶۶۲۱ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۱۲۵/۶

امام عبدالعظیم منذری فرماتے ہیں: اسنادہ حسن ان شاء اللہ تعالیٰ (اس کی اسناد ان شاء اللہ تعالیٰ حسن ہے۔ ت)

تنبیہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہشت میں تشریف لے جانا بار بار ہوگا، اولیت مطلقہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے، دروازہ کھلنا حضور والا ہی کے لئے ہوگا، رضوان دارونہ جنت عرض کرے گا مجھے یہی حکم تھا کہ حضور سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں، حضور پر کوئی نبی مرسل بھی تقدیم نہیں پاسکتا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجمعین۔

یہ سب مضامین احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں جن کی بعض فقیر نے اپنے رسالہ مبارکہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین میں ذکر کیں۔ حضور کے بعد جو اور بندگان خدا جائیں گے دروازہ کھلا جائے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے سے فتح باب فرما چکے ہوں گے۔

قال تعالیٰ جنت عدن مفتحة لهم
الابواب
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بسنے کے باغ ان کے لئے
سب کے دروازے کھلے ہوئے۔ (ت)

یہاں جو اُس عورت کا آگے ہونا وارد ہوا یہ اور بار کے تشریف لے جانے میں ہے، جب اہتمام کار امت میں آمدورفت فرماتے ہوں گے نہ کہ خاص بار اول میں، وباللہ التوفیق (اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہی ہے۔ ت)

الحمد للہ اس تحقیق انبی سے مسئلہ کا حکم بھی نہایت ایضاح منصفہ ظہور پر مرفوع ہوا اور اہل تشدد کے وہ متعصبانہ احکام بھی مخذول و مندفع والحمد للہ علی ما وفق و علم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ وسلم (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اس کے توفیق اور علم عطا فرمانے پر، اور اللہ تعالیٰ درود سلام نازل فرمائے ہمارے آقا محمد مصطفیٰ اور آپ کی آل پر۔ ت) یہاں تک نفس نکاح اور اس پر اجبار اور عورت یا اولیاء کی جانب سے ترک یا انکار اور ان کے انکار پر زجر و انتہار کا حکم تھا۔

اب رہا نکاح ثانی پر طعن اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور اللہ ہی سے توفیق ہے) ہماری تحقیق سابق سے روشن ہو کہ نکاح ثانی مطلقاً فرض یا واجب یا سنت نہیں بلکہ عام زمان کیلئے نہایت درجہ مباح ہی ہے اور مباح پر طعن صرف اسی صورت میں کفر ہو سکتا ہے کہ اُس کی اباحت ضروریات دین سے ہو اور باوصف اس کے یہ شخص اُسے شرعاً مباح نہ جانے، نکاح ثانی کی اباحت تو بیشک ضروریات دین

سے ہے کہ تمام مسلمین اُس سے آگاہ، قرآن عظیم کی متعدد آیتیں اُس پر گواہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ انھیں تم سے بہتر بیویاں بدل دے (اللہ تعالیٰ کے قول) ثبیت و ابکاراً (بیاہیاں اور کنواریاں) تک۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ (زینب) تمہارے نکاح میں دے دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک کہ اس کا خاوند کے پاس نہ آئے۔ (ت)

قال الله تعالى عسى ربه ان يطلقن ان تبدلهن ازواجاً خيراً ممنكن (الى قوله تعالى) ثبیت و ابکاراً، وقال تعالى فلما قضی زید منه وطراً زوجنکھا، وقال تعالى فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ۔

کریمہ وانکحو الایامی (اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہیں۔ ت) میں ایسے کے نکاح کر دینے کو فرمایا، ایسے ہر زین بے شوہر کو کہتے ہیں جس کے اطلاق میں کنواری، مطلقہ، بیوہ سب داخل۔ اگرچہ ایسے خاص بیوہ کا نام نہیں بالخصوص بیوہ کے لئے یہ آیتیں ہیں قال تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) : والذیت یتوفون منکم ویذرون ازواجاً یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا فاذا بلغن اجلهن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسهن بالمعروف والله بما تعملون خبیر ولا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء او اکنتم فی انفسکم علم الله انکم ستذکرونهن ولكن لا تواعدوهن سرا الا ان تقولوا قولا

اور جو تم میں مریں اور بیویاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اے والیو! تم پر مواخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے، اور تم پر گناہ نہیں اس بات میں جو پردہ رکھ کر تم نے عورتوں کے نکاح کا پیام دیا اپنے دل میں چھپا رکھو۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اب تم ان کی یاد کرو گے۔ ہاں ان سے خفیہ وعدہ نہ رکھو مگر یہ کہ اتنی ہی بات کہو جو شرع میں

۱۰ القرآن الکریم

۵/۶۶

۳۴/۳۳

۲۳۰/۲

۳۲/۲۴

۱۱

۱۲

۱۳

۱۴

معروف ہے اور نکاح کی گرہ پکی نہ کر جب تک لکھا ہوا
حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے۔ (ت)

معروفاً ولا تعزوا عقد النكاح حتى يبلغ
الكتب اجله

وقال الله تعالى ،

والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا وصية
لازواجهم متاعا الى المحول غير اخراج فان
خرجن فلا جناح عليكم فيما فعلن في انفسهن
من معروف والله عزيز حكيم

اور جو تم میں مری اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں
کے لئے وصیت کر جائیں سال بھر تک نان و نفقہ
دینے کی بے نکالے، پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر
اس کا مواخذہ نہیں جو انہوں نے اپنے معاملہ میں مناسب
طور پر کیا، اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے (ت)

ان آیات کریمہ کا جملہ جملہ جو از نکاح بیوہ پر نص صریح ہے، پھر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اہلبیت
کرام و صحابہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے قولاً و فعلاً و تقریراً اس کی اباحت متواتر اُم المؤمنین صدیقہ بنت
الصیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا تمام ازواج مطہرات حضور سید الکائنات علیہ و علیہن الصلوٰات و التحیات
نیبات تھیں کما ثبت ذلك في صحيح البخاري من حديث نفسها و من حديث ابن عباس رضي الله تعالى
عنهم (جیسا کہ صحیح بخاری میں خود اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبداللہ ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے۔ ت) مگر کلام اس میں ہے کہ جاہلان ہند جو اُسے ننگ عار سمجھتے
ہیں آیا اس بنا پر ہے کہ اُسے از روئے شریعت ہی حلال نہیں جانتے ایسا ہو تو بیشک کفر ہے مگر انصافاً
عامہ ناس سے اس کا اصلاً ثبوت نہیں، جس مسلمان سے پوچھے صاف اقرار کرے گا کہ شرعاً بے شک جائز ہم ناجائز
و حرام نہیں جانتے بلکہ از روئے رسم لوگوں کے نزدیک ایک ننگ و عار کی بات ہے بخیاں طعن و بدنامی اس سے
احترام ہے ایسے خیالات پر ہرگز حکم تکفیر نہیں ہو سکتا سلفاً و خلفاً تمام لوگوں میں معاملات دنیویہ میں مصالح دنیویہ کے
لحاظ سے ہی باہم ایک دوسرے پر صد ہا مباحات میں طعن و سرزنش رائج ہے وہاں کیوں گیا، یہ کیوں کیا، فلاں سے
کیوں ملا حالانکہ یہ سب امور مباحات شرعیہ ہیں یہ تو خاص خاص ہر شخص کے اپنے ذاتی معاملات میں ہے اور مصطلحات
عامہ قوم یا شاطہ ملک میں بھی بہت باتیں مباح شرعی ہیں کہ بوجہ عرف و عادت معیوب ٹھہری ہیں کہ اس احتراز و
اعراض میں اکثر یہ حضرات مکفرین بھی شریک مثلاً باپ کے سامنے اپنے زوج یا زوجہ سے ہمکلام ہونا خصوصاً نئے

لہ القرآن الکریم ۲/۳۵-۳۴

۲/۲۲۰

دنوں میں۔ یوں ہی باپ یا پیر وغیرہما بزرگوں کے حضور حقہ پینا و خنرو داماد جب رات کو ایک پلنگ پر ہوں ان کے پاس جانا پاس بیٹھنا بات کرنا ان کا بدستور لیٹے رہنا۔ ماں بہن بیٹی کا اپنے بیٹے بھائی باپ کے سامنے سینہ پستان کھولے پھرنا، شریف عورتوں کا برقع اور ڈھکر سر بازار سودے خریدنا، اجنبی لوگوں سے باتیں کرنا، ان میں کون سی بات شرعاً ممنوع و ناجائز ہے مگر رسم و رواج و اصطلاح حادث کی وجہ سے اب تمام اہل حیا انہیں عیب جانتے ہیں جو ایسے امور کا مرتکب ہو اس پر طعن کریں گے، کیا اس بنا پر معاذ اللہ سب مسلمان کافر ٹھہریں گے اسی قبیل کا طعن و اعتراض یہاں کے عوام کو نکاحِ ثانی میں ہے تو اس پر بے تکلف حکم کفر جاری کرنا سخت مجازفت اور کلمہ طیبہ پر بیباکانہ جرأت ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔ صحیح حدیث سے ثابت کہ حضرت امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سالی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے گھر کا پانی خود بھر کر لاتیں اپنے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کے لئے بیرون شہر دوسیل پر جا کر داناہاتے خرم جمع فرماتیں ان کی گٹھری پیادہ پا اپنے سر مبارک پر اٹھا کر لاتیں ایک بار پٹہ ہوئے راہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع ایک جماعت انصار کرام کے ملے حضور نے انہیں بلایا اور اونٹ کو بیٹھنے کا حکم فرمایا کہ اپنے پیچھے سوار فرمائیں انہوں نے مردوں کے ساتھ چلنے میں حیا کی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت کا خیال آیا، نہ مانا۔ حضرت زبیر سے حال کہا، فرمایا واللہ تمہارا گٹھلیاں سر پر لے کر چلنا مجھ پر زیادہ سخت تھا اس سے کہ تم حضور کے ساتھ سوار ہو لیتیں۔ صحیحین میں ہے:

عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 قالت تزوجنی الزبیر و مالہ فی الارض
 من مال ولا مملوک ولا شیء غیر
 ناضح و غیر فرسہ فکنت اعلف فرسہ
 و استسقی الماء و اخرت عربہ و
 اعجن و لم اکن احسن اخبز
 و کانت تخبز جارات لی من
 الانصار و کت نسوة صدق
 و کنت انقل النوی من ارض
 الزبیر الی اقطعہ رسول اللہ

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 نے کہا مجھ سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح
 کیا حالانکہ زمین میں اس کے پاس نہ کوئی مال تھا اور
 نہ ہی کوئی مملوک اور ایک اونٹنی اور ایک گھوڑے کے
 سوا کوئی شیء اس کے پاس نہ تھی، میں اس کے
 گھوڑے کو چارہ دیتی اور اس کو پانی پلاتی تھی اور
 اس کا ڈول سینتی اور آٹا گوندھتی تھی اور میں اچھی طرح
 روٹی نہیں پکا سکتی تھی، ہماری ہمسائی انصار عورتیں
 تھیں جو کہ بہت اچھی عورتیں تھیں وہ مجھے روٹیاں
 پکا دیتی تھی اور میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی راسی وہی منی
 علی ثلاثی فرسخ فجئت یوما والنوی علی راسی
 فلیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 ومعہ نفر من الانصار فدعانی ثم قال اخ اخرج
 لیعملنی خلفہ فاستحیت ان اسیر مع الرجال
 و ذکر ت الزبیر وغیرتہ وکان اغیر الناس
 فعرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 انی قد استحیت فمضی فجئت الزبیر
 فقلت لقینی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم وعلی راسی النوی ومعہ نفر من
 اصحابہ فاناخر لارکب فاستحیت منه و
 عرفت غیرتک فقال واللہ لحملک النوی کان
 اشد علی من رکوبک معہ قالت حتی ارسل
 ابو بکر بعد ذلک بخادم یکفینی سیاسة
 الفرس فکانما اعتقتی لہ

زمین سے جو کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نے دی تھی اپنے سر پر گٹھلیاں اٹھا کر لاتی تھی جبکہ
 وہ زمین مجھ سے دو تہائی فرسخ (یعنی تقریباً چھ کلومیٹر)
 دور تھی، ایک دن میں گٹھلیاں سر پر اٹھا کر آرہی تھی
 پس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
 ملی اور آپ کے ساتھ انصار میں سے چند افراد تھے
 آپ نے مجھے بلایا پھر (اونٹ کو بٹھانے کے لئے)
 فرمایا: اُخ اُخ، تاکہ مجھے اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھالیں،
 مجھے شرم آئی کہ میں مردوں کے ساتھ چلوں، مجھے زبیر
 اور اس کی غیرت یاد آئی جبکہ وہ سب لوگوں سے
 زیادہ غمخور تھے، جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے پہچان لیا کہ میں شرم کر رہی ہوں، چنانچہ
 آپ تشریف لے گئے، پھر میں زبیر کے پاس آئی
 اور ان سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم ملے جبکہ گٹھلیاں میرے سر پر تھیں آپ کے ساتھ
 چند صحابہ کرام تھے آپ نے اونٹ کو بٹھایا تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں مجھے اس سے شرم آئی اور میں نے تمہاری غیرت
 کو یاد کیا، زبیر نے کہا بخدا تمہارا گٹھلیوں کو سر پر اٹھانا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹ پر سوار ہونے
 سے مجھ پر زیادہ سخت تھا۔ حضرت اسماء نے کہا میرا یہ حال رہا حتی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 نے اس کے بعد میری طرف ایک خادم بھیجا جو مجھ سے گھوڑے کے انتظام سے کفایت کرتا تھا گویا کہ اس نے مجھے
 آزاد کر دیا۔ (ت)

تکفیر کرنے والے حضرات ذرا سچ سچ کہیں اُن کے یہاں کے معزز شریف شہری لوگ کیا اسے روا
 رکھیں گے کہ ان کی شریف خاندانی بیبیاں گھر کا پانی کنویں سے بھر کر لائیں شہر سے دو دو کوکس پر جا کر گھوڑے کیلئے
 گھاس چھیلیں گھاس کا گٹھا سر پر رکھ کر سر بازار لائیں، بہنوتی نہیں خاص اپنے حقیقی بھائی ہی کے پیچھے مردوں

کے مجمع میں اُونٹ پر چڑھی پھریں، کیا وہ ان باتوں کو عیب نہ جانیں گے، کیا وہ ان پر طعن نہ کریں گے، اگر نہیں تو زبانی جمع خرچ کی نہیں سہی ذرا کر دکھائیں، اور اگر ہاں تو پہلے اپنی نسبت حکم بتائیں پھر اور مسلمانوں پر منہ آئیں، میں اس قسم کی بکثرت حدیثیں پیش کر سکتا ہوں مگر عاقل کو ایک حرف کافی اور نامنصف کو دفتر ناوانی بلکہ اگر نظر تہمتی کیجئے تو ایک وجہ وہ بھی نکل سکتی ہے کہ کوئی شخص ان بلاد میں نکاح ثانی کو ممنوع شرعی جانے اور اس کی تکفیر کی طرف اضلاع راہ نہ ہو وہ یہ کہ مثلاً زید زعم کرے کہ نکاح ثانی فی نفسه اگرچہ مباح ہے مگر ان اعصار و امصار میں نکاح بیوہ پر لوگ طعنہ زن ہو کر کبیرہ شدیدہ میں واقع ہوتے اور اس عورت کی مذمت کرتے اور اس سے نفرت رکھتے ہیں تو یہاں اس کا فعل مسلمانوں کے ایسے مہالک عظیمہ میں واقع ہونے اور ان پر دروازہ کبار و اتباع شیطان کھلنے کا باعث ہو گیا ہے اور جو مباح ایسے امور کی طرف منجر ہو اس عارض کی وجہ سے مباح نہیں رہتا شرعاً قابل احترام ہو جاتا ہے لہذا اس کی عوام کے سامنے حقائق عالیہ و دقائق عالیہ کا ذکر جو ان کے مدارک و اقسام سے وراہ ہو کہ اشاعت علم فرض اور کتمان حرام، مگر یہاں عوام کا فتنہ میں پڑنا گناہ میں مبتلا ہونا متوقع، لہذا ان کے سامنے ایسا بیان شرعاً ممنوع۔

حدیث میں ہے،

لوگوں سے وہ باتیں کہو جنہیں وہ پہچانیں، کیا یہ چاہتے ہو کہ لوگ اللہ و رسول کی تکذیب کریں (اس کو بخاری نے اپنی صحیح میں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے موقوفاً روایت کیا اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا۔ (ت)

حدثوا الناس بما يعرفون اتحبون ان يكذب الله ورسوله۔ رواه البخاری فی صحیحہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ موقفاً علیہ والدیلمی فی مسند الفردوس عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حدیث ۲:

ہمیں حکم ہے کہ لوگوں سے بعد ان کی عقول کے کلام کریں۔ اس کو امام عبد الرحمن سلمیٰ اور ان کے طریق سے دیلمی اور حسن بن سفیان نے اپنی مستند میں اور ابو الحسن تمیمی نے کتاب العقل میں حضرت عبد اللہ

امرنا ان تکلم الناس علی قدر عقولہم۔ رواه الامام ابو عبد الرحمن السلمی ومن طریقہ الديلمی والحسن بن سفین فی مسندہ و ابو الحسن التمیمی فی کتاب العقل عن

۲۴/۱

لے صحیح البخاری کتاب العلم باب من خصّ بالعلم قوماً الخ مطبع قیدی کتب خانہ کراچی

۳۹۸/۱

مطبع دار الباز مکتبہ المکرمتہ

حدیث ۱۶۱۱

کے الفردوس بباثور الخطاب

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور انھوں نے
نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حدیث ۳ :

تم میں سے کوئی شخص کسی قوم سے کوئی ایسی حدیث
کہ ان کی سمجھ سے ورار ہو بیان نہ کرے گا مگر یہ کہ
وہ حدیث ان پر فتنہ ہو جائے گی (اس کو عقلی، ابن سنی،
اور ابونعیم نے ریاضتہ میں اور دیگر محدثین نے حضرت
عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور
انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
روایت کیا۔ ت)

ما حدث احدکم قوماً بحدیث لا يفهمونه
الا كان فتنۃ علیہم۔ رواہ العقیلی و
ابن السنی و ابونعیم فی الریاضۃ وغیرہم
عنه عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم۔

دوسری روایت میں ہے :

میری اُمت سے میری حدیثیں نہ بیان کرو مگر وہ جو ان کی
عقلیں اٹھالیں کہ وہ حدیث ان پر فتنہ ہو جائے گی۔
اس کو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے ابونعیم نے اور ان کے طریق سے دہلی نے
روایت کیا اور اس میں ہے کہ حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
حدیث سے کچھ اشیاں مخفی رکھتے اور انھیں اہل علم پر ظاہر فرماتے تے

لا تحدثوا امتی من احادیثی الا ما تحتملہ
عقولہم فیکون فتنۃ علیہم۔ رواہ عنہ
ابونعیم و من طریقہ الدیلمی و فیہ فکات
ابن عباس یخفی اشیا من حدیثہ
ویفشیہا الی اهل العلم۔

تیسری روایت میں ہے :

اے ابن عباس! لوگوں سے وہ حدیث بیان نہ کرو
جو ان کی عقل میں نہ آئے۔ (اس کو مسند الفردوس

یا ابن عباس لا تحدث قوما
حدیثاً لا تحتملہ عقولہم۔ رواہ عنہ

۲۵۳/۱	مطبع دار الفکر بیروت	بیان ما بدل من الفاظ العلوم	۲۵۳/۱
۱۴/۵	مطبع دار الباز مکہ المکرمہ	حدیث ۳۱۲	۱۴/۵
۳۵۹/۵	" " "	" " "	۳۵۹/۵

میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمایا۔ (ت)

حدیث ۴ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

ما انت بسحدث قوم احدث لا تبلغه عقولہم الا کان لبعضہم فتنۃ۔ رواہ مسلم فی مقدمۃ صحیحہ۔

قلت ومن هذا الباب ما كان الامام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ يخفى في بعض مجالسه القول بروية النبي صلى الله تعالى عليه وسلم به ليلة المعراج كما ذكره الترقاني وقد صح عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه انه قال حفظت عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وعائين اما احدهما فبثثته واما الاخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم۔ رواه البخاري۔

تو جب کسی قوم سے وہ حدیث بیان کرے گا جس تک ان کی عقل نہ پہنچے وہ ضرور ان میں کسی پر فتنہ ہو جائے گی (اس کو امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں روایت فرمایا۔ ت) قلت (میں کہتا ہوں کہ) اپنی بعض مجالس میں حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شب معراج نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روایت باری تعالیٰ کے قول کو چھپانا اسی باب سے ہے جیسا کہ زرقانی نے ذکر کیا، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث صحیح مروی ہے کہ میں نے نبی انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم کی دو نوعیں یاد کیں ان میں سے ایک کو تو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا، اور دوسری

تو اس کو اگر پھیلاؤں تو یہ گلا کاٹ دیا جائے۔ اس کو بخاری نے روایت فرمایا۔ (ت)

تظہیر ۲ : عامہ کا شملہ چھوڑنا یقیناً سنت مگر جہاں جہاں اس پر ہتے ہوں وہاں علمائے متاخرین نے غیر حالت نماز میں اس سے بچنا اختیار فرمایا جس کا منشاء وہی حفظ دین عوام ہے۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی رسالہ آداب لباس میں فرماتے ہیں :

فقہاء را بر ارسال شملہ براہین قیاسی بسیارست و ارسال آن سنت مؤکدہ دانند و علمائے متاخرین سوائے صلوات پنجگانہ را ارسال ندارند از برائے طعن و مسخرہ جہاں زمانہ اہل ملخصاً فقہاء کے پاس شملہ چھوڑنے پر بہت سے دلائل قیاسیہ موجود ہیں اور وہ اس کو سنت مؤکدہ سمجھتے ہیں مگر علمائے متاخرین جہاں زمانہ کے طعن و مسخر سے بچنے کے لئے سوائے نماز پنجگانہ کے شملہ نہیں چھوڑتے ہیں اہل ملخصاً (ت)

۱/۹ قیدی کتب خانہ کراچی باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ
۲۳/۱ " " " " باب حفظ العلم کتاب العلم
۳ رسالہ آداب لباس عبدالحق محدث دہلوی

نظیر ۳، قرآن عظیم کی دسوں قراتیں حتیٰ اور دسوں منزل من اللہ، دسوں طرح حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھا اور حضور سے صحابہ، صحابہ سے تابعین، تابعین سے ہم تک پہنچا تو ان میں ہر ایک کا پڑھنا بلاشبہ قرات قرآن و نور ایمان و رضائے رحمان ہے۔ با ایں ہمہ علماء نے ارشاد فرمایا کہ جہاں جو قرات راجح ہو نماز و غیر نماز میں عوام کے سامنے وہی قرات پڑھیں، دوسری قرات جس سے ان کے کان آشنا نہیں نہ پڑھیں مبادا وہ اس پر ہنسنے اور طعن کرنے سے اپنا دین خراب کر لیں۔ ہندیہ میں ہے:

حجہ میں ہے کہ ساتوں قرات اور تمام روایات میں قرآن مجید پڑھنا جائز ہے لیکن میں اس بات کو درست سمجھتا ہوں کہ نامانوس قرات میں امالات اور روایات غریبہ کے ساتھ قرآن مجید نہ پڑھا جائے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ (ت)

فی الحجة قراءة القرآن بالقراءات السبعة والروایات کلها جائزة ولكنی اری الصواب ان لا یقرأ القرآن العجیبة بالامالات و الروایات الغریبة کذا فی التاتارخانیة

ردالمحتار میں ہے:

اس لئے کہ بعض بیوقوف وہ کچھ کہیں گے جو وہ جانتے نہیں ہیں تو گناہ اور بدبختی میں مبتلا ہو جائیں گے، اور ائمہ کے لئے مناسب نہیں کہ وہ عوام کو اس چیز پر برا لگیتے کریں جس میں ان کے دین کا نقصان ہے اور عوام کے دین کو بچانے کے لئے ان کے پاس ابو جعفر، ابن عامر، علی بن حمزہ اور کساتی کی قرات میں قرآن مجید نہ پڑھا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ اس کو ہلکا جانیں اور اس پر فہمیں اگرچہ تمام قرات و روایات صحیح اور فصیح ہیں۔ ہمارے مشائخ نے ابو عمر و حفص کی قرات کو اختیار کیا ہے جو عاصم سے مروی ہے اھتارخانیہ از فتاویٰ حمہ۔ (ت)

لان بعض السفهاء یقولون ما لا یعلمون فیقعون فی الاثم والشقاء ولا ینبغی للائمة ان یحملوا العوام علی ما فیہ نقصان دینهم ولا یقرأ عندہم مثل قراءة ابی جعفر وابن عامر و علی بن حمزة و الکسانی صیانة لدینهم فلعلہم یتخفون او یضحکون وان کانت کل القراءات و الروایات صحیحة فصیحة و مشائخنا اختاروا قراءة ابی عمر و حفص عن عاصم اھ من التاتارخانیة عن فتاویٰ الحجة۔

نظیر ۴: قریش نے جب زمانہ جاہلیت میں کعبہ از سر نو بنایا کچھ تنگی خرچ کچھ اپنی اغراض فاسدہ سے بنائے تھے۔
صلی اللہ تعالیٰ علیٰ ابنہ وعلیہ وبارک وسلم میں بہت تغیرات کر دیں، دو دروازہ غربی وشرقی سے صرف ایک
شرقی رکھا اور اُسے بھی زمین سے بہت بلندی پر نکالا کہ جسے چاہیں داخلے سے مشرف ہونے دیں جسے چاہیں
محروم رکھیں، گزوں زمین جانب شمال چھوڑ دی کہ عمارت بڑھانے میں خرچ زیادہ درکار تھا بانگہ یہ صریح بدعت
جاہلیت و تغیر سنت ابراہیمی علیہ الصلوٰۃ والسلام تھی مگر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محض بغیر
حفظ دین نو مسلمین اُسے قائم و برقرار رکھا کہ تغیر بے ہدم عمارت موجود نہ ہوتی خدا جانے ان کے دلوں میں کیا
وسوسہ گزرے۔ صحیحین میں ہے:

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
عنها بیان فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے حطیم کی دیوار کے بارے میں پوچھا
کہ کیا یہ بیت اللہ کا حصہ ہے، حضور انور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، میں نے دریافت کیا
اس کو قریش نے بیت اللہ میں کیوں داخل نہیں کیا
آپ نے فرمایا: تمہاری قوم کے پاس خرچ کم ہو گیا تھا
میں نے پوچھا پھر اس کا دروازہ اتنا بلند کیوں ہے، تو
آپ نے فرمایا کہ تمہاری قوم نے یہ اس لئے کیا تاکہ
وہ جس کو چاہیں بیت اللہ میں داخل کریں اور جس کو
چاہیں روک دیں، اگر تمہاری قوم نے نیا نیا کفر نہ چھوڑ
ہوتا اور مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ ان کے دلوں کو بُرا
لگے گا تو میں حطیم کی دیواروں کو بیت اللہ میں داخل
کر دیتا اور دروازے کو زمین سے ملا دیتا۔ اور
دوسری روایت یہ ہے کہ نبی انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت سألت
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الجدار
من البیت ہو قال نعم قلت فما لہم لم یدخلوا
فی البیت قال ان قومک قصرت بہم النفقۃ
قلت فما شأن بابہ مرتفعاً قال فعل ذلک قومک
لیدخلوا من شاؤا ویمنعوا من شاؤا ولولا
ان قومک حدیث عہدہم الجاہلیۃ فاخاف
ان تنکر قلوبہم ان ادخل الجدر فی البیت و
ان الصق بابہ بالارض فی اخری ان
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لہا
یا عائشہ لولا ان قومک حدیث عہدہم الجاہلیۃ
لامرت بالبیت فہدم فادخلت فیہ ما اخرج
منہ والرزقۃ بالارض وجعلت لہ بابین
بابا شرقیا و بابا غربیا فبلغت بہ اساس
ابراہیم علیہ السلام

وسلم نے فرمایا، اے عائشہ! اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت کے زمانہ کے قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کو گرانے کا

لے وٹے صحیح بخاری باب فضل الملکۃ وبنیائہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵

م دیتا اور اس میں سے جو خارج کر دیا گیا ہے میں اس کو اس میں داخل کر دیتا اور اس کو زمین کے برابر کر کے دروازے بناتا ایک دروازہ مشرقی اور ایک دروازہ مغربی، اور میں اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں

تعمیر کرتا۔ (ت)

یہ تقریر اگرچہ دعویٰ مانعت کے اثبات سے قاصر یا سراسر غلط ہی سی مگر شک نہیں کہ اب تکفیر قطعاً حال کہ اس میں نفس اباحت کا کہ ضروریات دین سے سختی انکار نہ ہو بلکہ اس میں کسی ایسی چیز کا بھی انکار نہیں جس کی وجہ سے تکفیر درکنار تضریر ہو سکے غایت یہ کہ خطا و غلط کہتے وہ بھی بلحاظ دعویٰ مانعت ورنہ شبہہ نہیں کہ ظاہر مذکورہ ان بلاد میں نکاح ثانی سے مصلحتاً احتراز کی وجہ موجب ہو سکتی ہیں جبکہ نوبت تا وجوب واقراض نہ ہو کما لا ینحی علی اولی النہی واللہ الہادی الی صراط سوی (جیسا کہ عقلمندوں پر متحفی نہیں ہے اور

اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔ (ت)

باجملہ تکفیر اہل قبلہ و اصحاب کلمہ طیبہ میں جرأت و جسارت محض جہالت بلکہ سخت آفت جس میں وبال عظیم و کمال کا صریح اندیشہ و العیاذ باللہ سب العالمین، فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول و فعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع و فطیح ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو جس کی رو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانب کفر جاتے ہوں خیال میں نہ لائیں۔

حدیث میں ہے حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الاسلام یعلو ولا یعلیٰ۔ اخرجہ الرویانی
والدارقطنی والبیہقی والضیاء فی المختارۃ
والخلیل کلہم عن عائذ بن عمر و السمرنی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ اس کو
رویانی، دارقطنی، بیہقی، مختارہ میں ضیاء اور
خلیل نے عائذ بن عمر و مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کیا۔ (ت)

احتمال اسلام چھوڑ کر احتمالات کفر کی طرف جانے والے اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں و العیاذ باللہ سب العالمین۔

حدیث ۲ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

کفوا من اهل لا الہ الا اللہ لا تکفروہم
لا الہ الا اللہ کہنے والوں سے زبان رو کو انھیں

کسی گناہ پر کافر نہ کہو، لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو جو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔ (اس کو طبرانی نے کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

بذنب فمن كفر اهل لا اله الا الله فهو الى الكفر اقرب له رواه الطبرانی في الكبير بسند حسن عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما۔

حدیث ۳ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ثلاث من اصل الايمان الكف عن قال لا اله الا الله ولا تكفر بذنب ولا تخرجه من الاسلام بعمله رواه ابو داؤد عن انس رضي الله تعالى عنه۔

تین باتیں اصل ایمان میں داخل ہیں، لا الہ الا اللہ کہنے والے سے باز رہنا اور اسے گناہ کے سبب کافر نہ کہا جائے اور کسی عمل پر اسلام سے خارج نہ کہیں۔ (اس کو ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔ ت)

حدیث ۴ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، لا تكفروا احدا من اهل القبلة۔ رواه العقیلی عن ابی الدرداء رضي الله تعالى عنه۔

اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہو (اس کو عقیلی نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

الحمد لله كلام اپنی نہایت کو پہنچا اور حکم مسئلہ نے من جمیع الوجوہ رنگ ایضاح پایا خلاصہ مقصود یہ کہ عوام ہند جو نکاح پرہ کو با تبارع رسم مردود عنود ننگ و عار سمجھتے ہیں اور کیسی ہی حالت حاجت و ضرورت شدید ہو معاذ اللہ حرام کے مثل اس سے احتراز رکھتے ہیں بڑا کرتے ہیں اور بہت بڑا کرتے ہیں، بیجا پر ہیں اور سخت بیجا پر، خان صاحب شیخ صاحب مرزا صاحب درکنار وہ کوئی حضرت میر صاحب ہی ہوں تو کیا ان کی بیٹیاں نہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص جگر پاروں سیدۃ النساء بتول زہرا صلی اللہ تعالیٰ علیہا و علیہا وسلم کی لطنی صاحبزادیوں سے زیادہ عزت و الیاں بڑھ کر غیرت و الیاں ہیں جن کے دو دو تین تین اور اس سے بھی زائد نکاح ہوئے سبحان اللہ! ص

۲۷۲/۱۲

المکتبۃ القیصلیہ بیروت

ترجمہ ۱۳۰۸۹

المعجم الکبیر

۳۴۳/۱

آفتاب عالم پریس لاہور

کے سنن ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی الغزو مع ائمة الجور

۲۸/۲

المکتبۃ الاسلامیہ ریاض

کے نصب الرایہ بحوالہ العقیلی فی الضعفاء باب الاحادیث فی الاقدار

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

(ان خاکی عورتوں کو ان پاکیزہ عورتوں سے کیا نسبت - ت)

مسلمانو! ذرا کلمہ پڑھنے کی شرم کرو اور اپنے آقا اپنے مولا اپنے بادشاہ عرش بارگاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت چھوڑ کر ناپاکوں، گندوں، اینٹ پتھر کے بندوں کے قدم پر قدم نہ دھرو، ذرا غور تو کرو کس کی راہ چھوڑتے اور کس گمراہ کے پیچھے دوڑتے ہو۔

بقول دشمن پیمان دوست شکستی

بہ ہیں کہ از کہ بڑیدی و با کہ پیوستی

(دشمن کے کہنے پر تو دوست کے پیمان (عہد) کو توڑتا ہے، بنظر غائر دیکھ تو کس سے قطع تعلق کر رہا ہے اور کس سے تعلق جوڑ رہا ہے - ت)

نکاح کی چھ صورتیں اور ان کے احکام مفصلاً گزرے انھیں بغور دیکھو اور بصدق دل عمل میں لاؤ کہ دنیا و آخرت کے منافع پاؤ، اور اس رسم نیک کے طعن و تشنیع سے قطعاً باز رہو کہ کہیں اس اندھے کنویں میں گر کر نورِ ایمان کو خیر باد نہ کہو، ادھر ان حضرات اہل تکفیر سے التماس کہ شوق سے منکر کو اٹھائیے بڑی رسم کو مٹائیے مگر ذرا اپنا بھی نفع و نقصان دیکھے بھالے، اپنا بھی دین و ایمان رو کے سنبھالے، یہ کیا موقع ہے اور کونصیحت آپ کو نصیحت، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ کی عظمت جانو تو اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سخت آفت مانو، یہاں زبان قابو میں ہے جسے چاہو کافر بناؤ مشرک کہہ جاؤ مگر اس دن کا بھی کچھ جواب بنا رکھو جب لا الہ الا اللہ کو اپنے قائلوں کی طرف جھگڑتا دیکھو۔ اے لا الہ الا اللہ کے اتارنے والے! اہل لا الہ الا اللہ کو ہدایت فرما اور ہمیں لا الہ الا اللہ کے سچے ایمان پر دنیا سے اٹھا امین امین اللہ الحق امین و الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

الحمد للہ کہ یہ شافی جواب خفیف جلسوں میں ۱۵ صفر ۱۳۱۲ھ کو تمام اور بلحاظ تاریخ اطائب التہانی فی النکاح الثانی نام ہوا، امید کرتا ہوں کہ یہ سب مباحث رائقہ و دلائل فائقہ حصہ خاصہ خامہ فقیر اور اس مسئلہ کی توضیح اس مطلب کی تیغ میں آپ ہی اپنی نظیر ہوں و الحمد للہ اولاً و آخراً و باطناً و ظاہراً و الصلوٰۃ والسلام علی سید الا نام محمد الحبيب و آلہ الکرام و ردا و صدا و سراً و جہراً و الحمد للہ رب العالمین۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

کتاب الطلاق

(طلاق کا بیان)

مسئلہ از اوجین علاقہ گوالیار مسئلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب مکان میر خادم علی صاحب سنٹ

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

چہ می فرمایند علمائے شریعت پناہ و طریقت آگاہ
دریں مسئلہ کہ زوجہ مسمی زید کا فحش و ناقصہ علانیہ
می نماید و زوجہ عمر و بہ خلاف شوہر خود می باشد و کار فحش
پوشیدہ می کند و ایں کار زشتہ او ہم پہلوئے یقین
کامل ست پس بہ تشکیک یقینی شوہر شوہر او طلاق
دادن خواهد درست ست یا نہ؟ بینوا توجروا۔

علمائے شریعت و طریقت کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ
میں کہ زید کی بیوی فحش کاری و بدکاری علانیہ کرتی ہے
اور عمر و کی بیوی اپنے شوہر کے مخالف ہے اور
فحش کاری خفیہ طور پر کرتی ہے اور اس کی بدکاری
یقین کی حد تک ہے، پختہ ظن ہو جانے پر شوہر
اس کو طلاق دینا چاہتا ہے تو کیا یہ درست ہے؟
بیان کرو، اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

صورت مستفسرہ میں بالاجماع طلاق درست اور
مباح ہے، کیونکہ طلاق کے مباح ہونے میں علماء
کے تین قول ہیں: ایک یہ کہ طلاق مطلقاً مباح ہے
اگرچہ بلا وجہ دی جائے۔ علامہ غزالی نے تنویر کے متن

در صورت مستفسرہ طلاق باجماع درست و مباح
ست زیرا کہ در اباحت طلاق علماء راستہ قول
ست: یکے آنکہ مطلقاً مباح ست گو بے سبب
محض باشد مشی علیہ العلامة الغزی فی

متن التنوير و تراجم شارحه العلامة
العلائی انه هو قول العلامة و ادعى
العلامة البحر فی البحر انه الحق
وانه المذهب - ووم آنکه جز بوجہ پیری
زن یا آوارگی و بد وضعی او اباحت نہ وارد و هو
قول ضعیف کما فی رد المحتار
سوم آنکه اگر حاجت باشد مباح است ورنہ ممنوع
ہمیں صحیح و مؤید بدلائل صحیحہ العلامة
المحقق علی الاطلاق فی الفتح و
انصر له خاتم المحققین العلامة
الشامی بیا تبیین استفادہ
ایں جا کہ آوارگی زناں متحقق است ہر سہ قول برابرت
طلاق متفق آمد بلکہ چون فسق و ارتکاب چیزے
از محرمات ثابت شود طلاق مستحب گردد فی
الدر المختار بل یستحب لومو ذیة
او تارکة صلوة کذا فی الغایة و فی رد المحتار
الظاہرات ترک الفرائض غیر
الصلوة کالصلوة اما واجب نیست
اگر شوئے دا دن نخواہد نہد فی الدر المختار
لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة
والله تعالی اعلم۔

میں اس کو بیان کیا ہے جس کے متعلق اس کے شارح
علامہ علائی کا خیال ہے کہ علامہ غزالی کا یہی موقف
تھے اور علامہ بحر نے اپنی کتاب بحر میں دعویٰ کیا ہے کہ
یہی حق اور یہی مذہب ہے۔ دو سہرا یہ کہ بیوی کے
بڑھاپے یا اس کی آوارگی یا بد وضعی کے بغیر شوہر کے لئے
طلاق دینا مباح نہیں ہے، یہ ضعیف قول ہے جیسا
کہ رد المحتار میں ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اگر شوہر
کو طلاق کی کوئی حاجت ہے تو مباح ہے ورنہ ممنوع
ہے، یہی قول صحیح اور دلائل سے مؤید ہے۔ علامہ محقق
نے فتح القدر میں اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور علامہ
خاتمہ المحققین شامی نے اس کا دفاع کیا ہے جس سے
اس کی صحت مستفاد ہوتی ہے، مسئلہ صورت میں
جب آوارگی پائی جاتی ہے تو تینوں اقوال پر طلاق کا مباح
ہونا متحقق ہے بلکہ عورت کا فسق اور کسی حرام فعل کا ارتکاب
ثابت ہے تو طلاق مستحب ہے۔ در مختار میں ہے: بلکہ
عورت اگر موذی ہے یا نماز کو ترک کرنے کی عادی ہے
تو مستحب ہے غایہ میں سی طرح ہے اور رد المحتار میں کہ نماز کے علاوہ
دیگر فرائض کا ترک بھی نماز کی طرح ہے، تاہم اس صورت
میں طلاق دینا واجب نہیں ہے اگر خاوند طلاق نہ دینا
چاہے تو نہ دے۔ در مختار میں ہے کہ فاسقہ عورت
کو طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں ہے۔ واللہ تعالی اعلم

۲۱۵/۱

مطبع مجتہائی دہلی

کتاب الطلاق

۱ در مختار

۲۱۶/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

فصل فی المحرمات

۲ رد المحتار

۱۹۰/۱

مطبع مجتہائی دہلی

۳ در مختار

مسئلہ ۱۱۴ از کسراٹون پرگنہ شکن آباد ڈاک خانہ سرساجنجر مرسلہ تصدق حسین صاحب زمیندار و رئیس

موضع مذکور ۶ رجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابالغہ کی شادی ایک شخص سے ہوئی جو آنکھوں سے معذور ہے، عورت کی عمر اب دس برس کی ہے، اس کے سسرال والے چاہتے ہیں کہ اسے شوہر سے طلاق دلو اور شوہر کے چھوٹے بھائی سے اس کا عقد کر دیں اور عورت کی بڑی بہن بیوہ کا اس نابینا سے نکاح کریں، اس صورت میں چھوٹی بہن کہ بے خطا ہے کوئی شرعی جرم اس کے ذمہ نہیں، طلاق دینا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو اس کا مہر ادا کرنا پڑے گا یا نہیں، بیٹو اتوجروا

الجواب

بلاوجہ شرعی طلاق دینا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند و مبغوض و مکروہ ہے، حدیث میں ہے،
 ابغض المحلال الی اللہ تعالیٰ الطلاق۔ حلال چیزوں میں سے طلاق دینا اللہ تعالیٰ کو سب

سے زیادہ ناپسند ہے۔ (ت)

مگر وہ اس کا اختیار ضرور رکھتا ہے، اگر دے گا ہو جائے گی، پھر اگر زوجہ سے ابھی خلوت یعنی بغیر کسی مانع کے تنہا یکجائی نہ کی یا زوجہ کہ ابھی وہ سالہ ہے قابلیت جماع اصلاً نہ رکھتی ہو جب تو نصف مہر دینا ہوگا اگر بندھا ہو، اور کچھ نہ بندھا ہو تو ایک پورا جوڑا جس میں دوپٹہ، پاجامہ اور عورتوں کے چھوٹے کپڑے اور جو تا سب کچھ ہو، اور مرد و عورت دونوں کے حال کے لحاظ سے عمدہ نفیس یا کم درجہ یا متوسط ہو دینا آئے گا جس کی قیمت پانچ درہم سے کم ہونہ عورت کے نصف مہر مثل سے زیادہ ہو، اگر مرد و عورت دونوں غنی ہیں تو نفیس اور دونوں فقیر تو ادنیٰ اور ایک فقیر دوسرا غنی تو اوسط اور اگر یہ وہ سالہ لڑکی قابل جماع ہے اور خلوت ہو چکی تو پورا مہر لازم ہوگا۔
 تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے،

تجب متعة لمفوضة وهي من نروجت
 بلا مہر طلقت قبل الوطء وهي ذریع
 و خمار و ملحفة (قال فخر الاسلام
 هذا فی دیار ہم اما فی
 دیار نافی زاد علی هذا اذ اس و
 مفوضہ یعنی جس عورت سے مہر کے بغیر نکاح کیا ہوا
 اور اس کو وطی سے قبل طلاق دے دی ہو تو ایسی
 عورت کے لئے پورا جوڑا لباس دینا بطور متعہ
 واجب ہے، اور وہ قمیص، دوپٹہ اور بڑی چادر ہے
 د فخر الاسلام نے فرمایا یہ ان کے علاقہ کا رواج ہے

۲۹۶/۱ آفتاب عالم پریس لاہور باب فی کراہیۃ الطلاق لے سنن ابوداؤد

مكعب كذا في الدراية قلت مقتضى هذا ان
يعتبر عرف كل بلدة لاهلها فيما تكسب به
المرأة عند الخروج اهش لا تزيد على
نصف مهر المثل لو الزوج غنيا ولا تنقص
عن خمسة دراهم لو فقيرا وتعتبر المتعة
حالهما كالنفقة، به يفتى (فات كان
غنيين فلها الاعلى من الثياب او فقيرين
فالادنى او مختلفين فالوسط وما ذكره قول
الخصاف وفي الفتح انه الاشبه بالفقه
قال في البحر الارجح قول الخصاف لان
الولو البجى صححه وقال وعليه الفتوى كما
افتوا به في النفقة اهش) لكل ملخص
والله تعالى اعلم۔

لیکن ہمارے ہاں اس پر تہ بند اور جو تازہ مزید دیا جائیگا
میں کہتا ہوں اس کا مقتضی یہ ہے کہ ہر علاقہ کا
رواج وہاں کے لوگوں میں معتبر ہو گا یعنی جو لباس عورت باہر
نکلے وقت پہنتی ہو وہ دیا جائے گا (ش) اور وہ جوڑا
قیمت میں ہر مثل کے نصف سے زائد نہ ہو اگر
خاوند امیر ہو، اور اگر وہ غریب ہو تو پھر کم از کم پانچ
درہم سے کم نہ ہو، اور اس جوڑے میں خاوند بیوی
کی حیثیت کا اعتبار ہو گا جیسا کہ نفقہ میں دونوں کا
لحاظ کیا جاتا ہے، اسی پر فتویٰ ہے پھر اگر دونوں امیر
ہیں تو عورت کو اس کا اعلیٰ لباس اور اگر دونوں فقیر
ہوں تو ادنیٰ لباس، اگر دونوں کی حیثیت مختلف ہو
تو پھر درمیانہ لباس دیا جائے گا اور یہ جو خصاف کا قول
مذکور ہے۔ اور فتح میں اس کو اشبه بالفقه کہا ہے۔

بحر الرائق میں کہا ہے کہ خصاف کا قول ارجح ہے کیونکہ ولو الجحیم نے اس کو صحیح بتایا ہے اور کہا کہ اس پر
فتویٰ ہے جیسا کہ نفقہ میں فقہاء نے یہ فتویٰ دیا ہے، (اهش) یہ تمام عبارت ملخص سے۔ واللہ تعالیٰ
اعلم۔ (د ت)

مسئلہ از ملک بنگالہ موضع بسبیب پور علاقہ کملہ مرسلہ انوار الدین بار اول ۱۹ شعبان ۱۳۱۸ھ
و بار دوم از ڈھاکہ موضع بوگر مرسلہ مولوی حسن علی صاحب ۲۴ شعبان ۱۳۱۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلاق حق اللہ یا حق العباد؟ بینوا تو جردا۔

الجواب

طلاق کسی کا حق نہیں، حق ہے وہ جس کا مطالبہ پہنچے، اور طلاق کا مطالبہ عورت کو نہیں پہنچتا، بلکہ بے وجہ شرعی
مطالبہ کرے تو گنہگار ہو۔ اور اللہ عزوجل بھی طلاق طلب نہیں فرماتا بلکہ اسے ناپسند و مبغوض رکھتا ہے، تو
نہ وہ حق اللہ ہے نہ حق العبد، ہاں جب مرد عورت کو وجہ شرعی پر نہ رکھ سکے مثلاً نامرد ہو تو اس وقت شرعاً

لے ردالمحتار معہ درمختار شرح تنویر الابصار باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۳۶

اُس پر طلاق دینی لازم ہو جاتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :
فامسکوہن بمعروف او فارقوہن بمعروف۔
ان کو بھلائی کرتے ہوئے روک لو، یا ان کو بھلائی کے
ساتھ رخصت کر دو۔ (ت)

ایسی حالت میں ضرور وہ حتی العبد و حتی اللہ دونوں ہو جائے گی، حتی العبد تو یوں کہ عورت کی خلاصی اسی سے
متصور، اور حتی اللہ یوں کہ ہر حتی العبد حتی اللہ بھی ہے جس کے ادا کا وہ حکم فرماتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۱۶ از ملک بنگال ضلع سلٹ ڈاک خانہ ایٹ کھولا موضع نارائن پور مرسلہ مولوی عبدالحکیم صاحب

روز عرفہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں،

سوال اول: کسی نے تین برس کے بعد ایک عورت کے طلاق پر گواہی دی اب شرعاً گواہ مقبول ہے
یا مردود؟ اور مدت فاصلہ جو درمیان طلاق اور شہادت کے ہے مانع شہادت ہے یا نہیں؟ اور قبل
اس شہادت کے تذکرہ طلاق اور عدم تذکرہ میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا مع الدلائل
(دلائل کے ساتھ بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

سوال دوم: طلاق حتی اللہ ہے یا حتی العباد؟ مع برہان قاطع بیٹو اتوجروا۔

الجواب

طلاق بمعنی الایقاع یعنی اُس کا احداث اصلاً منجملہ حقوق نہیں ہے۔

حيث لا مطالب لامن جهة العبد ولا من الله
تعالیٰ بل البغض الحلال الی اللہ الطلاق۔
کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ اور بندے کو طلاق کا کوئی مطالب نہیں
پہنچتا بلکہ حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ
چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق ہے۔ (ت)

البتہ جب ادا سے حتی زوجہ پر قادر نہ ہو جیسے عنین وغیرہ، تو طلاق حتی العبد ہے حتی زن کے لئے دیانہ
بھی واجب ہے اور ہر واجب دیانہ حتی اللہ سبجہ تو اس حالت خاص میں طلاق حتی العبد بھی ہے اور
حتى اللہ بھی ہے لقولہ تعالیٰ :

فامسکوہن بمعروف او فارقوہن بمعرف۔
انہیں بھلائی کے ساتھ روک لویا بھلائی سے رخصت کرو۔ (ت)

لہ القرآن
۲۳۱/۲
لہ ایضاً

اور طلاق بمعنی الوقوع یعنی بعد حدوث اُس کا ثمرہ کہ حالاً یا مآلاً تحریم فرج ہے حق اللہ عز و جل ہے ولہذا اس پر ادائے شہادت کے لئے کسی کا مدعی ہونا ضرور نہیں یہاں تک کہ زن و مرد دونوں منکر ہوں مگر دو شاہد شرعی شہادت طلاق دیں حکم طلاق دیا جائے گا اور ان دونوں کے انکار پر اصلاً التفات نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے :

يجب الاداء بلا طلب لو الشهادة في حقوق
الله تعالى كطلاق امرأة اي بائنا وعتق
امة وتديروها (ملخصاً)

طلب کے بغیر ہی شہادت کی ادائیگی حقوق اللہ میں ضروری ہے جیسا کہ کسی عورت کی بائنا طلاق اور لونڈی کی آزادی اور اس کے مدبّر کرنے کے بارے شہادت (ملخصاً)۔ (د ت)

طحاوی میں ہے :

وتقبل وان انكر الزوجات

بائنا طلاق کے متعلق شہادت قبول کر لی جائے گی اگرچہ خاوند بیوی انکار کریں۔ (د ت)

ولہذا طلاق بائن میں اگر شاہدین جانہین جبکہ زوجین بعد طلاق بھی بروجہ ناجائز معاشرت رکھتے ہوں بلا عذر شرعی شہادت ایک مدت تک ادا نہ کریں فاسق ہو جائیں گے اور اب ان کی گواہی مردود ہوگی۔ قنیہ و اشباہ و درمختار میں ہے :

اگر گواہ نے بلا وجہ حقوق اللہ میں شہادت دینے میں تاخیر کر دی تو وہ فاسق قرار پائے گا اور اس کی شہادت مردود ہو جائے گی۔ (د ت)

متی اخر شاہد الحسبة شہادته بلا عذر فسق
فیرد۔

عز العیون میں ہے :

اگر حقوق اللہ میں شہادت دینے میں گواہ نے تاخیر کی تو تاخیر میں پانچ دن یا چھ ماہ میں سے کیا معتبر ہے، اس میں اختلاف کو قنیہ نے ذکر کیا ہے اور مصنف نے

شاہد الحسبة اذا اخر شہادته هل
المعتبر خمسة ايام او ستة اشهر فيه
خلاف ذكره في القنية ولم يذكره المصنف

۹۰/۲

مطبع مجتہبائی دہلی

کتاب الشہادات

۱۔ درمختار

۲۲۹/۳

دار المعرفہ بیروت

۲۔ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار

۹۰/۲

مطبع مجتہبائی دہلی

۳۔ درمختار

رحمہ اللہ تعالیٰ قال بعض الفضلاء الذی
یظہران ذکر خمسۃ ایام فی کلام القنیۃ
لیس بقید، بل المدار علی التمكن من
الشہادۃ عند القاضی ویدل علیہ ما فی
الصیرفیۃ شہدا انہما کان یعیشان عیش
الازواج وکان طلقہما منذ کذا لا تقبل،
لانہما صارا فاسقین بتاخیرہما الشہادۃ

ذکر نہیں کیا۔ بعض فضلاء نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے
کہ قنیہ کا حکم ازحم پانچ دن کا ذکر کرنا کوئی قید نہیں ہے
بلکہ قاضی کے ہاں پہنچ کر شہادت دینے کی قدرت
کا مدار ہے۔ صیرفیہ کی یہ عبارت اس پر دال ہے
کہ دو گواہوں نے شہادت دی کہ طلاق دینے کے
باوجود یہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہ رہے ہیں
جبکہ زوج نے طلاق اتنی مدت سے رکھی ہے تو ان کی

شہادت قبول نہ ہوگی کیونکہ شہادت کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے دونوں گواہ فاسق ہو گئے (ت)
پس صورتِ مسئلہ میں اگر طلاق مغلط تھی یا طلاق بائن تھی اور ادائے شہادت کوئی عذر صحیح مانع نہ تھا اور
شہادت ادا نہ کی تو گواہی مردود ہے اگرچہ ہنوز تین ہی دن ہوئے ہوں نہ کہ تین برس، اور اس سے پہلے
تذکرہ و عدم تذکرہ طلاق میں کوئی فرق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بریلی محلہ نقشبندیاں مسئلہ سید ولایت حسین صاحب ۲۹ ربیع الاول شریف ۲۲ ۱۳۱۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس معاملہ میں کہ زید اور اس کی خالہ کے باہم نفاق دلی ہے اور دونوں
کے مکان سکنی کا صحن ایک ہے، زید اپنی زوجہ کو محالعت کرتا ہے کہ تو میری خالہ کے صحن مکان میں مت جایا کر،
اور میری خالہ سے مت مل اور نہ بات کر، نہ کچھ لینے دینے کا رسوم رکھ کہ وہ میری مخالف ہے۔ اور وہ اس کی
نہیں مانتی اور اس کی خالہ کے مکان میں جانا اور اس سے بات کرنا اور راہ و رسم نہیں چھوڑتی، اور جب زید
اس بات پر اس سے سخت کلامی کرتا ہے تو وہ برابر سخت کلامی کرتی ہے اور اپنے ماں باپ اور خالہ سے
زید کو مجبور کرتی ہے یہاں تک کہ زید کو اور اس کی والدہ کو تنگ کرتی ہے اور بے حرمتی کی باتیں کرتی ہے
اور زید اس کی نافرمانی کی وجہ سے اپنی زوجہ کو طلاق شرعی دینا چاہتا ہے تو ایسی عورت نافرمان کو طلاق دینا
جائز ہے یا نہیں؟ اور اس حالت میں کہ وہ بارہ حمل سے ہو، جیسا ارشاد ہو عمل کیا جاوے۔

الجواب

حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ،

عورت طیرھی پسلی سے بنائی گئی ہے طیرھی ہی چلے گی اور اگر تو اس سے فائدہ لینا چاہے

لے غزعیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب القضاہ والشہادت الدعوی ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۲۷

تو اسی حال پر اس سے نفع اٹھا اور سیدھی کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی اور اس کا توڑنا
اُسے طلاق دینا ہے۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ:

مسلمان عورت سے اچھا برتاؤ رکھو کہ اگر تمہیں اُس کی ایک عادت ناپسند ہوئی تو دوسری
عادت پسند ہوگی۔

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

عَسَىٰ اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ
خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ

قریب ہے کہ تم ایک بات کو مکروہ جانو گے اور
اللہ عزوجل اس میں بہت بھلائی رکھے گا۔

اور اگر عورت کو طلاق دے کر پھر کبھی نکاح نہ چاہے تو خیر، ورنہ کیا معلوم کہ دوسری اس سے بھی بُری
طے، اس لئے حتی الامکان عورت کے ساتھ نیک برتاؤ اور اس کی دلجوئی اور اُسے خوش کر کے اپنی اطاعت
پر لانا اور اس کی کج خلقی پر صبر کرنا چاہئے، اور اصلاح ناممکن ہو تو طلاق دے سکتا ہے، مگر ایک طلاق رجعی سے
زیادہ دینا گناہ ہے، فقط ایک بار اس سے کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی، پھر اگر عدت کے اندر یعنی حاملہ کے بچہ
پیدا ہونے سے پہلے دل میں اُسے رکھنے کی آئی تو زبان سے کہ لے میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھر لیا وہ بدستور
اس کے نکاح میں رہے گی ورنہ اس سے الگ رہے، یہاں تک کہ بچہ پیدا ہو جائے اُس وقت وہ نکاح سے
نکل جائے واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

۱۲۰ المسئلہ از چھاؤنی فیروز پور مرسلہ عبدالعزیز خان نیشنل کم جہادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

بخدمت اقدس حامی شرع رسول، حاوی معقول و منقول حضرت مجدد مائتہ حاضرہ جناب مولانا صاحب
دامت فیوضہم، مؤدبانہ السلام علیکم کے بعد گزارش ہے کہ طلاق بہر نیج کہ باشد عورتوں کو اس کا علم ہو یا نہ ہو
واقع ہو جاتی ہے مگر اس کا ایقاع بلا وجہ موجب بیخبر شرعیہ نادرست اور حرام ہے۔ در مختار میں ہے،
وايقاعه مباح عند العامة لا طلاق
الايات اكمل، وقيل قائله الكمال
طلاق دینا جمہور فقہاء کے نزدیک مباح ہے
کیونکہ طلاق والی آیات پر یہ مطلق ہیں کما ذکرہ اکمل اور بعض نے

۱ صحیح مسلم کتاب الرضاع الوصیۃ بالنسار
۲ ایضاً
۳ العتہ آن الکریم
قدیمی کتب خانہ کراچی
۱/۲۷۵
۲/۲۱۶

کما یعنی کمال الدین ابن ہمام نے کہ قول اصح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر حاجت ہو تو مباح ہے الخ (ت)

معاشرت نساء کے بارے میں جو آیات اور احادیث وارد ہیں ان میں بھی جانب عدم ایقاع اور حرمت مزاج معلوم ہوتی ہے بعد نکاح ایقاع و عدم ایقاع کل مختار ہے اور عدم ایقاع زیادہ مختار اور پسندیدہ نظراً الی الآیات والاحادیث التي وردت في المعاشرة بالنساء (ان آیات و احادیث کے پیش نظر جو عورتوں سے معاشرت کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ ت) اور بعد چند سال کے اگر آپس میں شقاق واقع ہو تو پنچائیت مطابق آیت والسی تخافون نشوزهن (اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو۔ ت) مصالحت کی راہ سے اختیار بنا بریں قرار پایا کہ میں اس عورت کو ہرگز طلاق نہ دوں گا تا زندگی اور اقرار نامہ لکھ دیا اور اپنے اختیار ایقاع طلاق کو اس معاہدہ سے باطل کر دیا ہے اور بروئے اقرار نامہ کے طلاق نہیں دے سکتا کہ اس سے نقض معاہدہ لازم آتا ہے نقض معاہدہ عام ہے و اوفوا بالعہدات العہد کان مسئلاً (وعدہ وفا کرو یقیناً عہد کے متعلق سوال ہوگا۔ ت) واقع ہوا بدیں لحاظ ایقاع طلاق بلا وجہ موجب شرعیہ حرام اور محظور ہوگا لہذا سوال کے جواب میں طلاق دینا بلحاظ اقرار نامہ محظور و ممنوع لکن درست اور استغفار ثانی میں عدم وقوع طلاق عبارت عالمگیر یہ سے بظاہر ثابت ہوتا ہے وہ بھی صحیح ہے کیونکہ مسماة حبیب خاتون کے خاوند نے طلاق نامہ اس بنا پر لکھوایا ہے کہ اُسے فرج نہ دینا پڑے لہذا اس کا طلاق نامہ لکھوانا قابل سماعت نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس کا بیان ہے کہ میں نفقہ نہیں دوں گا میں اُس کو طلاق نامہ جسٹری بذریعہ ڈاک بھیج چکا ہوں مسماة حبیب خاتون نے واپس کر دیا مسماة خاتون انکاری ہے اور کہتی ہے کہ مجھے خبر تک بھی نہیں کہ مجھے طلاق دیا گیا اور طلاق نامہ میرے پاس نہیں بھیجا گیا لہذا ملتئم ہوں کہ براہ عنایت و نوازش قدیمانہ کے دست بستہ عرض ہے کہ آپ ہر دو استغفار کو بعد ملاحظہ کے حقیقت مسئلہ سے آگاہ فرمائیں کیونکہ اس مسئلہ کی اشد ضرورت ہے اور جناب کی ذات والا صفات پر کمال بھروسہ ہے۔

سوال: جو عورت صالحہ نمازی اللہ اور رسول کی تابعدار ہے احکام شریعت کی پابند خاوند کی تابعدار ہر ایک حکم میں مع ہذا چار پانچ سال بعد کسی ناچاقی کے وقت میں روبروئے پنچائیت اقرار نامہ بھی لکھ دیا جس میں شرط

ہے کہ تازہ زندگی طلاق نہیں دوں گا، کیا اسے اپنے اس اقرار نامہ کے رو سے اس عورت کو طلاق دینا جائز اور درست ہے؟ اور شیر خوار لڑکی بھی اس کے پاس ہے۔

سوال متعلق سوال سابق اقرار نامہ

سائل نے یہ بھی تحریر کر دیا ہے اس اقرار نامہ کے ضمن میں کہ نان نفقہ بابت پانچ روپیہ ماہوار دیا کروں گا، خرچ نہ بھیجنے پر عورت نے حاکم کے پاس نالش کی ہے، مدعا علیہ کی طلبی ہوئی، اس پر جواب دعویٰ کے ساتھ وکیل نے طلاق نامہ لکھوا کر پیش کر دیا ہے، یہ طلاق نامہ نان و نفقہ کے نہ لازم ہونے کے لئے پیش کیا ہے کہ میں اس کو طلاق نامہ دے چکا تھا جس سے عورت انکاری ہے، کیا یہ طلاق نامہ اس کا ایسی صورت میں معتبر ہے اور نان و نفقہ اس پر واجب نہ ہوگا؟

جواب سوال اول

شے واحد میں حل و حظر کا دو جہت سے مجتمع ہونا کچھ بعید نہیں، طلاق فی نفسہ حلال ہے اور از انجا کہ شرع کو اتفاق محبوب اور افتراق مبغوض ہے، بے حاجت یا ریت محظور ہے، حدیث میں ان دونوں جہتوں کے اجتماع کی طرف صاف اشارہ فرمایا گیا،

ابغض المحلال الى الله الطلاق۔

حلال چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق ناپسندیدہ ترین ہے (ت)

حلال بھی فرمایا اور مبغوض بھی، آیہ کریمہ میں مطلقاً ارشاد ہوا:

يا ايها النبي اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة۔

اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب آپ طلاق دیں تو عدت کو پیش نظر رکھ کر طلاق دیں اور عدت کو شمار کریں۔ (ت)

اور حدیث میں فرمایا:

نکاح کو شغل بنانے والے مرد اور عورت پر اللہ تعالیٰ
کی لعنت ہے۔ (ت)

لعن الله الزواقین والزواقات۔

خلع طلب کرنے والی عورتیں منافق ہیں (ت)

ان المختلعات هن المنافقات۔

اور فرمایا :

طلاق کی قسم دینے والا مومن نہیں، اور طلاق کی قسم لینے
والا صرف منافق ہے۔ (ت)

ما حلف بالطلاق مومن ولا استخلف به الا
منافق۔

آیت کا وہ حکم اور احادیث کے یہ ارشادات انہی وہمیں حل و بغض پر ہیں، اگر عورت پر کوئی شبہ ہو یا
وہ عاصیہ ہو یا نماز نہ پڑھتی ہو یا بوڑھی ہو گئی ہو اور اُسے قسم بین النساء سے بچنا ہو تو ان سب صورتوں میں
طلاق بلا کر بہت جائز و مباح ہے بلکہ بعض صورتوں میں مستحب۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر عورت نماز نہ پڑھے اور یہ
اداے مہر پر قادر نہ بھی ہو جب بھی طلاق دے دینی چاہتے کہ

لأن یلقى الله ومهرها فی عنقه خیر له من ان
یعاشر امرأة لا تصلى کما فی الخانیة و
الغنیة وغیرهما۔
اللہ تعالیٰ کے ہاں پیشی میں بیوی کا مہر شوہر کے گلے میں پڑا ہو
یہ اس سے بہتر ہے کہ بے نماز عورت سے معاشرت
جاری رکھے، جیسا کہ خانہ، غنیہ وغیرہا میں ہے۔ (ت)

۳۳۵/۴	دارالکتب بیروت	باب من یکثر الطلاق	۱ مجمع الزوائد
۸۴/۳	مصطفیٰ البابی مصر	باب ترہیب المرأة ان تسأل زوجها	۲ الترغیب والترہیب
۱۴۲/۱	امین محمدی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	ابواب الطلاق	جامع الترمذی
۶۸۹/۱۶	موسسة الرسالة بیروت	حدیث ۴۶۳۴۰	۳ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر
۴۱۶/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الطلاق	۴ رد المحتار

ول غالباً حدیث کے الفاظ یوں ہیں: ان الله لا یحب الزواقین والزواقات بتحقیق کے لئے ملاحظہ ہو
مجم اوسط ۴۱۳/۸، دُرْمُثُور ۲۴۸/۱، تفسیر القرطبی ۱۴۹/۱۸، کشف الاستار عن زوائد البرار ۱۹۲/۲
ان سب کتب میں "ان الله لا یحب الزواقین" کے الفاظ ہیں "لعن الله الزواقین" کے الفاظ
نہیں ملے۔ نذیر احمد

ول یہ عبارت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اصل الفاظ یوں ہیں: "لان القی الله وصد اقہا
بذمتی خیر من ان اعاشوا امرأة لا تصلى" ملاحظہ ہو رد المحتار کا صفحہ مذکورہ ۴۱۶/۲۔ نذیر احمد

بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہوتی ہے ، جیسے اس کو اس کے ماں باپ عورت کو طلاق دینے کا حکم دیں اور نہ دینے میں ان کی ایذا و ناراضی ہو واجب ہے کہ طلاق دے دے اگرچہ عورت کا کچھ قصور نہ ہو لان العقوق حرام والاجتناب عن الحرام واجب (کیونکہ نافرمانی حرام ہے اور حرام سے بچنا واجب ہے۔ ت) حدیث میں فرمایا :

وان امرالك ان تخرج من اهلك و مالك فاخرج
اگر والدین بیوی اور مال سے علیحدگی کا حکم دیں تو ایسا ہی کرو۔ (ت)

ہاں بے حاجت بلا عذر شرعی طلاق دینا مکروہ و ممنوع ہے مگر دے گا تو پڑھنا ضرور جائے گی کہ وہ اس کی زبان پر رکھی گئی "بیدہ عقدہ النکاح" (نکاح کی گرہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ ت) اس کا مرتکب مکروہ بلکہ گناہ گار ہونا بھی اس کے وقوع کو نہیں روکتا جیسے حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکم الہی فطلقوہن لعدتہن (عدت کو پیش نظر رکھ کر طلاق دو۔ ت) مگر دے گا تو ضرور پھو جائے گی اور یہ گناہ گار۔ عہد نامہ کا اثر فقط اتنا ہوگا کہ بلا حاجت جو طلاق دینا مکروہ تھا اب سخت مکروہ ہوگا کہ نقض عہد بھی ہوگا مگر وقوع سے یہ بھی مانع نہیں ہو سکتا، دے گا تو پڑ جائے میں شبہ نہیں اگرچہ مخالفت کا عہد بھی اس پر الزام آئے گا۔ اس عہد کا اگر حاصل یہ تھا کہ اپنے اختیار طلاق کو سلب کرتا ہے تو وہ عہد ہی مردود ہے کہ تغیر حکم شرع ہے شرع مطہر نے اس کو مالک کیا ہے اس بلک کو باطل نہیں کر سکتا۔ حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

ما بال اقوام یشترون شروط طالیست فی کتاب اللہ ، من اشتوت شرطالیس فی کتاب اللہ فہورد وان کانت مائتہ شرط اللہ احق واوثق یہ
قوموں کا کیا حال ہوگا کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں ، جو شخص ایسی شرط لگائے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ نہیں ، تو وہ شرط مردود ہے اگرچہ ایسی تو شرطیں ہوں ، صرف اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ شرط قبولیت کے لائق اور باوثوق ہے۔ (ت) ردالمحتار میں ہے :

لہ الترغیب والترہیب من ترک الصلوۃ تعدا السنن الکبریٰ ، کتاب القسم والنشور ، دار صادر بیروت ۳۴/۷ و کنز العمال حدیث ۴۴۰۰۱۸ موسیٰ الرسالہ بیروت ۱۶/۱۹

۱/۶۵ القرآن

۱/۶۵ صحیح مسلم باب بیان ان الولاء لمن اعنت قدیمی کتب خانہ کراچی

۱/۶۹۴

يقع كثير في كلام العوام انت طالق تحلى
للخنازير وتحرمي علي وافتى في الخيرية
بأنه رجعي لان قوله وتحرمي علي ان كان
للمحال فخلوف المشروع لانها لا تحرم الا بعد
انقضاء العدة وان كان للاستقبال فصحيح
ولاينا في الرجعة وكذلك افتى بالرجعي في
قولهم انت طالق لا يردك قاض ولا عالم
لانه لا يملك اخراجه عن موضعه الشرعي
وايدة في حواشيه على المنع بما في الصيرفية
لو قال انت طالق ولا رجعة لي عليك فرجعية
والله تعالى اعلم۔

عوام کے کلام میں کثیر الوقوع ہے کہ ”تجھے طلاق ہے تو
خنزیریوں پر حلال اور مجھ پر حرام ہے“، خیر یہ میں فتویٰ
دیا ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے کیونکہ ”تو مجھ پر حرام ہے“
کہنا، اگر اس سے مراد یہ ہے کہ ”فی الحال مجھ پر حرام ہے“
تو یہ خلاف مشروع ہے کیونکہ طلاق کے بعد بیوی عدت
ختم ہونے پر حرام ہوتی ہے اور استقبال کے لئے حرام
کیا تو یہ صحیح ہے اور یہ رجوع کرنے کے خلاف نہیں،
اور یوں ہی فقہانے رجعی طلاق کا فتویٰ دیا ہے جب
کوئی یہ کہے کہ تجھے ایسی طلاق جس پر تجھے کوئی قاضی اور
عالم واپس نہ کر سکے، کیونکہ ایسا کہنے کا وہ مجاز نہیں
کہ جس سے وہ شرعی حکم کو معطل کر دے۔ منع کے

حواشی میں اس کی تائید پر صیرفہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ اگر کسی نے بیوی کو کہا تجھے طلاق ہے اور مجھے تجھ پر
رجوع کا حق نہیں ہے، تو یہ طلاق رجعی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

جواب سوال دوم

طلاق نامہ دربارہ وقوع طلاق ضرور معتبر ہے اُس کے کہنے سے کہ میں طلاق دے چکا ہوں، ضرور
طلاق ہو جائے گی،

لانه يملك انشاءه في الحال فلا ينازع فيما
قال۔

کیونکہ فی الحال وہ طلاق کا مالک ہے، تو جو اس نے کہا وہ اس
کے مخالف نہیں۔ (ت)

ہاں زمانہ کی طرف اُس کی اسناد اگر کرے کہ اتنے دن ہوتے ہیں اسے طلاق دے چکا ہوں تو یہ مدت نہ مانی
جائے گی بلکہ اسی وقت سے طلاق قرار پائے گی۔ درمختار میں ہے؛

لو اقرب بطلاقها منذ زمان ما مض فان
الفتوى انها من وقت الاقرار نفيها

دار احياء التراث العربی بیروت ۲/۵۱۴

رد المحتار باب الصريح من كتاب الطلاق

میاں بیوی کے ناجائز سمجھوتہ کی تہمت نہ لگ سکے (ت)

مگر نفقہ مفروضہ ساقط کرنے کے لئے اس کا قول معتبر نہ ہوگا اس وقت تک کا نفقہ مفروضہ دلائل سے

اور اس وقت سے مطلقہ مانیں گے اور آج سے تمامی عدت تک کا نفقہ واجب کریں گے۔ ہاں اگر عورت بھی

تسلیم کر لے کہ اتنا زمانہ ہوا طلاق ہو چکی اور عدت گزر چکی تو بے شک نفقہ لازم نہ آئے گا مگر طلاق بہر حال اس وقت سے لازم ہے۔ درمختار میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

لیکن اگر عورت مرد کو زمانہ کی نسبت میں جھوٹا قرار دے

یا کہے کہ مجھے معلوم نہیں، تو ایسی صورت میں اقرار کے

وقت سے عدت شروع ہوگی، اگر اس کو نفقہ اور

رہائش دینی ہوگی، اور عورت اس کی تصدیق کرے

تو پھر بھی حکم یہی ہے مگر وہ اپنی تصدیق کی وجہ سے اپنے نفقہ اور سکنی کے حق سے محروم ہو جائے گی (مخلصاً) (ت)

ذخیرہ امام برہان الدین محمود پھر ہندیہ میں امام خصاف رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ہے،

اگر کسی عورت نے قاضی کے ہاں کسی شخص کی پیشی کرادی

اور نفقہ کا مطالبہ کیا اور مرد نے قاضی سے کہا کہ میں نے اس کو

ایک سال قبل طلاق دے دی تھی اور عدت بھی گزر چکی

ہے اور عورت طلاق کا انکار کرے تو قاضی مرد کی

بات کو قبول نہیں کرے گا، اگر دو گواہوں جن کو قاضی

نہیں جانتا نے گواہی مرد کے حق میں دی تو پھر بھی

قاضی نفقہ واجب کر دے گا، ہاں اگر عورت ان

گواہوں کو عادل قرار دے اور تین حیض سال بھر

میں گزرنے کا اقرار کر لے تو اب عورت کے لئے نفقہ نہ ہوگا پھر اگر عورت نے کچھ وصول کیا ہو تو واپس کرے گی (ت)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

لکن ان کذبته فی الاسناد او قالت لا ادری

وجبت العدة من وقت الاقرار ولها النفقة

والسکنی وان صدقته فکذاک غیر انه لا نفقة

ولا سکنی لقبول قولها علی نفسها خانیة (مخلصاً)

تو پھر بھی حکم یہی ہے مگر وہ اپنی تصدیق کی وجہ سے اپنے نفقہ اور سکنی کے حق سے محروم ہو جائے گی (مخلصاً) (ت)

ذخیرہ امام برہان الدین محمود پھر ہندیہ میں امام خصاف رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ہے،

لو ان رجلاً قد متہ امرأته الی القاضی و

طالبته بالنفقة وقال الرجل للقاضی کنت طلقها

منذ سنة وانقضت عدتها وحديث الطلاق

لا یقبل قوله فان شهد له شاهدان بذلك والقاضی

لا یعرفهما فانه یأمور بالنفقة علیها فان

عدلت الشهود واقرت انها حاضت ثلاث

حیض فی هذه السنة فلا نفقة لها علیہ فان

اخذت منه شیئاً ردت علیہ۔

میں گزرنے کا اقرار کر لے تو اب عورت کے لئے نفقہ نہ ہوگا پھر اگر عورت نے کچھ وصول کیا ہو تو واپس کرے گی (ت)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

لہ یقبل قوله فی ابطال نفقتها۔ واللہ تعالیٰ
مرد کا قول بیوی کے نفقہ کو باطل کرنے میں قبول نہ ہوگا۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

۱۲۱۔ از بنارس محلہ پترکنڈہ مکان ہوائن صاحبہ مرسلہ مولوی ابوالخیر سعید حسن صاحب

۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۰ھ

سیدی مولائی و ماوائی مدظلہ اللہ تعالیٰ بعد السلام علیکم کے خدمت میں عرض یہ ہے کہ حضور معتمد علیہ کلی ہیں لہذا
یہ استفسار بھیجا جاتا ہے حضور ہی کے مہر پر جواز و عدم جواز ہے اگرچہ اکثر علماء نے دستخط کیا ہے، صورت سوال
یہ ہے:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے خالد کے ہاں
اپنی بیوی ہندہ کا نام لے بغیر بغیر اسکی موجودگی کے کہا ایک طلاق دو
طلاق، تین طلاق، اس نے دیتا ہوں یا ” نہیں
دیتا ہوں“ کچھ نہ کہا۔ زید کا حقیقی بھائی بکر کہتا ہے
کہ میرے سامنے زید نے اپنی بیوی ہندہ کی غیر موجودگی اور
اس کا نام ذکر کئے بغیر کہا: میں طلاق دیتا ہوں، میں طلاق
دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں۔ عمر و کہتا ہے کہ صبح جب میں نے زید سے
پوچھا کہ تمہارے گھر گزشتہ رات کیا شور و غل ہو رہا تھا،
اس نے کہا میں نے طلاق دی ہے۔ (یہ ہندہ کا نام اور اسکی طرف نسبت
کئے بغیر اس کی غیر موجودگی میں کہا ہے) اور ہندہ
نے طلاق کے متعلق کسی سے سُن کر کہا کہ زید یعنی میرے شوہر نے
مجھے طلاق دے دی ہے، جبکہ زید اس سے انکار
کرتا ہے، تو اس صورت میں ہندہ کو طلاق ہوئی یا نہ۔ (ت)

چہ می فرماید علمائے دین اندریں صورت کہ زید بحضور
خالد بعد موجودگی عدم تسمیہ ہندہ یعنی زوجہ خود گفت
یک طلاق دو طلاق، سه طلاق میدہم یا نمی دہم ہیچک
نہ گفتیہ و بکر کہ برادر حقیقی زید است می گوید کہ رُو بر شے
من بلا تسمیہ و بلا حضور ہندہ می گفت طلاق میدہم
طلاق میدہم طلاق میدہم عمر و میگوید کہ صبح زید
ز پر سیدم کہ شب گزشتہ در مکان شما شور و غل بچہ
سبب بود گفت من طلاق دادہ ام (بلا حضور ہندہ
و بلا تسمیہ و اضافت) و ہندہ لفظ طلاق از جائے
دیگر شنیدہ می گوید کہ زید یعنی شوہرم مرا طلاق دادہ
است زید از وانکار می سازد۔ دریں صورت ہندہ
مطلقہ خواهد شد یا نہ؟

حضور و الاراسخ المحققین ہیں گو کہ کبھی اس حقیر کو حضور و ملازمت حاصل نہ ہوئی لیکن فیوضات ناقتنا ہی سے
مستفیض ہوتا ہے، اکثر فتوے حضور کے اس شہر میں آتے رہتے ہیں، یہ واقعہ اس خاکسار کے بالمواجہ
ہوا ہے، زید نے بلا تسمیہ و خطاب و اضافت بحالت عدم موجودگی ہندہ لفظ طلاق و طلاق دیتا ہوں“ کہا ہے

لے بدائع الصنائع کتاب النفقة فصل فی سبب وجوب ہذہ النفقة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸/۴

اور صبح کو بوقتِ دریافتِ عمر و زید نے کہا کہ میں نے جو کہا کہ میں نے طلاق دیا ہے بلا تسمیہ و بلا اضافت بطریقِ اولیٰ
اُس کئے سے زید کی مراد وہی لفظ طلاق ہے جو شب کو کہا تھا انشا نہیں خبر دے رہا ہے طلاق شب کی
زیادہ حد ادب !

الجواب

حکم ہر دو گونہ است حکم دیانت و حکم قضاء، دیانت
آنکہ فیما بین العبد و ربہ باشد ایس جا
دیگر ادا دخل نیست او داند و خدائے او۔ دریں
سخن اضافت بسوئے زن نیست، اگر در دل ہم
قصد اضافت نہ کردہ باشد قطعاً طلاق نیست
و ذلك لان الطلاق لا وقوع
له الا بالایقاع ولا ایقاع
الا باحداث تعلق الطلاق
بالمرأة ولا يتاق ذلك الا بالاضافة
ولو فی النية، فاذا خلیا عنه
لم یکن احداث تعلق
اذ لا تعلق الا بمتعلق فلم یکن
ایقاعاً فلم یورث وقوعاً و
هذا ضروری لا یرتاب
فیہ، محبر و تلفظ بلفظ طلاق ہی
پتے اضافت بزنی نہ در لفظ و نہ در قصد
اگر موجب تعلق شود ہر کسے کہ لفظ طلق
یا طلاق دادم یا می دہم بر زبان آرد
زن او مطلقہ شود اگر چہ ہمیں قصد
حکایت دارد و لازم آید کہ طلبہ
در کتاب الطلاق ازین گونہ صد ہا

حکم دو طرح ہوتا ہے ایک دیانت اور دوسرا قضاء۔
دیانت حکم کا معنی یہ ہے کہ بندے اور اللہ تعالیٰ
کے درمیان معاملہ ہے یہاں کسی دوسرے کا کوئی
دخل نہیں، بندہ جانے اور اس کا خدا جانے اس
مستولہ صورت میں بیوی کی طرف طلاق کی اضافت
نہیں ہے اگر زید نے دل میں بھی اضافت کا قصد
نہ کیا ہو تو قطعاً طلاق نہ ہوئی، کیونکہ طلاق کا وقوع
بغیر واقع کرنے (ایقاع) کے نہیں ہوتا اور ایقاع
اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک طلاق کا تعلق
بیوی سے نہ کیا جائے اور یہ اضافت کے بغیر ممکن
نہیں اس لئے اضافت ضروری ہے خواہ نیت میں
ہو، تو طلاق جب اضافت لفظی یا قلبی سے خالی ہو
تو طلاق کا تعلق پیدا نہ ہوگا کیونکہ تعلق بغیر متعلق نہیں
ہو سکتا، اس لئے ایقاع نہ ہوگا، تو وقوع بھی
نہ ہوگا، اتنی بات واضح ہے جس میں کوئی شبہ نہیں
ہو سکتا، اس لئے کہ اگر زبان پر لفظ طلاق نسبت
لفظی یا ارادی کے بغیر ہی طلاق دینے کا موجب
قرار پائے تو لازم آئے گا کہ جو شخص بھی کسی صورت میں
اپنی زبان سے لفظ طلاق استعمال کرے اس کی
بیوی کو طلاق ہو جائے خواہ وہ حکایت کرتے ہوئے
ہی استعمال کرے، نیز دینی طلباء کتاب الطلاق

میں اس قسم کے صدها الفاظ پڑھنے، تکرار کرنے اور بحث کرنے میں بار بار زبان پر لاتے ہیں تو لازم آتے گا کہ ان سب کی بیویوں کو تین طلاقیں پڑ جائیں، جبکہ یہ خالص جھوٹ ہے۔ محیط اور ہندیہ وغیرہا میں ہے کہ اضافت والے امور میں جب نیت نہ ہو تو بیوی کی طرف اضافت نہ ہونے پر طلاق نہ ہوگی تو موجودہ صورت میں زید اپنی نیت کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ عالم ضمائر و سراہر اس کی نیت کو اس سے زیادہ جاننے والا ہے، اگر ہندہ کو طلاق دینے کا ارادہ نہ کیا تھا تو ہندہ بدستور اس کی بیوی ہے۔ دوسروں کا فہم یا ان کی بات اس معاملہ میں مضر نہیں ہے جو لوگ طلاق کے خواہاں ہیں ان کو کسی مفتی کا فتویٰ عدم طلاق کا آمد نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ دل کی باتوں کو جانتا ہے اور امور کا فیصلہ آخر اس کے پاس ہوگا۔ حکم قضاء میں قاضی اور عورت کا کردار ہوگا، تو اس کی تحقیق یہ ہے کہ قضاء بھی طلاق کو واقع کرنے کے حکم کے لئے اضافت کا تحقق ضروری ہے، جیسا کہ مذہب کی کتب میں بے شمار مرتبہ مذکور ہے، اور اس فقیر نے ردالمحتار کی تعلیقات میں بحث کرتے ہوئے پہلے لفظی اضافت کی تحقیق پیش کی کہ وہ کن کن صورتوں میں ہو سکتی ہے پھر یہ تحقیق کی کہ اگر لفظ ہر طرح اضافت سے خالی ہو تو وہاں دیکھا جائے گا کہ کیا یہاں کوئی ایسا قرینہ

الفاظی خوانند و در بحث و تکرار بار بار زبان را تند زبان ہمہ سہ طلاقتہ مانند هل هذا الا بہت بحت در محیط و ہندیہ وغیرہا است لایقع فی جنس الاضافة اذا لم یبولعدم الاضافة الیہا زید بہ نیت خود عالم ہست و عالم الضمائر و السراہر جل جلالہ از و عالم تراست اگر ارادہ طلاق ہندہ نہ کردہ بود ہندہ ہچناں زن اوست و فہم و قول دیگران ہیچ زیاں نیارد آنچناں کہ مہبان قصد طلاق فتوائے مفتی بعدم طلاق سو نہ دارد و اللہ علیہ بذات الصدور و الیہ سبحانہ ترجع الامور و اما حکم قضاء کہ قاضی وزن باں کار بند پس تحقیق آن ست کہ قضاء نیز حکم بوقوع طلاق را از تحقق اضافت ناگزیر ست، کما فی کتب المذہب لایحصی عددہا و لاینقطع مددہا و من فقیہ در تعلیقات خودم بر ردالمحتار بعد تحقیق آن کہ اضافت در لفظ ہر چند گو نہ است تحقیق نمودہ ام کہ چون لفظ از ہمہ وجوہ اضافت تہی باشد آنگاہ بتکرار اگر ایں جا قرینہ باشد کہ با و راجح تر ارادہ اضافت ست قضاء

حکم بطلاق کنند نظر الی الظاهر
والله يتولى السرائر اگر شوہر بہ قسم
انکار ارادہ آں را کند پس اورا مصدق دارند
وزن را مطلقہ نانگارند لکونہ امینا فی
الاجبار عن نفسه وقد اتى بما
يتملہ کلامہ در ہندیہ از فتاویٰ
می آرد مرحیل قال لامرأته
اگر تو زن منی سے طلاق مع حذف الیاء
لا یقع اذا قال لم انو
الطلاق لانه لما حذف
فلم یکن مضمینا الیہا
ہندیہ از محیطی نگارو سئل شیخ
الاسلام الفقیہ ابو نصر عن
سکرات قال لامرأته اتریدین
ان اطلقک قالت نعم فقال
بالفارسیة اگر تو زن منی یک طلاق
دو طلاق سے طلاق قومی و اخرجی
من عندی وهو یزعم
انه لم یرد بہ الطلاق فالقول
قولہ ہچناں در خانہ نہ مود
و نراد معلا لانہ لم
یضمن الطلاق

موجود ہے جس سے اضافت کا ارادہ راجح طور پر معلوم
ہوتا ہو تو قضائاً ظاہر قرینہ کی بنا پر طلاق کا حکم
کر دیا جائے گا، باطنی امور اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں،
اگر اس صورت میں خاوند قسم دے کر اضافت کے
ارادے کا انکار کرتا ہو تو اس کی بات مان
لی جائے گی اور اس کی بیوی مطلقہ نہ ہوگی، کیونکہ
وہ اپنے بارے میں خبر دینے میں امین متصور ہو گا
جبکہ وہ بات بھی ایسی ہی کہتا ہے جس کا کلام میں
احتمال موجود ہے۔ ہندیہ میں متعدد فتووں میں کہا ہے
کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا اگر تو میری بیوی، تین
طلاق (یا تے نسبت کو محذوف کیا) تو طلاق نہ ہوگی
جب یہ بتائے کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی، کیونکہ
یائے اضافت کو حذف کر دینے کی وجہ سے بیوی کی
طرف اضافت کا ذکر نہ ہوا۔ ہندیہ نے محیط سے نقل
کرتے ہوئے لکھا کہ شیخ الاسلام فقیہ ابو نصر سے کسی نے
پوچھا کہ ایک نشے والا اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ کیا تو
چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دوں؟ بیوی نے
جواب میں ہاں کہا تو نشے والے نے فارسی میں کہا اگر
تو میری بیوی، ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق،
اٹھ جا، نکل جا۔ اور خاوند کا گمان ہے کہ میں نے
طلاق کا ارادہ نہیں کیا تو اس کی بات مان لی جائیگی۔
یوں ہی خانہ میں ہے لیکن اس پر انہوں نے علت

لہ الفتاویٰ الہندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ

نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

۱/۳۸۳ " " " " " " " " " " " "

الیہا، نیز در ہندیہ از ذخیرہ می سپارد
 سئل نجم الدین عمن قال
 لامرأتہ چون تو روی طلاق دادہ شد
 وقال لم انوالطلاق هل
 یصدق قال نعم ہم در خانہ
 و بزازیہ است قال لہا لا تخرجی
 الا باذنی فانی حلفت بالطلاق
 فخرجت لایقع لعدم ذکرہ
 حلفہ بطلاقہا و یحتمل
 المحلف بطلاق غیرہا فالقول
 لہ ، واگر ہجو قرینہ نیست آنگاہ
 حکم طلاق اصلانہ کنند مگر آنکہ شوہر
 اترار ارادہ طلاق نماید در خلاصہ و
 ہندیہ و وجہینہ و الفتروی و غیرہا
 است سکران ہریت منہ
 امرأتہ فتبعہا ولم یظفر
 بہا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق
 ان قال عنیت امرأتی یقع
 وان لم یقل شیئا
 لایقع ، و لفظ مجموعہ چنانست

بیان کرتے ہوئے یہ اضافہ کیا، کیونکہ اس نے طلاق
 کی اضافت بیوی کی طرف نہ کی، نیز ہندیہ میں ذخیرہ سے
 منقول لکھا، کہ، نجم الدین سے ایک ایسے شخص کے متعلق
 سوال کیا گیا جس نے بیوی کو کہا جب تو گئی تو طلاق
 ہو جائے گی، اور کہتا ہے کہ میں نے بیوی کو طلاق کی
 نیت نہیں کی، تو کیا اس شخص کی بات مان لی جائیگی،
 تو انہوں نے جواب میں فرمایا: ہاں مان لی جائے گی۔
 خانہ اور بزازیہ میں بھی ہے، کسی نے بیوی کو کہا کہ
 میری اجازت کے بغیر نہ نکلنا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم
 کھائی ہے، تو اگر عورت نکل جائے طلاق نہ ہوگی
 کیونکہ اس نے بیوی کی طلاق کی قسم کو ذکر نہ کیا تو اس
 میں غیر بیوی کی قسم کا احتمال ہے اس لئے اس کی بات تسلیم
 کر لی جائے گی، اگر وہاں قرینہ بالکل نہ ہو تو بھی
 طلاق نہ ہوگی اور قاضی طلاق کا حکم نہ کرے گا، مگر
 یہ کہ خاوند خود طلاق کے ارادے کا اقرار کرے۔
 خلاصہ، ہندیہ، وجہ اور الفتروی و غیرہا میں ہے کہ
 ایک نشہ والے سے اس کی بیوی فرار ہوگی، وہ پیچھے بھاگا
 اور کامیاب نہ ہونے پر اس نے کہا، تین طلاق کے
 ساتھ، پس اگر وہ خاوند کہے کہ میں نے اپنی بیوی کی
 نیت سے کہا تو طلاق واقع ہوگی، اور اگر اس نے

۲۱۹/۱	مطبوعہ نو لکشور	باب التعلیق	لہ فتاویٰ قاضی خاں
۳۸۵/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ	لہ فتاویٰ ہندیہ
۲۷۰/۴	کتبہ حبیبیہ کوئٹہ	کتاب الایمان	لہ فتاویٰ بزازیہ علی حاشیۃ الفتاویٰ الہندیۃ
۷۶/۳	کتبہ حبیبیہ کوئٹہ	الفصل الاول من جنس اخر	لہ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الطلاق

فرت ولم يظربها فقال
سه طلاق ان قال اسدت امرأتی
يقع والا لا ، و در بحر الرائق
لوقال طالق فقیل من عنیت
فقال امرأتی طلقت امرأتی
اه ، فقد علق الوقوع علی اقراره
انه عناها اینست تحقیق انیت و به
یحصل بتوفیق اللہ تعالی التوفیق
وتسام الکلام فی غیر المقام مع
توضیح المسائل وتنقیح الدلائل
مذکور فیما علقنا علی رد المحتار
فعلیک به فانک لا تجده فی
غیره والحمد لله العزیز الغفار
چوں این معنی عالی منجلی شد حالا در مسئلہ
دائرہ نظر باید پیدا است کہ لفظ عساری از
اضافت است و سائل فاضل در نامہ خودش
و انمودہ کہ صدور این کلام از زید ابتداء
بود بے مکالمہ احدے در بارہ طلاق ہندہ
حتی یتوہم وجود الاضافۃ
فی سوال صدر ہذا جوابا لہ
والسوال معاد فی الجواب
باز آغزاز اظہار سوال آنست کہ
زید ہمیں یک طلاق دو طلاق سے طلاق

کچھ نہ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔ اور مجموعہ الغناوی کے الفاظ
یہ ہیں: بیوی بھاگ گئی اور کامیاب نہ ہوا تو اس نے
کہا، تین طلاق، اگر وہ کہے میں نے بیوی کے ارادے
سے یہ الفاظ کہے ہیں تو بیوی کو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔
بحر الرائق میں ہے: کسی نے کہا طالق، تو پوچھا گیا
کہ تُو نے کس کے ارادے سے کہا، اس نے کہا
میں نے اپنی بیوی کے ارادے سے کہا ہے، تو
بیوی کو طلاق ہو جائے گی اھ۔ بحر الرائق نے طلاق
واقع ہونے کو اس کے اقرار سے مشروط کیا ہے کہ اس نے
بیوی مراد لی ہے، یہ واضح تحقیق ہے اور اللہ تعالیٰ
کی توفیق سے عبارات میں موافقت ہوگئی ہے، اس
کی مکمل بحث دوسری جگہ مسائل کی وضاحت اور دلائل
کی چھان بین کے ساتھ رد المحتار کے ہمارے حاشیہ
میں مذکور ہے، اس کی طرف رجوع تجھ پر لازم ہے
کیونکہ دوسری جگہ ایسی تحقیق نہ پائے گا۔ سب تعریف
اللہ تعالیٰ غالب اور بخشنے والے کے لئے ہی ہے۔
جب یہ عالی شان بحث روشن ہوگی تو اب زیر نظر مسئلہ
میں غور کرنا ضروری ہے کہ یہاں لفظ اضافت سے
خالی ہیں اور سائل نے اپنے خط میں خود واضح کیا ہے
کہ زید سے یہ کلام ابتداءً صادر ہوا ہے جس سے قبل
کوئی مذاکرہ طلاق ہندہ کسی نہیں کیا، تاکہ یہ شبہہ
ہوسکے کہ ہندہ کے بارے میں طلاق کے سوال میں
اضافت مذکور ہے جس کے جواب میں یہ کلام ہے

لہ بحر الرائق

باب الطلاق الصریح

ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۲۵۳/۳

اور جواب میں سوال کا اعادہ ہونے کی وجہ سے جواب میں اضافت پائی گئی ہے، پھر سائل نے سوال کی ابتداء میں ذکر کیا کہ زید نے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق بغیر ذکر دیتا ہوں وغیرہ کہے ہیں، تو اس سے قرینہ نہ ہونے کی دوسری وجہ پائی گئی جیسا کہ اسکی نص پہلے بیوی بھاگ گئی اور کامیاب ہوا، آپ کو معلوم ہے خواوند "تین طلاق" یا "تین طلاق کھاتے" کہا تھا (اور قرینہ نہ ہونے کی وجہ سے طلاق نہ ہوتی تھی) لہذا یہاں حکم قضاء بھی طلاق کی گنجائش نہیں ہے، کہ اب طلاق زید کے اقرار پر موقوف ہوئی جبکہ زید یہاں انکاری ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ زید نے "میں دیتا ہوں" کہا ہے جیسا کہ اس کا بھائی بکر کہہ رہا ہے تو ایسی صورت میں بھی یہ ہوگا کہ زیادہ سے زیادہ اس کو پہلی صورتوں سے ایک صورت شمار کیا جائیگا کیونکہ زید کا کہنا "میں دیتا ہوں" اگر دوسرے احتمالات کی نفی بھی کر دے تب بھی ان الفاظ کی طرح ہوگا جو میدہم یعنی دیتا ہوں سے خالی ہیں جیسے تین طلاق کہنا کہ اس میں "میں نے دی" دینا چاہتا ہوں یا "یہ تین طلاق کے لائق ہے" وغیرہ احتمالات ہیں جو کہ طلاق کو واقع کر نیوالے نہیں ہیں لہذا اس سے دوسرے احتمالات کی نفی نہ ہوگی اور یہ لفظ بیوی کو کہنا "مت نکل" کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھاتی ہے بلکہ اس کو یہ کہنا "تو اگر میری بیوی ہے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق وغیرہ سے زیادہ صریح نہیں ہے بلکہ حق یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ "طلاق می دہم" سے زیادہ صریح ہیں اور زید کا اپنی

گفت می دہم وغیرہ باو بیع نیا میخت پس ای صورت از وجہ دوم اعنی عدم قرینہ مذکورہ باشد کما سر آیت النص فی قوله بعد طلبها وعدم الظفر بها طلاق اولیہ طلاق پس ای جا قضاء نیز حکم طلاق را خود گنجائش نیست لانه حیتوقف علی اقرارہ و نرید ہہنا اب عنہ کما ذکر فی السؤال، و اگر رنگ ثبوت گیرد کہ زید طلاق می دہم گفتہ بود چنان کہ بکر برادرش و نمود، آنگاہ غایت آنکہ ای صورت از صورت اول باشد فان قوله میدہمات نفی احتمالات اخرکانت لسری الی ماعری عنہ کات یقول طلاق یبرید دادنی است او دادن میجوہم او سے طلاق را سزاوار است الی غیر ذلک مما لیس من الایقاع شیء فلا ینفی احتمال اسراة غیرہا و لیس با صرح من قوله لامراتہ لا تخرجی فانی حلفت بالطلاق بل ولا من قوله لها اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سه طلاق بن الحق ان ہذین اللفظین المنصوص علیہما اصرح و قوله طلاق میدہم منون

بیوی ہندہ یا غیر کے ذکر کے بغیر "طلاق میدہم" کہنے پر
 پر بھی علی الاطلاق قاضی طلاق کا حکم نہ کرے گا، بلکہ
 اگر زید قسم کھا کر کہے کہ میں نے بیوی کی طلاق کا
 ارادہ نہیں کیا تھا تو قاضی کو اس کی تصدیق کرنی ہوگی،
 اور بیوی کو مطلقہ نہ قرار دے گا، جیسا کہ ہم سابقہ
 نصوص میں بیان کر کے ہیں اور یونہی زید کا عمر کے جواب
 میں یہ کہنا "طلاق دادہ ام" (میں نے طلاق دی ہے)
 بھی اضافت سے خالی ہے، اور سوال و جواب میں
 کہیں بیوی کا ذکر نہیں ہے لہذا قضاء اس کا حکم
 بھی سابقہ الفاظ کی طرح ہوگا، اور دیانہ یہ لفظ
 پہلے الفاظ سے آسان ہیں کیونکہ طلاق دادہ ام صریح
 خبر ہے اس میں یہاں اگر اضافت کی نیت ہو تب
 بھی طلاق نہ پڑے گی نیز مذکورہ الفاظ نیت میں اضافت
 سے خالی ہونے کی بنا پر چھوٹی خبریں قرار پائیں گے
 جبکہ چھوٹی خبر سے طلاق کا ارادہ دیانہ درست نہیں
 ہے جیسا کہ اس پر خبریہ اور ردالمحتار وغیرہا معتبر
 کتب میں تصریح موجود ہے۔ لہذا مستولہ صورت
 میں قضاء حکم یہ ہے کہ اگر صرف یہی الفاظ ہوں ایک
 طلاق، دو طلاق، تین طلاق، ان کے ساتھ "میدہم"
 نہ ثابت ہو تو زید سے کسی قسم کا تعرض جائز نہ ہوگا
 کیونکہ طلاق کا اصلاً کوئی ثبوت نہیں، اور اگر زید نے
 ان الفاظ کے ساتھ "میدہم" کہا ہو تو پھر اگر دو
 گواہ عادل ثابت نہ کر سکیں کہ زید نے تین بار
 "طلاق میدہم" کہا ہے تو زید سے قسم لی جائے، اگر
 حلفاً کہہ دے کہ میں نے ان الفاظ سے بیوی کی طلاق

ذکر جری لامرأته ہندہ ولا من غیرہا
 پس اس جانیز حکم طلاق علی الاطلاق نتواں کر د
 بلکہ اگر زید بقسم گوید کہ بایں سخن ارادہ طلاق
 زنش نہ کردہ بود مصدق دارند و زن را
 مطلقہ نشمارند کما قد منا النصوص
 علیہ ہمچنان قول او بجواب عمر و کہ طلاق
 دادہ ام نیز از اضافت خالی است در سوال
 جواب ہیج جا ذکر زن نیست پس
 قضاء حکمش ہماں حکم الفاظ سابقہ است
 و دیانہ ازاں ہم آسان تر است کہ
 طلاق دادہ ام صریح در اخبار است اگر
 اس جا اضافت در نیت داشتہ باشد
 نیز طلاق نیفتد نیز الفاظ گذشتہ از اضافت
 منویہ عاری بود لانہ ج لایکون الا
 اخبارا کاذبا و الاخبار الکاذب لایرد
 بہ طلاق دیانہ کما نص
 علیہ فی الخیریۃ وردالمحتار وغیرہا
 من معتمدات الاسفار پس در صورت مستفسرہ
 حکم قضاء آن است کہ اگر ثابت ہماں مجرد لفظ ایک
 طلاق دو طلاق سے طلاق بے ضم می دہم است
 کما مشروح فی اول السؤال آنگاہ با زید
 ہیج تعرض نہ کنند بعد ثبوت الطلاق اصلاً و اگر
 بدو شاید عدل ثبوت نہ پذیرد کہ سہ بار طلاق میدہم
 گفتہ بود پس زید را سوگند دہند اگر
 حلف کرد کہ بایں سخن طلاق زن

نخواستہ ام راہش گزارند و انش وارند و اگر
نکول کند بارادہ طلاق معترف شود سہ طلاق رنگ
ثبوت یابد۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

اقول و باللہ التوفیق بقی بعد اشیاء
فانك ان تتبعت فروع ترك الاضافة
وجدتهم ، وربما يقولون لا يقع
مالم يقل اسررتها فهذا
يدل على ان الوقوع مشروط
بالقول ، وربما قالوا يقع مالم
يقول اسررتها او لم ادر بطلاقها
فهذا يدل على ان عدم الوقوع
هو الموقوف حتى لو لم يقل ذلك
وقع وان لم يقل اردت طلاقها ،
وسبما تراهم يحكمون بالوقوع
من دون حاجة الى النية مع
ترك الاضافة حيث وجدته في
كلام المخاطب كالمرأة او غيرها و
واخري تراهم ينوون مع
وجود الاضافة في كلام المخاطب ،
وسبما تسمعهم يحكمون
بالوقوع مطلقا من دون
نية مع عدم الاضافة
لا في قول ولا في قول
غيره ، وسبما ينوون في

مراد نہیں لی، تو زید بری ہے اور اس کو امن ہے اور
اگر وہ قسم سے انکار کرے تو وہ طلاق کے ارادہ کا
معتبر قرار پائے گا اور اس کی بیوی کو تین طلاق
ہو جائیں گی۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)
اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق
اللہ تعالیٰ سے ہی حاصل ہے۔ ت) کچھ امور باقی ہیں،
کیونکہ جب آپ فقہاء کرام کی عبارات کو ترک اضافت
کے مسائل میں غور سے تلاش کریں تو آپ ان کو کبھی
یوں پائیں گے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ طلاق واقع نہ ہوگی
جب تک خاوند بیوی مراد لینے کا قول نہ کرے جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کا وقوع خاوند کے اس قول
مشروط ہے، اور کبھی وہ کہتے ہیں کہ طلاق واقع ہوگی
جب تک یہ نہ کہہ دے کہ کسی اور عورت کا ارادہ کیا،
یا میں نے بیوی کی طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا، اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ بغیر اضافت طلاق کا عدم وقوع
اس کی مذکور وضاحت پر موقوف ہے، اگر وضاحت
نہ کرے تو طلاق ہو جائے گی اگرچہ بیوی کی طلاق کا
ارادہ نہ بھی ظاہر کرے۔ اور کبھی تم دیکھو گے کہ فقہاء
کرام ایسی صورت میں طلاق کا حکم دیتے ہیں اور
نیت کی حاجت محسوس نہیں کرتے اور اضافت بھی
متروک ہوتی ہے جہاں پر کوئی بیوی یا کسی غیر سے
خطاب کرتا ہو اور کبھی ان کو اضافت کے باوجود نیت
کا متلاشی پاؤ گے، جبکہ مخاطب کے کلام میں
اضافت پائی جائے اور کبھی آپ سنیں گے کہ وہ اضافت
نہ ہونے کے باوجود نیت نہ ہونے پر وقوع طلاق کا

هذه الصورة فهذه اختلافاً يتحير لذيها
من لم يتأمل ولم ينزل كل فرع على
ما ينبغي ان ينزل -

حکم لگاتے ہیں حالانکہ خاوند یا غیر کے کلام میں لفظ
کا کوئی ذکر نہیں ہوتا، اور بعینہ اسی صورت میں کہیں
وہ نیت کی بات کرتے ہیں، تو فقہاء کرام کی عبارت
میں یہ اختلافات ہیں جو غور کرنے والے اور ہر مسئلہ کو مناسب محل پر محمول نہ کرنے والے کے لئے حیرت کا
باعث بنتے ہیں۔ (ت)

والذی تحصل للعبد الضعیف بتوفیق
المولی اللطیف جل وعلا ان الاضافة
لابد منها اما فی اللفظ واما فی النیة اذ
لا طلاق الا بالایقاع ولا ایقاع الا باحداث
تعلق الطلاق بالمرأة وولیس ذلك الا بالاضافة
وهذا ضروری لا شک فیہ اذ لولاہ لزم
الطلاق علی کل من تلفظ بلفظ طلاق او
طالق ونحوها وان لم یرد علی هذا شیئا
اولم یرد طلاق امرأته وهو باطل قطعاً
فاشترط الاضافة حق لا مرية فیہ، نعم
قد توجد الاضافة فی اللفظ فلا یحتاج
فی الحکم الی النیة وقد لا توجد فی اللفظ فیحتاج
الی ظهور النیة -

اور عبد ضعیف کو اللہ تعالیٰ لطف فرمانے والے جل و
کی توفیق سے جو حاصل ہوا ہے وہ یہ ہے کہ بیوی
کو طلاق دینے میں اضافت ضروری سے لفظوں میں
ہو خواہ وہ نیت میں ہو، کیونکہ طلاق کا وقوع ایقاع
پر موقوف ہے اور ایقاع کا وجود نہیں ہوتا تا وقتیکہ
طلاق کو عورت سے متعلق نہ کیا جائے، اور یہ چیز
اضافت کے بغیر نہیں ہو سکتی، یہ بات واضح اور ضروری
ہے جس میں شک نہیں ہو سکتا، کیونکہ اگر طلاق کو
عورت کی طرف منسوب کرنا اور اس کی طرف اضافت
کرنا ضروری نہ ہو تو پھر طلاق یا طالق کا تلفظ کرنے والے
ہر شخص کی بیوی کو طلاق لازم ہو جائے اگرچہ وہ اس پر
کسی چیز کا ارادہ نہ کرے یا اپنی بیوی کو طلاق دینے کا
ارادہ نہ کرے تو یہ قطعاً باطل ہے۔

لہذا طلاق کے وقوع کے لئے نسبت اور اضافت کے شرط ہونے میں کوئی شک نہیں، ہاں اضافت کبھی لفظوں
میں موجود ہوتی ہے تو اس وقت حکم کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہوتی اور کبھی لفظوں میں اضافت
نہیں ہوتی اس وقت نیت کو ظاہر کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ (ت)

(یا لفظوں میں اضافت کا موجود ہونا فاقول (تو میں
کہتا ہوں) یہ تین طرح ہوتی ہے، اول یہ کہ
خاوند کی کلام میں صراحت پائی جائے وہ ہے جس کی مثالیں
علامہ حلی اور طحاوی نے ذکر کی ہیں، مثلاً تو طلاق

اما وجود الاضافة فی اللفظ فاقول علی
ثلاثة انحاء، الاول تحققها صریحاً فی
کلام الزوج وهذا الذی ذکر الحلی و
الطحاوی امثله کقولہ انت طالق

او طلقتك او هذه او نرينب او بنت نريد او
 ام عمر و او اخت بكر او امرأتى طالق، الثانی
 تحققها فيه لاجل كونه جوابا بالكلام تحققت
 فيه فحقق في الجواب ايضا لان السؤال معاد
 في الجواب وهذا ما في الهندية عن المخلصة
 قالت طلاق بدست تو است، مر اطلاق كرفعال الزوج
 طلاق می کم و کور ثلثا طلقت ثلثا اهـ۔

والی ہے، میں نے تجھے طلاق دی، (بیوی کو اشارہ
 کرتے ہوئے) اس کو، نام لے کر، زینب کو، زید کی
 بیٹی کو، عمر کی ماں کو، بکر کی بہن کو، میری بیوی کو، طلاق۔
 دوسری صورت، یہ کہ طلاق کے الفاظ کسی ایسی کلام کے
 جواب میں ذکر کئے جائیں جس میں اضافت مذکور تھی تو
 اس وجہ سے وہ اضافت جواباً طلاق کے الفاظ میں
 بھی محقق ہوگی، کیونکہ جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے

اس کی مثالیں ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہیں، مثلاً بیوی کے "طلاق تیرے ہاتھ میں ہے مجھے طلاق دے" تو جواب
 میں خاوند کے "میں نے طلاق دی" تین دفعہ تکرار کیا تو تین طلاقیں بیوی کو پڑیں گی (ت)

اور ہندیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ شمس الائمہ اور جنیدی
 سے سوال ہوا کہ عورت کے اگر طلاق میرے ہاتھ میں
 ہوتی تو اپنے کو ہزار طلاق دے دیتی، اس کے جواب
 میں خاوند نے کہا میں نے بھی ہزار دے دیں، یہ نہ
 کہا کہ تجھے دے دیں، تو شمس الائمہ نے جواب دیا کہ
 طلاق ہو جائے گی۔ اور ہندیہ میں عماد پیر سے منقول
 ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی،
 اس پر لوگوں نے ملامت کی، تو خاوند نے کہا میں نے
 دوسری دی، اس میں نہ تو بیوی کی طرف نسبت کی اور
 نہ ہی لفظ طلاق کہا، تو شمس الائمہ نے منہ مایا یہ
 دوسری بھی ہو گئی اگر بیوی عدت میں ہو اھ، ہندیہ
 میں خانہ سے منقول کہ خاوند کے پاس بیوی کی ماں
 داخل ہوئی اور کہا کہ تُو نے بیوی کو طلاق دے دی تو نے

وفیها عن الذخيرة سئل شمس الائمة
 الا و زجندی عن امرأة قالت لزوجها
 لو كان الطلاق بيدي لطلقت نفسي الف
 تطليقة فقال الزوج من نيز هزار دادم ولم
 يقل دادم ترا قال يقع الطلاق اهـ
 وفيها عن العمادية زن را گفت ترا طلاق
 دادم مرد ماں ملامت کر دند، گفت دیگر دادم
 نہ گفت ویرا و نہ گفت طلاق، قال يقع
 اذا كان في العدة اهـ وفيها عن
 الخانية دخلت عليه ام امراته
 فقالت طلقها ولم تحفظ
 حق ابیها و عاتبته في ذلك
 فقال الزوج هذه ثانیة او هذه ثالثة

لہ فتاویٰ ہندیہ	الفصل السابع الاطلاق بالالفاظ الفارسیہ	نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۴
۳۸۳/۱	"	"
۳۸۴/۱	"	"

تقع اخری ولو عابتہ ولم تذکر الطلاق فقال
 هذه المقالة لاتقع الزيادة الا بالنسبة اه و
 فی جامع الفصولین برمز فشین لفوائد شیخ
 الاسلام برهان الدین قال تربیک طلاق فلاموه
 گفت دیگر وادم یقع آخر لانه جواب لذلك
 وبناء علیه اه قلت یعنی اذا ذکر وافی
 الملامة طلاق المرأة کی یكون معاد فی الجواب
 والالم یقع بدون نية كما سمعت من الحانیه
 وانما لم یذکر فشین لان العادة ذکر مالیم
 علیه فی الملامة كما لا یخفی۔

اس کے باپ کے حق کا بھی پاس نہ کیا اور ناراضگی کا اظہار
 کرتے ہوئے خاوند کو ملامت کر رہی تھی، تو خاوند نے
 کہا یہ دوسری یا یہ تیسری ہے، تو یہ بھی واقع ہو جائیگی۔
 اور ملامت کرتے ہوئے اگر لفظ طلاق کو ذکر نہ کیا ہو اور
 خاوند نے یہ الفاظ مذکورہ کہے تو بعد والی طلاق نیت
 کے بغیر واقع نہ ہوگی۔ اور جامع الفصولین میں فشین
 کی رمز سے بیان کیا، فشین کا اشارہ فوائد شیخ الاسلام
 برهان الدین کی طرف ہے۔ خاوند نے بیوی کو کہا
 تجھے ایک طلاق، لوگوں نے اس کو ملامت کی،
 اس نے کہا اور میں نے دوسری دی، دوسری واقع

ہو جائے گی کیونکہ یہ جواب کے طور اور پہلی طلاق پر مبنی ہے۔ (میں کہتا ہوں) یعنی یہ تب ہے جب لوگوں نے
 ملامت میں عورت کی طلاق ذکر کی ہو تاکہ جواب میں اس کا اعادہ ہو ورنہ نیت کے بغیر طلاق
 واقع نہیں ہوتی، جیسا کہ آپ نے خانیہ سے سنا ہے، اس بات کو فشین نے اس لئے ذکر نہ کیا کہ عادتاً جس
 چیز پر ملامت کی جاتی وہ ملامت میں مذکور ہوتی ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ (ت)

اگر تو اعتراض کرے کہ کیا ہندیہ میں ذبیحہ سے یہ
 نہیں ہے کہ نجم الدین سے ایسے شخص کے متعلق سوال
 کیا گیا جس کو اس کی بیوی نے کہا کہ میرا تیرے ساتھ
 گزارہ نہیں ہے مجھے طلاق دے، تو اس کے خاوند
 نے کہا تیرے منہ جیسی کو طلاق دی ہوئی ہے۔ اور پھر
 کہتا ہے میں نے طلاق کی نیت نہیں کی، تو کیا اس
 شخص کی تصدیق کی جائے گی، تو نجم الدین نے فرمایا
 ہاں۔ اور بعض ائمہ نے اس بات میں نجم الدین کی موافقت

فانقلت ایس فی الہندیہ عن الذخیرۃ
 سئل نجم الدین عن قاتلہ
 امرأته مراراً با تو یا شیدن نیست مر طلاق
 وہ فقال الزوج چون تو روتے طلاق دادہ شد
 وقال لم انوال طلاق هل
 یصدق قال نعم ووافقہ
 فی ہذا الجواب بعض الائمۃ
 وفیہا عن المحيط سئل

۱/ ۳۵۶ نوری کتب خانہ پشاور
 ۱/ ۲۹۰ اسلامی کتب خانہ کراچی
 ۱/ ۳۸۵ نوری کتب خانہ پشاور

۱/ ۳۵۶ نوری کتب خانہ پشاور

۱/ ۲۹۰ اسلامی کتب خانہ کراچی

۱/ ۳۸۵ نوری کتب خانہ پشاور

جمع الاسلام الفقيه ابو نصر عن سكران
 قال لامرأته أتريدین ان
 طلقك قالت نعم فقال بالفارسیة اگر تو زن
 منی یک طلاق دو طلاق سه طلاق قومی
 خرجی من عندی و هو یزعم
 انه لم یرد به الطلاق فالقول
 قوله اه و مثله فی الخانیة
 معللاً بانہ لم یضف الطلاق
 لیها اه فلم یحکوا بالوقوع مع وجود
 الاضافة فی کلامها اما فی فرع
 و امام نجم الدین فظاهر - و اما
 فی فرع الفقیه ابی نصر و الخانیة
 فلان قولها نعم کان جواباً لقوله
 تريدین ان اطلقک فكانها قالت
 یرید ان تطلقنی ، قلت
 بالله التوفیق المخاطب اذا اتی
 بکلامه بکلام اجنبی عن الجواب
 خرج عن کونه جواباً و یصیر
 لاماً مبتدأً ففی المسئلتین
 تماکان جواب قولها ان یقول
 طلاق داده شد او یک طلاق و دو طلاق
 سه طلاق ولو اقتصر علی هذا

کی ہے اھ اور اسی میں محیط سے مروی ہے کہ شیخ الاسلام
 فقیہ ابونصر سے ایک نقشے والے کے بارے میں سوال
 ہوا جس نے بیوی کو کہا کیا چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق
 دے دوں؟ بیوی نے کہا ہاں چاہتی ہوں۔ تو اس
 خاوند نے بالفاظ فارسی یوں کہا اگر تو میری بیوی ہے ایک طلاق، دو
 طلاق، تین طلاق، میرے پاس سے اٹھ اور نکل جا۔
 اب خاوند کا خیال ہے کہ میں نے اس بات سے طلاق
 مراد نہیں لی، تو خاوند کی بات مقبول ہوگی اھ اور یونہی
 خانیہ میں مذکور ہے اور وجہ بیان کرتے ہوئے کہا اس
 لئے کہ خاوند نے طلاق کو بیوی کی طرف منسوب نہیں کیا اھ
 تو ان مذکورہ واقعات میں ان حضرات نے طلاق واقع
 ہونے کا حکم نہیں کیا حالانکہ تمام میں بیوی کے کلام میں
 اضافت موجود ہے۔ نجم الدین کے مسئلہ میں تو ظاہر
 ہے لیکن فقیہ ابونصر اور خانیہ کے مسئلوں میں اس لئے
 کہ بیوی نے جب ہاں کہا تو یہ خاوند کی بات ”کیا تو چاہتی
 ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں“ کا جواب ہے تو گویا
 بیوی نے کہا میں چاہتی ہوں کہ تو مجھے طلاق دے ،
 (لہذا ان مسائل میں بیوی کے کلام میں اضافت مذکور
 ہوئی اس کے باوجود کہ خاوند کے جواب میں اضافت
 معتبر ہے ان حضرات نے طلاق واقع ہونے کا حکم
 نہ دیا) قلت و بالله التوفیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ
 کی توفیق سے) کہ مخاطب شخص اپنے کلام میں جواب سے

۳۸۳ / ۱ نورانی کتب خانہ پشاور نو لکچور لکھنؤ
 ۲۱۹ / ۱ الفصل السابع الطلاق بالالفاظ الفارسیة باب التعلیق
 من الفتاویٰ الھندیة من الفتاویٰ القاہنیة

لحکم بالوقوع من دون الحاجة الى نية كما كان في الفروع المتقدمة التي تلونا لكنه لما مراد قوله چون تورمے او قوله اگر توزن منی، لم یبق جوابا وصار کلاما مبتدا فلم تسر اضافة السؤال اليه وقد نص على هذا الاصل العلماء كما لا يخفى على من خدم کلماتهم من ذلك عن الذخيرة قال له تغد معی قال واللہ لا اتغدی فذهب الى بيته وتغدی مع اهله لا یحتمل لان قوله خرج جوابا لسؤال المخاطب و امکن جعله جوابا لانه لم یزد على حرف الجواب بخلاف ما لو قال واللہ لا اتغدی معک لانه مراد على حرف الجواب ومع الزيادة عليه لا یمكن ان يجعل جوابا اھ ملخصاً۔

اجنبی کوئی بات کرے تو وہ جواب نہیں رہتا بلکہ نیا کلام متصور ہوتا ہے، تو مذکورہ دونوں مسئلوں میں جواب صرف اتنا تھا طلاق دی گئی یا ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، اگر خاوند جواب میں اتنی بات ہی کہتا تو طلاق کے واقع ہونے کا حکم ہوتا اور نیت کی ضرورت نہ ہوتی، جیسا کہ پہلے گزرے مسائل میں اس کو ہم نے بیان کیا ہے۔ لیکن جب ان دونوں مسئلوں میں خاوند نے، پہلے میں "جب تو جائے" اور دوسرے میں "اگر تو میری عورت ہو" جواب سے زائد کر دئے تو یہ بیوی کو جواب نہ ہوا بلکہ نیا کلام بن گیا جس سے سوال والی اضافت ختم ہو گئی۔ اس قاعدہ کی علمائے تصریح کی ہے۔ یہ بات اس شخص پر مخفی نہیں جو علماء کے کلام کا خادم ہے۔ اسی قاعدہ پر ذخیرہ سے منقول

ہے، ایک شخص نے دوسرے کو کہا "تو میرے ساتھ ناشتہ کر تو دوسرے نے جواب میں کہا خدا کی قسم میں ناشتہ نہیں کروں گا، یہ کہہ کر وہ اسی شخص کے گھر جا کر اس کے گھر والوں کے ساتھ ناشتہ کرتا ہے، تو قسم نہ ٹوٹے گی، کیونکہ اس کی قسم کا تعلق صرف اس کے جواب تک تھا، مطلقاً ناشتہ کے انکار سے نہ تھا کیونکہ اس سوال کو جواب بنانا بھی ممکن ہے کیونکہ اس نے جواب پر کوئی حرف زیادہ نہیں کیا اس کے برخلاف اگر وہ مستقل زائد کلام کرتے ہوئے یہ کہتا خدا کی قسم میں تجھ سے ناشتہ نہ کروں گا، تو پھر صرف جواب ہونا ممکن نہیں (لیکن یہاں صرف ناشتہ نہ کروں گا، کہا جو کہ صرف جواب کے طور پر درست ہو سکتا ہے ملخصاً) (ت)

اس پر اگر تیرا اعتراض ہو کہ ہندیہ میں خلاصہ سے منقول مسئلہ کے بارے میں کیا جواب ہو گا جس میں عورت نے کہا مجھے طلاق دے تو خاوند نے اس کو مارا اور کہا یہ طلاق ہے، تو طلاق نہ ہوگی، اور اگر

فانقلت ما الجواب عن فرع الهندية عن الخلاصة لو قالت طلقني فضربها و قال لها اينك طلاق لا يقع ولو قال اينك طلاق يقع اھ فقد كانت

لہ رد المحتار بحوالہ ذخیرہ کتاب الایمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۵۵
۲۵ الفتاویٰ الہندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۲

یوں کہا یہ تجھے طلاق ہے، طلاق ہو جائے گی اھ، تو اس مسئلہ میں عورت کے سوال میں اضافت موجود ہے اور خاوند نے جواب میں کوئی زائد حرف ذکر نہیں کیا جس کو نیا مستقل کلام تصور کیا جائے۔ (ت)

قلت لما اخذ يضربها بعد قولها طلقني اورث ذلك احتمالاً في كونه جواباً وقال اينك طلاق مي خواهي بل الظاهر من الضرب هو الرد دون الجواب فان الجواب بمعنى اجابة السؤال وقبول المامول وهذا معنى قولهم يحتمل جواباً وسبباً او جواباً ورداً او جواباً محضاً. فاذا وقع الاحتمال لم يتيقن بكونه جواباً حتى يحكم بسراية اضافة السؤال اليه فمعنى قوله لا يقع اي ما لم ينو وقوله يقع اي وان لم ينو لوجود الاضافة في نفس الكلام.

قلت (میں کہتا ہوں) جب خاوند نے طلاق کے مطالبہ پر بیوی کو مارنا شروع کیا تو اس وجہ سے یہ احتمال پیدا ہو گیا کہ یہ جواب ہے یا جواب میں رد کی کارروائی ہے۔ تو بیوی کے سوال پر مارنا ناراضگی کے طور پر مار کر کہا تو یہ طلاق چاہتی ہے بلکہ ظاہر یہی ہے کہ یہ مارنا ہے جو اب نہیں ہے کیونکہ جواب کا معنی مستول کا جواب دینا، اور سائل کی امید کو پورا کرنا دونوں میں استعمال ہوتا ہے، فقہاء کے قول کہ یہاں جواب اور گالی، یا جواب اور رد یا محض جواب کا احتمال ہے، کا یہی مطلب ہے (یعنی جواب کے طور پر گالی یا رد یا محض جواب (سائل کی امید

کو پورا کرنا) تو جب خاوند کی طرف سے کارروائی میں احتمال پیدا ہو گیا تو اب محض جواب ہونے کا یعتین نہ رہا تاکہ سوال میں مذکور اضافت، جواب میں پائی جائے، تو مسئلہ میں "اینک طلاق" کے ساتھ خلاصہ میں "لا يقع" (طلاق واقع نہ ہوگی) کا معنی یہ ہے یعنی جب تک نیت طلاق نہیں ہے اور "نیت طلاق" کے ساتھ "یقع" (طلاق ہو جائے گی) کا معنی یہ ہے یعنی اگرچہ نیت نہ بھی ہو کیونکہ لفظوں میں اب اضافت موجود ہے۔ (ت)

الثالث ان لا يشتمل كلامه على الاضافة ولا يكون خرج مخرج الجواب لكن يكون اللفظ خصه العرف بتطبيق امرأة فحيث يطلق يفهم منه ايقاع الطلاق على المرأة كقولهم الطلاق يلزم مني و

لفظی اضافت کی تیسری صورت یہ ہے کہ خاوند کے کلام میں اضافت مذکور نہ ہو، اور نہ ہی اس کا کلام جواب کے طور پر ہو، لیکن عرف میں اس لفظ کو بیوی کو طلاق دینے کے لئے مختص کر دیا گیا ہو کہ جب بھی وہ لفظ بولا جائے تو اس سے بیوی کو طلاق دینا ہی سمجھا جائے۔ مثلاً کوئی کہے "طلاق مجھ پر لازم ہوگی"

الحرام يلزمى وعلى الطلاق وعلى الحرام
فانه كما قال في رد المحتار صار فاشيا في
العرف في استعماله في الطلاق لا يعرفون
من صيغة الطلاق غيره ولا يحلف به الا
الرجل فهنا وان لم تذكر الاضافة لفظا
لكنها ثابتة عرفا والمعهود عرفا للموجود
لفظا فمن ههنا وجدت الاضافة في
اللفظ وحكم بالوقوع من دون نية فهذه
صور تحقق الاضافة في اللفظ اما اذ خلا عنها
بوجوهها الثلاثة فح لا بد من وجودها في
النية فان نوى وقع والا لا وهذا ما قال
في الهندية عن المحيط لا يقع في جنس الاضافة
اذا لم يتولد عدم الاضافة اليها اه هذا فيما
بينه وبين ربه تعالى.

یا "حرام مجبور لازم ہوگا" یا "مجبور طلاق ہے" یا "مجبور
پر حرام ہے" جیسا کہ رد المحتار میں بیان ہے کہ یہ
الفاظ عرف میں طلاق دینے کے لئے استعمال میں
مشہور ہو چکے ہیں حتیٰ کہ عرف والے طلاق کے لئے دوسرے
الفاظ سے واقف نہیں، اور ان الفاظ کو صرف مرد
ہی طلاق کی قسم کے لئے استعمال کرتے ہیں اور یہاں
پر اگرچہ لفظوں میں اضافت مذکور نہیں، لیکن
عرفاً اضافت ثابت ہے، اور عرفاً جو چیز معلوم
ہو وہ ایسے ہی معتبر ہے جیسے لفظوں میں مذکور چیز
ہوتی ہے تو یہاں اضافت پائی گئی تو وقوع طلاق کا حکم نیت کے
بغیر کرنا جائیگا یہ لفظوں میں اضافت پائے جانے کی صورتیں ہیں، لیکن جب نیت
کلام ان میں صورتوں کی اضافت خالی ہو تو پھر اضافت کا نیت میں
پایا جانا ضروری ہے۔ اگر نیت کرنے تو طلاق ہوگی ورنہ
نہیں۔ ہندیہ نے محیط سے نقل میں جو یہ کہا کہ اضافت
کے معاملہ میں طلاق اس وقت تک نہ ہوگی جب نیت نہ کرے کیونکہ ایسی صورت میں بیوی کی طرف اضافت
نہ پائی جائے گی اور کا مطلب یہی ہے۔ یہ نیت کا معاملہ خاوند اور اس کے رب تعالیٰ کے درمیان ہے۔
یعنی دیانۃً یہ حکم ہے۔ (ت)

اما قضاء فتقسم هذا الصورة الى
قسمين الاول ان توجد ههنا قرينة
يستأنس بها على تحقق النية و
يكون هو الاظهر في المقام فح
يحكم بالوقوع ما لم يقل اني
لم ارد هاتان قاله فلا يصدق

لیکن نیت میں اضافت کا قضاء حکم دو قسم
پر ہے: اول یہ ہے کہ ایسی صورت کہ جہاں کوئی ایسا
قرینہ موجود ہو جس سے محسوس کیا جائے کہ خاوند
نے اضافت کی نیت کی ہے، اور یہ مقام کے لحاظ
سے واضح ہو سکے، تو ایسے مقام پر طلاق کے وقوع
کا حکم کیا جائے گا جب تک خاوند یہ نہ کہہ دے کہ

لے فتاویٰ ہندیہ فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ

نورانی کتب خانہ پشاور

۳۸۲/۱

الابالیمین فان حلف صدق لكونه
امینا فی الاخبار عما فی نفسه وقد اتی
بما یحتملہ کلامہ وهذا ما قال فی الہندیۃ
عن خلاصۃ الفتاوی
رجل قال لامرأتہ اگر تو زن منی سے طلاق
مع حذف الیاء لایقع اذا قال
لم انوالطلاق لانه لما
حذف لم یکن مضمیفا الیہا
فان الاضافة وان عدمت
بوجوہہا الثلثۃ لکن التعلیق علی
قولہ "اگر تو زن منی" یفید تبادر اسرادة
طلاق المرأة فیتوقف انتفاء
الوقوع علی نفیہ النیۃ ولا یتوقف
الوقوع علی اقراۃ بہا، و علم
منہا الفرعات المار ان عن
الامام نجم الدین و عن
شیخ الاسلام انہما
وان خرجا عن تحقق الاضافة
لخروج الکلام عن الاجابة لکن
الذی جرى بینہما مع
قولہ فی الشرط "چوں تو روئے" و اگر تو
زن منی یفید ما ذکرنا فلذا توقف
عدم الوقوع علی ادعائہ عدم

میں نے بیوی کا ارادہ نہیں کیا اور اگر اس نے ایسا
کہہ دیا تو اس سے قسم لی جائے گی اور قسم کے بغیر اس
کی تصدیق نہ کی جائے گی، اگر اس نے قسم دے دی تو
پھر اس کی تصدیق کر دی جائے گی اور طلاق نہ ہوگی
کیونکہ اپنی نیت کے متعلق خبر دینے میں امین تصور
کیا جائے گا جبکہ اس نے کلام بھی ایسی کی ہے جس
میں گنجائش ہے، یہی وہ صورت ہے جس کو ہندیہ
میں خلاصۃ الفتاوی سے نقل کیا ہے
کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو میری بیوی ہے
تین طلاق، نسبت کی یاہ کو طلاق سے حذف کر کے کہا
تو اس وقت طلاق نہ ہوگی جب وہ یہ کہے کہ میں نے
بیوی کی طلاق کی نیت نہیں کی ہے، کیونکہ جب اضافت
حذف ہے تو طلاق کی اضافت عورت کی طرف نہ ہوئی
اھ، کیونکہ اگرچہ اضافت تینوں لفظی طریقوں سے نہ پائی گئی
لیکن خاوند نے "اگر تو میری بیوی ہے" سے تعلق کی ہے
جس سے فہم میں یہی آتا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق
کہی ہے، اس لئے طلاق کا عدم وقوع خاوند کی وضاحت
پر موقوف ہوگا کہ میں نے نیت نہیں کی، لیکن اس
مسئلہ میں طلاق کا وقوع خاوند کے اقرار نیت پر موقوف
نہ ہوگا بلکہ نفی نہ ہونے پر خود بخود طلاق واقع
ہو جائے گی، تو اس بحث سے امام نجم الدین اور شیخ الاسلام
ابولصہ کے مذکورہ دونوں مسئلے واضح معلوم ہو گئے، کیونکہ
یہ دونوں مسئلے اگرچہ اضافت سے خالی ہیں اس لئے کہ

یہ دونوں جواب میں نہیں ہیں، لیکن خاوند بیوی میں جو گفتگو ہے اس میں خاوند نے شرط کے الفاظ کے تیرے منہ جیسی کو اور دوسرے میں ”اگر تو میری بیوی ہے“ یہ گفتگو ہمارے بیان کے مطابق فائدہ دے رہی ہے، اس لئے ان میں طلاق نہ ہونا خاوند کی طرف سے نیت نہ ہونے کے بیان پر موقوف ہوگا، اور اسی قبیل سے بزازیہ اور خانیہ کے بیان کردہ دونوں مسئلے ہیں کہ خاوند نے بیوی سے کہا کہ ”میری اجازت کے بغیر باہر مت جانا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے“ بیوی باہر نکل گئی تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ خاوند نے قسم میں بیوی کی طلاق کو ذکر نہیں کیا جس کی وجہ سے کسی اور عورت کی طلاق کا احتمال ہو سکتا ہے تو اس لئے خاوند کی بات قابل قبول ہوگی اور اس کو علامہ شامی نے یوں بیان کیا ہے کہ عادت یہ ہے کہ جس کی بیوی ہو وہ اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھاتا ہے نہ کہ غیر کی طلاق کے لئے اس لئے خاوند کا کہنا کہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، بیوی کی طرف ہی منسوب ہوگی تا وقتیکہ غیر بیوی کو مراد لینا بیان نہ کرے، کیونکہ بیوی کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے غیر کا بھی احتمال ہے اور اسی ضابطہ کے تحت

النية ومنه فرع البزازية والمخانية قال لها لا تخرجي الا باذني فاني حلفت بالطلاق فخرجت لا يقع لعدم ذكر حلفه بطلاقها وميثل الحلف بطلاق غيرها فالقول له اه و ذلك كما افاد الشامي ان العادة ان من له امرأة انما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها فقوله اني حلفت بالطلاق ينصرف اليها مال الميرود غيرها لانه يحتمل كلامه اه ومنه فرع القنية عن الامام برهان الدين محمود صاحب المحيط ر رجل دعته جماعة الى شرب الخمر فقال اني حلفت بالطلاق اني لا اشرب وكان كاذبا فيه ثم شرب طلقت وقال صاحب التحفة لا يطلق ديانة اه فقول البزازية لا يقع ديانة ان لمينو وقضاء ايضا ان قال لم انو بدليل قوله فالقول له وقول البرهان طلقت اي قضاء مال الميرود اني لم ارد ها كما قال الشامي انه يمكن حمله على ما اذا لم يقل اني اردت الحلف بطلاق غيرها فلا يخالف ما في البزازية اه وقول صاحب التحفة لا يطلق

۲۷۰/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الایمان	لہ فتاویٰ بزازیہ علی حاشیۃ الفتاویٰ الہندیۃ
۲۳۰/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الطلاق	۲ ردالمحتار باب الصریح
۱۱۵	المطبعة المشهورة النہانتیۃ	کتاب الایمان	۳ القنیۃ
۲۲۹/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الطلاق	۴ ردالمحتار بحوالہ القنیۃ
۲۳۰/۲	” ” ” ”	” ” ” ”	۵ ” ” ” ”

دیانة ظاهرا لان الاخبار انما كان كاذبا اما قولي انما يصدق باليمين فلما صرحوا به من انه حيث يكون القول له فانما يصدق باليمين كما صرح به في التبيين وغیره۔

قنیہ میں ذکر کردہ امام برہان الدین محمود صاحب محیط کا بیان کردہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص کو چند لوگوں نے شراب پینے کی دعوت دی تو اس نے جواب میں کہا کہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے اس لئے میں شراب نہیں پیوں گا حالانکہ وہ اس میں جھوٹا تھا۔ اس نے شراب پی لی تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائیگی جبکہ صاحب تحفہ نے کہا کہ دیانۃً طلاق نہ ہوگی اھ۔ ان مذکورہ تینوں حضرات کے مسائل میں بزازیہ کا یہ کہنا کہ ”نہ واقع ہوگی“ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر نیت نہ کی ہو تو دیانۃً نہ ہوگی، اور اس نے اپنے بیان میں کہہ دیا کہ میں نے بیوی کی نیت نہیں کی تو قضاۃً بھی نہ ہوگی اسی لئے بزازیہ والے نے کہا کہ خاوند کی بات قابل قبول ہوگی، اور قنیہ میں امام برہان الدین کا قول کہ ”طلاق ہوگی“ کا مطلب ہے قضاۃً ہوگی جب تک خاوند یہ نہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی کا ارادہ نہیں کیا، علامہ شامی نے فرمایا کہ اس بات کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا کہ جب تک خاوند یہ نہ کہے کہ میں نے کسی دوسری عورت کی طلاق کی قسم کھائی ہے، لہذا یہ صورت بزازیہ کی بیان کردہ صورت کے مخالف نہ ہوگی اھ اور یہاں صاحب تحفہ کا کہنا کہ دیانۃً نہ ہوگی، تو یہ ظاہر ہے کیونکہ خاوند کی قسم والی خبر جھوٹی ہے، باقی میرا یہ کہنا کہ خاوند کی تصدیق اس کے حلف پر کی جائے گی کیونکہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے جہاں وہ کہتے ہیں کہ خاوند کی تصدیق کی جائے گی وہاں وہ قسم لے کر تصدیق مراد لیتے ہیں جس کی تصریح تبيين وغیرہ میں موجود ہے۔ (ت)

الثانی ان لا تكون هنا قرينة ذلك ورجح يتوقف الوقوع على اخباره بالنية فان اقر وقوعه والا لا اذ لا سبيل الى الحكم بالوقوع بالشك وهذا ما قال في الهندية عن الخلاصة سكران هرابت منه امراته فتبعها ولم يظفر بها فقال بالفارسية لسه طلاق ان قال

دوسری قسم یہ ہے کہ وہاں یہ قرینہ نہ پایا جائے، تو وہاں طلاق کا واقع ہونا خاوند کے اس بیان پر موقوف ہوگا کہ میں نے بیوی کی نیت کی ہے لہذا وہاں نیت میں بیوی مراد لینے کا اقرار ہو تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں، کیونکہ محض شک کی بنا پر طلاق کے حکم کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ اس قسم کی صورت وہ ہے جس کو ہندیہ نے خلاصہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ کسی نشے والے کی بیوی بھاگ گئی تو اس نے تعاقب کیا

عنیت امراتی یقع وان لم یقل شیئا لایقع لہ
 وفی مجموعۃ القروی عن البزازیۃ فرت
 ولم یظفر بہا فعال سے طلاق ان قال اردت
 امراتی یقع والا لا اھ وقال فی البحر لو
 قال طالق فقیل لہ من عنیت فعال امراتی
 طلقت امراتہ اھ فقد علق الوقوع علی
 اقرارہ اندہ عنی امراتہ۔

اور وہ کامیاب نہ ہوا تو اس نے کہا فارسی میں بسہ
 طلاق (تین طلاق کے ساتھ) تو اس صورت میں
 اگر وہ نشہ والا کہے کہ میں نے اپنی بیوی مراد کے
 کہا ہے تو طلاق ہوگی اور اگر کچھ بھی بیان نہ کیا تو
 طلاق نہ ہوگی اھ اور یوں ہی مجموعہ القرویہ میں بزازیہ
 سے منقول ہے کہ بیوی بھاگی اور وہ کامیاب نہ ہوا تو کہہ
 دیا "تین طلاق" اس پر خاوند نشہ والا یہ کہے کہ میں
 نے بیوی کے ارادے سے کہا ہے تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں اھ۔ اور بکر میں ہے کہ ایک شخص نے "طالق" کہا،
 پوچھا گیا تو نے کس کو کہا ہے؟ تو اس نے کہا اپنی بیوی کو، تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی، یہاں پر انہوں نے
 طلاق کے وقوع کو اقرار سے معلق کیا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں نے بیوی مراد لی ہے۔ (ت)

فان قلت (اگر اعتراض ہو کہ) ان
 مذکورہ مسائل جن میں وقوع طلاق کے لئے تصریح
 ضروری ہے اور اس مسئلہ میں کہ جب کوئی شخص یہ
 کہے کہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، میں کیا فرق
 ہے کہ جس طرح کوئی شخص اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھاتا
 کسی دوسری عورت کی طلاق کی نہیں، یونہی کوئی
 بھی "تین طلاق" یا "طالق" بھی اپنی بیوی کے لئے
 ہی استعمال کرتا ہے مناسب تھا کہ وقوع ہی مراد ہو جیت تک وہ
 یہ نہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی مراد نہیں لی (پھر کیا وجہ کہ حلف والی صورت
 میں طلاق ہونا ظاہر ہے اور دوسری یعنی سر طلاق
 یا صرف طالق والی صورت میں طلاق نہ ہونا ظاہر ہے)

فان قلت ما الفرق بین
 هذه الفروع وبين قوله حلفت
 بالطلاق فان الرجل كما
 لا يحلف عادة الا بطلاق امراتها
 كذلك لا يقول سه طلاق او طالق
 الا لها فكان ينبغي الوقوع
 مالم يقل لم اعنها
 قلت الفرق بين فان ارادة
 الحلف بالطلاق متحققه
 بصريح قوله حلفت، فيحمل
 على الظاهر المعتاد مالم يصرف

۱/ ۳۸۲ نورانی کتب خانہ پشاور
 ۱/ ۷۴ دارالاشاعت العربیہ قندھار
 ۳/ ۲۵۳ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ
 ما یقع بہ الطلاق وما لا یقع بہ
 باب الطلاق

۱۰ فتاویٰ ہندیہ
 ۱۰ فتاویٰ القروی
 ۳ بحر الرائق

اما ههنا فارادة الايقاع غير متحققة و
 لعل في نفسه سه طلاق وادش باير اوسه طلاق
 راست و درست و اما من هو جالس في بيته
 فابتدأ يتلفظ بلفظ طالق فكيف يجوز الحكم
 بانه اراد به ايقاع الطلاق على امرأته وليس
 في حال ولا قال دليل عليه فوجب التوقيف على
 اخباره عما في نفسه هذا كله ما فاض
 على قلب العبد الذليل من بحار فيوض
 الرب الجليل فقد التأمّت الفروع جميعا
 وارتفع الاضطراب ونزل كل فرع منزله
 من الصواب والحمد لله رب العالمين -

قلت (میں کہتا ہوں کہ) فرق واضح ہے کیونکہ پہلی
 صورت ”میں نے قسم کھائی ہے طلاق کی“ میں تصریح
 ہے، میں نے قسم کھائی، تو اس کو عام فہم
 معنی پر محمول کیا جائے گا جب تک کوئی مخالف
 وضاحت نہ پائی جائے، اور یہاں یعنی تین
 طلاق یا ”طالق“ کی صورت میں طالق کو واقع کرنے
 کا ارادہ متحقق نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کو تین طلاق دینے
 سے اس کی مراد یہ ہو کہ تین طلاق دینے کے قابل ہے،
 لیکن ایک شخص گھر بیٹھے صرف لفظ ”طالق“ سے بات
 کی ابتداء کرتا ہے اور طلاق کو واقع کرنے کا کوئی حال
 یا کوئی بات قرینہ نہ ہو جو دلیل بن سکے تو بلاوجہ کیسے
 کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دینے

کا ارادہ کیا ہے اس لئے ایسی صورت میں اپنے دل کی بات واضح کرنے پر حکم موقوف رہے گا۔ یہ تمام بحث
 بندہ ناچیز کے دل پر رب جلیل کے فیوضات کے سمندر سے وارد ہوئی ہے، تو اس سے تمام صورتیں آپس میں موافق
 ہو گئیں اور اضطراب ختم ہو گیا، اور ہر مسئلہ اپنے صحیح مقام پر منطبق ہو گیا، الحمد للہ رب العالمین۔ (ت)

ہاں یہاں ہندیہ کا خلاصہ سے منقول ایک مسئلہ
 رہ گیا ہے کہ اگر بیوی نے خاوند کو کہا کہ تو نے گراں
 خریدتا ہے عیب کی وجہ سے واپس کر دے، تو جواب
 میں خاوند نے کہا عیب کی بنا پر میں نے تجھے واپس
 کیا، طلاق کی نیت سے کہا تو خاوند کے اس قول
 سے طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر خاوند نے
 جواب میں صرف یہ کہا میں نے عیب کی بنا پر واپس
 کیا، بیوی کو خطاب کے بغیر کہا، تو طلاق کی نیت کی ہو
 تو بھی طلاق نہ ہوگی اھ، یقیناً اس مسئلہ میں جواب

نعم بقى ههنا فرع في الهندية
 عن الخلاصة لوقالت گراں خریدی
 بعیب بازده فقال بعیب باز وادمت و نوى
 يقع به الطلاق ولو قال
 بعیب باز وادم بغير التاء لا يقع وان
 نوى اھ فان الفصل الاخير
 منه من القسم الاخير الذى
 ذكرنا فکانت ينبغى على ما اصلنا
 لا يقع ديانة مالم ينو ولا قضاء

کی دوسری صورت ہمارے پہلے ذکر کردہ آخری مسئلہ کی صورت سے متعلق ہے تو ہمارے بیان کردہ خطاب کے تحت جب تک نیت نہ کریگا دیانہ طلاق نہ ہوگی اور قضاء بھی اس وقت تک نہ ہوگی جب تک طلاق کی نیت سے مطلع نہ ہو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ خطاب کے بغیر نیت کے باوجود، طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس سے تو لازم آئے گا کہ خطاب کے بغیر "عیب کی بنا پر واپس کیا" یہ الفاظ طلاق میں سے ہی نہ ہوا جیسے تیری مجھے حاجت نہیں اور رغبت نہیں یا تجھ سے شوق نہیں رکھتا وغیرہ الفاظ طلاق کے لئے نہیں ہیں، حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ یہ بات مشکل ہے۔ تو اس کا حل یوں ممکن ہے کہ تجھے عیب کی بنا پر واپس کیا" بیوی کے جواب میں خطاب کر کے کہا ہو تو یہ ایسا کناہیہ ہے جس میں ایک نیت کی ضرورت ہے اور اگر بغیر خطاب کہا تو دونوں نیتوں کی ضرورت ہے، ایک نیت طلاق اور دوسری نیت اضافت، اور یہ بات واضح ہے کہ ایسی صورت میں ایک نیت کافی نہیں، تو خاوند کا یہ کہنا میں نے تجھے عیب کی بنا پر واپس کیا" اور نیت کی تو وہ طلاق کی نیت ہوگی جس کی ضرورت تھی کیونکہ یہ لفظ، طلاق سے کناہیہ ہے تو نیت سے مراد، طلاق کی نیت ہے نیز اس کا قرینہ یہ بھی ہے کہ مسئلہ کی دوسری صورت یعنی بغیر خطاب کہا ہو تو وہاں یہ کہا گیا ہے طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت کی ہو، کیونکہ خطاب کے بغیر یہ صورت اضافت سے خالی ہے لہذا اس کے بعد ایک دوسری شئی کی احتیاجی ہوگی اور وہ اضافت کی نیت ہے (یعنی نیت اضافت کا محتاج ہوگا) پس

مالم یخبر عن نية الطلاق لان لا یقع وان نوى فانه یفید انه بدون التاء لیس من الفاظ الطلاق اصلا کقولہ لا حاجة لی فیک ولا مرغیة اولا اشتہیک و امثال ذلك وهو کما تری مشکل فعل المعنی ان اللفظ من الکنايات وهو مع التاء ایضا محتاج الی النية کما لا یخفی فاذا عدم التاء احتاج نیتین نية الطلاق و نية الاضافة ولا شك ان احدھما لا تكفی، فقوله قال بعیب بازدا مت و نوى، لیس معناه الانية الطلاق المحتاج الیها لاجل كون اللفظ من الکنايات فهی المرادة ایضا من قرینة اعنی قوله فی الفصل الاخیر وان نوى اى لو قال بغیر التاء لا یقع وان نوى باللفظ الطلاق لخلوه عن الاضافة فیحتاج بعد الی شئی اخر وهی نية الاضافة فافهم وتأمل لعن الله یحدث بعد ذلك امرا۔ هذا و بما تقرر تحریر ان لا اعتراض علی الفاضل

الشارح ولا على العلامة البحر رحمة الله
 عليه فانها ايتا بعين ما في الوجيز والخانية
 فانها ايضا ناصا على عدم الوقوع وعللا بترك
 الاضافة فكما وجب حمل كلامهما على ما تقدم
 كذلك يحمل عليه كلام هذين الفاضلين
 بيد ان الامامين ايتا بعده بما اوضح المراد
 من قولهما ان القول قوله والفاضلين اقتصر
 على ذلك فبقى كلامهما على الايهام وليس في
 كلامهما ان الاضافة الصريحة اللفظية شرط
 لوقوع حتى يتوجه عليه بقية كلام الفاضل
 المحشى بحمد الله تعالى نعم علل الفاضلان
 الشارحان المحلى والطحاوى بان الاضافة
 شرط ولم توجد فقولهما الاضافة شرط
 حتى في نفسه كما قررنا ولكن لا يصح ح الجزم
 بعدم الوجدان فان الشرط مطلق الاضافة
 نصا او عرفا او جوابا والمفقود جزما هي
 الاضافة اللفظية المنصوصة وليست بشرط
 فالخذ ان كان فعلى المحشيين دون الفاضلين
 العلامتين - اللهم الا في ترك الايضاح كما
 علمت ، هكذا ينبغي تحقيق المقام والله
 ولي الفضل والانعام ۱۲ -

سمجھو اور غور کرو، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے
 بعد کوئی سبیل پیدا فرمادے، اسے مضبوط رکھو۔
 اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ فاضل شارح اور فاضل
 علامہ بحر رحمہما اللہ تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہیں، کیونکہ
 انھوں نے وہی کچھ کہا جو وجیز اور خانہ میں بیان
 کیا گیا ہے، کیونکہ ان (وجیز و خانہ) دونوں نے
 مذکورہ صورت میں طلاق نہ واقع ہونے کی تصریح کی
 اور اس کی وجہ ترکِ اضافت کو قرار دیا، تو جس طرح
 وجیز اور خانہ کی عبارت کو مذکورہ معنی پر محمول کرنا ضروری
 ہوایو نہیں ان دونوں فاضل حضرات شارح و بحر
 کے کلام کو اسی معنی پر محمول کرنا ضروری ہے صرف اتنا
 ہوا کہ دونوں اماموں وجیز و خانہ نے اس کے بعد
 اپنی مراد کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ خاوند کی بات معتبر
 ہوگی، جبکہ دونوں فاضل حضرات نے عدم وقوع طلاق
 کے ذکر پر اکتفا کیا جس کی بنا پر ان کی کلام میں احتمال
 کی گنجائش رہ گئی حالانکہ ان دونوں حضرات کے کسی
 کلام میں یہ تصریح نہیں ہے کہ اضافت کا لفظوں میں
 صریح طور پر مذکور ہونا وقوع طلاق کے لئے ضروری ہے،
 تاکہ بقیہ کلام فاضل محشی سے اس پر اعتراض ہو سکے
 ہاں، فاضل حلبی اور فاضل طحاوی دونوں حضرات نے
 شرح میں یہ وجہ بیان کی ہے کہ اضافت شرط ہے

جو یہاں موجود نہیں ہے تو ان دونوں حضرات کا یہ کہنا بجا ہے کہ اضافت شرط ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے،
 لیکن ان کا یہ کہنا کہ یقیناً یہاں اضافت نہیں پائی گئی، یہ درست نہیں کیونکہ اضافت کا پایا جانا شرط ہے خواہ بطور
 نص ہو، یا عرف یا جواب کے طور پر ہو اضافت کے صرف صراحتاً لفظی طور پر مفقود ہونے پر شرط کے مفقود ہونے کا قول
 نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ صرف لفظی طور پر مذکور ہونا شرط نہیں ہے۔ غرضیکہ اگر مواخذہ ہو بھی تو دونوں محشی حضرات پر ہوگا

زکہ فاضلین شارح و تخریر۔ ہاں ان پر وضاحت نہ کرنے کا اعتراض ہوگا، جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا، اس مقام کی تحقیق یوں مناسب ہوگی جبکہ اللہ تعالیٰ ہی فضل و العام کا مالک ہے (ت) [یہاں سے غیر مربوط عبارت کو خارج کر دیا گیا ہے]

مسئلہ ۲۲ از رآمہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسؤلہ محمد جی ۲۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

شمس العلماء رئیس الفضلائے خان خاناں جناب احمد رضا خاں صاحب دام لطفہ السلام علیکم!

اگر بے اضافت طلاق دی جائے تو کیا حکم ہوگا واقع ہوگی یا نہ؟ قاضی خاں مجتہد المسائل سے ہے اور شامی ناقلوں سے ہے ان کے مابین اختلاف ہو تو کس پر حکم دیا جائے؟

الجواب

طلاق بے اضافت میں جبکہ ایقاع مفاد ہو اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے، اگر بحلف کہہ دے گا کہ زوجہ کو طلاق مقصود نہ تھی مان لیں گے، یہی مفاد قاضی خاں ہے اور یہی شامی نے تحقیق کیا، ان میں تخالف نہیں، خانہ میں فالقول قولہ صراحة (خاوند کی بات معتبر ہوگی۔ ت) اسی پر دال ہے و تمام تحقیقہ فی رسالتنا فی الباب (اس کی مکمل تحقیق اس مسئلہ سے متعلق ہمارے ایک رسالہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳ (سوال منقول نہیں)

(۱) اجمالی جواب بذریعہ تار برقی

اگر طلاق کی نیت تھی تین طلاقیں ہو گئیں۔

(۲) تفصیلی جواب بذریعہ ڈاک

جبکہ زید کے کلام میں عورت کی طرف طلاق کی نسبت اصلاً نہ تھی کہ تجھ کو یا فلاں عورت یا اپنی زوجہ یا دختر فلاں کو طلاق ایک دو تین نہ دینے ہی کا کوئی ذکر زبان پر آیا کہ طلاق ایک دو تین دی یا ہوئی جس کے باعث بحسب ظاہر زوجہ ہی کو طلاق دینا مفہوم ہوتا، نہ عورت ہی کے کلام میں ایسے الفاظ تھے جن کے جواب میں زید کے یہ لفظ بظاہر اس پر ایقاع طلاق سمجھے جاتے، مثلاً وہ کہتی میں طلاق چاہتی ہوں مجھے طلاق دے، بلکہ عورت کی طرف سے سکوت محض تھا، تو جس طرح خود یہ الفاظ محض ناصاف و محتمل ہیں ممکن کہ یہ مراد ہو کہ طلاق ایک دو تین میں نے تجھے دیں، ممکن کہ یہ مقصود ہو کہ طلاق ایک دو تین کتنی چاہتی ہے جس کے باعث عند اللہ یہاں مدار نیت شوہر پر ہوا، اگر ان الفاظ کے کہنے میں طلاق کی نیت تھی تین طلاقیں ہو گئیں ورنہ

کچھ نہیں، اسی طرح بوجہ عدم ظہور مراد عند الناس بھی بیان شوہر کی طرف رجوع ضرور، اگر وہ اقرار کرے کہ یہ لفظ میں نے بقصد طلاق کہے تھے تین طلاقوں کا حکم دیا جائے گا اور بے حلالہ اس سے نکاح نہ کر سکے گا۔ اس صورت میں عورت کو عدت گزرنے پر اختیار ہوگا جس سے چاہے نکاح کر لے، ورنہ شک و احتمال کے سبب اس پر حکم طلاق نہیں ہو سکتا، نہ عورت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے وہ بدستور شوہر کی زوجیت میں سمجھی جائے گی فان الیقین لا یزول بالشک (کیونکہ یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا۔ ت) اگر واقع میں اس نے نیت کی اور اس نے ظاہر نہ کی تو اس کا وبال اور اپنے اور عورت دونوں کے زنا کا عذاب شوہر پر ہوگا عورت پر الزام نہیں کہ دلوں کا مالک اللہ ہے جل و علا۔

لا تزسوا زرة و زرا اخری (کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ ت) عورت اپنے آپ کو مطلقہ نہیں سمجھ سکتی اگر دوسرے سے نکاح کرے گی حرام کار ٹھہرے گی فانہا مکلفۃ بالظاہر و اللہ تعالیٰ یتولی السرائر (کیونکہ وہ عورت ظاہر حکم کی مکلف ہے رازوں کا اللہ تعالیٰ ہی حاکم ہے۔ ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے:

اضافت والے معاملہ میں طلاق نہ ہوگی جب تک (ت) اضافت کی نیت نہ کی ہو کیونکہ بیوی کی طرف اضافت ہوئی۔

لا یقع فی جنس الاضافة اذا لم یتول عدم الاضافة الیہا۔

اسی میں خلاصہ سے ہے:

نشے والے کی بیوی بھاگی تو اس نے تعاقب کیا، ناکامی پر کہا، تین طلاق پر۔ اگر خاوند نے کہا کہ میری مراد میری بیوی، تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر کچھ نہ بتایا تو نہ ہوگی۔ (ت)

سکران ہر بت منہ امراتہ فتبعها ولم یظفر بہا فقال بالفارسیۃ لبسہ طلاق ان قال عنیت امراتی یقع وان لم یقل شیئا لا یقع۔

القرویہ میں بزازیہ سے ہے:

بیوی بھاگی تو خاوند نے ناکامی پر کہا: تین طلاق،

فرت ولم یظفر بہا فقال سہ طلاق

لے القرآن ۶/۱۶۴

نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیۃ

لے فتاویٰ ہندیہ

لے ایضاً

ان قال اردت امرأتی یقع والا لا یقع

اگر خاوند نے کہا کہ میری مراد میری بیوی تھی تو طلاق ہوگی
ورنہ نہیں۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے :

لو قال طالق فقیل له من عنیت فقال : امرأتی طلقت امرأته .
اگر خاوند نے کہا ”طالق“۔ اس سے پوچھا گیا کہ تیری
کیا مراد ہے، جواب دیا کہ میری بیوی مراد ہے تو اس
کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ (ت)

عالمگیریہ میں خلاصہ سے ہے :

قالت طلقتنی فضر بها وقال لها اینک طلاق
لا یقع ولو قال اینک طلاق یقع .
بیوی نے کہا: ”مجھے طلاق دے“، تو خاوند نے اس کو
پیٹ دیا اور کہا ”یہ طلاق ہے“ تو طلاق نہ ہوگی،
اور اگر کہا ”یہ تجھے طلاق ہے“ تو طلاق ہو جائے گی۔

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ دوسرے عالم کا جواب تو محض باطل و ناصواب تھا بحال نیت تین
طلاقیں ہوں گی جن میں رجعت محال اور بحال عدم نیت ایک بھی نہ ہوگی تو رجعت کا خیال محض خیال محال اور
پہلے عالم کا جواب بھی غلط تھا کہ یہاں تین طلاقیں صرف بصورت نیت ہیں، نہ مطلقاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۲۴ از سیرام پور ضلع ہوگلی مرسلہ شیخ بدو دربان چٹکل و محمد سراج الحق امام مسجد جامع
۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

محمد مظفر کا اپنی والدہ سے جھگڑا ہو رہا تھا اُس کی والدہ نے کہا کہ اگر اپنی بی بی کو نہ چھوڑو گے تو تم سو رکھاؤ،
اسی طرح تین مرتبہ بولی، مظفر نے کہا طلاق دیتے ہیں، پھر اُس نے بلا قصد غصہ کے ساتھ اپنی والدہ کے سامنے
کہا طلاق طلاق طلاق، بغیر مخاطب کرنے کسی کو۔ اب شرعاً صورتِ مستولہ میں مظفر کی بی بی پر طلاق پڑے گی
یا نہیں؟

الجواب

تین طلاقیں ہو گئیں، بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۷ فتاویٰ القرویہ	الفصل بالیقہ بہ الطلاق وما لا یقع بہ	دارالاشاعت قندھار افغانستان ۱/۴۲
۱۸ بحر الرائق	باب الطلاق	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۵۳
۱۹ فتاویٰ ہندیہ	الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ	نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

مسئلہ ۱۲۵ از موناٹ بھنجن دفتر مدرسہ دارالعلوم ضلع اعظم گڑھ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ
نقل اسٹامپ قیمتی عمر

جن ابن منا میں ان کو لکھ کر دیتا ہوں کہ آپ کی لڑکی اُلفت کا خرچ عمر بھر پورا کروں گا اور بغیر علیم اللہ ستار باز کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا اگر آپ کی حکم عدولی کروں تو آپ اور سب پنج جو چاہیں کریں سب منظور ہے کیونکہ ہمارا کوئی ماں اور باپ نہیں ہے آپ لوگ ہمارے ماں اور باپ ہیں تاریخ ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء اور اگر سب خلاف ہو تو اس شرط پر طلاق۔ نشانی انگوٹھا جن مقرر، اسمائے شاہدان (۲) علیم اللہ ستار باز۔ ہماری لڑکی اُلفت جو ہے اگر ہم قضا کر جائیں تو ہمارے گھر کا سامان اور جتنا مال ہو اور جتنی ہم پر قرض ہو سب اُلفت کا قرض بھی وہ سب دے اور مال وغیرہ لے اور دوسرے کا تعلق نہیں، باقی گواہ اوپر گزرے، دستخط عبدالرحمن قوال اجیری بقلم خود، محمد ابراہیم ابن محمد اسمعیل۔ یہ فتویٰ بمبئی سے آیا ہے مگر سوال نہایت مہمل یعنی اقرار نامہ کا ہے، ایک روپیہ کے اسٹامپ پر اقرار نامہ تحریر ہے، اور یہ بھی واضح رہے کہ جن کا نکاح اس اقرار نامہ کے چار روز بعد ہوا، بعد نکاح جن مذکور اُلفت کو لے کر اپنے سسر کے ساتھ رہتا تھا مگر قریب دو برس کے ہوئے علیم اللہ اپنے سسر اور بیوی اُلفت کو بھی چھوڑ کر بمبئی میں آوارگی اختیار کیا ہے اور بیوی کو نہ روٹی کپڑا دیتا ہے نہ کسی قسم کی خبر گیری کرتا ہے، نوٹس بھی مسماۃ اُلفت و علیم اللہ ستار باز کے طرف سے دی گئی مگر کچھ جواب نہیں دیتا لہذا اب مسماۃ اُلفت مطلقہ ہوئی یا نہیں؟

الجواب

صُورۃ مذکورہ میں طلاق کسی طرح نہیں ہو سکتی، قطع نظر اُس نقص کے جو الفاظ اقرار نامہ میں ہے جس میں عورت کی طرف اضافت طلاق نہیں اور اس میں جن کو اس انکار کی گنجائش ملتی کہ زوجہ کو طلاق مراد نہ تھی، جب یہ اقرار نامہ نکاح سے پہلے لکھا گیا اور اس میں شرط نکاح کا ذکر نہیں تو اگر صاف یوں لکھا ہوتا کہ میں ایسا کروں تو اُلفت پر تین طلاقیں اور ویسا کرتا جب بھی ہرگز طلاق نہ ہوتی اذلا ملک حینئذ و لا اضافة الیہ ولا الی سببہ فلغی (کیونکہ ابھی تک ملکیت نہیں اور نہ ہی ملکیت کی طرف نسبت اور ملکیت کے کسی سبب کی طرف نسبت ہوئی، تو کلام لغو ہوا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶ موضع مانیا والہ ضلع بجنور از کفایت علی صاحب و حمایت علی صاحب ۲ سوال ۱۳۳۹ھ
حضور والا! بعد سلام عرض ہے کہ غلام کی بیوی اطاعت نہیں کرتی، سمجھانا اثر نہیں کرتا، والدین بھی ناخوش ہیں والدین کی خوشی ہے کہ طلاق دے دو تو حضور اُس کو کس طریقہ سے طلاق دی جائے خاکسار اور والدین میں ایک کوڑی مہر دینے کی طاقت نہیں مہر دو سو پانچ اشرفیاں میں نے قبول کر لیا تھا عورت معاف نہیں

کرتی مگر مہر کی ایک کوڑی کا گورنمنٹی کا غذا سٹامپ نہیں ہے کچھری سے بھی عورت کا ادنیٰ ایک کوڑی نہیں لے سکتا، یہاں کے مولوی سے دریافت کیا تو یہ کہا کہ شرعاً اسے ساڑھے بارہ روپے دینے چاہئیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

اگر آپ طلاق دینا چاہیں تو عورت جب حیض سے فارغ ہو اس کے بعد قبل جماع اس سے ایک بار کہئے کہ میں نے تجھے طلاق دی، پھر اسے چھوڑے رہئے اور اس سے بالکل الگ رہتے یہاں تک کہ طلاق کے بعد تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں اس وقت وہ نکاح سے نکل جائے گی اور مہر اگر وہ معاف نہ کرے تو بہر حال دو سو پانچ اشرفیاں دینا لازم ہوں گی، وہ کوئی جاہل شخص تھا جس نے ساڑھے بارہ روپے بتائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷ از بچنا تھ بارہ ضلع رائے پور مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد بچنا تھ بارہ

۱۳ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی عورت کے نان نفقہ سے بے خبر تھا کہ عورت کے وارثوں میں سے کسی نے آن کر اس سے کہا کہ اگر تو نان نفقہ نہیں دے سکتا تو طلاق دے دے۔ چنانچہ اسی وقت اس آدمی کے رُوبرو طلاق دے دی تو یہ طلاق ہوئی یا نہیں کیونکہ عورت وہاں نہ تھی۔ بینوا تو جروا

الجواب

طلاق ہوگی، طلاق کے لئے عورت کا وہاں حاضر ہونا کچھ شرط نہیں فان ازالۃ لا عقد کمالا یخفی (کیونکہ یہ ازالہ نکاح ہے نکاح نہیں ہے تاکہ حاضری ضروری ہوئی) جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۸ از پبلی بھیت مرسلہ شیخ فیض محمد صاحب ۶ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

زید اپنے مکان میں تنہا مقیم تھا اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دی لیکن زوجہ نے نہ سنی نہ دوسرے آدمی نے، اس وجہ سے کہ اور آدمی دوسرے مکان میں تھے پس طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب

طلاق کے لئے زوجہ خواہ کسی دوسرے کا سنا ضرور نہیں جبکہ شوہر نے اپنی زبان سے الفاظ طلاق ایسی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے (اگرچہ کسی غل شور یا ثقل سماعت کے سبب نہ پہنچی عند اللہ طلاق ہوگی، عورت کو خبر ہو تو وہ بھی اپنے آپ کو مطلقہ جانے، ہاں اگر صرف دل میں طلاق

۲۶۱
 سے لی تو بالاجماع نہ ہوگی یا زبان سے لفظ تو کہے مگر ایسے کہ زبان کو صرف جنبش ہوئی آواز اپنے کان تک آنے کے
 ہی قابل نہ تھی تو مذہبِ اصح میں یوں بھی نہ ہوگی۔

در مختار میں ہے کہ از کم جہر ہے کہ دوسرا سُننے اور کم از کم
 خفا یہ ہے کہ خود سُن سکے۔ یہ ضابطہ ہر ایسے مقام
 کے لئے ہے جس کا تعلق نطق سے ہو۔ جیسے ذبیحہ پر
 بسم اللہ، سجدہ تلاوت پر سجدہ کا وجوب، غلام کو
 آزاد کرنا، طلاق دینا، اور کلام میں کوئی استثناء
 کرنا، لہذا اگر طلاق دی یا استثناء کیا اور خود نہ سُننا
 تو اصح مذہب پر طلاق اور استثناء صحیح نہ ہوگا اور اختصاراً
 واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

والدر المختار ادنی الجہر اسماع غیرہ و
 یعنی المخافتة اسماع نفسه ویجرى ذلك
 فی کل ما يتعلق بالنطق کتسمیة علی ذبیحة
 ووجوب سجدة تلاوة، وعتاق وطلاق
 واستثناء فلو طلق او استثنی ولم یسمع نفسه
 لم یصح فی الاصحاح باختصار۔ و اللہ
 تعالیٰ اعلم۔

۱۲۹ مسئلہ از بدایوں فرشولی ٹولہ شیخ وہاب الدین احمد صاحب ۲۴ رجب ۱۳۲۷ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ اپنی زوجہ سے یہ الفاظ کہے کہ تو عمر و یا بکر
 سے نکاح کر لے اور زید اپنے والد کو مخاطب کر کے موجودگی والدین ہندہ یہ کہا کہ میری بیوی کا نکاح ولید
 سے کرادو۔ اس واقعہ سے دو تین مہینہ کے بعد زید نے ہندہ کے مکان پر آن کر ہندہ اور اس کے والدین
 کی عدم موجودگی میں ایک شخص غیر کو مخاطب کر کے کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں اگر
 اس وقت میرے ساتھ نہ بھیجیں۔ وہ شخص ان الفاظ کو سُن کر چلنے لگا تو زید نے پھر انہی الفاظ کا اعادہ کیا اور ہندہ
 اس کے ساتھ نہ بھیجی گئی، ہندہ حاملہ تھی، اور وہی زید نے اسی روز ہندہ کے گھر کو چھوڑنے کے بعد یہ کہا کہ میں نے
 یہ الفاظ دھمکانے کو کہے تھے تاکہ میری بیوی کو میرے ساتھ کر دیں اور میں اپنے الفاظ اب واپس لیتا ہوں واپس
 لیتا ہوں، واپس لیتا ہوں۔ یہ واقعہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ ہجری نبوی کا ہے۔ زید عرصہ زائد از سال
 سے بعارضۃ مراق علیل ہے آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور تجدید نکاح کی ضرورت ہے
 یا نہیں؟

الجواب

سائل نے اظہار کیا کہ زید نے ان اخیر الفاظ میں کہ میں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں
 اگر اس وقت میرے ساتھ نہ بھیجیں کوئی لفظ عورت کی طرف اضافت کا نہ کہا تھا، نہ نام نہ نسب، نہ وصف
 نہ لقب، نہ اشارہ مثلاً فلاں عورت یا فلاں کی بیٹی یا اپنی زوجہ کو یا اس کو وغیرہ وغیرہ کوئی لفظ اس قسم

کا نہ تھا، نہ یہ کلام کسی سوال کے جواب میں تھا جس سے اضافت پیدا ہو بلکہ ابتداءً یہی الفاظ اُس نے کر کے اس صورت میں زید سے قسم لی جائے اگر وہ حلف کرے کہ ان الفاظ سے اپنی زوجہ مراد نہ تھی تو حکم طلاق نہ دیا جائے۔

یہ اس لئے کہ زید طلاق کے ارادے سے انکاری ہے اور اضافت بھی انکاری ہے جیسا کہ سوال میں ہے تو قسم لے کر اس کی بات مان لی جائے گی اگرچہ ظاہری طور پر اس بیوی مراد ہو سکتی ہے لیکن کلامِ خدا میں احتمال پایا جاتا ہے جس کی نیت پر خاوند کی تصدیق کی جائے گی۔ (ت)

وذلك لان زيدا ينكر ارادة الطلاق بها والاضافة كما في السؤال فيكون القول قوله بيمينه وان كان الظاهر ارادة المرأة بذلك لانه نوى محتمل كلامه فيصدق.

خانہ و بزازیہ وغیر ہا میں ہے :

قال لهما لا تخرجي من الدار الا باذني فاني حلفت بالطلاق، فخرجت لا يقع لعدم ذكره حلفه بطلاقها ويحتمل الحلف بطلاق غيرها فالقول له اهـ.

خاوند نے بیوی کو کہا گھر سے میری اجازت کے بغیر باہر مت نکلو کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، تو بیوی نکل گئی، اس صورت میں طلاق نہ ہوگی، کیونکہ قسم میں بیوی کی طلاق کا ذکر نہیں ہے، جبکہ قسم میں کسی اور عورت کی طلاق کا احتمال بھی ہے لہذا خاوند کی بات معتبر ہوگی (ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے :

سئل شيخ الاسلام الفقيه ابو نصر عن سكران قال لامرأته اتريد ان اطلقك فقالت نعم، فقال اگر تو زن منی يك طلاق دو طلاق سه طلاق قومی واخرجي من عندي وهو يزعم انه لم يرد به الطلاق فالقول قوله به

شيخ الاسلام فقيه ابو نصر سے سوال کیا گیا کہ ایک نشہ واپ نے اپنی بیوی کو کہا "کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دوں؟" تو بیوی نے کہا ہاں، تو خاوند نے کہا "اگر تو میری بیوی ہے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، اٹھ جا، نکل جا میرے پاس سے۔" اور پھر کہتا ہے کہ میں نے طلاق مراد نہیں لی، تو اس کی بات معتبر ہوگی۔ (ت)

نورانی کتب خانہ پشاور ۲۰/۴

۳۸۳/۱ " " "

۱۰ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ کتاب الایمان

۲۰ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ

یونہی اُس کے پہلے لفظ کہ ”تو عمرو یا بکر سے نکاح کر لے یا اس کا نکاح ولید سے کرادو“ محتاج نیت ہیں، اگر بہ نیتِ طلاق کہے ایک طلاق بائن ہوئی، اور نیتِ طلاق نہ تھی تو کچھ نہیں، اور اس بارے میں کہ ان الفاظ اُس نے طلاق کی نیت نہ کی تھی، اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر قسم کھالے گا حکم طلاق نہ ہوگا، پھر واقع میں نیت کی تھی اور جھوٹی قسم کھالی تو وبال اُس پر ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان لوقال اذہبی فتزوجی وقال لہ انوالطلاق لایقع شی لان معناه ان امکنک وفي الذخیرۃ اذہبی وتزوجی لایقع الا بالنیۃ وان نوى فہی واحداۃ بائنة وان نوى الثلاث فثلاث ۱

قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے: خاوند نے بیوی کو کہا ”جاؤ نکاح کرو“ اور پھر کہتا ہے کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی، تو طلاق نہ ہوگی، کیونکہ اس کی بات کا مطلب یہ ہے کہ اگر تجھے ممکن ہو تو نکاح کرو۔ اور ذخیرہ میں ہے: اگر خاوند نے کہا ”جاؤ نکاح کرو“ تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، اور اگر طلاق کی نیت کی تو ایک بائنہ طلاق ہوگی، اور اگر تین کی نیت کی تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ (ت)

غرض یہاں مدار اُس صلف پر ہے اگر ان سب الفاظ کی نسبت قسم کھالے ان میں کسی سے اُس نے طلاق ہندہ کی نیت کی تھی تو اصلاً حکم طلاق نہ دیں گے، اور اگر لفظ اول پر قسم کھانے سے انکار کرے تو ایک طلاق بائن پڑے گی کہ برضائے زوجہ عدت میں خواہ عدت کے بعد اس سے نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی حالت نہیں، اور اگر لفظ دوم پر جو شخص غیر کے سامنے کہے قسم کھانے سے انکار کرے تو تین طلاقیں ہو جائیں گی، بے حلالہ اس سے نکاح نہ کر سکے گا، یہ سب اس صورت میں ہے کہ زید کا مراق اس حد کو نہ پہنچا ہو کہ وہ فاسد العقل مختل الحواس ہو گیا ہو کبھی غافلوں کی سی بات کرنے کبھی خاصے پاگلوں کی سی، اور اگر یہ حالت ہے (اور اللہ خوب جانتا ہے) تو اصلاً طلاق نہ ہوگی اگرچہ اس نے وہ سب الفاظ بہ نیت طلاق کہے ہوں۔ درمختار میں ہے:

مجنون، بچے اور ذہنی مریض کی طلاق واقع نہ ہوگی الخ ملخصاً۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

لا یقع طلاق المجنون والصبی والمعتوۃ الخ ملخصاً۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۰ از ما رہہ شریف ضلع ایبٹ محلہ کبیرہ مرسلہ چودھری عبدالرحمن صاحب ۱۸ سوال ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ایک عورت اپنے خاوند سے بہت تنگ ہو، اس کا خاوند اسے ستاتا ہو
تو وہ لاچار ہو کر جواب طلب کرے تو وہ جواب بھی ضد سے نہ دے اور حقوق بھی ادا نہ کرے تو پھر وہ غصہ میں
جواب یعنی طلاق کا ارادہ کرے اور تنہائی میں جواب دے عورت کے سامنے تو طلاق مانی جائے گی یا نہیں، دوسرے
یہ کہ وہ عورت مجبور ہو کر کسی مرد سے عقد کرنے اور اس سے پانچ ماہ تک میاں بی بی کا واسطہ رہے اور ایک اس مرد سے
لڑکا پیدا ہو گیا، پھر اس پہلے خاوند نے دعویٰ کیا کہ میں نے طلاق چار کے سامنے تو نہیں دی غرض یہ کہ وہ واپس
لینا چاہتا ہے تو وہ عورت شرعاً پہلے خاوند پر جائز رہی یا نہیں؟

الجواب

بیان سوال سے ظاہر ہے کہ شوہر اول طلاق دینے کا مقرر ہے مگر عذر صرف یہ کہتا ہے کہ طلاق خفیہ دی
چار اشخاص کے سامنے نہ دی، لہذا اپنی جہالت سے طلاق نہ ہونا سمجھتا ہے، اگر ایسا ہے تو اس کا دعویٰ باطل
ہے، طلاق بالکل تنہائی میں دے جب بھی ہو جاتی ہے، اگر عورت نے عدت گزرنے کے بعد دوسرے سے
نکاح صحیح ہو گیا اور پہلے شوہر کو اس پر کچھ دعویٰ نہیں پہنچتا، ہاں اگر شوہر دوسرے سے طلاق دینے سے منکر ہو اور
عورت کا نکاح ثانی کرنا اور پانچ ماہ دوسرے کے پاس رہنا اور اس سے لڑکا پیدا ہونا، ان باتوں کی شوہر
اول کو خبر نہ ہو کہ کسی دوسرے شہر میں ہوئی ہوں، بعد اطلاع اس نے دعویٰ کیا تو ضرور اس کا دعویٰ قابلِ سماعت
ہے اور عورت کا بیان کہ اس نے طلاق دے دی تھی بے گواہانِ شرعی ہرگز مسموع نہیں، عورت شوہر اول
کو دلا دی جائے گی، پھر اگر واقع میں اس نے طلاق دے دی تھی اور جھوٹ انکار کیا تو عورت پر فرض ہے
کہ جس طرح جانے اس سے دور بھاگے یا مہر وغیرہ دے کر طلاق لے اور اگر کچھ نہ کر سکے وبال اس پر ہے،
اور عورت جب تک راضی نہ ہو مجبور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱ از پبلی بھیت محلہ پکھریا مستولہ عبدالرحمن گھڑی ساز ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے تنہا ایک گوشہ میں بیٹھ کر جس کو کسی نے
نہیں سنا اپنے دل کے اندر اپنی بیوی کو طلاق دی اس کو عرصہ پانچ ماہ کا گزرا اب وہ شخص رجوع کرنا چاہتا ہے
اس کو کس طرح کر سکتا ہے؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

اگر فقط دل میں طلاق دی تھی یوں کہ زبان سے کچھ کہا ہی نہ تھا یا کہا مگر فقط زبان کو حرکت تھی اتنی آواز
نہ تھی کہ اپنے کان تک آنے کے قابل ہو جب تو طلاق ہوئی ہی نہیں، اور اگر ایسی آواز سے کہا کہ اپنے کان تک

آنے کے قابل تھی اگرچہ ملینہ یا ہوا یا کسی غل شور کے سبب اپنے کان تک نہ پہنچی تو طلاق ہو گئی، اگر رجعی تھی تو عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے اور بائن تھی تو برضائے زوجہ اس سے نکاح کر سکتا ہے، اور مغلط تھی تو بے حلالہ نکاح نہیں ہو سکتا، یہ ان الفاظ پر موقوف ہے جو اس نے کہا اور جتنی بار کہا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۲ از امریا ضلع سیلی بھیت مرسلہ تاج الدین خاں صاحب ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسمیٰ زید نے غصہ میں آکر اپنی منکوحہ مسماۃ ہندہ کو ایک شخص مسلمان و ایک عورت قوم ہنود کے روبرو طلاق دی۔ اور یہ بھی ہے کہ شخص مسلمان کے روبرو دو مرتبہ لفظ طلاق صاف طور سے اُس کے حق میں کہا اور زید وہاں سے کہہ کر تین چار قدم ہٹ کر چلا اور کچھ آہستہ اُس نے اپنی زبان سے کہا کہ وہ سننے میں نہیں آیا، وہ عورت اہل ہنود جو وہاں موجود تھی بیان کرتی ہے کہ میں نے سنا کہ اُس نے آہستہ سے بھی وہی لفظ طلاق کا کہا تھا جو پہلے دو مرتبہ کہ چکا تھا، زید کہتا ہے میں نے تیسری بار یہ لفظ طلاق نہیں کہا تھا، زید ایک شخص بالکل جاہل اور اُمی ہے، اس وقت زید و ہندہ دونوں راضی ہیں نکاح کس طرح ہو؟

الجواب

اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے وہ ہر ایک کے دل کی جانتا ہے، اللہ سے ڈرے، اگر واقع میں اس نے تیسری بار بھی طلاق دی تھی تو عورت نکاح سے نکل گئی، اب بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا، اور اگر وہ منکر ہے اور سو اُس کافرہ عورت کے اور کوئی تیسری طلاق کا بیان نہیں کرتا تو کافرہ کی بات اصلاً معتبر نہیں جب تک عدت میں ہے وہ عورت کو رجعت کر سکتا ہے یعنی اتنا کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھر لیا وہ بدستور اُس کی زوجہ رہے گی اگر پہلے کبھی ایک طلاق نہ دے چکا ہو ورنہ ایک وہ اور دو یہ مل کر تین ہو گئیں عورت نکاح سے نکل گئی حلالہ کی ضرورت ہوگی، یوں ہی اگر پہلے طلاق نہ دی تھی یہ دودی ہیں تو آئندہ جب کبھی ایک طلاق دے گا عورت بے حلالہ کے نکاح میں نہ آسکے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳ از رامپور مستولہ محمد سعید

زید نے بحالت غضب اپنی زوجہ ہندہ کو یہ کہا کہ تجھ کو میں نے طلاق دیا، اب اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب

ایک طلاق رجعی ہوئی غضب مانع طلاق نہیں بلکہ غالباً طلاق بحالت غضب ہی ہوتی ہے والدہش شیٰ اخربینہ فی الخیرۃ ورد المختار و تحقیقہ فی فتاویٰ مدہوش اور چیز ہے، اس کو خیر یہ اور رد المختار

میں بیان کیا ہے، اور اس کی تحقیق ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۳۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حالتِ غصہ میں اپنی زوجہ مدخلہ سے دوبارہ
 کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، آیا یہ کون سی طلاق واقع ہوئی اور اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا و توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئلہ میں دو طلاقیں رجعی واقع ہوئیں، حکم ان کا یہ ہے کہ مابین عدت کے رجعت کا اختیار ہے
 اور بعد انقضائے عدت اگر عورت چاہے اس سے نکاحِ جدید کر سکتا ہے اور ایامِ عدت حرہ موطوۃ میں تین
 حیض کامل ہیں اور اگر بوجہ صغریا کبر کے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینہ، اور لونڈی میں اگر حالضہ ہو تو دو حیض ورنہ ڈیڑھ
 مہینہ، اور طریقی رجعت یہ ہے کہ مطلقہ سے ایامِ عدت میں یہ الفاظ کہے کہ میں نے تجھے پھیر لیا یا رد کیا یا روک لیا یا
 امثال اس کے کہے یا مابین عدت مس کرے یا بوسہ لے یا جماع کرے۔ بہتر طریقی اول ہے۔

فی تنویر الابصار وہی فی حوۃ تحیض بعد
 الدخول ثلث حیض کوامل، وفی من لم
 تحض بصغیر او کبر ثلثۃ اشھر، وفی
 امة تحیض حیضتان، وفی امة لم تحض
 نصف الحرۃ، ملخصاً، وفیہ ہی استد امة
 الملك القائم فی العدة۔ واللہ تعالیٰ
 اعلم۔

تنویر الابصار میں ہے، وہ عدت و طی شدہ حیض والی
 کے لئے تین حیض کامل، اور جس کو نابالغی یا برطالی
 کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو ان کے لئے تین ماہ،
 اور لونڈی حیض والی کے لئے دو حیض اور غیر حیض
 والی کے لئے ایسی آزاد عورت کی عدت کا نصف
 یعنی ڈیڑھ ماہ۔ اور اسی میں ہے، رجعت (رجوع
 کرنا) یہ عدت کے درمیان موجود ملکیت کو باقی
 قائم رکھنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵ ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید نے غصہ میں اپنی عورت کو طلاق دی اس وقت ایک آدمی اور موجود تھا بعدہ جو شخص آیا اور پوچھا تو کہا
 میں نے اپنی عورت کو طلاق دے دی، ڈیڑھ ماہ تک علیحدہ رہے، اس درمیان میں جس آدمی نے پوچھا تم کیسے
 علیحدہ ہو تو بارہا یہی کہا کہ طلاق دے دی، تو طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو نکاح کس طور پر ہونا چاہئے؟

الجواب

اگر اس وقت ایک بار طلاق دی تھی اور باقی بارہا اوروں کے پوچھنے پر کہا اوہ وہ قسم کھا کر کہہ دے کہ

میں نے ان دفعوں میں طلاق دینے کا ارادہ نہ کیا تھا بلکہ اس کے پوچھنے پر خبر دی تھی تو صرف ایک طلاق ہوئی اگر رجعی تھی رجعت کر سکتا ہے جب تک عدت نہ گزرے ورنہ دوبارہ اس سے نکاح کر لے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر مستولہ علی محمد برادر ہندہ جس کا بیان ہے ۲ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرا شوہر تھا وہ اور میں اور میرے ماں بھائی ایک ہی مکان میں رہتے تھے اور روٹی کپڑے پر لڑائی ہوتی تھی تو وہ مجھ کو مارتا اور برا بھلا کہتا تھا تو میں اور میری ماں کچھری جا کر ایک درخواست دے دی اور جب اس نے آکر سنا تو مجھ سے کہا کہ تم میرے کام کی نہیں رہیں اور میں نے تم کو طلاق دے دی، طلاق دینے پر میرے مکان میں آیا تو میری ماں نے یہ کہا کہ اب تیرا یہاں کیا کام ہے تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اب یہاں مت آ۔

الجواب

اگر یہ بیان سچ ہے تو ایک طلاق ضرور ہوگئی لیکن عورت ابھی نکاح سے نہ نکلی، ہاں اگر پہلے لفظ سے بھی کہ تم میرے کام کی نہ رہیں اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو دو طلاقیں ہو گئیں اور عورت نکاح سے نکل گئی رہا یہ کہ اس نے اس لفظ سے بھی نیت کی تھی یا نہیں، یہ اس کے بیان پر ہے اس سے قسم لی جائے، اگر قسم کھالے کہ میں نے اس لفظ سے نیت طلاق نہ کی تھی تو اس کا قول مان لیا جائے گا اور دو طلاقیں نہ ہوں گی ایک ہی رجعی ہوگی کہ عدت کے اندر وہ اپنے نکاح میں پھیر لے عورت بدستور اس کی زوجہ رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ستار گنج ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے زید سے نکاح کیا مگر صحبت نہ ہوئی، صبح کو بوجہ اغوائے چند اشخاص ہندہ نے مہر معاف کیا اور زید نے طلاق دے دی، اس صورت میں اسی روز شام کو نکاح ہندہ عمرو کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ یلینوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر زوج و زوجہ تنہائی کے مکان میں یکجا ہو لئے ہوں اور ان میں کوئی مانع حقیقی ایسا نہ ہو جس کی وجہ سے وطی اصلاً نہ ہو سکے اس کے بعد زید نے طلاق دی تو بیشک ہندہ پر عدت واجب ہے اگرچہ مباشرت نہ ہوئی،

فان الخلوة الصحيحة في النكاح
الصحيح مثل الوطى في ايجاب العدة
عدت کو واجب کرنے میں صحیح نکاح کے بعد خلوت صحیحہ
وطی کے حکم میں ہے اور یہاں خلوت کی صحت سے

مراد جماع سے حقیقی مانع کا موجود نہ ہونا ہے اگرچہ شرعی مانع مثلاً روزہ پایا جائے تو خلوت صحیحہ ہو جائیگی (ت)

وصحة الخلوۃ لہنا لعدم المانع الحقیقی وان وجد مانع شرعی كالصوم۔
شرح نقایہ میں ہے :

طلاق بعد دخول یا خلوت صحیحہ ہو تو عدت ہے کیونکہ اگر دخول سے قبل یا خلوت فاسدہ کے بعد طلاق ہو تو عدت واجب نہ ہوگی، خلوت کا فساد یہ ہے کہ جماع سے کوئی حقیقی مانع موجود ہو، اگر شرعی مانع مثلاً فرضی روزہ ہو تو وہ مانع نہیں ہے اور اس پر عدت لازم ہوگی جیسا کہ قاضی خاں میں ہے اور محیط میں ذکر کیا کہ شرمگاہ میں ہڈی والی عورت سے خلوت پر عدت واجب نہ ہوگی، اھ، ملخصاً (ت)

العدة للطلاق بعد الدخول او الخلوۃ الصحیحۃ فانه لو طلقها قبل الدخول او بعد الخلوۃ الفاسدۃ والفساد لعجزہ عن الوطی حقیقۃ لہ تجب العدة ولو لا امر شرعی كصوم الفرض تجب کما فی قاضیخان و ذکر فی محیط انه لا عدة بخلوۃ الرتقاء ملخصاً۔

پس اگر عدت کے دوران کہ بعد طلاق تین حیض کامل کا گزرنا ہے دوسرے سے نکاح کرے گی ہرگز صحیح نہ ہوگا اور حرام محض رہے گا۔ عالمگیری میں ہے :

کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی منکوحہ یا دوسرے کی عدت والی سے نکاح کرے، السراج الوہاج میں ایسے ہی ہے، عدت طلاق ہو یا عدت وفات ہو، یا نکاح فاسد میں دخول یا شبہہ نکاح میں دخول کی وجہ سے ہو (سب میں دوسرے کا نکاح حرام ہے) بدائع میں یونہی ہے (ت)

لا يجوز للرجل ان يتزوج نروجة غیرہ و كذا المعتدۃ كذا فی السراج الوہاج سواء كانت العدة عن طلاق او وفات او دخول فی نکاح فاسد او شبہہ نکاح كذا فی البدائع

ہاں اگر خلوت بھی نہ ہوئی اور ویسے ہی طلاق دے دی تو ہندہ پر عدت نہیں، اسے اختیار ہے کہ اسی وقت جس سے چاہے نکاح کر لے۔ درمختار میں ہے :

سبب وجوبہا (یعنی العدة) عقد النکاح وجوب عدت کا سبب نکاح ہے جس میں بیوی

۱۔ جامع الرموز فصل فی العدة
۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب النکاح القسم السادس المحرمات التي تتعلق بہا حق النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۰
الملکبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۵۷۸/۲

المؤكد بالتسليم وما جرى مجراه من موت او خلوت الخ - والله تعالى اعلم -
 سپرد کر دی گئی ہو یا وہ جو اس کے قائم مقام ہو مثلاً
 موت یا خلوت ہو، الخ، والله تعالى اعلم (ت)
 مسئلہ ۳۸ از کیمپ میرٹھ لال کورتی بازار کوٹھی خان بہادر صاحب مرسلہ شیخ میر محمد صاحب

۴ شعبان ۱۳۳۶ھ

زید اور عمرو (برادر منکوحہ زید) کی ایک روز کسی بات پر باہم سخت حجت ہوئی اور عمرو نے زید اپنے بہنوئی سے کہا کہ مہربانی کر کے اس طرف کا ارادہ نہ کیجئے، جس کا مقصد یہ تھا کہ میرے (عمرو کے) مکان پر نہ آئیے گا۔ اس کے جواب میں زید نے غصہ کی حالت میں کہا میں اس کو طلاق دے چکا یا یہ کہا میں تو اس کو طلاق دے چکا، اسی طرح تین چار مرتبہ یہی الفاظ کہے، اس سے قبل اپنی زوجہ سے لفظ طلاق کبھی نہ کہے تھے، کیا اس صورت میں زید کی منکوحہ پر طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب

عمرو کی مراد اس طرف سے کچھ بھی سہی جبکہ زید اپنی زوجہ کی نسبت سمجھا اور اُسے تین بار کہا میں اس کو یا میں تو اس کو طلاق دے چکا، تین طلاقیں ہو گئیں، زید گنہ گار ہوا اور عورت بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔

قال الله تعالى فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تیسری طلاق کے بعد اس خاوند کے لئے دوبارہ حلال نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ وہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے (ت)

اور غصہ کا عذر بیکار ہے طلاق اکثر غصہ ہی میں ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۹ از پالی مار وارڈ متصل دروازہ جھالہ بارڈ مسئلہ نبی بخش صاحب، سوال ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ رمضانی ولد گینگانداں نے اپنی عورت جنا بنت محمد بخش قوم نذاں ساکنہ پالی کو ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو حسب ذیل تین طلاقیں دیں اور نکال دیا پانچ روز بعد مولوی سید احمد علی صاحب کے پاس جا کر اپنا حال کہا، انہوں نے جواب دیا میں شام کو فریقین کے بیان سنوں گا، بعد عشاء آئے اور فریقین اور گواہوں کے بیان لے کر طلاق کا زبانی فیصلہ دے کر

چلے گئے وہ بیانات درج ذیل ہیں :

بیان گواہ اول مسمی رحمان علی شاہ درویش : اس طلاق سے میں واقف ہوں اُس نے اپنی عورت کو طلاق دی اور یہ لڑکی اپنے باپ کے مکان کے چوڑے پر بیٹھی تھی تب میں نے اُس سے کہا آ بیٹی! میں تجھ کو نیرے مکان پر لے چلوں تب وہ میرے ساتھ ہوئی اُس وقت رمضان نے ایک پتھر پھینکا اور کہا کہ شاہ صاحب اس کو کہاں لے جاتے ہو میں اس کو طلاق دے چکا ہوں اس کو جانے دو، اس وقت اور بھی ایک شخص میرے ساتھ تھا تب میں نے اس لڑکی کو باپ کے گھر جانے کو کہہ دیا اور میں اپنی جگہ جا بیٹھا تب رمضان مذکور سے کہا گیا کہ بیان سچ ہے یا نہیں، کہا ہاں سچ ہے۔

بیان گواہ ثانی مسمی نبی بخش ولد حسن جی نذاف : میں ایمان سے بیان کرتا ہوں کہ یہ (رمضان) وہی تھا ہی بکتا تھا، میں نے کہا کہ اگر اس کو رکھنا منظور نہ ہو تو اس کو چھوڑ دے یعنی طلاق دے دے، تب اس نے کہا کہ میں اس کو کل طلاق دے چکا ہوں، اور باقی رہا مہر چار روپیہ تو اس کے باپ سے میں مانگتا ہوں باقی اپنے برتن وغیرہ بیچ کر دے دوں گا۔ رمضان صاحب سے کہا گیا یہ سچ بیان کرتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر ایک قرآن مجید منگو کر اس سے کہا گیا اگر تو نے طلاق نہیں دی ہے تو قرآن شریف ہاتھ میں لے کر قسم کھالے، جواب دیا : میں قسم نہیں کھاتا اس عورت کو قرآن دے دو اگر قسم کھالے گی سچی ہوگی، شاید وہ بھی طلاق چاہتی ہو اور چھٹکارے کے واسطے قسم کھالے تو پھر کوئی علاج نہ ہوگا، اس نے پھر یہی جواب دیا اگر یہ قسم کھالے گی تو سچی ہے، تب لڑکی سے کہا گیا تجھ کو اگر اس نے طلاق دے دی ہو تو قرآن شریف ہاتھ میں لے کر قسم کھالے، اس نے دونوں ہاتھ قسم کیلئے قرآن شریف لینے کو بڑھائے لیکن اس خیال سے کہ شاید حیض سے قرآن اُس کے ہاتھ میں نہ دیا اور کہا تو خدا کی قسم کھا کہ بیان کر کہ کس طرح طلاق دی ہے، تب اس نے قسمیہ بیان کیا کہ ہمارے بار بار لڑائی رہتی ہے اس رات کو بھی ہوئی اور اس نے کہا کہ میں تجھ کو صبح ٹھیک کروں گا، جب صبح میں اُٹھی تو اس نے کہا کہ آٹا ہے یا نہیں؟ تو میں نے کہا کہ آٹا تھوڑا ہے زیادہ تو نہیں، تب اس نے کہا بندو لے کے واسطے کہا تھا تو نے کیوں نہیں پیسا؟ اب میں نے کہا کہ اب پیسنے لاتی ہوں، تب اس نے کہا کہ اب کوئی ضرورت نہیں تو روٹی بیکر، تب اس کے کہنے سے روٹی بیکر نے لگ گئی، تو اُس نے کہا کہ تجھ کو طلاق ہے تو چلی جا، تب میں اُٹھ کر اپنے باپ کے گھر چلی آئی تو تھوڑی دیر بعد چچا مجھ کو بلوا کر لے گئے تو ہم دونوں کو سمجھا کہ بٹھا آئے تب میں نے روٹی پکائی تو اس نے مجھے کہا کہ تو کیوں آئی تجھ کو طلاق ہے تو چلی جا، تو پھر میں وہاں سے چلی آئی، باقی شاہ صاحب گواہ اول اور پتھر وغیرہ کا قصہ بیان کیا، تب مسمی رمضان سے دریافت کیا کیا یہ عورت سچ کہتی ہے؟ اس نے کہا ہاں سچ

ہے فقط لہذا عرض یہ ہے کہ ان بیانوں پر طلاق ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب

گواہوں کے بیان ناقص ہیں اور ان میں تین طلاقوں کا کہیں ذکر نہیں اور عورت کا قسم کھانا محض نامعتبر ہے کہ وہ مدعیہ ہے مدعی کا حلف نہیں سنا جاتا اس سے گواہ مانگے جاتے ہیں گواہ نہ دے سکے تو مدعا علیہ پر حلف رکھا جاتا ہے۔ رضانی نے جو گواہوں کے بیان کی تصدیق کی اس سے صرف طلاق ثابت ہوگی تین طلاقوں کا ثبوت نہیں کہ اس کا ذکر بیان شاہد ان میں خود نہ تھا، ہاں اگر ثابت ہو کہ عورت کا بیان مذکور سن کر رضانی نے اس کی تصدیق کی تو بیشک تین طلاقیں ثابت ہو گئیں تصدیق بیان عورت کا اگر رضانی کو اقرار ہے تو بہتر ورنہ اس تصدیق پر دو گواہ لینے ہوں گے جو ”گواہی دیتا ہوں“ کہہ کر پوری صحیح شرعی شہادت ادا کریں، اگر شہادت سے یہ تصدیق نہ ثابت ہو تو تین طلاقوں کا حکم نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر ان میں کسی گواہ کا بیان رضانی کا تصدیق کرنا اس کے اقرار یا دو شاہدین عادلین کے اظہار سے ثابت ہو تو ایک طلاق ہوتی، اگر رجعت نہ کی اور عدت گزر گئی تو عورت نکاح سے نکل گئی، اور عدت کے اندر رجعت کر لی تھی تو عورت بدستور اس کی زوجہ مانی جائے گی، اور اگر کسی گواہ کی بھی تصدیق ثابت نہ ہو تو ایک طلاق کا بھی حکم نہ ہو لیکن عورت اگر جانتی ہے کہ اس نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں تو اس پر فرض ہوگا کہ جس طرح جانے اس سے بھاگے یا علانیہ طلاق حاصل کرے اگرچہ اپنے مہر کے بدلے اور مال دے کر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از مقام دیپاسرائے پر گنہ سنبھل ضلع مراد آباد بر مکان حاجی امیر حسین صاحب

۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں کہ علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی طلاق کی نیت دل میں تو کی لیکن زبان سے کوئی طلاق کا لفظ نہیں نکالا اور دو برس تک اس نے اس سے مجامعت بھی نہیں کی لیکن ہر طرح کا خلا ملا اور خورد و نوش اور کل انتظامات خانہ داری کا برتاؤ برابر اس کے ساتھ رکھا، آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور بی بی کا وہی نکاح سابق قائم رہا یا پھر اس کی تجدید کی جاوے۔ بینوا تو جروا

الجواب

نکاح سابق باقی ہے اس وجہ سے تجدید کی کوئی حاجت نہیں، نری نیت سے طلاق نہیں ہو سکتی اگرچہ دن میں سو بار نیت کرے، جب تک زبان سے لفظ نہ کہے گا طلاق نہ ہوگی بلکہ زبان کی خالی حرکت بھی کافی نہیں، جب تک اتنی آواز نہ ہو کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو اپنے کان تک پہنچے، زبان کو جنبش ہوئی اور آواز اتنی بھی نہ نکلی کہ اپنے کان تک پہنچ سکتی جب بھی صحیح مذہب میں طلاق نہ ہوگی۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے،

معنی آواز ادنیٰ یہ ہے کہ خود کو سنائے، اور یہ حکم ان تمام
میں جاری ہوگا جن کا تعلق لہجے سے ہو، مثلاً ذبیحہ پر
بسم اللہ، آزاد کرنا، طلاق دینا وغیرہ، تو اگر طلاق کہی
اور خود نہ سن سکا، تو صحیح قول میں طلاق نہ ہوگی (ت)

ادنیٰ حد ہے کہ آواز اتنی ہو کہ اس کے اپنے کان تک
پہنچے اگرچہ حکماً ایسا ہو مثلاً آواز پہنچ جاتی اگر وہاں بہرین
شور و غل وغیرہ نہ ہوتا۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱ از رامہ تحصیل گوجران ڈاکخانہ جاتلی ضلع راولپنڈی مرسلہ تاج محمود صاحب

۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین، ایک لڑکے نے اپنے باپ سے بولا کہ تم میری زوجہ کو طلاق دے دو، اس
نے طلاق دے دی ہے، یہ طلاق واقع ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

نابالغ نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ دوسرے کو وکیل کر سکتا ہے، نہ باپ بذریعہ ولایت اس کی طرف
سے طلاق دے سکتا ہے فانہ ضرر و الوالیۃ للنظر (کیونکہ یہ تو ضرر ہے جبکہ ولایت شفقت کے لئے
ہوتی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت چار ماہ کا حمل رکھتی ہے اور شوہر طلاق دے
تو طلاق جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

جائز و حلال ہے اگرچہ ایام حمل میں بلکہ آج ہی بلکہ ابھی ابھی اس سے جماع کر چکا ہو،

لے در مختار شرح تنویر الابصار

فصل ویکبر الامام

مطبع مجتہدانی دہلی

۷۹/۱

درمختار میں ہے، بوڑھی عورت، نابالغہ اور حاملہ عورت کو جماع کے بعد بھی طلاق دینا حلال ہے کیونکہ مکروہ حیض والی عورت کو طہر میں جماع کے بعد طلاق دینا اس لئے تھا کہ وہاں حمل ٹھہرنے کا احتمال ہوتا ہے جبکہ یہ احتمال یہاں نہیں ہے۔ (ت)

في الدر المختار حل طلاقهن اي الأيسة و الصغيرة و الحامل عقب و طي لان الكراهة فيمن تحيض لتوهم الحمل وهو مفقود ههنا.

مگر ایک طلاق رجعی دے، اگر دو تین دے گا گنہ گار ہوگا،

درمختار میں ہے، بدعی طلاق یہ ہے کہ تین طلاقیں خواہ متفرق ہوں یا دو طلاقیں ایک مرتبہ یا متفرق دی جائیں الخ (ت)

في الدر البدعي ثلث متفرقة او ثلثان بمرّة او مرتين الخ۔

یوں ہی طلاق بائن ایک ہی دے جب بھی ظاہر الروایۃ میں گناہ ہے،

ردالمختار میں ہے، ایک بائنہ طلاق، بدعی طلاق ہے ظاہر روایت کے مطابق۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

في رد المختار الواحدة البائنة بدعية في ظاهر الرواية۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۳ از یر یوا ڈاک خانہ امریا ضلع پیلی بھیت مسئلہ جناب محمد بخش صاحب و ذوالفقار خاں صاحب

۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک شخص نے حالت غصہ میں بہ سبب ملامت برادران زوجہ اپنے کے اپنی بیوی کو طلاق دی اور زمانہ طلاق میں عورت کو ۵ ماہ کا حمل تھا بعد طلاق اور پورا ہونے مدت حمل کے عورت کے لڑکا پیدا ہوا اور تین چار روز زندہ رہ کر مر گیا یہ طلاق جائز ہے یا ناجائز، اور ایسی صورت میں جو حکم مسئلہ ہو اطلاع دی جائے اس عورت کا دوسری جگہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا

الجواب

عورت کو حمل ہونا مانع وقوع طلاق نہیں، اگر طلاق بائن تھی تو مطلقاً اور اگر رجعی تھی اور بچہ پیدا ہونے تک نہ زبانی رجعت کی نہ زوجہ کو ہاتھ لگایا تو بعد ولادت عورت نکاح سے نکل گئی اب اسے اختیار ہے جس سے

۲۱۶/۱	مجتبائی دہلی	فصل ویکبر الامام	لے درمختار شرح تنویر الابصار
۲۱۸/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الطلاق	لے ایضاً لے ردالمختار

چاہے نکاح کرے، اور اگر طلاق رجعی تھی اور قبل ولادت قول یا فعل کے ذریعہ سے شوہر نے رجعت کر لی تو عورت بدستور اُس کے نکاح میں ہے دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی، وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۴ از موضع بلہری ڈاکخانہ صفدر گنج ضلع بارہ بنکی مرسلہ مہدی حسن صاحب ۲ رجب ۱۳۱۹ھ
کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص درمیان فسادِ باہمی کے بحالتِ غیظ و غضب اپنی بی بی سے تین بار یوں کہے کہ میں نے تجھے طلاق دیا میں نے تجھے طلاق دیا، اور بروقت دینے کے یہ بھی اپنے دل میں ارادہ کر لیا ہو کہ میں ٹھیک ٹھیک اور صحیح عقل سے کہتا ہوں باوجود درمیان جھگڑے باہمی کے غصہ میں یہ سب باتیں وقوع میں آئی ہوں تو اس حالت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق ہوگئی تو پھر چند ساعت کے بعد غصہ فرو ہو گیا اور میاں اپنے ان افعالِ قبیحہ پر متفعل ہو کر بی بی کو رجعت کرنا چاہے اور بی بی بھی رجعت پر آمادہ ہو تو کس صورت سے بی بی میاں پر حلال ہے فقط۔ بیسوا تو جسر و ا۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں تین طلاقیں ہو گئیں، عورت بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی یعنی اس کی عدت گزرے پھر عورت دوسرے شخص سے نکاح کرے اور اُس سے علیستری بھی ہو، پھر وہ اسے طلاق سے یا مرجائے اور عدت گزر جائے اس کے بعد اس شخص کو عورت سے نکاح جائز ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ، وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تحلین لزوجک الاول حتی ینذوق الا فر عسلتک وتذوقی عسلتہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تیسری طلاق دی تو اس کے لئے مطلقہ دوبارہ حلال نہیں ہوگی تا وقتیکہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عورت تو حلال نہ ہوگی پہلے شوہر کے لئے جب تک تو دوسرے

خاوند کا مزہ اور وہ تیرا مزہ نہ لے لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۵ از شاہجہان پور محلہ بارہ وزنی مسؤلہ حفیظ اللہ صاحب ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ در باب طلاق فتویٰ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کا کہ مجموعۃ الفتاویٰ جلد دوم ص ۵۳ میں واقعہ ہے اور پیش خدمت نقل اُس کی اخیر تحریر میں موجود ہے کیا عند الضرورت ہم

لہ القرآن الکریم ۲۳۰/۲

کے صحیح البخاری

باب لم تحرم ما اهل اللہ لک

قدیمی کتب خانہ کراچی

۷۹۲/۲

رہ اس پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؛ بیٹو اتوجروا۔

نقل فتویٰ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی قدس الاولیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو حالت غضب میں کہا کہ میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا، پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق واقع ہوگی یا نہیں؛ اور اگر حنفی مذہب میں واقع ہوں اور شافعی میں مثلاً واقع نہ ہوں تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورت خاص میں عمل کرنے کی رخصت دی جائے گی یا نہیں؟

هوالمصوب الجواب: اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوں گی اور بغیر تحلیل کے نکاح نہ درست ہوگا مگر بوقت ضرورت کہ اس عورت کا علیحدہ ہونا اس سے دشوار ہو اور احتمال مفاسد زادہ کا ہو تقلید کسی اور امام کی اگر کرے گا تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا، نظیر اس کی مسئلہ نکاح زوجہ مفقود و عدت تمتد الاطهر موجود ہے کہ حنفیہ عند الضرورت قول امام مالک پر عمل کرنے کو درست رکھتے ہیں، چنانچہ ردالمحتار میں مفصلاً مذکور ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص کسی عالم شافعی سے استفتاء کر کے اس پر عمل کرے، واللہ اعلم حرمہ عبدالحی عفی عنہ۔

الجواب

یہ فتویٰ گمراہ گری ہے، اس پر عمل حرام قطعی ہے، ان کے مجموعہ فتاویٰ میں این دآں وزید و عمر کے فتویٰ بھی بھرے ہیں یہاں تک کہ غیر مقلدوں کے بھی، یہ فتویٰ بھی کسی غیر مقلد کا ہوگا اور وہ بھی زرے جاہل اجمل کا جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ ایک جلسہ میں تین طلاقیں ہو جانے پر جمہور صحابہ و تابعین و ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے، ہرگز امام شافعی یا کوئی امام اس کے خلاف کے قائل نہیں، اور اگر وہ یہ جانتا ہے پھر امام شافعی کو مخالف مانتا ہے تو سخت کذاب مکار ہے اور عوام کو دھوکے دینے والا۔ امام اجمل ابو زکریا نووی شافعی شرح صحیح مسلم شریف میں فرماتے ہیں،

قال الشافعی ومالك و ابو حنیفة واحمد و جماہیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلاث۔
امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور پہلے اور پچھلے جمہور علماء نے فرمایا تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ (ت)

۱۔ مجموعہ فتاویٰ عبدالحی لکھنوی کتاب الطلاق مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/ ۲۸ - ۳۲۷
۲۔ شرح صحیح مسلم للنووی باب طلاق الثلاث قیدی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۸

یعنی امام شافعی و امام مالک و امام ابوحنیفہ و امام محمد و جمہور علمائے سلف و خلف کا یہی مذہب ہے کہ ضرورت مذکورہ میں تین طلاقیں ہو گئیں معہذا سے ضرورت ماننا صراحتاً مذہب کا ڈھانا ہے، کون نہیں کہہ سکتا کہ حوت کا علیحدہ ہونا مجھ پر دشوار ہے، کون نہیں کہہ سکتا کہ احتمال مفاسد ہے، احتمال کو ضرورت جاننا عجب جہالت ہے نہ کہ فقط نفس پر شاق ہونے کو تمام تکلیفات شرعیہ کا ہدم کرے گا وہ سب نفس پر شاق ہونا ضرورت ٹھہرا و الضرورات تبیح المحظورات ولا حول ولا قوۃ الا باللہ (ضروریات، ممنوعات کو مباح کرتی ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ ت) مسئلہ مفقود و امتداد طہر پر اس کا قیاس کرنا صریح و سواس ہے پھر رفع اختلاف کو قضائے قاضی چاہئے یہاں فتوائے شافعی کی بھی ضرورت نہیں صرف اولیٰ ہے، غرض وہ تحریر سراسر بطلالت و جہالت کا خمیر ہے کسی طرح یقین نہیں کہ مولوی لکھنوی صاحب کی ہوا اگرچہ غلطی کا تب سے ان کا نام لکھا گیا ہو اور اگر واقعی ان کی ہے تو اتباع حق کا ہے نہ غیر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶ از رامہ تحصیل گوجران ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسؤلہ محمد جی ۲۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

شمس العلماء رئیس الفضلای خانخانا جناب احمد رضا خاں صاحب دام لطفہ، السلام علیکم! اگر غضب کثرت سے ہو کہ ایسا غصہ ہو کہ کامل عقل نہ ہو اس حالت میں اگر طلاق صریح وغیرہ دیوے تو واقع ہوگی یا نہ؟

الجواب

غضب اگر واقعی اس درجہ شدت پر ہو کہ حد جنون تک پہنچا دے تو طلاق نہ ہوگی اور یہ کہ غضب اس شدت پر نہ تھا یا تو گواہان عادل سے ثابت ہو یا وہ اس کا دعویٰ کرے اور اس کی یہ عادت معهود معروف ہو تو قسم کے ساتھ اس کا قول مان لیں گے ورنہ مجرد دعویٰ معتبر نہیں، یوں تو ہر شخص اس کا ادعا کرے اور غصہ کی طلاق واقع ہی نہ ہو حالانکہ غالباً طلاق نہیں ہوتی مگر بحالت غضب، ردالمحتار میں خیر سے ہے؛
الدہش من اقسام الجنون فلا یقع و اذا کان یعادہ بان عرف هذا الدہش مرّة یصدق بلا برہان اھ و تمام تحقیقہ فی فتاویٰنا۔
مدہوشی، جنون کی قسم ہے۔ لہذا طلاق نہ ہوگی۔
جب عادت بن چکی ہو اور ایک مرتبہ مدہوشی معلوم ہو چکی ہو تو خاوند کی بات بلا دلیل مان لی جائے گی اھ
اس کی تحقیق ہمارے فتاویٰ سے معلوم کی جائے۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۷ از شہر پور بندر مقام کھاری مسجد مرسلہ مولوی محمد اسماعیل خاں صاحب ۲ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت زینب سے حالت غصہ میں کہا زینب
 طلاق طلاق طلاق یعنی بے شمار طلاق جس کا اندازہ معلوم نہیں، اور زید کہتا ہے کہ مجھ کو حالت غصہ میں
 خیر نہیں کہ میں نے کتنے دفع طلاق دیا ہے بحضور الشاہدین، اور زینب کے خویش واقارب کہتے ہیں کہ زید
 نے تین طلاقیں شرعاً دی ہیں اور اب زید اپنی عورت زینب سے رجعت کرنا چاہتا ہے اور عورت کے وارث
 انکار کرتے ہیں اور یہ آدمی نمازی ہے اور غریب ہے، یہاں علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ رجوع صحیح ہے مگر
 لوگ نہیں مانتے، اب حق آپ کی جانب ہے جیسا کہ حکم شریعت ہو، اگر آپ جواب نہ دو گے تو غریب کا حق
 مارا جائے گا اور دوسرا کوئی ہندوستان میں آپ جیسا عالم نہیں، آپ کا فتویٰ اطراف میں جاری ہے۔
 بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ زید ان الفاظ سے طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے، گنتی میں سہو بتاتا ہے، اگر ثابت ہو کہ یہ
 لفظ تین بار کہے تین طلاقیں ہو گئیں رجعت ناممکن ہے بے حلالہ نکاح نہیں کر سکتا۔
 قال اللہ تعالیٰ فلا تحل لہ من بعد
 حتی تنکح نرجاً غیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیسری طلاق کے بعد عورت
 حلال نہیں تا وقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے
 نکاح نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۸ از کلکتہ دھرم تلہ اسٹریٹ ۱۶۲ مرسلہ عزیز الرحمن صاحب پیش امام مسجد ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کئی آدمیوں نے مل کر ایک شخص سے کہا کہ تو اپنی اہلیہ کو طلاق
 دے دے، پس اس کی زبان سے بلا نیت طلاق کے نکل پڑا کہ ”ہاں ہاں“ تو اس صورت میں اس
 کی اہلیہ پر طلاق ہو گا یا نہیں؟ جواب کتب دینیہ سے ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ ان اشخاص نے اس سے طلاق زن کی درخواست کی اور اس کے جواب میں اس نے ”ہاں ہاں“
 کہا، طلاق اصلانہ ہوئی اگرچہ بے نیت طلاق ہی کہتا کہ لفظ ”ہاں“ جب امر کے جواب میں واقع ہو تو اس کا حاصل
 وعدہ ہوتا ہے یعنی ہاں طلاق دے دوں گا اور اس سے طلاق نہیں ہو سکتی اگرچہ نیت کرے کہ طلاق کے لئے نیت

بے لفظ کافی نہیں، ہاں اگر وہ یوں کہتے کہ تو نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی، تو یہ اخبار یا بتقدیر لفظ کیا استہجار ہوتا اس کے جواب میں اگر وہ ہاں کہتا ضرور وقوع طلاق کا حکم دیا جاتا کہ اب وہ تصدیق و اقرار ہے اس صورت کی تصریح کی ضرورت یہ بھی تھی کہ بعض اطراف ہند کے بلاد میں فاعل فعل متعدی کے ساتھ بھی لفظ (نے) نہیں کہتے مثلاً تو کہا یا آپ فرمائے بولتے ہیں اگر ان لوگوں کا یہی محاورہ معلوم معروف ہے اور "دے دی" جیسے معروفہ کہا تھا اور زید نے یہی معنی سمجھ کر "ہاں" کہا تو حکماً طلاق واقع مانی جائے گی، اگرچہ عند اللہ طلاق نہ ہوئی جبکہ واقع میں نہ دی تھی اور جھوٹ اقرار کر دیا۔ تاج العروس میں ہے:

تہذیب میں ہے کہ نعم (ہاں) کا لفظ تصدیق ہوتا اور وعدہ بھی ہوتا ہے، اور معنی اور اس کی شرح میں مذکور کا ما حاصل یہ ہے کہ نعم خبر کے بعد تصدیق اور کہ (امر) اور نہ کہ (نہی) کے بعد وعدہ ہوتا ہے الخ (ت)

فی التہذیب قد یکون نعم تصدیقا ویکون عداً وحاصل ما فی المعنی وشروحہ انہ یکون حرف تصدیق بعد الخبر و وعدة بعد افعال ولا تفعل الخ۔

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

نجم الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "تو اپنی والدہ کے ہاں جا بیوی نے جواب میں کہا "تو طلاق دے تاکہ میں جاؤں" خاوند نے کہا "تو جا میں نے طلاق دی ہے بیچ دی ہے" تو نجم الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ وعدہ ہوگا۔ خلاصہ میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

سئل نجم الدین عن رجل قال لامرأته اذهبي الى بيت امك فقلت طلاق ده تا بروم فقال تو برو من طلاق دا دم فرستم قال لا تطلق لانه وعدكذافي الخلاصة۔

ردالمحتار میں ہے:

بحر میں بزازیہ اور قنیہ سے منقول ہے کہ مذکورہ صورت میں اگر خاوند نے ماضی کے بارے میں جھوٹی خبر دیتے ہوئے کہا ہو تو طلاق نہ ہوگی، اور اگر پہلے سے گواہ بنا لئے ہوں تو قضا بھی طلاق نہ ہوگی اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

فی البحر عن البزازیة والقنیة لو اراد الخبر عن الماضی کذباً لایقع دیانہ وان اشهد قبل ذلك لا یقع قضاء ایضاً واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

۸۲/۹

دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۸۲/۱

نورانی کتب خانہ پشاور

۲۲۳/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

فصل النون من باب المیم

تاج العروس

الفصل السابع فی الطلاق

فتاویٰ ہندیہ

کتاب الطلاق

ردالمحتار

۱۲۹ مسئلہ از کلکتہ امرتہ لائن ۲۶ مسئلہ رحمت اللہ آدم غنی ۲۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح ثابت رہا یا طلاق ہوا، ہماری بی بی سے اور ہماری والدہ سے جھگڑا ہوا، اس رنجش سے ہماری والدہ دوسرے مکان پر چلی گئی ایک ہفتہ بعد جمعرات کو سب لوگ گئے، بی بی سے دریافت کیا کہ ہماری والدہ رنج ہو کر چلی گئی تم ان کو راضی کر کے لاؤ، بی بی نے انکار کیا، میں نے بہت سمجھایا مگر وہ راضی نہ ہوئی، میں نے کہا جب تک میری والدہ کو راضی نہیں کرو گی ہم بھی تمہارے شریک رنج و ملال کے نہیں ہوں گے، اس پر بی بی نے جواب دیا ہم تم کو اور تمہاری ماں کو نہیں چاہتے ہیں تم چلے جاؤ، میں مکان آنے لگا، بی بی نے کہا ایسے کیوں جاتے ہو صفائی کر کے چلے جاؤ ہم نے جواب دیا کہ کس کو صفائی کے لئے بلاؤں اپنے دل میں ارادہ کیا کہ روزانہ کے جھگڑے سے اس کو طلاق دینا ہی بہتر ہے، چلے آئے، بستی والوں نے پوچھا کہ کسی کے نزدیک اس کو طلاق دیا، ہم نے جواب دیا کہ اپنے دل سے طلاق اس کو دے دیا جس کو آٹھ نو مہینے کا زمانہ گزرتا ہے اس تاریخ سے آج تک ہم سے اس سے ملاقات نہیں ہے بعد پانچ چھ ماہ کے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تم اپنی بی بی سے کیوں نہیں ملتے، جواب دیا کہ ہم اس کو طلاق دے دیا بجواب اس کے تم نے کس کے نزدیک طلاق دیا، ہم نے اس کو کسی کے سامنے طلاق نہیں دیا اپنے دل سے اس کو ترک کر دیا بجواب اس کے ان نے کہا کہ گھر بیٹھے طلاق طلاق نہیں ہوتا ہے کسی کے سامنے طلاق دینا چاہئے، اس پر اس نے کہا کہ ایسے طلاق نہیں ہوتا ہے نہ ہوا، اس پر ہم نے کہا ایک طلاق دو طلاق تین طلاق یہ کہہ کر کہا کہ اب ہوا یا نہیں؟ ان نے کہا اب ہو گیا۔

الجواب

دل میں طلاق دینے سے نہیں ہوتی جب تک زبان سے نہ کہے،

بلکہ ایسی آواز سے جس کو مانع نہ ہونے پر خود سن سکے، جیسا کہ یہی صحیح اور قابل اعتماد قول ہے ہر قولی معاملہ میں جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے (ت) بلکہ ایسی آواز سے جس کو مانع نہ ہونے پر خود سن سکے، جیسا کہ یہی صحیح اور قابل اعتماد قول ہے ہر قولی معاملہ میں جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے (ت)

پہلے شخص کے جواب میں اگر یوں کہتا کہ اپنے دل میں طلاق دے دی تو اس سے بھی طلاق نہ ہوتی لانہ اقرار بالباطل (کیونکہ یہ باطل کا اقرار ہے۔ ت) مگر اس نے کہا کہ اپنے دل سے اس کو طلاق دے دی یہ ایک طلاق رجمی ہوئی، عبارت سوال سے ظاہر یہ ہے کہ اس گفتگو کے پانچ چھ مہینے بعد دوسرے شخص سے گفتگو ہوئی، اگر ایسا ہے اور اس پانچ چھ مہینے میں گفتگو نے شخص اول کے بعد سے اب تک عورت کو تین حیض شروع ہو کر ختم ہو چکے تو یہ تین طلاقیں نہ ہوتیں لفوات المحصل

بالبدونہ (بائنہ طلاق کی وجہ سے اب طلاق کا محل نہ رہی۔ ت) عورت اسی پہلی طلاق پر نکاح سے نکل گئی
اب بلا حلالہ اس سے نکاح جدید کر سکتا ہے اور اگر اس پانچ چھ مہینے میں عورت کو تین حیض آکر ختم نہ ہوتے
تو اب تین طلاقیں ہو گئیں، بے حلالہ نکاح نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۵۱ طلاق کتنے مرتبہ دینے سے عورت نکاح سے باہر ہو سکتی ہے؟

الجواب

تین مرتبہ طلاق ہو جائے تو عورت ایسی نکاح سے باہر ہوتی ہے کہ بے حلالہ پھر اس سے نکاح نہیں
کر سکتا اور تین مرتبہ سے کم کے لئے کچھ الفاظ مقرر ہیں کہ ان سے نکاح جاتا ہے مگر بے حلالہ نکاح پھر کر سکتا
ہے، اور ابھی عورت سے خلوت کی نوبت نہ پہنچی ہو تو کسی لفظ سے ایک ہی طلاق دینے سے عورت نکاح
سے باہر ہو جاتی ہے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲ از اندور چھاؤنی ریڈیٹنسی گورنمنٹ پریس سنٹرل انڈیا مسئلہ عبدالکریم پسر سکندر خاں پہلوان
۱۵۲
۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص جس نے اپنی زوجہ کو واقعی طلاق نہیں دی تھی کسی
مقدمہ میں برسر اجلاس فریق ثانی کے سوال کے تردید میں جس نے کہ اس کی زوجہ کا بوجہ نوع بنوع تکالیف کے
اس کے یہاں سے فرار ہونا ظاہر کیا تھا یہ جواب دیا کہ اس کی زوجہ فرار نہیں ہوئی بلکہ میں نے اس کو طلاق
دے دی تھی لیکن بعد میں تحقیقات سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور الصدر نے محض اپنی آبروریزی کے خیال سے نیز
اپنی بات کو بالار کھنے کی وجہ سے طلاق کا اظہار کچھری کے روبرو کیا تھا، آیا ایسی صورت میں جیسا کہ اس نے کچھری
کے روبرو ظاہر کیا طلاق ہونا جائز ہے کیا؟

(۲) شخص مذکور الصدر ہی نے ایک دعویٰ بازیابی زوجہ اپنی زوجہ کے خلاف کچھری مجاز میں دائر کیا،
کچھری نے بعد انفصال مقدمہ ایک نوٹس میعاد دی آٹھ یوم بائیں مضمون بنام مدعی جاری کیا کہ میعاد مقررہ کے
اندر مدعی اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لے جائے ورنہ بعد انقضائے میعاد مذکور سمجھا جائے گا کہ مدعی مذکور کی جانب
سے طلاق ثلاثہ ہو گئی، چنانچہ نوٹس مجریہ بعد اطلاع یابی مدعی مذکور بلا کسی اطلاع کے کہ مدعی اپنی زوجہ کو اتنے روز
میں لے جائے گا موصول کچھری مجاز ہوگا، بعد اختتام میعاد مذکور وکیل مدعا علیہا نے از روئے قانون مروجہ
ہدایت کی کہ مدعا علیہا اب اپنا عقد ثانی کر سکتی ہے، اس صورت میں اگر خلاف مدعا علیہا کسی قسم کا دعویٰ
مدعی کی طرف سے ہوگا تو اس کا ذمہ دار میں ہوں، لہذا عرض ہے کہ اس صورت میں بھی کہ جو یہاں کی گئی
تحریر فرمائیں کہ از روئے شرع شریف طلاق ہو گئی یا نہیں؟

الجواب

پہلی صورت میں ایک طلاق ہو جانے کا حکم دیا جائے گا اگرچہ عند اللہ نہ ہو جبکہ جھوٹ کہا ہو کما فی الخیر فیمن اقر بالطلاق کاذبا (جیسا کہ خیر یہ میں طلاق کا جھوٹا قرار کرنے والے کی بحث میں ہے۔ ت) صورت دوم میں ہرگز طلاق نہ ہوتی، نوٹس میں دوسرے کا یہ لکھ دینا اور شوہر کا جواب نہ دینا محض مہمل ہے، ہرگز اس سے عورت کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار نہیں ہو سکتا، حدیث میں ہے: الطلاق لمن اخذ بالساق (طلاق کا حق صرف خاوند کو ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۳ از شہر رجب اکاکور ۶۳ چھاؤنی مسئلہ محمد حسین صاحب سہارنپوری ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶
عمر کو عشق ہو گیا تھا اور ہر وقت خیالِ معشوق رہتا تھا اور فکر مند دل رہتا تھا اور غلش بہت تھی عمر نے گھبراہٹ میں طلاق دے دی، اس کلمہ کو دن میں بار بار جنون کی حالت میں بیان کرتا تھا۔

الجواب

فقط گھبراہٹ یا دماغ پر گرمی کا نام جنون نہیں، اگر واقعی مجنون نہ تھا تو طلاق ہو گئی، اگر تین بار کھی تو تین بار، وہ الفاظ جو اس نے بار بار کہے سائل نے بیان نہ کئے کہ ان کا مفصل حکم دیا جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۵۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ میں لڑائی ہوئی، زید نے حالتِ غیظ و غضب میں ہندہ کو طلاق نامہ لکھ دیا اور اپنے مکان سے نکال دیا، اُسے مدت گزری یہاں تک کہ عدت گزر گئی، اب زید کہتا ہے کہ مجھے طلاق منظور نہ تھی میں نے شدتِ غضب میں وہ طلاق نامہ لکھا تھا اور زبان سے کوئی لفظ طلاق نہ کہا تھا، پس اس صورت میں زید کا یہ عذر قابلِ سماعت ہے یا نہیں؟ ہندہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اگر ہوئی تو اب زید اس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کا مہر زید پر واجب الادا ہو گیا یا نہیں؟ بتینواتوجروا۔

الجواب

غصہ مانع وقوع طلاق نہیں بلکہ اکثر وہی طلاق پر حامل ہوتا ہے، تو اُسے مانع قرار دینا گویا حکم طلاق کا راساً ابطال ہے، ہاں اگر شدتِ غیظ و جوشِ غضب اس حد کو پہنچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہو جائے، خبر نہ رہے کیا کہتا ہوں زبان سے کیا نکلتا ہے، تو بیشک ایسی حالت کی طلاق ہرگز واقع نہ ہوگی، پس صورتِ مستفسرہ میں اگر زید اس حالت تک نہ پہنچا تھا تو صرف غصہ ہونا اُسے مفید نہیں اور

طلاق جس طرح قول سے واقع ہوتی ہے یونہی تحریر سے، پس وہ طلاق واقع ہوگئی اور یہ سبب مردودت کے اب رجوع بھی نہیں کر سکتا، ہاں اگر تین طلاقیں نہ تھیں تو نکاح جدید بے حلالے کے کر سکتا ہے ورنہ حلالہ کی ضرورت ہے کما هو الحکم المعروف (جیسا کہ حکم مشہور ہے۔ فتا) اور مہر ہندہ اس صورت میں بیشک زید پر واجب الادا ہے، اور اگر وہ دعویٰ کرے کہ اُس تحریر کے وقت میرا غصہ ایسی ہی حالت کو پہنچا ہوا تھا کہ میری عقل بالکل زائل ہوگئی تھی اور مجھے نہ معلوم تھا کہ میں کیا کہتا ہوں کیا میرے منہ سے نکلتا ہے، تو اطمینان ہندہ کے لئے اس کا ثبوت گواہانِ عادل سے دے کہ اگرچہ عند اللہ وہ اپنے بیان میں سچا ہو اور اُسے عورت کے پاس جانا دیا نثار و اوہومگر عورت کو بے ثبوت بقائے نکاح اس کے پاس رہنا ہرگز حلال نہیں ہو سکتا، تو ضرور ہوا کہ زید اپنے دعویٰ پر گواہ دے یا اگر معلوم و معروف ہے کہ اصل سے پہلے بھی کبھی اُس کی ایسی حالت ہوگئی تھی تو گواہوں کی کچھ حاجت نہیں مجرد قسم کھا کر بیان کرے ورنہ مقبول نہیں۔ (جواب ناقص ملا)

مسئلہ ۱۵۵ از رامپور محلہ پھول وارہ مرسلہ محمد علی صاحب مورخہ، ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین سے اس مسئلہ طلاق کے کہ زید کی بیوی جب اپنے میکہ گئی تو علیل ہوگئی اور حاملہ بھی ہے جب کچھ فرست ہوئی تو سسرال میں آئی شام کے، بجے ماہ رمضان میں ایک دورہ گرمی یا کسی دوسری بیماری کے سبب سے لاتی ہو اور اس وقت کی حالت خطرناک تھی زید اپنے مکان پر موجود نہ تھا کچھ عرصہ کے بعد جب زید مکان پر آیا اور اپنی زوجہ کو ایسی حالت میں دیکھا فوراً واپس گیا تاکہ حکیم صاحب کو لائے جب حکیم صاحب کے یہاں وہ جا رہا تھا تو اُس نے اپنی سسرال میں بھی اس واقعہ کی خبر کر دی جس پر زید کے خسر اور ساس آگئے حکیم صاحب نے اپنی تشخیص سے یہ ثابت کیا کہ کسی چوٹ کی وجہ سے یہ دورہ پڑا ہے اس پر زید کے سالے نے یہ خیال کر کے کہ زید نے اس کی ہمیشہ کو مارا ہے سخت وسست کہنا شروع کیا جس پر زید بھی وہی کہنے کے لئے تیار ہو گیا، نوبت بانجا رسید کہ ہاتا پاتی شروع ہوگئی، زید کی والدہ نے زید کے چھو پھا زاد بھائی کو آواز دی اور وہ زید کی زوجہ سے بھی یہی رشتہ رکھتے ہیں وہ فوراً آگئے اور زید کو پکڑ کر لے گئے، اس وقت زید کی حالت ایک دیوانے کی تھی اس کو کسی بات کا ہوش نہ تھا، اسی رات میں اس نے یہ کہا کہ جس عورت کی وجہ سے یہ بے عزتی مجھ کو اٹھانا پڑی میں نے اس کو تین طلاق پر چھوڑا لیکن یہ کلمہ ایک مرتبہ اس کے منہ سے نکلا زید کے خسر اپنی بیٹی کو اسی وقت لے گئے جس کو اب تک دو ماہ اور کچھ دن گزرے اس پر کیا حکم ہے اور زید نے اپنی بیوی بلانے کے لئے کہا ہے۔

الجواب

تین طلاقیں ہو گئیں، بے حلالہ نکاح نہیں ہو سکتا مگر جبکہ گواہان عادل شرعی سے ثابت ہو کہ واقعی وہ اس وقت حالت جنون میں تھا یا یہ معلوم و مشہور ہو کہ اُسے جب غصہ آتا ہے عقل سے باہر ہو جاتا ہے اور حرکات مجنونانہ اس سے صادر ہوتی ہیں اس حالت میں اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے گا کہ اس وقت میرا یہی حال تھا اور میں عقل سے بالکل خالی تھا تو قبول کر لیں گے اور حکم طلاق نہ دیں گے، اگر جھوٹا حلف کرے گا وبال اس پر ہے والمسئلة في الخيرية ورد المختار وغيرهما (یہ مسئلہ خیر یہ اور رد المختار وغیرہما میں ہے۔ ت۔ د اللہ تعالیٰ اعلم۔)

مسئلہ ۱۵۶

۲۸ ربیع الثانی شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کسی کے جبر و ظلم سے محض ناچار و مجبور ہو کر اپنی عورت کو طلاق دے دی اور طلاق نامہ لکھ دیا تو اس صورت میں طلاق پڑے گی یا نہیں؟
بتینوا تو جدوا۔

الجواب

طلاق بخوشی دی جائے خواہ بکبر، واقع ہو جائے گی۔ نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ، شیشہ پر پتھر خوشی سے پھینکے یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھٹ پڑے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائے گا۔ مگر یہ زبان سے الفاظ طلاق کہنے میں ہے، اگر کسی کے جبر و اکراہ سے عورت کو خطرہ میں طلاق لکھی یا طلاق نامہ لکھ دیا اور زبان سے الفاظ طلاق نہ کہے تو طلاق نہ پڑے گی۔ تنویر الابصار میں ہے:

و یقع طلاق کل نواجذ بالغ عاقل ولو مکرھا
او مخطئاً و فی رد المختار عن البحران المراد
الاکراه علی تلفظ بالطلاق فلو اکراه علی ان
یکتب طلاق امرأته فکتب لا تطلق لان
الکتابه اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة
ولاحاجة هنا۔

ہر عاقل بالغ خاوند کی طلاق نافذ ہو جائیگی اگرچہ
مجبور کیا گیا یا خطا سے طلاق کا کہہ دیا ہو، اور
رد المختار میں بحر سے منقول ہے کہ جبر سے مراد لفظ طلاق
کہنے پر جبر کیا گیا ہو، اور اگر اس کو اپنی بیوی کو طلاق
لکھنے پر مجبور کیا گیا تو اس نے مجبور ہو کر لکھ دی تو طلاق
نہ ہوگی، کیونکہ کتابت کو تلفظ کے قائم مقام محض حاجت
کی بنا پر کیا گیا ہے اور یہاں خاوند کو حاجت نہیں ہے۔

۲۱۶/۱

مطبع مجتہاتی دہلی

کتاب الطلاق

۱۰ در مختار

۲۲۱/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۱

۱۰ رد المختار

مگر یہ سب اس صورت میں جبکہ اکراہ اکراہ شرعی ہو کہ اُس سے ضرر رسائی کا اندیشہ ہو اور وہ ایذا پر قادر ہو صرف اس قدر کہ اُس نے اپنے سخت اصرار سے مجبور کر دیا اور اس کے لحاظ یا اس سے اسے لکھتے ہیں، اکراہ کے لئے کافی نہیں یوں لکھے گا تو طلاق ہو جائے گی کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۷ از ڈاک خانہ راموچکا کول ضلع چٹاگانگ مدرسہ عزیز یہ مرسلہ سید مفیض الرحمن

۱۰ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

کسی نے ایک شخص کو جبراً نشہ پلایا وہ حالتِ بیہوشی میں اگر عورت کو طلاق دے تو کیا طلاق واقع ہوگئی؟

الجواب

لوگ کسی کے اصرار کو بھی جبر کہتے ہیں، یہ جبر نہیں، اگر ایسے جبر سے نشہ کی چیز پی اور اس نشہ میں طلاق دی بلاشبہ بالاتفاق ہوگئی، ہاں اگر جبر و اکراہ شرعی ہو۔ مثلاً قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے جس کے نفاذ پر یہ اُسے قادر جانتا ہو، یا یوں کہ کسی نے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ چیر کر حلق میں شراب ڈال دی تو یہ صورت ضرور جبر کی ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ اس نشہ میں اگر طلاق دے نہ پڑے گی۔ درمختار میں ہے:

اختلف التصحيح فيمن سكر مكرها او
مضطرا۔

جس شخص نے مجبور ہو کر یا اضطراری حالت میں نشہ اور چیز کو استعمال کیا اور اسی نشہ میں اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو ایسے شخص کی طلاق میں تصحیح مختلف ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

صحح في التحفة وغيرها عدم الوقوع
وفي النهر عن تصحيح القدوري انه التحقيق۔
ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تحفہ وغیرہ میں طلاق واقع نہ ہونے کو صحیح قرار دیا گیا ہے، اور نہر میں قدوری کی تصحیح بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہی تحقیق ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۱۶/۱	مطبع مجتہبائی دہلی	کتاب الطلاق	۱۷ درمختار
۲۲۴/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	" "	۱۷ درمختار

مسئلہ ۱۵۸ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے امام عظیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اگر طلاق جبراً
 دلوائی جائے تو اگر خوفِ جان سے مجبوراً اگر کوئی عورت اپنی کو طلاق دیوے تو طلاق واقع ہو جاوے گی یا نہیں
 اور اگر لفظ نفی آہستہ سے اپنی دبی زبان سے کہلیوے کہ وہ نہ سمجھے اور نہ سُنے تو بھی واقع ہو جاوے گی یا نہیں،
 مثلاً یہ کہے میں نے اپنی عورت کو طلاق (نہیں) دی یا لفظ استثناء (ان شاء اللہ) آہستہ سے کہلیوے
 تو کیا حکم ہے، یا اور کوئی جملہ ہو سکتا ہے یا نہیں جس سے طلاق واقع نہ ہو۔

الجواب

طلاق اگر دبی زبان سے دے کیسے ہی جبر و اکراہ سے دی ہو ہو جائے گی، اور استثناء یا الحاق
 نفی اگر ایسی آواز سے تھا کہ خود اپنے کان تک پہنچنے کے قابل بھی نہ تھی تو وہ عند اللہ بھی معتبر نہیں طلاق ہو گئی،
 اور اگر اپنے کان تک آواز آئی اُس بکرہ نے نہ سُننی اور حاضرین نے تو قضاءً طلاق مانی جائے گی عند اللہ
 نہ ہوگی۔ جملہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے اکراہ پر کہے طلاق طلاق، اور نیت یہ کرے کہ مہمل مطالبہ
 کر رہے ہو، لیکن بکرہ اگر ہوشیار ہے اور بے تصریح اضافت نہ مانے تو کوئی حیلہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۹ از حافظ شمس الدین شاہ آباد ضلع ہر دوئی محلہ گلیانمی ۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پندرہ سال سے دیوانہ
 ہو گیا ہے اور اس کی عورت ہے اُس کو اپنی عورت سے کوئی غرض واسطہ نہیں ہے اُس کا حق پورا نہیں کر سکتا
 کھانا کپڑا وغیرہ کچھ نہیں دے سکتا ہے، عرصہ آٹھ دس ماہ کا ہوا اس سے طلاق کے واسطے کہا گیا کہ اپنی
 عورت کو طلاق دے دے، تب اس نے دُومرد اور ایک عورت کے سامنے طلاق دے دی، تین بار
 اپنی زبان سے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی، عورت کون ہے جس کے رُوبرو طلاق دی دیوانہ کی
 ماں ہے، مرد وہ کون ہیں جن کے رُوبرو طلاق دی ایک دیوانہ کا بھائی ہے دوسرا بھانجا ہے۔ یہ شخص
 ایسا دیوانہ نہیں ہے جو بالکل ہوش و حواس نہ رکھتا ہو، کھاتا پیتا ہے مکان میں رہتا ہے اس کی کوئی
 جائداد ایسی نہیں ہے جو اپنا گزر کر سکے، اس کی عورت دُوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے آیا طلاق
 ہوئی یا نہیں؟ بیوا تو جروا۔ برائے مہربانی جواب سے جلد مطلع فرمائیے۔

الجواب

مجنون کی طلاق باطل ہے وہ لاکھ دفعہ طلاق دے ہرگز نہ ہوگی، نہ عورت کو دُوسرے سے نکاح
 جائز ہوگا نہ اس کی طرف سے اُس کا ولی طلاق دے سکتا ہے لان الوکایة للنظر لا للضمیر (کیونکہ

ولایت شفقت کے لئے ہوتی ہے ضرر کے لئے نہیں۔ (ت) کھانا پینا مکان میں رہنا منافی جنوں نہیں،
واللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ ۱۶۱ از شہر ربلی محلہ بہاری پور زوجہ عبدالرحمن صاحب ۴ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ محبوبہ کا نکاح مستری عبدالرحمن سے
عرصہ نو سال کا ہوا جب ہوا تھا بعد نکاح ایک سال تک باقاعدہ رہا پھر اس کے یہاں سے چلا گیا چونکہ
مکان مسماۃ محبوبہ کا تھا اس واسطے وہ اکیلی مکان میں رہی محلہ والے اس کو سمجھا کر لائے غرضکہ اسی طرح
کبھی وہ چلا جاتا اور کبھی آجاتا یونہی عرصہ نو سال کا ہوا بعد نو سال کے وہ لوگ جو نکاح کے گواہ تھے ان کے
سامنے کہہ گیا تین بار کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی اور کہا نہ تو میری بی بی نہ میں تیرا شوہر اب اس صورت
میں نکاح جائز رہا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب

سچ اور جھوٹ کا حال اللہ جانتا ہے، یہ حلال و حرام و قبر و حشر کا معاملہ ہے، بناوٹ سے
حلال و حرام نہ ہو جائے گا، نہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بناوٹ کام دے گی جو لوگوں کی چھپی جانتا ہے،
اگر واقع میں عورت جانتی ہے کہ وہ تین بار اس سے یہ لفظ کہہ گیا تو عدت کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے
اور اگر شوہر واپس آئے اور طلاق سے منکر ہو اور گواہوں میں دو گواہ حامل قبول شرع نہ نکلیں تو طلاق ثابت
نہ ہوگی شوہر کے حلف کے بعد عورت اُسے جبراً واپس دلائی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
سئلہ ۱۶۱ از فچپور ضلع شیجاوانی درگاہ مستولہ پیر جی محمد حنیف صاحب ۵ شوال ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

- (۱) کتنی بار طلاق دینے سے عورت خاوند پر حرام ہو سکتی ہے؟
- (۲) جو شخص اپنی زوجہ کو دس بار طلاق دے اور اس کے ثبوت میں تین بار خاص اپنے ہاتھ سے تحریر
لکھ لکھ کر لوگوں پر ظاہر کرے تو کیا وہ عورت بغیر حلالہ اُس کے لئے بغیر نکاح حلال ہو سکتی ہے؟
- (۳) اسی مطلقہ سے انہیں شرطوں پر بغیر حلالہ کئے رہی، طلاق دینے والا خاوند صحبت کرتا رہے اور
اس کو بدستور اپنے عملدرآمد میں لاتا رہے اس کا کیا حکم ہے؟ اُس کی اولاد کیسی ہے اور اس کی
جائداد کی مستحق ہوگی یا نہیں اور ایسا شخص قابلِ خلافت و سجادگی و خرقہ درویشی ہے یا نہیں؟
بینوا تو جروا۔

الجواب

(۱) جب طلاق تین تک پہنچ جائیں پھر وہ عورت اُس کے لئے بے حلالہ کسی طرح حلال نہیں ہو سکتی،
قال الله تعالى فان طلقها فلا تحل له من بعد
حتى تنكح زوجا غيره - والله تعالى اعلم۔
اگر تیسری طلاق دی تو مطلقہ
اس کے لئے حلال نہ ہوگی تا وقتیکہ وہ کسی دوسرے
شخص سے نکاح نہ کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۲) جس نے دس طلاقیں دیں، تین سے طلاق معطل ہوگی اور باقی سات شریعت سے اس کا استہزا
مخفی، بلا نکاح تو مطلقہ بائن بھی حلال نہیں ہو سکتی ہے اور یہ تو نکاح سے حرام محض رہے گی جب تک حلالہ
نہ ہو کہ اس طلاق کی عدت گزرے پھر عورت دوسرے سے نکاح کرے اور اس سے ہم بستر بھی ہو، پھر وہ
طلاق دے یا مرجائے اور بہر حال اس کی عدت گزر جائے اس کے بعد اس پہلے سے نکاح ہو سکتا ہے ورنہ
ہرگز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) وہ صحبت زنا ہوگی اور اسے اگر مسئلہ معلوم ہے تو یہ زانی اور شرعاً سزائے زنا کا مستحق اور اولاد
ولد الزنا۔ اور ترکہ پدری سے محروم، اور ایسا شخص قابلِ خلافت و سجادہ نشینی نہیں،
وقد قال في رد المحتار وغيره من الاسفار
انه زنا اذا علم بالحرمۃ۔
رد المحتار وغیرہ کتب میں فرمایا، جب حرام ہونا معلوم
ہے تو یہ زنا ہے۔ (ت)

اور اس میں برابر ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ ہوں یا متفرق۔ در مختار میں ہے :
لاحد بشبهة الفعل ان ظن حمله كوطء معتدة
الثلاث ولو جملة - (ملخصاً)
جب حلال ہونے کا گمان کیا تو یہ شبہہ فعل ہوگا جس
پر حد نہیں، جیسا کہ اپنی مطلقہ ثلاثہ کی عدت میں جماع
کیا اگرچہ اکٹھی تین طلاقیں ہوں (ملخصاً) (ت)

رد المحتار میں ہے :

ای ولوکات تطليقة الثلاث بلفظ
واحد فلا يسقط عنه الحد
الا ان ادعى ظن الحل
یعنی ایک لفظ سے تینوں طلاقیں دے دی ہوں
تو عدت میں وطی کرنے پر حد ساقط نہ ہوگی مگر اس
نے اس صورت میں حلال ہونا گمان ہو تو پھر

ل القرآن ۲/۲۳۰

۱ باب العدة
۲ باب العطار الذي لا يوجب الحد الخ
دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۹۱۰، ۹۱۲، ۹۱۵
۱/۳۱۸ مطبع مجتہبائی دہلی

وكذا الوقع الثلاث متفرقة بالطريق
الاولى اذ لم يخالف فيه احد لان القران
ناطق بانتفاء المحل بعد الثلاث
والله تعالى اعلم۔

اس پر حد نہ ہوگی، اور یوں ہی اگر اس نے تین
متفرق دی ہو تو بطریق اولیٰ حد ساقط نہ ہوگی کیونکہ اس میں کوئی مخالفت
نہیں تین طلاقوں کے بعد بیوی کا محلِ وطی نہ رہتا
قرآن کی نص ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۶۴ھ
۱۶۶ھ
۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغ اور نابالغہ کا نکاح بذریعہ
اُن کے ولی کے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے اپنی لڑکی نابالغہ عمر تقریباً دس سال کا نکاح ایک لڑکے چوبیس سالہ کے ساتھ کر دیا
اپنی ولایت سے درست ہے یا نہیں؟

(۳) اگر اس لڑکی نے کچھ اشارہ وقت لینے اقرار کر دیا ہو تو بھی نکاح درست ہے۔ اب عمر و نے
ان تینوں صورتوں میں ایسی کسی صورت کو حاصل کر کے اپنی بی بی کو طلاق دے دی اس کے باپ کے کہنے سے،
اور لڑکی بھی اپنی نادانی سے طلاق پر رضامند تھی طلاق ہو گئی، لفظ طلاق یوں کہا طلاق دی طلاق دی طلاق
دی، تین دفعہ کہنے سے طلاق ہو گئی، اب بعد طلاق اُس کا نکاح پھر پڑھا جاوے تو کس شرط کے بعد
نکاح جائز ہو جائے گا؟ بیسوا تو جردا (بیان کر کے اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

نابالغ نابالغہ کا نکاح بذریعہ ولی کے ہو سکتا ہے۔

(۲) باپ نے اپنی نو دس برس کی لڑکی کا نکاح چوبیس سالہ لڑکے کے ساتھ کر دیا درست ہے،
وقد تزوج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم امّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا
وہی بنت ست سنین و بنی بہا وھی بنت
تسع سنین۔

بیشک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المؤمنین
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا
تو وہ چھ سال کی تھیں آپ نے رخصتی حاصل کی تو
وہ نو سال کی تھیں۔ (ت)

(۳) ولی جائز کے ہوتے نابالغہ کے اشارہ کی کوئی حاجت نہیں اور بغیر ولی کے نابالغہ کا اشارہ یا
خود زبان سے صراحت ایجاب و قبول کرنا کافی نہیں، شوہر عاقل بالغ نے اگر اپنی زوجہ نابالغہ کو طلاق دی

لے ردالمحتار باب الولی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵۲/۳
۱۶ سنن ابن ماجہ باب نکاح الصغار
ایچ ایم سعید پبلی کیشنز کراچی ص ۱۳۶

طلاق ہو جائے گی، زوجہ کاراضی یا ناراض ہونا کچھ معتبر نہیں۔ زوجہ سے اگر خلوت صحیحہ خواہ فاسد ہو چکی تھی تو صورت مذکورہ میں تین طلاقیں ہو گئیں، عورت پر اگرچہ نابالغہ ہو عدت لازم ہے، جسے حیض نہ آیا اس کی عدت تین مہینے ہے،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نابالغہ اور جن کو حیض بند ہو گیا ہے ان کی عدت تین ماہ ہے۔ (ت)

قال اللہ تعالیٰ فعدتہن ثلثۃ اشہر و الاذی لم یحضن۔

اس کے بعد اس کا نکاح ہو سکتا ہے،

فی الدر المختار العدة فی حق من لم تحض لصغیر بان لم تبلغ تسعاً وکبری بان بلغت سن الایاس ثلثۃ اشہران وطئت فی الكل ولو حکما کالخلوة ولو فاسدۃ مطلقاً۔

در مختار میں ہے: جن عورتوں کو نابالغی یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا، نابالغی سے مراد جو نو سال کو نہ پہنچی اور بڑھاپے سے مراد جن کا رحم ناقابل ہو گیا، تو ان سب کی عدت تین ماہ ہے، عدت کا یہ حکم سب مدخولہ عورتوں کے لئے ہے اگرچہ حکماً مدخولہ ہوں جیسا کہ خلوت مطلقاً خواہ فاسد ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المطلقة قبل الدخول لا یلحقها طلاق اخراذ الی تکن معتدة بخلاف هذه۔

قبل از دخول مطلقہ کو دوسری طلاق ملحق نہ ہوگی بشرطیکہ عدت والی نہ ہو بخلاف عدت والی کے۔ (ت)

اور اگر ابھی خلوت کی نوبت نہ آئی تو ایک طلاق ہوئی اور عورت پر عدت نہیں اسی وقت جس سے چاہے نکاح ممکن ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۷ از پنڈی ضلع منڈلہ مرسلہ ولی محمد صاحب ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

محمد بخش نے اپنی عورت کو اس ترکیب سے ایک خطبہ میں طلاق دیا کہ طلاق طلاق طلاق، اور مہر بھی جو کچھ تھا ادا کر دیا، اور طلاق دتے ہوئے عرصہ ایک سال کا ہوا، اور اب پھر دوبارہ نکاح کرنا چاہتے ہیں مطابق دوسرے پارہ کے، جیسا کہ چودھویں رکوع میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، مگر ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا

۱ القرآن ۶۵/۲

۱/۲۵۶

مطبع محبت سبائی دہلی

باب العدة

۲ در مختار

۲/۳۲۱

دار احیاء التراث العربی بیروت

باب المہر

۳ ردالمختار

صورتِ بلا میں مطابق قرآن و حدیث کے جواب مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب

اگر اس نے اتنے ہی لفظ کہے کہ طلاق طلاق طلاق، نہ یہ کہا کہ دی، نہ یہ کہا کہ تجھ کو یا اس عورت کو، نہ یہ الفاظ کسی ایسی بات کے جواب میں تھے جس سے عورت کو طلاق دینا مفہوم ہو تو طلاق اصلاً نہ ہوئی، وہ بدستور اس کی عورت ہے دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں، اور اگر اُس کے ساتھ یا اس بات میں جس کے جواب میں یہ الفاظ تھے وہ لفظ موجود تھے جن سے یہ مفہوم ہو کہ اس نے اپنی عورت کو طلاق دی یا وہ اقرار کرے کہ میں نے یہ الفاظ عورت کو طلاق دینے کی نیت سے کہے تھے تو تین طلاقیں ہو گئیں بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ڈھاکہ مرحلہ عبدالکریم میاں ۱۳ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی برادری میں کوئی بات لے کر آپس میں تنازع ہو رہے تھے اس گفتگو میں وہ شخص کہنے لگا بھائی! میں ایک پریشانی اٹھاتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں اپنی زوجہ کی سبب سے ہمیشہ پریشان ہوں کیونکہ وہ عورت میری باتوں میں دخل دیا کرتی ہے لہذا میں شرمندہ ہوں اُس وقت اُن کی زوجہ گھر میں تھی میاں جو اپنی زوجہ کی شکایت کیا زوجہ نے از اول تا آخر سب سنا زوجہ نے جواب دیا اگر میرے سبب تمہارے تکلیف اور ناگوار ہو تو مجھے نکال دو گے اور کیا کرو گے زوج زوجہ کا کلام سنتے ہی خفا ہو گیا اور کہا جا ایک طلاق دو طلاق تین طلاق دادم، آیا اس صورت مذکورہ میں وہ عورت تین طلاقیں مغلظہ ہوئی یا نہیں مگر طالق نہ مخاطب زوجہ کو ہوا نہ اُن کا نام لیا اور سوال میں جو لفظ "جا" مقولہ طالق ہے یہ معنی امر کی مقصود نہیں ہے بلکہ وہ اپنے کلام میں اکثر یہ لفظ بولا کرتے ہیں معنی امر کے نہیں ہوتے ہیں باوجود ان وجوہات کے کیا حکم؟

الجواب

اگر "جا" سرے سے کلمہ خطاب نہ ہوتا یا حسب قول سائل یہ اُس کا تکیہ کلام ہے اس سے خطاب کا ارادہ نہیں کرتا اور کلام مطلق کہ جواب زوجہ میں ہے اُس کے جواب میں بھی نہ ہوتا ابتداءً وہ اتنا ہی کہتا کہ تین طلاق دادم جب بھی بلاشبہ حکم طلاق مغلظہ دیا جاتا کہ طلاق دینے سے ظاہر زوجہ ہی کا ارادہ ہے ہاں از انجا کہ کلام زوجہ میں سوال طلاق نہ تھا نہ کلام زوجہ الفاظ ایک طلاق دو طلاق الخ عورت کی طرف اضافت ہے اور "جا" احتمال مذکور سائل کے علاوہ خود کنایات سے ہے صریح الفاظ سے نہیں کہ تقدم طلاق ہو کر خود مذاکرہ ثابت ہو جائے ان وجوہ سے عدم نیت کا احتمال باقی ہے اگر زوج بکلف شرعی کہے کہ اُس نے

لفظ "جا" بہ نیت طلاق کہا نہ "طلاق وادام" سے زوجہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو اس کا قول مان لیں گے اور اصلاً طلاق نہ ہونے کا حکم دیں گے اگر جھوٹا حلف کرے گا اپنے زنا اور زوجہ کے زنا کا سخت شدید وبال اس کی گردن پر ہے، اور اگر ان میں سے کسی بات پر حلف نہ کرے یا صرف امر دوم پر حلف کرے تو تین طلاقیں ہو گئیں بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ اور اگر امر دوم پر حلف کر لے کہ اس طلاق وادام سے عورت کو طلاق کی نیت نہ تھی لیکن یہ حلف نہ کرے کہ لفظ "جا" بہ نیت نہ کہا تو عورت اُسے حاکم کے یہاں پیش کرے اگر حاکم کے سامنے حلف کر لے گا کہ "جا" بھی طلاق کی نیت سے نہ کہا تو حکم طلاق نہ ہوگا، اور اگر وہاں بھی اس پر حلف سے باز رہا تو تین طلاق ہو جانے کا حکم دیں گے۔

یہ اس لئے کہ دوسرے لفظ میں طلاق نہ ہونے کا حکم اس قسم پر کہ اس نے اس لفظ سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا، مطلوب ہے، تو جب قسم نہ پائی گئی تو طلاق کا حکم دیا جائے گا، خانہ اور بڑا زیہ میں فرمایا خاوند نے بیوی کو کہا کہ میری اجازت کے بغیر باہر مت نکلو کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے تو بیوی باہر نکل گئی، اس پر طلاق نہ ہوگی کیونکہ بیوی کی طلاق کا قسم میں ذکر نہیں ہے اور اس میں کسی غیر عورت کی طلاق کا احتمال بھی ہے، اس لئے خاوند کی بات معتبر ہوگی اھ، اور ردالمحتار میں یوں ہے کہ اس سے معلوم ہو رہا ہے اگر خاوند یہ بات نہ کہے، یعنی اپنی بیوی کی طلاق کا ارادہ نہ کرنے اور غیر کا ارادہ کرنے کی قسم نہ کھائے، تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی، کیونکہ عادت یہ ہے کہ بیوی والا اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھاتا ہے کسی دوسری عورت کی طلاق کی قسم نہیں کھاتا تو خاوند کی قسم

وذلك لان المطلوب في اللفظ الثاني لعدم الحكم بالطلاق وجود الحلف بان لم ينوبه الطلاق فاذا لم يوجد حكم به قال في الخانية والبرازية قال لها لا تخرجي من الدار الا باذني فاني حلفت بالصلا فخرجت لايقع لعدم ذكر حلفه بطلاقها و يحتمل الحلف بطلاق غيرها فالقول له اھ وفي رد المحتار يفهم منه انه لو لم يقل ذلك (اي لم يحلف انه لم يرد به طلاقها بل طلاق غيرها) تطلق امرأتها لان العادة ان من له امرأة انما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها فقولہ اني حلفت بالطلاق ينصرا اليها ما لم يرد غيرها لانه يحتمل كلامه اھ وتمام تحقیقہ

لے فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الھندیۃ کتاب الایمان نوری کتب خانہ پشاور ۲۷/۴
لے ردالمحتار باب الصریح من کتاب الطلاق دار اچیان التراث العربی بیروت ۲/۴۳۰

طلاق کے متعلق اسکی اپنی بیوی کیلئے ہی ہوگی جب تک دوسری عورت کے ارادے کو ظاہر نہ کرے، کیونکہ دوسری کا بھی احتمال ہے اھ، اس کی مکمل تحقیق ردالمحتار پر ہمارے حاشیہ میں ہے۔ اور پہلے لفظ یعنی "جا" میں طلاق کا حکم لگانے کے لئے، اس کا قسم سے انکا مطلوب ہے کہ میں نے بیوی کی طلاق نہیں مراد لی، جبکہ قسم سے انکار صرف قاضی کے ہاں معتبر ہوتا ہے تو جب قاضی کے سامنے قسم سے انکار کر دے گا تو قاضی طلاق کا حکم کر دے گا، تو یوں انکار کی وجہ سے اسکے کلام میں اضافت حاصل ہو جائیگی، تو دوسرے لفظ کو طلاق پر محمول کرنے کے لئے اسکے اقرار بالنیۃ کی حاجت نہیں کیونکہ وہ اس میں صریح ہے درمختار کے باب کنایات میں کہ نیت نہ ہونے سے متعلق خاوند کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی، اور گھر میں ہی اس قسم لینا کافی ہے اگر وہ قسم سے انکار کرے تو بیوی کو قاضی کے ہاں پیش کرنے کا حق ہوگا اگر وہ قاضی کے ہاں بھی حلف سے انکار کر دے تو قاضی دونوں میں تفریق کر دے گا، مجتبیٰ اھ، طحاوی پھر شامی نے فرمایا کہ قسم سے انکار قاضی

فیما علقناہ علیہ، والمطلوب فی اللفظ الاول لحکم الطلاق بہ نکولہ عن الحلف بانہ لم ینو بہ الطلاق والنکول لایکون الا عند القاضی فاذا نکل عندہ حکم بالطلاق بہ فحصلت الاضافة فی کلامہ فحمل اللفظ الثانی من دون حاجة الی اقرارہ بالنیۃ لکونہ صریحاً قال فی الدر المختار من کنایات والقول لہ بیمنہ فی عدم النیۃ وکیفی تحلیفہا فی منزله فان ابی رفته للحاکم فان نکل فرق بینہما مجتبیٰ قال ط ثم ش فان نکل اع عند القاضی لان النکول عند غیرہ لا یعتبر، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کے ہاں انکار مراد ہے کیونکہ غیر قاضی کے ہاں قسم سے انکار معتبر نہیں ہوتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۹ از سرائے چھبیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ صاحب امام مسجد جامع

۱۹ رمضان ۱۳۳۸ھ

زید نے ہندہ کو طلاق دی، دس بارہ روز بعد نکاح کر کے اُسے پھر رکھ لیا برادری نے

۲۲۴/۱ مطبع مجتبیٰ دہلی
دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۶۵

باب کنایات
" "

۱ در مختار
۲ ردالمحتار

زید کو دیا تو کہا میں نے طلاقِ رجعی دی تھی وہ بھی ایامِ حیض میں جو گواہ وقتِ طلاق موجود تھے وہ حلفی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے تین طلاقیں دیں اور زید بھی حلفی بیان کرتا ہے کہ ہاں طلاق دی مگر یہ نہیں کہتا کہ تین دیں یا ایک مجھے یاد نہیں، قولِ زید ہے کہ عورت سے جو تکرار ہوتی تھی اس لئے دھمکانے کو کاغذ تحریر کر دیا تھا اب عورت و مرد نے کاغذ دونوں چاک کر ڈالے، زید کہتا ہے کہ حشر کا بوجھ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں گواہ غلط بیان کرتے ہیں برادری نے اس زید کو خارج کر دیا ہے اور ^{۲۵}جرمانہ کر دئے تو اب برادری میں اُسے ملا لیں یا عورت کو الگ کر کے ملا دیں اور جرمانہ برادری کا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

طلاق جب دی جائے واقع ہو جائے گی خواہ دھکی مقصود ہو یا کچھ اور صریح لفظ محتاج نیت نہیں ہوتے ان سے نیت کرے یا نہ کرے طلاق ہو جاتی ہے، اگر وہ تین طلاقیں دینے یا لکھنے کا مقرر ہے اور عذر یہ بیان کرتا ہے کہ دھکی مقصود تھی طلاق کی نیت نہ تھی تو بلا شک تین طلاقیں ہو گئیں اور بغیر حلالہ اُسے رکھنا زنا محض ہے، جب تک اُس عورت کو نکال نہ دے اور علانیہ توبہ نہ کرے برادری میں ہرگز نہ ملایا جائے، یونہی اگر وہ مقرر نہ ہو مگر دو گواہ ثقہ متقی عادل شرعی اپنے سامنے تین طلاقیں دینے کی شہادت دیتے ہوں جب بھی تین طلاقیں ہو گئیں، اور حکم یہی ہے جو اوپر گزرا، اگر نہ وہ تین طلاقوں کا اقرار کرتا ہو نہ گواہوں میں دو شخص ثقہ قابل قبول شرع ہوں (مسودہ ناقص ملا) [تاہم خلاصہ کلام متروکہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں زید کے اقرار پر فیصلہ ہوگا۔ مترجم]

مسئلہ از لمکن ضلع برلی مرسلہ قاضی اشفاق حسین صاحب ۲۲ صفر ۱۳۱۶ھ
مع فتوے شخص مجہول غیر مقلد کہ تین طلاقیں ایک جلسہ میں ایک ہی طلاق ہے حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ فتویٰ صحیح ہے یا نہیں اور اس پر عمل جائز ہے یا نہیں؟ ہمیں فقط حضرت پر اطمینان ہے جو حکم ہو اس پر عمل کریں۔ والسلام

الجواب

مکرمی کو مفرماتے قاضی محمد اشفاق صاحب اکرم رحمہ اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
یہ فتویٰ جس کی نسبت فقیر کا مسلک آپ دریافت فرماتے ہیں نظر سے گزرا یہ محض غلط حکم ہے اس پر عمل حرام ہے، یہ نہ صرف ہمارے ائمہ بلکہ چاروں مذاہب کے خلاف ہے، اس کی تفصیل علمائے کرام اپنی تصانیف میں اعلیٰ درجہ پر فرما چکے انھیں باتوں کو جن کے جواب ہزار ہزار بار دے دئے گئے پھر پیش کر دینا حضراتِ وہابیہ کا قدیمی داب ہے، لطف یہ ہے کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت صریح لکھا کہ انھوں نے فتویٰ دیا اور پھر حکمِ خدا و رسول اس کے خلاف تھا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ عمر نے خدا و رسول کا خلاف

نہ کرنا چاہا، حکم خدا اور رسول خود بھی جانتے تھے کہ وہ یہی ہے کیا فتویٰ اپنے گھر سے جو جی میں آئے کہ دینے کا نام ہے یا خدا اور رسول کا حکم بتانا، ان کے اگلوں نے اسی معاملہ میں امیر المؤمنین عمرؓ پر صریح تبراً لکھے ہیں محمد بن اسحاقؒ کی نقل کی اور دعویٰ یہ کہ ہم کسی کے مقلد نہیں، اگر مقلد نہیں ہو تو امام بخاری کی بات مانتی کس آیت و حدیث نے فرض کی امام بخاری سے پہلے جو ائمہ کرام امام مالک و امام ہشام بن عروہ کہ تبع تابعین تھے اور امام بخاری سے علم حدیث و علم فقہ ہر بات میں بدرجہا افضل و اعلیٰ تھے، اور ان کے سوا اور ائمہ نے جو قسمیں کھا کھا کر فرمایا کہ ابن اسحاق دجال کذاب ہے، وہ کیوں نہ مانے۔ اس سے مقصود یہ کہ یہ حضرات جہاں جس کی بات مطلب کی دیکھتے ہیں اُس کا کلام وحی قرآن و حدیث ٹھہرا لیتے ہیں ورنہ پھینک دیتے ہیں کہ ہم کسی کے مقلد نہیں، والسلام!

مسئلہ از بلرام پور ضلع گونڈہ محلہ پورنیا تالاب متصل تنیم خانہ فرسلسہ نذر محمد آتشباز ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں ایک مجمع میں دیں۔ ہندہ عرصہ پانچ ماہ تک اپنے باپ کے گھر رہی، پانچ مہینے کے بعد پھر زید کے گھر چلی گئی اور عرصہ دراز تک زید کے گھر رہی، ہندہ کو جب تین طلاق کا مسئلہ معلوم ہوا تو زید سے منہ موڑنا چاہا تب زید قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نے ایک طلاق دی تھی اور ایک مہینہ کے بعد رجعت کر لی تھی، ہندہ رجعت کی منکر ہے اور تین طلاق پر گواہ رکھتی ہے، ایسے وقت میں ہندہ کے گواہ معتبر ہوں گے یا زید کی قسم معتبر ہوگی۔

(۲) اگر عورت نے شہادت پیش کر کے کچھری انگریزی سے ڈگری اپنی طلاق کی حاصل کر لے تو یہ عورت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا اب تک پہلے ہی شوہر کی منکوحہ رہے گی۔

(۳) تین طلاق یا طلاق کچھری انگریزی کی صورت میں اگر کچھ لوگ شوہر کی طرف داری کر کے عورت کو لوٹانا چاہیں تو کیا حکم ہے، ان لوگوں کے ساتھ میل جول جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ایسی صورت میں ہندہ کے گواہ معتبر ہیں جبکہ قابل قبول شرع ہوں اور زید کی قسم پر کچھ لحاظ نہ ہوگا ہاں اگر گواہ ناقابل قبول ہوں تو زید کی قسم معتبر ہوگی پھر اگر ہندہ اپنے ذاتی یقینی علم سے جانتی ہے کہ زید نے اسے تین طلاقیں دی ہیں تو اسے جائز نہ ہوگا کہ زید کے ساتھ رہے ناچار اپنا مہر یا مال دے کر جس طرح ممکن ہو طلاق بائن لے اور یہ بھی ناممکن ہو تو زید سے دُور بھاگے اور یہ بھی ناممکن ہو تو وبال زید

عہ اصل میں بیاض ہے ۱۲۔

ہرے جب تک کہ ہندہ راضی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۳۹ھ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ،
(۱) زید کا ہندہ کو تین بار طلاق دینا ایک طلاق کا حکم رکھتا ہے یا تینوں طلاق واقع ہو گئیں اور حلالہ کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

(۲) باوجود ممانعت زید کا نہ ماننا اور صریح لفظوں میں تین بار یہ کہنا کہ میں نے طلاق دیا، ایسی صورت میں نیت پر طلاق کا مدار رہے گا یا نہیں؟ اور زید کا یہ قول کہ لوٹانے کی نیت تھی معتبر ہوگا۔
(۳) بہ نیت حلالہ خالد و ہندہ کو سمجھا کر راضی کرنا اور بدون اجازت ولی ہر دو کا برضا ایجاب و قبول کر لینا یہ نکاح جائز ہو یا ناجائز؟

(۴) اگر خالد کا نکاح درست ہے تو بغیر خالد کے طلاق دینے یا بغیر صحبت کئے وعدت گزارے شوہر اول سے ہندہ کا نکاح کر دینا اور میاں بیوی کی طرح دونوں کا اکٹھا رہنا کیسا ہے اور نکاح کرانے والے حضرات اور جو لوگ اس نکاح سے راضی ہیں اور جو ایسے آدمی سے میل جول رکھتے ہیں ان کے لئے کیا وعید اور حکم شرعی ہے؟

(۵) بالفاظ مرقومہ بالا حلالہ کی ترغیب دلانے والے کے لئے کیا حکم شرعی ہے؟
(۶) خلاف واقع جھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق بنانے اور رسم قدیم نہ لوٹنے اور اپنی مونچھ کزنا رکھنے کے لئے اور حلال و حرام کی پرواہ نہ کرنے والے کے واسطے حکم شرعی کیا ہے؟
(۷) لڑکی ولڑکا حد بلوغت کو کتنے برس کے بعد ہوتے ہیں، اور جب بالغ دونوں ہیں تو اپنے نکاح کے مختار ہیں کہ نہیں کہ اس میں بھی ولی کی ضرورت ہے کہ نہیں؟

الجواب

(۱) بلاشبہ باجماع ائمہ اربع تین طلاقیں ہو گئیں اور بے حلالہ وہ اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی
قال اللہ تعالیٰ،

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح
نرجا غیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر تیسری طلاق دے دی تو بیوی اس کے بعد حلال نہ ہوگی تا وقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۲) اس صورت میں لوٹانے کی نیت حکم الہی کو بدلنا ہے اور یہ الفاظ صریح ہیں صریح میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی، جس نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ رجعت کی نیت تھی تو ایک رجعتی ہوئی وہ گمراہ ہے۔

(۳) اگر خالد ہندہ کا کفو تھا یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم نہ تھا کہ ہندہ کا اُس سے نکاح اس کمی کے سبب اولیائے ہندہ کے لئے ننگ و عار ہو اور اُنھوں نے دو گواہوں کے سامنے جو سنتے اور سمجھتے تھے ایجاب و قبول کر لیا تو نکاح صحیح ہو گیا اجازتِ ولی کی کوئی حاجت نہ تھی،

اذ لا ولاية مجبرة على البالغين كما نصوا
کیونکہ بالغ حضرات پر کسی کو جبری ولایت نہیں
ہے جیسا کہ تمام کتب میں نصوص ہیں (ت)

(۴) بحالتِ صحت نکاح خالد ظاہر ہے کہ بے طلاق وہ کسی سے نکاح نہیں کر سکتی۔

قال تعالى والمحصنت من النساء
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شادی شدہ (منکوتہ) عورتیں

دوسروں کے لئے حرام ہیں (ت)

اور اگر خالد بے صحت کئے طلاق دے بھی دے جب بھی ہرگز شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔

قال صلى الله تعالى عليه لا تحلين لزوجك الاول
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے عورت! حلال نہیں

پہلے شوہر کیلئے جب تک دوسرا خاوند تیرا اور تو اس کا مزہ

بہ چکھ لے (یعنی جماع نہ کر لو)۔ (ت)

جن لوگوں نے دانستہ یہ نکاح کر دیا سب زنا کے دلال ہوئے اور زید و ہندہ زانی و زانیہ۔ اور اُن سب کے لئے عذابِ شدید و نارِ جہنم کی وعید ہے، یونہی وہ جو اس سے نکاح پر راضی ہوئے، نکاح نہیں زنا پر راضی ہوئے۔

والرضا بالحرام حرام وقد يكون كفرا
حرام فعل پر رضا حرام ہے اور کبھی یہ رضا کفر ہوتی ہے

والعياذ بالله تعالى۔ (ت)

ان سب سے مسلمانوں کو میل جول منع ہے، قال تعالى:

واما ينسبك الشيطان فلا تقعد بعد
خبردار شیطان تجھے بھلا دیتا ہے یا دہونے پر

لہ القرآن ۳۴/۴

باب لم تحرم ما اهل اللہ لک

قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۹۲/۲

الذکری مع القوم الظالمین۔
ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)
اُن سے میل جول کرنے والے اگر اس نکاح پر راضی یا اُسے ہلکا جانتے ہیں تو اُن کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

(۵) اگر اُس نے زن و شوہر میں اصلاح اور اُن کی مشکل کشائی کی نیت سے ترغیب دلائی تو اس پر الزام نہیں بلکہ باعثِ اجر و ثواب ہے۔

(۶) جھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق یا ناحق کو حق بنانا یہودیوں کی خصلت ہے۔
قال اللہ تعالیٰ ولا تلبسوا الحق بالباطل
اور دیدہ و دانستہ حق کو نہ چھپاؤ۔ (ت)
و تکتبوا الحق وانتم تعلمون۔

رسمِ باطل کی پیروی کے لئے حلال و حرام کی پروا نہ کرنا کافروں کی عادت ہے۔ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباؤنا (کفار نے کہا بلکہ ہم اپنے آباء و اجداد کی پیروی کریں گے۔ ت)

(۷) لڑکے اور لڑکی کو جب آثارِ بلوغ ظاہر ہوں مثلاً لڑکے کو احتلام ہو اور لڑکی کو حیض آئے اُس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر آثار ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے سے بالغ سمجھے جائیں گے
کما فی الدر المختار و عامۃ الاسفار (جیسا کہ در مختار اور عام کتب میں ہے۔ ت) بالغ کو اپنے نکاح میں ولی کی اصلاح ضرورت نہیں یونہی بالغہ کو جبکہ نکاح کفو سے ہو یا غیر کفو سے ہو تو اس کا کوئی ولی نہ ہو، ورنہ جب تک ولی قبل نکاح اس غیر کفو کو غیر کفو جان کر صریح اجازت نہ دے گا بالغہ کا نکاح صحیح نہ ہوگا،

فی الدر المختار و لفتی فی غیر الکفو بعدہ
جو انراہ اصلاً لفساد الزمان۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
در مختار میں ہے: زمانہ کے فساد کی بنا پر غیر کفو میں نکاح اصلاً جائز نہ ہونے پر فتویٰ دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

اور ایک بات یہ بھی قابلِ بیان رہی کہ وہ جس نے استہزار کہا تھا چھوٹی کتاب میں جائز لکھا ہے وہ بھی سخت گنہگار ہوا تو بہ فرض ہے مسئلہ شرعیہ استہزار کا محل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۰ القرآن الکریم ۶/۶۸

۱۱ " " ۲/۲۲

۱۲ " " ۲/۱۰

۱۳ در مختار باب الولی

مسئلہ ۱۸۱ از ڈھاکہ پی ضلع نوگانوں ملک آسام مرسلہ عبد السبحان صاحب۔ اربع الاول شریف ۱۳۳۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تمیز الدین اپنی منکوحہ سراج النساء کی حقیقی بہن
 پر عاشق ہو کر ایک رات مولوی اسرائیل علی صاحب و محمد اسرافیل بیوپاری اور تمیز الدین بیوپاری اور
 عبد الغفار خیاط کو اپنے گھر میں بلا لے جا کر کہا کہ آپ لوگ میری سالی کے ساتھ میرا عقد پڑھا دیجئے، تب
 یہ لوگ پوچھے کہ تم اپنی بی بی کی موجودگی میں اس کی حقیقی بہن کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتے ہو اس وقت
 تمیز نے کہا تین روز قبل میں اپنی بیوی کو طلاق دے دیا کسی نے ان میں سے تمیز الدین کو پوچھا تم نے کس طرح پر
 طلاق دیا وہ جواب دیا کہ میں اپنی منکوحہ کو اس طرح پر طلاق دیا کہ تم کو ایک طلاق دو طلاق تین طلاق بائن یا
 اس وقت اس کا بیوی پس پردہ حاضر تھی شاہد مذکورین نے اس سے سوال کیا تجھ کو طلاق بلا وہ صاف جواب
 دی کہ مجھ کو طلاق ملا اس کی بعد مولوی صاحب مذکور وغیرہم عقد پڑھا کہ چلے آئے اور تمیز الدین کی ساس نے
 صبح کو اپنی چھوٹی لڑکی جس پر تمیز الدین نے عاشق ہو کر عقد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا تمیز الدین کے گھر سے اپنے گھر
 میں لگتی کئے روز بعد تمیز الدین جو اپنی بیوی کو علیحدہ رکھا تھا اس سے ہمبستر ہونا شروع کیا تب لوگوں نے
 پوچھا تم اپنی منکوحہ کو طلاق دے کر حاضران محفل میں اقرار بھی کر چکے اب حرامی کیوں کرتے ہو تب تمیز الدین نے
 جواب دیا موافق شرع کے میں اپنی منکوحہ کو طلاق نہیں دیا بلکہ ایک کاغذ میں لکھ کر الماری پر رکھا تھا اس کو
 میری بیوی مکان صاف کرنے کے وقت پائی اور وہ عوام الناس میں شور مچائی فی الحقیقت میں زبان سے طلاق
 نہیں دیا اس صورت میں طلاق واقع ہو گیا کہ نہیں اگر واقع میں ہو تو کس روز طلاق واقع ہوگا۔ بینوا تو جروا

الجواب

صورت مذکور میں تمیز الدین اللہ ورسول کا سخت گنہگار اور زانی حرامکار ہے وہ صاف صاف تین
 طلاق کا اقرار کر چکا اب اس سے پھرنے کا اسے کوئی اختیار نہیں، پہلی عورت اس پر ہمیشہ کو حرام ہوگی
 جب تک حلالہ نہ ہو ان مرد و عورت پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں اور اگر نہ مانیں تو مسلمان ان کو چھوڑیں
 کہ وہ زانی اور زانیہ ہیں۔ ردالمحتار میں ہے :
 لو وطئ معتدته من الثلاث عالماً بحرمتهما
 فانہ نرناً یحد بہ۔
 اگر تین طلاق کے بعد بیوی سے عدت میں جماع کیا تو
 زنا ہوگا اور اس کو اس پر حد لگائی جائے گی بشرطیکہ
 خاوند کو اس کے حرام ہونے کا علم ہو۔ (ت)

اور دوسری سے جو نکاح کیا وہ بھی حرام و باطل ہے کہ بہن کی عدت میں بھی دوسری بہن سے نکاح حرام ہے۔

در مختار میں ہے : حرمة الجمع بین المحارم نکاحاً و عدتاً لہ
محرم عورتوں کو جمع کرنا حرام ہے نکاح میں اور عدت میں۔ (ت)

وہ لوگ کہ صرف طلاق سن کر عدت میں نکاح پڑھا آئے سب گنہگار ہوئے سب پر تو بہ فرض ہے۔
مسئلہ ۱۸۲ از لکھنؤ محلہ چارباغ بالنسند ہی مرسلہ شاہ نعیم اللہ فخری حشتی نظامی قادری سہروردی
۱۸۳

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ

کتاب ارشاد الطالبین، فقیہ سید علی ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے جو بعینہ نقل کی جاتی ہے کہ :
ارے بیٹے! چاروں مذہب حق ہیں، یہ عقیدہ فرض
ہے۔ ان کا اختلاف رحمت ہے، یہ اختلاف ^{لغت} منی
پر مبنی نہیں ہے کیونکہ آسانی کے لئے اختلاف
کرتے ہیں، کسی حنفی کو نہ چاہئے کہ وہ کہے کہ شافعی
سے مجھے کیا کام، کیونکہ ضرورت کے وقت ایک
مذہب چھوڑ کر دوسرے مذہب کی پیروی جائز ہے
جس طرح کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب میں پیدل حج
جائز نہیں ہے، لہذا علماء حاجی کو امام مالک
رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر پیدل حج کا کہیں
کیونکہ ان کے مذہب میں پیدل حج جائز ہے،
اور جب عرفات میں پہنچ جائے تو پھر حنفی مذہب
اپنالے، اور یونہی اگر کوئی شخص تین طلاق دی ہوئی
بیوی کے لئے حیلہ کرنا چاہے تو چاہئے کہ اس
طلاق دینے والے سے ایمان کے ارکان و احکام پوچھے
جائیں اگر وہ بتائے تو پھر اس سے نماز کے احکام و
ارکان پوچھے جائیں، اگر نہ بتا سکے تو وہ بغیر حلالہ
اپنی مطلقہ سے نکاح کر لے اگر وہ بھی بتا دے تو اس کو امام احمد کے مذہب پر پابند کریں کیونکہ ان کے مذہب

یہاں اے فرزند کہ ہر چہ ہر مذہب حق اندوہ ناستن
آن فرض ست و اختلاف در میان ایشان اختلاف
برحمت ست نہ اختلاف بعداوت کہ الاختلاف
راحت گفتہ اند و حنفی مذہب را شاید کہ گویدم الشافعی
چہ کارست زیرا کہ در ہنگام ضرورت از مذہب مجذوب
انتقال کردہ شود چنانکہ کج رفتن پیادہ بمذہب امام
ابوحنیفہ روانیست پس عالمان حاجی ماشی بمذہب
مالک می سیراند کہ در مذہب اورواست و چون
بعرفات حاضر شد باز بمذہب ابوحنیفہ میگردد ایضا
چوں کہ مطلقہ ثلثہ را حیلہ بکنند باید کہ اورا از احکام
ارکان ایمان پرسید تا بے تحلیل نکاح جدید کند و اگر
ہماں را نیز میدانند باید کہ اورا در مذہب امام احمد
آرد کہ در مذہب او حق تعالیٰ را بذات و صفات
شناختن فرض ست اگر آنرا میدانند نکاح جدید کند
و اگر آنرا نیز میدانند اس ہنگام تحلیل باید کرد۔ عبارت
ارشاد الطالبین ختم۔

۱۸۸/۱ مطبع مجتہبی دہلی فصل فی المحرمات لے در مختار

پر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا جاننا ضروری اور فرض ہے، اگر ذات و صفات باری تعالیٰ نہ بتا سکے تو وہ بیوی سے بغیر حلالہ دوبارہ نکاح کر لے، اور اگر صفات و ذات باری تعالیٰ کو جانتا ہو تو پھر اس کو حلالہ کرنا ہوگا۔ ارشاد الطالبین کی عبارت ختم ہوتی۔ (ت)

یہ کتاب (ارشاد الطالبین) مولوی حافظ محمد جان صاحب فرنگی محلّی معلم مدرسہ مولوی عین القضاة صاحب کی خدمت میں پیش کی گئی انھوں نے کہا کہ جو کچھ لکھا ہے وہ درست ہے عند الضرورة شرعی ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں انتقال کرنا جائز ہے، ایک جلسہ میں اگر تین طلاق دی جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک طلاق ہو جاتی ہے مگر اور ائمہ کے نزدیک طلاق نہیں ہوتی، لہذا عند الضرورة دوسرے مذہب میں انتقال کرنے سے طلاق نہیں ہوگی، اسی طریق پر اگر کسی عورت کا شوہر مفقود الخیر ہو جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ۹۰ برس کے بعد اس کا دوسرا عقد ہو سکتا ہے مگر اور ائمہ کے نزدیک چار برس کے بعد اس کو عدت بٹھلا دیا جائے اور بعد گزرنے میں عادت کے اس کا دوسرا عقد کیا جا سکتا ہے پس عند الضرورة شرعی جو عورت کہ پابند مذہب امام ابوحنیفہ ہے دوسرے ائمہ کے مذہب میں انتقال کر کے اس طریق پر نکاح جدید کر سکتی ہے، پر انتقال کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کو اس مذہب میں فرض کر لے اور ضرورت شرعی اسے کہتے ہیں کہ مثلاً مطلقہ کا عقد نہ ہونے پر خوف ہے کہ وہ ارتکاب زنا کرے اور اس طرح سے مبتلائے گناہ ہو جائے، یا اس طرح کی کوئی اور خرابی پیش آئے، لہذا ایسی صورت میں مطلع صاف ہے مذہب امام احمد میں لا کر عقد جدید کر سکتا ہے۔

(۱) مولوی صاحب نے جو فرمایا کہ وہ عورت جو کہ پابند مذہب امام ابوحنیفہ ہے اس کو دوسرے مذہب میں انتقال کرنا جائز ہے، مولوی حافظ محمد جان اور مولوی فقیہ سید علی کا قول کس مذہب کے اصول سے ہے اور اصل مقصد کیا ہے۔

(۲) جو عورت کہ پابند نہ ہو کسی مذہب خاص کی رو سے کیا کرنا چاہئے حالانکہ وہ اپنے آپ کو گروہِ سلام سے سمجھتی ہے اور دعویٰ مذہب حنفیہ، باوجود اس دعویٰ کے سماع بالمرزا میر مذہب شافعیہ سے گروہِ خاصان میں سے انتخاب کر کے اپنے اوپر روارکھا ہم بریں بالائے طاق وہ گانا بجانا جس میں اشتعال نفسانی ہو اور ہوس شیطانی پڑیں اور ہر مذہب میں وہ سراسر حرام پایا گیا اس کا بھی وہ ارتکاب کرتی ہو اور جہالتِ زمانہ سے رسوم گراں و کافراں برتی ہے کیسے پابندی مذہب حنفیہ ایسے پر نامزد ہو سکتی ہے دعویٰ پابندی مذہب خصوصیت کا باطل، لہذا ایسی عورت کو مذہب امام احمد میں فرض کر لینا جائز ہے یا فی الواقع اتباع ضروری چونکہ فتویٰ یہاں خدمت میں جناب مولانا مولوی عبدالکافی صاحب مدظلہ العالی کے

پیش کیا گیا مولانا موصوف نے فرمایا، حضور میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بھیجا جائے لہذا مستدعی کہ جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

الجواب

یہ مہملات ہیں اور شریعت پر جرأت اور ایک مسلمان کو خواہی نخواستہ کفر میں دھکیلنا اور یہ چاہنا کہ جس طرح بنے اسے کافر کر لیں، ائمہ دین تو یہ تصریح فرماتے ہیں کہ جاہلوں سے اگر کوئی مسئلہ ذات و صفات عقائد اسلامیہ کے متعلق پوچھو تو جواب پہلے بتا دو نہ کہ اس سے دقیق مسائل ذات و صفات پوچھے جائیں کہ کسی طرح اُسے کافر بنا لیا جائے، ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ ائمہ دین فرماتے ہیں جو کسی مسلمان کی نسبت یہ چاہے کہ اس سے کفر صادر ہو وہ کفر کرے یا نہ کرے یہ ابھی کافر ہو گیا کہ مسلمان کا کافر ہونا چاہا اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ جس مصیبت کے واسطے یہ بلائے عظیم اور ٹھنی چاہی وہ دو دو جہ سے بدستور رہی ایک تو یہ محض کذب اور جھوٹ اور شریعت پر افراتہ ہے کہ تین طلاق کی مطلقہ اگر کفر کرے تو حلالہ کی حاجت نہیں اگر کفر کرے گی تو دوسری حرمت ہوگئی ایک تو تین طلاق کی تھی وہ خاص اسی کے لئے تھی اور دوسری اس کے مرتد ہونے کی ہوتی کہ اب وہ جہان بھر میں کسی مسلمان کسی کافر کسی مرتد کسی آدمی کسی جانور کے نکاح کے قابل نہ رہی، مرتدہ کا نکاح جہان بھر میں کسی سے نہیں ہو سکتا نہ مرتدہ کا، جس سے ہوگا زنا محض ہوگا کما فی العلمگیریۃ وغیرہا (جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے۔ ت۔) اور اگر اُسے کافر کر کے پھر مسلمان کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ اب حلالہ کی حاجت نہ رہی تو یہ بھی محض ہو سکتا ہے حلالہ ضرور کرنا ہوگا اور بغیر حلالہ قطعاً حرام، ایک تو یہ بھاری مصیبت ہوئی دوسرے وہ سب سے سخت پہاڑ ٹوٹا کہ یہ اس کا کفر چاہنے والے اس سے پہلے کافر مرتد ہو گئے، اور اب دنیا میں کسی سے اُس کا نکاح حلال نہ رہا، اگر اب مسلمان ہوا اور یہ سمجھے کہ اب مجھے حلالہ کی حاجت نہ ہوگی تو یہ وہی ہوس ملعون ہے حلالہ اُن کی دم سے بندھا ہوا ہے ہرگز پھیپانہ چھوڑے گا تو کھایا اور کال بھی نہ کٹا، اور کھایا بھی کیسا کہ آپ بھی مرتد عورت بھی مرتد، انا للہ وانا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ت۔) سید علی ترمذی کی کوئی کتاب ارشاد الطالبین ہمیں نہیں معلوم، اور ہو بھی تو حکم، علی ترمذی کا نہیں محمد مدنی کا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اس کی تفصیل میں کلام کثیر ہے مگر اس کے بعد زیادہ تطویل کی حاجت نہیں۔ درخانہ اگر کس است یک حرف بس است (اگر خانہ عقل میں کچھ سوچو تو اشارہ ایک حرف بھی کافی ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۴ از موضع گیلانی ڈاکخانہ بریگھریلوے اسٹیشن لکھی سرانے مرسلہ ضمیر الحسن صاحب

۲۱ شوال ۱۳۱۵ھ

تمامی علمائے ہند کی خدمت میں گزارش ہے کہ برابر بزرگان سے سنتے چلے آتے تھے کہ تین طلاق ایک جلسے میں دی جائے یا جلسات متفرقہ میں، طلاق مغلطہ پڑے گی، لیکن بالفعل لوگوں نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر ایک جلسے میں تین طلاق دی جائے رجبی پڑے گی، جو لوگ بیچارے مسکین عمر کی تائید کرتے ہیں گمراہ کرتے ہیں۔

الجواب

المجیب مصیب فی الواقع مذہب منصور و مشرب جمہور و قول ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم یہی ہے کہ صورت مذکورہ میں تین طلاقیں واقع ہوں گی، ائمہ کرام و علمائے اعلام شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم بخت تمام فرما چکے، اب با تبارع ابن قیم ظاہری المذہب فاسد المشرب سواد اعظم امت و حق واضح کی مخالفت نہ کرے گا الا من سفہ نفسه (مگروہ جس نے اپنے آپ کو بیوقوف بنایا ہو۔ ت) اور امیر المؤمنین غیظ المنافقین امام العادلین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اجل و ارفع میں کلمات گستاخی بکنے اور ان کے مؤید کو گمراہ کرنے والا کھلا رافضی ہے خدا لہم اللہ تعالیٰ، و سيعلم الذين ظلموا ای منقلب ینقلبون (اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل کرے، اور عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ وہ کس طرف بٹے ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۵ از رامپور متصل مراد آباد محلہ ملا ظریف مرسلہ مولوی ریاست حسین خان صاحب

۴ رمضان ۱۳۱۵ھ

بخدمت شریف جناب مولوی صاحب دامت فیوضہم بعد سلام مستنون التماس محزون اینکہ برائے جواب مسئلہ اشد ضرورت است اگر بزود

بخدمت شریف جناب مولوی صاحب دامت فیوضہم بعد سلام مستنون پریشان حال کا التماس یہ ہے کہ ایک مسئلہ کا جواب اشد ضروری

عہ با او جواب مولوی ابو النصر گیلانی بودایں دو حرف در تصویبش نوشتہ شد ۱۲ (م)

یہ جواب بعینہ وہی جواب ہے جو ابو النصر گیلانی نے دیا ہے یہ دو حرف اس کی درستگی سے متعلق لکھے گئے ہیں (ت) ۱۲

لہ القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷

تحریر فرمودہ عنایت فرمایند از عنایت و احسان
بعید نخواہد شد و مردمان بسیار دعا سازند فیصلہ
دریں باب در میان فریقین تحریر آنجناب قرار یافتہ
است و عبارت خلاصۃ التفاسیر منقولہ از تفسیر
احمدی :

ہے ، اگر جلدی تحریر فرمادیں تو مہربانی ہوگی ، یہ آپ
کی مہربانی اور احسان سے بعید نہ ہوگا ، اور لوگ
بہت دعائیں دیں گے ، اس بارے میں فریقین
میں فیصلہ آپ کی تحریر پر طے ہوا ہے ، اور
تفسیر احمدی سے منقول خلاصۃ التفاسیر کی عبارت
یہ ہے :

چونکہ عد و طلاق کے جاہلیت میں مقرر نہ تھے جس قدر چاہتے تھے طلاق دیتے یہاں تک کہ ایک عورت ام المؤمنین
عائشہ کے پاس آئی اور اپنے شوہر کے بار بار رجوع کرنے کی شکایت کی یعنی طلاق دی جب عدت پوری ہونے
آئی رجوع کیا پھر طلاق دی یونہی اسے معلق چھوڑ دیا تھا حضرت صدیقہ نے حضور میں عرض کیا حتی سبحانہ
و تعالیٰ نے نازل فرمایا الطلاق مرتین الخ

اردو کی وجہ سے فریقین ایک مسئلہ پر متفق نہ ہو سکے
اگر تفسیر احمدی کی اصل عبارت ہوتی تو فیصلہ کے
قابل ہوتی ، اب آپ سے امید ہے کہ جناب
کتب کی عبارت تحریر فرما کر سرفراز فرمائیں گے
والسلام۔ (ت)

بباعث اردو قابل تسلیم فریقین در یک مسئلہ ہم
قرار نیافتہ۔ اگر عبارت تفسیر احمدی مرقوم بودے
قابل فیصلہ شدے انکوں امید دارم کہ آنحضرت
تحریر عبارت کتب سرفراز نمودہ فیصلہ فرمائیںد،
والسلام۔

زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دی اور
عدت میں رجوع کر لیا ، اور دو سال گزارنے
کے بعد پھر ایک طلاق رجعی دی اور عدت میں
رجوع کر لیا ، تین سال گھر رکھنے کے بعد پھر ایک
طلاق دی اب زید مذکورہ بیوی کو نئے شخص سے
نکاح اور حلالہ کے بغیر نکاح میں دوبارہ لاسکتا
ہے یا نہیں ؟ بیان کرو اور اجر پاد۔ (ت)

زید زوجہ خود را یک طلاق رجعی دادہ در عدت
رجوع کردہ با او دو سال زندگانی کردہ باز یک
طلاق رجعی دادہ در عدت رجوع کردہ سه سال
اور ابخاندہ خود داشت بعدہ باز یک طلاق رجعی داد
انکوں زید زوجہ مذکورہ را بلا تحلیل تنس مستعار
در نکاح خود تو او آورد یا نہ ؟ بیسوا تو جروا۔

الجواب

دوسرے شخص سے نکاح اور پھر جماع کے بعد
طلاق ہو یا دوسرا شخص فوت ہو جائے اور اس

حرام ست بالنص والابجماع تا بنکاح شوہرے
دیگر در آید و شہد اور اذوق نماید و او طلاقش

کی عدت پوری ہو جانے کے بغیر دوبارہ نہ بیکار مذکورہ بیوی سے نکاح حرام ہے یہ حرمت نص قرآن اور اجماع سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دو طلاقیں دی ہیں تو بیوی کو بھلائی کرتے ہوئے روک لے یا احسان کرتے ہوئے چھوڑ دے۔ تا۔ اگر تیسری طلاق دی تو مطلقہ بیوی اس کے بعد حلال نہ ہوگی تا وقتیکہ وہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے پس اگر اس نے طلاق دے دی تو دونوں پر رجوع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے الایۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورت تو پہلے خاوند کیلئے حلال نہ ہوگی حتیٰ کہ دوسرے خاوند کا اور وہ تیرا مزہ نہ چکھ لے یعنی جماع نہ کر لے۔ اور معالم التنزیل میں عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابتداء میں لوگ بے حساب اور لا تعداد طلاقیں دیا کرتے تھے، اور مرد بیوی کو طلاق دیتا تو جب عدت پورا ہونے کے قریب ہوتی تو پھر طلاق دیتا اور پونہی بار بار کرتا اور مقصد بیوی کو پریشان کرنا ہوتا تھا، تو اس واقعہ پر قرآن پاک کی آیہ کریمہ الطلاق مرتین الایۃ نازل ہوئی، یعنی وہ طلاق جس کے بعد خاوند رجوع کر سکتا ہے، دو طلاقیں ہیں، تو جب تیسری طلاق دے دے تو اب دوسرے سے

وہدیا میردو عدتس فراغ پذیر و قال تعالیٰ الطلاق مرتین فامساک بمعروف او تصریح باحسان الی قوله عز وجل فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح نرجا غیرہ فان طلقها فلا جناح علیہما ان یتراجعا الایۃ، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تحلین لزوجک الاول حتی یدوق الاخر عسیلتک وتذوق عسیلتہ، و فی المعالم عن عروۃ کانت الناس فی الابداء یطلقون من غیر حصر ولا عدد و کانت الرجل یطلق امرأته فاذا قاربت انقضاء عدتها ساجعها ثم طلقها كذلك ثم ساجعها یقصد مضارتها فنزلت هذه الایۃ الطلاق مرتین یعنی الطلاق الذی یملک الرجعة عقبہ مرتات فاذا طلق ثلاثا فلا تحل

۱۔ القرآن الکریم

۲/۲۲۹

۲۔ صحیح بخاری

۲/۲۳۰

باب لم تحرم ما اعلی اللہ لک

۳۔ صحیح بخاری

قدیمی کتب خانہ کراچی

۲/۷۹۲

له الا بعد نكاح نزوج غيره اه والمسئلة
اوضح من ان توضح - والله سبحانه و
تعالى اعلم و علم جل مجداه اتم

نكاح کے بغیر اس کے لئے حلال نہیں ہے اور
مسئلہ وضاحت کا محتاج نہیں۔ (ت) واللہ
سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علم جل مجدہ
اتم واحکم۔

وا حکم۔

مسئلہ ۱۸۷ از ضلع خاندیس پشم بھاگ تعلقہ تلودھا ڈاکخانہ لگر مندھا سوستان کاٹھی مقام عکلو
۱۸۷

مرسلہ محمد اسمعیل صاحب
۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) حلالے کے بارے میں ایک شخص نے نکاح کیا اور پہلی بی بی کا حق کُل نہیں ادا کیا وہاں پر قاضی نہیں
ہے، اپنے مکان کے لوگ آپ ہی قاضی آپ ہی وکیل آپ ہی گواہ، جس شخص نے پہلے نکاح کیا اس نے
خوشی سے طلاق دیا اور اس عورت نے خوشی سے طلاق لیا، بعد دس روز اسی عورت اور وہی دھنی ایک جگہ
رہنے لگے، اور اس شخص طلاق دے کر تین مہینے رکھا، پھر تین مہینے بعد حلالہ کیا، حلالہ کرنے والا جو شخص تھا
اُس کی بی بی رضا نہیں دی، رضا لینے کے واسطے اپنی بی بی کو مارا، تو بی بی نے زبردستی سے رضادی،
اُس کا حلالہ درست ہوا کہ نہیں؟

(۲) ایک دوسرا آدمی ایک عورت لے کے بھاگ گیا، اُس کی ڈولڑ کیاں تھیں، دو برس
بغیر نکاح کے اُس عورت کو رکھا، بعد دو برس کے لڑکی ہو شیار ہو گئی، اُس عورت کو چھوڑ کر بیٹی کو رکھنے لگا
اُس شخص کے حرام سے ایک لڑکی ایک لڑکا پیدا ہوئے، سو یہاں کے بچوں نے جماعت سے باہر کر دیا
سو اس لڑکی سے بھی نکاح نہیں ہوا ہے، بعد بارہ مہینے کے جماعت کے آدھے لوگ اُس کو ہمراہ لے گئے
اور وہی لوگ کہتے تھے اس کا منہ دیکھنا روا نہیں ہے اب وہی لوگ اس کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں
اس کے بارے میں مسئلہ کیا کہتا ہے، اور یہاں اسلام کی ٹھٹھول کرتے ہیں اور کسی کو یہ خیال نہیں ہے
کہ ہم اسلام کی مشکری کریں گے تو ہمارے کیا حال ہوں گے، اس پر حضرت رسول خدا (صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم) کی شریعت کا کیا بیان ہے؟

الجواب

(۱) شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دی ہوں ایک دفعہ میں خواہ
برسوں میں کہ ایک کبھی دی اور رجعت کر لی پھر دوسری دی اور رجعت کر لی اب تیسری دی دونوں سورتوں

لے معالم التنزیل علیٰ ما مش تفسیر الخازن تفسیر آیۃ الطلاق مرتان مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۲۲۷

میں عورت اُس پر بغیر حلالہ حرام ہے۔ حلالہ کے یہ معنی ہیں کہ اُس طلاق کے بعد عورت اگر حیض والی ہے تو اُسے تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں، اور اگر حیض والی نہیں مثلاً نو برس سے کم عمر کی لڑکی ہے یا بچپن برس سے زائد عمر کی عورت ہے اور اس طلاق کے بعد تین مہینے کامل گزر جائیں یا اگر حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہو لے، اس وقت اس طلاق کی عدت سے نکلے گی، اُس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح بروجہ صحیح کرے یعنی وہ شوہر ثانی اس کا کفو ہو کہ مذہب، نسب، چال چلن، پیشہ کسی میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس سے اُس عورت کا نکاح عورت کے اولیاء کے لئے باعثِ بدنامی ہو، یا اگر ایسا کم ہے تو عورت کا ولی نکاح ہونے سے پہلے اس کو یہ جان کر کہ یہ کفو نہیں ہے اس کے ساتھ نکاح کی بالیقین اجازت دے دے، یا یہ ہو کہ عورت بالغہ کا کوئی ولی ہی نہ ہو تو عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کر لے، اور ولی نے اسے غیر کفو جان کر نکاح سے پہلے صریح اجازت نہ دی تو نکاح ہی نہ ہوگا۔ یونہی لڑکی اگر نابالغہ ہے اور اس کے نہ باپ ہے نہ دادا بھائی چچا وغیرہ ولی ہیں، لوگوں نے کسی غیر کفو سے اُس کا نکاح کر دیا جب بھی نکاح نہ ہوگا، غرض جب شوہر ثانی سے نکاح صحیح طور پر واقع ہو اور وہ اس سے ہمبستری بھی کر لے اور اُس کے بعد وہ طلاق دے اور اُس طلاق کی عدت اسی طرح گزرے کہ تین حیض ہوں اور حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے، اور حمل رہ جائے تو بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کے بعد پہلا شوہر اُس سے نکاح کر سکتا ہے، ان میں سے ایک بات بھی کم ہوگی تو وہ نکاح نہ ہوگا زنا ہوگا، ہاں نکاح کے لئے چاہے وہ شوہر ثانی سے ہو یا پہلے سے قاضی یا وکیل یا برادری کے لوگوں کی ضرورت نہیں فقط مرد و عورت دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کرے نکاح ہو جائے گا، نہ اس کی ضرورت ہے کہ مرد نکاح ثانی کرے تو پہلی بیوی سے اجازت لے، یہ سب باتیں بے اصل ہیں، فقط اُس طریقہ کی ضرورت ہے جو ہم نے لکھا اُس طرح پر اگر اصلاً نہ ہو مثلاً دوسرے شوہر نے جب طلاق دی تو اُس کے دس ہی دن بعد بے عدت گزرے پہلے شوہر نے اس سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح نہ ہوگا حرام ہوگا اُس صورت میں ضرور ہوگا کہ عورت کو اُس سے جدا کر دیا جائے اور نہ مانے تو اُسے برادری سے خارج کر دیا جائے۔

(۲) اسی طرح وہ شخص جس نے عورت کو رکھا اب اُس کی بیٹی کو رکھتا ہے وہ اُس پر ضرور حرام ہے اگر نکاح نہ کرے جب تو زنا ہے ہی، اور نکاح کرے جب بھی حرام ہے کہ وہ اس کی بیٹی ہو چکی۔ برادری والوں کو چاہئے کہ اگر وہ مرد و عورت جدا نہ ہوں تو اُن کو برادری سے خارج کر دیں، اُن سے سلام کلام نہ کریں، اُن کے پاس نہ بیٹھیں، اُنہیں اپنے پاس نہ بیٹھنے دیں، اور وہ لوگ جو پہلے اُن سے

جدا ہو گئے تھے اور اب مل گئے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں بجا کرتے ہیں انہیں چاہئے اس سے باز رہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

وَمَا يَنْبِيئُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِ
مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ - وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ -
شیطان تجھے بھلا دیتا ہے، تو یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حلالہ مع شرط کے یعنی اس قصد سے کہ بعد چند روز کے طلاق دے دے تاکہ زوج سابق کے واسطے بعد عدت گزرنے کے حلال ہو جائے جائز ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

الجواب

شرائط اور چیز ہے اور قصد اور چیز۔ شرط تو یہ کہ عقد نکاح میں یہ شرط لگا لے یہ ناجائز و گناہ ہے اور حدیث میں ایسے حلالہ کرنے والے پر لعنت آتی ہے، اور قصد یہ کہ دل میں اس کا ارادہ ہو مگر شرط نہ کی جائے تو یہ جائز ہے بلکہ اس پر اجر کی امید ہے۔ درمختار میں ہے،

ذکرہ) التزوج للشانی (تحریماً) لحدیث لعن
اللہ المحلل والمحلل له (بشرط التحلیل)
کتزوجتک علی ان احلک (اما اذا ضمرا
ذک لا) یکرہ (وکان) الرجل (ما جوراً)
لقصد الاصلاح اھ مختصراً - و اللہ
تعالیٰ اعلم۔

حلالہ کی شرط پر نکاح کہ میں اس شرط پر تجھ سے نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق دے کر حلال کر دوں گا، دوسرے شخص کا نکاح مگر وہ تحریم ہے لیکن دونوں اگر دل میں حلالہ کی نیت کی تو مکروہ نہیں، اس صورت میں دوسرا شخص اصلاح کی غرض سے نکاح کرنے پر اجر کا مستحق ہو گا اھ مختصراً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۹ از کانپور بیگم گنج طلاق محل مرسلہ احمد علی خاں وکیل ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک وقت حالت غصہ میں مجبور ہو کر ہندہ زوجہ کو تین بار طلاق دی، نزدیک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مغلظ ہو گئی اور نزدیک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رہی، تو ایسی حالت میں جو پیر و امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ حالات مقدمہ یہ ہیں کہ زید کو ہندہ کے ساتھ محبت قلبی ہے اس نے قصد اچھوڑ

لے القرآن الکریم

۶۸/۶

باب الرجوع

۲۷ درمختار

۲۴۱/۱

مطبع مجتہاتی دہلی

دینے کی نیت سے طلاق نہیں دی اور نہ ہندہ اپنے عدول حکم پر سمجھ سکتی ہے کہ مجھ پر طلاق ہوگی کیونکہ بچائے خود
 نام تھی، مگر ہندہ کی بہن جو دشمن ہندہ کی ہے چند الفاظ غیرت دلانے والے جو طلاق دینے پر مبنی تھے ایسے
 کہ جس سے زید کو مجبوراً اغیظ آگیا اور دفعہ تین بار طلاق دے کر ہندہ کے مکان سے اٹھ آیا، اب زید و
 ہندہ کو سخت صدمہ ہے اور ڈولٹ کے یعنی ایک پسر بچہ ۹ سال اور ایک دختر بچہ ۵ سال جو ہندہ کے پاس ہیں
 اور ہندہ محتاج ہے پرورش بدقت کر سکتی ہے اور نیز بلا تعلیم رہنے کا خیال قوی ہے اور زید کو ایسا رنج ہے
 کہ نوبت بچان ہے برنظر حالات رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؛ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

ایک بار تین طلاق دینے سے نہ صرف نزد حنفیہ بلکہ اجماع مذاہب اربعہ تین طلاقیں مغلطہ ہو جاتی ہیں،
 امام شافعی، امام مالک، امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ائمہ متبوعین سے کوئی امام اس باب میں اصلاً مخالف نہیں
 صورت مستفسرہ میں ہندہ پر تین طلاقیں ہو گئیں، ایک ساتھ تین طلاقیں دینا گناہ ہے، زید گناہگار ہوا اور عورت
 اس کے نکاح سے ایسی خارج ہوئی کہ اب بے حلالہ ہرگز اس کے نکاح میں نہیں آسکتی، اگر پونہی رجوع کر لی
 بلا حلالہ نکاح جدید باہم کر لیا تو دونوں مبتلائے حرام کاری ہوں گے اور عمر بھر حرام کاری کریں گے۔ اللہ تعالیٰ
 ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا۔

جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے راستہ بنا دیتا ہے۔

اس نے تقویٰ نہ کیا بلکہ خلاف خدا و رسول تین طلاقیں لگاتا رہا دینے کا مرتکب ہوا اللہ عزوجل نے اس کے لئے
 مخرج نہ رکھا اب حلالہ کے سخت تازیانی سے اسے ہرگز مفر نہیں یہاں تک کہ ائمہ دین نے فرمایا کہ اگر قاضی
 شرع حاکم اسلام ایسے مسئلہ میں ایک طلاق پڑنے کا حکم دے تو وہ حکم باطل و مردود ہے۔ دہا بیہ
 غیر مقلدین اب اس مسئلہ میں خلاف اٹھا رہے ہیں وہ گمراہ بدین ہیں، ان کی تعلید حلال نہیں، فتح القدر
 میں ہے:

ذهب جمهور الصحابة والتابعين و من
 بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع
 ثلاث و في سنة ابى داود عن مجاهد
 قال كنت عند بن عباس رضی اللہ تعالیٰ

جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والے مسلمانوں
 کے ائمہ کرام کا مسلک ہے بیک لفظ تین طلاقیں
 تین ہوں گی۔ امام مجاہد سے سنن ابوداؤد میں مروی
 ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

عنہما فجاء رجل فقال انه طلق امرأته
 ثم قال فسكت حتى ظننت انه مرادها
 اليه ثم قال اطلق احدكم فيركب الحموقه
 ثم يقول يا ابت عباس يا ابن
 عباس فان الله عز وجل
 قال ومن يتق الله يجعل
 له مخرجا عصيبا ربك
 وبانت منك امرأتك ثم ذكر
 ادلتہ بروایة المؤطا عن
 ابن عباس وعن ابنت
 مسعود وكاتب داود عن
 ابن عباس والبی ہریرة
 معا ومثله عن ابن عمر
 قال وروی ايضا عن عبد الله
 بن عمرو بن العاص و
 اسند عبد الرزاق عن
 علقمة عن ابن مسعود
 وکیع عن امیر المؤمنین
 علی و امیر المؤمنین عثمان
 بن عفان وقد قدمه عن
 امیر المؤمنین عمرو اورادہ
 بروایة ابن ابی شیبہ و
 الدارقطنی عن ابن عمر
 عن النبی صلی الله تعالی
 علیہ وسلم و ذکرہ فی آخر

پاس موجود تھا تو ایک شخص آیا اور کہا کہ میں نے اپنی
 بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، مجاہد کہتے ہیں کہ
 حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ دیر خاموش
 رہے تو میں نے خیال کیا کہ شاید ابن عباس سائل کو
 بیوی واپس کر دیں گے، تو کچھ دیر بعد آپ نے فرمایا
 تم میں سے بعض لوگ بیوی کو طلاق دیتے ہوئے حماقت
 سے کام لیتے ہیں اور پھر اے ابن عباس اے ابن عباس
 کہتے ہیں، تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور جو شخص
 اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے
 کوئی سبیل پیدا فرمادیتا ہے، جبکہ تو نے اللہ تعالیٰ
 کی نافرمانی کی ہے تیری بیوی تجھ سے لا تعلق ہو چکی ہے
 اس کے بعد فتح القدر نے اس پر دلائل ذکر کئے۔
 مؤطا کے حوالہ سے ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ
 عنہما کی روایات ذکر کیں جیسا کہ ابو داؤد نے ابن عباس
 اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے اکٹھی روایت کی،
 اس طرح کی روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کی
 اور کہا کہ عبد اللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 بھی مروی ہے، اور انھوں نے کہا کہ عبد الرزاق نے
 علقمة عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ، اور وکیع عن امیر المؤمنین
 علی و امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم سے
 سند ذکر کی، اور قبل ازیں فتح القدر نے امیر المؤمنین
 عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ذکر
 کی اور انھوں نے ابن ابی شیبہ اور دارقطنی کی روایت بھی
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ حضور علیہ الصلوٰۃ و
 السلام سے بیان کی۔ اور اسی کو انھوں نے کلام کے

الكلام برواية عبد الرزاق في مصنفه
 عن عبادة بن الصامت عن النبي صلى
 الله تعالى عليه وسلم ورضي الله تعالى
 عنهم اجمعين الى ان قال قد اثبتنا
 النقل عن اكثرهم صريحا بايقاع
 الثلث ولم يظهر لهم مخالف فماذا بعد
 الحق الا الضلال وعن هذا قلنا
 لو حكم حاكم بان الثلث بفسم واحد
 واحدة لم ينفذ حكمه لانه لا يسوغ
 الاجتهاد فيه فهو خلاف لا اختلاف
 (ملخصاً) والله تعالى اعلم۔

آخر میں یوں ذکر کیا کہ عبد الرزاق نے اپنے مصنف
 میں عبادة بن الصامت کے واسطے سے حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا، یہاں تک
 کہا کہ ہم نے اکثر حضرات سے تین طلاقوں کا نافیذ
 ہونا صراحتاً ثابت کیا اور ان حضرات کا کوئی بھی
 مخالف ظاہر نہ ہوا، تو اس حق کے بعد گمراہی کے
 سوا کیا ہو سکتا، اسی بنا پر یہ ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی
 حاکم نے بیک زبان تین طلاقوں کو ایک طلاق کا
 حکم دیا تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا کیونکہ اس میں
 اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے اور یہ حق کے خلاف
 ہوگا اس کو اختلاف نہ کہا جائے گا (ملخصاً)
 واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۰ از پبلی بھیت محلہ محمد واصل مرسلہ خلیق احمد صاحب ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مہلک مرضی نے اپنی زوجہ کی نافرمانی کے
 سبب جو اس کی زوجہ نے اپنی ماں کے اشتعال کی وجہ سے اپنے زوج کو تکلیف دی اور ہر قسم کی خبر گیری
 شوہر سے کنارہ کش رہی اور وہ ۶ یا ۷ ماہ کی حاملہ تھی شخص مہلک مرضی شوہر نے اپنی زوجہ کو پوسٹے کارڈ
 مروجہ پر حسب ذیل تحریر کے ذریعہ سے طلاق لکھ بھیجی مسماة فلاں بنت فلاں کو واضح ہو کہ تم نے اپنی ماں کے
 اشتعال کے باعث جو کچھ میرے ساتھ برتاؤ کیا اور اسباب متفرق معہ یکس محمولہ پارچہ وغیرہ میرا رکھ لیا
 بہت اچھا کیا یہ ایک عمدہ طریقہ حصول مالیت کا ہے اس طور سے بہت کچھ جمع ہو سکتا ہے اس وجہ
 سے تم میرے لائق نہیں ہو، لہذا میں تم کو طلاق دیتا ہوں، مسماة فلاں بنت فلاں جو میرے نکاح
 میں تھی آج کی تاریخ میں نے طلاق دی مسماة فلاں بنت فلاں جو میرے نکاح میں تھی آج کی تاریخ
 میں نے طلاق دی مسماة فلاں بنت فلاں جو میرے نکاح میں تھی آج کی تاریخ میں نے اس کو طلاق
 دی۔ عورت کے بھائی کے نام کارڈ کا پتہ اس طور سے لکھا تھا جو ناخواندہ ہے بمقام فلاں محلہ

فلاں پاس فلاں پہنچ کر مسماۃ فلاں بنت فلاں کو ملے۔ اب چونکہ شوہر کئی ماہ بعد صحت یاب ہوا لوگ طرفین پر زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طور پر طلاق نہیں ہوتی اگر تحریر پوسٹ کارڈ کسی دوسرے کے نام جاتی ہو اس کام کے واسطے مقرر کیا جاتا اس کو لکھا جاتا کہ تم میری طرف سے بطور وکیل طلاق دے دو تب طلاق ہو جاتی، دوسرے یہ کہ وہ عورت حاملہ تھی کسی صورت میں بھی طلاق نہیں ہوتی، لہذا آنجناب فیض مآب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اس بارہ میں جو حکم شرع شریف ہو بدلائل اس سے سائل کو جلد مطلع فرمائیے۔

الجواب

شخص مذکور تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے گنہگار ہوا اور عورت پر تین طلاقیں پڑ گئیں و نکاح سے نکل گئی، اب بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا، عورت کا حاملہ ہونا یا کسی کو طلاق دینے کا وکیل نہ کرنا کچھ منافی طلاق نہیں، یہ محض جاہلانہ خیال ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۱۹۱ از بھوری ڈاک خانہ بمبئی پور ضلع علیگڑھ مرسلہ عبدالرزاق صاحب ۲۳ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ

زید نے بذریعہ خطوط اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پہلا خط جو کہ اپنے خسر کو لکھا یہ ہے کہ میں اپنے اظہار خیالات کی اجازت چاہتا ہوں، مگر آپ کی رائے کا منتظر ہوں، امید کہ مجھ کو اظہار خیالات کی اجازت دی جائے گی مگر خسر نے جواب نہیں دیا، اس پر دوسرے خط میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے اپنے اظہار خیالات کی اجازت چاہی تھی مگر قبلہ نے سکوت اختیار فرمایا اب میں جرأت کرتا ہوں کہ میری شادی آپ کی لڑکی سے محض والد صاحب کی خواہش تھی مجھ کو منظور نہ تھی ورنہ مجھ کو آپ کی صاحبزادی سے کسی قسم کا تعلق رہا اور نہ آئندہ رکھنا چاہتا ہوں آج کی تاریخ سے آپ کی لڑکی کو طلاق طلاق دیتا ہوں آپ جانیں والد صاحب جانیں۔ اب اس خط سے جس میں طلاق ہے اول میں انکار تھا اظہار جرأت والے خط میں اقرار تھا اس کے تین سال بعد زید کا خسر زید کے پاس گیا اور کہا میری لڑکی کے ساتھ تمہارا کیا ارادہ ہے، اس نے کہا میرا کچھ تعلق نہیں ہے، اس نے کہا کہ میرے ساتھ سرائے تک چلو تاکہ تمہارے بیان کا سرائے میں کوئی گواہ بھی ہو جائے، چنانچہ وہ سرائے میں آیا اور دو آدمیوں کے سامنے جن کا نام مرزا محمد صدیق بیگ ساکن خورجہ ضلع بلند شہر اور دوسرے کا نام حافظ فخر الدین ساکن آنولہ محلہ پٹھانان، چنانچہ دونوں گواہوں کے بیانات ایک عالم محمد عبدالرشید سہسوانی ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول فرخ آباد کے سامنے بیان ہوئے، انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے یعنی زید نے کہ پہلے خطوط میں بھی اپنی بی بی کو طلاق دے چکا ہوں اور اب بھی طلاق مکرر سہ کر دیتا ہوں، چنانچہ وہ دونوں خطوں کی نقل اور تینوں کاغذات کی نقل دو کاغذ بیانات گواہ اور ایک کاغذ مولوی عبدالرشید

صاحب موصوف کے ہمیشہ سوال ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس صورتِ بالا میں زید کی بی بی کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی ہے تو عدتِ خطوط کے وقت سے شروع ہوگی یا گواہی دینے کو ابان مذکور سے؟

نقل خط اول

قبلہ و کعبہ مدظلہ، تسلیم بعد تعظیم، عرصہ سے خیریت دریافت نہیں ہوتی تردد ہے، امید کہ مطلع فرمایا جاؤں، نیاز مند کسی قدر اپنے اظہارِ خیالات کی اجازت چاہتا ہے جو میری دانست میں ضروری ہیں لیکن بلا استخراجِ رائے جرات نہیں کر سکتا، مجھے امید ہے کہ آپ میری اس قسم کی گزارش کو ضرور منظور فرمائیں گے جس کی شہادت میری نظروں میں نہایت خوش آئند و دلفریب ہیں، زیادہ نیاز۔
احقر ازلی سید عابد علی۔

خط دوم بعد کا

قبلہ نعمت و کعبہ کرامت مدظلہ العالی تسلیم بعد تکریم، نیاز مند قبل اس کے اظہارِ خیالات اپنے کی اجازت چاہی، قبلہ نے سکوت اختیار فرمایا، نیاز مند خاموش ہو رہا، اب جرات کرتا ہوں عرض کرنے کی، جس کو جناب منظور فرمائیں گے۔ میری شادی جناب کی دختر کے ساتھ ہوتی محض والد صاحب کی خواہش تھی مجھ کو منظور نہ تھی، نہ مجھ کو آپ کی صاحبزادی سے کسی قسم کا تعلق رہا اور نہ آئندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ بموجب شرع کے آپ کی لڑکی کو آج کی تاریخ سے طلاق طلاق دیتا ہوں، آپ جانیں والد صاحب جانیں۔
بیان مرزا صدیق بیگ گواہ جن کے سامنے عابد علی نے اپنی زوجہ کو طلاق دینے کا اقرار کیا
عابد علی نے ہمارے سامنے عبدالرزاق سے سرائے بلہور میں یوں کہا کہ میں نے تمہاری لڑکی کو ایک عرصہ گزرا کہ بذریعہ تحریر کے طلاق دے چکا ہوں تم اسی میری تحریر پر عملدہ آمد کرو اور مکرر سہ کر رہتا ہوں کہ میں نے طلاق دی طلاق دی اور یہ لوگ مسافر مسلمان ہیں ان کے سامنے کہتا ہوں یہ لوگ شرعی گواہ ہو چکے ہیں، یہ اشارہ ان کا ہم مسافروں کی طرف تھا۔

ابو محمد عبدالرشید
ظہور الاسلام
سہیوانی

بقلم مرزا صدیق بیگ ساکن خورجہ ضلع بلند شہر
بیان حافظ فخر الدین ولد حافظ قیام الدین صاحب کن قصبہ نولہ محلہ پٹھاناں

عابد علی نے ہمارے سامنے عبدالرزاق صاحب سے سرائے بلہور میں یوں کہا کہ میں نے تمہاری لڑکی کو ایک عرصہ گزرا کہ بذریعہ اپنی تحریر کارڈر جسٹری شدہ کے طلاق شرعی دے چکا ہوں تم اسی میری تحریر پر عملدہ آمد کرو

اور اب مکرر کہتا ہوں کہ میں نے طلاق دی طلاق دی طلاق دی، اور یہ لوگ مسافر مسلمان ہیں ان سے کہتا ہوں یہ لوگ شرعی گواہ ہو چکے ہیں، یہ اشارہ ہم مسافران کی طرف تھا۔

العبد حافظ فخر الدین ولد حافظ قیام الدین ساکن آنولہ محلہ پٹھاناں لقم خود

مہر زابو محمد عبدالرشید
ظہور الاسلام
سہسوانی

آج تاریخ ۲ جولائی ۱۹۱۷ء مطابق ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ سید عبدالرزاق صاحب سکنہ
بھموری میرے یہاں تشریف لائے اور تین صاحب اور ان کے ہمراہ تھے، سید عبدالرزاق صاحب نے
میر عابد علی اپنے داماد کا ان کی لڑکی کو بذریعہ رجسٹرڈ تحریر موجودہ کے طلاق دینا ان تینوں ہمراہیوں میں سے دو
صاحبوں کو میر عابد علی مذکور کے طلاق مذکور کے اقرار زبانی کا گواہ بیان کیا۔ گواہان مذکور الصدر نے میرے
سامنے بدستخط خود اپنے اپنے بیان تحریر کئے رجسٹرڈ تحریر موجودہ کا خود میر عابد علی کی تحریر ہونا اور نیز
زبانی طلاق مکرر دینا بخوبی ثابت ہے، بیانات مذکورہ ہمیشہ تحریر ہذا ہے۔

الراقم خادم الاطباء والعلما ابو محمد عبدالرشید ظہور الاسلام سہسوانی ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول
فرخ آباد۔

مہر و دستخط سے آج تاریخ ۲ جولائی ۱۹۱۷ء کو روانہ کیا گیا۔

فہرست اوراق { تحریر راقم ایک، بیان مرزا صدیق بیگ ایک، بیان حافظ فخر الدین صاحب
ایک } کل تین اوراق۔

الجواب

کوئی تحریر بے شہادت یا اقرار کاتب مسلم نہیں ہو سکتی اگرچہ خط اسی کا معلوم ہوتا ہو، علماء
فرماتے ہیں،

الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم
خط دوسرے خط اور مہر دوسری مہر کے مشابہ
کما فی الہندیۃ وغیرہا۔
ہوتی ہے جیسا کہ ہندیہ وغیرہا میں ہے (ت)

یہاں عابد علی اس خط سے منکر ہے تو شہادت درکار، ان دو گواہوں نے جو گواہی دی ناقص و
نا تمام ہے وہ اپنے بیانوں میں، عابد و عبدالرزاق کہتے ہیں ملک میں اس نام کے ہزاروں ہوں گے۔
شرط شہادت یہ ہے کہ اگر وہ حاضر ہوں تو ان کی طرف اشارہ کر کے گواہی دے کہ اس عابد علی نے اس
عبدالرزاق کی بیٹی اپنی زوجہ کی نسبت یہ کہا اور اگر حاضر نہ ہوں تو ان کا نسب پاک دادا تک بیان کر کے

عابد علی بن فلاں بن فلاں نے اپنی زوجہ فلاں بنت فلاں کی نسبت یہ کہا اور صحیح یہ ہے کہ دادا کا ذکر بھی ضرور ہے کما فی العلمگیریۃ (جیسا کہ عالمگیریہ میں ہے۔ ت) یعنی جبکہ فقط باپ کی طرف نسبت سے تمیز کامل نہ ہو جاتی ہو،

فان المقصود التعریف لا تکثیر الحروف کما فی جامع الفصولین والدر المختار۔ کیونکہ معرفت مقصود ہے حروف کی کثرت مقصود نہیں ہے، جیسا کہ جامع الفصولین اور در مختار میں ہے۔ (ت)

اگر دو گواہ ثقہ عادل اگرچہ یہی دو ہوں اس طرح شہادت ادا کریں تو ضرور تین طلاقیں ثابت ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲ از امریاء ضلع پسی بھیت مرسلہ مظفر علی خاں ۳ محرم ۱۳۳۶ھ
زید نے اپنی منکوحہ محمودہ کے حق میں مضمون طلاق مندرجہ ذیل بہ شہادت دو شخصوں کے تحریر کر دیا طلاق بائنہ ہوئی یا رجعی؟

مضمون طلاق

میں نے محمودہ منکوحہ اپنی کو طلاق دے دی اور چھوڑ دیا اور مجھ کو اب اس سے کوئی واسطہ نہیں رہا اور زبان سے تین بار طلاق ادا نہیں کیا صرف کاغذ پر تحریر کر دی۔

الجواب

صورت مذکورہ میں زید سخت گنہ گار ہوا، عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، اس پر تین طلاقیں ہو گئیں، اب بے حلالہ اس سے نکاح بھی نہیں کر سکتا، زبان سے کچھ کہنا ضرور نہیں تحریر کافی ہے جبکہ بلا جبر واکراہ شرعی ہو جیسا کہ یہاں ہوا، اشباہ میں ہے: الكتاب كالخطاب (تحریر، خطاب کی طرح ہے۔ ت) لفظ اول و دوم دونوں صریح طلاق ہیں اور تیسرا لفظ اگرچہ کنایہ تھا مگر تقدم طلاق نے اسے بھی طلاق کے لئے معین کر دیا، ردالمحتار میں ہے:

دلالت حال سے مراد وہ حالت جو ظاہر طور پر مقصود کو مفید ہو۔ اس کی ایک صورت، پہلے الظاہرة المفيدة للمقصود،

لہ الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الكتابة
ادارة القرآن کراچی ۲/۱۹۶-۱۹۷ء

طلاق کا ذکر ہونا ہے محیط سے منقول بحر
میں - (ت)

ومنها تقدم ذكر المطلوق بحر
عن المحيط -

اسی میں ہے :

نہر میں ہے کہ دلالت حال، دلالت قول کو شامل
ہے، لہذا اس کی تفسیر یوں درست ہے کہ طلاق
کے مطالبہ کے طور مذکورہ، یا پہلے طلاق واقع کرنا
مثلاً عدت پوری کر تین کی - (ت)

في النهر دلالة الحال تعم دلالة المقال
فتفسر المذكرة بسؤال الطلاق او تقديم
الايقاع كما في اعتدى ثلاثاً -

اسی طرح اور مواقع میں ہے - واللہ تعالیٰ اعلم -

۱۹۳۱ء از شاہ گڈھ ڈاکخانہ شب نگہ ضلع پیلی بھیت مرسلہ حافظ عبد الرحمن صاحب

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بیوہ مسماة ہندہ سے بدیں شرط نکاح کیا
کہ وہ اپنے ناجائز متعلق سے قطع تعلق کر لے، اس نے منظور کیا اور نکاح ہو گیا، ہندہ مذکور نے گو اس
ناجائز متعلق سے قطع تعلق کر لیا لیکن زید نے اس سے گفتگو کرتے دیکھ لیا اور اس غصہ میں زید نے ایک
لکھے پڑھے شخص سے کہا کہ تم ایک مضمون لکھ دو جس سے میں ہندہ سے دست بردار ہو جاؤں اور وہ کسیر
بذریعہ رجسٹری مسماة کے پاس بھیج دوں - یہ وہ الفاظ بعینہ تھے جو ادا کئے گئے تھے لکھے پڑھے شخص نے
ایک تحریر لکھی جس میں ہندہ کو تحریر کیا کہ تم نے شرط پوری نہیں کی لہذا تم میری بیوی نہیں رہیں تم کو طلاق
طلاق دیتا ہوں، اب مسماة ہندہ کہتی ہے کہ گو میں نے شخص متعلق سے تمہاری مرضی کے خلاف گفتگو کی ہے
لیکن اب کوئی واسطہ نہیں ہے نہ اب گفتگو کروں - چونکہ زید کو طلاق رجعی یا بائن کا کچھ علم نہیں تھا لیکن
زید کے ذہن میں قطعاً قطع تعلق نکاح نہ تھا زید نے مضمون طلاق سن لیا تھا اب مسماة پشیمانی کے ساتھ
طالب معافی ہے اور زید بھی چاہتا ہے کہ مسماة ہندہ مذکور میرے نکاح میں رہے - واضح رائے عالی ہو
کہ مسماة ہندہ کو شخص متعلق سے گفتگو کرتے دیکھ کر اس کے دوسرے تیسرے دن تحریر رجسٹری طلاق کی
بھیجی تھی اور جس روز تحریر طلاق بھیجی اسی روز ہندہ اور زید میں گفتگو ہو کر خواہشمند بقائے نکاح

لہ رد المحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۳

ہوئے ہیں کہ نکاح رہا یا نہیں؟

الجواب

اُس نے اس کی درخواست سے لکھا اور اس نے لکھنے کے بعد سُن بھی لیا اور عورت کو بھیج دیا عورت پر تین طلاقیں ہو گئیں، اب بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ذہن میں ہونے نہ ہونے وغیرہ کے عذر بیکار ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح
نرجا غیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر تیسری طلاق دے دے تو اس کے بعد عورت
حلال نہ ہوگی تا وقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے
نکاح نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۴ از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد مرسلہ عطار اللہ خاں سوداگر جفت ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زہد اپنی زوجہ سے عرصہ سے ناراض ہے اس کو زوجہ کی جانب بدگمانی ہے وہ عرصہ سے اس سے تقریری و تحریری ذرائع سے واقعات کو دریافت کر رہا ہے اب اُس نے ایک خط اپنی زوجہ کے نام پر دیس سے تحریر کیا ہے جس کی عبارت طول طویل ہے اس میں سے بقدر ضرورت عبارت ذیل میں نقل کی جاتی ہے یہ ثابت ہے کہ یہ خط زہد کا ہے کیونکہ وہ اپنے والد کو لکھتا ہے کہ میرے لڑکے کو اور میرے سامان کو زوجہ سے لے لو اور زہد اپنے سارے کو بھی لکھتا ہے کہ تم میرے والد کو میرا سامان دے دو اور اپنی ہمشیرہ کے جہیز کا سامان اپنی ہمشیرہ کو دے دو اور میرے لڑکے کو بھی والد کو دے دو، اسی خط میں اور بہت سی بیہودہ باتیں اپنی زوجہ کے متعلق تحریر کی ہیں اور کوئی اجنبی شخص ان کو نہیں لکھ سکتا اور زہد کی بہت سی تحریریں انھیں قرآن کو ظاہر کرتی ہیں، زہد کے خط کی عبارت یہ ہے:

”تُو نے جس قدر جھوٹ سے کام لیا تیرے دل کو معلوم ہے مگر تُو نے اب بھی پوشیدہ حال رکھا ہے اب میں اپنے دل سے طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں اگر کوئی بات پوشیدہ رکھی میں اس وجہ سے وہاں سے چپ ہو کر چلا آیا ہوں کہ تُو ڈر کے مارے نہیں بتاتی۔“ دریافت طلب امر یہ ہوا کہ زہد نے جو یہ کلمات اپنے خط میں لکھے ہیں کیا اس کی زوجہ مطلقہ ہوگئی یا نہیں اگرچہ اس کی زوجہ نے کوئی راز پوشیدہ ہی رکھا ہو یا نہ رکھا ہو۔

الجواب

ثبوت خط کے لئے اُس کا اقرار ہو یا گواہان عادل کی شہادت، اگر وہ انکار کرے اور گواہ نہ ہوں

لے القرآن ۲/۲۳۰

تو محبر و خط ملنے یا ان قرآن سے ثبوت نہیں ہو سکتا، علماء نے فرمایا ہے: لا يعمل بالخط (خط پر عمل نہ کیا جائے گا۔ ت) اور فرمایا ہے: الخط یثبہ الخط و الخاتم یثبہ الخاتم۔ خط دوسرے خط اور مہر دوسری مہر کے مشابہ ہوتی ہے۔ پھر وہ لفظ کہ اس نے لکھے ہیں محتمل ہیں کہ پوشیدہ رکھی بیائے معروف یا بیائے مجہول اگر عورت کو وثوق ہے کہ یہ خط اسی کا ہے تو جب تک وہ انکار نہ کرے اس پر کاربندی کر سکتی ہے، اگر بیائے معروف ہے تو تین طلاقیں سمجھ سکتی ہے اگر کوئی بات پوشیدہ رکھی تھی اور بیائے مجہول ہے تو اب تین طلاقیں سمجھ سکتی ہے اگر کوئی بات اس خط کے بعد پوشیدہ کرے لیکن اگر وہ اس خط سے منکر ہو تو عورت کو بے شہادت عادلہ بالائی وثوق کام نہ دے گا۔

مسئلہ ۱۹۵ از محمود آباد ضلع سیتاپور مرسلہ مولوی محمد اسماعیل صاحب سنی حنفی محمود آبادی

۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

حضرات علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا حکم فرماتے ہیں کہ زید نے ایک دن غصہ میں اپنی منکوحہ عورت کے واسطے فارغ غطلی تخریر کیا اور لکھا کہ میں نے طلاقیں دیں مگر زبان سے کچھ نہیں کہا اور نہ عورت نے کسی اور کو اس کی بابت کچھ معلوم ہوا محض لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا مگر عورت نے کسی طرح معلوم کر لیا لہذا ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر فارغ غطلی باضابطہ لکھی تھی کہ میں فلاں بن فلاں ساکن فلاں ہوں میں نے اپنی زوجہ فلاں کو تین طلاقیں دیں جیسا کہ لفظ فارغ غطلی سے بھی ظاہر ہے۔ فارغ غطلی باضابطہ کاغذ ہی کو کہتے ہیں تو بلاشبہ تین طلاقیں ہو گئیں، عورت بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آ سکتی عورت کو یا کسی کو خبر نہ ہونا شرط طلاق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۶ از شہر محلہ کوہاڑا پیر مسئلہ قمر الدین صاحب ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عقد نکاح کیا ہندہ کے ساتھ، مگر بعد حسب شرائط ذیل بوجہ خانگی و مصالح خاندانی تجویز طلاق قرار پائی اور طلاق نامہ لکھا گیا مگر حسب اندراج دستاویز مذکور کلمات شرعیہ کہ طلاق دی طلاق دی اور جلسہ عام میں طلقت کہا وقوع میں نہیں آئی بلکہ

سہر پست منکوحہ نے حکمتِ عملی سے زبردستی دستاویز حاصل کر لیا اور اُس نے اُس کو روک لیا نیز مخفی نہ رہے کہ بعد عقد ہنوز خصتی کے رسمِ عمل میں نہیں آئی ہے، آیا بعد ملاحظہ بالا و لحاظ شرائط تحت طلاق جائز ہے یا واقعی عمل میں بموجب شرع شریف نہیں آئی۔

شرائط جو عمل میں نہیں آئیں

- (۱) کھنڈ وہ طلائی وزنی ۴۔۲۰ تولہ بوقت عقد منجانب ناکھ چڑھائے گئے تھے واپس ہوں گی اور نیز مبلغ مع ۵ روپیہ لڑکی والا بابت خرچ ناکھ کو ادا کرے گا۔
- (۲) کل پارچہ پوشیدنی لڑکی والا ناکھ کو واپس کرے گا جو کہ بوقت عقد چڑھایا تھا۔
- (۳) شرائط ۲ کی تکمیل منجانب لڑکی والے کے ہونے کے بعد ناکھ بروئے دستاویز مذکورہ طلاق دے گا اور جلسہ عام میں اس کا اعلان کرے گا۔
- (۴) شرط ۳ کی تکمیل کے ساتھ معافی مہر منجانب منکوحہ لازم تھی۔

الجواب

ایسے معاہدوں میں معروف یہ ہے کہ دستاویز کا لکھنا معاہدے کی تمہید ہونا ہے نہ کہ تنقید۔ تنقید انہیں شرائط پر مشروط ہوتی ہے جو معاہدے میں قرار پائے، تو یہاں اگرچہ لفظاً تعلق ہو مگر تعلق ہوتی ہے والمشروط عرفاً کالمشروط لفظاً (عرف میں مشروط چیز، لفظوں میں مذکور مشروط کی طرح ہے۔ ت) ولہذا اگر شوہر عورت سے کہے کہ تو مہر معاف کر دے تو میں تجھے طلاق دے دوں گا، عورت نے کہا میں نے اپنا مہر معاف کیا، شوہر نے طلاق نہ دی، مہر معاف نہ ہوا کہ اگرچہ اُس نے بلا شرط الفاظ معافی کہے، لفظوں میں کوئی شرط نہ تھی مگر معنی شرط موجود تھی اور وہ نہ پائی گئی لہذا معافی نہ ہوئی، اسی طرح یہاں طلاق معنی اُن شرائط سے مشروط ہے اور وہ نہ پائی گئی لہذا طلاق نہ ہوئی۔ عالمگیر یہ میں ہے:

امراة قالت لزوجها کابین تو انجشیدم چنگ
ان من بداران لم یطلقها لہ یبوعن المہر
کذا فی الظہیریۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیوی نے خاوند کو کہا میں تجھے مہر بخشی ہوں تو مجھ
پر سے قبضہ ختم کر دے یعنی طلاق دے دے،
اگر خاوند نے طلاق نہ دی تو مہر معاف نہ ہوگا ظہیریہ
میں اسی طرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۹۷۰ء مسئلہ از شہر کہنہ ۱۲ صفر ۱۳۲۱ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ کو جس کو عرصہ قریب تین سال کے ہو اطلاق
 دے دی طلاق ہو جانے کا اقرار بکرنے زبانی عورت مطلقہ اور نیز عورت مذکورہ کے بھائیوں کی زبانی سنا ہے
 اب بکرمذکور اپنا نکاح اس عورت سے کیا چاہتا ہے، لہذا شرع کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ عورت اور اس کے بھائی تین طلاقیں اتنی مدت سے ہونا بیان کرتے ہیں اور
 اب زید سال بھر سے غائب ہے اس صورت میں بکرم کو چاہئے کہ اپنے دل کی طرف غور کرے، اگر عورت اور
 اُس کے بھائیوں کا بیان دل پر جمتا ہو کہ یہ لوگ اس میں سچے ہیں اور کوئی فریب نہیں کرتے تو بکرم کو اختیار ہے
 کہ اس عورت سے نکاح کر لے جبکہ وہ اُس طلاق کے بعد عدت بھی گزر جانا بیان کرتی ہو یعنی طلاق کے وقت
 اگر حاملہ ہونا کہے جب تو ظاہر ہے کہ تین سال کے قریب زمانہ گزرنا ضرور وضع حمل ہو کر عدت گزر گئی، اور اگر حمل
 نہ تھا تو عورت یہ بیان کرے کہ طلاق کے بعد اُسے حیض تین بار شروع ہو کر ختم ہو چکا ہے اور اگر بکرم کے دل پر اُن کا

سچ نہ جھے فریب معلوم ہوتا ہو تو ہرگز نکاح نہ کرے،
 فی الہندیۃ عن الذخیرۃ لوان امرأۃ قالت
 لرجل ان زوجی طلقنی ثلاثا وانقضت عدتی
 فان کانت عدلۃ وسعہ ان یتزوجھا وان
 کانت فاسقۃ تحری وعمل بما وقع تحریہ
 علیہ۔

ہندیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے، اگر ایک عورت نے
 کسی مرد کو کہا کہ میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں
 دی ہیں اور عدت بھی گزر چکی ہے تو اگر عورت عادلہ
 ہے تو اس شخص کو اس پر اس عورت سے نکاح
 کرنا جائز ہے، اور اگر وہ عورت فاسقہ ہے تو پھر

وہ شخص غور و فکر کرے اور غور و فکر کے نتیجہ پر عمل کرے۔ (د ت)

اس کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ آج کل عادل شخص کا ملنا دشوار ہے ورنہ اگر عورت عادلہ ہو
 تو اس کا صرف اتنا بیان ہی کہ مجھے طلاق ہو گئی اور عدت گزر گئی جواز کے لئے کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 ۱۹۸۰ء قاضی عبدالعفی صاحب از ڈیڈوانہ ماروار محلہ قاضیان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور بسبب دلی رنجش کے
 بہ روبرو دو تین شخص کے صرف طلاق مکررہ کہ زبان پر لایا ہندہ کے پاس ایک طفل شیرخوار تھا اس وجہ سے

اُس نے اس کی پرورش کی درخواست کی جس کا زید نے اقرار کیا کہ ۴ ماہ ہوا وہ دودھ خرچ کے دیا کرے گا، چند عرصہ کے بعد ہندہ طالب مہر و زر ہوئی، اب زید نے دیکھا کہ روپیہ ہاتھ سے جاتا ہے انکار ہو گیا کہ میں نے طلاق نہیں دی اس غرض سے کہ ہندہ نہ تو کسی دوسرے سے نکاح کر سکے گی اور نہ گھر سے خرچ ہوگا۔ اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ طلاق جائز ہے یا ناجائز، طلاق کن کن امور سے ہوتی ہے کیا ہندہ مستحق پرورش خرچ مہر ہے؟

الجواب

طلاق کے مسئلے ایسے گول لکھنے کے نہیں ہوتے، حروف طلاق مکرر کہ زبان پر لایا اس سے کیا معلوم ہوا کہ اس نے کیا الفاظ کے حرف طلاق لاکھ بار زبان پر لانے سے بھی طلاق نہیں ہوتی اور ایک ہی بار کہنے سے ہو جاتی ہے، اس کے پورے الفاظ لکھے جائیں جن پر اصلاً کم و بیش تغیر نہ ہو اور یہ بھی کہ اس کے گواہ کون کون لوگ ہیں کہ اُس نے یہ لفظ کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۹ از ٹانڈہ ضلع فیض آباد مسؤلہ حکیم سید حاضر علی ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

رہبر شریعت و طریقت جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب، السلام علیکم! ایک شخص سلیمان نے کئی آدمیوں کے سامنے طلاق دے کر طلاق نامے پر انگوٹھے کا نشان ثبت کر دیا۔ اس طلاق نامے کے وصول پر مستماہ صفری بی بی بالغ کے باپ نے اس کا عقد چھ ماہ ہو ایک متمول خوبصورت شخص سے کر دیا اب سلیمان چند مفسدوں کے بہکانے سے کہتا ہے میں نے طلاق نہیں دیا ہے، مفسدوں کا منشا ہے کہ شوہر ثانی سے ناجائز طور پر کثیر رقم وصول ہو۔ نقل طلاق نامہ یہ ہے: "۱۲ ماہ جادی الثانی ۱۳۳۸ ہجری بروز شنبہ منکہ سلیمان بن عبدالرزاق حافظ، روبرو پنجوں کے لکھوا دیا ہوں کہ میری طبیعت خراب رہتی ہے میرے سر پر گرمی چڑھتی ہے تو تین تین چار چار روز ہوش نہیں رہتا اس وقت میری طبیعت بہت ٹھیک ہے اس لئے میں چار گواہی دے کر کے میری منکوہ مستماہ صفری بنت حیدر اُس کو تین طلاق دے کر اپنے نکاح سے دور کر دیا اگر مجھ کو کوئی دیوانہ گردانے تو واقعی دیوانہ ہوں لیکن اس وقت دیوانہ نہیں ہوں اور مستماہ مذکور کی جانب سے ولی محمد ابن امام الدین مختار ہو کر مہر عدت معاف کر دیا ہے جب میں طلاق دیا ہوں۔"

ٹکٹ ار (نشان انگوٹھا سلیمان ولد عبدالرزاق حافظ)

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر سلیمان کو اس تحریر کا اقرار ہے یا گواہان عادل سے ثابت ہے تو بیشک صفری پر تین طلاقیں ہو گئیں اس کا نکاح اگر عدت گزرنے کے بعد دوسرے شخص سے کیا گیا تو وہ نکاح صحیح ہے

اور اگر عدت کے اندر کر دیا کہ سوال میں انقضائے عدت کا کوئی ذکر نہیں اور طلاق نامہ میں عدت کا معاف کرنا جاہلانہ لکھا ہے تو یہ دوسرا نکاح بھی باطل ہوا مگر سلیمان کو اب بھی صغریٰ پر کوئی دعویٰ نہیں پہنچتا نہ وہ صغریٰ سے نکاح کر سکتا ہے کہ اس نکاح ثانی کے باطل ہونے کے سبب حلالہ صحیح نہ ہو۔ درمختار

میں ہے،
لا ینکح مطلقۃ بالثلاث حتی یطأھا غیرہ
بنکاح نافذ خرج الفاسد و الموقوف
(ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم۔

تین طلاقوں سے مطلقہ عورت سے دوبارہ اس وقت تک نکاح نہیں ہو سکتا جب تک دوسرا خاوند صحیح اور نافذ نکاح کے ساتھ اس عورت سے

جماع نہ کر لے، صحیح اور نافذ نکاح کی قید سے نکاح فاسد اور نکاح موقوف خارج ہو گیا (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۰ از انبالہ چھاؤنی صدر بازار محلہ پلیداران مرسلہ نئے خانی نبلت ۵ ارمضان المبارک ۱۳۳۶ھ
ایک شخص نے بخوشی چار آدمیوں کے سامنے اپنی عورت کو طلاق دی اب وہ کہتا ہے کہ میں نے نہیں دی۔ یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب

اگر واقع میں تین طلاقیں دی ہیں عند اللہ عورت اُس پر حرام ہو گئی بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آ سکتی۔ قال اللہ تعالیٰ:

فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح نرجا غیرہ۔
مطلقہ ثلاثہ عورت خاوند کے لئے حلال نہیں تا وقتیکہ وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔

اور اس کا انکار اللہ عزوجل کے یہاں کچھ نفع نہ دے گا اُن گواہوں پر فرض ہے کہ گواہی دیں اگر اُن میں دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں ثقہ عادل شرعی ہوں طلاق ثابت ہو جائے گی اور اس کا انکار دُنیا میں بھی نہ سنا جائے گا اور اگر ان میں ایسے گواہ نہ ہوں اور عورت کے سامنے طلاق نہ دی ہو تو عورت اس سے حلف لے اگر وہ حلف دے کہ میں نے طلاق نہ دی تو عورت اپنے آپ کو اس کی زوجہ سمجھے اگر اُس نے حلف جھوٹا کیا تو وبال اس پر ہے اور اگر خود زوجہ کے سامنے اُسے تین طلاقیں

دیں اور منکر ہو گیا اور گواہ عادل نہیں ملتے تو عورت جس طرح جانے اس سے رہائی لے اگر پڑا پناہ نہ
 چھوڑ کر، یا اور مال دے کر، اور اگر وہ یوں بھی نہ چھوڑے تو جس طرح بن پڑے اس کے پاس سے
 بھاگے اور اسے اپنے اوپر قابو نہ دے، اور اگر یہ بھی نہ ممکن ہو تو کبھی اپنی خواہش سے اس کے ساتھ
 زن و شوکا برتاؤ نہ کرے نہ اس کے مجبور کرنے پر اس سے راضی ہو پھر وبال اس پر ہے، لایکلف
 اللہ نفسا الا وسعها (اللہ تعالیٰ وسعت کے مطابق ہی کسی جان کو تکلیف دیتا ہے۔ ت) واللہ
 تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۱ از گنج مراد آباد ضلع اوناؤ مرسلہ شیخ حرمت علی صاحب ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ
 چرمی فرماید علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عرصہ قریب دو سال کا ہوتا ہے کہ زید نے اپنی
 زوجہ ہندہ کے بارے میں بکر اور عمر کو خط لکھے ہیں کہ میں نے ہندہ کو طلاق دی اس کو اب اختیار حاصل ہے اب
 زید آیا اور وہ حلفیہ بیان کرتا ہے میں نے بکر اور عمر کو خط نہیں لکھے اور وہ خط ہندہ کے پاس بکر نے رکھ دئے تھے
 اب گم ہو گئے اور اسی دریافت میں زید نے بکر سے کہا تم نے خود خواہش ظاہر کی تھی کہ ہندہ کو طلاق دو تب میں نے
 طلاق نہیں دی ہندہ بھی اقرار کرتی ہے کہ زید سے بکر نے خواہش ظاہر کی تھی فقط، بتینوا توجسروا
 باحسن الثواب۔

الجواب

ایسے خطوط سے ثبوت طلاق دو امر پر موقوف یا تو شوہر اقرار کرے کہ واقعی میں نے یہ خط لکھا تھا یا دو
 مرد خواہ ایک مرد و عورتیں ثقہ عادل شہادت شرعیہ دیں کہ ہمارے سامنے شوہر نے خط مذکور لکھا، اشباہ
 وغیرہا میں ہے،

ان کتب علی وجه الرسالۃ مصدرًا معنویا اگر خاوند نے تحریری طلاق کو طلاق نامہ کے انداز
 وثبت ذلك باقراره او بالبینة فکا الخطاب سے معنون کر کے ارسال کیا اور اس کے اقرار یا
 گواہوں سے ثابت ہو جائے کہ طلاق وہی ہے تو زبانی طلاق کی طرح نافذ ہوگی۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں اگر شہادت معتمدہ سے بروجہ کافی تحریر خط ثابت ہو تو الفاظ مذکورہ سوال
 ایک سے تین تک جتنے خطوں میں لکھنے کا ثبوت تابقائے عدت ہو اسی قدر طلاقیں وقت تحریر سے پڑنے کا

لہ القرآن ۲۸۰/۲

لہ الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابة
 رد المحتار کتاب القاضی دار احیاء التراث العربی بیروت
 ادارة القرآن کراچی ۲/۹۸-۹۹
 ۳۵۳/۲

عکم دیا جائے گا مثلاً شہادت مقبولہ سے صرف ایک خط کا ثبوت ہوا تو جس وقت اُس نے یہ خط لکھا اُس وقت سے ایک طلاق مانیں گے اور اگر ایک خط عمرو کے نام اور دوسرا عدت کے اندر انھیں الفاظ یا اُن کے مثل سے بکریا عمرو ہی کے نام لکھنا ثابت ہو تو وہ اور اگر اسی طرح کے تین یا زائد خط ایک ہی شخص خواہ متعدد اشخاص کے نام لکھنے ثابت ہوں تو تین کہ الفاظ مذکورہ کہ صریح ہیں ان میں ہر شخص کو لکھنا ہر بار کا لکھنا جدا طلاق سمجھا جائیگا کیونکہ فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ کلام سے نیا فائدہ اخذ کرنا پہلے ذکر شدہ فائدہ سے بہتر ہے اور یہ کہ صریح طلاق پہلی طلاق کو لاحق ہو سکتی ہے۔ (ت)

لما نصوا علیہ من ان التائیس خیر من التاکید وان الصریح یلحق غیرہ۔

ہاں اگر بعض خطوط میں الفاظ مذکور اور باقی میں اس طرح کا مضمون مسطور ہو کہ میں فلاں کو ایسا لکھ چکا ہوں یا میں نے پہلے ہی لکھ دیا ہے،

اس کی مثل وہ الفاظ جو پہلے خبر کے لئے متعین ہو چکے ہوں تو وہ الفاظ دوبارہ استعمال پر انشاء کی صلاحت نہیں رکھتے۔ (ت)

وامثال ذلك مما يتعين الاخبار عن ذلك السابق لا یصلح للانشاء۔

تو ان باقی خطوط کی تحریر اسی طلاق سابق کا ذکر قرار پائے گی جُدا طلاق نہ ٹھہرے گی، ہندیہ میں ظہیریہ سے منقول ہے اگر خاوند نے طلاق دینے کے بعد کہا تجھے میں نے طلاق دی، تو یہ دوسری طلاق شمار ہوگی، اور اگر کہا طلاق دی گئی ہے، تو یہ دوسری طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

توان باقی خطوط کی تحریر اسی طلاق سابق کا ذکر قرار پائے گی جُدا طلاق نہ ٹھہرے گی، فی الہندیۃ عن الظہیریۃ لو طلقها ثم قال لها طلاق داد مت یقع اخری ولو قال طلاق دادہ است لا یقع اخری۔

اور اگر شہادت کافیہ نہ ہو تو از انجا کہ زید منکر ہے اصلاً ثبوت طلاق نہیں اگرچہ خطوط موجود اور اس کے خط سے بالکل مشابہ ہوتے کہ خط ملنا کوئی حجت شرعیہ نہیں،

کیونکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ خط دوسرے خط کے مشابہ ہو سکتا ہے، جیسا کہ عام کتب میں ہے، لہذا خط کا اعتبار نہ ہوگا۔ (ت)

لما صرحوا بہ فی عامۃ الکتب ان المخط یشبہ المخط فلا یعتبر۔

۳۵۶/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل الاول فی الطلاق بالصریح	۱۰ فتاویٰ ہندیہ
۳۸۱/۳	" " "	باب ۲۳ کتاب القاضی الی القاضی	۱۱ فتاویٰ ہندیہ
۱۳۹/۳	مطبع یوسفی لکھنؤ	" " " "	الہدایۃ

تجر و عمر کا بیان کہ ہمیں خط لکھے اگرچہ وہ دونوں ثقہ عادل بھی ہوں اگرچہ تجر پر اُس اظہارِ خواہش کے سبب اس امر میں کوئی اپنی غرض و تہمت بھی نہ ہو اصلاً قابل التفات نہیں کہ کوئی کسی کو اس کے سامنے خط نہیں لکھا کرتا ڈاک میں آئے یا قاصد لایا بہر حال اُن کا یہ اظہار اُسی مشابہت خط یا بیانِ اُلچی پر مبنی ہو گا اور یہ کوئی شہادت شرعیہ نہیں کما لایخفی علی ادنی خادم للفقہ و قد بینا ہ فی رسالتنا الاذکی الاھلال (جیسا کہ یہ بات علم کے ادنی خادم پر مخفی نہیں ہے اور اس کو ہم نے اپنے رسالہ ازکی الاھلال میں بیان کیا ہے۔ ت) یہ جو کچھ گزرا دربارہ حکم قضا ہے یعنی جب تک اُن دو وجہ شہادت و اقرار میں کسی وجہ سے ثبوت نہ ہو حکم طلاق نہ دیا جائے گا، عورت کو حرام ہے کہ باوصف انکار شوہر ایسی مہل خبر پر اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ کر کوئی کارروائی آزادی کرے، مردوں کو حرام ہے کہ اُسے مطلقہ ٹھہرا کر قصد تزوج کریں، مگر فی الواقع اگر زید اس انکار میں جھوٹا ہے تو اُس کا حساب لینے والا خدا ہے عورت اس وبال سے پاک جدا ہے خدا سے ڈرے اور حق ظاہر کرے واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم۔

مسئلہ ۲۰۲۔ مسئلہ حکیم علی حسین خاں ازربلی محلہ فراشی ٹولہ ۲۰ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حامی شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عرصہ ساڑھے تین سال سے رنڈی کے ساتھ نکاح کر لیا اور ہندہ قدیمہ زوجہ کو اذیت و تکلیف دیتا رہا حتیٰ کہ ایک روز سال گزشتہ ۱۴ مئی ۱۹۱۶ء کو بوجہ دو شخص ثقہ عاقل و بالغ مسلم عمر و تجر جو کہ اس کے قرابت دار ہیں زید نے ہندہ سے کہا کہ مجھے دو عورت کی استطاعت نہیں، میں اپنے پسند سے رنڈی لے آیا اور تو میرے مطلب کی نہیں، میں تجھ کو رکھنا نہیں چاہتا ہوں، تجھ کو میں نے طلاق دی، تو میرے پاس سے چلی جا، تجھ کو اختیار اپنا ہے جو چاہ سو کر، مجھ کو اپنا اختیار ہے کہ میں نے رنڈی سے نکاح کر لیا اب زید طلاق سے انکار کرتا ہے اور نہ بلاتا ہے اور نہ آتا ہے اور نہ روٹی کپڑا دیتا ہے اور وہ دونوں شخص مقر ہیں اور زید کہتا ہے کہ میں ہندہ کو خوب دق کرونگا اور ہندہ صبر و تحمل سے عاجز ہو کر نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے پس حکم شرع شریف طلاق ہوئی یا نہیں، اور الفاظ مذکورہ سے کتنے طلاق واقع ہوئے اور ہندہ بعد عدت نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں، شمار عدت کب سے ہوگا اور دین مہر کی مستحق ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

جاہلوں سے فتویٰ لینا حرام ہے، مخالفانِ دین کی طرف رجوع کرنا سخت اشد حرام ہے، اس طلاق کو رجعی سمجھنا سخت جہالت ہے اور عدت اس وقت سے شروع نہ جاننا اگر یہ طلاق بحالت حیض ہو بلکہ جب یہ حیض ختم ہو اس کے بعد کا طہر ختم ہو بعد حیض شروع ہو اُس وقت سے عدت کا آغاز لینا دوسری جہالت ہے

حکم شرعی یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں اگر بیان مذکور صحیح ہے عورت پر دو طلاقیں بائن پڑ گئیں، عورت نکاح بحال گئی، شوہر کو رجعت کا کچھ اختیار نہ رہا،

اللفظ الخامس طلاق صریح والسادس
 یتہ یحتمل الردان توقف علی النیة حتی
 المذاکرة فالسابع لا یحتملہ وقد صارت
 حالة بالطلاق حالة المذاکرة فوق بلائیه لان البائن
 حق الصریح و لکونه بائناً عاد الاول ایضا
 فله لاستحالة الرجعة بعد البینونة
 طلقت تطیقتین بائنتین۔

اور بائنہ پہلی کو بھی اپنے جیسی بنا دیتی ہے اس لئے کہ بائنہ کے بعد رجوع ناممکن ہو جاتا ہے، لہذا مذکورہ سوال میں دو بائنہ طلاقیں ہو گئی ہیں۔ (ت)

عدت اسی وقت سے لی جائیگی جب سے یہ طلاق دی اگرچہ حالت حیض میں دی ہو تمام احکام عدت نکاح عورت پر گھر سے باہر جانے کی حرمت وغیرہ اسی وقت سے ثابت ہو جائیں گے نہ یہ کہ حیض جدید کے بعد گزارے ہوں، ہاں صرف یہ حیض شمار میں نہ آئے گا بلکہ اس کے بعد تین حیض کامل درکار ہوں گے، جس وقت سے

طلاق پڑی عورت کا مہر واجب الادا ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰۳۔ مسئلہ از کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ محمد ابراہیم خاں وکیل سرشتہ ۲۳ رجب ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو جس کی عمر ۱۵ سال کی ہے ہندہ کے باپ عمرو کے مواہمہ میں طلاق بائن مغلظ سے دیا اس طلاق کے اندازاً ایک سال بعد زید نے کسی طرح پر ہندہ کو بہکا کر یہ کہلا دیا کہ مجھے طلاق نہیں دتی ہے اور زید بھی طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، اس صورت میں پدر ہندہ عمرو کو بروئے شریعت کیسا اختیار حاصل ہے، کیا عمرو قاضی کے سامنے دعویٰ پیش کر کے استقرار طلاق کی ڈگری لے سکتا ہے اور بی لڑکی ہندہ نابالغہ کو زید کے قبضہ سے نکال سکتا ہے؟

الجواب

اللہ عزوجل ہر غیب کو جانتا ہے فی الواقع اگر زید نے ہندہ کو طلاق مغلظہ دی تھی اور اب زید و ہندہ دونوں منکر ہو گئے ہیں تو ان کا انکار کچھ مسموع نہیں اور ان پر فرض ہے کہ فوراً فوراً جدا ہو جائیں ورنہ زنا ہے اور دونوں کو عذاب جہنم و غضب جبار کا استحقاق ہے اگر وہ جدا نہ ہوں تو ہندہ کے باپ پر فرض ہے کہ قاضی کے

یہاں دعویٰ طلاق کر کے فوراً جدائی کر لے اگر وہ نہ کرے تو جو مسلمان اس پر اطلاع رکھتا ہے اس پر فرض ہے کہ دعویٰ کر کے اُن میں جدائی کرادے اس میں ہر مسلمان کو دعویٰ کا اختیار ہے بلکہ اگر کوئی شخص دعویٰ نہ کرے تو جن جن کے سامنے زید نے طلاق دی تھی اُن پر فرض ہے کہ قاضی کے یہاں حاضر ہو کر گواہی دیں اور اگر اُن میں دو گواہ قابل قبول شرع ہوں تو قاضی پر فرض ہے کہ بغیر کسی مدعی کے اُن کی شہادت سن لے اور اُن مردوں کو جبراً جد کر دے۔ اشباہ والنظائر میں ہے :

تسمع الشهادة بدون الدعوى في الحد
المخالص وفي الطلاق والايلاء و
الظهار

خالص حد، طلاق، ایلاء اور ظہار میں بغیر
دعویٰ بھی شہادت قبول کی جاسکتی ہے۔
(ت)

در مختار میں ہے :

تقدم الدعوى في حقوق العباد شرط قبولها
بخلاف حقوق الله تعالى لوجوب اقامتها
على كل واحد فكل احد خصم فكانت
الدعوى موجودة (ملخصاً)

حقوق العباد میں شہادت قبول کرنے کے لئے پہلے
دعویٰ پایا جانا شرط ہے بخلاف حقوق اللہ کے کہ ہر ایک
پر واجب ہے کہ ان کو قائم کرے اس لئے حقوق اللہ
کے معاملہ میں ہر ایک فریق ہو سکتا ہے گویا کہ
دعویٰ موجود قرار پائے گا۔ (ت)

ہاں واقع میں زید نے طلاق نہ دی اور ہندہ کا باپ جھوٹا دعویٰ طلاق کر کے جد کرانا چاہتا ہے تو وہ سخت
عذاب کا مستحق ہوگا۔ والعیاذ باللہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴ از بلراپور ڈاک خانہ خاص ضلع گونڈہ محلہ پھاٹک جانب اوتر سرانے پختہ مرسلہ نور محمد آتشبار
۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک خواندہ آدمی ہے عرصہ پندرہ سولہ سال کا گزرتا
ہے کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ کو بوجہ چند وجوہ طلاق واحد تنہا دی اور بعد گزرنے پندرہ یوم کے دونوں میاں بیوی
نے رجعت کر لی اور آج تک زید کی زوجیت میں رہی اتفاقاً بعد سولہ برس کے دونوں میں نا اتفاق بوجہ درغلانے
ایک شخص کے جو زید کی تجارت میں شریک تھا ہو گئی اور زید کے مکان سے فرار ہو گئی بعد چند روز کے واپس آئی اور

اشباہ والنظائر کتاب الشہادات والدعاویٰ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۵۸
باب الاختلاف فی الشہادۃ مطبع مجتہائی دہلی ۲/۹۸

سابقہ طلاق واحد کو تین طلاقیں کی مقرر ہوئی، چونکہ زید برادری والا آدمی ہے پنچایت میں یہ مقدمہ پیش ہوا اور گواہوں نے بیان کیا مجھے یاد نہیں ہے کہ زید نے طلاق واحد دی تھی یا طلاق ثلاثہ، اس وقت پنچایت میں زید سے قسم لی گئی، زید نے طلاق واحد کی قسم کھالی، ہندہ پھر زید کی زوجیت میں چند روز رہی، بعد ازاں ہندہ پھر فرار ہو کر اور دو گواہ بے نمازی دائمی اور شراب خوار و زانی ایک برادری و دیگر قوم دیگر کچھری دیوانی میں پیش کر کے مقدمہ دائر کر کے ڈگری حاصل کر لی اور اس شخص کے مکان پر رہتی ہے جو کہ زید کا شریک تھا اور اسی کے ورغلانے کا گمان غالب تھا، پس صورتِ مسئلہ میں ہندہ کے گواہ مذکور کچھری کا قول معتبر ہو گا یا کہ گواہ اول پنچایتی برادران زید کا قسم معتبر ہو گا اور اہل برادری کو زید کے شریک جہاں ہندہ رہتی ہے اور اسی کے ورغلانے کا تمام اہل برادری کو اور زید کو گمان غالب ہے تنبیہا خاندان ترک کر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ہندہ زوجہ زید ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے تو پنچایت کا فیصلہ ہی تھا اس کے بعد ہندہ کا چند روز اس پر کار بند رہ کر اغوائے شیطان سے پھر فساد اٹھانا اور دو فاسق گواہ پیش کر کے کچھری سے ڈگری لینا اُسے شرعاً کچھ مفید نہیں، ہندہ بدستور زوجہ زید ہے اور شریک زید پر اگر ہندہ کے اغوا کا ثبوت ہو تو اہل برادری ضرور اُسے برادری سے خارج کریں اُس سے میل جول چھوڑ دیں اُس کے پاس نہ بیٹھیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَأَمَّا نِسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منّا من خبب امرأة علی زوجها
سواہ ابوداؤد والمحاکم بسند صحیح
عن ابی ہریرة والطبرانی فی الصغیر
ونحوہ فی الاوسط عن ابن عمر و

ہمارے گروہ سے نہیں جو کسی کی عورت کو اُس سے
بگاڑ دے (اس کو ابوداؤد اور حاکم نے صحیح سند
کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی
نے صغیر اور اس کی مثل اوسط میں ابن عمر رضی اللہ

لہ القرآن ۶۸/۶

لہ سنن ابوداؤد

کتاب الطلاق

المستدرک للحاکم

آفتاب عالم پریس لاہور

دار الفکر بیروت

باب لیس منّا من خبب امرأة علی زوجها الخ

۲۹۶/۱

۱۹۶/۲

فی الاوسط کا بی یعلی بسند صحیح عن ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین - و اللہ
تعالیٰ اعلم۔

تعالیٰ عنہ سے، اور اوسط میں ابو یعلیٰ کی روایت صحیح
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ و اللہ
تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۵ از پتھر پرا ضلع مظفر پور محلہ نور العین شاہ شریف آباد رائے پور مظفر پور

مرسلہ شریف الرحمن صاحب ۳ شعبان ۱۳۳۶ھ

ہندہ کہتی ہے کہ مجھے میرا شوہر شیخ اسمعیل نے بیکدم پانچ طلاق دی ہے اور ایک ماں اور ایک بھانج
اور ایک غیر عورت بالغ اور ایک لڑکا بارہ چودہ سالہ گواہ رکھتی ہے اس کی مائی کہتی ہے کہ ہاں پانچ طلاق
دی ہے اور بھانج کہتی ہے کہ پانچ طلاق دی ہے، غیر عورت موجودہ کہتی ہے کہ دو دی ہے، لڑکا کہتا ہے
کہ تین دی ہے، اور یہ بھی کہتا ہے کہ وہاں مسماۃ مورن بھی تھی مسماۃ مورن کہتی ہے کہ طلاق نہیں دی ہے،
اور پڑوس کے موجودہ لوگ سب بیک زبان کہتے ہیں کہ طلاق نہیں دی ہے، اور اسمعیل شوہر ہندہ کہتا ہے کہ
میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں نے ہندہ کو طلاق نہیں دی ہے اور نہ دوں گا، ہندہ اور ہندہ کی ماں اور بھانج
باہمی سازش سے مجھ پر تہمت جھوٹی کی ہے چونکہ میں بیمار تھا ہندہ کو اپنی خدمت کے لئے تہنیہ و مجبور کرتا تھا
اس لئے مجھ سے ناراض ہو کر جھوٹی تہمت مجھ پر کی ہے۔

الجواب

صورت مذکورہ میں طلاق ثابت نہیں کہ اگر وہ لڑکا نابالغ ہو یا وہ خواہ بھانج خواہ وہ دوسری عورت
کہ دو طلاق کہتی ہے ثقہ عادل شرعی نہ ہو جب تو ظاہر یہاں تک کہ اگر یہ لڑکا بالغ اور یہ اور ماں اور
بھانج سب ثقہ عادل ہوں فقط وہ غیر عورت ثقہ نہ ہو جب بھی طلاق اصلاً ثابت نہ ہوگی پہلی صورت میں
اس لئے کہ صرف عورتیں ہیں اور تنہا عورتوں کی گواہی مقبول نہیں اور دوسری صورت میں اس لئے کہ عدالت
نہیں اور تیسری صورت میں اس لئے کہ ماں کی گواہی بیٹی کے حق میں مقبول نہیں۔ درمختار میں ہے :
لا تقبل شہادۃ الفراع لاصلہ وبالعکس۔
فرع (اولاد) کی شہادت اصل (والدین) اور
اوپر) کے حق میں اور اس کا عکس ہو تو بھی مقبول
نہیں (مختصاً)۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے :

ولو الجیہ میں ہے کہ باپ نے اگر اپنی بیوی کو طلاق
مطبع مجتہدانی دہلی

فی الولوالجیہ تجوز شہادۃ الابن علی
لے درمختار کتاب الشہادت باب القبول و عدمہ

دی تو بیٹے کی اپنے باپ کے خلاف شہادت مقبول ہوگی بشرطیکہ جس کو طلاق دی گئی ہو وہ اس بیٹے کی ماں یا ماں کی سہیلی نہ ہو، یہ شہادت باپ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مقبول ہوگی اور اگر بیٹے کی ماں یا اس کی سہیلی ہو تو پھر بیٹے کی یہ شہادت مقبول نہیں کیونکہ اگرچہ باپ کے خلاف ہے لیکن ماں کے

ابیه بطلاق امرأته اذالم تكن لامه أو لضرته لانها شهادة على اميه وان كان لامه اولضرته لاجوز لانها شهادة لامه ليه
کی ماں یا اس کی سہیلی ہو تو پھر بیٹے کی یہ شہادت مقبول نہیں کیونکہ اگرچہ باپ کے خلاف ہے لیکن ماں کے

حق میں ہے۔ (ت)

اور بالفرض اگر یہ لڑکا بالغ اور بھاج اور وہ دوسری عورت سب ثقہ عادل ہوں بھی تو دو طلاقیں ثابت ہو سکتیں کہ اسی قدر تینوں شاہدوں کا اتفاق ہے لیکن یہ مذہب صاحبین کا ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اب بھی شہادت مقبول نہیں کہ دو اور تین میں اختلاف ہے اور اختلاف شہود موجب رد شہادت - ہدایہ میں ہے:

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دونوں گواہوں کا لفظ اور معنی میں اتفاق معتبر ہے لہذا اگر ایک گواہ نے ایک ہزار کہا اور دوسرے نے دو ہزار کہا تو یہ شہادت امام صاحب کے نزدیک مقبول نہ ہوگی، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذکورہ صورت میں ایک ہزار پر دونوں گواہوں کی شہادت قبول کر لی جائے گی بشرطیکہ دعویٰ کیا ہو، یوں ہی ایک طلاق اور دو طلاق کا یا ایک اور تین طلاقوں میں دو گواہوں کا اختلاف ہو تو امام صاحب کے نزدیک اس اختلاف میں کوئی طلاق بھی ثابت نہ ہوگی۔ (ت)

يعتبر اتفاق الشاهدين في اللفظ والمعنى عند ابي حنيفة فاذا شهد احدهما باللف والاخر بالفين لم تقبل الشهادة عنده وعندهما تقبل على الالف اذا كان المدعى يدعى الالفين وعلى هذا الطلقة والطلاقان والطلقة والثلاث ليه

تو ثابت ہو کہ صورت مستفسرہ میں اصلاً طلاق ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۶ از گلاوٹھی ضلع بلند شہر مدرسہ اسلامیہ مدرسہ مولوی کریم بخش صاحب مدرس ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا بیان ہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
مطبع یوسفی لکھنؤ
۸۰/۷
۱۶۵/۳

لہ بحر الرائق باب من نقل شہادتہ ومن رقب
کے ہدایہ باب الاختلاف فی الشہادۃ

طلاق دے دی ہے قطعی جس کو عرصہ ۷ مہینے کا ہو اور اپنے بیان کی تائید میں اپنے دو بھائی حقیقی اور دو شخص غیر کو پیش کرتی ہے، چنانچہ وہ چاروں قطعی طلاق دینا مستماتہ کو بیان کرتے ہیں اور شوہر سے جو دریافت کیا گیا تو وہ انکار کرتا ہے اس صورت میں عورت مطلقہ سمجھی جائے گی یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

ان چاروں میں اگر عورت کے دونوں بھائی یا دونوں غیر یا ایک بھائی ایک غیر غرض کوئی سے دو شخص ثقہ عادل شرعی قابل قبول شہادت ہوں تو عورت ضرور مطلقہ سمجھی جائے گی شوہر کا انکار گواہان ثقہ کے حضور اصلاً مسموع نہ ہوگا، بھائی کی گواہی بہن کے حق میں شرعاً قبول ہے۔ درمختار میں ہے،

نصابہا لنکاح و طلاق من رجلان اور رجل
وامراتان آھ ملخصاً ملتقطاً۔
نکاح و طلاق میں شہاد کا نصاب دو مرد یا ایک
مرد اور دو عورتیں ہے۔ — اھ ملخصاً
ملتقطاً (ت)

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے،

تجوز شہادۃ الاخر لاختہ کذا فی محیط السرخسی۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔
بھائی کی شہادت بہن کے حق میں مقبول ہے، جیسا کہ
محیط سرخسی میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۷ از ریاست رامپور مسئلہ امر او دلہا مفتی غلام حیدر صاحب محلہ زاخ دوارہ

مورخہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کے دروازہ پر جا کر باواز بلند اپنی زوجہ کے متعلق کہا کہ میں نے فلانے کی بیٹی فلانی کو طلاق دی، اب شوہر کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ ایک دفعہ محض خوف دلانے کے لئے غصہ کی حالت میں کہا تھا اور گھر میں زوجہ کے دو بھائی اور والدہ اور نانی اور دروازہ پر ایک ملازم کا بیان ہے کہ ہم نے طلاق دی دی دی کا لفظ تین دفعہ سنا اور دروازہ کے باہر دو شخصوں نے بھی اسی آواز کو سنا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دی کا لفظ ایک دفعہ سنا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مذکورہ بالا میں تین طلاق ہوئیں یا ایک طلاق رہی۔ بیٹو اتوجروا۔

۱۷ درمختار
۲۷ الفتاویٰ الھندیۃ
کتاب الشہادات
الفصل الثالث فین لا تقبل شہادۃ للثمتۃ الخ
مطبع مجتہاتی دہلی
نورانی کتب خانہ پشاور
۹۱/۲
۴۰/۳

الجواب

عورت کے دونوں بھاتی اور ملازم ان تینوں شخصوں میں اگر دو ثقہ عادل قابل قبول شرع ہیں تو تین طلاقیں ہو گئیں عورت بے حلالہ نکاح میں نہیں آسکتی بشرطیکہ بھائیوں نے اُسے آنکھ سے دیکھا ہو اور اس کے قول مذکور کو کان سے سنا اور اگر وہ گھر ہی میں رہے اور یہ باہر ہی رہا تو محض شناخت آواز پر شہادت نہیں ایک طلاق سے زائد ثابت نہ ہوگی پھر اگر واقع میں تین بار زدی کا لفظ کہا تو اس پر فرض ہے کہ اُسے چھوڑ دے اور بے حلالہ پاتھ نہ لگائے اگر خلاف کرے گا مبتلائے زنا ہوگا اور مستحق عذاب شدید، واللہ علیٰ کل شیء شہید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸ تحصیل کچھانیتی تال مسئلہ عبدالغنی صاحب ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو منکوحہ ہیں ہندہ، زینب۔ ہندہ نے چاہا کہ زینب زوجہ ثانیہ کو طلاق ہو جائے زید کو اہلِ وہ نے بہت ڈرایا دھمکایا مگر زید نے برگز نہ مانا زینب کو طلاق نہ دی ان مغویان نے پٹواری دہ سے کہ از قوم ہنود تھا سا زکر کے طرح طرح کے نقصان مالی و جانی منجانب کچھری کے اندیشہ پیدا کرنا اور کہا تمھاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اپنی عورت زینب کو طلاق دے دو اور یہ کلمات اُس پٹواری ہنود نے اپنی زبان سے اس طرح نکالے کہ کہو کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی زید نے پٹواری سے پورا مخوف ہو کر کہا کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دے دی تین مرتبہ اس کلمہ کا اعادہ کیا اور کرایا مگر یہ لفظ طلاق سے ثابت نہ ہوا کہ کون سی بی بی کو زید سے مرد ہنود پٹواری نے طلاق دلوائی بعد تھوڑی دیر کے جبکہ جلسہ منتشر ہو گیا پٹواری نے زید سے دریافت کیا کہ تم نے اپنی کون سی بی بی کو طلاق دی زید نے کسی کا کچھ نام بھی نہیں لیا اور کسی عورت کی طرف اشارہ بھی نہ کیا اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں اور زید شوہر اور زینب زوجہ کو باہم کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

جبکہ زید نے تین بار جدا جدا یہ لفظ اپنی زبان سے کہے کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی " اگرچہ ڈرانے دھمکانے جبر و اکراہ سے اگرچہ وہ کہلوانے والا ہنود یا کوئی تھا اس پر تین عدد طلاق ضرور لازم آئی اگر اُس کی مراد زینب تھی تو زینب پر تین طلاق ہو گئیں اور اگر ہندہ مراد تھی تو ہندہ کو تین طلاقیں ہو گئیں اور اگر دھمکانے سے وہ الفاظ زبان سے ادا کر دئے اور نیت نہ زینب کی تھی نہ ہندہ کی، تو اب اس کے اختیار میں ہے جس کی طرف چاہے ڈال دے اگر زینب کو کہے گا اُس پر تین طلاقیں ہو جائیں گی اور ہندہ کو تو اُس پر تین ہی ہیں، لوقال امرأتی طالق وله امرأتان او ثلاث تطلق واحدة منهن وله

اگر خاوند نے کہا میری بیوی کو طلاق ہے جبکہ اس کی بیویاں دو تھیں یا تین تو ان میں سے ایک کو طلاق

ہوگی ان میں سے طلاق کے لئے ایک معین کر سکتا ہے
اختیار خاوند کو حاصل ہوگا۔ (د ت)

ردالمحتار میں ہے ،

مذکورہ صورت میں طلاق معلق ہو یا غیر معلق ہو اور بیوی
ایک یا متعدد بار کہنے میں کوئی فرق نہیں، ایک سے
زائد طلاقوں کو ایک ہی بیوی کے لئے مراد لینے کا بھی
خاوند کو اختیار ہے، تو بزازیہ میں شیخ الاسلام کے
فوائد سے منقول ہے کہ اگر خاوند نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
کی حلال کی ہوئی چیز مجھ پر حرام ہے اگر میں فلاں کام
کروں، اور پھر اس نے وہ کام کر لیا اور اس کے بعد
پھر اس نے کہا اگر میں فلاں کام کروں تو میری بیوی
کو طلاق، پھر اس نے وہ کام کر لیا، تو ان دونوں قسموں کے بعد خاوند کو دو بیویوں کی صورت میں اختیار ہے
ان دونوں طلاقوں کو ایک ہی بیوی کے لئے قرار دے، زیادات میں خاوند کو اس اختیار کا مالک قرار دینے

لا فرق في ذلك بين المعلق والمنجز وكذا
لا فرق بين حلفه مرة او اكثر فله صرف
الاكثر الى واحدة ففي البزازیة عن فوائد
شيخ الاسلام قال حلال الله عليه حرام
ان فعل كذا وفعله وحلف بطلاق امرأته
ان فعل كذا وفعله وله امرأتان فاراد
ان يصرف هذين الطلاقين في واحدة
منها اشار في الزيادات الى انه يملك ذلك

کا اشارہ دیا ہے۔ (د ت)

اور جبکہ وہ خالی الذہن تھا کسی لفظ سے کسی عورت کی نیت نہ تھی لیکن یہ الفاظ خالی نہیں جاتے اور شرع
اُسے تعین کا اختیار دیتی ہے تو ظاہر اس پر لازم نہیں کہ تینوں طلاقیں ایک ہی عورت پر ڈالے بلکہ ایک پر
ایک اور ایک پر ڈو ڈال سکتا ہے اور دونوں پر یہ طلاق رجعی ہونی چاہئے جبکہ اس سے پہلے دو والی کو ایک اور
ایک والی کو دو طلاقیں نہ دے چکا ہو، پھر اگر دونوں کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہے تو عدت کے اندر رجعت کر لے
دونوں بدستور اس کی زوجہ رہیں گی، ہاں آئندہ کبھی اگر دو والی کو ایک یا ایک والی کو دو طلاقیں دے گا تو تین
ہو جائیں گی اور پھر بے حلالہ اُس سے نکاح نہ کر سکے گا۔

اقول (میں کہتا ہوں) مذکورہ صورتوں میں طلاقوں
کو بیویوں پر متفرق کر سکتا ہے اور اس کے جواز کی

اقول والدلیل علی جواز التفريق
مامر عن البزازیة عن

۲۲۳/۱

مطبع مجتہاتی دہلی

باب طلاق غیر المدخول بہا

۱۰ در مختار

۲۵۹/۲

دار احیاء التراث العربی

” ” ”

۱۱ ردالمحتار

شیخ الاسلام عن اشارۃ محمد انہ یملک
 الصراف الی واحدا ان اراد فقط افاد انہ
 یملک التفریق ان شاء والثلاث والاربع و
 الاثنان فی ذلك سواء و لیس قوله طلقت
 طلقت طلقت أو امرأته طالق امرأته طالق
 امرأته طالق کقوله طلقت
 امرأتی ثلاثا، او امرأتی طالق
 ثلاثا فان هنا قد افهم
 المغلظة فلا یملک التخفیف بالتفریق
 مع ان الروی عن الامام فیہ
 ایضا خیاس التفریق غیر انہ
 تقع علی کل منہت واحدا
 بائنة لئلا یلغی وصف الاصل
 فی رد المحتار رأیت بخط شیخ
 مشائخنا السائق عن
 المنیة لو كانت لرجل ثلاث
 نساء فقال امرأتی ثلاث
 تطلیقات یقع ثلاث لكل واحدا
 وعند ابی حنیفة رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ لكل واحدا منهن
 طلاق بائن وهو الاصح
 اقول ای الا اذا بین وعین
 احدھن فعلیھا الثلاث

دلیل بزازیہ کی گزشتہ عبارت شیخ الاسلام سے منقول کہ
 امام محمد نے اس میں اشارہ فرمایا کہ خاوند کو ایک
 ہی بیوی پر دونوں طلاقوں کو صرف کر نیجا اختیار ہے اگر چاہے
 تو واضح ہوا کہ انھوں نے افادہ کیا کہ خاوند اگر چاہے تو
 ان طلاقوں کو اپنی متعدد بیویوں پر متفرق کر سکتا ہے اس
 میں بیویوں کی تعداد دو یا تین چار ہونے میں
 کوئی فرق نہیں، اور خاوند کا "میں نے طلاق دی" میں نے
 طلاق دی" یا یوں "میری بیوی طلاق والی ہے"
 تین بار کہنا، اس کا حکم وہ نہیں جو "میں نے بیوی کو
 تین طلاقیں دیں" یا "میری بیوی تین طلاق والی ہے" کا
 حکم ہے کیونکہ آخری دونوں الفاظ میں طلاق مغلظہ
 مفہوم ہوتا ہے تو اب اس مغلظہ کو متعدد بیویوں پر تقسیم کر کے
 مخففہ نہیں بنا سکتا (لہذا یہ تین ایک ہی بیوی کے لئے
 قرار پائیں گی) حالانکہ امام سے اس مسئلہ میں بھی مروی
 ہے کہ انھوں نے یہاں بھی تفریق کا اختیار خاوند کو
 دیا ہے صرف اس میں یہ بات فرمائی کہ ہر ایک بیوی
 کو ایک طلاق بائن ہوگی تاکہ اصل طلاق کا وصف
 لغو نہ جائے۔ رد المحتار میں ہے کہ میں نے شیخ المشائخ
 سائق کے خط میں دیکھا انھوں نے منیۃ الفقہاء سے
 نقل کیا کہ اگر ایک شخص کی تین بیویاں ہوں اور وہ کہے
 "میری بیوی کو تین طلاقیں ہیں" تو اس کی تینوں
 بیویوں میں سے ہر ایک کو تین تین طلاقیں واقع ہوں گی
 اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ہر ایک

فلا مخالفة فيه لسألة خيار التعيين خلافا
لما فهم العلامة الشامي اما ههنا فكل
كلمة على واحدة وكل تحتل كل امرأتد و
لا ترجيح فاليه البيان فان شاء جمع
الكل على حدة وان شاء فرق فاذا فرق
فالواقع على كل رجعية اذ لا اصل ههنا
موصوفا بالبينونة وبه انحل ما في ردالمحتار،
وبالله التوفيق والله تعالى اعلم۔

بیوی کو ایک ایک بائنہ طلاق ہوگی، اور یہی زیادہ
صحیح ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) مگر یہ اس
صورت میں ہے جب خاوند نے بیویوں میں کسی کو
معین نہ کیا ہو اور اگر اس نے تینوں بیویوں سے ایک
کو واضح طور معین کر لیا تو پھر ایک کو ہی تین طلاقیں
ہوں گی، لہذا یہ صورت، تعین کے اختیار والے مسئلہ
کے مخالف نہیں، یہ بات علامہ شامی کے فہم کے
خلاف ہے، لیکن یہاں زیر بحث مسئلہ میں تو ہر طلاق
علیحدہ ذکر کی گئی ہے جو کہ ہر بیوی کے لئے ہو سکتی ہے اور کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے لہذا خاوند کو ہی بیان کا حق
ہوگا، اگر وہ چاہے تو سب طلاقیں ایک کے لئے بیان کرے اگر چاہے تو ان طلاقوں کو متعدد بیویوں پر متفرق
کر دے، اگر اس نے متفرق کر دیں تو پھر ہر ایک کو طلاق رجعی ہوگی کیونکہ یہاں طلاق کو بائنہ سے موصوف نہیں
کیا گیا۔ اور اس تقریر سے ردالمحتار میں ذکر کردہ اشکال حل ہو گیا، اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہی حاصل ہے،
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۹ ۲۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو زوجہ ہیں چھی اور بشیرن، اور اس نے
دو بار یا تین بار کہا میری عورت پر طلاق، اور کسی عورت کا نام نہ لیا تو ان میں کس پر اور کتنی طلاقیں پڑیں گی
بینوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں یا تو وہ دونوں عورتیں مدخولہ ہوں گی یا دونوں غیر مدخولہ یا ایک مدخولہ
ایک غیر مدخولہ، اور ہر صورت میں یا تو ایک کی تخصیص کرے گا کہ میں نے اسی کو طلاقیں دی تھیں یا دونوں
کو دینا بتائے گا تو یہ چھ صورتیں ہوں اور بہر تقدیر لفظ مذکور دو بار کہا یا تین بار تو مجموع بارہ ہیں جن میں ہر جگہ
مدخولہ کے اس لحاظ سے کہ اُسے پہلے ایک طلاق دے چکا ہے یا دو یا نہیں چالیس بلکہ

عہ دونوں مدخولہ ہونے میں چھ صورتیں ہیں کہ دونوں سادہ ہوں یعنی اس سے پہلے کسی کو کوئی طلاق نہ دی تھی
(باقی اگلے صفحہ پر)

اتھاؤں ہو جائیں گی، ان سب کا حکم چار اصل کلی سے نکل سکتا ہے :

اول زین غیر مدخولہ تفریق طلاق کی صلاحیت نہیں رکھتی یعنی غیر مدخولہ کو یوں کہے کہ اس پر دو طلاق یا اس پر تین طلاق، جب تو اس پر دو یا تین طلاقیں ہوں گی اور اگر دو یا تین یوں کہا کہ تجھ پر طلاق تجھ پر طلاق تو ایک ہی طلاق ہو کر نکاح سے نکل جائے گی باقی لغو جائیں گی۔

دوم مدخولہ جمعاً و تفریقاً ہر طرح تین طلاق تک کی صالحہ ہے زیادہ کی نہیں کہ تین سے آگے طلاق ہی نہیں، تو جس مدخولہ کو کبھی ایک طلاق دے چکا تھا اب اُسے دو سے زائد نہیں دے سکتا اور جسے وہ دو دے چکا اس پر ایک سے زیادہ نہیں ڈال سکتا، اگر زیادہ دے گا باقی لغو ہو جائیں گی۔

سوم کلام جب تک مؤثر بن سکے گا لغو نہ ٹھہرائیں گے، اور ایسا دعویٰ جس میں کوئی حصہ کلام کا لغو جاتا ہو تسلیم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یا دونوں کو ایک ایک دے چکا تھا یا دو دو یا ایک سادہ دوسری کو ایک یا ایک سادہ دوسری کو دو یا ایک کو ایک دوسری کو دو، اور ایک مدخولہ دوسری غیر مدخولہ میں تین صورتیں ہیں کہ وہ مدخولہ سادہ ہو یا ایک پاہکی ہو یا دو، تو یہ نوہوئیں اور دسویں وہ کہ دونوں غیر مدخولہ ان دسوں پر محتمل ہے کہ ایک کی تخصیص کرے یا دونوں کو دینی کہے بیس ہوئیں ان بیسوں پر احتمال ہے کہ لفظ دو بار کہا یا تین بار، چالیس ہوئیں ۱۲ منہ

(حاشیہ صفحہ ہذا)

اس لئے کہ ان دس صورتوں میں چھ صورتیں اختلاف حال زوجہ کی ہیں یعنی چوتھی سے جس میں ایک سادہ اور دوسری کو ایک پاہکی ہے نویں ایک مدخولہ اور دوسری غیر مدخولہ ہے اور چار صورتیں دسوں سے متعلق ہونے والی ہیں دو کی تخصیص دو کی تقسیم، تین کی تخصیص تین کی تقسیم، ان صورتوں سے ان چار شکلوں میں جن میں حال زوجہ متفق ہے کوئی اختلاف نہ پڑے گا جس کی چاہو تخصیص مان لو یا تین قسم کی تقسیم جس پر طلاق چاہو دو اور دوسری پر ایک واقع مان لو حکم ایک ہی رہے گا، لہذا یہ چاروں چار سے مل کر سولہ ہی ہوئیں اور اسی طرح ان چھ صورتوں میں اختلاف حال میں تقسیم دو سے کوئی فرق نہ آئے گا کہ ہر ایک پر ایک پڑے گی اور بیشک وہ دونوں ایک حال کی ہوں ایک کے پڑنے کی ضرورت صالحہ ہیں ورنہ اس کے نکاح ہی میں نہ ہوتیں، یہ چھ طلاق چھ ہی رہیں، سولہ اور چھ بائیس، مگر بحالت تخصیص دو یا سہ، یہ چھ مختلف حکم ہوں گی کہ تخصیص ۲ یا ۳ اس عورت سے کی یا اس سے اور تقسیم تین میں دو اس پر مانیں اور ایک اس پر، بالعکس تو یہ چھ یہاں آ کر بارہ ہوئیں اور تین صورتوں میں تخصیص دو سے و تقسیم سہ سے ضرب کھا کر چھتیس چھتیس بائیس اتھاؤں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

نہ کریں گے۔

چہارم جس کے پاس دو زوجہ ہوں اور وہ بلا تعین اپنی عورت کو طلاق دے تو اسے اختیار ہے کہ وہ طلاق ان میں سے جس کی طرف چاہے پھیرے تعین مطلقہ میں اس کا بیان معتبر ہوگا جب تک اس کے قبول میں کلام کا لغو ہونا نہ لازم آتا ہو۔

یہ چاروں اصول جا بجا کتب فقہ میں مصرح ہیں، پس اگر چہ بشرین دونوں مدخولہ ہیں تو اب ان میں سے جس کی تخصیص کرے گا دو یا تین جتنی طلاقیں دی ہیں سب اسی پر پڑیں گی دوسری پر کچھ نہیں بشرطیکہ وہ اتنی طلاقوں کی صلاحیت رکھتی ہو مثلاً دو بار لفظ مذکور کہا تو اب جس کی تخصیص کرتا ہے اسے دو طلاقیں سمجھی نہ دی ہوں یا تین بار کہا تو اصلانہ دی ہو ورنہ جس قدر کی اس میں صلاحیت ہے اتنی اس پر باقی دوسری پر پڑیں گی جبکہ اس میں کل باقی کی صلاحیت ہو ورنہ ایک طلاق بنا چاری لغو ٹھہرے گی مثلاً دو بار کہا اور چھٹی کی تخصیص کی اور اسے پہلے دو بار دے چکا تھا تو اس بار اس پر ایک ہی پڑ کر وہ تین طلاقوں سے مطلقہ ہو جائے گی، اور اگر تین بار کہا اور اس سے پہلے ایک دے چکا تھا تو اب اس پر دوسری پڑ کر تین ہو جائیں گی اور دونوں صورتوں میں باقی ایک بشرین پر پڑے گی، اور اگر چھٹی کو دو دے چکا تھا اب تین بار کہا تو اس پر ایک پڑ کر تین ہو گئیں اور باقی دو بشرین پر پڑیں گی جبکہ بشرین کو پہلے دو نہ دے چکا ہو ورنہ ان دو باقی ماندہ سے ایک ہی بشرین پر پڑ کر اس کی بھی تین ہو جائیں گی اور ایک مجبوراً لغو ہو جائے گی کہ اس کے لئے کوئی محل نہیں، اور اگر دونوں کو دینا بتاتا ہے تو ہر ایک پر ایک ایک تو ضرور پڑے گی، رہی تیسری اگر اس کی صلاحیت کسی میں نہیں تو لغو جائے گی اور خاص ایک میں ہے تو اسی پر پڑے گی اور دونوں میں ہیں تو وہ جسے بتائے گا اس پر ہوگی مثلاً چھٹی بشرین دونوں پہلے دو و طلاقیں پا چکی تھیں تو اب ہر ایک پر ایک ایک پڑ کر تین تین ہو گئیں تیسری بیکار، اور اگر مثلاً چھٹی کو دو ہو چکی تھیں اور بشرین کو ایک، تو یہ تین جو دونوں کو دیں ان میں کی دو خاص بشرین پر پڑیں گی اور چھٹی پر ایک، اگرچہ وہ اس کا عکس بتاتا ہو کہ میں نے چھٹی پر دو ڈالیں اور بشرین پر ایک۔ اور اگر دونوں کو ایک ایک طلاق ہو چکی تھی یا ایک بھی نہ ہوتی تھی یا ایک کو ایک، دوسری کو اصلانہ ہوتی تھی تو دونوں ان تینوں میں سے دو کی قابل ہیں جس پر دو بتائے گا اس پر ان میں کی دو پڑیں گی، اور جس پر ایک اس پر ایک۔ اور اگر دونوں غیر مدخولہ ہیں تو ایک کی تخصیص اصلاً قبول نہ ہوگی کہ باقی کی لغویت لازم آتی ہے بلکہ ہر طرح دونوں پر ایک ایک پڑے گی، اور اگر تین بار کہا تھا تو تیسری عبث جائے گی۔ اور اگر مدخولہ و غیر مدخولہ ہیں اور تخصیص غیر مدخولہ کی کرتا ہے تو مقبول نہ ہوگی بلکہ دو کی صورت میں دونوں پر ایک ایک پڑے گی اور تین کی صورت میں غیر مدخولہ پر ایک اور باقی دو مدخولہ پر اگر اسے پہلے دو نہ دے چکا ہو ورنہ اس پر بھی ایک ہی، اور تیسری بیکار۔ اور اگر تخصیص مدخولہ کی کرتا ہے تو مقبول

ہوگی جبکہ دو کی صورت میں اُسے پہلے دو اور تین کی صورت میں پہلے ایک یا دو نہ دے چکا ہو ورنہ ایک یا دو مدخولہ پر پڑ کر باقی ایک غیر مدخولہ پر پڑ جائیں گی، اور اگر دونوں کو دینا بتاتا ہے تو غیر مدخولہ پر ایک ہی پڑے گی اگرچہ اس پر تین میں سے دو بتاتا ہو باقی مدخولہ پر بشرطیکہ تین کی صورت میں اُسے پہلے دو نہ دی ہوں ورنہ اس پر بھی ایک پڑے گی

اور ایک عبث۔ غرض تقسیم طلاق و تخصیص غیر مدخولہ کے احکام یکساں ہوں گے۔ خاتمہ میں ہے :

لوکان له امرأتان لم یدخل بہما فقال امرأتی طالق امرأتی طالق بانساوان قال اردت واحدًا منهما لا یصدق وکذا الوقال امرأتی طالق و امرأتی طالق وکذا العتق ولوکان دخل بہما فقال امرأتی طالق امرأتی طالق کان له ان یوقع الطلاقین علی احدہما۔

میری بیوی کو طلاق یعنی عطف کے ساتھ دونوں مجھے کہے تو بھی یہی حکم ہے۔ یونہی اپنے دو غلاموں کے بائے میں عتق کے لئے ایسے کہا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے، اور اگر دونوں بیویوں کو دخول کر چکا ہو تو ان کو "میری بیوی کو طلاق، میری بیوی کو طلاق" کہا تو خاوند کو اس صورت میں یہ اختیار ہوگا کہ وہ دونوں طلاقوں کو ایک بیوی کے لئے

قرار دے۔ (ت)

جو ہمارے اس بیان کو سمجھ لے وہ اس مسئلہ کے تمام باقی صد ہا صورتوں کے بھی احکام نکال سکتا ہے مثلاً دو زوجہ کی حالت میں یہ لفظ چار یا پانچ یا چھ بار کہا یا تین کی حالت میں دو سے نو تک یا چار کی صورت میں دو سے بارہ تک کہ اس سے زائد جو کچھ ہے وہ مطلقاً فضول ہوگا کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ ت) رہا ایک ہی بار کہنا اس کا حکم سب صورتوں میں یہی ہے کہ جس پر چاہے ڈال سکتا ہے کہ کم سے کم ایک کی صلاحیت

تو ہر زوجہ میں ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ ربیع الآخر ۱۳۱۶ھ

مسئلہ ۲۱۰ از بحکم پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ حرہ کو یہ ہدایت کی کہ فلاں رشتہ دار میرا ترا دشمن ہے لہذا تو اس سے مراسم اتحاد ترک کر، زوجہ نے نہ مانا، زید نے بموجودگی چند اشخاص زوجہ کو طلاق دی اور عدت منقضی ہو چکی ہے، اب زید رجوع کیا چاہتا ہے اور کہتا ہے میں نے ایک یا دو بار اس موقع پر جہاں

طلاق واقع ہوئی تھی طلاق دی گئی تین مرتبہ نہیں کہا تھا، اشخاص موجودین موقع و زوجہ مطلقہ بیان زید کی تصدیق کرنے میں مگر عمر و ہندہ و صفیہ کا بیان ہے کہ جب ہم سے ملا تھا اور ہم نے اُس سے کیفیت واقعہ طلاق کو اپنے مکان پر دریافت کیا تو زید نے ہمارے سامنے تین مرتبہ یہ کلمہ کہا کہ (میں طلاق دیتا ہوں) زید بیان عمر و غیرہ کے تصدیق نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے عمر و غیرہ میرے مخالف ہیں اور براہ مخالفت جو مجھ سے رکھتے ہیں یہ کہتے ہیں تاکہ میری عورت مغلطہ ہو جائے اور میں عورت سے رجوع نہ ہونے پاؤں ورنہ ظاہر ہے کہ موقع طلاق پر علیحدہ تین مرتبہ کہنے کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ عمر و غیرہ نے مجھ سے کیفیت دریافت کی میں نے صورت واقعہ ظاہر کی، اس صورت میں زید تجدید نکاح اپنی زوجہ سے رجوع کر سکتا ہے یا نہیں اور تحلیل کی ضرورت تو نہ ہوگی، اور اگر موقع وقوع طلاق سے علیحدہ ہو کر دوسرے مقام پر عمر و غیرہ کے سامنے تین مرتبہ جملہ مذکور کہنا تسلیم کیا جائے تو وہ جملہ منصور ہوگا یا واقع کرنے والا طلاق مغلطہ کا، مترصد کہ بحوالہ کتاب و حدیث سے ہدایت فرمائی جائے۔

بیٹو اتوجروا۔

الجواب

صورت واقعہ اگر یونہی ہے تو طلاق مغلطہ ہرگز ثابت نہیں، زید عمرہ سے بے حاجت تحلیل نکاح کر سکتا ہے، عمر و ہندہ و صفیہ میں اگر ایک ہی شخص ثقہ عادل شرعی نہیں اگرچہ باقی دو بروجہ کمال عدالتہ شرعیہ رکھتے ہوں جب تو ظاہر ہے کہ نصاب شہادت کامل نہیں اور آج کل عدالتہ شرعیہ مردوں میں کم ہے نہ کہ زنان ناقصات العقل والدین کہ ان میں ثقہ شرعیہ ہندوستان میں شاید گنتی کی ہوں کما بیتناہ فی کتاب الشہادۃ من فتاویٰ (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاویٰ کی کتاب الشہادت میں بیان کیا ہے۔ ت) اسی طرح اگر ان میں کوئی شخص زید سے عداوت ظاہرہ دنیویہ اس حد پر رکھتا ہے جس کے باعث باوصف عدالتہ اُس کے حق میں مہتمم ہو جب بھی حسب فتویٰ ائمہ متاخرین اس کی گواہی زید کے ضرر پر مقبول نہیں۔ درمختار میں ہے :

تقبل من عدو بسبب الدین لانها من
التدین بخلاف الدنیویۃ فانه لا یامن من
التقول علیہ

دینی دشمن کی شہادت قبول کی جائے گی کیونکہ شہادت
دینداری ہے بخلاف دنیوی دشمن کے کہ وہ جھوٹ
بولنے سے پرہیز نہیں کرتا۔ (ت)

اسی طرح اگر زید نے مکان عمر و پر وہ جملہ اس وقت کہا ہو کہ عمرہ کی عدت گزر چکی ہو،

۱۔ درمختار کتاب الشہادۃ باب البقول وعدمہ مطبع مجتہباتی دہلی ۹۳ / ۲

فان انقضاء العدة يجعلها اجنبية خارجة عن محلية الطلاق۔

کیونکہ عدت کا گزر جانا بیوی اجنبی بنا دیتا ہے اور اس کو طلاق کے محل سے خارج کر دیتا ہے (ت)

اور اگر ان سب سے قطع نظر کیجئے بلکہ مان ہی لیجئے کہ زید نے جملہ مذکورہ ضرور کہا اور ایام عدت کے اندر ہی کہا اور اس قدر شک نہیں کہ یہ جملہ زمان حال بتاتا ہے نہ زمان ماضی، تو حکایت طلاق سابق نہ ہوگا بلکہ جبکہ لفظ اسی قدر ہیں کہ ”میں طلاق دیتا ہوں“ اور اس میں کچھ نام و ذکر نہیں کہ کسے دیتا ہوں نہ بیان کوئی قرینہ دالہ ارادہ تطلیق حرہ پر دال تو حرہ پر وقوع طلاق کا حکم نہ ہوگا جب تک زید اقرار نہ کرے کہ میں نے ان لفظوں سے اُسے طلاق دینے کا قصد کیا تھا۔ خلاصہ وہندیہ میں ہے :

سکران ہربت منه امراتہ فبتعہا ولم یظفر بہا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق ان قال اسدت امراتی یقع والالہ۔

نشے والے کی بیوی بھاگی تو اس نے بیوی کا پچھا کیا اور ناکام رہا تو اس نے کہا: تین طلاق سے، اگر اس پر خاوند نے کہا میں نے بیوی مراد لی ہے تو بیوی کو

طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر کچھ بھی وضاحت نہ کی تو طلاق نہ ہوگی (ت)

بزازیہ والقرویہ میں ہے :

فرت ولم یظفر بہا فقال سہ طلاق ان قال اسدت امراتی یقع والالہ۔

عورت بھاگی تو شوہر مکرپٹنے میں کامیاب نہ ہوا، تو کہا تین طلاق، اگر وضاحت کی اور کہا بیوی کو دی ہے تو طلاق ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے :

وقال طالق فقیل من عنیت فقال امراتی طلقت امراتہ آھ فقد علق الوقوع علی اقرامہ انه عنی امراتہ۔

اگر کہا طلاق والی، تو پوچھا گیا کس کو طلاق کہا ہے، تو خاوند نے کہا اپنی بیوی کو، تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ تو انھوں نے وقوع طلاق کو خاوند کے اس اقرار پر معلق رکھا کہ اس نے اپنی بیوی مراد لی ہے۔ (ت)

اور اگر بالفرض وجود قرینہ بھی تسلیم کر لیں تاہم جب کلام میں عورت کی طرف اصلاً اضافت نہیں تو زید کا

۱/ ۳۸۲ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور

۱/ ۴۴ الفصل ما یقع بہ الطلاق وما لا یقع بہ دارالاشاعت قندھارہ افغانستان

۳/ ۲۵۳ باب الطلاق الصریح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

قول کہ میں نے طلاق حرہ کی نیت نہ کی قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا اور طلاق مغلظ کا حکم نہ ہوگا۔ محیط و خانہ ہندیہ میں ہے :

شیخ الاسلام فقیہ ابونصر سے سوال کیا گیا کہ ایک نشے والے نے اپنی بیوی سے کہا کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دوں، تو بیوی نے کہا ہاں۔ اس پر خاوند نے کہا اگر تو میری بیوی ہے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق، اٹھ میرے پاس سے دور ہو جا۔

اس کے بعد خاوند نے کہا کہ میں نے بیوی کو طلاق کی نیت سے نہیں کہا، تو اس کی بات مان لی جائیگی (ت) نیز عالمگیری میں ہے :

فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہا اگر تو میری بیوی ہے تین طلاق، اضافت کی بیاہ کو حذف کر کے کہا تو اگر وضاحت کرتے ہوئے خاوند نے کہا کہ میں نے بیوی کی طلاق کی نیت سے نہیں کہا، تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یائے اضافت کو حذف کرنے پر بیوی کی طرف نسبت نہ ہوتی۔ (ت)

اگر خاوند نے کہا اگر تو نکلیں گی تو طلاق واقع ہوگی یا یوں کہی اجازت کے بغیر باہر جانا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھا رکھی ہے، بیوی نکلیں گی، تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس نے قسم میں بیوی کی طلاق کو ذکر نہیں کیا۔ (ت)

مذکورہ صورت میں طلاق اس لئے نہ ہوگی کہ اس نے

سئل شیخ الاسلام الفقیہ ابونصر عن سکران قال لامرأته اتویدین ان اطلقك قالت نعم فقال اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق بر طلاق قوی اخروجی من عندی وهو یزعم انه لم یرد به الطلاق فالقول قوله ۱۔

فی الفتاویٰ رجل قال لامرأته اگر زن منی سے طلاق مع حذف البیاء لا یقع اذا قال لمانو الطلاق لانه لما حذف فلم یکن مضیفا الیها۔

نہیں کہا، تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یائے اضافت کو حذف کرنے پر بیوی کی طرف نسبت نہ ہوتی۔ (ت) درمختار میں ہے :

لو قال ان خرجت یقع الطلاق اولاً تخرجی الابدانی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لتوکه الاضافة الیها۔

بزازیہ و خانہ میں ہے :

لا یقع لعدم ذکر حلفه بطلاقها

۱۔ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة نوری کتب خانہ پشاور ۳۸۳/۱
۲۔ ایضاً ۳۸۲/۱
۳۔ درمختار باب الصریح مطبع مجتہدانی دہلی ۲۱۸/۱

يَحْتَمِلُ الْحَلْفَ بِطَلَاقٍ غَيْرِهَا فَالْقَوْلُ
قوله
قسم میں بیوی کی طلاق کا ذکر نہیں کیا تو احتمال ہو سکتا ہے کہ
غیر عورت کی طلاق کی قسم ہو، لہذا خاوند کی وضاحت
قابل قبول ہوگی۔ (ت)

بجملہ صورتِ مستفسرہ میں اگر عمر و ہندہ و صفیہ کا بیان صحیح بھی مانا جائے تاہم کسی طرح تین طلاقیں ہونا ثابت
نہیں البتہ اگر واقع میں زید نے ایام عدت کے اندر انشاء طلاق حرہ کی نیت سے دو بار بھی جملہ مذکورہ کہا
اگر پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو ایک ہی بار بہ نیت ایقاع طلاق کہا ہو تو عند اللہ حرہ پر طلاق مغلظ ہوگی اگر زید
مغلظ انکار کرے گا مفتی کا فتویٰ نفع نہ دے گا اللہ سے ڈرے اور جو امر واقع ہو اس پر عمل کرے۔ واللہ بسبحہ
تعالیٰ اعلم۔

۲۱۱ مسئلہ از صدر بریلی ۱۵ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوج کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی، اور بیوی کہتی
ہے کہ دی، اور دونوں قسم کھاتے ہیں، اور زوجہ ایک کاغذ پیش کرتی ہے کہ جس میں طلاق لکھی ہوئی ہے آیا
اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ بیٹو اتوجردوا۔

الجواب

مرد کی قسم معتبر ہے، عورت کی قسم فضول ہے جب گواہ نہیں مرد کو اقرار نہیں اس کاغذ کو وہ اپنا لکھا
مانتا نہیں، تو طلاق ہرگز ثابت نہ ہوگی، ہاں اگر واقع میں طلاق دے دی ہے اور جھوٹا انکار کرتا ہے
تو اس کا وبال اور سخت عذاب اس پر ہے، عورت خوب جانتی ہے کہ اس نے طلاق دے دی تھی، تو اگر
وہ طلاق رجعی تھی تو کچھ حرج نہیں، اور اگر بائن تھی تو عورت کو اس سے کہنا چاہئے کہ تو نے طلاق نہیں دی
مسی از سر نو نکاح میں کیا حرج ہے اور مرد کو چاہئے کہ تجدید نکاح کر لے، اور اگر عورت جانتی ہے کہ وہ تین
طلاقیں دے چکا ہے تو جس طرح ممکن ہو اس سے بھاگے نجات حاصل کرے اپنا مہر وغیرہ چھوڑنے کے
بدلے اس سے طلاق مل سکے تو یوں لے، نہ ممکن ہو تو عذاب اس پر رہے گا جب تک یہ خود اس کے
سے جانے کی رغبت نہ کرے گی۔ واللہ بسبحہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۱۲ مسئلہ از شہر بریلی ذخیرہ مرسلہ کرامت حسین

ما قولکم ایہا العلماء من حکم اللہ تعالیٰ (اے علماء کرام، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے،

آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت (ت) کہ زید کہتا ہے کہ میں نے دو طلاق اپنی زوجہ کو دی ہیں اور زوجہ کہتی ہے کہ مجھے علم طلاق دینے کا نہیں ہے، اور گواہ کہتے ہیں کہ زید نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دی ہیں۔ آیا قول زید کا معتبر ہو گا یا گواہوں کا؟ مع تصحیح نقل بیان فرمائیے فقط۔

الجواب

اگر دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں نمازی پر ہیزگار ثقہ عادل قابل قبول شرع گواہی شرعی دیں گے تو تین طلاقیں ثابت ہو جائیں گی، زید کا انکار نہ سنا جائے گا، اور اگر ایسے گواہ نہیں تو زید سے قسم لی جائے گی، اگر اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا جب بھی تین طلاقیں ثابت ہو جائیں گی، اور اگر قسم کھالے گا کہ میں نے صرف دو ہی طلاقیں دی ہیں تیسری طلاق نہ دی تو وہی ثابت ہوں گی، پھر اگر جھوٹی قسم کھالی تو اس کا وبال زید پر ہو گا عورت پر الزام نہیں، گواہ شرعی نہ ہوں تو قسم لینے کے لئے عورت کا گھر میں اُس سے قسم لے لینا کافی ہو گا۔

یہ تمام مسائل مذہب کی تمام کتب میں واضح مذکور ہیں، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

و المسائل کلہا منصوص علیہا فی کتب المذہب کالدر المختار وغیرہا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۱۳ محمد ارشاد علی صاحب معلم درجہ اول عربی مدرسہ عالیہ ریاست رام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے لوگوں کے روبرو صرف یہ کہا کہ فلاں کو طلاق۔ زوجہ وغیرہ کسی کا نام نہیں لیا پھر کہا ”عزیز الرحمن کے باپ کی بیٹی فلاں کو طلاق“ بلا ذکر نام زوجہ کے اور اس شخص کے، علاوہ مطلق کی بی بی کے اور بھی کئی بیٹیاں ہیں، بعد کو جب ایک شخص نے کہا یہ فلاں فلاں کیا کہتا ہے تب کہا ”آمنہ خاتون کو طلاق“، اور اس کی بیوی کا نام آمنہ خاتون ہے، غرض پہلے جو طلاق مطلق اور مبہم تھی اس کو اقرار ثالث میں بالکل متعین کر کے بیان کیا ہے تو اس صورت میں اس کی بی بی پر کتنی طلاقیں واقع ہو گئیں؟ جواب مدلل کتب فقہ سے مرحمت ہو۔

الجواب

صورت مذکورہ میں تین طلاقیں واقع ہو گئیں وقد افسر المبہم بنصہ بعض السوال (اس نے مبہم کی تفسیر اپنے سوال کے ایک حصہ میں کر دی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۴ از شاہجہان پور محمد خلیل مرسلہ مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہان پوری

۱۳ ذی القعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر کسی دوسرے شہر میں ہے اور اس نے طلاق تحریر کر کے اور رجسٹری بھی حسب قانون انگریزی اس پر کر کے بذریعہ ڈاک کے پاس اولیائے ہندہ کے ارسال کی، تو اب سوال یہ ہے کہ تحریری طلاق حالانکہ اُس کاغذ پر شہادت بھی گواہوں کی لکھی، یہ شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اور بحالت عدم اعتبار ہندہ کو نکاح ثانی اپنا دوسرے شخص سے کرنا یا ولی ہندہ کو ہندہ کا نکاح کسی شخص ثانی سے کر دینا جائز ہے یا نہیں؟ بتیو اتوجروا۔

الجواب

ایسی مرسوم معهود تحریر مطلقاً معتبر و موجب وقوع طلاق ہے جبکہ بلا اکراہ ہو نص علی ذلك فی الاشیاء والہود والدر والمخانیة والہندیة وسائر الاسفار الغری (اشبہ، بحر، در، خانہ، ہندیہ اور باقی مشہور کتب میں اس کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ ت) تو واقع میں اگر یہ تحریر شوہر ہندہ نے رضائے خود لکھی دیانہ ضرور طلاق واقع ہوگی۔ رہا یہ کہ زن و اولیائے زن اس پر کہاں تک کار بند ہو سکتے ہیں، اس کی تین صورتیں ہیں؛ اگر شوہر اس تحریر کا اقرار کرتا ہے تو ثبوت طلاق ظاہر، اور اگر منکر ہے تو ہرگز معتبر نہیں جب تک حجت شرعیہ قائم نہ ہو۔

فان الخط یشبہ الخط فلا یعتبر والقاضی انما یقضی بالحجة لا بسجرد الخط وقد حققناہ فی کتاب الصوم من فتاویٰ ونا واکثرنا فیہ من النقول عن الائمة الفحول۔

خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے لہذا معتبر نہ ہوگا، اور قاضی دلیل کی بنا پر فیصلہ کرتا ہے صرف خط کی بنا پر فیصلہ نہیں کرے گا، اس کی تحقیق ہم اپنے فتاویٰ کی کتاب الصوم میں کر چکے ہیں اور وہاں ہم نے جلیل القدر ائمہ کرام کے اقوال خوب نقل کئے ہیں (ت) اور اگر اقرار انکار کچھ معلوم نہیں مثلاً بنوز اس شہر سے واپس نہ آیا اس صورت میں اکبر رائے و غلبہ ظن ان کے لئے حجت کار بندی ہے، اگر اس خط کی صحت میں شبہ ہو تو ہندہ کو ہرگز حلال نہیں کہ اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ کر بعدت نکاح ثانی کرے اور اگر انھیں اطمینان قلب حاصل ہے کہ یہ خط اُس کا ہے تو نظر بظاہر اُس پر عمل کر سکتے ہیں شرعاً کافی لخصۃ العمل و معنی حاجت الاثبات میں فرق زمین و آسمان کا ہے، ولہذا اگر شوہر انکار و اعراض سے پیش آئے ان کی اکبر رائے کام نہ دے گی اور پھر ثبوت بہ حجت شرعیہ کی حاجت پڑے گی، خانہ میں ہے،

لو ان امرأة غاب عنها من زوجها فاخبرها مسلم
ثقة ان زوجها طلقها ثلثا او مات عنها
او كان غير ثقة فاتاها بكتاب من زوجها
بالطلاق وهي لا تدري ان الكتاب كتاب
زوجها ام لا الا ان اكبر ايمها انه حق
لا باس بان تعتد وتتزوج له

لیکن عورت کا غالب گمان یہ ہے کہ یہ حق و درست
نہیں۔ (ت)

ہندیہ میں ہے،

ذكر في كتاب الاقضية ان كتب الخليفة الى
قضاته اذا كان الكتاب في الحكم بشهادة
شاهدين شهدا عنده بمنزلة كتاب القاضي
الى القاضي لا يقبل الا بالشرائط التي ذكرناها
واما كتابه انه ولي فلانا او عزل فلانا فيقبل
عنه بدون تلك الشرائط ويعمل به المكتوب
اليه اذا وقع في قلبه انه حق ويمضي
عليه وهو نظير كتاب سائر الرعايا بشئ
من المعاملات فانه يقبل بدون تلك
الشرائط ويعمل به المكتوب اليه وقع
في قلبه انه حق كذا هنا هـ - والله
تعالى اعلم -

ہوگا کہ مکتوب الیہ کو دلی اطمینان پر عمل جائز ہے، یہ بھی ایسے ہی ہوگا ہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

اگر کسی عورت کا خاوند غائب ہو چکا ہو اور اس کے
مسلمان نے آکر کہا کہ اس کے خاوند نے اس کے
تین طلاقیں دے دی ہیں، یا کہا اس کا خاوند
فوت ہو گیا ہے، یا کوئی غیر ثقہ مسلمان آکر اس
عورت کے خاوند کا طلاق نامہ دکھا دے، عورت
کو معلوم نہیں کہ یہ اس کے خاوند کا خط ہے یا نہیں

ہے تو عورت کو عدت گزار کر نکاح کر لینے میں کوئی حرج

انہوں نے کتاب الاقضية میں ذکر کیا کہ اگر خلیفہ نے
قاضیوں کے نام کوئی حکم نامہ بذریعہ خط جاری کیا ہو
اور دو گواہوں کی موجودگی میں خلیفہ نے فیصلہ اور حکم
دیا، تو خلیفہ کا یہ حکم نامہ کتاب القاضی الی القاضی
کی طرح ہوگا لہذا خلیفہ کا وہ خط ان شرائط کے بغیر
قابل قبول نہ ہوگا جن کو ہم نے کتاب القاضی میں
ذکر کیا ہے، لیکن اگر خلیفہ کا وہ خط کسی کی تقرری یا
معزولی کے بارے میں ہو تو ان مذکورہ شرائط کے
بغیر بھی قبول کر لیا جائے گا اور مکتوب الیہ اس پر
عمل کرے گا بشرطیکہ مکتوب الیہ کو دلی اطمینان ہو کہ یہ
درست ہے لہذا وہ عمل پیرا ہوگا اور یہ خط عام
رعایا کی آپس کے معاملات میں خط و کتابت کی طرح

لے فتاویٰ قاضی خاں کتاب المحظر والاباحۃ نو لکشور لکھنؤ
۲/۹۱
۲/۹۶
۳/۹۶
کتاب القضاء الباب الثالث والعشرون نوری کتب خانہ پشاور
۲/۹۶

مسئلہ ۲۱۵ از برودہ ملک گجرات موتی باغ بریا مرسلہ سید غلام سرور صاحب ۲۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ
 شرع محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں، ایک شخص نے اجیر شریف
 سے جا کر اپنی عورت کو برودہ میں بذریعہ خط ایک طلاق بناام جماعت لکھ کر روانہ کیا میری عورت کو کہہ دینا میں
 نے ایک طلاق اپنی عورت کو دی، جماعت نے عورت کو خط سنا دیا، دو مہینے کے بعد برودہ میں آیا، عورت
 نکاح میں رہی یا نکل گئی؟ مطابق سوال کے جواب عطا فرمائیے ثواب آپ کو خداوند تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

الجواب

اگر واقع میں اس شخص نے یہ خط آپ کو لکھا یا دوسرے کو عبارتہ مذکورہ بتا کر لکھوایا کہ میری عورت کی
 نسبت یہ الفاظ لکھ دے تو جس وقت اس کے قلم یا زبان سے یہ لفظ نکلے اسی وقت سے عورت پر ایک
 طلاق پڑ گئی اور اسی وقت سے عدت کا شمار ہوگا اگرچہ یہ خط برودہ نہ پہنچتا یا وہ خود ہی لکھ کر نہ بھیجتا یا مکتوب الہیم
 عورت کو نہ سناتے کہ جو الفاظ طلاق لکھے یا بتاتے جب ان میں کوئی شرط نہیں کہ یہ خط جب پہنچے یا سنایا جائے
 اس وقت طلاق ہو تو ان کا لکھنا یا بتانا ہی طلاق کا موجب ہو گیا بھیجنے پہنچنے سنانے پر توقف نہ رہا مگر از انجا
 کہ طلاق رجعی ہے عورت نکاح سے نہ نکلے گی جب تک عدت نہ گزر جائے۔ ایام عدت میں بے تجدید نکاح عورت
 سے رجعت کر سکتا ہے مثلاً زبان سے کہہ دے میں نے اسے اپنے نکاح میں پھر لیا، بدستور اس کی زوجیت میں
 باقی رہے گی جس میں عورت کی رضا مندی بھی ضرور نہیں، اور اگر عدت گزر گئی تو برضائے عورت اس سے از سر نو
 نکاح کر سکتا ہے کچھ حلالہ کی حاجت نہیں جبکہ اس سے پہلے دو طلاقیں نہ دے چکا ہو۔ اور اگر واقع میں یہ
 اس شخص کا کام نہیں بلکہ کسی اور نے بطور خود اس کے نام سے لکھ بھیجا ہے تو طلاق نہ واقع ہوئی کہ دوسرے
 کی دی ہوئی طلاق جب تک شوہر نافذ نہ کرے محض بے اثر ہوتی ہے و لہذا اس خط کے ذریعہ سے لوگوں
 کے نزدیک طلاق اسی وقت ثابت ہوگی جبکہ اسے اس خط کا اقرار ہو یا انکار کرے تو گواہان عادل شرعی
 گواہی دیں کہ اس نے ہمارے سامنے یہ کارروائی کی بغیر اس کے صرف اتنی بات کہ خط اس کے ہاتھ کا
 لکھا معلوم ہوتا ہے بکار آمد نہیں، ہاں اگر واقع میں یہ کارروائی اس کی تھی اور منکر ہو گیا اور گواہ نہیں تو اس
 کا وبال اسی پر ہے، عورت پر گناہ نہیں۔ مبسوط امام محمد و خلاصہ و بزاز بہ واسطہ شبہاہ و شانی و کفایہ و
 رد المحتار میں ہے :

اگر طلاق نامہ تحریر کیا ہو تو باقاعدہ سرنامہ کے ساتھ بھیجنے
 کے انداز میں لکھا گیا ہو اور لکھنے والے کے اقرار
 سے یا گواہوں سے اس کا ثبوت ہو تو وہ زبانی

ان کتب علی وجه الرسالۃ
 مصدرا معنونا و ثبت ذلك
 باقراسہ او بالبینۃ

طلاق کی طرح نافذ العمل ہوگا۔ (ت)

فکا لخطاب۔

فتاویٰ قاضی خاں و عالمگیری میں ہے :

ان ارسل الطلاق فکما کتب یقع و تلزمها العدة من وقت الكتابة وان علق بسجی الکتاب فمالم یجئ الیها الا اھ ملخصاً۔

اگر تحریری طلاق بھیجی ہو تو جو کچھ اس میں لکھا ہے اتنی طلاقیں واقع ہو جائیں گی، اور تحریر کے وقت سے عدت شمار ہو جائے گی اور اگر طلاق کو خط ملنے پر معلق کیا ہو تو خط آنے سے پہلے طلاق نہ ہوگی اھ ملخصاً۔ (ت)

خانیہ میں ہے :

مرجل قال لغيره اخبر امرأتی بطلاقها او قل لها انها طالق طلقت للحال كما لو قال اکتب الی امرأتی انها طالق اھ ملخصاً۔ کسی نے کہا کہ تو میری بیوی کو لکھ کہ وہ طلاق والی ہے، تو اسی وقت طلاق ہو جائے گی اھ ملخصاً (ت) ہدایہ میں ہے :

ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ میری بیوی کو طلاق کی اطلاع دے دو، یا کہا کہ میری بیوی کو کہو کہ وہ طلاق والی ہے، تو اسی وقت سے طلاق ہوگی، جیسے کسی نے کہا کہ تو میری بیوی کو لکھ کہ وہ طلاق والی ہے، تو اسی وقت طلاق ہو جائے گی اھ ملخصاً (ت)

لان الکتاب یشبه الکتاب فلا یشبت یہ تحریر، تحریر کے مشابہ ہوتی ہے لہذا معتبر نہ ہوگی۔ (ت)

اس مسئلہ کی باقی تحقیق ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱۶ مسئلہ از ملک چھتیس گڑھ شہر رانپور محلہ بیجا تھ بارہ مکان منشی رحیم بخش عرضی نویس

مرسلہ منشی محمد اسحق صاحب ۱۰ رجب ۱۳۱۲ھ

بخدمت سر اپا برکت جناب فیض مآب منبع علوم سبحانی و معدن یزدانی جامع فروع و اصول مولانا صاحب

۳۵۳/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب کتاب القاضی الی القاضی	۱ ردالمحتار
۳۷۸/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ	۲ فتاویٰ ہندیہ
۲۱۸/۲	نو لکشور لکھنؤ	فصل فی الطلاق بالکتابۃ	فتاویٰ قاضی خاں
۲۱۰/۲	" "	کتاب الطلاق الفصل الاول فی صریح الطلاق	۳ فتاویٰ قاضی خاں
۱۳۹/۳	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب القاضی الی القاضی	۴ ہدایہ

سَلَّمَ اللهُ تَعَالَى بَعْدَ اِزْءَادِ اَدَابِ كَيْ بِنْدِهِ مُحَمَّدٌ اَسْمَى عَرَضَ رَسَا لِي هِي كَيْ حَضْرُوْرٍ پُرْ نُوْرٍ كَا فِتْوَىٰ پَهِنچَا كَمَالِ دَرَجَهْ كِي خُوْشِي حَاصِلِ هُوْتِي، اللهُ تَعَالَىٰ اَبُو كُو اَجْرٍ عَظِيْمٍ لِي فُجُوْا لِي خِيْرَ النَّاسِ مَن يَنْفَعُ النَّاسَ (لوگوں ميں سے بھترُوْہ جو لوگوں كو نفع پَهِنچائے۔ ت) عطا فرمائے گا، التماسِ خِدْمَتِ بَابِرَكْتِ ميں يِه هِي كَيْ طَالِعُوْرَخَاں اَقْرَارِ كَرْنَا هِي اِيكِ مَرْتَبَهٗ نَهِيں هَزَارِ مَرْتَبَهٗ اَقْرَارِ كَر چُكَا هِي فَحَقًّا اَسْ كَا مَقْوَلَهٗ يِه هِي كَيْ بِيْشِيكِ يِه خَطِّ تُو ميں نِي تَحْرِيْرِ كِيَا هِي اَبِ اَسْ كِي مَوَافَقِ مَجْهِي شَرَعِ سِي كِيَا حَكْمِ هُوْتَا هِي اُوْر جَبِ يِه خَطِّ آيَا تُو سُرْمَسْتِ خَاں صَا حَبِ نِي طَالِعُوْرَخَاں كِي زَوْجَهٗ عَمَدَهٗ اُوْر اَسْ كِي وَالدِ نَجْمِ خَاں كُو حَرْفِ بَجْرَفِ پُرْ هُ كَر سُنَا بَهِي دِيَا، اَسْ صُوْرَتِ ميں يِه مَعْلُوْمِ كَرْنَا مَنظُوْرِ هِي كَيْ اِزْرُوْءِ شَرَعِ عَمَدَهٗ كِي حَقِّ ميں كِيَا حَكْمِ هِي، طَالِعُوْرَخَاں اُسْ پُرْ اِپْنِي سَا تَحْتِ نِكَاحِ كَر لِيْنِي كَا جَبْرِ كَر سَكْتَا هِي يَا نَهِيں اُوْر عَمَدَهٗ كُو بُوْجِهٗ اَسْ كِي كَيْ عِدْتِ كَر چُكِي جِسْ سِي چَا هِي نِكَاحِ كَر لِيْنِي كَا اِخْتِيَارِ هِي يَا نَهِيں اُوْر حَكْمِ وَقُوْعِ طَلَاقِ ميں كِيَا صَرَفِ پَهْلِي خَطِّ كُو دَخْلِ هِي يَا اُوْر وِي كُو بَهِي؟ بِيْتُوْا تُو جِرُوْا۔

الجواب

جَبَكِي طَالِعُوْرَخَاں اَسِي خَطِّ كِي لِكْهْنِي كَا مَقْرَرِ هِي اُوْر سُرْمَسْتِ خَاں نِي حَسْبِ دَرِخُوْاسْتِ طَالِعُوْرَخَاں يِه خَطِّ اُنْ دُوْنُوں كُو حَرْفِ بَجْرَفِ سُنَا بَهِي دِيَا جِيْسِيَا كِي سُوْا لِي ميں مَذْكُوْرِ هِي تُو مَسْتَفْسِرَهٗ ميں عَمَدَهٗ كِي حَقِّ ميں حَكْمِ شَرَعِ يِه هِي كَيْ اُسْ يِرْ دُوْ طَلَاقِيں بَا تْنِ هُوْ گِي تِي اِيكِ تُو اَسِي وَقْتِ جَبَكِي طَالِعُوْرَخَاں نِي يِه لَفْظِ لِكْهِي تَحْتِ كَيْ اَبُو كُو اِجَازَتِ دِيْتَا هُوں كَيْ اُسْ كَا نِكَاحِ كِسِي دُو سَرِي شَخْصِ كِي سَا تَحْتِ كَر دُو كِي دُو سَرِي سِي سِي نِكَاحِ زَنِّ كِي اِجَازَتِ دِيْنِي بِيْشِيكِ كِنَايَاتِ طَلَاقِ سِي هِي اُوْر اَسْ خَطِّ كِي عِبَارَتِ اَوَّلِ تَا اَخْرِيْتِ اِزَالَهٗ نِكَاحِ ميں ظَا هِرِ كَمَا لَا يَخْفَى عَلٰى كَلِّ مَا هُرُوْقَدِ بِيْنَاهِ فِي مَا سَبَقَ (جِيْسِيَا كِي كِسِي مَا هِرِ پُرْ مَخْفِي نَهِيں هِي اُوْر هِمْ نِي اَسْ كُو پَهْلِي بِيَانِ كَر دِيَا هِي۔ ت) اُوْر اِنْ كِنَايُوں سِي طَلَاقِ بَا تْنِ هِي پُرْ تِي هِي۔ كَرِ الدَّقَائِقِ ميں هِي :

فِي غَيْرِهَا بَا تْنِ وَهِي بَا تْنِ حَرَامٌ اَبْتَعِي مَذْكُوْرَهٗ الْفَاظِ ثَلَاثَهٗ كِي غَيْرِ ميں طَلَاقِ بَا تْنِ هُوْ گِي اُوْر طَلَاقِ بَا تْنِ كِي اَلَا تُوْا جِ اِهْ مَلْخَصًا۔ الْفَاظِيَهٗ هِي: بَا تْنِ، حَرَامٌ، تُوْ شُوْ هَزْرَتْلَا شِ كَر اِهْ مَلْخَصًا (ت)

تُو بَعُوْرِ تَحْرِيْرِ خَطِّ طَلَاقِ هُوْ گِي اُوْر اَسِي وَقْتِ سِي عِدْتِ كَا شَمَارِ لِيَا جَا تِي۔ فِتْوَىٰ قَا ضِي خَاں ميں هِي :

اِن اِرْسَلِ الطَّلَاقِ فَمَا كَتَبَ وَتَلَزَمَهَا اِكْرَ طَلَاقِ لِكْهِي كَر بَهِي تُو جُو لِكْهَا وَهٗ طَلَاقِ وَا قَعِ هُوْ گِي،

لِي كَرِ الدَّقَائِقِ بَابِ الْكِنَايَاتِ اِيچ اِيْم سَعِيْدِ كَمِپَنِي كَر اِيچِي ص ۱۱۶

العدة من وقت الكتابة الخ (ملخصاً)

اور بیوی کو لکھائی کے وقت سے عدت لازم ہوتی ہے
(ملخصاً) - (ت)

اور دوسری اس وقت جبکہ یہ خط حرف بحرف عمدہ اور اس کے والد کو سر مست خاں نے سنایا اور طالعور خاں کا لکھنا سر مست خاں سنا دیں تاکہ اس پر طلاق شرعاً واجب ہو جائے طلاق معلق تھی تو جب شرط ایام عدت میں پائی گئی یہ طلاق بھی واقع ہوئی اور از انجا کہ پہلی طلاق بائن تھی یہ دوسری بھی خواہی نخواستہ بائن ہو گئی۔
ردالمحتار میں ہے :

اذا الحق الصريح البائن كان بائناً لان
البيونة السابقة عليه تمنع الرجعة
كما في الخلاصة.

اگر بائنہ طلاق کے بعد رجعی طلاق دی تو وہ رجعی بھی
بائنہ ہو جائے گی، کیونکہ پہلی بائنہ کے بعد رجوع
ممنوع ہو جاتا ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے (ت)

بالجملہ عمدہ پر واجب کہ اپنے آپ کو طالعور خاں کے نکاح سے باہر سمجھے طالعور خاں کو اس پر
ہرگز جبر نہیں پہنچتا، عمدہ کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کر لے کہ طلاق بائن سے عورت خود مختار ہو جاتی
ہے۔ درمختار میں ہے،

لانها لا تملك نفسها الا بائن

بیوی بائنہ طلاق کے بعد اپنے آپ کی مالک
ہو جاتی ہے۔ (ت)

اور جبکہ پہلے ہی خط سے بائن طلاق پڑی اور عدت گزر چکی تو بعد کے خطوط کو وقوع طلاق میں کچھ دخل نہیں
عالمگیری میں ہے :

شرطه قيام القيد في المرأة نكاح او
عدة كذا في المحيط السرخسي اه ملخصاً.

وقوع طلاق کے لئے شرط ہے کہ بیوی ابھی تک نکاح
یا عدت میں مقید ہو۔ جیسا کہ محیط سرخسی میں
ہے اھ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۴ از بریلی محلہ نیم کی چڑھائی مرسلہ چودھری اشتیاق احمد ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے خالد کو بذریعہ تحریر کے یہ اطلاع دی کہ میں نے

۱۔ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی الطلاق بالکتابۃ نو لکشور لکھنؤ ۲۱۸/۲
۲۔ ردالمحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶۹/۲
۳۔ درمختار باب الصریح مطبع مجتہبائی دہلی ۲۲۲/۱
۴۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الطلاق باب الاول نورانی کتب خانہ کراچی ۳۴۸/۱

۲۵۱
اپنی زوجہ کو علیحدہ کر دیا جس پر خالد نے یہ تحریر کر دیا کہ مہربانی کر کے مطلع کیجئے کہ آپ نے اپنی زوجہ ثانیہ کو طلاق دے دی زید نے خالد کی تحریر کے نیچے تحریر کر دیا جی ہاں اور بعد اس کے اپنے دستخط کر کے زید کی زوجہ ثانیہ کو اس تحریر سے طلاق واقع ہو گئی اور زید کو رجوع کا موقعہ نہ رہا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر زید مقرر ہو یا گواہان شرعی سے ثابت ہو کہ یہ دونوں تحریریں اُس کی ہیں تو عورت نکاح سے نکل گئی رجوع نہیں کر سکتا، ہاں بے حلالہ نکاح دوبارہ برضائے زوجہ کر سکتا ہے اگر اس سے پہلے کبھی اُسے دو طلاقیں نہ دے چکا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۸ از ہاشمی ضلع حصار ڈاک خانہ خاص مستولہ محمد ظہیر الدین و محمد نظیر الدین عطاران

۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین وارباب باتمکین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ مسماۃ ہندہ کو کھانے پینے کی تکلیف دیتا تھا پس مسماۃ ہندہ کے والد نے بوجہ اپنی لڑکی کی تکلیف دفع کرنے کے پنچایت کو جمع کر کے فیصلہ چاہا حالانکہ زید پنچایت کے جمع کرنے پر راضی نہ تھا، پنچایت نے یہ فیصلہ کیا کہ مستی زید اپنی بیوی مسماۃ ہندہ کو مبلغ بیسہ دیا کرے جس کا ایک کاغذ بھی لکھا گیا باس مضمون کہ اگر زید مذکورہ اپنی بیوی مسماۃ ہندہ مذکورہ کو رقم مجوزہ نہ دے گا تو ہندہ کو طلاق واقع ہو جاوے گی جو بغرض دھمکی پنچایت نے لکھوایا تھا نہ کہ طلاق کی نیت سے زید نے نہ کاغذ لکھنے کو کہا اپنی زبان سے اور نہ اپنے قلم سے کاغذ مذکور لکھا بلکہ ایک دوسرے شخص نے کاغذ لکھا باوجودیکہ خود زید خواندہ شخص ہے اور کاغذ پر دستخط زید نے برادری کے خوف سے کئے ہیں خود راضی نہ تھا بعد فیصلہ پنچایت مسماۃ ہندہ کو اس کا والد اپنے مکان پر لے گیا اور ہندہ مذکورہ دو ماہ تک اپنے والد کے یہاں رہی اس عرصے میں زید نے وہ رقم مجوزہ پنچایت ہندہ کو نہیں دی اور جب ہندہ بعد دو ماہ کے زید کے مکان میں آئی تو زید برابر اس کو نان نفقہ دیتا رہا مذکورہ بالا صورت میں جبکہ زید نے وہ رقم مجوزہ پنچایت نہیں دی ہندہ کو طلاق ہوگی یا بمصداق الاعمال بالنیات (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ ت) نہیں ہوئی کیونکہ نہ اس کی طلاق دینے کی نیت تھی اور نہ پنچایت طلاق دلانا چاہتی تھی بلکہ محض دھمکی تھی بینوا توجروا مع عبارة الکتب و بحوالہ الفصل والباب (عبارة کتب اور فصل اور باب کے حوالہ کے ساتھ بیان کیجئے اور اجر پائیے۔ ت) فقط۔

الجواب

صریح الفاظ میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی، اور خود لکھنا اور دوسرے کے لکھے ہوئے کو سُن کر اُس پر دستخط کرنا یکساں ہے اور خوف برادری کہ حدِ اکراہ تک نہ ہو کوئی عذر نہیں، اگر تحریر میں یہ تھا کہ

آج سے اس قدر ماہوار یعنی ماہ بہ ماہ دیا کرے، اور ایک مہینہ گزر گیا کہ اس نے نہ دیا تو ایک طلاقِ رسمی ہوگی عدت کے اندر اُسے رجوع کا اختیار ہے اگر پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا ہو ورنہ تین طلاقیں ہو گئیں اور بے حلالہ نکاح نہ ہو سکے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۹ از موضع بھرتول ضلع بریلی مستولہ نظام علی صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ بدلو کا نکاح مسماۃ کامنی سے عرصہ تین برس کا ہوا ہوا تھا کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی، عرصہ ڈھائی سال کا ہوا کہ بدلو ملازم ہو کر دیرہ اسمعیل خاں چلا گیا، خبر گیری نان نفقہ کی چھوڑ دی، جب اُس کی بیوی کے ورثانے یعنی والدہ اور خالو نے خط بنا کر خبر گیری نان نفقہ کے روانہ کئے تو اُس نے اُس کے جواب میں خط روانہ کیا کہ میں نے مسماۃ کامنی کو طلاق دی اور اُسے زوجیت سے چھوڑ دیا، چنانچہ مزید احتیاط والدہ خالو مسماۃ کامنی نے تمھارے خط میں ریٹ لکھائی اور خط دکھلا دیا اور ایک تاریخ معرفت تمھارے دار روانہ کیا، تاریخ کا جواب بذریعہ خط برنگ کے دیا کہ میں نے مسماۃ کو طلاق دے دی، پھر تیسرا خط آیا اس میں بھی یہی لفظ تحریر ہیں کہ ہم نے مسماۃ کامنی کو طلاق دے دی اب یہ طلاق شرعی ہوئی یا نہیں؟ تیسرے خط میں یہ لفظ تحریر ہیں کہ میری طرف سے تین دفعہ طلاق ہے اب ہمارے پاس خط نہ بھیجا اب تاریخ پھر دیا تب بھی جواب طلاق کا دیا۔

الجواب

اگر کامنی کو واقعی صحیح اطمینان ہے کہ یہ خطوط بدلو ہی کے لکھے ہوئے ہیں تو وہ اپنے آپ کو تین طلاقوں سے مطلقہ سمجھے اور بعد عدت نکاح کر سکتی ہے لیکن اگر وہ آیا اور اُن خطوط کے لکھنے سے منکر ہوا تو بغیر شہادت گواہانِ عادل طلاق ثابت نہ ہوگی اور نکاحِ ثانی رد کر دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۰ از رنگپور مستولہ محمد یونس ۱۱ رمضان شریف ۱۳۳۹ھ

(۱) اگر زوجین میں طلاق کی بابت اختلاف ہو خاوند منکر اور بی بی طلاق کا ثبوت دینا چاہتی ہو تو ثبوت کا کیا طریقہ؟

(۲) جانبین میں شاہدین موجود ہوں مطلقہ کے شاہد طلاق کی گواہی دیں اور خاوند کے اس بات پر کہ مطلقہ نے بعد طلاق اُن سے کہا ہے کہ خاوند نے طلاق دینا چاہا تھا مگر نہ دی تو اب کون سی بات قابلِ سماعت ہے؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

بحالتِ اختلاف طلاق کا ثبوت گواہوں سے ہوگا اور ڈو گواہ عادل شرعی شہادت بروجہ شرعی ادا

کہیں کہ اس شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی طلاق ثابت ہو جائے گی، پھر اگر شوہر نفی کے گواہ دے گا یا اس بات کے کہ مطلقہ بعد طلاق اس سے بولی کچھ اصلاً مسموع نہ ہوگا، ہاں اگر عورت گواہ بر وجہ شرعی نہ دے سکے تو شوہر پر حلف رکھا جائے گا اگر حلف سے کہہ دے گا کہ اُس نے طلاق نہ دی طلاق ثابت نہ ہوگی اور اگر حاکم شرعی کے سامنے حلف سے انکار کرے گا تو طلاق ثابت مانی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲ از کوٹہ راجپوتانہ محلہ روڑ پور وہ فرانس پائٹن مرسلہ عبدالشکور خاں صاحب ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸
زید کی شادی ہندہ سے ہوئی بعد عرصہ دراز ہندہ نے زید پر اس مضمون سے نالش زرمہر دائر کی کہ زید نے یہ کہہ کر کہ مجھ کو میری والدہ یہ وصیت کر کے مری ہے کہ اگر تو اپنی زوجہ کو اپنی زوجیت میں رکھے گا تو میں قیامت میں دامنگیر ہوں گی گھر سے نکال دیا زید نے زرمہر اپنے ذمہ واجب سمجھ کر دعویٰ زرمہر سے اقبال کیا اور ہندہ کو اپنی زوجہ ہونا قبول کر کے سپردگی زوجہ کی خواہش کی کچھری نے زرمہر کی ڈگری دے دی ہندہ نے ایک سال و شش ماہ بعد نالش زرمہر کو طلاق کی بنا پر ظاہر کر کے یعنی وصیت و الفاظ مذکورہ بالا کی بنا پر نالش نان و نفقہ ایام عدت دائر کی، زید اس بیان ہندہ سے قطعی انکاری ہے بلکہ کچھری میں نالش سپردگی زوجہ دائر کی ہے تو کیا ایسی صورت میں ایسے الفاظ سے طلاق ہو سکتی ہے اور کیا نالش زرمہر طلاق کی بنا پر تصور ہو سکتی ہے اور کیا زید اپنی زوجہ کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے اور کیا ہندہ ایسی حالت میں نان و نفقہ ایام عدت پاسکتی ہے؟

الجواب

محض بیان ہندہ سے کہ زید نے اپنی ماں کی یہ وصیت بیان کر کے اُسے نکال دیا طلاق ثابت نہیں ہو سکتی جبکہ زید اس بیان ہندہ کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اگر اتنے الفاظ خود بیان زید سے ثابت ہوں جب بھی مثبت طلاق نہ تھے ماں کی وصیت بیان کرنا طلاق نہیں، عورت کو گھر سے نکال دینا طلاق نہیں جب تک زبان سے بہ نیت طلاق نہ کہے کہ ”نکل جا“، اور نیت طلاق کا حال اُس کے اقرار سے ثابت ہوگا اگر وہ کہے میں نے بہ نیت طلاق نہ کہا اور قسم کھالے معتبر ہوگی،

وذلك لان اخرجي يحتمل مراد افي توقف على النية لكل حال ويكفي تحليفها له في منزلة كما في الدر المختار۔

یہ اس لئے کہ ”نکل جا“ میں جواب کا احتمال ہے لہذا ہر صورت میں اس سے طلاق مراد لینا نیت پر موقوف ہوگا، اور نیت کے لئے خاوند سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے جیسا کہ در مختار میں ہے (ت)

بالجملہ صورتِ مسئلہ میں طلاق ثابت نہیں زید اُسے اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے، ہندہ کی نالش

باطل ہے اور جب طلاق نہیں عدت کہاں کہ اُس کا نفقہ ہو، نفقہ زوجیت کا ہوگا اگر شوہر کے یہاں رہے گی۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۲۳ مکملہ از شہر کہنہ بریلی محلہ شاہدانہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مستولہ نصر اللہ صاحب
۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حالت غصہ میں اپنی زوجہ کو مارنے کیا اور کہا کہ اگر
تُوڑنے اور منہ زوری کرنے سے نہ مانے گی تو میں تجھ کو طلاق دے دوں گا وہ نہ مانی، شوہر نے کہا کہ "تجھ کو
طلاق دی میں نے، جا تجھ کو طلاق دی میں نے۔" اس کا نتیجہ یہ ہے یا فقط، اب زید رجوع کرنا چاہتا ہے،
بموجب شرع کے کیا حکم ہے؟

الجواب

تین طلاقیں ہو گئیں بغیر حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آ سکتی،

اس لئے کہ "جا" کا لفظ اگرچہ جواب بننے کا احتمال
رکھتا ہے اور اگر پہلے طلاق دی ہو تو اس کی غایت
بننے کا بھی احتمال رکھتا ہے، چونکہ حال مذاکرہ طلاق
ہے لیکن جواب کے احتمال والے لفظ میں طلاق
کے لئے نیت ضروری ہے، مگر یہاں خاوند کا
طلاق کو واقع کرنا جواب کے احتمال کو رد کر دیتا ہے
اور یوں ہی خاوند کا کہنا "اس کا نتیجہ یہ ہے" بھی
جواب کے احتمال کو ختم کرتا ہے کیونکہ بیوی کی
نافرمانی کا نتیجہ طلاق کو قرار دیا گیا جواب کو نہیں،
لہذا جواب کا احتمال خلاف ظاہر ہے اس لئے
قضاء بھی اس کی تصدیق نہ ہوگی، اور قرینہ قاضی کی

لان (جا) وان كان محتمل مردا و غایتہ تقدم
الطلاق ان المحال صار حال المذاکرۃ
لکن ما یحتمل الر دینوی فیہ مطلقا غیر ان
ایقاعہ الطلاق یرد اسراده الرد و گذا
قولہ (اس کا نتیجہ یہ ہے) فان الناتج من
نشوزها تطليقتها لاسرده فكان خلاف الظاهر
فلا یصدق فیہ قضاء و القرینۃ کالقاضی
کما فی الفتح و البحر قال فی الدر المختار اذہی
وتزوجی تقع واحده بلانیۃ قال الشامی لان
تزوجی قرینۃ فان نوى الثلاث فثلاث
بزانریۃ ثم نازعه بات تزوجی

۲۵۴/۳

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۲۲۶/۱

مطبع مجتہدی دہلی

۲۴۴/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

کتاب الطلاق

باب الکنايات

" " "

۱۰ بحر الرائق

۱۱ در مختار

۱۲ رد المحتار

ایضا کنایۃ فکیف یکون قرینۃ وان القرینۃ
لا بدلہا من التقدّم وهو ہننا متاخر اھ
محصلہ . ولا ورد لثنی منہما فیما نحن
فیہ لتقدّم الصریح . واللہ تعالیٰ
اعلم .

طرح فیصل ہوتا ہے جیسا کہ فتح اور بجر میں ہے ،
در مختار میں کہا کہ خاوند نے کہا تو چلی جا اور نکاح
کر لے " تو اس کی بیوی کو ایک طلاق بغیر نیت
بھی ہو جائے گی ۔ علامہ شامی نے فرمایا : یہ اس
لئے کہ " نکاح کر لے " کا لفظ قرینہ ہے اور مذکورہ

صورت میں تین کی نیت کی تو تین طلاقیں ہوں گی ، بزازیہ اھ ۔ پھر علامہ شامی نے اس پر سوال اٹھایا کہ
" نکاح کر لے " خود کنایہ ہے تو یہ کیسے قرینہ ہوگا ، نیز قرینہ پہلے ہوتا ہے جبکہ " نکاح کر لے " تو چلی جا " کے
بعد ہے ، اھ ، محصلہ ، جبکہ ہمارے زیر بحث مسئلہ میں یہ دونوں اعتراض نہیں ہیں کیونکہ یہاں صریح طلاق
پہلے ہے اور " جا " کا لفظ بعد میں ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۴ از بڑودہ محلہ فتح پورہ پانی گرہ مکان رحمن مہاوت مرسلہ زینب بی بی بنت پیر خاں

۱۷ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

علمائے شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطابق میرے سوال کے جواب میں کیا ارشاد فرماتے
ہیں ، میرے شوہر نے روبرو چار گواہ کے عرصہ دو برس کا ہوا طلاق بائن دیا نکاح باطل ہو گیا یا نہیں ؟
اس کا اجر اللہ جل شانہ دے گا ۔

الجواب

طلاق بائن دیتے ہی عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے مرد کو اس پر کچھ اختیار نہیں رہتا ۔

عالمگیری میں ہے :

طلاق کا حکم یہ ہے کہ رجعی طلاق میں عدت گزرتے
ہی بیوی اور خاوند میں جدائی ہوگی اور بائنہ طلاق
میں طلاق کے بعد ہی فرقت ہو جائے گی عدت
گزرنے کا انتظار نہیں ہوگا کہ ان فی فتح القدر ۔

اما حکمہ فوقع الفرقة بانقضاء العدة
فی الرجعی وبدو نہ فی البائن کذا فی
فتح القدیر ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۴۷۲/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

باب الکنایات

لہ رد المحتار

۳۲۸/۱

کتاب الطلاق الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور

لہ فتاویٰ ہندیہ

مسئلہ ۲۲۵ از بمبئی محلہ کماٹی پورہ دوسری گلی مرسلہ محمد عثمان صاحب حنفی مستفی قادری

۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو ایک شخص کے سامنے کہا "میں تجھے طلاق دیتا ہوں" بعینہ یہی زید کی زوجہ اور خوشدامن کا کہنا ہے، بعدہ ایک طلاق نامہ تحریر کیا گیا جس میں یہ عبارت درج تھی کہ اپنی بی بی زہرہ کو تلاح کہہ دیا اور زید کا والد حلفاً کہتا ہے کہ میرے لڑکے نے طلاق دیتا ہوں" کہا تھا اور اس کے والد کی نسبت دو آدمیوں نے کہا کہ یہ شخص جھوٹ نہیں کہتا اور زید کے والد نے یہ بھی کہا کہ یہ شخص یعنی زید جو لڑکا ہے میرا زہرہ بی بی کے والد کا نام نہ لیا جو بھولٹی تھا بلکہ زہرہ لعل محمد کو طلاق دیتا ہوں۔ اور طلاق نامہ پانچ آدمیوں کے زور و تحریر کیا گیا ان میں ایک آدمی یہ کہتا تھا کہ زید سے جب کہا گیا کہ طلاق دے تو زید نے کہا "ہوں دیتا ہوں" اس صورت میں طلاق بائنہ ہوئی یا رجعی یا نہیں؟

الجواب

سائل نے کچھ نہ لکھا کہ زید اب طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے یا منکر ہے، اگر اقرار کرتا ہے تو جیسی طلاق کا وہ مقرر ہے ویسی ہوگی رجعی یا بائن یا مغلطہ، اور اگر منکر ہے تو ان بیانوں سے جو سوال میں لکھے گئے اگر واقع میں ایسے ہی ہیں اصلاً کوئی طلاق ثابت نہیں، اُس کا یہ لفظ کہ "میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں" اس کا گواہ صرف ایک مرد ایک عورت ہے اور وہ بھی اُس کی عورت کی ماں، اور طلاق نامہ کے یہ لفظ سوال میں ہیں کہ "اپنی بی بی زہرہ کو تلاح کو دیا" اس سے طلاق نہیں ہوتی، اس کا تو اتنا حاصل ہے کہ اُسے طلاق دینے کے لئے کسی کو سپرد کیا اور اس کے باپ کا جو بیان ہے وہ بھی مثبت طلاق نہیں کہ پہلے مرد کے ساتھ مل کر نصاب کامل ہو جائے، جب عورت کی طرف اشارہ نہیں بلکہ نام لیا اور لعل محمد کی بیٹی کہا اور وہ لعل محمد کی بیٹی نہیں تو اُس کو طلاق نہیں۔ پچھلے بیان میں اُس کی طرف اخصت نہ سوال میں ہے نہ جواب میں، اور طلاق نامہ لکھتے وقت کا یہ بیان ہے تو معنی ارادہ پر حمل واضح ہے، غایت یہ کہ اگر وہ پہلا اور یہ پچھلا شخص ثقہ عادل ہوں تو زید سے حلف لیا جائے، اگر حلفاً کہہ دے کہ میرا ارادہ طلاق کا نہ تھا تو ہرگز طلاق ثابت نہیں، ہاں اگر نقل طلاق نامہ میں دوسرا لفظ "کو" قلم سائل سے زائد نکل گیا ہے اور اُس میں یہ لکھا ہے کہ "زہرہ کو تلاح دیا" اور اس طلاق نامہ کے لکھنے کا وہ مقرر ہو یا دو گواہ عادل شرعی باقاعدہ شہادت دیں تو ایک طلاق رجعی ثابت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶ از شہر بریلی محلہ باغ احمد علی خاں ۳۰ ربیع الاول شریف، ۱۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو غصہ کی حالت میں طلاق کے لفظ بولا

یعنی کہا حرامزادی تجھ کو میں نے طلاق دیا تو میرے گھر سے نکل جا میں تجھ کو نہیں رکھوں گا۔ تو اب زید کہتا ہے ہندہ کو میں نے بیشک طلاق دیا لیکن دو طلاق دیا یا تین طلاق دیا اس وقت میری یاد نہیں ہے مگر اُس جگہ میں اُس وقت دو عورت تھی ایک زید کی میاں دوسری بہن یہ دونوں عورتیں کہتی ہیں زید نے اپنی بی بی کو ایک طلاق دیا اور کہا حرامزادی میرے گھر سے نکل جا میں تجھ کو نہیں رکھوں گا اور ہندہ زید کی بیوی بھی یہی کہتی ہے۔ شرع شریف میں کیا حکم ہے طلاق واقع ہو یا نہیں تو رجعی یا بائن یا طلاق مغلظہ؟ بیٹو اتوجروا زیادہ والسلام فقط۔

الجواب

جب طلاق میں شک ہو کہ دو تھیں یا تین، تو دو ہی سمجھی جائیں گی جب تک گواہان شرعی سے زیادہ کاشبوت نہ ہو،

فی الاشباہ والدر المختار والعقود الدریۃ
وغیرھا لوشک اطلق واحداً او اکثرین
على الاقل

اشباہ، در مختار، عقود در یہ وغیرھا میں ہے کہ
ایک طلاق یا زیادہ میں شک ہو تو کم عدد والی
یقینی ہوگی۔ (ت)

زید نے اس لفظ سے کہ "تو میرے گھر سے نکل جا" اگر طلاق کی نیت کی تھی تو دو طلاقیں بائن پڑیں فان البائن یلحق الصریح والرجعی یصیر بائناً بلحق البائن (بائنتہ طلاق) رجعی طلاق کو لاحق ہو سکتی ہے تو بائنتہ کے لاحق پر رجعی بھی بائنتہ ہو جاتی ہے۔ (ت) ورنہ ایک طلاق رجعی پڑی، لان اخرجی مما یحتمل مردا فلا یقع به بلا نية وان كانت الحال حال المذاکرة لتقدم التطلق یقع کما نصوا علیہ۔

کیونکہ "نکل جا" یہ لفظ رد کا احتمال رکھتا ہے
لہذا نیت کے بغیر اس سے طلاق نہ ہوگی، اور
اگر مذاکرہ طلاق کا حال جیسے پہلے طلاق دے دی ہو

تو "نکل جا" سے طلاق واقع ہوگی، جیسا کہ فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے۔ (ت)
ہاں اگر یہ سارا جملہ کہ میں نے تجھ کو طلاق دی، میرے گھر سے نکل جا" دو بار کہا اور ان میں
ایک بار بھی "میرے گھر سے نکل جا" سے نیت طلاق کی کی تو تین طلاقیں ہو گئیں۔ واللہ تعالیٰ
اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۲۲۷ محمد حسن از مدرسہ منظر اسلام بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنی بی بی سے بولنا اور بوسہ لینا اور جماع کرنا اور مباشرت کرنا حرام سمجھتا ہے، آیا طلاق واقع ہوگا یا نہیں؟ اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ تمام عمر توجھ پر حرام ہے طلاق واقع ہو یا نہیں؟

الجواب

زید سمجھنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک زبان سے نہ کہے اور اس کہنے سے کہ توجھ پر حرام ہے طلاق بائن ہوگی عورت نکاح سے نکل گئی بعد عدت اُسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے، اور اگر اُس شوہر سے نکاح چاہے تو عدت میں بھی ہو سکتا ہے اور بعد بھی۔

ردالمحتار میں ماتن کے ”تواکیلی ہے، تو بوری ہے، تو حرام ہے طلاق بائن ہے“ کے تحت لکھا ہے کہ ماتن کا قول ”حرام ہے“ عنقریب بیان آئے گا کہ اس سے ہمارے زمانے میں بغیر نیت بھی بائن طلاق واقع ہوگی کیونکہ طلاق کے لئے یہ لفظ عرف بن چکا ہے،

فی رد المحتار تحت قوله خلیۃ بریۃ حرام بائن الخ قوله حرام سیاتی وقسوع البائن به بلا نية فی زماننا للتعرف سواء قال علی اولاً الخ وتام تحقیقة فیما علقناہ علیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرام کے ساتھ علیٰ (مُجْبُوب) کہے یا نہ کہے الخ، اس کی مکمل تحقیق اس پر ہمارے حاشیہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۸ از ڈاک خانہ سنواہ قادریہ ضلع چاٹگام جو نیر مدرسہ مدرسہ مولوی جمال الدین صاحب

۲۲۹، رمضان ۱۳۳۸ھ

(۱) اگر کسی نے اپنی بیوی کو ایک یا دو بائنہ طلاقیں دی ہوں اور دوبارہ نکاح کر لیا ہو تو کیا وہ دوبارہ تین طلاقوں کا مالک قرار پائے گا یا نہیں؟

(۱) اگر کسی نے خود را دو یا یک طلاق بائن دید بعد ازاں تجدید عقد نماید پس ثانیاً مالک سه طلاق گردد یا نہ؟

(۲) ایک لفظ سے تین طلاقیں یا ایک وقت میں تین طلاقیں دینا کسی آیت یا حدیث سے ثابت

(۲) در آن واحد سه طلاق معادادن و ایقاعش نمودن از کدامی آیت و حدیث ثابت نگردد حضرت

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ این حکم از کجا آوردند و اجماع بروئے
چرا نمودند و اگر خلافتش کند و حکم یک طلاق دهد و مواخذہ
خواہد شد یا نہ و چرا؟

نہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں سے
یہ حکم لائے اور اس پر اجماع کیوں ہوا، اگر کوئی ان
مذکورہ تین کو ایک طلاق قرار دے تو مواخذہ ہوگا یا
نہیں تو کیوں؟

الجواب

(۱) مالک سے طلاق نہ شود ہرچہ باقی ماندہ است
ہموں بدست اوست۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۲) خلافتش نہ کند مگر مخالف سواد اعظم و حکم
عمر حکم خداست قال اللہ تعالیٰ ما اٹکم
الرسول فخذوه و ما نہکم
عنہ فانتھوا، وقال صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم علیکم
بسنتی و سنت الخلفاء
الراشدین و عضوا علیہا
بالنواجذ، وقال صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اقتدوا بالذین
من بعدی اجماعاً بکرو و عمر
اما آنکہ عمر از کجا آورد از انجا آوردہ کہ حق
سبختہ ہم در حق عمر فرمود لعلمہ الذین
یستنبطونہ منکم۔ واللہ تعالیٰ
اعلم۔

(۱) تین طلاقوں کا مالک نہ ہوگا بلکہ باقی ماندہ طلاق
کا مالک رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۲) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ اور
اس پر اجماع کی مخالفت صرف سواد اعظم کا مخالف ہی
کرے گا، کیونکہ عمر فاروق کا حکم اللہ تعالیٰ کی ترجمانی ہے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں
اس سے باز رہو۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا: میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت
کو لازم پکڑو اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو۔ اور
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے بعد
ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیروی کرو۔ لیکن یہ
کہ عمر فاروق حکم کہاں سے لائے، تو وہاں سے لائے
جہاں اللہ تعالیٰ نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے متعلق فرمایا ہے حکم کو معلوم کر لیں گے وہ لوگ جو
استنباط کریں تم سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۵ القرآن الکریم ۵۹/۷

۱۶ سنن ابن ماجہ باب اتباع سنت الخلفاء الراشدین المہدیین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵
۱۷ مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفہ بن الیمان عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیروت ۳۸۲/۵
۱۸ القرآن ۸۳/۴

مسئلہ ۲۳۰ از قصبہ کو در کوٹ ضلع اناؤہ مستولہ محی الدین احمد صاحب ۲۴ شعبان ۱۳۳۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور وہ اس
 گھر سے باہر ایک ہفتہ رہی، اندر ایک ہفتہ کے پھر اس نے اس کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور وہ اس کے گھر میں
 مثل زوجہ موجود ہے، اس کے واسطے شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر عورت کو طلاق دے کر ایک ہفتہ کے بعد پھر رکھ لیا، اگر تین طلاقیں دی تھیں فاسق و زانی ہوا،
 یونہی اگر طلاق بائن دی تھی اور دوبارہ نکاح نہ کیا حرام نکاح ہوا، اور اگر طلاق بائن تھی اور نکاح کر کے رکھا یا
 طلاق رجعی تھی اور بلا نکاح واپس کر لیا تو گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱ ۸ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ کے باپ اور بھائی اور ماں اور دیگر ورثا بہ نیت
 اس امر کے طلاق مشہور کرتے ہیں کہ جو کچھ جائداد شوہر کی ہے اس کو چھین کر اور شوہر سے زوجیت کو چھوڑا کر
 بجائے دیگر اس کا عقد اور کریں اور زر شوہر سے نفع اٹھادیں بموجب شرع کے ایسے شخصوں کے واسطے کیا
 حکم ہے؟ بَيِّنُوا تَوْجِرُوا۔

الجواب

اگر واقع میں اس نے طلاق نہ دی اور یہ لوگ دانستہ جھوٹ بانڈھ کر طلاق مشہور کرتے ہیں تاکہ
 عورت کو اس کے شوہر سے چھڑالیں تو سخت عذاب و لعنت الہی کے مستحق ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ (اللہ
 تعالیٰ کی پناہ۔ ت) قال اللہ تعالیٰ،

وَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفْرَقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ
 وَزَوْجِهِ
 اور سیکھتے ہیں ان دونوں سے وہ جس سے مرد اور
 اس کی بیوی میں جدائی کر سکیں۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
 لَيْسَ مَنَامِنَ خَيْبِ امْرَأَةٍ عَلَىٰ نَرِوَجْهَآ
 اَوْ عَبْدًا عَلَىٰ سَيِّدَةٍ - رواہ
 وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی کی بیوی کو اس کے
 خلاف بنائے، یا کسی غلام کو اپنے آقا کے خلاف

۱۰۲/۲ لہ القرآن الکریم

۱۹۶/۲

۲۹۶/۱

۱۰۲/۲ لہ القرآن الکریم
 ۱۰۲/۲ لہ القرآن الکریم
 باب لیس منامن خیب امرأة علی زوجها الخ دار الفکر بیروت
 آفتاب عالم پریس لاہور
 کتاب الطلاق
 سنن ابوداؤد

کرے۔ اس کو ابو داؤد، نسائی اور حاکم نے بسند صحیح، اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، اور یہ امام احمد کے ہاں صحیح سند اور امام حاکم نے کہا صحیح ہے اور اس کو انہوں نے ثابت قرار دیا، اور بزار اور ابن حبان نے بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی نے اوسط اور صغیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابو یعلیٰ کے ہاں اور طبرانی نے اوسط میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔ (ت)

ابو داؤد والنسائی والمحاکم بسند صحیح
وابن حبان فی صحیحہ عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وهو عند احمد بسند
صحیح والمحاکم وقال صحیح واقرة
والبزار وابن حبان عن بریدۃ و
عن بریدۃ وعن الطبرانی فی الاوسط و
الصغیر عن ابن عمر وعند ابی یعلیٰ و
الطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہم۔

مسئلہ ۲۳۲ از بیجا تھ بارہ ضلع رائے پور مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد بیجا تھ بارہ

۱۳ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضلع رائے پور میں ایک موروثی قاضی نے اپنی بی بی کو شرعی طور پر طلاق دی اور طلاق دینے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا حتیٰ کہ اس کے کپڑے وغیرہ بھی دیے اور اپنے یہاں سے اُس کی ماں کے گھر پہنچا دیا بعض بعض باشندگان رائے پور نے بغرض تحقیق اس بات کے کہ طلاق دی یا نہیں جلسہ کیا قاضی نے اُس جلسہ میں بھی مکرر سہ کر ان الفاظ سے بیان کیا کہ میں نے خود شرع کے حکم کے موافق طلاق دی جن لوگوں کے اس قسم کے خیالات ہیں کہ غصہ سے طلاق نہیں ہوتی انہوں نے بھی اپنے طور پر بہت کچھ سمجھایا، تقریباً چار برس کے بعد عورت کے وارثوں نے مہر کا دعویٰ کیا جب نوبت وارنٹ کی پہنچی تو قاضی اور دوسرے لوگوں نے جن کی یہ منشا تھی کہ کسی طرح سے بس اس میں میل ہو جائے کسی دوسری عورت کے ذریعہ اُس عورت مطلقہ کو ملا دیا کچھری کا جھگڑا تو عورت کے آنے پر طے ہوا اب عدالت شرع کیا حکم فرماتی ہے آیا طلاق ہوئی یا نہیں در صورت طلاق ہونے کے یہ کس صورت میں اپنے نکاح میں لاسکتا ہے اور یہ شخص امامت اور قضاء کر سکتا ہے یا نہیں، اور دوسرا شخص اس کے حکم سے نیابت کر سکتا ہے یا نہیں، اور جن اشخاص نے عورت کو راضی کرنے اور بلانے میں مدد کی ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

جبکہ قاضی نے اپنی عورت کو طلاق دی طلاق ہوگی، اس میں تو اصلاً شبہہ نہیں، پھر اگر طلاق

یاں دی تھی یا عدت گزار کر بائن ہو گئی تو بے نکاح جدید اسی عورت سے مل جانا حرام قطعی تھا، اور اگر تین طلاقیں دے چکا جب تو بے حلالہ نکاح جدید بھی ناممکن تھا اور یہ خیال کہ غصہ میں مطلقاً طلاق نہیں ہوتی محض جاہلانہ خیال ہے، طلاق اکثر غصہ ہی میں ہوتی ہے رضا مندی میں کون چھوڑتا ہے، پس دو صورت سابقہ میں اگر قاضی نے بے نکاح جدید اور صورت اخیرہ میں بے حلالہ و نکاح اُس عورت سے میل کر لیا تو وہ اور اس کے ساتھی جتنے لوگ اس ملانے میں شریک و مددگار تھے سب مرتکب حرام و فاسق ہوئے، فاسق امام بنانے کے لائق نہیں یہاں تک کہ جو اُسے امامت پر باقی رکھے گا گنہگار ہوگا کما نص علیہ فی رد المحتار عن الغنیة عن الحجة (جیسا کہ رد المحتار میں غنیہ کے حوالے سے حجہ سے صراحتاً نقل کیا۔ ت) یونہی وہ عہدہ قضائے شرعی کا بھی مستحق نہیں (رحم خوردہ ہونے کی وجہ سے عبارت ختم ہو گئی ہے ۱۲)

فی الدر المختار الفاسق لا یقلد و جو با و
یا ثم مقلدا بہ یفتی اہم ملخصاً۔
در مختار میں صریح ضروری ہے کہ فاسق کو قاضی کا عہدہ نہ سونپا جائے
اس کو قاضی کر نیوالا گنہگار ہوتا ہے، اسی پر فتویٰ ہے اہم ملخصاً

اور جب وہ خود ان عہدوں پر نہ رکھا جائے گا، دوسرے کو نائب کیا کرے گا اور یہ قضائے عرف یعنی نکاح خوانی جسے عہدہ قضا بولتے ہیں یہ بھی فاسق کو تفویض نہ کرنا چاہئے کہ نکاح خاص امر دین ہے اور عمر بھر صد با احکام دینیہ اُس پر متفرع ہوتے رہتے ہیں اور فاسق کا امور دینیہ میں کچھ اعتبار نہیں، نہ اس پر کسی بات میں اطمینان، ولہذا قرآن عظیم میں ارشاد ہوا،

یا ایہا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبأً
فتبتنوا الایة۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم
و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔
اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر
لائے تو اس کی خوب چھان بین کر لے الایة (ت)
واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۲۳۳ از جہد رک ضلع بالیسر ملک اور لیسہ مسئلہ ضمیر خاں نگھا ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضمیر خاں نامی ایک شخص نے اپنی حقیقی سالی سے زنا کا مرتکب ہوا، اُس کے شوہر نے ضمیر پر کچھری میں مقدمہ دائر کیا بعد مقدمہ اس کی سالی کو اُس کے شوہر نے باقاعدہ طلاق دے دی لیکن جس وقت مقدمہ چل رہا تھا ضمیر کی زوجہ کے ضمیر کو سخت سُست کرنے سے غصہ میں اپنی زوجہ کو تین طلاق دے چکا تھا جب مقدمہ سے ضمیر نے خلاص پایا اُس نے اپنی سالی سے

وعدہ کیا تھا، اگر میں مقدمہ سے خلاص ہوا تو تجھے اپنے مکان میں رکھوں گا لہذا اپنی سالی کی زبان بندی سے مقدمہ سے مخلص پایا اور اپنی سالی کو اپنے مکان میں آیا اور پر کے بیان کے مطابق ضمیر کو کارروائی کرنے سے بستی والوں نے جبر کیا اور ایک جلسہ کر کے کہا تو چاہے چھوٹی کو نکال دے یا بڑی کو طلاق دے اور چھوٹی سے نکاح کر لے، اس وقت ضمیر نے اپنی منکوہہ کو طلاقِ ثلاثہ دیا اور اپنی سالی سے نکاح کر لیا، ایسی حالت میں کیا حکم شرع شریف ہے۔ **بَيِّنُوا تَوَجَّرُوا**۔

الجواب

اُس کی پہلی زوجہ کو تین طلاقیں ہو گئیں، اس کی عدت گزر جانے کے بعد نکاح کیا ہے نیز سالی کو اُس کے شوہر نے جو طلاق دی اس کی عدت بھی گزرنے کے بعد تو یہ نکاح صحیح ہو گیا اور اگر دونوں عدتوں میں سے کوئی عدت باقی تھی تو حرام فاسد ہو اُس پر فرض ہے کہ اُس دوسری کو بھی چھوڑ دے جب دونوں بہنوں کی عدتیں گزر جائیں اس دوسری سے نکاح کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۲۳۴ از دلیل گنج ذاک خانہ جہان آباد ضلع سیلی بھیت مرسلہ اکبریا رجاں صاحب و حافظ سید میر صاحب

۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جو غیر جگہ کی رہنے والی تھی اور اُس کی ماں ایک عرصہ سے یہاں آباد تھی جب اُس کی ماں بیمار ہوئی تو اُس کے دیکھنے کی غرض وہ عورت یعنی اُس کی لڑکی دلیل گنج آئی اُس کی ماں اس عرصہ میں مر گئی اس کی دو بہنیں بھی دلیل گنج میں موجود ہیں جن کی شادی بھی یہیں ہوئی ہے بعد انتقال اُس کی ماں کے اُس کے بہنوئی کے بھائی نے اپنے گھر میں رکھ لیا کچھ عرصہ تک وہ اپنے بہنوئی کے بھائی کے یہاں رہی پھر اُس کے خاوند کو بلوایا اور چودہ روپے دے کر اُس کے خاوند سے طلاق دلوائی اب وہ بدستور اُس شخص کے یہاں موجود ہے یہ فیصلہ جن بچوں نے کیا ہے آیا صحیح ہے اور ان شخصوں کی بابت کیا حکم ہے جنہوں نے یہ پناہ پت کی اور اُس کی نسبت جس کے گھر میں غیر نکاحی عورت موجود ہے اب اُس کا نکاح بعد عدت کرنے کا ارادہ ہے آیا وہ نکاح صحیح ہو گا یا غلط؟

الجواب

طلاق ہو گئی بعد عدت نکاح صحیح ہو گا اور جس نے بلا نکاح اُسے اپنے یہاں رکھا ہے اگر کسی امر ناجائز کا اُس کے ساتھ مرتکب ہوا ہے اگرچہ اسی قدر کہ تنہا مکان میں ایک منٹ کے لئے ساتھ ہونا تو فاسق ہے مستحق عذاب ہے اور چودہ روپے اگرچہ بطور مالکانہ دئے گئے جیسا بعض ذیل جاہلوں میں رواج ہے تو یہ لینا دینا دونوں حرام اور وہ فیصلہ کرنے والے سب مبتلائے آثام، اور اگر مرد وزن میں اتفاق

کی کوئی صورت نہ تھی اور عورت نے روپے دے کر طلاق لی یا اس کی طرف سے کسی اور نے منسوخ تو یہ صورت خلع میں آجائے گا اور جس کی طرف سے زیادتی ہے اس پر الزام رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشکلہ از موضع آواں ڈاکخانہ بیگووال ریاست کپور تھلہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

زید اپنی منکوحہ سے نو یا دس سال سے جدا ہو گیا البتہ خط ارسال کرتا رہا اس کی منکوحہ روز نکاح سے اپنے والدین کے گھر میں رہی اب ایک سال سے زید کی منکوحہ نے بذات خود اپنا دوسرے خاوند بکر سے نکاح کر لیا اس کے نطفہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن اس کے پہلے خاوند مستحق زید کی خبر اور خط آتے رہتے ہیں اب عرض یہ ہے کہ نکاح جائز ہے اور اولاد اس عورت سے بکر نے جو حاصل کی طرلقہ جائز ہے اور وہ اولاد شرعاً حلال ہے؛ اور بکر امام مسجد بھی ہے اگر اس نے یہ ناجائز کام کیا تو جو شخص اس کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے کیا وہ درست ہیں؛ اور اگر درست نہیں تو انھیں کیا تعزیر ہونی چاہئے؟

الجواب

بکر نے جو اس عورت سے نکاح کیا اگر اُسے معلوم نہ تھا کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے تو یہ نکاح اس کے حق میں گناہ نہ ہوا اور اس نکاح سے اگر چھ مہینے یا زیادہ کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اُسے ولد الزنا نہ کہیں گے اور وہ اسی بکر کا ہے،

علی ما رجع الیہ الامام وعلیہ الفتویٰ امام صاحب نے جس طرف رجوع فرمایا اس کی بنا پر اور اسی پر فتویٰ ہے۔ تجنیس، خانیہ، سراجیہ، ہندیہ وغیرہا۔

تجنیس، خانیہ، سراجیہ، ہندیہ وغیرہا۔

پھر اگر اُسے اب تک نہیں معلوم تو اس پر الزام نہیں، نہ اس وجہ سے اس کی امامت میں کوئی حرج اور اگر بعد کو معلوم ہو گیا اور عورت کو نہیں چھوڑتا تو زانی ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھی تو پھرتی واجب اور اگر وقت نکاح ہی سے اسے معلوم تھا کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے اور دانستہ نکاح کیا تو نکاح نہ ہوا زنائے محض ہوا بدیفتی ذخیۃ، بزازیۃ، فتح، بحر (اسی پر فتویٰ ہے ذخیرہ، بزازیہ، فتح، بحر۔ ت) اور اس صورت میں لڑکا زید کا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الولد للفراش وللعاهر الحجر۔
بچہ شوہر کا اور زانی کو پتھر۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱/ ۵۹
۵/ ۲۹۳

دار الفکر بیروت
تراث الاسلامی حلب بیروت

حدیث عثمان بن عفان
حدیث ۱۲۹۱

مسند احمد بن حنبل
کنز العمال

مسئلہ ۲۳۶ از رائے پور مالک متوسط محلہ بیجا تھ بارہ مرسلہ منشی محمد اسحق صاحب

۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو عورت مطلقہ بطلاق بائن غیر مغلطہ ہے تو اس کا نکاح بعد عدت اس کے زوج سے تو ہو سکتا ہے لیکن جس صورت میں کہ وہ اپنے زوج سے راضی نہ ہو بعد عدت طلاق بائن کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے عند الشرع یا نہیں؟ بَيِّنُوا تَوَجَّرُوا (بیان کرو اجر پاؤ - ت)

الجواب

شوہر سے تو اسی وقت نکاح ہو سکتا ہے کچھ عدت گزرنے کی حاجت نہیں، ہاں دوسرے شخص سے بعد عدت گزرنے کے کر سکتی ہے، جس عورت پر طلاق بائن ہو وہ فوراً طلاق پڑتے ہی خود مختار ہو جاتی ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر لے، شوہر اول سے نکاح کرنے پر مجبور نہیں ہو سکتی،

فی الہندیۃ عن الہدایۃ اذا کان الطلاق بائناً دون الثلاث فلہ ان یتزوجہا فی العدة وبعد انقضائها الخ و فیہا عن الفتح حکمہ وقوع الفرقة بانقضاء العدة فی الرجعی وبدونہ فی البائن اھ و فی الدر المختار لانہا لا تملك نفسها الا بالبائن و فی العقود الدریۃ وقع علیہ طلقہ بانئہ ملکت بہا نفسها و حیث انقضت عدتہا صارت اجنبیۃ اھ ملخصاً والمسائل کلہا واضحۃ شہیرۃ معلومۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

اجنبی بن جاتی ہے ملخصاً، یہ تمام مسائل مشہور اور واضح طور پر معلوم ہیں۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

۱۔ فتاویٰ ہندیہ فصل فیما تحل بہ المطلقۃ وما یتصل بہ نورانی کتب خانہ لپشاور ۱/ ۴۳-۴۲

۲۔ " " " کتاب الطلاق الباب الاول ۳۴۸/۱

۳۔ در مختار باب الصرح مطبع مجتہاتی دہلی ۲۲۲/۱

۴۔ العقود الدریۃ فی تنقیح فتاویٰ الحامدۃ کتاب الطلاق تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۳۵

مسئلہ ۲۳۷ از موضع لال پور ڈاکخانہ موہن پور بمگال مسئلہ منیر الدین احمد لاہوری کرکری، سوال نمبر ۱۱۱۱
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ شرک پر عین اعتقاد رکھے اور بتخانے میں سجدہ وغیرہ کرے
اپنی بی بی کے نکاح سے خارج ہو گیا وہ اگر توبہ کر کے مسلمان ہو جائے بی بی مذکورہ سے نکاح کسے تو حلال
کسے یا بغیر حلالہ کے نکاح درست ہے؟

الجواب

جو تین طلاق دے چکا ہو وہ یا جو رو یا دونوں اگر قہار کی لعنت اپنے سر لینے کو مرتد، مشرک، بت پرست
کچھ بھی ہو جائیں وہ تین طلاقیں رہیں گی مسلمان ہو جانے کے بعد پھر حلالہ کی ضرورت ہوگی بے حلالہ ہرگز ہرگز
درست نہ ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۸ ۴ ذیقعدہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے طلاق زید سے دو مہینے بعد بکر سے نکاح کر لیا
۸ سال تک اُس کے یہاں رہی اس مدت میں چار بیٹے ہوئے زید قید ہو گیا تھا بعد قید بھی ہندہ کا دعویٰ دار
نہ ہو اب اس قدر مدت کثیر کے بعد ہندہ بے رضائے بکر خانہ بکر سے نکل کر خالد کے یہاں چلی گئی اس صورت میں
ہندہ منکو تہ بکر ہے اور اس پر بکر کا دعویٰ اپنے پاس رکھنے کا پہنچتا ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجسوا۔

الجواب

صورتِ مسئلہ میں اگر طلاق کے بعد ہندہ کو تین حیض کامل گزر چکے تھے اُس کے بعد نکاح ہوا یعنی
حیض بعد طلاق شروع ہوئے ہوں اور قبل نکاح ثانی ختم ہو چکے ہوں یا وقتِ طلاق زید ہندہ حاملہ تھی اور
بعد طلاق وضعِ حمل ہو گیا اگرچہ اُس دن ہوا ہو اُس کے بعد اُس نے بکر سے نکاح کیا تو ان دونوں صورتوں
میں تو بیشک نکاح بکر کا صحیح تھا اور بکر اُسے لینے کا دعویٰ کر سکتا ہے عورت جبراً اُسے دلائی جائے گی،
قال اللہ تعالیٰ الرجال قوامون علی النساء۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مردوں کو عورتوں پر عسلبہ
حاصل ہے۔ (ت)

اور اگر ان دو مہینے میں نہ تین حیض کامل بعد طلاق گزرے تھے نہ وضعِ حمل ہوا کہ بکر سے نکاح کر لیا تو وہ

عہ امام اعظم کے نزدیک تین حیض کم سے کم ساٹھ دن اور صاحبین کے نزدیک اڑتالیس دن میں ہو سکتے ہیں ۱۲

لے العتر آن الکریم ۴/۳۴

نکاح ہرگز صحیح نہ ہوا،

قال تعالى والمطلقت يتربصن بانفسهن
ثلثة قرواع وقال تعالى ولا تعزموا عقدة
النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو
تین حیض مکمل ہونے تک پابند رکھیں۔ اور اللہ
تعالیٰ نے فرمایا: عدت مکمل ہونے تک مطلقہ عورتیں
نئے نکاح کا عزم نہ کریں۔ (ت)

اس صورت میں عورت پر بکر کے پاس جانے کا جبر ہونا درکنار ان دونوں پر فرض ہے کہ باہم جسدا
ہو جائیں اور ترک تعلق کریں، اور بکر نہ مانے تو عورت بطور خود جدا ہو سکتی ہے ورنہ حاکم بالجبر جدائی کرانے
فی الدر المختار ثبت لكل واحد منها فسخه
ولو بغیر محض من صاحبہ دخل بها اولاً
فی الاصح خروجاً عن المعصية فلا ينافي
وجوبه بل يجب على القاضى التفریق بينهما۔
والله سبحانه وتعالى اعلم۔

در مختار میں ہے: دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی
یا غیر موجودگی میں فسخ کا اختیار ہے دخول کر چکا ہو یا
نہ کیا ہو، اصح قول یہی ہے تاکہ گناہ سے اجتناب ہو سکے،
لہذا یہ بات وجوب فسخ کے منافی نہیں بلکہ اس کے
باوجود قاضی پر واجب ہے کہ دونوں میں تفریق کرے۔
والله سبحانه وتعالى اعلم (ت)

۲۳۹ مسئلہ از کانپور محلہ فیل خانہ بازار کھنہ مکان مولوی سید محمد اشرف صاحب وکیل

مرسلہ مولوی سید محمد آصف صاحب ۱۴ رمضان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فتاویٰ شمس الدین و فتاویٰ ظہیری تفرقہ نشی میں ہے کہ اگر کسی
عورت سے نکاح کیا لیکن نیت میں ہے کہ بعد اتنے دنوں کے طلاق دوں گا تو یہ نکاح درست ہے پس جو
شخص دو چار روز یا دو چار مہینے میں طلاق دے دیا کرے اور اس قسم نکاح پر مداومت کرے اور لوگوں کو بھی
اس جانب مائل کرے تاکہ وہ لوگ زنا سے محفوظ رہیں تو آیا ایسے شخص کو ثواب ملے گا یا نہیں اور مداومت کی
صورت میں متعہ تو نہ ہوگا؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب

متعہ تو ہرگز نہ ہوگا جب تک نفس عقد میں ایک مدت معینہ خواہ غیر معینہ کی حد نہ معتد رکھی جائیگی،

۵ القرآن الکریم ۳۳۵/۲

مطبع مجتہائی دہلی

۵ القرآن الکریم ۲۲۸/۲

باب المهر

۳ در مختار

۲۰۱/۱

در مختار میں ہے، مقررہ مدت مقررہ مدت تک نکاح باطل ہے اگر وہ مدت مقررہ مجہول ہو یا دراز ہو اصح قول میں، اور اگر ایک ماہ بعد طلاق دینے کی شرط پر نکاح کیا یا صرف نیت میں معینہ مدت تک پاس رکھنا مقصود ہو تو یہ دونوں صورتیں از قبیل باطل نہ ہوں گی۔ (ت)

في الدار المختار بطل نكاح متعة وموقت و ان جهلت المدة او طالت في الاصح وليس منه ما لو نكحها على ان يطلقها بعد شهر او نوى مكته معها مدة معينة^١ بجز الراقی میں ہے،

النوقت انما يكون باللفظ^٢.

مدت مقررہ تک نکاح کے لئے زبانی مدت کا تعین ضروری ہے (جو کہ باطل ہے)۔ (ت)

مگر ایسے فعل کی طرف لوگوں کو ترغیب نہ کی جائے اور خود بھی اس سے احتراز چاہئے جب تک کوئی حاجت صحیحہ شرعیہ ہر بار طلاق زوجہ کی طرف داعی نہ ہو کہ بے حاجت شرعیہ عورت کو طلاق دینا ثواب درکنار شرمناک ممنوع ہے،

شرعی ضرورت کے بغیر طلاق دینا ممنوع ہے جس کی تصحیح فتح میں اور اس کی تحقیق ردالمحتار میں ہے، اور اسی میں فتح سے منقول کہ مشائخ سے مروی ہے کہ طلاق میں اصل مانعت ہے کیونکہ اس میں نکاح کی شرعی ضرورت کے بغیر طلاق دینا ممنوع ہے جس کی تصحیح فتح میں اور اس کی تحقیق ردالمحتار میں ہے، اور اسی میں فتح سے منقول کہ مشائخ سے مروی ہے کہ طلاق میں اصل مانعت ہے کیونکہ اس میں نکاح کی شرعی ضرورت کے بغیر طلاق دینا ممنوع ہے۔ (ت)

على ما صححه في الفتح وحققه في رد المحتار وفيه عنه عن مشائخ المذهب ان الاصل فيه الحظر لما فيه من كفرات نعمة النكاح والاباحة للحاجة الى الخلاص^٣.

جیسی نعمت کی ناشکری ہے، اور طلاق کا مباح ہونا خلاصی کے لئے حاجت کی وجہ سے ہے۔ (ت) حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نکاح کرو اور جب تک عورت کی طرف سے کوئی شک نہ پیدا ہو (یعنی بے حاجت صحیحہ) طلاق نہ دو

تزوجوا ولا تطلقوا فان الله لا يحب الذواقين ولا الذواقات وفي لفظ لا تطلقوا النساء

۱۹۰/۱	مطبع مجتہبائی دہلی	فصل فی المحرمات	۱۰ در مختار
۱۰۸/۳	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	"	۱۱ بجز الراقی
۲۱۶/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الطلاق	۱۲ ردالمحتار
۱۹۱/۱۲	دار الکتاب العربی بیروت	ترجمہ نمبر ۶۶۵۴	۱۳ تاریخ بغداد
۳۳۵/۴	" " " "	باب فیمن یکثر الطلاق	۱۴ مجمع الزوائد

کہ اللہ بہت چکھنے والے مردوں اور بہت چکھنے والی عورتوں کو دوست نہیں رکھتا یعنی جو چکھ چکھ کر چھوڑ دینے کے لئے نکاح کرتے ہیں (اس کو طہرانی نے کبیر میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

الآمن سريبة فان الله تعالى لا يحب
الذواقين ولا الذواقات - رواه الطبراني
في الكبير عن ابى موسى الاشعري رضى الله
تعالى عنه -

غور کیجئے تو آئیہ کریمہ محسنین غیر مصافحین میں بھی اس سے ممانعت کی طرف اشارہ ہے یعنی نکاح کر و عورتوں کو قید میں رکھنے نہ مستی نکالنے، پانی گرانے۔ بعض صحابہ کرام مثل سیدنا امام حسن مجتبیٰ و مغیرہ بن شعبہ وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو کثرت نکاح و طلاق منقول ہے اسی حالت حاجت شرعیہ پر محمول ہے،

ردالمحتار میں ہے کہ جب حاجت مذکورہ پائی جائے تو طلاق مباح ہے، اور اسی معنی پر محمول ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور دیگر ائمہ کرام سے متعدد نکاح کے جو واقعات ہوئے، تاکہ ان حضرات کی طرف عبث اور ایذا رسانی کی نسبت نہ ہونے پائے۔ (ت)

في رد المحتار اذا وجدت الحاجة المذكورة
ابيح وعليها يحمل ما وقع منه صلى الله
تعالى عليه وسلم ومن اصحابه وغيرهم
من الائمة صونا لهم عن العبث والايذاء
بلا سبب -

محفوظی زنا کا عذر بمعنی ہے ایک وقت میں چار تک شرعی اجازت ہے اور اس سے زائد کبھی جمع نہیں ہو سکتیں اور عقل و نقل و تجربہ سب شاہد ہیں کہ نفس اتارہ کی باگ جتنی کھینچے دیتا ہے اور جس قدر ڈھیل دیکھے زیادہ پاؤں پھیلاتا ہے۔

والنفس كالطفل ان تهمله شت على حب الرضاع وان تفضمه ينضم
(نفس بچے کی طرح ہے اگر آپ اسے موقعہ دیں گے تو وہ ماں کا دودھ پینے میں دلیر رہے گا
اور اگر آپ دودھ چھڑادیں تو وہ چھوڑ دے گا۔ ت)

۴۱۳/۸	المكتبة المعارف الرياض	حدیث نمبر ۷۸۴۴	المعجم الاوسط
		۲۴/۴	الفتاویٰ ان الکریم
۴۱۶/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الطلاق	ردالمحتار

جب ہمیشہ خواہشِ نوکی عادت ڈالی گئی اور پُر ظاہر کہ چند روز رکھ کر چھوڑنے کے لئے دو اماناً تازہ عورت
 کا ملنا خصوصاً ہندوستان میں سخت مشکل ہے تو جب اس میں کمی ہوگی نفس بد خو جسے صبر کا خورگیا ہی نہ تھا
 وہ رنگ لائے گا کہ ایک پر قناعت کرنے والے اُس کی ہوا سے آگاہ نہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ
 سُبْحٰنہ و تَعَالٰی اَعْلَم۔

مسئلہ ۲۴۱ مرسلہ محمد عبدالرحمن جلسانی شافعی از بنارس محلہ مدنی پورہ مدرسہ امداد العلوم مسجد کلاں
 ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں از روئے مذہب
 شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے :

(۱) ایک شخص شافعی المذہب زوجین باہم رہتے تھے شوہر کو جذام کا عارضہ ہو گیا جس کے خوف
 کی وجہ سے اُس کی زوجہ اپنے ماں کے یہاں چلی گئی، شوہر اُس کو بلاتا رہا مگر اُس کے لاحقہ عارضہ کے
 خوف سے اُس کی زوجہ نہ آئی یہاں تک کہ شوہر اُس کا اُسی عارضہ میں فوت ہوا، اس صورت میں مہر
 ورثہ و نان نفقہ زوج کے ترکہ سے زوجہ کو پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ از روئے شرع لطیف بحوالہ کتب
 معتبرہ تحریر فرمایا جاوے۔

(۲) بعض اشخاص زوجہ مذکورہ بالا کو زوج مرحوم کے ترکہ سے ورثہ و نان نفقہ دینے میں اتکار
 کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زوجہ کو کچھ پہنچتا ہی نہیں ورثہ زوجہ قرآن مجید سے ثابت ہے یا نہیں اور منکر
 اُس کا دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا یا نہیں فقط، بَيِّنُوا تَوَجَّرُوا۔

الجواب

زوجہ متوفی کو صورتِ مستفسرہ میں باتفاقِ اُمہ حنفیہ و شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ مہر و ترکہ قطعاً
 ملے گا، اُمہ حنفیہ کے نزدیک تَوَجَّرَتْ وَعِنْتٌ لِعِنِّيْ اَلْتِ بَرِيْدِيْ يٰ اَنَامِرْدِيْ كَيْ سَوَا كُوْنِيْ مَرِيْضٍ شُوْهِرٍ مَّرْطَلَقًا
 سببِ فُسْخِ نِكَاحٍ نِهِيْ، در مختار میں ہے :

خاوند بیوی میں سے کسی کو دوسرے کے عیب
 جسمانی مثلاً جنون، جذام اور برص کے امراض کی
 وجہ سے فسخ کا اختیار نہیں ہے الخ (ت)

لا يتخير احد الزوجين لبعيب الاخر ولو
 فاحشا كجنون وجذام وبرص الخ۔

اور ائمہ شافعیہ کے یہاں اگرچہ جنون و جذام مستحکم و برص مستحکم سے خیارِ فسخ حاصل ہوتا ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ان امراض کے سبب آپ ہی نکاح زائل یا عورت کو بطورِ خود فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہو جائے بلکہ یہ معنی کہ فی الفور بلا تاخیر قاضی شرع کے حضور مطالبہ فسخ پیش کرنے کا اختیار ملتا ہے، جب وہ حکم فسخ دے اُس وقت نکاح فسخ ہوتا ہے، بغیر اس کے وہ بدستور زوج و زوجہ ہیں۔ امام علامہ

یوسف اردوبیلی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کہ اجلہ شافعیہ سے ہیں کتاب الانوار میں فرماتے ہیں؛
لا یتب بالبرص والمجذام قبل الاستحکام
خیار العیب علی الفور ولا ینفرد ان بالفسخ
بل لابد من الرفع الی القاضی اھ ملقطاً۔
برص اور جذام کے مستحکم ہونے سے قبل
فوری طور پر خیارِ عیب ثابت نہیں ہوتا،
اور خاوند بیوی خود فسخ نہیں کر سکتے بلکہ قاضی کے
ہاں مرافعت ضروری ہے اھ ملقطاً (ت)

یہاں جبکہ نہ حاکم شرع کی طرف مرافعہ ہو نہ اُس نے فسخ نکاح کا حکم دیا بلکہ عورت بطورِ خود اپنی ماں کے یہاں
چلی گئی تو باتفاق ائمہ نکاح قائم رہا پس بنصِ قطعی قرآن عظیم وہ اس کے ترکہ میں مستحق فریضۃ اللہ ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ولهن الربع مما ترکتم ان
لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلهن الثمن
مما ترکتم من بعد وصیة تو صون برہا
او دین ۲۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم نے ترکہ چھوڑا اور تمہاری
اولاد نہ ہو تو بیویوں کو ترکہ کا چوتھائی حصہ اور اگر
تمہاری اولاد ہو تو پھر بیویوں کو تمہارے ترکہ میں سے
آٹھواں حصہ ملے گا، یہ تقسیم وراثت تمہاری وصیت

اور قرضہ ادا کرنے کے بعد ہے۔ (ت)

وراثتِ زوجہ بلا شبہ ضروریاتِ دین سے ہے جس پر تمام فرقِ اسلام کا اجماع اور ہر خاص و عام کو اس کی
اطلاع، تو مطلقاً اُس کا انکار یعنی یہ کہنا کہ زوجیت شرع میں ذریعہ وراثت ہی نہیں صریح کلمہ کفر ہے، ہاں اگر
براہِ نادر واقفی عروضِ جذام کو خود منزلِ نکاح سمجھ کر اس عورت کے استحقاقِ وراثت سے انکار کیا تو جہل و سفاہت
اور شرعِ مطہر پر بے باکانہ جرات ہے کفر نہیں، بالجملہ صورتِ مستولہ میں عورت یقیناً مستحق ترکہ ہے یونہی
باتفاق مہر مستمی تمام و کمال واجب الادا ہے، حنفیہ کے طور پر تو ظاہر ہے، شافعیہ کے نزدیک یوں کہ شوہر
قبل النفاخ نکاح مرگیا، انوار میں ہے؛

لومات المعيب قبل الفسخ تقوس المهر ولا فسخ له

عيب والا عند اند اگر فسخ سے قبل فوت ہو جائے تو مہر لازم ہوگا، فسخ نہ ہوگا۔ (ت)

بلکہ یہاں تو بالفرض اگر نکاح فسخ بھی کر دیا جاتا ہے مہر مثل ساقط نہ ہوتا۔ عبارت سوال سے ظاہر کہ شوہر کو اس مرض کا حدوث بعد زفاف ہوا تو بحالت فسخ بھی پورا مہر لازم الادا۔ انوار میں ہے :

اذا فسخ فان كان قبل الدخول سقط المهر ولا متعة فسخ هو اوهى وان كان بعده فان كان بعيب مقارن او حادث قبل الدخول وجب مهر المثل وان كان بحادث بعده وجب المسمى۔

مرویا عورت نے نکاح فسخ کیا تو اگر یہ فسخ دخول سے قبل ہوا تو مہر ساقط ہو جائے گا، اور جوڑا ساقط نہ ہوگا، اور اگر فسخ نکاح دخول کے بعد ہوا تو اگر دخول کساتھ یا دخول سے قبل عیب پیدا ہوا تو مہر مثل واجب ہوگا، اور دخول کے بعد عیب پیدا ہوا تو پھر مقررہ مہر واجب ہوگا۔ (ت)

ربانان۔ نفقة وہ بعد موت شوہر زمانہ عدت یا اس کے بعد کا باتفاق مذہب صحیح حنفی و شافعی اصلاً واجب نہیں اس کے دینے سے ورثہ انکار کرتے ہوں تو بیشک بجا ہے۔ در مختار میں ہے :

لا تجب النفقة بائواعمال المعتدة موت مطلقاً ولو حاملاً۔

کسی قسم کا نفقہ موت کی عدت والی کے لئے مطلقاً واجب نہ ہوگا اگرچہ حاملہ ہو۔ (ت)

انوار شافعی میں ہے :

المعتدة عن النكاح الفاسد لا نفقة لها حاملا كانت او حائلا وكذا المعتدة عن الوفاة۔

نکاح فاسد کی عدت والی کے لئے کوئی نفقہ نہیں حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو اور یہی حکم موت کی عدت والی کا ہے۔ (ت)

حاشیہ اکثری علی الانوار میں ہے :

المعتدة عن الوفاة لا تستحق النفقة والمؤنة

موت کی عدت والی نفقہ اور فرجہ کی مستحق نہیں ہے

۱۔ الانوار لاعمال الابرار

الطرف العاشر فی العیوب

مطبعة جمالیة مصر

۷۳/۲

۲۔ " " "

" " "

" " "

۳۔ در مختار

باب النفقة

مطبع مجتہدانی دہلی

۲۷۳/۱

۴۔ الانوار لاعمال الابرار

کتاب النفقات الطرف الثالث فی موانع النفقة

مطبعة جمالیة مصر

۲۲۸/۲

لصحة الخبر بذلك

کیونکہ اس معاملہ میں صحیح حدیث ہے۔ (ت)
 اسی طرح اگر ان دنوں کا نفقہ مانگتی ہے جن میں وہ بے اجازت شوہر اپنی ماں کے یہاں چلی گئی اور شوہر
 بلا تارہا، نہ آئی، تو ان ایام کا نفقہ بھی بالاتفاق نہ پائے گی کہ اس چلے جانے سے وہ ناشزہ و نافرمان ہے اور
 ناشزہ کے لئے جب تک ناشزہ رہے بالاجماع نفقہ نہیں۔ قرۃ العین علامہ زین شافعی میں ہے؛
 تسقط بنشوز ولو ساعة كما تمنع من تمتع لا لعذر
 بیوی کی نافرمانی اگرچہ ایک دفعہ ہو جیسا کہ بلا عذر جماع
 سے انکار، یا بغیر اجازت گھر سے نکلنا نفقہ کو
 وخروج من مسكن بلا اذن
 ساقط کر دیتا ہے۔ (ت)

انوار میں ہے؛

لا نفقة للناشزة وان قدر على مردها الى
 الطاعة قهرا ولو هربت منه او خرجت
 بلا اذنه من بيته فناشزة اھ ملخصاً۔

نافرمان بیوی کے لئے نفقہ کا استحقاق نہیں اگرچہ
 جبراً خاوند سے اطاعت پر مجبور کر سکتا ہو، اور اگر بیوی
 بھاگ جائے یا گھر سے بلا اجازت نکل جائے تو وہ
 نافرمان قرار پائے گی اھ ملخصاً (ت)

ہاں اس سے پہلے ایام تسلیم نفس و عدم نشوز میں اگر کسی دن کا نفقہ نہ ملا تھا تو ہمارے ائمہ کے نزدیک تو اس کا بھی
 دعویٰ نہیں کر سکتی کہ نفقہ اگر مفروضہ حکم حاکم ہو موت احد الزوجین سے ساقط ہو جاتا ہے مگر جبکہ نفقہ مفروضہ شوہر سے
 نہ ملا اور حکم قاضی شرع عورت نے قرض لے لے کر خرچ کیا ہو کہ اس صورت میں ذمہ شوہر پر دین قرار پا کر موت سے
 ساقط نہیں ہوتا، تنویر حنفی میں ہے؛

بموت احدهما و طلاقها يسقط المفروض
 الا اذا استدانت بامر القاضي

بیوی اور خاوند میں سے کسی ایک کے فوت ہو جانے
 یا طلاق ہو جانے پر سابقہ مقررہ نفقہ ساقط ہو جائیگا
 لیکن اگر قاضی کے حکم پر بیوی قرض لے کر خرچ کرتی رہی تو وہ قرض ساقط نہ ہوگا۔ (ت)
 البتہ ائمہ شافعیہ کے نزدیک جب ایام مذکورہ کا نفقہ نہ ملا شوہر پر مطلقاً دین ہے کہ کسی کی موت سے

۲۲۸/۲	مطبوعہ جمالیہ مصر	الطرف الثالث في موانع النفقة	۱۰
۲۲۲ تا ۲۲۰	عامر الاسلام پور پریس اتر و انگاری کبیر	فصل في النفقة	۱۱
۲۲۸/۲	مطبوعہ جمالیہ مصر	الطرف الثالث في موانع النفقة	۱۲
۲۷۰/۱	مطبع مجبائی دہلی	باب النفقة	۱۳

مہر سے انکار کیا اور نان نفقہ نہیں دیتا ہے اور قابل صحبت کے نہیں ہے تو ایسی صورت میں کیا چارہ ہندہ کے واسطے ہونا چاہئے ہندہ خلیا یا طلاق پاسکتی ہے یا کیا ہندہ نان نفقہ اور کرایہ مکان پاسکتی ہے یا نہیں کیونکہ بھکر اپنی زوجہ کے ساتھ معہ اپنی دختر کے ایک کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں اور ہندہ علیحدہ ایک مکان میں بکر کے مکان سے بفاصلہ ایک جریب کرایہ پر رہتی ہے۔ بینوا تو جو روا۔

الجواب

بکر پر نان و نفقہ و مسکن ہندہ کا انتظام لازم ہے جبکہ ہندہ اپنے آپ کو اس کی قید میں رکھے، آوارہ گرد کا نان نفقہ نہیں ہوتا، اگر ہندہ اپنی جانب سے کوئی بات سقط نان و نفقہ نہ کرے اور بکر پھر بھی نفقہ نہ دے تو حاکم بکر کو مجبور کرے کہ نفقہ دے ورنہ طلاق دے، یا بکر راضی ہو تو ہندہ اُس سے مہر وغیرہ مال پر خلع کر لے بغیر اس کے جب تک بکر زندہ ہے اگرچہ بیمار ہے ناقابل صحبت ہو گیا ہندہ خود مختار نہیں ہو سکتی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ از سنگ پور

مرسلہ ابراہیم صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص بعارضہ جذام مبتلا ہو کر بستی سے نکل گیا مگر اپنی زوجہ کو باوجود علیحدگی بھی طلاق نہیں دیتا، عورت مذکورہ از حد خواہش نکاح رکھتی ہے، دیگر ایک شخص مسمی رستم نے اسی عورت مندرجہ بالا سے زنا کیا جس کا وہ مقرر ہے زیادہ ثبوت کی حاجت نہیں برادران اسلام نے اس جرم پر اُس کا حقیقہ پانی سلام و کلام ترک کر دیا ہے اب وہ نادم اور توبہ کار ہے لہذا اُس کو ملانا چاہتے تو آیا وہ اس طریقہ سے شامل برادران اسلام ہو سکتا ہے؟ فقط والسلام۔

الجواب

اگر وہ شخص عورت سے صحبت کر سکتا ہے اور اس کے ادائے حق پر قادر ہے تو اُس پر واجب نہیں کہ عورت کو طلاق دے اور عورت اُس سے جُدائی نہیں کر سکتی، اور اگر اُس کا حق ادا کرنے پر قادر نہیں تو اُس پر واجب ہے کہ عورت کو طلاق دے دے، اگر نہ دے گا گنہ گار ہوگا اس صورت میں کہ طلاق اس پر واجب ہو اور نہ دی، اگر جبراً اُس سے طلاق لے لی جائے تو ہو جائے گی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منّا من خیب امرأة علیٰ نزوجہا۔ سواہ ہمارے گروہ سے نہیں جو کسی کی عورت کو اس سے بگاڑے (اس کو ابو داؤد اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ

لے سنن ابو داؤد کتاب الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۲۹۶/۱
المستدرک للحاکم باب لیس منّا من خیب امرأة علیٰ نزوجہا الخ دار الفکر بیروت ۱۹۶/۲

والطبرانی فی الصغیر و نحوه فی الاوسط عن
ابن عمر و فی الاوسط کابی یعلی بسند صحیح
عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور طبرانی نے صغیر
میں اور ایسے ہی اوسط میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
اور اوسط میں ابو یعلیٰ کی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے روایت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۴ از بلگرام پور ضلع گوندہ متصل تقیم خانہ
مرسلہ نذر محمد صاحب ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے پیر سالگی میں ہندہ نوجوان سے نکاح کیا بعد چند روز
کے ہندہ اور زید میں طرح طرح کی مخالفتیں واقع ہوئیں اور بوجہ بدکرداری زید کے ہندہ نے زید سے طلاق مانگا
اس شرط پر کہ میں مہر معاف کر دوں اور تم طلاق دے دو زید نے نہ مانا مجبور ہو کر ہندہ نے اپنا معاملہ حاکم تحصیل
کی کچھری میں پیش کیا حاکم تحصیل نے ہندہ کو طلاق کی ڈگری دے دی اب ہندہ دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی
ہے یا نہیں، اگر عورت جوان و طاقتور ہے اور شوہر بڑھا فرقت ہے عورت شوہر کے پاس نہیں رہنا چاہتی
اور شوہر چھوڑنا نہیں چاہتا تو شرعاً کیا صورت اختیار کرنی چاہئے؟

الجواب

لا الہ الا اللہ بے شوہر کے طلاق دے طلاق تحصیلدار کے دے نہیں ہو سکتی قال اللہ تعالیٰ
بیداء عقدۃ النکاح (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نکاح کی گرہ صرف خاوند کے ہاتھ میں ہے۔ ت) دوسری
جگہ نکاح کرے گی تو حرام قطعی و زنا ہو گا قال اللہ تعالیٰ والمحصنات من النساء (اللہ تعالیٰ نے فرمایا،
اور حرام ہیں منکوحہ عورتیں۔ ت) ہاں شوہر پر فرض ہے کہ اُسے اچھی طرح رکھے اس کے حقوق ادا کرے، اگر
وہ اس پر قادر نہیں تو اُس پر فرض ہے کہ اُسے طلاق دے دے،

قال اللہ تعالیٰ فامسکوهن بمعروف او
فارقوهن بمعروف۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک یا دو طلاقیں کے بعد
بیوی کو حسن سلوک سے پاس رکھو یا ان کو بھلائی کے
ساتھ فارغ کر دو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۵ از بلگرام پور محلہ پورنیا تالاب ضلع گوندہ
مرسلہ محمد تیغ بہادر خاں ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہندہ نے اپنے شوہر زید پر بحالت نزاع

۲۲/۲ لے القرآن الکریم

۲۲۴/۲ لے القرآن الکریم
۲/۶۵ لے القرآن الکریم

کچھری دیوانی میں دعویٰ طلاق دائر کیا، شہادت وغیرہ پیش کر کے عورت نے اپنی طلاق کی ڈگری حاصل کر لی اب یہ عورت از روئے شرع شریف دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں، اور اگر بعد طلاق حاصل کردہ شوہر اول اُس سے بعد چار پانچ ماہ کے رجعت کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر واقع میں زید نے طلاق دی تھی اور ہندہ نے سچا دعویٰ کر کے ڈگری لی تو اگر طلاق بائن تھی تو بعد عدت مطلقاً اور اگر جعی تھی تو اس شرط پر کہ زید نے عدت میں رجعت نہ کی ہو نکاح کر سکتی ہے اور اگر زید نے واقع میں طلاق نہ دی تھی ہندہ نے جھوٹے گواہ پیش کر کے ڈگری لے لی یا طلاق جعی دی تھی اور ختم عدت سے پہلے زید نے رجعت کر لی تو ہندہ کو دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے اگر کرے گی زنا ہوگا قال اللہ تعالیٰ والمحصنات من النساء (اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور منکوہ عورتیں حرام ہیں۔ ت) حیض والی عورت کی عدت تین حیض ہیں جو طلاق کے بعد شروع ہو کر ختم ہوں،

والمطلقت یتربصن ثلثة قروء ۲
طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک پابند کریں (ت)

اگر اس چار پانچ مہینے میں تین حیض شروع ہو کر ختم نہ ہوئے ہوں تو شوہر رجعت کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۴۶ مکملہ از بریلی محلہ بہاری پور مرسلہ غلام مرتضیٰ صاحب ۱۶ شعبان ۱۳۲۶ھ

ہندہ صالحہ ہے اور اس کا شوہر فاسق فاجر موذی معین سود خوار ہے اور شرابی و عیاش ہے، ہندہ کو مار پیٹ کرتا تھا بلکہ چاقو چھری سے آمادہ رہتا تھا اور ایک بار چاقو مارا کہ جس سے گھائی دہنے ہاتھ کی کٹ گئی، دوسری مرتبہ ایک چاقو مارا جس سے بائیں ہاتھ کی کلائی میں زخم پہنچا جس کے ہر دو نشان اب تک موجود ہیں، اکثر عورت کو شراب پینے پر بحالت نشہ مجبور کرتا تھا، چنانچہ ایک بار اس کے جبر پر ہندہ نے شراب خواری سے نفرت ظاہر کی تو اُس کے وہی گلاس مارا جس سے اس کے چوٹ لگی اور آنکھوں میں شراب پڑی جس سے آنکھیں دکھ آئیں اور عرصہ تک تکلیف رہی اور شخص مذکور تعلق ناجائز کئی عورتوں سے رکھتا تھا ان میں سے ایک عورت سے نکاح کر لیا تھا چند روز بعد اُسے مار پیٹ کر نکال دیا شوہر کی ان حرکات ناشائستہ سے ہندہ نہایت پریشان رہتی تھی اور ان بدچلن عورتوں کو اکثر گھر میں رکھتا تھا آخر کار

مجبوراً ہندہ کے والدین نے عرصہ ساٹھ سال کا ہوا بٹھالیا اس مدت میں شوہر ہندہ نے نان و نفقہ کی کچھ خبر نہ لی اور بد چلنی اس کی اب تک برابر اسی روش پر ہے عرصہ ڈھائی سال کے قریب ہوا کہ ایک عورت اور کر لی ہے اسی دوران میں شوہر نے نالاش دلا پانے زوجہ کے دائرہ کی کہ وہ بوجہ ثبوت بد چلنی کے خارج ہو گئی پھر شوہر نے اپنی بھی کی وہ بھی خارج ہو گئی ہندہ کی یہ خواہش ہرگز نہیں ہے کہ میں اس موذی کے گھر جاؤں کیونکہ علاوہ دیگر تکالیف کے اب اندیشہ جان بھی غالب ہے اس لئے کہ نالاش مذکور خارج ہو جانے سے مخالفت باہمی بہت کچھ بڑھ گئی ہے پس اس صورت میں علمائے دین سے استفسار ہے کہ شوہر سے طلاق یا دست برداری ہو سکتی ہے یا نہیں، اور شرعاً فصیح نکاح بھی کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

عورت مستفسرہ میں عورت پر ہرگز جبر نہ ہوگا کہ شوہر کے یہاں جائے کہ اس میں دینی و دنیوی وجہانی و جسمانی اس کا ہر طرح کا ضرر ہے جان جانے کا اندیشہ باقی و موجود اور ضرر شرعاً واجب الدفع ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے، ولا تضاروهن عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔ اسلام میں نہ ضرر ہے نہ کسی کو ضرر دینا۔

پس اگر کچھ لوگ صالحین و اہل دین میسر ہو سکتے جن کی حمایت میں عورت کا رہنا شرعاً بھی جائز ہو اور وہ اس کی نگہداشت کافی طور پر کر سکیں اور شوہر اس کے دین جسم و جان پر تعدی نہ کرنے دیں جب تو عورت وہاں اپنے آپ کو سپرد شوہر کرتی کہ اس میں دونوں کے حق مراعات رہتے۔ ردالمحتار میں ہے،

فی البحر لوقالت انه بضربنی یوذینی فسمرة
ان یسکننی بنین قوم صالحین
فان علم القاضی ذلك نرجسہ
ومنعه عن التعدی فی حقها
والا یسأل عن صنیعہ فان
صدقوها منعه عن التعدی
فی حقها ولا یتوکھا ثمہ

بحر میں ہے اگر بیوی نے قاضی کو درخواست دی کہ
خاوند مجھے مارتا اور اذیت دیتا ہے تو اسے حکم
دیجئے کہ مجھے نیک لوگوں میں سکونت دے، اگر
قاضی خود اس معاملہ سے آگاہ ہو تو خاوند کو ڈانٹے
اور مارنے اور زیادتی سے منع کرے، ورنہ پڑوسیوں
سے خاوند کے رویے کے متعلق معلوم کرے اگر وہ
بیوی کی تصدیق کریں تو قاضی خاوند کو زیادتی سے منع

لہ القرآن الکریم ۶/۶۵

حدیث ۵۱۸۹

مکتبۃ المعارف الریاض

۹۱/۶

۵۷ معجم اوسط

کرے ورنہ اسی مسکن میں رہنے دے، اور اگر اس کے پڑوس میں کوئی ثقہ آدمی نہ ہو یا پڑوسی خاوند کی طرفداری کریں تو خاوند کو پابند کرے کہ وہ بیوی کو نیک لوگوں میں رہائش دے۔ (ت)

وان لم یکن فی جوارہا من یوثق بہ او کانوا یعیلون الی التزوج امرہ باسکانہا بیت قوم صالحین۔

مگر غیر لوگوں سے اس زمانے میں نہ ایسی امید نہ ایسے لوگ ملیں گے اور شوہر کے یہاں خوف ظاہر ہے تو دوہی صورتیں ہیں یا تو عورت اپنے والدین کے یہاں رہے اور شوہر پر نان نفقہ لازم کیا جائے لانهما لیست بناشزۃ لان امتناعہا بحق (کیونکہ وہ نافرمان نہیں کیونکہ اپنے حق کے لئے وہ خاوند کو جماع سے روکتی ہے۔ ت) پھر اگر اُس کے ساتھ خلوت میں اندیشہ ہو تو اس سے منع کریں اور یہی صورت بہتر ہے اور اگر اب اندیشہ صحیح ہو اور بند و بست کافی کی امید نہ ہو اور فی الواقع شرابی کا بند و بست ناممکن سا ہے تو حاکم شوہر پر جبر کرے کہ عورت کو طلاق دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

فامسکوہن بمعروف اوسرحوہن
ان کو پاس رو کے رکھو بھلائی کے ساتھ، یا ان کو فارغ کر دو بھلائی کے ساتھ۔ (ت)

عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو، جب اچھی طرح رکھنا نہیں تو اچھی طرح چھوڑنا اس پر واجب ہوا اور ترک واجب گناہ ہے اُس گناہ پر حاکم سزا دے سکتا ہے، کما فی البحر والدر وغیرہما ان کل مرتکب معصیۃ لاحد فیہا فیہا التعزیر۔
جیسا کہ بحر میں ہے کہ وہ گناہ جس پر حد نہ ہو اس پر تعزیر ہوتی ہے۔ (ت)

بغیر اس کے بطور خود فسخ نکاح کی صورت ہمارے یہاں مذہب میں نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۴ از موضع گھورنی ڈاک خانہ کمرشن گڑھ ضلع ندیا ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ
فسخ نکاح بہر وہبیکہ بود بلا تفرقہ قاضی شرع و بشرط نبودن قاضی شرع بلا حکم حاکم وقت میتواند شد یا نہ، و دریں بلاد ما

دار احیاء التراث العربی بیروت

۶۶۴/۲

باب النفقہ

۲۳۱/۲

لہ ردالمحتار

لہ القرآن الکریم

۳۲۷/۱

مطبع مجتہبائی دہلی

باب التعزیر

لہ درمختار

میں شرعی قاضی موجود نہیں تو کیا غیر مسلم حکمران
قاضی کے قائم مقام ہو کر نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں یا
نہیں، اور اگر یہ فسخ کر سکتے ہیں تو کیا نیابت کیلئے ان کو
اجازت حاصل کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ (ت)

کہ قاضی شرع عظیم الوجود است حکم حاکم غیر مسلم نائب
تفرقہ قاضی میتواند شد یا نہ و بتقدیر جواز نیابت اذن
اولا بدلیست یا نہ؟

الجواب

نکاح کا فسخ دو قسم ہے، ایک شرع کی پاسداری کے لئے،
اور یہ شرعی حق نکاح کو ابتداء سے عارض ہو، جیسے
بیوی کی موجودگی میں اس کی بہن سے نکاح، یا بیوی
کے اصول (ماں، دادی) وغیرہ یا فروع (بیوی کی پہلی
بیٹی) کو شہوت سے چھوا ہو، یا بیوی رضاعت کی وجہ
سے حرام ہو وغیر ذلک، یا شرعی حق نکاح کے بعد
لاحق ہوا، مثلاً رضاعت یا مصاہرت کی حرمت نکاح
کے بعد عارض ہوتی ہو یا العیاذ باللہ تعالیٰ، خاوند مرتد
ہو گیا ہو تو ان تمام صورتوں میں فسخ نکاح کے لئے قاضی
کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ مرد و عورت دونوں پر لازم
ہے کہ وہ فسخ قرار دے کر جدائی اختیار کریں تاکہ شریعت
کی تعظیم اور گناہ سے اجتناب کیا جاسکے، اس پر
درمختار وغیرہ معتبر کتب میں تصریح کی گئی ہے۔ فسخ کی
دوسری قسم یہ ہے کہ بیوی کے حق کی وجہ سے فسخ کیا جائے
مثلاً بیوی کو بالغ ہونے پر فسخ کا اختیار حاصل ہو
یا خاوند نامرد ہو وغیرہ، تو اس قسم میں فسخ کے لئے قاضی
شرط ہے، بیوی یا اس کے ولی کو مستقل اختیار نہیں
کہ وہ قاضی کے بغیر جدائی کا فیصلہ کریں، اگر اس
صورت میں ولی نے قاضی کے بغیر ہی عورت کا دوسرے
سے نکاح کر دیا تو یہ نکاح حرام ہو گا کیونکہ ابھی پہلے

فسخ نکاح بردو گونه است یکے آنکہ حقاً للشرع
باشد مقدارن همچون نکاح زنی برخواہرش یا اصول
فروع مسموسہ یا آنکہ حرمت رضاعت داشته
باشد الح غیر ذلک خواہ طاری
چون آنکہ رضاع یا مصاہرت بعد نکاح
حرمت آرد یا شوہر مرتد شود و العیاذ
باللہ تعالیٰ درہمچو صورتیچ حاجت قضا
نیست بر ہر یک زن و شوہر واجبست فسخ
کردنش اعظاما للشریعة و اعداما
للمعصیة نص علیہ فی الدر المختار
وغیرہ من معتمدات الاسفار
دوم آنکہ برائے حق زن باشد چوں خیار
بلوغ و عنین و غیرہما اینجا قضائے قاضی
شرط است تنہا زن یا ولی او با دستبند
توان شد اگر ولی بے تفسیق قاضی جدا
کردہ بزنی دیگر دہد حرام باشد زیرا کہ حق
زوج با متعلقست و شرع حکم بتفریق
نہ فرمودہ است و اصل این منصب
شرع مطہر راست کہ کار کار دینست
پس این تفسیق نہ رسد مگر قاضی را کہ نائب

شرع مطہر است چنانکہ امامت در نماز حق حکام
ست فاما شرط اسلام ست - و اللہ
تعالیٰ اعلم -

خاوند کا حق اس عورت پر باقی ہے، اور شرعاً یہ
تفریق نہ ہوگی کیونکہ دینی معاملہ ہے جس میں شرع کو
ہی حق ہے، لہذا یہ کارروائی قاضی کے بغیر ہو سکے گی
کیونکہ وہی شرع کا نائب ہے، جیسا کہ نماز میں حق امامت حاکم کو ہی حاصل ہے، ہاں مسلمان ہونا شرط ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۸ سائل مذکور الصدر (سائل وہی جو پہلے مذکور ہے - ت)

زنی را کہ شوہرش دیوانہ شدہ از سہ چہار سال
بہسپتال مقید گردیدہ است میرسد کہ بلا تفرقہ
قاضی شرعی یا بلا حکم حاکم فسخ نکاح خود کند یا نہ و
بلا انعضائے عدت فسخ با دیگرے نکاح خود میتواند
کرد یا نہ یا ولی اور امیرسد کہ بطلب او یا بلا طلب
او تفریق را و بلا تفرقہ قاضی محض بجهت مجنون
شدن شوہرش نکاح او بدیگرے کردہ بدہد یا نہ
و بوقت ضرورت مثلاً خوف زنا و احتیاج نفقہ
و غیرہ عمل بمذہب دیگر یا بقول غیر مفتی بہ از اقوال
کسے از ائمہ حنفیہ روا باشد یا نہ و بشرط جواز
قول کسے در بارہ جواز فسخ نکاح آل مجنون الزوج
را بلا تفرقہ قاضی ہست یا نہ، و در صورت عدم
فسخ نکاح حکم ناکح و منکوحہ منکح چہست۔

جس عورت کا خاوند دیوانہ ہونے کی وجہ سے تین چار
سال سے ہسپتال میں پابند ہے ایسی عورت کو یہ
اختیار ہے کہ وہ قاضی کی تفریق کے بغیر یا حکم حاکم
کے بغیر اپنا نکاح فسخ کر لے یا نہیں اور فسخ کی عدت
پوری کئے بغیر دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے
یا نہیں؟ یا کیا اس کے ولی کو یہ اختیار ہے عورت
کے مطالبہ پر یا بغیر مطالبہ خود ہی قاضی کی تفریق کے
بغیر صرف خاوند کے مجنون ہونے کی بنا پر دوسرے
شخص سے اس عورت کا نکاح کر دے یا نہ؟
اور کیا بوقت ضرورت مثلاً زنا یا نفقہ کی محتاجی کے
خطرہ پر غیر مفتی بہ قول کے مطابق حنفی مذہب کے
علاوہ دوسرے کسی مذہب پر عمل جائز ہو گا یا نہیں؟
اگر جائز ہے تو دوسرے کسی امام کے مذہب پر
خاوند کے مجنون ہونے پر قاضی کے بغیر فسخ نکاح کا اختیار ہے یا نہیں؟ قاضی کے فسخ کے بغیر عدم جواز
کی صورت میں نکاح کرانے والے اور نکاح کرنے والے مرد اور عورت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

خاوند اگر مجنون ہو جائے تو کسی طرح بھی ہمارے مذہب
حنفی میں نکاح کا فسخ جائز نہیں ہے۔ اگر قاضی
حنفی مذہب کا مقلد ہو تو اگر وہ فسخ کرے گا تو اس کا

شوہر اگر مجنون گردد نزد ما ہیچ گاہ فسخ نکاح نتوان
شد و اگر قاضی شرع مقلد حنفی حکم بفسخ کند
نیز باطل ست اذلیس للمقلدان

فیسخ باطل ہوگا کیونکہ مقلد اپنے مذہب کی مخالفت نہیں کر سکتا، قدوری کی تصحیح میں علامہ قاسم نے اور پھر درمختار میں فرمایا کہ فتویٰ اور فیصلہ قول مرجوح پر جہالت ہے اور اجماع کے خلاف ہے، اور مستقل مجتہد صدیوں سے مفقود ہے، ہاں اگر شافعی یا حنفی قاضی کو سلطان نے عہدہ پر مقرر کرتے ہوئے یہ اجازت دی ہو کہ وہ ضرورت کی بنا پر اپنے مذہب کے مرجوح قول یا دوسرے مذہب پر فیصلہ کر سکتا ہے تو اس قاضی کا فیصلہ صحیح ہوگا اور نافذ بھی ہوگا۔ اور یہ واضح ہے کہ اگر یہ تفریق ہوگی تو عورت کی خاطر ہوگی، شریعت کے حق کے لئے نہ ہوگی جبکہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ ایسی صورت میں اگر ولی نے یا خود عورت نے قاضی کی تفریق کے بغیر دوسرے شخص سے نکاح کیا تو ہرگز جائز نہ ہوگا، نکاح کے دونوں فریق اور نکاح کر کے دینے والے زنا کاری میں مبتلا ہوں گے بشرطیکہ نکاح پڑھانے والے کو صورت حال کا علم ہو، ضرورت اگر صحیح اور واقعی ہو تو پھر مرجوح قول یا دوسرے مذہب پر مبتلا شخص کو چاہئے کہ وہ خود عمل کرے لیکن مفتی برگر فتویٰ نہیں دے سکتا، اور وہ قاضی بھی جو اپنے مذہب کے مطابق فیصلے کرنے کا پابند ہو وہ بھی ایسا فیصلہ نہیں کر سکتا اگر فیصلہ کرے گا تو وہ بھی باطل ہوگا، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اور قابل اعتماد کتب میں اس کی تصریح موجود ہے، اور اگر مبتلا شخص خود دوسرے

یخالف مذہبہ در صحیح القدوری علامہ قاسم باز در درمختار است الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهل و خرق للاجماع ومجتهد خود از صد ہا سال مفقود است، آری اگر قاضی شرع شافعی المذہب باشد یا حنفی مگر سلطان کہ اور ابرقضا داشته است اذن داده باشد کہ مثلاً ہنگام ضرورت بقول مرجوح فی المذہب یا بمذہب دیگر قضا کنی آن گاہ قضائے او صحیح و نافذ باشد و پیدا است کہ این تفسیری اگر باشد بخاطر زن باشد نہ حجتا للشرع وبالاکتفاہم کہ در پچو جا اگر بے تفریق قاضی شرع ولی بزنی دیگر وہد یا زن خودش بدیگرے نکاح کند زنہار جائز نیست ناکح و منکوحہ ہر دو بزہ کار و منکح نیز اگر بریں حال مطلع باشد بوقت ضرورت اگر صادقہ باشد عمل بقول مرجوح یا مذہب امام دیگر در آن خاص مسئلہ مبتلا برائے نفس خودش عمل میتوان کرد فاما مفتی رانمی رسد کہ با و فتویٰ دہد یا قاضی مقلد معینہ بالقضا بالمذہب با وحکم تو ان کرد و اگر کند باطل شد کما قد منا وکل ذلك مصرح به فی الکتب المعتمدة وآنکہ برائے نفس خودش با و عمل کند واجب است کہ جملہ شرائط آن قول مرعی دارد مثلاً قول امام محمد در تفسیری زن مجنون شرط تفریق قاضی کہ بے روبراں قول مرجوح ہم عمل نباشد بلکہ بہوائے نفس والعیاذ

بِاللّٰهِ تَعَالٰی۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔
ان تمام شرائط کی رعایت کرے، مثلاً امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجنون کی بیوی کے متعلق تفریق کے جواز کو قاضی سے
مشروط کیا ہے اس کے بغیر مروج قول پر بھی تفریق جائز نہ ہوگی بلکہ یہ نفسانی خواہش کی پیروی ہوگی۔ والعیاذ

بِاللّٰهِ تَعَالٰی۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ
مسئلہ ۲۴۹ از اعظم گڑھ ڈاکخانہ مبارکپور محلہ پرانی بستی متصل مکان ناظر جی مرسلہ حبیب اللہ ولد بابو

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نابالغی میں نکاح ہوا اور وہ بی بی میکے سے اب تک
رخصت ہو کر سسرال نہیں گئی عرصہ تین برس کا ہوا کہ شوہر بیاہ ہو گیا ہے اور برابر علاج بھی ہو رہا ہے مگر کوئی دوا
فائدہ نہیں کرتی اور نہ کوئی حکیم مرض کا پتا بتائے کہ کون سا مرض ہے اب شوہر کی یہ حالت ہے کہ کوئی عضو کام کرنے
کے لائق نہیں ہے ہر عضو سے معذور ہے، نہ چل سکتا ہے نہ کھڑا ہو سکتا ہے اور پاخانہ پیشاب سے بالکل معذور
ہے اور زبان بھی درست نہیں ہے کہ زبان سے کوئی بات صاف نکلے کہ جو کوئی سمجھ سکے بلکہ پاخانہ پھرتا ہے تو دوسرا
شخص آبدست لے دیتا ہے یہی حالت آج تین برس سے ہے اور وہ باولے کی شکل ہو گیا ہے اپنے کپڑے کا کچھ
خیال نہیں کرتا ننگا ماززاد بھی ہو جاتا ہے اپنا خرچ بھی نہیں چلا سکتا اور نہ عورت کا چلا سکتا اور نہ شوہر اور نہ
شوہر کے والدین نے اُس عورت کے نان نفقہ کا ابھی تک خیال کیا، لڑکی کے والدین عاجز ہو کر کے آپ کے
پاس یہ سوال حبیب اللہ ولد بابو نے روانہ کیا ہے، ان سب حالتوں میں لڑکی کا نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا
نہیں؟ یہ سب حالت اور واقعہ سچا تحریر ہے۔

الجواب

ان وجوہ سے نکاح فسخ نہیں ہو سکتا، درمختار میں ہے:

لا یتخیر احد الزوجین لعیب الاخر ولو
فاحشا کجنون و جذام و برص و سائق
وقرین لہ
خاوند بیوی میں سے کسی کو دوسرے میں عیب کی بنا
پر فسخ کا اختیار نہیں ہے اگرچہ وہ عیب واضح ہو مثلاً
جنون، جذام، برص یا عورت کی شرمگاہ میں تنگی یا
اس میں ہڈی یا غدود پیدا ہو گئی ہو۔ (ت)

اُس میں ہے:

خاوند اگر نفقہ دینے سے عاجز ہوتے بھی تغیرت جائز نہیں، اگر حنفی قاضی نے ایسا فیصلہ دیا تو نافرمان نہ ہوگا۔ (د ت)

ولا یفرق بینہما بعجزہ عنہا ای عن النفقۃ
ولو قضی بہ حنفی لم ینفذہ واللہ تعالیٰ
اعلم۔

مسئلہ ۲۵۰ از نمبتی پوسٹ ۹ پیرو لین مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب مینجر طلسمی پریس ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی ہندہ سے ہوئی ۷ سال پہلے
اور اس تمام زمانہ کا خرچہ والدین پر رہا زید کوئی کام کرنا نہیں چاہتا اپنے چھوٹے بھائی کی معمولی آمدنی پر اپنا بار
ڈالے ہوئے ہے اسی وجہ سے زید کے والد بھی ناخوش ہیں کہ باوجود ان کے بہت سمجھانے کے بھی کچھ کام کرنا نہیں
چاہتا، ہندہ کے والد کے انتقال کے بعد زید کو اس کی خوشدامن نے بلا کر سمجھایا مگر وہ نہ مانا اور اپنے مکان جا کر
یہ خط بھیج دیا بعد ہندہ کی والدہ نے انتقال کے بعد ہندہ کے ایک رشتہ دار بھائی نے خط و کتابت کی اس لئے
کہ حقیقی کوئی بھائی بھی نہیں ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ مندرجہ ذیل عبارات پر فسخ نکاح یا تفویض طلاق
کا حکم ہو سکتا ہے یا نہیں اور لغتوائے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ بحالت عدم وصولی نان نفقہ کیا حکم ہے؟
بیّنوا توجروا۔

(۱) خط خوشدامن کے نام، ماسوا اس کے میں تمہارا کوئی مزاجم نہیں اور نہ میں تمہارے کسی کام میں دخل
دے سکتا ہوں مجھے تمہاری کسی خیریت اور خبر کی ضرورت نہیں ہے صرف اپنی لونڈیا کی وجہ سے خط بھیجتا ہوں تمہارا
ہر کام کا تم کو اختیار ہے ہم کوئی نہیں ہیں کیوں دخل دیں گے جو تمہارے لوگوں کے مزاج میں آدے وہ کر دے، بعد
انتقال والدین عمر و رشتہ کے بھائی نے خط بھیجا کہ اب تو خبر گیری کہ وہ اب نہایت نازک وقت ہے اس کا
جواب درج ذیل ہے۔

(۲) ذرا قرآن اور حدیث کو سامنے رکھتے اور پھر تصفیہ کیجئے گا کہ مرد پر کون سی عورت کا حق ہے اور کس
وجوہات سے عورت نکاح سے باہر ہو جاتی ہے بہت معاملات اور عادات ایسے ہیں کہ اگر مرد ان عادات
کو عورت کی گوارہ کرے تو جہنمی ہو جائے وہ میری نیکیخت بیوی میں سب موجود ہیں، بعد یہ لکھنے پر کہ خبر گیری کہ وہ
خبر گیری اپنے ذمہ واجب نہیں سمجھتے تو صاف صاف علیحدگی کے الفاظ لکھ دو اگر کوئی صورت بھی منظور کرتے ہو تو
میں یہ رعایت کروں گا کہ بحالت یکجائی اب تک کے حقوق ہندہ سے معاف کر دوں گا اور بحالت علیحدگی مہر
بھی، تاکہ عند اللہ بھی آپ ماخوذ نہ رہیں۔

(۳) جواب : آپ کا تو اب یہ خیال ہے جناب قبلہ خواشدا من صاحبہ نے بعد انتقال خسر صاحب مجھ کو یہاں سے بلایا اور مجھ سے بجائے اس کے کہ وہ رکھنے پر مجبور کہتیں یہ کہا کہ تم طلاق دیدو تو بہتر ہے میں خاموش ہو رہا اگر میں طرح نہ دے دیتا تو جب ہی معاملہ طے تھا مگر مجھے خیالاتوں سے واقفیت ہو گئی اور میں نے پھر وہاں رہ کر انتظار کیا کہ شاید مزاج عالی درست ہو جائے مگر ماشار اللہ اُس مزاج مبارک نے وہ عسروج حاصل کیا کہ ہمیشہ سے چہار چند سوار نگہ دکھلایا خیر مجھے کچھ شکایت نہیں ہے میں ایسے نافرمان متکبر لوگوں کی صحبت میں کبھی رہنا پسند نہیں کرتا اس واسطے کہ میں خود بد طینت ہوں اس وجہ سے بہتر ہے کہ وہ بھی آزادانہ زندگی بسر کریں میری بھی یہی رائے ہے لیکن یہ لکھ دیجئے کہ زہرہ کا کیا حشر ہو گا یہ فیصلہ آپ کے سر ہے جو آپ کریں اگر زہرہ کو بھی دے دیں تو آپ کی مرضی میں تیار ہوں، اگر آپ نہ دیں تو بھی راضی ہوں، بہر حال جو تصفیہ آپ کریں اس خط کے جواب پر آپ جو چاہیں گے میں لکھ دوں گا (بعدہ دوسرا خط آیا)

(۴) برائے کرم جواب سے خط ہذا کے مطلع فرمائیے تاکہ جو رائے ہو اُس پر عمل درآمد کیا جائے اس پر عمرو کے یہ لکھنے پر کہ زہرہ ابھی صغیر سن ہے اور تم لوگوں کی صورت سے نا آشنا ایسی حالت میں اس کو علیحدہ کرنا گویا زندہ درگور کرنا ہے، لہذا یہ معاملہ آئندہ پر رکھو اور اپنی علیحدگی کی تحریر دو چار دستخط کر کے بھیج دو تمہارے اطمینان کو یہ لکھے دیتے ہیں کہ ہندہ کے تمام حقوق بشرطیکہ تم اپنی تحریر ایسی بھیج دو معاف ہیں (اس کا جواب یہ آیا)

(۵) میں یہ نہیں چاہتا کہ فی الحال زہرہ آپ لوگوں سے علیحدگی جائے کیونکہ ابھی وہ صغیر ہے جب تک وہ ہوشیار نہ ہو جائے تب تک میں اس کو وہاں رکھنا پسند کرتا ہوں جس وقت وہ مجھ تک نہ آجائے گی جب تک یہ امر دشوار ہے، فقط۔

الجواب

بہلا خط خوشدا من کے نام ہے اُس میں نہ زوجہ سے خطاب نہ اُس کا ذکر۔ اگر خود زوجہ سے کہتا تم کو اختیار ہے اور تفویض طلاق چاہتا تو اختیار بھی اُسی مجلس پر موقوف رہتا نہ کہ اب تک مستمر۔ درمختار میں ہے :
 قال لها اختارى او امرك بيدك ينوى تفويض
 الطلاق فلها ان تطلق في مجلس علمها به مالم
 تقم او تعمل ما يقطعها
 خاوند نے بیوی کو کہا تجھے اختیار ہے، یا تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔ اور یہ الفاظ بیوی کو طلاق کا اختیار دینے کی نیت سے کہے تو بیوی کو اسی مجلس میں جس میں اس کو اس اختیار کے ملنے کی اطلاع ملی اپنے کو طلاق دینے کا اختیار ہو گا بشرطیکہ وہ سن کر وہاں سے

اٹھنے گئی ہو یا ایسا عمل نہ کیا ہو جس سے اس کا اختیار باطل ہوتا ہو۔ (ت)
 اور اگر ہم کوئی نہیں کی جگہ خود زوجه سے کہتا "نہ تو میری زوجہ نہ میں تیرا شوہر" جب بھی طلاق
 صاحبین کے نزدیک مطلقاً نہ ہوتی،

جو اہر اخلاطی، خلاصہ، خزائنہ المفتین میں ہے کہ
 اگرچہ نیت کی ہو یہی مختار قول ہے
 (ت)

وفي جواهر الاخلاطی والمخالصة
 وخزانة المفتین هو المختار وان
 نوی

اور امام کے نزدیک اس کی نیت پر موقوف رہتی،
 قدمہ فی الخانیة واقصر علیہ فی البدائع
 والکنز والملتقی وكان هو الواجه۔
 در مختار میں ہے :

خانیہ میں اس کو پہلے ذکر کیا۔ بدائع اور کنز اور ملتقی
 میں اسی پر اکتفا کیا، لہذا یہی راجح ہے (ت)

لست لك بزوجه ولست لی بامرأة طلاق
 ان نواه خلافاً لهنما۔ (مخلصاً)

خاوند نے اگر بیوی کو کہا "میں تیرا خاوند نہیں تو میری
 بیوی نہیں" طلاق کی نیت سے کہا تو طلاق ہوگی۔ اس
 میں صاحبین کا قول مخالف ہے (مخلصاً)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

نیت سے مقید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بغیر نیت
 طلاق نہ ہوگی بالاتفاق، کیونکہ یہ کنایات میں سے ہے۔
 اس میں یہ اشارہ دیا کہ دلالت حال نیت کے قائم مقام
 نہیں بن سکتا کیونکہ دلالت حال وہاں معتبر ہوتا ہے

قید بالنیة لانه لا یقع بدونها اتفاقاً لكونه
 من الکنايات و اشار الى انه لا یقوم مقامها
 دلالة الحال لان ذلك فيما یصلح جواباً
 فقط وهو الفاظ لیس هذا منها۔

جہاں وہ فقط جواب بن سکے اور وہ خاص الفاظ ہیں یہ ان میں سے نہیں ہے۔ (ت)

خط دوم میں یہ پوچھا ہے کہ کن وجہ سے عورت نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اسے انشاءً طلاق
 سے کچھ علاقہ نہیں اگرچہ اس کے دل میں یہی کہ ہندہ میں بعض وجہ ایسی ہوئیں جن کے سبب وہ نکاح سے

۹۷/۲

۲۲۲/۱

۲۵۳/۲

مکتبہ جدیدہ کوسٹ

مطبع مجتہدانی دہلی

دار احیاء التراث العربی بیروت

کتاب الطلاق

باب البصریح

"

۱ خلاصۃ الفتاوی

۲ در مختار

۳ ردالمحتار

باہر ہوگی کہ طلاق لفظ سے ہوتی ہے دل کا تصور کچھ نہیں، اسی خط میں اس نے کہا ہے کہ میری بی بی الخ
خط سوم میں فیصلہ دوسرے کے سر رکھا ہے اور یہ کہ جو آپ چاہیں گے میں لکھ دوں گا، یہ ایک
وعدہ ہے اور وہ ایک رائے ہے کہ بہتر ہے کہ وہ بھی آزادانہ زندگی بسر کریں نہ یہ کہ اُسے آزاد کیا۔
خط چہارم میں طلب مشورہ ہے۔

خط پنجم میں جب تک زہرہ نہ مل جائے طلاق دینے سے انکار ہے۔
غرض ان خطوط میں کوئی حرف طلاق کا نہیں چارہ کار معززین کے دباؤ خواہ ناش سے مجبور کرنا ہے کہ نان
نفقہ دے یا طلاق، بغیر اس کے کوئی صورتِ خلاص نہیں۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نفقہ نہ دینے پر
تفریق نہیں کراتے بلکہ عاجز محتاج ہونے پر جو ادا سے نفقہ پر قادر نہ ہو اور اگر ہو بھی تو حنفی کو اپنے امام کا
اتباع واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵۵۔ از رامپور محلہ گھیر یوسف الدین خاں دیوار جنوبی انگوری باغ متصل مسجد پاکھر مطب ۳۴
مسئلہ سید مختار احمد ترمذی ڈاکٹر ۷ اجمادی الاولیٰ

ایک مرد مسلمان کا ایک عورت مسلمان کے ساتھ عقدِ شرعی ہوا، لیکن اب منکوحہ سے شوہر مذکور
کوئی تعلق ظاہری و باطنی نہیں رکھتا اور ہر طرح منکوحہ سے بے پروا ہے ابتدائے نکاح سے ہنوز کوئی بات
تخلیہ شوہریت کا بھی نہیں ہوا ہے معلوم ہوا کہ شوہر دائرہ مردانیت سے بالکل بعید ہے یعنی نامرد ہے لہذا
اس قسم سے یا ایسے نامرد سے منکوحہ کا نکاح جائز ہے یا ناجائز، اس عورت کو کیا عمل کرنے کی ضرورت ہے،
اور موافق حدیث شریف کیا حکم ہے؟

الجواب

نکاح صحیح ہو گیا، عورت بے موت یا طلاق جدا نہیں ہو سکتی اگرچہ مرد نامرد ہو۔ ہاں چارہ کار حاکم
شرعی کے یہاں دعویٰ ہے وہ اس ثبوت لینے کے بعد کہ مرد اس پر قادر نہ ہو اگر مرد کو ایک سال کی کامل ہمت
دے کہ اپنا علاج کرے، اس سال میں عورت مرد سے جدا نہ رہے اگر سال گزر جائے، اور اب بھی قادر نہ ہو
عورت پھر دعویٰ کرے اور حاکم پھر ثبوت لینے کے بعد عورت سے پوچھے کہ تو اپنے اس شوہر کے پاس رہنا
چاہتی ہے یا اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے، اگر عورت فوراً بلا تاخیر کہہ دے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار
کیا، تو حاکم ان میں تفریق و جدائی کرے، یہ تفریق طلاق ہوگی، اور اب بعد عدت عورت دوسرے سے نکاح
کر سکے گی ورنہ نہیں، یہ حکم عورت کی جانب ہے، رہا مرد، اُسے حکم شریعت ہے کہ جب وہ عورت کا حق
ادا نہیں کر سکتا تو اُس پر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دے دے، نہ دے گا تو گنہگار و مستحق عذاب

ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۶۔ مدرسہ مولوی رحیم بخش صاحب مدرس ساکن شیرکوٹ تاجر المورہ ۶ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ
یہاں کوہ المورہ پر ایک شخص امان اللہ نے اپنی دختر کا نکاح سید فضل حسین شاہ باشنہ ٹھاکر دار
سے کر دیا۔ رخصت ہو گئی۔ سال بھر تک عورت اپنے شوہر کے پاس رہی اور ہم بستری ہوئی، پھر باپ کے یہاں
آئی۔ امان اللہ و سید فضل حسین میں کوئی رنجش پیدا ہوئی، فضل حسین اپنی منکوحہ کو ٹھاکر دار لے جانا چاہا،
امان اللہ نے لے جانے نہ دیا بلکہ قسم قسم کے تنازع ہو گئے یہاں تک کہ نوبت نالاش کی آئی۔ امان اللہ
نے جھوٹا طلاق کا دعویٰ کیا کہ بوجہ ظہور دروغ حاکم نے خارج کر دیا۔

ثانیاً مقدمہ اجازت فعل مختاری قائم کیا وہ بھی خارج ہوا، بعد ازاں سید فضل حسین اپنے مکان پر
تھا یہاں کے تھانہ دار سے کچھ مخالفت تھی، تھانہ دار نے عناداً سید مذکور کو بریلی کے پاگل خانے میں بھیج
دیا، اس اثنا میں امان اللہ موقع پا کر بر بناہ پاگل ہونے کے مقدمہ دائر کر کے حاکم سے اجازت نکاح ثانی
کی چاہی، حاکم ہندو نے وجہ پاگل ہونے کی قائم کر کے نکاح ثانی کی اجازت دے دی، امان اللہ نے اجازت
سے دس دن بعد نکاح ثانی کر دیا جسے اب کئی سال گزرے، جب سید فضل حسین رہائی یاب ہوا تو آکر
دادخواہ ہوا اور مقدمہ دائر کر دیا۔ لہذا علمائے دین و مفتیان شرع متین سے اس صورت میں استفسار مطلوب
ہے کہ نکاح ثانی دختر امان اللہ کا بنائے مجنونیت پر جائز ہو یا نہیں، اگر ناجائز ہو تو بوجہ مرور مدت چند سال
فضل حسین کا دعویٰ ساقط ہو یا نہیں؟ بیٹو اتو نجر وا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں ہندہ کا یہ نکاح ثانی کہ اس نے زندگی شوہر میں بے وقوع طلاق دوسرے
شخص سے کر لیا بالاتفاق محض ناجائز و مردود ہے، اور حاکم کی اجازت باطل و مطرود۔ ہمارے امام مذہب
سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے ہم پیرو ہیں اور ان کے اعظم اصحاب حضرت امام
ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر تو اس بیہودہ نکاح کے عدم جواز اور عورت کا اب تک بدستور زوجیت
شوہر اول میں ہونا آفتاب نیروز سے زیادہ روشن کہ ہمارے امام کے مذہب میں جنون شوہر کے باعث عورت
کو برگز کسی وقت تفریق کرانے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا، اور یہی مذہب اعظم ارکان مذہب امام ابو یوسف
کا ہے اور اسی کو بوجہ کثیرہ ترجیح حاصل، اسی کو تمام متون مذہب مثل کنز ودانی و وقایہ و نقایہ و مختار و
اصلاح و تنویر و ملتقی وغیرہ میں اختیار فرمایا، اسی دلیل کو عامہ شروح معتمدہ مثل ہدایہ و کافی و تبیین و اختیار و
فتح القدیر وغیرہ میں مرجح کیا، اسی پر اکثر فتاویٰ کا اطلاق ہوا، اسی کو امام اجل قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں

مقدم رکھا اور وہ اسی قول کو مقدم رکھتے ہیں جو راجح و معتد ہو، اسی کو علامہ ابراہیم حلبی نے ملتقی الابحار میں تقدیم دی اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو مؤید ہو، اسی کو خانہ پھر خزائنہ المفتین میں ہمارا مذہب کہا اور امام علامہ فخر الدین زبلی نے شرح کنز الدقائق پھر امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام نے شرح ہدایہ میں اُس عظیم و جلیل تحقیق کے ساتھ ہمارے اس مذہب کی تائید و توصیف اور قول خلاف کی تضعیف و تزییف فرمائی کہ اصلاً گنجائش کلام باقی نہ رکھی، من شاء فليشرف بمطالعتھما (جو چاہے ان کے مطالعہ سے مشرف ہو۔ ت) اور اکثر کتب مذہب میں تو اس پر ایسا جزم قطعی فرمایا کہ قول خلاف کا نام تک نہ لیا، میں یہاں صرف چند کتابوں کی عبارتیں نقل کرتا ہوں، وقایہ و نقایہ و اصلاح تینوں کتابوں میں ہے:

دونوں میں سے کسی کے عیب کی وجہ سے دوسرے کو
فسخ کا اختیار نہیں ہے۔ (ت)

لا یتخیر احدھما بعیب الآخر۔

کنز میں ہے:

ایک کے عیب کی وجہ سے دوسرا فسخ کو اختیار نہیں
کر سکتا۔ (ت)

لم یتخیر احدھما بعیب۔

ملتقی الابحار اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے:

بیوی کو اختیار نہ ہوگا اگر وہ خاوند میں جنون
پائے الخ (ت)

لا یتخیر لہا ان وجدت (المراة) به (ای
بالزوج) جنونا الخ۔

اختیار شرح مختار میں ہے:

اگر زوجین میں سے کسی میں عیب ہو تو دوسرے کو اختیار
نہ ہوگا مگر جب شوہر مقطوع الذکر یا نامرد یا خصی ہو تو
عورت کو اختیار ہوگا۔ (ت)

الحاصل اذا كان باحد الزوجین عیب فلا یتخیر
للآخر الا فی الجب والعنة والخصی۔

خزائنہ المفتین و فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

۱۔ مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ	کتاب الطلاق	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۷۱-۷۰
۲۔ کنز الدقائق	باب العنین	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۷
۳۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحار	دار احیاء التراث العربی بیروت	۴۶۳/۱
۴۔ الاختیار لتعلیل المختار	فصل فی العیوب التي یتب بہ الخیار الخ	دار فرانس للنشر والتوزیع ۱۱۵/۳

ہمارے نزدیک عیب کی وجہ سے نکاح کے لیے لائق نہ ہوگا، لہذا بیوی کو کسی عیب کی وجہ سے رد نہیں کیا جائے گا، اور عورت اگر خاوند میں جنون، ہذلم یا برص کا مرض پائے تو اس کو بھائی کا حق نہ ہوگا۔
مختصاً۔ (د ت)

حق الفسخ بسبب العيب عندنا لا يثبت في النكاح فلا ترد المرأة بعيب ما وان وجدت المرأة زوجها جنوناً و جذاماً و برصاً ليس له حق الفرقة، ملخصاً.

تتوزر ابو بصار اور اس کی شرح در مختار میں ہے،

لا يتخير احد الزوجين بعيب الآخر لو فاحشاً كجنون النكاح.

خاوند اور بیوی میں سے کسی کے عیب اگرچہ فحش ہو، پر دوسرے کو اختیار فسخ نہیں، مثلاً جنون النكاح۔

فقہ کی اس اجمالی تقریر سے واضح ہو گیا کہ ہمارا یہ مذہب کتنی وجوہ کثیر سے ترجیح رکھتا ہے،

اولاً خود ہی کہ وہ مذہب امام ہے اور مذہب امام، امام مذاہب جس سے عدول ہرگز جائز نہیں۔

معرضت دلیل یا تعامل کے خلاف ہونے پر، جیسا کہ فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے جس کی وضاحت ہم نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے۔ (د ت)

الاضروية ضعف دليله او تعامل بخلافه كما نصوا عليه وقد اوضحناه في فتاوانا.

ثانیاً یہی امام ابو یوسف اعظم ارکان مذہب کا قول ہے، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بعد ارشاد

امام اعظم قول امام ابو یوسف مرجح و مقدم ہے۔ در مختار میں ہے،

قاضی بھی مفتی کی طرح مطلقاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو اپنانے کا، پھر امام ابو یوسف پھر امام محمد کے قول کو الی۔ (د ت)

ياخذ القاضو كالفتو بقول ابي حنيفة على الاطلاق ثم بقول ابي يوسف ثم بقول محمد الی.

ثالثاً اس پر اجماع متون جن کی جلالت شان کو کوئی کتاب نہیں پہنچ سکتی کما نصوا عليه قاطبة وحققتنا في كتاب النكاح من فتاوانا (جیسا کہ تمام فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے اور ہم نے اس کو تحقیق اپنے فتاویٰ کی کتاب النكاح میں کی ہے۔ (د ت)

۱۸۶/۱	نوٹ کشور لکھنؤ	فصل الخيارات التي تتعلق بالنكاح	اے قاضی خاں
۲۵۲/۱	مطبع مجتہبی دہلی	باب العین	کے در مختار
۶۲/۲	" " "	کتاب القضاء	کے در مختار شرح تنویر البصیر

رابعاً تظافر شروح کہ بتصریح علماء فتاویٰ پر مقدم ہیں و سیاتی عن الغمیز (غمز سے عنقریب

منقول ہوگا۔ ت)

خاصاً اُس پر جزم و اعتماد کرنے والوں کی کثرت۔ امداد الفلاح و ردالمحتار و عقود الدریہ میں ہے،

القاعدة ان العمل بما عليه الاكثر (قاعدہ یہ ہے کہ اکثریت کے قول پر عمل ہوگا۔ ت)

سادساً اُس کے مرجع و مختار رکھنے والوں کی جلالت و عظمت جن میں مثل برہان الدین صاحب ہدایہ و

امام قاضی خاں و امام محقق علی الاطلاق و غیر ہم اجلہ ائمہ اعلام ہیں، علماء فرماتے ہیں امام قاضی خاں کی ترجیح اوروں کی ترجیح پر مقدم ہے اور فرماتے ہیں اُس سے عدول نہ کیا جائے کہ وہ فقیہ النفس ہیں کما فی

ردالمحتار وغیرہ (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ ت)

سابعاً قوتِ دلیل کہ بعد ملاحظہ تبیین الحقائق و فتح القدير آفتاب کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) الحمد للہ یہ ثابت ہو گیا

حاوی قدسی کا یہاں کہنا کہ امام محمد کے قول کو ہم لیں جیسا کہ ہندیہ میں ان سے منقول ہے، تو یہ ایسے

ہے جیسے انھوں نے امام ابو یوسف سے ایک شا

روایت جو کہ معتد مذہب اور تمام متون و شروح و فتاویٰ

کے خلاف ہے کہ جمعہ کے روز استواء شمس کے وقت نفل

پڑھنا مکروہ نہیں کیونکہ اس دن آگ شعلہ زن نہیں ہونے

کے متعلق علیہ الفتویٰ (اس پر فتویٰ ہے) کہ یہاں

جیسا کہ اس کو اشباہ میں حلیہ سے انھوں نے حاوی

سے نقل کیا ہے قلت (میں کہتا ہوں) وہاں

حاوی سے یہی حاوی قدسی مراد ہیں کیونکہ میں نے اس

کی تصریح حلیہ میں دیکھی ہے، علامہ سید جموی نے

غز العیون میں فرمایا کہ حاوی کا صرف یہ دعویٰ کرنا کہ

” اس پر فتویٰ ہے “ سے لازم نہیں آتا کہ یہ تصحیح شدہ

اقول فثبت بحمد الله ان قول الحاوی

القدسی بقول محمد ہنا بہ ناخذ کما

نقلہ عنہ فی الہندیۃ انما ہو کقولہ

ایضاً الروایۃ شاذة عن ابی یوسف

مخالفة للمذہب المعتمد المجمع علیہ

بین المتون والشروح والفتاویٰ وہی عدم

کراہیۃ النفل یوم الجمعة عند الاستواء لان

النار لا تعرفہ ان علیہ الفتویٰ کما نقلہ

فی الاشباہ عن المحلیۃ عن الحاوی

قلت والمراد هو هذا عنی حاوی

القدسی فقد رأیت التصریح بہ

فی الحلیۃ قال العلامة السید

الحموی فی غمز العیون مجرد دعویٰ

الحاوی ان الفتویٰ علیہ لا یقتضی انہ المصحح

المعتد في المذهب كيف واصحاب المتون
قاطبة والشروح ماشون على قولهما يعنى
الطرفين مرضى الله عنهما) ومشى اصحاب
المتون تصحيح التزاهى على ان ما في المنون
والشروح مقدم على ما في الفتاوى اهـ

ہو اور مذہب معتد علیہ ہو یہ کیونکہ ہو سکتا جبکہ تمام
اصحاب متون و شروح، طرفین کے قول پر قائم ہیں،
اور اصحاب متون کی طرف سے یہ التزامی تصریح موجود
ہے کہ متون و شروح کا بیان فتویٰ کے بیان پر
مقدم ہے (ات)

خیر یہاں تک تو ہمارے اصل مذہب پر بنائے سخن تھی مگر مجھے یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ نکاح مذکور کو
روایت خلاف سے بھی اصلاً تعلق نہیں بلکہ وہ باتفاق ہمارے تمام ائمہ کے محض ناجائز واقع ہوا۔ میں اگرچہ
اسے متعدد دلائل سے ثابت کر سکتا ہوں مگر یہاں صرف چند واضح امور پر اقتصار کافی روایت خلاف کا ہرگز یہ
حکم نہیں کہ جنون شوہر میں مطلقاً حاکم فوراً اجازت نکاح ثانی دے دے بلکہ جب جنون نو پیدا ہو تو لازم کہ
روز مرافعہ سے مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دے اگر اس میں اچھا ہو گیا تو اب ہرگز تفریق جائز نہیں، اور نہ اچھا
ہوا تو عورت جب تک پھر دعویٰ نہ کرے حاکم ہرگز حکم نہ دے وہ بدستور زوج زوجہ رہیں گے۔ یاں اگر اب
عورت پھر دوبارہ خواستگاری تفریق کو آئے تو قاضی اُسے اختیار دے کہ چاہے تو اپنے نفس کو اختیار
کرے یا شوہر کو، اگر اس نے شوہر کو اختیار کیا یا بغیر کچھ کے چلی گئی یا کھڑی ہو گئی یا قاضی کے سپاہیوں نے اُسے
اٹھا دیا یا قاضی فوراً اٹھ کھڑا ہوا تو اب اُسے اصلاً اختیار نہ رہا وہ ہمیشہ کے لئے اُس کی زوجہ ہے کہ کبھی
دعویٰ تفریق نہیں کر سکتی، اور اگر اسی جلسہ میں اُس نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو اب قاضی تفریق کر دے،
یہ تفریق طلاق بائن گنی جائے گی، اس کے بعد عورت ایام عدت پورے کر کے جس سے چاہے نکاح کر لے
اور ضرور ہے کہ عورت درخواست قاضی مصر یا مدینہ کے حضور پیش کرے وہ سال بھر کی مدت دے اُس کے
سوا دنیا میں کسی کی تاویل کی معتبر نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر خاوند کو جنون نیا
عارض ہو تو اُس کو نامردی کی طرح ایک سال کی
مہلت دی جائے گی، پھر سال کے بعد بوی کو فسخ کا
اختیار دیا جائیگا بشرطیکہ وہ تندرست نہ ہوا ہو (ت)

قال محمد ان كان الجنون حاداً يوجب له سنة
كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول اذ لم
يبرأ اهـ

۱۰ غزعیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر القول فی احکام الجمعة ادارة القرآن کراچی ۲۳۸/۳
۷۰ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۵۲۶/۱

اُسی میں ہے :

جاءت المرأة الى القاضي بعد مضي
الاجل والنزوح لم يصل اليها خيره
القاضي في الفرقة كذا في شرح الجامع
الصغير لقاضي خان فان اختارت زوجها
او قامت عن مجلسها او اقامها اعوان القاضي
او قام القاضي قبل ان تختار بطل خيارها
كذا في المحيط وهكذا روى عن محمد رحمه
الله تعالى عنه وعليه الفتوى كذا في التآريخ
ناقلا عن الوقعات ان اختارت الفرقة
امر القاضي ان يطلقها بائنة فان ابى
فرق بينهما هكذا ذكر محمد في الاصل
كذا في التبیین اھ ملخصا۔

مذکورہ صورت میں عورت سال کے بعد آکر کھے میرا
خاوند تندرست نہیں ہوا، اور خاوند اس دوران
جماع نہ کر سکا ہو تو قاضی بیوی کو اس وقت اختیار
دے گا، شرح جامع صغیر قاضی خاں میں ایسے ہی
ذکر کیا ہے تو قاضی کے اس اختیار پر عورت نے اپنے
خاوند کو ترجیح دی یا اس مجلس اختیار سے اٹھ گئی،
یا قاضی کے اہلکاروں نے اسے وہاں سے اٹھایا
یا قاضی عورت کے فیصلہ بتانے سے قبل چلا گیا، تو
عورت کا اختیار ختم ہو جائے گا، محیط میں ایسے
ہی بیان ہے اور یونہی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے
مروی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ تاتارخانیہ
میں واقعات سے یونہی منقول ہے، اور اگر

مذکورہ صورتوں کے خلاف عورت نے خاوند سے فرقت کو ترجیح دی تو قاضی خاوند کو بائنتہ طلاق دینے کا
حکم صادر کرے گا، اگر خاوند نے طلاق سے انکار کر دیا تو پھر قاضی خود دونوں میں تفریق کر دے گا،
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصل (مبسوط) میں یوں ذکر فرمایا، جیسا کہ تبیین میں ہے اھ ملخصاً (ت)
اُسی میں ہے :

یہ مہلت کا حکم قاضی شہر کی موجودگی میں دیا جائیگا
اگر خود عورت نے خاوند کو یہ مہلت دی یا کسی
غیر قاضی نے دی ہو تو یہ معتبر نہ ہوگی، جیسا کہ
فتاویٰ قاضی خاں میں ہے (ت)

لا يكون هذا التاجيل الا عند قاضي مصر
او مدينة فان اجلته المرأة او اجنه
غير القاضي لا يعتبر ذلك كذا في فتاوى
قاضي خان۔

اُسی میں ہے :

۵۲۴/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی عشر فی العینین	لہ فتاویٰ ہندیہ
۵۲۳/۱	" " "	" " "	" " "

لا تصح ولاية القاضي حتى يجتمع في
الموتى شرائط الشهادة كذا في الهداية
من الاسلام والحرية والتكليف الخ۔

قاضی کی دی ہوئی مہلت بھی تب معتبر ہوگی جب اس
قاضی میں تقرری کے تمام شرائط موجود ہوں ، وہ
شہادت والے شرائط ہیں یعنی اسلام، آزاد ہونا
اور مکلف ہونا الخ (ت)

ظاہر ہے کہ صورت منظرہ سوال میں شوہر کا جنون نوپیدا تھا کہ بغرض ثبوت ہنوز چارہ ہی مہینے گزے تھے
تو جواز نکاح ثانی و تحصیل فرقت کا یہ طریقہ ہرگز نہ تھا کہ حاکم اسے نکاح ثانی کی اجازت دے دیتا بلکہ اس پر
فرض تھا کہ ثبوت کامل لے کر سال بھر کی مہلت دیتا اس کے بعد کارروائی مذکور کرتا۔ یہاں نہ سال کی مہلت دی گئی،
نہ بعد مہلت عورت نے دوبارہ دعویٰ کیا نہ بعد تخیر عورت نے اسی جلسہ میں اپنے نفس کو اختیار کرنا ظاہر کیا، طرہ
یہ کہ حاکم سرے سے مسلمان بھی نہیں، ایسی کارروائی اصلاً قابل اعتبار نہیں ہو سکتی، نہ اس کے سبب وہ
زوجیت شوہر اول سے باہر آ سکتی ہے، نکاح و طلاق ہم مسلمانوں کے دینی و مذہبی معاملات ہیں جن میں
ہماری شریعت کے تمام احکام کی مراعات بغیر چارہ نہیں، اگر کوئی زن شوہر دار کو بے وقوع طلاق و افرام
اجازت نکاح دے دے تو کیا اسے جائز ہو جائے گا کہ وہ جس سے چاہے نکاح کر لے، عا شاہر گز
روانہ ہوگا نہ وہ عصمت شوہر سے باہر آئے گی۔ یہاں بعینہ یہی صورت واقع ہوئی، طرہ یہ کہ عورت عدت
بھی نہ بیٹھی اجازت سے دلش ہی دن بعد نکاح ثانی کر لیا، اس کے حرام ہونے میں کیا شبہ ہے، ہم ابھی
مالگیری سے نقل کر آئے کہ یہ تفریق طلاق بائن ہوتی ہے اور طلاق میں تین حیض کی عدت فرض۔
قال الله تعالى والمطلقت يتربصن
بأنفسهن ثلاثة قروء۔

بالجملہ یہ دوسرا نکاح بالیقین ناجائز، اور ہمارے سب اممہ کے نزدیک یہ وہی چیز جسے قانون حال
میں ازدواج مکرر کہتے ہیں، اور کوئی سفید سافید گمان نہیں کر سکتا کہ مرور مدت سے زوجیت زائل ہو گئی اور
جو شخص چاہے زوجہ غیر کو لے جائے اور دو چار برس روپوش رکھے، چلے مرور مدت سے زوجیت زائل
ہو گئی اب شوہر کس بنا پر دعویٰ کر سکتا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، پس عورت پر
واجب حتمی ہے کہ اس حرام سے باز آئے اور اپنے شوہر کے سوا دوسرے سے کنارہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب ادب القاضی ابواب الاول فی تفسیر معنی الادب الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۰۷
۲۔ القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

مسئلہ ۲۵۷ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر پیدائشی عنین یعنی نامرد نکلا چنانچہ ڈاکٹر نے اس کا ملاحظہ کیا اور سند نامرد ہونے کی دیدی دریں صورت نکاح اُس کا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے آیا زوجہ شوہر سے محتاج طلاق ہے یا نہیں اور ایسی حالت میں مستحق کسی جہز و مہر کی ہوتی ہے یا نہیں اور ڈاکٹری سند ثبوت نامردی کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ بَيِّنُوا تُوْجِرُوا۔

الجواب

زوج کا عنین ہونا مانع صحت نکاح نہیں، زوجہ عنین مثل دیگر زنان بے طلاق شوہر سے جدائی کا اختیار نہیں رکھتی، خلوت صحیحہ اگر ہوئی تو مہر تمام و کمال پائے گی،
 فی التنویر الخلوۃ بلا مانع کالوطء ولو محبوباً
 او عنیناً او خصیاً فی ثبوت النسب و تاکد
 المہر اھ ملتقطاً۔
 تنویر میں ہے، خلوت میں مانع نہ ہو تو وہ وطنی کے حکم میں ہوگی اگرچہ خاوند کا ذکر کٹا ہوا ہو، یا نامرد یا خصی ہو، تو یہ خلوت نسب کے ثبوت اور مہر کو لازم کرنے میں وطنی کی طرح ہوگی، اھ، ملتقطاً (ت)

سند ڈاکٹر محض ناکافی و نامعتبر ہے،
 قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا ان جاءکم فاسق نبیاً فتنیوۃ الایۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی وضاحت کر لو
 الایۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۸ از شہر ربلی محلہ کوہاڑا پیر مستولہ نصیر اللہ صاحب ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اپنے شوہر کی ناقابلیت بیان کرتی ہے کہ چھ برس کا عرصہ شادی کو ہوا اب تک شوہر میں کوئی مردی نہیں۔ مرد کی ایسی حالت اس کے ورثا کو بھی معلوم ہے، مرد خود علاج کراتا رہتا ہے لیکن کوئی علاج مفید نہ ہوا اب عورت چاہتی ہے میرا عقد دوسرے شخص کے ساتھ ہو جائے مرد کو اُس کے خیال سے تعرض نہیں تو ایسے مرد کے ساتھ نکاح جائز ہو یا نہیں، اور اپنا ارادہ کس طرح پورا کرے، آیا مرد طلاق دے یا کوئی ضرورت نہیں؟

الجواب

نکاح مذکور جائز و صحیح ہے، عورت کو ہرگز روا نہیں کہ بے طلاق یا فرقتِ شرعیہ کے دوسرے سے نکاح کر لے، اگر کرے گی محض حرام ہوگا۔ مرد جب ہمبستری میں عورت کا حق ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دے دے۔

قال اللہ تعالیٰ فامسکوهن بمعروف او سرحوهن بمعروف۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ایک یا دو طلاقوں کے بعد بیوی پاس رکھ لو یا بھلائی کے ساتھ آزاد کر دو۔ (ت)

بعد طلاق عورت عدت بیٹھے اگر مرد خلوت کر چکا ہو اگرچہ اس پر قادر نہ ہوا ہو، اس کے بعد جس سے چاہے نکاح کر لے، اور اگر اب تک خلوت نہ ہوئی تو بعد طلاق فوراً جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔
فی الہندیۃ من باب العنین علیہا العدة بالاجماع ان کان الزوج قد خلا بہا وان لم یخل بہا فلا عدة علیہا الخ - و اللہ تعالیٰ اعلم۔
ہندیہ میں نامرد کے احکام کے باب میں ہے کہ عورت پر بالاجماع عدت ہوگی جب خاوند نے خلوت کر لی ہو اور اگر خلوت نہ پائی ہو تو پھر عورت پر عدت نہیں ہے الخ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۹ از محکمہ پیمائش ضلع گورکھپور مرسلہ منشی فرید احمد صاحب اہلکار پیشی کرنیل ۹ ربیع الاول ۱۳۰۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مریم دس برس کی تھی اور زید پندرہ برس کا کہ انکے والدین نے برضا و رغبت خود ان کا نکاح کر دیا جب مریم بالغہ ہوئی تو اسے ظاہر ہوا کہ شوہر نامرد ہے اس صورت میں وہ نکاح ہوا یا نہیں، اور مریم بے طلاق زید کے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں، اور شوہر طلاق نہ دے تو صورتِ خلاص کیا ہے، اور دعویٰ مہر پہنچتا ہے یا نہیں۔ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں نکاح قطعاً صحیح ہے لصدورہا عن اہلہ فی محلہ (کیونکہ یہ نکاح اپنے محل میں اپنے اہل سے صادر ہوا ہے۔ ت) اور جب تک زید کی طرف سے طلاق نہ ہو وہ اس کی زوجہ ہے، دوسرے سے نکاح ہرگز جائز نہیں، قال اللہ تعالیٰ والمحصنات من النساء (اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

۱ القرآن الکریم ۲۳۱/۲

۲ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین

۳ القرآن الکریم ۲۴/۴

۵۲۴/۱ نورانی کتب خانہ پشاور

عورتوں میں سے منکوحہ عورتیں حرام ہیں۔ ت) عقود الدیہ میں ہے:

سئل فی بکر صغیرة تزوجها ابوها من رجل
ودخل بها ثم بلغت رشيدة وادعت
به عنة وطلبت التفريق فما الحكم الجواب
لا يفرق بينهما بمجرد دعواها انه عنين الخ
کیا جس میں اس نے تفریق (فسخ نکاح) کا مطالبہ کیا تو ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے، تو جواب دیا
کہ لڑکی کے محض اس دعویٰ پر کہ خاوند نامرد ہے تفریق نہ ہوگی الخ (ت)

البتة جب زید اس پر غیر قادر اور اس کے اداے حق سے قاصر ہے تو اس پر بنص قطعی قرآن طلاق
دینا واجب، اگر یونہی رکھ چھوڑے گا گنہگار ہوگا۔
قال تعالى فامسك بمعروف او تصريح
باحسان۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک یا دو طلاقوں کے بعد
بیوی کو بھلائی کے ساتھ پاس روک لویا نیکی کے
ساتھ آزاد کر دو۔ (ت)

پس اگر وہ طلاق نہ دے تو صورتِ خلاص یہ ہے کہ مریم وزید کسی عالم دین فقیہ متین کو پینچ کریں،
فی الفتاوی الخیرية للعلامة خير الدين
الرملي، سئل فی العین اذا جعل بينه وبين
نروجة محکین فاجلوه سنة ومضت هل
لهم ان يفرقوا بينهما اذا طلبت ام لا اجاب
نعم يصح التحكيم في مسألة العین لانه
ليس يحد ولا قود ولا دية على العاقلة ولهم
ان يفرقوا بطلب النروجة، والله اعلم
قلت وهذا نص يقدم على استظهار

فتاویٰ خیر یہ میں ہے مصنف خیر الدین رملی سے سوال
کیا گیا نامرد ہونے کے دعویٰ پر خاوند اور بیوی کے معاملہ
میں ثالث بنایا جائے اور وہ ثالثی والے حضرات
خاوند کو ایک سال کی مہلت دیں اور مہلت ختم ہو جائے
تو کیا ثالث حضرات اس پر تفریق کا فیصلہ کر سکتے ہیں
یا نہیں، تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں کر سکتے ہیں کیونکہ
یہ نامرد کا معاملہ ہے، حد یا قصاص یا عاقلہ پر دیت
کا معاملہ نہیں ہے اس لئے ثالث حضرات کو بیوی کے

۳۲/۱	عقود الدیہ	باب العین	عاجی عبدالغفار و لپسران قندھار افغانستان
۱۶/۲	القرآن الکریم	۲۲۹/۲	دار المعرفہ بیروت
	فتاویٰ خیر یہ	باب التحکیم	

مطالبہ پر یہ تفریق جائز ہے، واللہ اعلم بالصواب۔
قلت (میں کہتا ہوں) یہ فقہی نص ہے جو علامہ
ابن عابدین کی رائے پر مقدم ہے لیکن بغور معلوم
ہو رہا ہے کہ ان کی رائے ان کو خود مفید نہیں ہے جیسا کہ ہم
نے وہاں حاشیہ میں واضح کیا ہے تو غور چاہئے۔ (ت)

العلامة امين الدين ابن عابدين اما بالتامل
مع ان ما استظهر به لا يفيد كما اوضحنا
فيما علقناه عليه فتبصر۔

ہندہ اگر اس کے حضور دعویٰ کرے حکم زید سے جواب لے اگر اپنی نامردی اور مریم پر قدرت نہ پانے کا مقرر ہو
اُسے آج سے سال بھر کامل کی مہلت دے اور منکر ہو تو عورت ثلثہ نمازی پر ہنیر گار مریم کو دیکھے جب وہ شہادت
دے کہ واقعی مریم ہنوز بکر ہے تو زید کو سال بھر کی مہلت دی جائے اگر وہ دن ختم ماہ قمری ہو تو سال کے بارہ مہینے
تیرہ ہلا لوں سے لئے جائیں ورنہ تین سو ساٹھ دن شمار کر لیں اور اس مدت میں جتنے دنوں مریم با اختیار خود
زید کے مسکن میں نہ رہے یا اُسے خواہ زید کو ایسا مرض ہو جس میں مجامعت نہ ہو سکے وہ دن شمار میں نہ آئیں گے
اور اگر زید ہی اُسے نہ رکھے یا اُس کے پاس نہ آئے تو کچھ مجرا نہ پائے گا یونہی ایام حیض بھی مجرا نہ ہونگے،
جب اس طرح سال گزر جائے اور زید مریم پر قدرت نہ پائے مریم پھر حکم کے پاس تفریق و ازالہ نکاح کا دعویٰ
کرے حکم زید سے جواب لے اگر معترف ہو یا بحالت انکار پھر کسی عورت معتمدہ نمازی متقیہ کی شہادت معاینہ
سے ثابت ہو کہ اب بھی مریم بدستور بکر ہے تو حکم مریم سے پوچھے تو زید کو اختیار کرتی ہے یا اپنے نفس کو
اگر کے زید کو یا بغیر کچھ کے چلی جائے یا کھڑی ہو جائے یا اٹھادی جائے یا حکم اٹھ کھڑا ہو تو اب اُس کا دعویٰ
باطل اور نکاح لازم ہو گیا اور اگر اُسی جلسہ میں کہہ دے میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو حکم زید کو حکم دے
کہ اُسے طلاق دے کہ بحکم شرع تجھ پر طلاق دینی واجب ہے اگر دیدے بہا ورنہ حکم کہہ دے میں نے تم دونوں میں
تفریق کر دی فوراً مریم اس کے نکاح سے نکل جائے گی جس سے چاہے نکاح کر لے، پس اگر زید و مریم میں خلوت
ہو چکی تو مریم پر عدت اور زید کے ذمہ پورا مہر ورنہ عدت نہیں اور ادھامہر،

تنویر الابصار، در مختار اور رد المحتار میں ہے کہ اگر
بیوی اپنے خاوند کو نامرد پائے تو خاوند کو ایک سال
کی قمری مہینوں کے حساب سے مہلت دی جائے گی،
جیسا کہ مذہب میں ہے، اور اگر مہینہ کے درمیان
مہلت دی گئی تو پھر بالاجماع دنوں کی گنتی بحساب
ہر ماہ تیس دن مہلت شمار ہوگی، اور ماہ رمضان اور

فی تنویر الابصار والدر المختار و رد المحتار
لو وجدته عینما اجل سنة قمریة
بالاهلة علی المذهب ولو اجل
ف اثناء الشهر فبالایام اجماعا
(کل شهر ثلاثون یوما
و رمضان و ایام

حيضها منها وكذا حجه وغيبته لامدة حجها
وغيبتها ومرضه ومرضها ويوجبل من
وقت الخصومة فان وطئ مرة فيها و
الابانت بالتفريق من القاضى ان ابى طلاقها
بطلبها يتعلق بالجميع (اي جميع الافعال
وهي فرق واجل وبانت) ولو ادعى وانكرته
فقلت امرأة ثقة والثنتان احوط هي
بكرخيرت في مجلسها (اي يخيرها
القاضى) وان اختارته بطل حقها كما
لو وجد منها دليل اعراض بان قامت
من مجلسها او اقامها اعوان القاضى
او قام القاضى قبل ان تختار شيئا به
يفتى لامكانه مع القيام اھ ملقطا۔

عورت کے حیض کے دن مہلت میں شمار ہوں گے،
اور یونہی خاوند کے حج اور غیر حاضری کے ایام مہلت
میں شمار ہوں گے، اور بیوی کے حج اور غیر حاضری
کے ایام اور خاوند اور بیوی کی بیماری کے ایام مہلت
میں شمار نہ ہوں گے، اور مہلت کا شمار دعویٰ پیش
ہونے کے وقت سے ہوگا، اس دوران مہلت
اگر خاوندی نے بیوی سے ایک مرتبہ جماع کر لیا تو
بہتر ہے ورنہ قاضی کی تفریق سے بیوی بائنت
ہو جائے گی اگرچہ خاوند طلاق دینے سے انکار کر دے،
یہ کارروائی بیوی کے مطالبہ پر ہوگی، عورت کے
مطالبہ کا تعلق، تفریق، مہلت اور اس کے بائنت
ہونے، تمام امور سے ہے، اگر مہلت کے دوران
خاوند وطئ کرنے کا مدعی ہو اور بیوی انکار کرتی ہو

تو پھر ثقہ ایک عورت یا دو عورتوں نے کہہ دیا کہ بیوی تا حال باکرہ ہے تو بیوی کو اسی مجلس میں اختیار ہوگا
اور یہ اختیار قاضی دے گا، اگر بیوی نے اس موقع پر خاوند کو اپنا یا تو بیوی کا اختیار ختم ہو جائیگا جس طرح
مجلس اختیار میں بیوی خاوند سے جدائی کو ناپسند کرتے ہوئے اٹھ جائے یا قاضی کے عملہ نے بیوی کو اٹھا دیا
یا قاضی خود اٹھ کر چلا گیا اور بیوی نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہ کیا تھا تو ان تمام صورتوں میں بیوی کا اختیار باطل
ہو جائے گا، اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ بیوی کے اٹھ جانے میں یہ امکان موجود ہے اھ ملقطا (ت)

عالمگیری میں ہے :

ان اختارت الفرقة امر القاضى ان يطلقها
بائنة فان ابى فرق بينهما كذا
ذكر محمد رحمه الله تعالى
في الاصل كذا في التبیین

اگر بیوی نے فرقت کو پسند کیا تو قاضی خاوند کو
بائنت طلاق دینے کا حکم دے گا، اگر خاوند انکار
کر دے تو قاضی خود تفریق کر دے۔ امام محمد رحمہ اللہ
تعالیٰ نے اصل (مبسوط) میں یونہی فرمایا ہے، جیسا

والفرقة تطليقه بائنة كذا في الكافي
ولها المهر كاملا وعليها العدة بالاجماع
ان كان الزوج قد خلا بها وان لم يدخل
بها فلا عدة عليها ولها نصف المهرات
كان مستمى والمتعة ان لم يكن مستمى كذا
في البدائع اھ۔

کہ تمبین میں مذکور ہے، اور قاضی کی تفریق یا تنفیہ
طلاق قرار پائے گی جیسا کہ کافی میں مذکور ہے۔
بیوی کے لئے کامل مہر ہوگا اور اس پر بالاجماع عتد
لازم ہوگی بشرطیکہ خاوند نے خلوت پالی ہو، اور اگر
اس نے خلوت بیوی سے نہ کی ہو تو عدت نہ ہوگی
اور مہر بھی نصف ہوگا، اور اگر مہر مقرر نہ تھا تو اس

صورت میں صرف (مستعم) جوڑا دیا جائے گا، جیسا کہ بدائع میں مذکور ہے اھ (ت)

اصل حکم یہ ہے پھر اگر زید براہ شہارت و اضرار زوجہ کسی کو پخت کرنے پر راضی نہ ہو تو چارہ کار یہ ہے
کہ اُس شہر میں جو عالم دین وہاں کے سب اہل علم فقہ و علوم دینیہ میں زائد ہو مریم اُس کے یہاں بطور خود
دعویٰ مذکور پیش کرے عالم موصوف زید کو بلا کر کارروائی بروجہ مذکور کرے،

کیونکہ علاقہ کا بڑا عالم ہمارے زمانہ میں کسی پنجابیت
کا پابند نہیں یعنی ثالثی کا محتاج نہیں، جیسا کہ
فاضل محترم مولانا عبد الغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ
میں اس پر تصریح فرماتے ہوئے امام عتباتی اور
سید سمودی اور پھر علامہ مناوی رحمہم اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین سے نقل کیا ہے۔ (ت)

فان اعلم البلد لا یحتاج فی زماننا فی
امثال هذا الی التحکیم کما نص علیہ
المولی الفاضل سیدی عبد الغنی نابلسی
فی الحدیقة الندیة عن الامام العتباتی و
عن السید السمودی ثم عن المناوی
رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

پھر اگر زید کو آنے میں بھی انکار ہو تو عالم مدوح خود اس کے پاس تکلیف کرے،

ہندیہ میں ہے خود جائے یا کسی کو بھیج کر طلب
کرے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
دونوں طریقے اپنائے ہیں اھ ملخصاً (ت)

فی الہندیة ینذہب بنفسہ او یبعث من
یحضرہ و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فعل کلا النوعین اھ ملخصاً۔

اور غالباً ہنوز حکم مسئلہ سے ناواقفی کے باعث اُسے عالم موصوف سے ملنے اور گفتگو کرنے میں ہاک
نہ ہوگا بس صرف اتنا اس سے دریافت کر لے کہ مریم تیری نامردی کی شاکہ ہے آیا واقعی ایسا ہی یا نہیں اگر اقرار

لہ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۵۲۴/۱
۷ کتاب ادب القاضی الباب الحادی عشر " " " " ۳۳۵/۳

کمرے سال بھر کی مہلت دے دے اور بحالت انکار زنانِ ثقات کو دکھا کر بے بکارت کاشبوت لے کر زید کو مہلت ایک سال کی اطلاع کرتے ہیں جب بعد ضرورت عورت پھر جُدائی چاہے عالم دوبارہ زید کے پاس جائے، بن پڑے تو کارروائی مذکورہ کرے مگر جب زید کو خواہی خواہی ایذا و اضرارِ مریم ہی منظور ہے تو بعد سماع مہلت عجب نہیں کہ دوبارہ عالم سے نہ ملے کہ آخر جبرِ شرعی کی طرف تو کوئی راہ ہی نہیں، اگر ایسی صورت واقع ہو تو مریم اس بار دوم کی کارروائی میں اپنے آپ کو اعانت عالم سے غنی سمجھے اور صرف اُس قدر امداد پر جو اول بار حکم عالم نامردی زید ثابت ہو کر مہلت یکساں دی گئی تھی قناعت کرے اب کہ زید عالم سے نہ ملے اور کارروائی آئندہ نہ ہونے دے ہندہ خود کہہ دے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور زید کے نکاح سے باہر آئی مذہبِ صاحبین پر اس قدر بھی کافی ہو جائے گا اور مریم اس کے ظلم سے نجات پائے گی،

ردالمحتار میں ماتن کے قول (ورنہ قاضی کی تفریق سے بائسہ ہو جائے گی) کے تحت بیان کیا کہ بعض نے کہا قاضی کی تفریق کے بجائے بیوی خود اپنے کو علیحدہ قرار دے تو کافی ہے اور قاضی کی ضرورت نہیں، جیسا کہ عتق میں خیار کی صورت میں عورت کو خود کارروائی کا اختیار ہے، بعض نے اس قول کو اصح قرار دیا، جیسا کہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور مجمع میں پہلے قول (قاضی کی تفریق) کو امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اور دوسرے کو صاحبین کا قول قرار دیا، نہر۔ اور بدائع میں مختصر الطحاوی کی شرح سے منقول ہے کہ دوسرا قول ظاہر روایت ہے، اور پھر کہا کہ بعض مواقع میں ظاہر روایت صاحبین کا قول ہے، اھ۔ دت)

فی رد المحتار تحت قوله والا بانئ بالتفریق من القاضی وقیل یکفی اختیارها نفسها ولا یحتاج الی القضاء کخیار العتق قیل وهو الاصح کذا فی غایۃ البیان وجعل فی المجمع الاول قول الامام والثانی قولہما نہر، وفی البدائع عن شرح مختصر الطحاوی ان الثانی ظاہر الروایۃ ثم قال و ذکر فی بعض المواضع ان ما ذکر فی ظاہر الروایۃ قولہما انتھی۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہمارے علمائے نص فرماتی ہے کہ اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ

اقول وقد نص علمائنا ان تقلید الغیر یجوز فی

مواقع الضرورة وقد قال الله تعالى ما جعل
عليكم في الدين من حرج فما ظنك
بالعمل بقول صاحب الامام الميثاق
في ظاهر الرواية المذيل بترجيح ما
فقد صرحوا انه ليس في المذهب قول
لاحد غير الامام الهمام رضي الله تعالى
عنه واما ما ينسب الى الصحابة او
الى احدهما فما هو الا رواية عنه مال
اليها بعض الاصحاب فنسبت اليه كما
اقسم عليه الاصحاب بايمان غلاظ شداد
كما ذكره في سرد المحتاسر وغيرها من
الاسفار والله يحب التيسر ولا يرضى
بالظلم ولا ضرر ولا ضرار في الاسلام و
اليه المشتكى من احوال الزمان
والله تعالى اعلم۔

کے علاوہ کی تقلید بوقت ضرورت جائز ہے، اور
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین
میں تنگی نہیں فرمائی۔" تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے
دونوں شاگردوں (صاحبین) کے قول پر عمل کے بارے
میں تجھے کیا تردد ہو سکتا جبکہ وہ قول ظاہر الروایت کے
ضمن میں ایک طرح کی ترجیح بھی دامن میں لئے ہوتے ہیں
فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ مذہب میں امام اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے ماسوا کوئی قول نہیں ہے
اور جو صاحبین یا ان میں سے کسی ایک کی طرف منسوب
ہے تو وہ بھی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی قول ہے
جو ان سے مروی ہوتا ہے اور بعض شاگرد اس قول
کو اپنا لیتے ہیں جیسا کہ اس کو آپ کے شاگردوں نے
شدید قسموں کے ذریعے ذکر فرمایا ہے جیسا کہ اس کو
رد المحتار وغیرہ کتب میں بیان کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ
آسانی پیدا کرنے کو پسند فرماتا ہے اور ظلم اور ضرر کو
اسلام میں پسند نہیں فرماتا، اور اس کے دربار میں ہی زمانہ کے احوال کی شکایت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

متن ۲۶ ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نامرد ہے اُس نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی
اب وہ مقدمہ چھوٹا بنا کر کچھری چڑھتا ہے کہ ہم نے طلاق نہیں دی ہے کچھری سے حکم ہوا ڈاکٹر معاینہ کرے
اُس کا ملاحظہ بھی ہوا وہ نامرد ہے دوچار شخصوں نے اس کو چڑھا کر نالیش کر دی ہے، اس مسئلہ میں کیا
حکم ہے؟

الجواب

جب طلاق دے دی اور عدت گزر گئی طلاق بائن تھی تو عورت نکاح سے نکل گئی اور وہ چھوٹی

لہ القرآن الکریم ۲۲/۴۸
۲۷ المعجم الاوسط

حدیث ۵۱۸۹

مکتبہ المعارف الرباض

۹۱/۶

نالش کرنے سے سخت گنہگار ہوا، اور اگر طلاق رجعی تھی اور عدت کے اندر رجعت کر لی تو عورت اُس کے نکاح میں ہے اور نالش میں وہ گنہگار نہ ہوا اگرچہ طلاق نہ دی کہنا نہ چاہئے تھا، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۱ ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع بلا رعایت کسی کے مسائل مفصلہ ذیل میں، ایک عورت جو ان تیس سالہ کہ جس کا خاوند مدت دراز سے مجنون ہے اور اس کا علاج بھی ہر قسم سے کرایا گیا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا، اور اُس شخص کا جنون حد کو پہنچ گیا کہ جس کو فقہ والے جنون منطبق کہتے ہیں، اور نیز اس مجنون کے پاس کچھ مال و اسباب بھی نہیں ہے جس سے اُس عورت کے نان نقطہ کا انتظام ہو سکے، ایسے مجنون کی زوجہ کو ائمہ ثلاثہ سے کسی امام کے نزدیک خیار تفریق ہے یا نہیں اور مسئلہ میں خیار تفریق کس امام کے قول پر فتویٰ ہے۔ اگر ضرورت کے وقت مسئلہ شرعی میں دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، چنانچہ فقہ کی کتابوں میں مثلاً شرح وقایہ و ہدایہ و شامی وغیرہ میں اکثر مسائل کے اندر صاحبین کے قول کی ترجیح، امام کے قول پر ثابت کرتے ہیں، اور کتب فتاویٰ مثلاً عالمگیریہ و قاضی خاں وغیرہ میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں، آیا یہ بات جائز ہے یا نہیں۔ جن مسائل میں قاضی کی ضرورت ہے تاکہ اُس کے یہاں دعویٰ کیا جائے جیسے مسئلہ عنین وغیرہ میں اور اُس کی جگہ قاضی و حاکم حکم وغیرہ نہیں ہے چنانچہ آجکل عملداری نصاریٰ کی ہے تو اس صورت میں مفتی کا فتویٰ قائم مقام ہو سکتا ہے یا نہیں، جواب مسئلہ صاف صاف معہ حوالہ کتاب کے مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب

ہمارے مذہب میں جنون کی وجہ سے ہرگز تفریق نہیں ہو سکتی۔ درمختار میں ہے:

خاوند بیوی میں سے کسی کو دوسرے میں عیب کی بنا پر اگرچہ وہ عیب جنون کی طرح اضع ہو، فسخ کا اختیار نہیں (ت)

لا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فتح میں ائمہ ثلاثہ اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے موقف کا خوب رد کیا جس سے زائد کی گنجائش نہیں ہے (ت)

وقد تکفل فی الفتح برد ما استدل بہ الائمة الثلاثة
ومحمد بما لا مزید علیہ۔

۲۵۴/۱

مطبع مجتہانی دہلی

باب العنین

۱۵ درمختار

۵۹۴/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۵

ردالمحتار

ہمارے علماء سے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جانبِ خیار گئے اور حاوی قدسی میں حسبِ عادت بر خلاف عامہ متون و شروح و فتاویٰ اس کی نسبت "بہ ناخذ" (ہمارا یہی مختار ہے۔ ت) بھی لکھ دیا جیسا کہ اُس سے عالمگیریہ میں منقول ہوا۔ فقیر کے فتاویٰ میں بتفصیل تام واضح کر دیا گیا ہے کہ ماترود مختار و معتد و واجب التعویل مذہبِ مہذب سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے؛

وان قول الحاوی لخلافہ بہ ناخذ، قد خالف فیہ المذہب و جمہور ائمة المذاہب و الدلیل ایضاً فان الدلیل مع الامام فلا یلتفت الی خلافہ۔

حاوی کا امام صاحب کے قول کے خلاف پر بہ ناخذ (ہمارا یہی مختار ہے) کہنا، یہ مذہب اور جمہور ائمہ مذہب کے خلاف ہے جبکہ دلیل بھی امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہی قوی ہے اس لئے اس کے خلاف کی طرف التفات کی ضرورت نہیں۔ (ت)

باینہم اگر جنون حادث ہے پیش از نکاح شوہر مجنون نہ تھا بعد کو پیدا ہوا اور حالتِ ضرورت بلا کر و فریب و پیروی نفس سچی سچی واقعی متحقق ہے تو قول امام محمد پر عمل ممکن۔

فقد اجازوا التحق الضرورة الصحيحة تقلید الغیر بشرائط فہذا اولیٰ بالجواز اذ لیس بحمد اللہ فی المذہب قول خارج عن اقوال الامام کما نص علیہ العلماء الکرام و ذکرہ اصحاب امامنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم بغلاظ الایمان و شداد الاقسام لا یما وقد ذیل لما ہوا کذا الفاظ الافاء۔

فقہاء کرام نے صحیح ضرورت کی بنا پر دیگر ائمہ کی تقلید کو جائز قرار دیا ہے تو یہاں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کی بطریقِ اولیٰ اتباع جائز ہوگی کیونکہ بحدہ تعالیٰ مذہب کا کوئی قول امامِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول سے خارج نہیں ہے جیسا کہ اس پر علماء کرام نے نص کی ہے، اور اس چیز کو ہمارے امامِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردوں نے غلیظ حلفوں اور شدید قسموں کے ذریعہ بیان کیا ہے خصوصاً جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے ذیل میں فتویٰ کے پُر تائید الفاظ کو ذکر کیا گیا ہو۔ (ت)

مگر قول امام محمد یہ نہیں کہ شوہر کو جنون ہو جائے تو عورت بطورِ خود اُس سے فرقت کر کے دوسرے سے نکاح کر لے یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں،

کیونکہ اس میں عظیم، قوی اور شدید بلکہ بہت بڑا قوی خلاف ہے، اس لئے اس پہلو کو قاضی کے فیصلہ کے بغیر ترجیح نہیں ہو سکتی، جیسا کہ مسئلہ لان فیہ خلافاً عظیماً شدیداً اقویاً بل اجل و اقوی فلا یترجح ہذا الجانب الا بالقضاء کما فی العنة بل

عنین (نامرد) میں بلکہ اس سے بھی اولیٰ تر، جیسا کہ
مخفی نہیں۔ (ت)

اولیٰ کما لایخفی۔

بلکہ حکم یہ ہے کہ عورت حاکم شرع کے حضور دعویٰ کرے وہ ثبوت جنون لے کر روزِ نالش سے ایک سال کامل کی مہلت
دے، اگر اس مدت میں شوہرا چھا ہو گیا فہما، اور اگر اچھا نہ ہوا اور عورت نے بعد انقضائے سال پھر دعویٰ نہ کیا
تو وہ بدستور اُس کی زوجہ ہے، اور اگر پھر رجوع لائی اور حاکم کو ثابت ہوا کہ شوہر ہنوز مجنون ہے تو اب وہ
عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے اپنے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو، اور اگر عورت نے اپنے شوہر کو
اختیار کیا یا بغیر کچھ کے چلی گئی یا کھڑی ہو گئی یا کسی نے اُسے اٹھا دیا یا حاکم خود اٹھ کھڑا ہوا تو اب عورت کو
اصلاً اختیار نہ رہا وہ بدستور ہمیشہ اس مجنون کی زوجہ رہے گی، اور اگر مجلس بدلنے سے پہلے عورت نے اپنے
نفس کو اختیار کر لیا تو اب حاکم تفریق کر دے گا اس روز سے عورت طلاق کی عدت بیٹھے بعد جس سے چاہے
نکاح کرے، یہ اُس صورت میں ہے کہ قاضی کو جنون ثابت ہو اور اس کا مطبق ہونا ثابت نہ ہو، اور اگر
حاکم کو ثابت ہو جائے کہ واقعی مدتہائے دراز گزر گئیں کہ یہ شخص مجنون ہے اور آرام نہیں ہوتا جنون اس کا مطبق
یعنی ملازم و ممتد ہے تو اب سال کی مہلت نہ دے گا بلکہ فی الفور عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کو
اختیار کرے یا اپنے نفس کو (بیان ہوئے) ہندیہ میں ہے :

جب خاوند میں جنون، برص یا جذام جیسی امراض کا
عیب ہو تو بھی بیوی کو فسخ کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ
کافی میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر
خاوند کو نکاح کے بعد جنون لاحق ہو تو نامرد کی طرح
اس کو بھی قاضی ایک سال کی مہلت دے گا، پھر
سال کے بعد تندرست نہ ہونے پر عورت کو نکاح کے
فسخ کا اختیار دیا جائے گا، اور اگر جنون شروع سے
چلا آ رہا ہو تو اس کا حکم ذکر کئے کی طرح ہوگا، اور اسی پر ہمارا عمل ہے جیسا کہ حاوی قدسی میں بیان کیا ہے۔ (ت)

اذا کان بالنزوح جنون او برص او جذام
فلا خيار لها كذا في الكافي قال محمد
رحمة الله تعالى عليه ان كان الجنون
حادثاً يؤجله سنة كالعنة ثم يخير المرأة
بعد الحول اذا الميرأوان كانت
مطبقة فهو كالجب وبه ناخذ كذا في
الحاوی القدسی

عہ یہاں اصل میں بیاض ہے۔

بہر حال یہ تفریق بے حکم حاکم شرع نہیں، جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں جو عالم دین سچا عالم تمام اہل شہر میں
فقہ کا اعلم ہو ایسے امور میں حاکم شرعی ہے،

کمانص علیہ فی الحدیقة الندیة عن فتاویٰ الامام العتابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
جیسا کہ اس پر فتاویٰ امام عتابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
سے حدیقتہ الندیہ میں نص کی گئی ہے (ت)

مگر یہ لحاظ لازم ہے کہ عالم کا ایسا فیصلہ اُس کے لئے کسی قانونی دقت کا موجب نہ ہو ورنہ عالم اس سے ضرور
احترام کرے اور یہ لوگ رامپور وغیرہ ریاست اسلامیہ میں چارہ جوئی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از بہیڑی ۳ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا نکاح اُس کے باپ نے زید کے ساتھ کیا اب
کئی سال گزرے رخصت بھی ہو گئی مگر زید نامرد نکلا ہندہ اُس کے پاس بدقت تمام کچھ دنوں تک رہی، ہر چند زید سے
کہا جاتا ہے طلاق بھی نہیں دیتا اس وقت میں ہندہ کے واسطے چارہ کار کیا ہے؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

جبکہ زید نے ہندہ پر قدرت نہ پائی اور اس کے ادائے حق واجب میں قاصر رہا تو اس پر شرعاً فرض ہے
کہ ہندہ کو طلاق دے دے، اگر نہ دے گا گنہگار رہے گا۔

قال اللہ تعالیٰ فامساک بمعروف او تسریح
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ایک طلاق یا دو طلاقوں کے
بعید بیوی کو بھلائی کے ساتھ پاس روک لو یا نیکی کے
ساتھ اس کو آزادی دے دو۔ (ت)

اگر زید خدا نافرستی کر کے طلاق نہیں دیتا تو اس کی تدبیر شرع مطہر میں یہ ہے کہ ہندہ حاکم شرع کے
حضور دعویٰ کرے، حاکم زید سے جواب لے، اگر وہ ہندہ پر اپنے قادر نہ ہونے کا اقرار کر لے فہا ورنہ حاکم
کسی عورت مسلمان نیک پارہ سا ثقہ معتدہ ہوشیار کو دکھا کر شہادت لے کہ ہندہ دوشیزہ ہے، بعدہ زید
کو ایک سال کامل کی مہلت دے، اس سال میں زید ہندہ پر قادر ہو جائے تو بہتر ورنہ عورت پھر دعویٰ کرے اور
تفریق چاہے، اب پھر اگر زید خواہ شہادت یک عورت مسلمہ ثقہ سے ہندہ کی دوشیزگی ثابت ہو تو حاکم عورت
سے دریافت کرے کہ اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے یا شوہر کو، اگر عورت شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کے
اختیار میں تاخیر کرے کہ مجلس بدل جائے تو اب اس کا دعویٰ بالکل ساقط ہو جائے گا، لہذا اسی جلسہ میں

فوراً اپنے نفس کو اختیار کر لے اس وقت حاکم زید کو حکم دے وہ اگر مان لے بہتر ورنہ حاکم خود ان میں تفریق کا حکم کرے، یہ تفریق طلاق بائن ہو جائے گی، بعد مرد عدت ہندہ کو اختیار ملے گا جس سے چاہے نکاح کر لے، فی الدر المختار لو وجدته عینا اجل سنة قمریة فان وطئ مرة فبها والابانت بالتفریق من العاصی ان ابی طلاقها بطلبها اھ ملخصاً۔

در مختار میں ہے اگر بیوی خاوند کو نامرد پائے تو قمری مہینوں کے حساب سے سال بھر کی خاوند کو مہلت دی جائے گی، اگر اس دوران میں ایک مرتبہ وطی کر لے تو بہتر، ورنہ عورت کے مطالبہ پر قاضی کی تفریق سے بیوی کو بائنہ طلاق ہوگی اگر خاوند طلاق دینے سے انکار کرے اھ ملخصاً۔ (ت)

یہ ساری کارروائی قاضی شرع کے حضور ہو جسے حاکم اسلام نے فصل مقدمات پر مقرر کیا ہو، فی الدر لا عبرة بتاجیل غیر قاضی البلدة (در مختار میں ہے کہ شہر کے قاضی کے علاوہ کسی اور کی مہلت کا اعتبار نہیں ہے۔ ت) اگر ان کے شہر میں کوئی ایسا قاضی نہ ہو تو زید و ہندہ کسی ذی علم کو پینچ مقرر کریں اس کے یہاں یہ کارروائیاں ہوں،

فی الخیریة یصح التحکیم فی مسئلة العنین لانه لیس بحد ولا قود ولا دية علی العاقلة ولهم ان یفرقوا بطلب الزوجة۔^{۱۷}

فتاویٰ خیریہ میں ہے نامرد کے مسئلہ میں ثالثی فیصلہ جائز ہے کیونکہ یہ حد، قصاص یا عاقلہ پر دیت کا مسئلہ نہیں ہے، تو ثالث حضرات کو بیوی کے مطالبہ پر تفریق کرنا جائز ہے۔ (ت)

اگر زید کسی کوچہ بنانے پر راضی نہ ہو تو ہندہ رامپور وغیرہ بلاد اسلامیہ میں جا کر ایسے قاضی شرع کے یہاں دعویٰ کرے جس کی قضا کو والی اسلام نے اس کے خاص اس شہر والوں سے مخصوص نہ کر دیا ہو، فان القضاء یقبل التخصیص بالزمانات و المنکان کما فی الاشباہ وغیرھا۔ وہ احکام مذکورہ پر عمل درآمد کرے۔

کیونکہ قضا زمانہ اور مکان کے لئے مخصوص ہو سکتی ہے جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

بحر الرائق، رد المحتار وغیرہما کتب میں ہے کہ فی بحر الرائق ورد المحتار وغیرہما من

۲۵۴/۱

مطبع مجتہدانی دہلی

باب العنین

لہ در مختار

۱۶/۲

دار المعرفۃ بیروت

باب التحکم

لہ ایضاً
لہ فتاویٰ خیریہ

الاسفار ولا يشترط ان يكون المتدا عيان
عن بلد القاضى ب والله تعالى اعلم۔

دعویٰ کرنے والوں کے لئے ضروری نہیں کہ وہ
کے شہر کے ہوں، الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۳ از بریلی محلہ باغ احمد علی خاں متصل بانس منڈی مسئلہ استحقاق احمد صاحب

۲۴ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نصیبین کا نکاح زید کے ساتھ ہوا، زید نامرد ہے
اور نصیبین خانہ زوج میں بخوشی اپنی موجود تھی مگر والدین نصیبین مذکور چاہتے ہیں کہ مسماۃ مذکور اس سے علیحدہ
کر لی جائے، زید سے طلاق لینا واجب ہے یا نہیں، نصیبین کے نکاح کو عرصہ ڈھائی برس کا ہوا شروع نکاح
میں صرف تین مرتبہ ہمبستری کا اتفاق ہوا ازاں بعد نامرد ہو گیا اب نصیبین مذکور ناخوش ہے بنائے ناخوشی
یہ ہے کہ زید کے باپ نے ایک مکان وقت نکاح اس کے نام کر دیا تھا اب جبراً واپس لے لیا اور جسٹری
کرائی۔

الجواب

طلاق لینا واجب نہیں، نہ اب بر بنائے نامردی دعویٰ ہو سکتا ہے کہ ایک بار چھوڑتین بار ہمبستری کر چکا
ہے، ہاں اگر زید جانتا ہے کہ وہ اس کے ادائے حق سے قاصر ہے تو عند اللہ اس پر لازم ہے کہ اسے طلاق
دے دے جبکہ وہ اپنا حق جماع چھوڑنے پر راضی نہ ہو،

قال تعالى فامسك بمعروف او تسريح
باحسان ب والله تعالى اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ایک طلاق یا دو طلاق کے بعد
بیوی کو بھلائی کے ساتھ پاس روک رکھو یا اسے
نیکی کے ساتھ آزاد کر دو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۴ از بریلی محلہ ملوکپور مسئلہ امانت علی صاحب ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے دو جگہ اپنے نکاح کا پیام بھیجا لڑکی والوں
کو تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ شخص نامرد ہے تیسری جگہ دھوکہ دے کر ایک لڑکی سے عقد کر لیا اور نامرد
ثابت ہوا، پس ایسی حالت میں نکاح جائز ہو یا نہیں؟

الجواب

ہاں نکاح ہو گیا، عورت اگر دعویٰ کرے گی تو بعد ثبوت نامردی مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دی جائے گی

لے بحر الرائق کتاب القاضی
لے القرآن الکریم ۲۲۹/۲
ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۷/۶

اگر اس میں اس عورت پر قادر ہو گیا فہما، ورنہ پھر عورت کے دعویٰ کرے اور اب بھی نامردی ثابت ہو جانے پر
 حاکم عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کے پاس رہنا مانے یا جدائی، اگر وہ فوراً کہے گی کہ جدائی چاہتی
 ہوں تو دونوں میں تفریق کر دے گا، اُس وقت عورت بعد عدت دوسری جگہ نکاح کر سکے گی، واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۲۶۵ از پرتاب گڑھ محلہ سید امین مسئلہ عبدالرب صاحب ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ
 جس عورت کا مرد پانچ چھ سال سے زیادہ تک نامعلوم و بے نشان ہے تو ایسی صورت میں عورت
 کو اختیار ہے کہ دوسرا شوہر کر لے۔ امام مالک شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک قول کے فرماتے ہیں کہ
 جب گزر جائیں چار برس تو تفریق کرادے درمیان میں اُن دونوں کے قاضی، بعد اس کے نکاح کریں
 زوج ثانی سے۔ اور غرض مستفسر کی یہ ہے کہ بر تقدیر جائز ہونے اس مسئلہ کے فسخ نکاح کی کیوں کہ
 قاضی سے کرادی جائے، اس زمانہ پر آشوب میں بیاعت حکام غیر مذہب کے احکام قاضی کے بالکل مسدود
 ہو گئے ہیں پس ایسے وقت میں طریقہ اُس کے فسخ کرنے نکاح کے کیونکر عمل میں لائی جائے گی۔ دوسرے یہ کہ
 بعد فسخ کرادینے نکاح قاضی کے، آیا اس کے لئے کوئی عدت طلاق یا وفات کی کرنا چاہئے یا کہ بدون عدت کے
 نکاح ثانی کر لے۔ تیسرے یہ کہ اگر کوئی شخص ضرورت کے وقت بعض مسئلوں میں امام شافعی و امام مالک
 کے قول پر عمل کرے تو اس صورت میں اُس شخص کو ہمیشہ کے لئے کل مسئلوں میں اس امام کی تعلید لازم ہوتی
 ہے یا نہیں؟ چوتھے یہ کہ حنفیہ بھی اس فتوے کے موافق فتویٰ دے سکتے ہیں؟ بینوا تو جبروا

الجواب

ہمارے مذہب میں وہ نکاح نہیں کر سکتی جب تک شوہر کی عمر سے ستر سال گزر کر اس کی موت کا
 حکم نہ دیا جائے اس وقت وہ بعد عدت وفات نکاح کر سکے گی یہی مذہب امام احمد کا ہے اور اسی طرف
 امام شافعی نے رجوع فرمائی، امام مالک کہ چار سال مقرر فرماتے ہیں وہ اس کے گم ہونے کے دن سے نہیں
 بلکہ قاضی کے یہاں مرافعہ کے دن سے، خود امام مالک نے کتاب مدونہ میں تصریح فرمائی کہ مرافعہ سے پہلے
 اگرچہ بیس برس گزر چکے ہوں اُن کا اعتبار نہیں، ادعائے ضرورت کا علاج تو اُن کے یہاں بھی نہ نکلا، آج
 تک تو جتنا زمانہ گزرا بیچارہ ہے اب قاضی شرع اگر ہو بھی اور اس کے یہاں مرافعہ کیا جائے اور وہ شوہر کا
 مفقود النجر ہونا تصدیق کرے اُس کے بعد چار برس کی مہلت دے اور پھر اب تک مفقود رہنا تحقیق کرے
 اُس کے بعد تفریق کرے اور عورت عدت بیٹھے یہ مدت زمانہ بے شوہر اور بے نان نفقہ کے کیسے گزرے گا،
 مذہب بھی چھوڑا اور کال بھی نہ کٹا، لہذا وہ کرے جو امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
 ہی امراة ابتلیت نطلبصو یہ ایک عورت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بلا میں مبتلا

حتی یا یتھا موت او طلاق لہ

فرمایا ہے اس پر لازم ہے کہ صبر کرے یہاں تک کہ شوہر کی موت حیات ظاہر ہو۔

ضرورتِ صادقہ کے وقت جو کسی مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ سے کسی امام کی تقلید کی جاتی ہے صرف اُس مسئلہ میں اُس کے مذہب کی رعایت اور واجبہ میں ضرور ہوگی دیگر مسائل میں اپنے امام ہی کی تقلید کی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے خاوند نے اپنی زوجہ کے قتل کی نیت سے چاقو مارے اور اپنی دانست میں اس کا کام تمام کر دیا تھا مگر قضائے الہی سے وہ زندہ رہ گئی، شوہر بعد میں سزائے جرم میں دس برس کے لئے دریائے شور بھیجا گیا، شوہر نے لفظ طلاق کا کچھ نہیں کہا تھا اب زوجہ محتاج ہے اور کسب پر قادر نہیں، دوسرے شخص سے وہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ وقت مقدمہ جب انگریز نے شوہر کو دریائے شور بھیجا تھا اور شوہر نے یہ بیان کیا تھا میں نے تو اُس کو بالکل مار ڈالا تھا، وارثان زوجہ نے حاکم سے یہ کہا کہ اس شخص سے زوجہ کو طلاق بھی دلوادو، تو حاکم نے یہ کہا کہ تم اپنے علمائے دین سے دریافت کرو باقی مجرم نے تو اپنی زوجہ کو اپنے ذہن میں قتل ہی کر ڈالا تھا طلاق کے استفسار و طلب کی حاجت کیا ہے، اور واقعی شوہر نے زوجہ کو اس طور مارا تھا کہ اس کا بچ جانا تعجبات سے ہے یعنی زوجہ کی آنتیں وغیرہ سب نکل کے باہر آگئی تھیں فی الجملہ صورتِ مستفسرہ میں ہندہ زوج کے نکاح میں ہے یا نہیں اور دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں اور جس عورت کا شوہر دائم الحبس ہو گیا وہ نکاح دوسرے سے کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

بے افتراق موت یا طلاق دوسرے سے نکاح نہیں ہو سکتا، ہمارے نزدیک غیبت خواہ عسرت کے سبب اداۓ نفقہ سے شوہر کا عجز یا تحصیل نفقہ سے عورت کی محرومی باعثِ تفریق نہیں بلکہ شافیعیہ وغیرہم کے نزدیک بھی اس جواز تفریق کے یہ معنی کہ عورت قاضی شرع کے حضور دعویٰ پیش کرے اور قاضی گواہ شرعی لے کر تفریق کر دے نہ یہ کہ عورت بطور خود جس سے چاہے نکاح کر لے، یہ ہرگز ائمہ اربعہ

لہ مصنف عبدالرزاق باب التی لا تعلم مہلک زوجہا المكتبة الاسلامی بیروت ۹۱/۷-۹۰
حدیث نمبر ۱۲۳۳۰، ۱۲۳۳۲، ۱۲۳۳۴

کسی کا مذہب نہیں، اسی طرح شوہر کا بقصد قتل زوجہ پر حربہ کرنا اور اپنے گمان میں اس کا کام تمام کر دینا کسی کے نزدیک موجب افتراق نہیں، کوئی جاہل سا جاہل بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی زوجہ منکوحہ جس کی عمر تخمیناً بیسے سال کی تھی فوت ہو گئی وہ بوجہ ناقابل ہونے زوجیت کے مباشرت شوہری سے مجبور ہے اندام نہانی قابل ادخال نہ تھا قدرۃً اس میں قابلیت مباشرت نہ تھی زن و شوہر میں کبھی مجامعت نہ ہوئی نہ کوئی اولاد پیدا ہوئی بس اس زوجہ کے شوہر پر کیا یا حقوق عائد ہو سکتے ہیں اور شوہر متروکہ منقولہ وغیر منقولہ زوجہ میں کیا حقوق شرعی رکھتا ہے یا دونوں ایک دوسرے کی مالیت میں کچھ حق نہیں رکھتے یا فلاں اس قدر رکھتا ہے اور فلاں اس قدر یا فلاں بالکل حق نہیں رکھتا اور فلاں رکھتا ہے۔ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

صورتِ مسئلہ میں زن و شوہر کے باہمی حقوق ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے زن قابلِ جماع کے ساتھ صرف فرق اتنا ہے کہ اگر فرج داخل میں بقدر حشفہ ادخال ناممکن تھا اور ایسی حالت میں شوہر طلاق دیتا تو نصف مہر لازم آتا اگرچہ خلوت کر چکا ہوتا کہ وہ خلوت بوجہ مانع خلوت صحیحہ نہ تھی اور عدت جب بھی لازم آتی اور عورت کا نفقہ بھی شوہر پر لازم آتا اب کہ عورت کا انتقال ہو گیا اس کا کل مہر ذمہ شوہر واجب الادا ہو گیا اور عورت کا نصف ترکہ شوہر کو وراثت پہنچے گا کہ ایسی عورت کے ساتھ نکاح شرعاً صحیح بلکہ لازم ہوتا ہے کہ شوہر دعویٰ فسخ نہیں کر سکتا، درمختار میں ہے :

لا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشاً کجنون و جذام و رتق و قرن۔ جنون، جذام، بیوی کی شرمگاہ میں تنگی یا ہڈی ہو۔ (ت) اسی میں ہے :

الخلوة بلا مانع کرتق و قرن و عقل كالوطء فی تاكد المهر و تجب العدة فی الكل ولو فاسدة و خلوت جس میں مانع جماع نہ پایا جائے مثلاً عورت کی شرمگاہ میں تنگی یا ہڈی وغیرہ ہو تو ایسی خلوت وطنی کے حکم میں ہوگی جس سے مہر لازم ہو جائے گا

الموت ایضاً لوطنی فی حق العدة والمهر
ملتقطاً۔

عدت واجب کی اگرچہ نکاح فاسد ہو، اور عدت
وطنی کی طرح ہے اس سے بھی مہر اور عدت لازم
ہوگی، اہل ملتقطا (ت)

اسی میں ہے،

النفقة تجب للزوجة بنكاح صحيح ولورثقاء
او قرناء او كيرة لا توطاء (ملخصاً)

بیوی کے لئے نفقہ واجب ہے جب نکاح صحیح ہو
خواہ بیوی کی شرمگاہ میں ہڈی یا غدود کی وجہ سے تنگی
ہو، یا بڑھاپے کی وجہ سے جماع کے قابل نہ ہو (ملخصاً)

اسی میں ہے،

يستحق الارث بنكاح صحيح لا فاسد ولا باطل
(ملخصاً)۔ والله تعالى اعلم۔

صحیح نکاح میں وراثت کا استحقاق ہوتا ہے فاسد
یا باطل نکاح میں نہیں (ملخصاً) واللہ تعالیٰ
اعلم (ت)

۱۹۸/۱

مطبع مجبباتی دہلی

باب المهر

۱۰ درمختار

۲۶۶-۶۷/۱

" " "

باب النفقة

۱۱ درمختار

۳۵۲/۲

" " "

کتاب الفرائض

۱۲ درمختار

بَابُ الْكِنَايَةِ

(طلاق کنایہ کا بیان)

رَحِيقُ الْاِحْقَاقِ فِي كَلِمَاتِ الطَّلَاقِ

(طلاق بائن کے الفاظ کی تعداد اور ان کی تفصیل کے بیان میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ ۲۶۸ از برودہ ضلع گجرات کلاں ٹھکانہ پائیگاہ قاسم حالہ مرسلہ غلام حسین حالہ ۱۱ جمادی الاخری ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں عالم شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مسئلہ میں ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ
نکاح کیا، چند روز کے بعد اُس کے خاوند نے طلاق بائن دی جائز ہے یا نہیں؟ عورت فاحشہ ہے خاوند نے
طلاق بائن دیا جائز ہے یا نہیں؟ طلاق بائن کس کو کہتے ہیں؟ طلاق بائن کا کیا طریقہ ہے؟ طلاق بائن کس
طور سے دیتے ہیں؟ جس وقت چاہے خاوند اپنی عورت کو طلاق بائن دے سکتا ہے یا نہیں؟ مع مهر و نام
کتاب عبارت عربی ترجمہ اردو، خلاصہ تحریر فرمائیے، اس کا اجر آپ کو خداوند کریم عطا کرے گا۔ بیٹو! توجروا۔

الجواب

بائن وہ طلاق جس کے سبب عورت فوراً نکاح سے نکل جائے، اگر بعد نکاح ابھی وطی وجماع کی نوبت
نہ پہنچی اگرچہ خلوت ہو چکی ہو تو طلاق دی جائے بائن ہی ہوگی۔

فی التّویر والدردو ردالمختار الخلوۃ لا تکون
کالوطی فی حق الرجعة ای لا رجعة له بعد
الطلاق الصریح بعد الخلوۃ بحوا ای لوقوع
الطلاق بائناھ بالالتقاط۔

تویر، در، ردالمختار میں ہے کہ بیوی سے رجوع کے
معاہدہ میں خلوت و طہ کی طرح نہیں، یعنی خلوت کے
بعد اور جماع سے پہلے طلاق دی ہو تو اس صریح طلاق
کے بعد بیوی سے رجوع نہیں ہو سکتا ہے، بجز

کیونکہ صریح طلاق قبل از جماع بائنہ ہوتی ہے اھ ملتقطا (ت)

یونہی جب طلاقیں تین تک پہنچ جائیں خواہ ایک بار میں خواہ دس برس میں، تو وہ بھی بائن ہو جاتی
ہیں بلکہ وہ بائن کی قسم اکبر ہیں کہ پھر بے حلالہ اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ بائن کی تیسری صورت وہ طلاق
کہ مال کے بدلے دی جائے مثلاً شوہر نے کہا میں نے بعض ہزار روپیہ کے تجھے طلاق دی یا تیرے مہر کے بدلے طلاق
دی، اور عورت نے قبول کر لیا، یا عورت نے کہا میں نے اپنے مہر یا فلاں قرض سے تجھے بری کیا اس شرط پر
کہ تو مجھے طلاق دے دے، مرد نے دے دی، یا مرد نے کہا جتنی عورتوں کے شوہروں پر ہوتے ہیں ان سب
سے مجھے بری کر، اس نے کہا بری کیا، اس نے فوراً کہا میں نے طلاق دی کہ اس میں اگر یہ صراحت ذکر عوض نہ تھا
مگر صورت حال دلیل معاوضہ ہے،

فی التّویر الواقع بالطلاق علی مال طلاق
بائناھ و فی ردالمختار اراد بالمال ما یشمل
الابراء منہ حتی لو قالت ابرأتک عمالی علیک
علی طلاق ففعل برئ و بانئ بحر عن البزازیة
و فی الفتح آخر الباب قال ابرئینی من کل حق
یکون للنساء علی الرجال ففعلت فقال فی
فورة طلقتك وھی مدخول بہا یقع بائنا
لانہ بعوض ۳

تویر میں ہے کہ مال کے عوض طلاق، بائنہ طلاق
ہو گی اھ، اور ردالمختار میں ہے کہ مال سے مراد
عام ہے نقد ہو یا خاوند کے ذمہ اگر بیوی کا مال ہو
مثلاً مہر وغیرہ تو طلاق کے عوض بیوی کا خاوند کو
اپنے حق سے بری کرنا جتنی کہ اگر بیوی نے کہہ دیا کہ طلاق
کے عوض میں تجھے اپنے حق سے بری کرتی ہوں اور اس
نے طلاق دے دی تو یہ طلاق بائنہ ہو گی، بجز اس کو
بزازیہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے، اور فتح میں اس

باب کے آخر میں ہے خاوند نے کہا تو مجھے ہر ایسے حق سے بری کر دے جو عورتوں کا مردوں کے ذمہ ہوتا ہے،
اور بیوی نے ایسے کر دیا تو خاوند نے فوری طور پر کہہ دیا میں نے تجھے طلاق دی اگر بیوی مدخولہ ہو تو یہ طلاق بائنہ

۳۴۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب المہر	۱ ردالمختار
۲۲۵/۱	مطبع مجتہبی دہلی	باب الخلع	۲ درمختار
۵۶۰/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الخلع	۳ ردالمختار

ہوگی کیونکہ یہ طلاق بالعوض ہے۔ (ت)

چوتھی جو طلاق کسی قسم کی دی گئی اور بغیر رجعت ہوئے عدت گزر گئی وہ طلاق بھی بائن ہوگی۔ ان چاروں صورتوں میں کسی لفظ کی تخصیص نہیں سب الفاظ ایک ہی حکم رکھتے ہیں۔ پانچویں یہ کہ عورت سے جماع ہو لے اس کے بعد طلاق دے اور گنتی بھی تین تک نہ پہنچے نہ مال کے بدلے طلاق ہو نہ عدت گزرے، باایں ہمہ طلاق دیتے ہی بائن ہو جائے اس کے لئے الفاظ مقرر ہیں کہ ان لفظوں سے کہا تو بائن ہوگی اور ان سے کہا تو رجعتی کہ عدت کے اندر رجعت کا اختیار دیا جائیگا مثلاً اگر زبان سے کہ لے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا تو عورت نکاح سے نکلنے نہ پائے گی بدستور زوجہ رہے گی اور حکم طلاق زائل نہ ہوگا۔

بائن کے بعض الفاظ یہ ہیں:

جا، نکل، چل، روانہ ہو، اٹھ، کھڑی ہو، پردہ کر، دوپٹہ اوڑھ، نقاب ڈال، ہٹ، سرگ، جبگہ چھوڑ، گھر خالی کر، دور ہو، چل دور، اے خالی، اے بری (بفتح با)، اے جدا، تو مجھ سے جدا ہے، میں نے تجھے بے قید کیا، میں نے تجھ سے مفارقت کی، توحید ہے،

درمیں ہے: نکل جا، چلی جا، کھڑی ہو جا، پردہ کر، دوپٹہ اوڑھ، ہٹ جا، جبگہ چھوڑ، دور ہو، خالی ہو۔ اغربی یا اعزبی غربت یا عزوبت سے ہے، یہ الفاظ جواب کا بھی احتمال رکھتے ہیں،

اور اکیلی، اے بری یا حرام یا بائنه، یہ الفاظ اور ان کے ہم معنی جیسے، تو مجھ سے جدا ہے، میں نے تجھے آزادی دی، ڈانٹ کا احتمال بھی رکھتے ہیں،

اور، تو مجھ سے آزاد ہے، میں نے تجھے بے قید کیا،

میں نے تجھ سے مفارقت کی، یہ الفاظ ڈانٹ اور جواب کا

احتمال نہیں رکھتے۔ یہ تمام اقسام رضا کی حالت میں کہے ہوں تو نیت پر موقوف ہوں گے۔ (ت)

۲۳ رستہ ناپ، اپنی راہ لے کنایتان عن الذہاب (یہ دونوں کنایہ ہیں، جانے سے، تے۔ تے) ۲۴
 ۲۵ کالامند کر، چال دکھا، چلتی بن، چلتی نظر آ، دفع ہو، دال فی عین ہو، نہ فوج کر ہو، پتھر اٹھالی کر، ہٹ کے پڑ،
 اپنی صورت گما، بستر اٹھا، اپنا سوجھنا دیکھ، اپنی گھڑی باندھ، اپنی نجاست الگ پھیلا، تشریف
 لے جاتے، تشریف کا ٹوکرا لے جائیے، جہاں سینگ سماتے جا، اپنا مانگ کھا، بہت ہو چکی اب مہربانی
 فرمائیے، کھا کنایۃ عن البعد والذہاب (یہ سب دور ہونے اور جانے سے، کنایہ ہیں۔ تے) ۲۶
 اے بے علاقہ ہو کقولہ بتہ بتلہ (بے علاقہ ہو کہا تو بتہ اور بتلہ کی طرح ہے۔ تے) منہ چھپا ہو،
 کقولہ تقنی تخمیری استتری (پردہ کر، اور ٹھنی لے، نقاب ڈال، کی طرح ہیں۔ تے) جہنم میں جا،
 چوٹھے میں جا، بھاڑ میں پڑ،

فی فروع الدر اذہبی الی جہنم یقع ان
 نوی خلاصۃ لہ
 ۲۹ میرے پاس سے چل، اپنی مراد پر فہم نہ ہو، میں نے نکاح فسخ کیا، تو مجھ پر مثل مردار یا سوئر یا شراب کے ہے
 فیہا ایضا و کذا ذہبی عنی وافلحی و فسخت
 النکاح و انت علی کالمیتۃ او کلحم
 الخنزیر او حرام کالسما لہ
 اسی میں ہے اور یوں ہی اگر کہا میرے پاس سے
 چلی جا، اپنی مراد پر کامیاب ہو، میں نے نکاح
 فسخ کیا، تو مجھ پر مردار کی طرح ہے، تو مجھ پر خنزیر
 کی طرح یا شراب کی طرح ہے۔ (ت)

نہ مثل بھنگ یا ایون یا مال فلاں یا زوج فلاں کے،
 فی ردالمحتار تحت قول الدر انت علی
 کالمیتۃ والمراد التشبیہ بما هو
 محرم العین کالخمر و الخنزیر و المیتۃ فالحکم فیہ
 کالحکم فی انت علی حرام بخلاف ما لوقال انت علی
 کمتاع فلاں فلا یقع و ان نوی افادہ فی
 الذخیرۃ۔
 ردالمحتار میں درمختار کے قول "تو مجھ پر مردار کی طرح ہے"
 سے مراد ہر وہ چیز ہے جو قطعی حرام ہے جیسے شراب،
 خنزیر اور مردار۔ ان کا حکم وہی ہے جو "تو مجھ پر حرام
 ہے" کا ہے، اس کے بخلاف اگر اس نے کہا "تو مجھ پر
 فلاں کے مال کی طرح ہے" اس میں نیت کی ہوتی بھی
 طلاق نہ ہوگی، ذخیرہ میں یہ افادہ کیا۔ (ت)

۲۲۶/۱

۲۷۲/۲

مطبع مجتہائی دہلی

دار احیاء التراث العربی بیروت

باب الکلیات

"

لہ و لہ درمختار

لہ ردالمختار

تو مثل میری ماں یا بہن یا بیٹی کے ہے اور یوں کہا کہ تو ماں بہن بیٹی ہے تو گناہ کے سوا کچھ نہیں،
 فی الدر وان نوى بانث على مثل امي وامى
 وكذا لو حذف على خانية برا او ظهرا او
 طلاقا صحت نيته ووقع مانوا لانه
 كناية ولا يثبتنا او حذف الكاف لغا و
 تعين الادنى اى البريعنى الكرامة ويكره قوله
 انت امي ويا بنتي ويا اختي ونحوه۔
 اور صرف ادنیٰ معنی یعنی خدمت و کرامت مراد ہوگا، اور تو میری ماں اور اے میری بیٹی اے میری بہن جیسے الفاظ مکروہ

ہیں۔ (ت)
 تیرے گلو خلاصی ہوئی، تو خالص ہوئی فی رد المحتار انت خالصة (رد المحتار میں ہے، تو خالص ہوئی۔ ت)
 حلال خدا، یا حلال مسلمانان، یا ہر علال مجھ پر حرام، تو میرے ساتھ حرام میں ہے،
 الكل في الشامى كما يأتى صريحا وخالف فيها
 المتأخرون ائمتنا المتقدمين فقالوا لا حاجة
 الى النية لانه المتعارف قلت وفي بلادنا
 قد انعدم التعارف قال الامرالى ما كان عليه
 قال الشامى ان المتأخرين خالفوا المعروف
 الحادث فيتوقف الآن وقوع البائن به على وجود العرف۔
 لوٹ آئیں گے، علامہ شامی نے فرمایا، متأخرین نے جدید عرف کی بنا پر خلاف کیا تو اس کے ساتھ وقوع بائن

وجود عرف پر موقوف ہوگا۔ (ت)

میں نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا اگر کسی عوض کا ذکر نہ کرے،

رد المحتار میں خانیہ سے منقول ہے کہ اگر خاوند نے
 بیوی کو کہا کہ میں نے تجھے تیرے پاس فروخت کیا تو

فی رد المحتار عن الخانية ولو قال
 بعت نفسك منك فقالت اشتريت يقع

طلاق بائن لان بیع نفسها تمليك النفس من
المرأة و ملك النفس لا يحصل الا بالبائن
فيكون بائنا اھ۔

بیوی نے کہا میں نے خریدا، تو بائنہ طلاق ہو جائیگی،
کیونکہ بیوی کو اس کے پاس فروخت کرنا بیوی کو اپنے
نفس کا مالک بنانا ہے نفس کی ملکیت بیوی کو بغیر بائنہ
طلاق کے حاصل نہیں ہو سکتی، لہذا بائنہ طلاق ہوگی اھ۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں عورت کے اس کہنے کی بھی حاجت نہیں کہ میں نے خریدا،

کیونکہ یہ بیوی کو اپنے نفس کا مالک قرار دینا ہے تو بیوی
اپنے نفس کی مالک بائنہ طلاق کے بغیر نہیں بن سکتی،
اس کے بخلاف جو آئندہ عنقریب آئے گا کہ خاوند
اگر یوں کہے "میں نے تجھے تیری طلاق فروخت کی"، تو ایہ

لانه تمليك نفسها منها وهي لا تملك نفسها الا
بالبائن بخلاف ما سيحیی من قوله بعث منك
طلاقك فانه تمليك الطلاق منها فكأن
تفويضا فاشترط قبولها۔

طلاق کا مالک بنانا ہوا لہذا یہ خاوند کا بیوی کو طلاق تفویض کرنا ہے جس میں بیوی کا قبول کرنا شرط ہے۔ (ت)

میں تجھ سے باز آیا، میں تجھ سے درگزر افی مرد المحتار عدت عنہا (رد المحتار میں ہے: میں تجھ سے
درگزر افی۔ ت) تو میرے کام کی نہیں، میرے مطلب کی نہیں، میرے مصرف کی نہیں کما حقیقناہ علی
ہا مش مرد المحتار (جیسا کہ ہم نے رد المحتار کے حاشیہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) مجھے تجھ پر کوئی راہ
نہیں، کچھ قابو نہیں، ملک نہیں، میں نے تیری راہ خالی کر دی، تو میری ملک سے نکل گئی، میں نے تجھ سے خلع کیا،
اپنے میکے بیٹھ، تیری باگ ڈھیلی کی، تیری رستی چھوڑ دی، تیری لگام اتار لی، اپنے رفیقوں سے جا مل،

فی الهندية وألحق أبو يوسف رحمه الله
تعالی بخلیة وبریة وبتة و بائن و
حرام اربعة اخرى ذكرها السرخسي في
المبسوط وقاضي خان في شرح الجامع الصغير
واخرون وهي لا سبيل لي عليك، لا ملك لي
عليك، خليت سبيلك، فارقتك، ولا رواية
في خرجت من ملكي قالوا هو

ہندیہ میں ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے خلیت، بریة، بتة،
بائن اور حرام کے الفاظ کے ساتھ دیگر چار الفاظ کو طبع کیا ہے ان
دیگر چاروں کو امام سرخسی نے مبسوط میں اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر
میں اور دو سر حضرت نے ذکر کیا ہے وہ لا سبیل لی علیک (مجھے تجھ پر
چارہ نہیں)، لا ملک لی علیک (تجھ پر میری ملکیت
نہیں)، خلیت سبیلک (میں نے تیرا راستہ آزاد
کیا)، فارقتک (میں نے تجھ سے مفارقت کی)،

رد المحتار
باب الخلع قوله كبعثت نفسك
باب الكنايات

مطبوع مجتہبائی دہلی
دار احیاء التراث العربی بیروت
۵۵۹/۲
۴۶۲/۲

بمنزلة خلیت سبیلک، و فی الینابیع الحق
ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ بالخمسۃ ستۃ
اخری وہی الاربعۃ المتقدمة و زاد خالعتک
والحقق باهلك هكذا فی غایۃ السروجی، اھ،
قلت و هو فی حدیث المستعیذۃ و فیہا
ایضا، و فی قوله جلیک علی غاربک لا یقع
الطلاق الا بالنیۃ کذا فی فتاویٰ قاضی خان
وانتقلی وانطلق کالحقق و فی البزازیۃ
و فی الحقق برفقتک یقع اذا نوى کذا فی البحر
الرائق ۱۶

اور خرجت من ملکى (تومیری ملکیت سے نکل گئی)
میں کوئی روایت نہیں ہے، اور فقہاء نے فرمایا یہ
بمنزلہ "خلیت سبیلک" کے ہے۔ اور ینابیع میں ہے
امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے پانچ الفاظ کے ساتھ
مزید چھ الفاظ ملحق فرمائے ہیں اور وہ چار پہلے ذکر شدہ
اور دو مزید اور وہ خالعتک (میں نے تجھ سے خلع کیا)
الحقق باهلك (اپنے خاندان میں چلی جا)، غایۃ السروجی
میں یونہی مذکور ہے اھ، قلت (میں کہتا ہوں) یہ
بات پناہ طلب کرنے والی میں ہے۔ اور اسی
غایۃ السروجی میں یہ بھی ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو

کہا "تیری ڈوری تیرے کندھے پر ہے" تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے تو منتقل
ہو، تو جا، الحقق کی طرح ہے۔ اور بزازیہ میں ہے اگر یوں کہا "تو اپنے دوستوں سے مل جا" نیت کی تو طلاق
ہو جائے گی، بحر الرائق میں یونہی ہے۔ (ت)

مجھے تجھ پر کچھ اختیار نہیں ہو کہ قولہ لا سبیل لی علیک (جیسا کہ اس کا قول "مجھے تجھ پر چارہ نہیں" نیت)

خاوند تلاش کر،

فی الہندیۃ ویاتبعی الا نروا ج تقع واحدا
بائنة ان نواھا و اثنتین وثلث ان نواھا
هكذا فی شرح الوقایۃ۔

اور ہندیہ میں ہے اگر یوں کہا "تو خاوند تلاش کر"
ایک بائنہ طلاق ہوگی اگر نیت کی ہو، یاد دو اور تین
ہونگی اگر ان کی نیت کی ہو، شرح وقایہ میں ایسے ہی

عہ میں نے ہندیہ کے اصل قلمی نسخہ سے مقابلہ کیا تو
میں نے وہاں یوں عبارت پائی اور دو اور تین
حامد رضا غفرلہ (ت)

عہ قابلت عبارة عن اصل الہندیۃ
فوجدتها هكذا او ثنتان وثلث ۱۲ حامد رضا
غفرلہ۔

۱/۵، ۳ نوری کتب خانہ پشاور الفصل الخامس فی الکنايات لعلہ فتاویٰ ہندیہ
۱/۵، ۳ لعلہ ایضاً

مجھے تیری حاجت نہیں، مجھے تجھ سے سروکار نہیں، تجھ سے مجھے کام نہیں، غرض نہیں، مطلب نہیں، تو مجھے درکار نہیں، تجھ سے مجھے رغبت نہیں، میں تجھے نہیں چاہتا، یہ محض مہل ہیں اگرچہ نیت کرے،

فی الہندیۃ ولو قال لاحاجۃ لی فیکینوی
الطلاق فلیس بطلاق کذا فی السراج الوہاج
واذا قال لا اسیدک اولا اجبک اولا اشتہیک
اولا سغبۃ لی فیک فانہ لایقع وان نوی فی
قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کذا فی
بحر الرائق۔

ہندیہ میں ہے اگر کہا "مجھے تجھ میں حاجت نہیں ہے" طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ سراج و ہاج میں مذکور ہے، اور جب یوں کہا "میں تجھے نہیں چاہتا" یا "میں تجھے پسند نہیں کرتا" یا "میں تجھ میں خواہش نہیں رکھتا" یا "مجھے تجھ میں دلچسپی نہیں" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو، یہ امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، بحر الرائق نے ایسے ہی بیان کیا۔ (د)

میں تجھ سے جدا ہوں یا ہوا (فقط میں جدا ہوں یا ہوا) کافی نہیں اگرچہ نیت طلاق کہے

ہندیہ میں ہے اگر یوں کہا، میں تجھ سے بائن ہوں اور طلاق کی نیت کی تو طلاق ہو جائے گی، اور اگر صرف میں بائن ہوں، اور، تجھ سے، نہ کہا تو نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، محیط سرخسی میں ایسے ہی مذکور ہے۔ (د)

فی الہندیۃ ولو قال انا منک بائن ونوی
الطلاق یقع ولو قال انا بائن ولم یقل
منک لایقع وان نوی کذا فی محیط
السرخسی۔

میں نے تجھے جدا کر دیا، میں نے تجھ سے جدا کی، تو خود مختار ہے، تو آزاد ہے،

ہندیہ میں ہے اگر حالت مذاکرہ طلاق میں، میں تجھ سے جدا ہوں، میں نے تجھ کو جدا کیا، میں تجھ سے جدا ہوا، تو سائبہ ہے یا تو آزاد ہے، تو طلاق ہو جائے گی اور اگر وہ کہے کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تو قضاء اس کی تصدیق نہ کی جائے گی (د)

فی الہندیۃ ولو قال فی حال مذاکرۃ الطلاق
باینتک او ابنتک او ابنت منک او انت
سائبۃ او انت حرۃ یقع الطلاق وان قال
لم انوال طلاق لایصدق قضاء۔

۱۔ فتاویٰ ہندیہ
۲۔ ایضاً
۳۔ ایضاً
الفصل الخامس فی الکلیات
نورانی کتب خانہ پشاور
۳۷۵/۱

۹۰ مجھ میں تجھ میں نکاح نہیں، مجھ میں تجھ میں نکاح باقی نہ رہا،
 فی الہندیۃ ولو قال لہا لا نکاح بینی و بینک
 او قال لم یبق بینی و بینک نکاح یقع الطلاق
 اذا نوى کذا فی فتاویٰ قاضی خاںؒ

ہندیہ میں ہے اگر کہا، تجھ میں مجھ میں نکاح نہیں،
 یا کہا، مجھ میں اور تجھ میں نکاح باقی نہیں ہے، تو
 نیتِ طلاق سے طلاق ہوگی، جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں
 میں ہے۔ (ت)

۹۱ میں نے تجھے تیرے گھر والوں یا باپ یا ماں یا خاوندوں کو دیا یا خود تجھ کو دے ڈالا (اور تیرے بھائی یا ماموں یا
 چچا یا کسی اجنبی کو کہا تو کچھ نہیں)

ہندیہ میں ہے: امام حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام عظیم
 رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ اگر یوں کہا، میں
 نے تجھے تیرے بھائی، خالو، چچے یا فلاں اجنبی کو
 ہبہ کیا طلاق نہ ہوگی جیسا کہ سراج و ہاج میں ہے۔
 اور اگر یوں کہا، میں نے تیرا نفس تجھے ہبہ کیا تو کنایہ
 کے الفاظ میں سے ہے اگر نیت کی تو
 طلاق ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔ (ت)

فی الہندیۃ روی الحسن عن ابی حنیفۃ
 رحمہ اللہ تعالیٰ انہ اذا قال و ہبتک
 لانیك اولخالک اولعمک اولفلان
 الاجنبی لم یکن طلاق کذا فی السراج
 الوہاج ولو قال لہا و ہبت نفسک منک
 فہو من جملة کنایات ان نوى بہ
 الطلاق یقع والا فلاؒ

۹۱ مجھ میں تجھ میں کچھ معاملہ نہ رہا یا تجھ میں مجھ میں کچھ شئی نہیں اگرچہ نیت کرے،

فی الہندیۃ ولو قال لم یبق بینی و بینک
 شئ و نوى بہ الطلاق لا یقع و فی
 الفتاویٰ لم یبق بینی و بینک عمل و نوى
 یقع کذا فی العتابیۃؒ

ہندیہ میں ہے اگر کہا، تیرے اور میرے درمیان کوئی شئی باقی نہیں
 اور اس سے نیتِ طلاق کی ہو تو طلاق نہ ہوگی، اور فتاویٰ
 میں مذکور ہے اگر یوں کہا، تیرے اور میرے درمیان
 کوئی معاملہ باقی نہیں رہا، نیت کی ہو تو طلاق ہوگی
 جیسا کہ عتابیہ میں مذکور ہے۔ (ت)

۹۲ میں تیرے نکاح سے بری ہوں، بیزار ہوں،

فیہا عن الخانیۃ ولو قال انا برئ من

ہندیہ میں خانیہ سے منقول ہے، اگر کہا، میں تیرے

۳۷۵/۱

نورانی کتب خانہ پشاور

الفصل الخامس فی کنایات

۳۷۶/۱

” ” ”

” ” ”

” ” ”

نكاحك يقع الطلاق اذا نوى^۱

نكاح سے بری ہوں، طلاق کی نیت سے طلاق
ہو جائے گی۔ (ت)

مجھ سے دُور ہو جا،

فيها عنها ولو قال ابعدي عني ونوى
الطلاق يقع^۲
مجھے صورت نہ دکھا،

ہندیہ میں خانہ سے منقول ہے، اگر کہا تو مجھ سے
ہو جا، طلاق کی نیت سے طلاق ہو جائے گی (ت)

اور یہ ”مجھ سے دُور ہو جا“ کے معنی میں ہے اور اس
میں نیت کرے گا، جیسا کہ ابھی گزرا، اس کے
بخلاف ”مجھ سے پردہ کر“ متنی (مجھ سے) کا لفظ
زائد ہونے کی وجہ سے کنایہ سے خارج ہے جیسا کہ
خانہ میں بھی ہے نیز علامہ شامی نے فرمایا کہ یہاں
متنی (مجھ سے) کا لفظ قرینہ لفظیہ ہے کہ اس نے طلاق
مراد لی ہے بمنزلہ مذاکرہ طلاق ہے، غور چاہئے
مجھے اس کے حاشیہ پر لکھنا یاد ہے جس کی عبارت
یہ ہے، اقول (میں کہتا ہوں) کہ اس کے برخلاف
یہ کہنا تو اپنا چہرہ مجھے نہ دیکھا، کیونکہ یہ لفظ بغض اور

وهذا بمعنى ابعدي عني، وفيه ينوي كما
مر انفا بخلاف استتري مني فانه بزيادة
مني خرج عن كونه كناية كما في الخانية
ايضا قال الشامي يكون قوله مني قرينة
لفظية على اعادة الطلاق بمنزلة المذاكرة
تأمل^۳ اه، ورايتني كتبت على هامشه
مانصه، اقول وذلك بخلاف ان
يقول لا ترفني وجهك فانه يكون عبارة عن
البغض والتنفير فلا يزول الاحتمال اه
فافهم^۴

نفرت کے اظہار کے لئے ہے لہذا دوسرا احتمال ختم ہو گا، اه، غور کرو۔ (ت)
کنارے ہو، تو نے مجھ سے نجات پائی،

ہندیہ میں ہے، الفاظ کنایہ میں سے، کنارے ہو،
مجھ سے تو نے نجات پائی، ایسے ہی فتح القدر میں ہے

في الهندية ومن الكنايات تنجى عني و
نجوت متني كذا في فتح القدير^۵

۳۷۶/۱	الفصل الخامس في الكنايات	نوراني كتب خانہ پشاور	۱
۲۶۳/۲	باب الكنايات	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲
۵۱۵/۲	حاشیہ نمبر ۹۶	المجمع الاسلامی مبارکپور	۲
۳۷۶/۱	الفصل الخامس في الكنايات	نوراني كتب خانہ پشاور	۱

ومثلها (اور اسی کی مثال ہے۔ ت) الگ ہو، میں نے تیرا پاؤں کھول دیا

ہمارے علاقہ کا عرف نہ ہونے کی بنا پر، اور جو خلاصہ میں ہے کہ میں نے تیرے پاؤں کھول دئے، عرف میں "میں نے تجھے طلاق دی" کے ہم معنی ہے، لہذا اس سے طلاق رجعی ہوگی، اور بغیر نیت طلاق ہو جائے گی اور تو یہ عرف پر مبنی ہے جیسا کہ تو دیکھ رہے ہندیہ میں ذخیرہ سے امام ظہیر الدین سے منقول ہے

کہ مذکورہ الفاظ کے علاوہ میں نیت شرط ہونے پر فتویٰ دیا جائے گا اور اس سے بائنتہ طلاق ہوگی۔ (ت) میں نے تجھے آزاد کیا، آزاد ہو جا،

ہندیہ میں ہے: اور اگر خاوند کہے "میں نے تجھے آزاد کیا" تو نیت سے طلاق ہوگی، جیسا کہ معراج الدریہ میں ہے، اور "تو آزاد ہو جا" یا "تو آزاد ہے" انت حرة کی طرح ہے، جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ (ت)

فیہا ولو قال اعتقتك طلقت بالنیة كذا فی معراج الدراية وكونی حرة او اعتقی مثل انت حرة كذا فی بحر الرائق

ہندیہ میں ہے: اگر کہا "تُو بے قید ہے" یہ ایسے ہی ہے جیسے یوں کہے "تُو جدا ہے" جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ (ت)

تیری بندگی، تُو بے قید ہے، فیہا ولو قال انت السراح فهو كما قال لها انت خلیة كذا فی فتاویٰ قاضی خان

ہندیہ میں ہے کہ مجموع النوازل میں ہے، بیوی نے کہا "میں تجھ سے بری ہوں" تو خاوند نے جواب میں

میں تجھ سے بری ہوں، فیہا فی مجموع النوازل امرأة قالت لنزوجها انا بريئة منك فقال الزوج

۹۹/۲	مکتبہ حبیبہ کوئٹہ	کتاب الطلاق	لہ خلاصہ الفتاویٰ
۳۷۹/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ	کے فتاویٰ ہندیہ
۳۷۶/۱	" " "	الفصل الخامس فی الکنايات	کے فتاویٰ ہندیہ
			کے ایضاً

کہا "میں بھی تجھ سے بڑی ہوں" پھر بیوی نے کہا "خدا کی
 کر دیکھا کہ وہ سب سے بڑا، تو خاوند نے کہا میں نے طلاق کی
 نیت سے نہیں کہا، تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ نیت نہیں ہے،
 جیسا کہ محیط میں ہے (ت)

ہندیہ میں ہے اگر کہا "تو نکاح کر لے" اور طلاق کی
 نیت کی ہو تو ایک طلاق اور تین کی نیت کی تو تین
 جیسا کہ عتابیہ میں ہے (ت)

ہندیہ میں خلاصہ سے ہے اگر کہا "میں تجھ سے بیزار ہوں"
 تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی۔ قلت (میں کہتا ہوں)
 ظاہر یہ ہے مذکورہ لفظ خاوند کے قول "میں تجھ سے
 غور کرو اور ثابت رہو۔ (ت)

خانیہ میں ہے: خاوند کے اس قول سے کہ "میرے
 لئے تجھ پر نکاح نہیں ہے" نیت کے بغیر طلاق
 نہ ہوگی۔ (ت)

خانیہ میں ہے: اگر بیوی کو کہا "میں نے تیرا نکاح

انا بیری منك ايضا فقلت انظر ماذا تقول
 فقال ما نويت الطلاق لا يقع الطلاق
 لعدم النية كذا في المحيط.

اپنا نکاح کر، جس سے چاہے نکاح کر لے،

فيها ولو قال تزوجي ونوى الطلاق او التثت صح
 وان لم ينو شيئاً لم يقع كذا في العتابية.
 ہوں گی۔ اور کوئی نیت نہیں کی تو کوئی طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ عتابیہ میں ہے (ت)
 میں تجھ سے بیزار ہوا،

فيها عن الخلاصة ولو قال لها از تو بزار شدم
 لا يقع بدون النية، قلت وظاهر ان ليس
 كقوله انا منك طالق فافهم وثبت.

طلاق والا ہوں" کی طرح نہیں ہے، غور کرو اور ثابت رہو۔ (ت)
 میرے لئے تجھ پر نکاح نہیں،

في الخانية وفي نحو قولك لا نكاح لي عليك
 لا يقع الطلاق الا بالنية (ملخصاً)

میں نے تیرا نکاح فسخ کیا،

فيها ولو قال لها فسخت نكاحك يقع الطلاق

یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جو در مختار میں ہے وہ سہو ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ اشارۃ الی ان ما فی الدر سہو ۱۲ منہ

۳۷۹/۱

نورانی کتب خانہ پشاور

الفصل الخامس فی الکنايات

۱۷۷ فتاویٰ ہندیہ

۳۸۵/۱

نورانی کتب خانہ پشاور

الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیہ

۱۷۸ فتاویٰ ہندیہ

۲۱۶/۲

نو لکھنؤ

فصل فی الکنايات

۱۷۹ فتاویٰ قاضی خاں

اذانوی۔
تجہ پر چاروں راہیں کھول دیں (اور اگر یوں کہا کہ تجہ پر چاروں کھلی ہیں تو کچھ نہیں جب تک یہ بھی نہ کہے جو راستہ چاہے
اختیار کرے)

خانیہ میں ہے، اگر خاوند نے کہا چاروں راہ تجہ پر
گھلے ہیں۔ اور طلاق کی نیت کی تو طلاق نہ ہوگی جب تک
ساتھ یہ نہ کہے جس راستے کو تو چاہے اختیار کر لے ہر
طلاق کی نیت سے یہ کہہ دیا تو طلاق ہو جائے گی۔
اور اگر کہا تجہ پر چاروں راہیں کھول دیں، تو نیت کے
بغیر طلاق نہ ہوگی، اور ہندو میں بھی ہے کہ اگر خاوند
نے صرف یہ کہا تجہ پر چاروں راہیں کھلی ہیں تو نیت کے
باوجود نہ ہوگی جب تک ساتھ یہ نہ کہے تو جس کو چاہے
اختیار کر لے۔ اکثر مشائخ کے ہاں یہ ہے۔ اور امام محمد
زمراتہ تعالیٰ سے یہی منقول ہے۔ اور اگر کہا تجہ پر
چاروں راہیں کھولتا ہوں۔ تو نیت کی تو طلاق ہو جائے گی
اگر وہ اس نے جس کو چاہے اختیار کر لے نہ کہا ہو۔ ات

خانیہ میں ہے، اگر خاوند نے کہا میں تجہ سے دست بردار
ہوا۔ تو ابو جعفر فقیر نے کہا ایک طلاق بائنہ ہوگی۔
اور دوسروں نے کہا کہ ایک طلاق ربی ہوگی، پس
قول اصح ہے ات۔

فيها ولو قال لها اربع طرق عليك مفتوحة
ونوى الطلاق لا يقع الطلاق الا ان يقول
اربع طرق عليك مفتوحة فخذى في اى
طريق شئت فحينئذ يقع الطلاق اذ انوى و
لو قال چهار راه بر تو كشاد لا يقع الطلاق ما
ليرينو وفي الهند يذ اذ قال لها چهار راه بر تو كشاد
است لا يقع الطلاق وان نوى ما لم يقل خذى
ايما شئت عند اكثر المشايخ وانه منقول
عن محمد رحمه الله تعالى واذ قال لها
چهار راه بر تو كشاد يقع الطلاق اذ انوى وان
لم يقل خذى ايما شئت.

میں تجہ سے دست بردار ہوا۔

في الخانية (بازداشت) از تو قال الفقيه ابو جعفر
واحدة بائنہ وغيره يقع رجعية وادول
اصح.

۲۱۹	۲	نوشور کھنڈ	فصل فی النکاحات	۱۰	فتاویٰ قاضی خاں
۲۱۶	۲	-	-	-	۱۰
۲۸۱	۱	نوشور کھنڈ	الفصل السابع فی الطلاق بالانفاذ الفاریہ	۱۰	فتاویٰ ہندیہ
۲۰۰	۲	نوشور کھنڈ	فصل فی النکاحات	۱۰	فتاویٰ قاضی خاں

میں نے تجھے تیرے گھر والوں یا باپ یا ماں کو واپس دیا،
 فی الطحاوی عن الدار المنتقی مراد تک
 الیہم ولا یشرط قبولہم۔

طحاوی میں درختے سے منقول ہے، خاوند نے
 کہا "میں نے تجھے تیرے گھر والوں کو واپس کر دیا"
 تو گھر والوں کا قبول کرنا شرط نہیں ہے (ت)

تومیری عصمت سے نکل گئی،

فی العقود صرح فی الوجیز لبہان الاثمة انه
 لو قال فسخت النکاح بینی و بینک و لم یبق بینی
 و بینک لا یقع الا بالنیة و لا یخفی ان قوله
 انت خارجة عن عصمتی مثله فی المعنی من
 الفتاوی المزبورة قلت فان الخروج عن
 العصمة یكون بطلاق و فسخ کطریات
 حرمة مصاہرة و لو من قبله فلم یتعین للطلاق
 و کذا الخروج عن الملك كما مر۔

عقود در یہ میں ہے کہ علامہ برہان الاثمة نے وجیز میں
 تصریح کی ہے کہ اگر خاوند نے کہا "میرے اور تیرے
 درمیان نکاح فسخ ہو گیا ہے اور ہمارے درمیان نکاح باقی
 نہ رہا" تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، اور یہ مخفی نہیں
 کہ خاوند کا کہنا کہ "تو میری عصمت سے خارج ہے"
 معنی میں اسی کی مثل ہے جو فتاویٰ مذکورہ سے مروی ہے
 قلت (میں کہتا ہوں) عصمت سے خارج ہونا طلاق
 اور فسخ کے ساتھ ہوتا ہے۔

مثلاً حرمت مصاہرة کی بنا پر جو کہ خاوند کی طرف سے بھی طاری ہو سکتی ہے لہذا فسخ کے لئے طلاق متعین نہیں ہے،
 اور اسی طرح ملکیت سے خارج ہونا بھی، جیسا کہ گزرا۔ (ت)

میں نے تیری ملک سے شرعی طور پر اپنا نام اتار دیا،
 فی الخیریة سئل فی رجل قال فی حال
 الغضب و سؤال الطلاق لزوجته نزلت
 عنها نزولاً شرعیاً هل تبین بذلك
 ام لا (اجاب) لم ارم من تعرض لهذا
 فی کلامہم لکن رأیت فروعا
 متعددة فی الکنايات تقتضی انه

خیر یہ میں ہے، ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے
 بیوی کو غصہ میں اور طلاق کے مطالبہ پر کہا "میں نے
 اس سے شرعی نام اتار دیا" تو کیا اس شخص کی بیوی
 بائٹہ ہو جائے گی یا نہیں؟، انہوں نے جواب دیا
 میں نے فقہاء کے کلام میں اس مسئلہ کے بیان کو
 نہیں پایا، لیکن میں نے کنایہ کے بہت سے مسائل

۱۳۸/۲

دارالمعرفة بیروت

باب الکنايات

لہ طحاوی علی الدر المختار

۴۳/۱

حاجی عبدالغفار قندھار افغانستان

کتاب الطلاق

لہ عقود الدریة فی تنقیح الحامیة

دیکھے ہیں جن کی روشنی میں اس صورتِ مذکورہ میں طلاق بائنہ ہوگی جب نیت پائی جائے یا حال کی دلالت پائی جائے، لہذا اس مذکورہ حادثہ میں طلاق کا فتویٰ متعین ہوگا، جب معلوم ہو گیا کہ مسئلہ مذکورہ میں خاوند کا قول جواب ہی ہو سکتا ہے مطالبہ طلاق کا رد یا گالی نہیں بن سکتا اور میں نے بحر اور تاتار خانہ وغیرہما میں مذکور فروعات میں غور کیا، تو مجھے یقین ہو گیا کہ طلاق کے وقوع کا حکم ایسے ہی ہے جیسے ہم نے

يقع بمثله الطلاق البائن اذا وجدت النية او دلالة الحال فتعين الافتاء بالوقوع في الحادثة واذا علمت ان هذا يصلح جوابا لاسر داو شتيمه وتاملت في فروع ذكرها صاحب البحر والتتارخانية وغيرهما قطعت بما ذكرنا.

ذکر کیا ہے۔ (ت)

۱۲۳

تو میرے لائق نہیں قیامت تک یا عمر بھر،

في الخلاصة ولوقال لامرأته، تو مرانہ شانی

تا قیامت او ہم عمر، لا يقع الطلاق

بدون النية.

تو مجھ سے ایسی دور ہے جیسے مکہ معظمہ مدینہ طیبہ سے یا دلی لکھنؤ سے،

في الخلاصة ولوقال لها تواز من چناں دوری

کہ مکہ از مدینہ لا يقع الطلاق بدون

النية.

خلاصہ میں ہے: اگر بیوی کو کہا "تو میرے لائق نہیں ہے قیامت تک یا عمر بھر، تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

خلاصہ میں ہے: اگر بیوی کو کہا "تو مجھ سے ایسی دور ہے جیسے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ، تو بغیر نیت طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

ان سب صورتوں میں اگر طلاق کی نیت ہو طلاق بائن پڑ جائے گی تو مطلقہ بائنہ ہے (بے حرف عطف)، یا تو مطلقہ پس بائنہ ہے تجھ پر سب سے فحش تر طلاق، شیطانی طلاق، بدعت کی طلاق، بدتر طلاق، پہاڑ کی مثل، ہزار کے مثل، کوٹھڑی بھر کے سخت یا لمبی یا چوڑی طلاق، سب سے بُری، سب سے کڑی، سب سے گندی، سب سے ناپاک، سب سے کڑی، سب سے بڑی، سب سے چوڑی، سب سے لمبی، سب سے موٹی طلاق، کلاں تر طلاق،

۵۰ / ۱	دار الفکر بیروت	کتاب الطلاق	لہ الفتاویٰ النخیریۃ
۱۰۰ / ۲	مکتبہ جدیدہ کوئٹہ	الفصل الثانی فی الکنایات	لہ خلاصۃ الفتاویٰ
۹۹ / ۲	" " "	کتاب الطلاق	" "

فی الدر ویقع بقوله انت طالق بائن او افحش
الطلاق او طلاق الشيطان والبدعة او
اشر الطلاق او کالجبل او کالف او مل
البیت او تطليقة شديدة او طويلة او
عريضة او اسوأة او اشده او اخبثه او
اکبره او اعرضه او اطوله او اغلظه او
اعظمه واحدة بائنة ان لم ينو ثلاثاً فيه
ايضاً ولو بالفاء (ای فی قوله انت طالق
فبائن) فبائنة ذخيرة (مخلصاً)

۲۳
تجھ پر ایسی طلاق جس سے تو اپنے اختیار میں ہو جائے،
فی الدر کما يقع البائن لوقال انت طالق
طلقة تملک بها نفسک لانها لا تملک نفسها
الا بائناً

تجھ پر بائن طلاق،

فی رد المحتار تحت قوله لانها لا تملک نفسها
صرح به فی البدائع وقال اذا وصف
الطلاق بصفة تدل علی البینونة کانت
بائناً اھ و هذه الصفة بمعنى قوله انت طالق
طلقة بائنة الخ۔

در میں ہے، خاوند نے بیوی کو کہا، تجھے بائن طلاق
فحش تر طلاق، شیطانی طلاق، بدتر طلاق، بدست
طلاق یا پہاڑ برابر، یا ہزار برابر، کوٹھری بھر طلاق
شدید طلاق، طویل، عریض، سب سے بڑی، سب
سے شدید، سب سے بڑی، سب سے عریض،
سب سے طویل، سب سے غلیظ، سب سے عظیم
طلاق۔ تو ان تمام صورتوں میں ایک بائنہ طلاق ہوگی
جبکہ یہاں بھی تین کی نیت نہ کی ہو۔ اور اگر بائن کو
ف کے ساتھ ذکر کرے مثلاً تو طلاق والی "قبائنتہ"
کہا تو بائنہ ہوگی۔ ذخیرہ۔ (د)

در میں ہے، اگر کہا تجھ پر ایسی طلاق جس سے تو
اپنے اختیار میں ہو جائے، تو بائنہ طلاق واقع ہوگی
کیونکہ بیوی بائنہ طلاق کے بغیر اپنی مالک نہیں ہو سکتی (د)

رد المحتار میں ماتن کے قول کہ "اپنے نفس کی مالک
نہ ہوگی" کے تحت ہے اس کی تصریح بدائع میں
کی ہے، اور کہا کہ جب طلاق ایسے وصف سے
موصوف ہو جو بائنہ ہونے پر دلالت کرے تو وہ
طلاق بائنہ ہوگی اھ، اور یہ صفت "تو بائنہ طلاق
والی ہے" کے معنی میں ہوگی الخ (د)

۱/۲۲۲	مطبع مجتہدی دہلی	باب الصریح	۱۔ در مختار
۲/۲۵۰	دار احوال التراث العربی بیروت	باب الصریح	۲۔ ایضاً ۳۔ رد المحتار

تجہ پر وہ طلاق جس میں مجھے رجعت کا اختیار نہیں اس میں بالاتفاق ہمارے ائمہ کے مذہب میں طلاق بائن ہوگی۔ اور اگر یہ کہا "تجہ پر طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجعت کا اختیار نہیں، جوہرہ میں فرمایا کہ اس میں رجعی ہوگی، اور بائن ہونے کو ضعیف بتایا مگر تبیین الحقائق اور غایۃ البیان اور فتح القدر میں فرمایا کہ اول تو ہمیں رجعی ہونا مسلم نہیں اور ہو بھی تو اس کی وجہ یہ ہے یہ ایک بحث ہے جس سے اصلاً مذہب ہمارے ائمہ کا اُس صورت میں وقوع بائن ہونا ثابت نہیں ہوتا اگرچہ بحر الرائق میں اسی بحث کی بنا پر ہجزم فرمایا کہ یہاں وقوع بائن ہمارا مذہب ہے،

بحر میں جوہرہ سے منقول ہے: اگر خاوند نے کہا تجھے طلاق اس شرط پر جس میں مجھے رجعت کا اختیار نہیں، تو یہ رجعی ہوگی، اور بعض نے کہا ایک بائنہ واقع ہوگی، اور اگر تین کی نیت کی تو تین ہوں گی۔ اور ہدایہ کے بیان سے ظاہر یہ ہے کہ دوسرا قول مختار مذہب ہے کیونکہ اس نے کہا کہ اگر طلاق کو کسی شدت اور زیادتی کے ساتھ موصوف کیا جائے تو وہ بائنہ ہوگی اھ (ت)

اس کے سوا تیسری صورت ایک اور ہے وہ یہ کہ تجھے طلاق ہے اور مجھے رجعت کا اختیار نہیں، اس میں بلاشبہ رجعی ہوگی کما فی الشامی و یاتی (جیسا کہ شامی ہیں اور آگے آئے گا۔ ت) یونہی اگر کہا تجھ پر طلاق ہے اس شرط پر کہ اُس کے بعد رجعت نہیں بلکہ یوں کہا کہ تجھ پر وہ طلاق ہے جس کے بعد رجعت نہیں بلکہ یوں کہا کہ تجھ پر وہ طلاق ہے جس کے بعد رجعت نہ ہوگی، تو ان سب صورتوں میں بلا خلاف رجعی ہونا چاہئے،

اس میں راز یہ ہے کہ یہاں تین صورتیں ہیں، ایک عطف، دوسری شرط، تیسری وصف۔ پہلی جیسے کہ "تجھے طلاق اور مجھے رجوع کا حق تجھ پر نہیں،" دوسری، جیسے کہ "تجھے طلاق اس شرط پر کہ مجھے

و السرفیہ ان الصور ہنا ثلث العطف والشرط والوصف کقولہ انت طالق ولا رجعة لی علیک او انت طالق علی ان لا رجعة لی علیک او انت طالق طلقة

لا رجعة لي فيها عليك الاول كلام مستقل
لا يغير ما قبله فلا يتغير عن حكمه الشرعي
والثاني مغير ويختلف النظر فيه فمن نظر
الى انه تغير لحكم الشرع الغاء و اوقع الرجعي
لان شرط الرجعي احق و اوثق و من شرط
ما ليس في كتاب الله فشرطه باطل و ان
شرط مائة شرط كما ارشد اليه الحديث
الصحيح و من ارجعه الى معنى الوصف
اوقع به البائن فلم يجعله تغير ابل تعبيرا
كانه يقول ان مرادى طلاق لا رجعة لي
فيه و انت تعلم ان الاول اظهر لكن
ربما يؤيد هذا لان الاعمال اولى من
الاهمال و اما الثالث فلا شبهة
فيه عندنا لما مر انه اذا
وصف الطلاق بضرب من الشدة
و الزيادة كان بائنا اما ذكرت
انه ينبغي وقوع الرجعي بلا خلاف
فيما اذا قال انت طالق طلقة
لا ارجعك بعدها فالوجه فيه
ان الطلاق الرجعي لا يستلزم
الرجعة فلا ينافي عدمها
انما ينافي عدم اختيارها فحل
محل ابعاد و بهذا القدر لا يسلب
منه خيار الرجعة فمن جهته احتمال
هذا المعنى لم يكن نصا في اعادة

رجوع کا حق نہیں۔ تیسری، جیسے کہ تجھے طلاق
جس میں مجھے تجھ پر رجوع کا حق نہیں پہلی صورت میں
عطف کی وجہ سے مستقل کلام ہے ماقبل کو تبدیل نہیں
کرے گا اور ماقبل اپنے شرعی حکم سے متغیر نہ ہوگا،
اور دوسری صورت میں شرط کی وجہ سے ماقبل کو متغیر
کرے گا، اور اس میں وجہ مختلف ہے، جس نے یہ
وجہ بنائی کہ ماقبل کے لئے مغير ہے اور شرعی حکم متغیر
کر رہا ہے، تو اس شرط کو لغو قرار دیا اور ماقبل کو
رجعی قرار دیا، کیونکہ اس کو رجعی کی شرط بنانا زیادہ وزنی
ہے اور یہ کہا کہ اللہ کے حکم کے خلاف شرط باطل ہے،
اگرچہ ایسی سو شرطیں بھی ہوں تو وہ باطل ہوں گی جیسا
کہ حدیث صحیح میں ارشاد ہے۔ اور تیسری صورت صفت
تو جس نے یہاں وصف قرار دیا انہوں نے کہا اس
وصف کی وجہ سے طلاق بائنہ ہوگی، لہذا ان کے نزدیک
یہ وصف پہلے بیان کی تبدیلی نہیں بلکہ یہ اس کی تعبیر ہے
گویا اس نے کہا "طلاق سے میری مراد ایسی طلاق
جس میں مجھے رجوع کا حق نہ ہو"۔ آپ جانتے ہیں کہ پہلی
صورت واضح ہے، اور دوسری صورت میں شرط کو
مؤثر ماننے کو ترجیح ہوگی کیونکہ کسی کلام کو عمل میں لانا اسے
مہمل قرار دینے سے بہتر ہے، اور تیسری صورت میں
کوئی شبہ نہیں ہے کیونکہ جب طلاق کو کسی شدید
اور زیادتی والے وصف سے موصوف کیا جائے تو وہ
طلاق بائنہ ہو جاتی ہے، لیکن خاوند کے اس قول میں
"تجھے طلاق وہ کہ میں تجھ سے رجوع نہ کروں گا" کے
متعلق جو میں نے ذکر کیا ہے کہ اس میں بالاتفاق رجعی

لہ صحیح البخاری کتاب البیوع باب اذا الشرط فی شروط الطلاق
قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۰

طلاق ہونی چاہتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق رجعی کو رجوع لازم نہیں ہے بلکہ خاوند کی مرضی پر ہے ہاں خاوند کا کہنا "میں رجوع نہ کروں گا" رجوع کے عمل کے

خلاف ہے تو اس کا یہ کہنا رجوع سے بعید ہے منافی نہیں، لہذا صرف اس وجہ سے خاوند کو عملاً رجوع سے نہیں روکا جاسکتا، تو اس احتمال کی بنا پر مذکورہ الفاظ "بائنہ طلاق کے لئے نص نہ بن سکیں گے" تو اس شک کی وجہ سے طلاق بائنہ نہ ہوگی۔ جب وصف میں یہ گنجائش ہے تو شرط میں بطریق اولیٰ گنجائش ہوگی، یہ وہ ہے جو مجھ پر عیاں ہوا، تاہم تحقیق کی طرف رجوع اور وضاحت کو اختیار کرنا چاہئے۔

مجھ سے پردہ کر،

جیسا کہ شامی کا بیان گزرا اور وہ، تو مجھ سے پردہ کر۔ (ت)

۲۸ حرام، تو حرام ہے، ۲۹ میں نے تجھے حرام کیا، میں نے تجھے اپنے اوپر حرام کیا، ۳۰ میں تجھ پر حرام ہوں، میں نے اپنے آپ کو تجھ پر حرام کیا، یہاں فقط میں حرام ہوں یا میں نے اپنے آپ کو حرام کیا کافی نہیں جب تک تجھ پر نہ کہے،

ردالمحتار میں ہے، خاوند کا کہنا "تو حرام ہے" عنقریب آئے گا کہ اس سے ہمارے زمانہ میں طلاق کے لئے عرف بن جانے کی وجہ سے بغیر نیت طلاق ہو جائے گی۔ اس میں محرمۃ یا حرمتک (حرام شدہ یا میں تجھے حرام کرتا ہوں) میں کوئی فرق نہیں، اور پھر "مجھ پر" کا لفظ کہے یا نہ کہے تو بھی کوئی فرق نہ ہوگا، اور خاوند کا کہنا، مسلمانوں کا حلال مجھ پر حرام، اور ہر حلال مجھ پر حرام، تو میرے ساتھ حرام میں ہے، ان میں کوئی فرق نہیں، تاہم حرمت نفسی (میں نے اپنا نفس حرام کیا) کے

فی رد المحتار قوله حرام سیاتی وقوع البائن بہ بلانیۃ فی زماننا للتعارف لافرق فی ذلک بین محرمة و حرمتک سواء قال علی اولاً، او حلال المسلمین علی حرام وکل حل علی حرام وانت معی فی المحرام و فی قوله حرمت نفسی لا یدان یقول علیک اھ قلت وهو کذلک بہذہ الالفاظ متعارف عندنا بخلاف ما مر من قوله حلال اللہ او المسلمین او کل حلال فہذہ الثلثة لا یقع الطلاق

الابالنية لعدم العرف في زماننا۔
 ساتھ عليك (تجھ پر) کہنا ضروری ہے اسے قلت
 (میں کہتا ہوں) اس لفظ میں ہمارے زمانے میں بھی یہی حکم ہے کہ بغیر نیت طلاق ہو جائے گی، لیکن "اللہ کا حلال
 یا مسلمانوں کا حلال اور ہر حلال مجھ پر حرام ہے" اس کے برخلاف ہے، ان تین الفاظ سے بغیر نیت طلاق
 نہ ہوگی کیونکہ ہمارے زمانے میں یہ طلاق کے لئے معروف نہیں ہیں۔ (ت)
 ہزار طلاق کے برابر ایک طلاق،

شامی نے بحر سے نقل کیا "ہزار طلاق کے برابر ایک
 طلاق" میں اتفاق ہے کہ ایک ہی ہوگی اگرچہ
 وہ تین کی نیت کرے۔ (ت)
 ان سب صورتوں میں بے حاجت نیت طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا۔

رجعی کے بعض الفاظ یہ ہیں

میں نے تجھے طلاق دی، اے مطلقہ بتشہید لام، اے طلاق گرفتہ، اے طلاق دی گئی، اے
 طلاقن، اے طلاق شدہ، اے طلاق یافتہ، اے طلاق کردہ،
 فی الدرر وانت طالق و مطلقۃ بالتشہید۔
 درمیں ہے، "تو طلاق والی ہے یا طلاق دی ہوئی"
 بالتشہید۔ (ت)

اے طلاق دادہ،

فی الخزانة ولو قال لهما ای طلاق دادہ
 يقع واحداً۔
 خزانہ میں ہے کہ اگر کہا "طلاق دی ہوئی" تو ایک
 طلاق واقع ہوگی (ت)

مگر اس عورت نے اگر اپنے پہلے شوہر سے طلاق پائی تھی بایں معنی اس نے یہ آٹھ الفاظ کہے تو طلاق نہ ہوگی،
 فی الخانیة رجل قال لامراته یا مطلقۃ و
 کان لہا زوج قبلہ وقد کان طلقہا ذلک
 خانیہ میں ہے: اگر خاوند نے بیوی کو کہا "اے طلاق
 دی ہوئی" جبکہ اس بیوی کو پہلے کسی خاوند نے طلاق

۴۴۹/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الصریح	۱ رد المحتار
۲۱۸/۱	مطبع مجتہبائی دہلی	"	۲ در مختار
۱۱۰/۱	قلمی نسخہ	فصل فی صریح الطلاق	۳ خزانة المفتین

دی تھی، تو اگر خاوند نے پہلے واقعہ کی حکایت کی نیت نہ کی تو طلاق ہو جائے گی، اور اگر اس نے کہا کہ میں نے پہلے واقعہ کی حکایت اور خبر دی ہے تو دیانہ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس بات کو تسلیم کیا جائے گا، اس میں روایات کا اختلاف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ تصدیق کی جائے اور طلاق نہ ہونے کا فیصلہ دیا جائے گا۔ (ت)

النزوج ان لمینوبکلامہ الاخبار طلقت وان قال عنیت به الاخبار دین فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ و هل یدین فی القضاء اختلفت الروایات فیہ والصحیح انه یدین۔

لیکن کیا قضاء بھی اس کی بات تسلیم کی جائے گی یا نہیں، اس میں روایات کا اختلاف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ تصدیق کی جائے اور طلاق نہ ہونے کا فیصلہ دیا جائے گا۔ (ت)

ہندیہ میں ہے، اگر کہا "میں نے تجھے چھوڑ دیا" تو عرف میں یہ "میں نے تجھے طلاق دی" کے معنی میں ہے حتیٰ کہ اس سے رجعی طلاق ہوگی (ت)

میں نے تجھے چھوڑ دیا، فی الہندیۃ ترا بھشتم فہذا تفسیر قولہ طلقتک عرفاً حتی یكون رجعیاً۔

میں نے تجھے فارغ غلطی یا فارگھتی دی،

تو یہ لفظ کسی لوگوں کی زبان میں صریح طلاق کے معنی میں ہے بلکہ بہت سے لوگ اس کے علاوہ کوئی لفظ طلاق کے لئے سمجھتے ہی نہیں، اور یہ بات مسلمہ ہے حلف والے کی کلام کو اس کے خاص عرف پر محمول کیا جائے گا، اور اس عرف کا تمام لوگوں میں معروف ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ اس پر محقق ابن ہمام نے تصریح کی ہے (ت)

فانہ بلسان کثیر من اهل الحرف الدنیۃ کالمحائکین وغیرہم صریح فی الطلاق بل کثیر منہم لا یعرف للطلاق لفظاً غیر ہذا ومعلوم ان کلام کل حالف یحمل علی عرف خاصۃ ولا یجب شیوع ذلک العرف فی الناس عامۃ کما صرح بہ المحقق حیث اطلق۔

تجھے تیرے شوہر نے طلاق دی، اس کا بھی وہی حکم ہے،

عہ اصل میں ناقل کے قلم سے اسی طرح ہے جبکہ میرے نزدیک علی عرفہ درست ہے۔ حامد رضا غفرلہ (ت)

عہ ہذا فی الاصل بقلم الناسخ والصواب عندی علی عرفہ۔ حامد رضا غفرلہ۔

۲۰۹/۱

نو لکشور کھنؤ

کتاب الطلاق

۱۰ فتاویٰ قاضی خاں

۳۸۹/۱

نورانی کتب خانہ پشاور

الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیۃ

۱۱ فتاویٰ ہندیہ

ہندیہ میں ہے کہ بعض علماء سے پوچھا گیا کہ جب کوئی شخص
نشے میں اپنی بیوی کو یوں کہے :
”اے سرخ رخسار چاند جیسے چہرے والی میری بانو!
تجھے طلاق دی گئی“

تو اُنھوں نے جواب دیا کہ دیکھا جائے گا کہ اگر بیوی
پہلے کسی خاوند سے مطلقہ اور مدخولہ ہے اور بعد
میں اس سے نکاح کیا، تو پھر اس لفظ سے طلاق
نہ ہوگی بشرطیکہ اس نے طلاق کی نیت نہ کی ہو، اور
اگر وہ بیوی کسی سے مطلقہ نہ ہوئی تھی تو نیت کی یا
نہ کی ہر طرح طلاق ہو جائے گی، جیسا کہ تاتارخانیہ
میں ہے۔ (ت)

فی الہندیۃ سئل بعضهم عن سکران
قال لامرأته

ای سرخ لبک بماہ ماند رویت
کہ بانوی من طلاق دادہ شویت

قال ینظر ان کانت المرأۃ ثیبا وکان قبل
ہذا لہا نروج طلقہا ثم تزوجہا ہذا
فانہ لایقع الطلاق بہذا اللفظ ان لم تکن
لہ نیۃ الطلاق وان لم یکن لہ قبل ہذا
نروج یقع الطلاق نوی اولم ینوکذا فی
التتارخانیۃ۔

تجھ پر طلاق،

فانہ من اصرح صریح فی ترماننا و عرفنا
فلا یرد ما فی البحر و ذلک مثل قول الدر
علی الطلاق یقع بلانیۃ للعرف قال الشامی
ولینا فی ذلک ما یاتی من انہ لو قال طلاقک
علی لم یقع لان ذلک عند عدم غلبۃ
العرف الخ۔

تو یہ صریح طلاق سے بھی زیادہ واضح طلاق ہے ہمارے
زمانہ اور عرف میں، لہذا بجز بیان یہاں اعتراض
کے طور پر وارد نہ ہوگا اور جیسا کہ ذکر کا قول کہ مجھ پر طلاق
ہے، کہا تو بغیر نیت بھی طلاق ہو جائے گی کیونکہ یہ
عرف میں طلاق ہے، تو اس پر علامہ شامی نے
فرمایا: ذکر کی یہ بات آئندہ آنے والی اس بات کے
لئے کہ یہ وہاں ہے جہاں یہ

منافی نہیں جس میں کہا گیا ہے کہ ”مجھ پر طلاق“ کہنے پر طلاق نہ ہوگی، یہ اس لئے کہ یہ وہاں ہے جہاں یہ
لفظ طلاق کے لئے عرف غالب نہ ہو الخ (ت)
طلاق ہو جا،

در میں ہے کہ اگر کہا ”طلاق ہو“ یہ بھی صریح طلاق

فی الدر ویدخل طلاق باش بلا فرق بیت

۳۵۴/۱

۴۳۲/۲

نورانی کتب خانہ پشاور
دار احیاء التراث العربی بیروت

فصل فمین یقع طلاقہ الخ
باب الصریح

لہ فتاویٰ ہندیہ
۲۷ ردالمحتار

کے حکم میں داخل ہے خواہ عالم کہے یا جاہل کہے کوئی
فرق نہیں۔ (ت)

عالم و جاہل

در میں ہے: اگر کہا "تو طلاق ہے" تو ایک جہی طلاق
ہوگی خواہ کوئی نیت نہ ہو یا ایک یا دو کی نیت کی ہو،
اور اگر تین طلاق کی نیت سے یہ لفظ کہا تو تین طلاقیں
ہوں گی۔ (ت)

تو طلاق ہے، تو طلاق ہوگی،
فی الدر و فی انت الطلاق او طلاق یقع واحدة
رجعیة ان لم یوشیئا ونوی واحدة او
ثنتین فان نوی ثلاثا فثلث

طلاق لے،

ردالمحتار میں ہے: اگر کہا "اپنی طلاق لے" جواب
میں بیوی نے کہا "میں نے لی" تو نیت کے بغیر
بھی طلاق ہوگی، صحیح یہی ہے، جیسا کہ فتح میں
ہے، اور اس میں عورت کا جواب میں "میں نے
لی" کہنا بھی شرط نہیں ہے، جیسا کہ بحر میں ہے (ت)

فی ردالمختار خدی طلاقك فقلت اخذت
فقد صحح الوقوع به بلا اشتراط نية كما
فی الفتح وكذا الايشترط قولها اخذت
كما فی البحر

وہ باہر جاتی تھی کہا طلاق لے جا،

خانیہ میں ہے: اگر خاوند بیوی میں جھگڑا ہوا اور بیوی
اٹھ کر باہر جانے لگی تو خاوند نے کہا "اپنے ہمراہ تین
طلاقیں لے جا" اس پر شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل
رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر خاوند نے طلاق واقع کرنے
کی نیت سے کہا تو طلاق ہو جائے گی اور نیت نہ ہو
تو بھی طلاق ہو جائیگی کیونکہ اس کلام کا ظاہر طلاق ہے۔ (ت)

فی الخانیة و اذا جرت الخصومة بینہا و بین
زوجہا فقامت لتخرج فقال (النزوج سر طلاق
بانویشن طلاق ہر) فقال الشیخ الامام ابو بکر
محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ ان نوی
الا یقاء یقع فان لم تکن له نية فکذلك
لانه ایقاء ظاہر

۲۱۸/۱

مطبع مجتہاتی دہلی

باب الصریح

لے در مختار

لے ایضاً

۲۳۰/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

باب الصریح

لے ردالمختار

۲۱۲/۲

نو لکھنؤ

کتاب الطلاق

لے فتاویٰ قاضی خاں

۲۱ اپنی طلاق اٹھا اور روانہ ہو،

فی الہندیۃ عن الخلاصۃ ولو قال لہا سہ طلاق خود بردار و رفتی یقع بدون النیۃ۔

ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہے، اگر کہا "تو اپنی طلاق اٹھا اور جا" تو بغیر نیت بھی طلاق ہو جائے گی۔ (ت)

۲۲ میں نے تیری طلاق تیرے آنچل میں باندھ دی،
فی الخزانۃ عن الخلاصۃ ولو قال سہ طلاق بکرانہ چادر تو برستم بروطلق۔

خزانہ میں خلاصہ سے منقول ہے: اگر کہا "میں نے تیری طلاق تیرے آنچل میں باندھ دی جا" تو طلاق ہوگی (ت)

۲۳ جا تجھ پر طلاق (اور اگر صرف جا بنیت طلاق کہتا تو بائن تھی)

فی الخیریۃ سئل فی رجل قال لزوجتہ روحی طالق هل تطلق طلاقا رجعیاً ام بائناً و اذا قلت تطلق رجعیاً فما الفرق بینہ و بین ما اذا اقتصر علی قولہ روحی ناویا بہ طلاقاً حیث افتیم بانہ بائن اجاب بانہ فی قولہ روحی طالق معناه روحی بصفة الطلاق فوقہ بالصریح بخلاف روحی فان وقوعہ بلفظ الکناۃ۔

خیر یہ میں ہے: ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا "جا تجھ پر طلاق ہے" تو کیا یہ طلاق رجعی ہوگی یا بائن ہوگی۔ اگر آپ کہیں کہ یہ رجعی ہے تو پھر صرف "جا" کہنے میں اور اس میں کیا فرق ہوگا جبکہ طلاق کی نیت سے صرف "جا" کہا تو آپ کا فتویٰ ہے کہ یہ طلاق بائن ہے۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ "جا تجھ پر طلاق" کا مطلب یہ ہے کہ تو طلاق کی صفت سے موصوف ہو کہ جا، تو یہ صریح

طلاق ہے اس لئے رجعی ہوگی، اس کے برخلاف اگر صرف "جا" کہا تو صریح نہیں بلکہ کنایہ ہے اس لئے یہ بائن ہوگی۔ (ت)

تجھ طلاق یا طلاق تجھ کو،

فی الہندیۃ عن خزائنہ المفتین ولو قال

ہندیہ میں خزانہ المفتین سے منقول ہے "تجھ طلاق

۳۸۲ / ۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیۃ	۱۰ فاوی ہندیہ
۱۰۸ / ۱	قلمی نسخہ	فصل فی صریح الطلاق	۲ خزانہ المفتین
۵۱ / ۱	بولاق مصر	کتاب الطلاق	۳ فاوی خیر یہ

الفاظ سے طلاق واقع ہوگی، اور اگر وہ قاضی کے ہاں کہے کہ میں نے ان الفاظ سے یہ قصد کیا ہے کہ طلاق واقع نہ ہو تو قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گا، لیکن دیانۃً تصدیق کی جائے گی۔ (ت)

کسی نے کہا تیری عورت پر طلاق ہے کہا ہاں یا کیوں نہیں،

فی الدر ولوقیل له طلقت امرأتک فقال نعم اوبلی بالہجاء طلقت بحر۔

در میں ہے، اگر کسی نے خاوند سے پوچھا تو نے بیوی کو طلاق دی ہے تو اس نے جواب میں کہا "ہاں" یا "کیوں نہیں" کے بچے کرتے ہوئے، تو طلاق ہو جائے گی، بحر۔ (ت)

مگر جب ایسی سخت آواز ایسے لہجہ سے کہا جس سے انکار و عدم اقرار سمجھا جائے یہ فائدہ اکثر جبکہ قابل لحاظ ہے فی الخانیۃ والخزانۃ وغیرہما (خانہ اور خزانہ وغیرہما میں ہے۔ ت) یا کہا تیری عورت پر طلاق نہیں، کہا کیوں نہیں (اور اگر کہے نہ یا ہاں تو طلاق نہ ہوگی)

ان میں پہلا لفظ (نہ) صریح انکار ہے، اور دوسرا (ہاں) تو اس میں کئی احتمالات ہیں، نفی کا اثبات یا منفی یعنی طلاق کا اثبات، تو ایسی صورت میں شک ہو تو طلاق نہ ہوگی۔ اقول (میں کہتا ہوں) فتح میں یہاں "ہاں" اور "کیوں نہیں" میں عدم سترق کو ذکر کرنا قابل اعتراض نہیں کیونکہ ان کے اس بیان کا مبنی عرف پر ہے جیسا کہ صاحب فتح نے خود بیان کیا، کہ اور مناسب یہی ہے کہ ان دونوں میں فرق نہ ہو کیونکہ عرف والے ان میں فرق نہیں کرتے بلکہ وہ دونوں میں منفی کا اثبات سمجھتے ہیں اور، لیکن ہمارے عرف میں ان دونوں میں فرق ہے، جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ نعم (ہاں) کا

اما الاول فانه صریح فی الانکار اما الاخر فقیہ احتمالان اثبات النفی و اثبات المنفی ای الطلاق فلا یقع بالشک، اقول ولا یرد ما فی الفتح من عدم الفرق بین نعم و بلی لان مبناہ علی العرف کما قال صاحب الفتح والذی ینبغی عدم الفرق فان اهل العرف لا یفرقون بل یفہمون منہما ایجاب المنفی ^{لہ} اما فی عرفنا فمعناہ کما قلت فی ردالمحتار عن البحر ان موجب نعم تصدیق

استعمال پہلی کلام کی تصدیق کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ مثبت ہو منفی استفہامی ہو یا خبر ہو، اور بلی (کیوں نہیں) کا استعمال پہلی کلام میں نفی کا اثبات کرنے کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ نفی استفہام میں ہو یا خبر میں، مگر احکام شرع میں بہر حال عرف کا

اعتبار ہے، حتیٰ کہ عرف میں ایک دوسرے کی جگہ استعمال مراد لیا جاتا ہے (ت) تھے طلاق ہے اور مجھے اختیار رجعت نہیں،

فتاویٰ شامی میں خیرہ سے اور انہوں نے صیرفیہ سے نقل کیا کہ اگر خاوند نے کہا "تھے طلاق اور مجھے رجوع کا حق نہیں ہے" تو ایک رجعی طلاق ہوگی (ت)

فی الشامی عن الخیریة عن الصیرفیة انت طالق ولا رجعة لی علیک فرجعیة۔^{۲۷}

تھے پر طلاق ہے نہ پھیرے تھے کوئی قاضی نہ حاکم نہ عالم،^{۲۸} فی الخیریة سنل فی رجل قال لزوجته انت طالق لا یردک قاض ولا وال ولا عالم هل یکون بائنا ام رجعیاً اجاب هو رجعی ولا یردک اخراجه عن موضوعه الشرعی بذالك^{۲۹}

خیرہ میں ہے؛ سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "تھے طلاق ہے تھے کوئی قاضی، کوئی حاکم یا عالم واپس نہ کر سکے" تو کیا اس صورت میں طلاق رجعی ہوگی یا بائن؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ رجعی ہوگی، اور اس کے کہنے سے شرعی ضابطہ ختم نہ ہوگا۔^{۳۰}

تو مذہب یہودی یا نصاریٰ یا چاروں مذہب یا سب مذاہب^{۳۱} مسلمین پر مطلقہ، فی الخیریة قال فی منع الغفار اقول وقد کثرت من ماننا قول الرجل انت طالق علی الاربعة مذاہب یرید بذالك ان الطلاق یقع علیها

خیرہ میں ہے؛ منع الغفار میں کہا "میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں خاوند کا قول تھے چاروں مذہب طلاق" تو اس سے مراد یہ ہے کہ تمام مذاہب پر متفقہ طلاق ہے، تو ایسی صورت میں یقیناً طلاق

۲۵۳/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

باب الصریح

۱۔ ردالمحتار

۲۵۱/۲

" " " " " "

" "

۲۔ " "

۲۶/۱

دار المعرفہ بیروت

کتاب الطلاق

۳۔ فتاویٰ خیرہ

ہو جائے گی قضاء بھی اور دیا نہ بھی، جیسا کہ واضح ہے، اقول (میں کہتا ہوں) یہ طلاق بلاشبہ رجبی ہوگی یا نہ ہوگی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے نیز ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا تجھے یہودی اور نصرانی مذہب پر طلاق، دوسرے نے کہا تجھے مسلمانوں کے تمام مذاہب پر طلاق، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طلاق رجبی ہوگی۔ (ت)

باتفاقہم وینبغی الجزم بوقوعه قضاء ديانة كما لا يخفى اقول ولا شبهة في كونه رجبيا لا بائنا لما قدمنا، سئل عن رجل قال لزوجته انت طالق على مذهب اليهود والنصارى، وعن رجل قال لزوجته انت طالق على سائر مذاهب المسلمين اجاب فيهما بانه طلاق رجبى

جائز طلاق ہے سو توڑوں یا یہودیوں کو حلال اور مجھ پر حرام ہو،

خیر یہ میں ہے ان سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "جا طلاق ہے تو یہودیوں کے لئے حلال اور مجھ پر حرام" اور یوں ایک دوسرے نے بیوی کو کہا "جا طلاق ہے تو خنزیروں کے لئے حلال اور مجھ پر حرام ہے" تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طلاق رجبی ہوگی، کیونکہ "جا طلاق ہے" صریح طلاق ہے، اور اس کا یہ کہنا تو یہودیوں یا خنزیروں کے لئے حلال لغوبات ہے اور خلاف شرع ہے جس کا اسے اختیار نہیں، اور اس کا یہ کہنا کہ "تو مجھ پر حرام ہے" سے مراد وہ حرمت ہے جو عدت گزرنے کے بعد ہوتی ہے جیسا کہ شریعت میں مدخولہ بیوی کو طلاق دینے کے بعد حرمت ہوتی ہے (ت)

في الخيرية سئل في رجل قال لزوجته روحى طالق تحلى لليهود وتحرمى على وعن قال روحى طالق تحلى للخنزير وتحرمى على، اجاب بانه رجبى لان قوله روحى طالق صريح فيه، وقوله تحلى لليهود والخنزير لغوانه خلاف المشرع وهو لا يملكه، و قوله وتحرمى اى حرمة تحصل بالقضاء العدة اذ هو ثابت شرعا بصريح الطلاق بعد الدخول

مگر یہ اُس وقت جبکہ اس لفظ سے کہ مجھ پر حرام ہو" طلاق کی نیت نہ کی ورنہ دو باتن پڑیں گی، فتاویٰ شامی میں ہے ہاں اگر اس نے "تو مجھ پر حرام ہو" لوقصد بقوله وتحرمى

۱/۲۶	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الطلاق	۱۱
۱/۲۷	"	"	۱۲
۱/۵۰	"	"	۱۳

على ايقاع الطلاق وقع به اخرى بائنة اھ
اقول ولا يردان تحريمها او تحريم نفسه عليها
طلاق بلا نية كما تقدم لان هذا مضارع
ظاهرة الاستقبال كقوله طلاق كم او تكونيت
مطلقة فافهم۔

حرام ہے“ سے نئی طلاق واقع کرنے کا ارادہ کیا ہو تو یہ
دوسری طلاق بائنہ ہوگی اھ، اقول (میں کہتا ہوں)
یہاں یہ اعتراض ہوگا کہ پہلے گزرا ہے کہ بیوی کو اپنے
لئے یا اپنے آپ کو بیوی پر حرام کرنا، بغیر نیت بھی
طلاق ہوگی جبکہ یہاں یہ کہنا کہ نئی طلاق کی نیت سے

مجھ پر حرام ہے“ کہا تو نیت سے طلاق، تو دونوں بیان آپس میں مختلف ہیں، تو جواب یہ ہے کہ یہاں ”تحریمی“
(تو مجھ پر حرام ہوگی) ظاہر طور پر یہ استقبال ہے، جیسا کہ میں طلاق دوں گا یا تو طلاق والی ہوگی، کا حکم ہے،
غور کرو۔ (ت)

تو مطلقہ اور بائنہ یا مطلقہ پھر بائنہ ہے،
في الدر ولو عطف فقال و بائن او ثم
بائن ولم ينوشينا فرجعية۔

درمیں ہے، اگر عطف کیا تو یوں کہا انت طالق و بائن یا
یوں کہا انت طالق ثم بائن، اور لفظ بائن سے
کوئی نئی طلاق مراد نہ لی تو ایک ہی رجعی طلاق ہوگی (ت)

مگر جبکہ ہر لفظ سے جدا طلاق کی نیت کی ہو تو دو بائنہ ہیں،

في رد المحتار ومفهوم التقييد بعدم
النية انه لو نوى تكرير الايقاع مع الحروف
الثلاثة او نوى بالبائن الثلاث انه يقع
مانوى به

رد المحتار میں ہے: نیت نہ ہونے کا مطلب یہ ہوا
کہ اگر اس نے نئی طلاق کی نیت سے تینوں حروف
کہے ہوں اور تین طلاقوں کی نیت سے یہ تکرار کیا یا بائن
سے تین کی نیت کی ہو، جو بھی نیت کی ہوگی وہ واقع ہوگی (ت)
عورت کے بیٹے کو دیکھ کر کہا اے طلاقن کے جنے، اے ماور طلاقہ،

عہ ہکذا فی الاصل ولعله نسخه الناسخ
وعندی صوابه ای مادرت شش طلاقہ کما
يجب عن الہندیۃ ۱۲ فقیر حامد رضا قادری

عہ اصل (قلمی نسخہ) میں ایسے ہی ہے اور ممکن ہے یہ
ناقل کی غلطی ہو، میرے خیال میں درست یوں ہے اے مادرت
شش طلاقہ، جیسا کہ ہندیۃ سے آئیگا ۱۲ فقیر حامد رضا قادری

لے رد المحتار باب الصریح
لے در مختار
لے رد المحتار

دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۵۱
مطبع مجتہبائی دہلی ۱/۲۲۲
دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۵۰

في الهندية عن الظهيرية راجل من عادته
ان يقول اذا راى صبيا اى مادرت شش طلاقه
فسكر من الخمر فاتاه ابنه فظنه صبيا
اجنبيا فقال لى مادرت شش طلاقه ولم
يعلم انه ابنه طلقت امرأته ثلاثا ۵۱۔

ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ ایک شخص کی عادت تھی
کہ وہ جب کسی بچے کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے اس کا
تیری ماں چھ طلاق والی، تو اس کو شراب کا نشہ تھا
اس حالت میں اس کا اپنا بیٹا آیا تو اس نے نشے
میں سمجھا کہ کوئی اجنبی بچہ ہے تو اس نے اس کو بھی

تجائے تیری ماں چھ طلاق والی کہہ دیا تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی (ت)

اقول (اس میں بھی وہی تفصیل چاہئے جو لفظ مطلقہ وغیرہ میں گزری کہا لایخفی (جیسا کہ
منفی نہیں۔ ت) تجھ پر پوری یا آدمی یا تہائی وغیرہ تجھ پر طلاق کا ہزارواں حصہ،

درمیں ہے، طلاق کی جزرہ خواہ ہزارویں جزو، ایک
ہی طلاق ہوگی، کیونکہ طلاق کے اجزاء نہیں ہو سکتے۔

في الدر و جزء الطلقة ولو من الف جزء
تطبيقاً لعدم التجزى ۵۲۔

تجھ پر کم درجہ کی طلاق،

خانیہ میں ہے اگر کہا کم از کم طلاق تو ایک
ہی ہوگی۔ (ت)

في الخانية ولو قال اقل الطلاق يقع
واحدة ۵۳۔

تیرے نصف پر طلاق، تیرے چوتھائی پر طلاق، تیرے ہزارویں ٹکڑے پر طلاق، تیری روح پر طلاق،
تیری جان پر طلاق، تیری ناک پر طلاق (اور اگر انف یا بینی پر کہے یا عربی فارسی میں انفک طالق،
بر بینی تو طلاق (تیری ناک پر طلاق۔ ت) کہے تو کچھ نہیں، برعکس اس کے اگر عربی میں عنقک طالق
یا فرجک طالق (تیری گردن کو طلاق یا تیری شرمگاہ کو طلاق۔ ت) کہے، طلاق ہو جائے گی، اور
اردو میں تیری عنق یا گردن یا فرج پر طلاق کہے تو کچھ نہیں جبکہ لفظ فرج یا اس کا اور مرادف بولے جس سے
عرف ہندیہ میں کل عورت مراد نہ لیتے ہوں اگرچہ خاص اردو ہی کا لفظ ہو، وجہ یہ ہے کہ یہاں خاص وہ لفظ
ہونا چاہئے جس سے اس زبان میں انسان کی ذات کو تعبیر کرتے ہوں، عربی میں عنق و فرج ایسے ہی ہیں اور
ہماری زبان میں عنق و گردن و خاص لفظ فرج انف و بینی وغیرہ ایسے نہیں اور ہمارے یہاں کا یہ عام محاورہ ہے

۱۔ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع في الطلاق بالالفاظ الفارسية نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۵/۱
۲۔ در مختار باب الصريح مطبع مجتہبائی دہلی ۲۱۹/۱
۳۔ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نو لکھنؤ ۲۰۸/۱

کرفلاں شخص شہر بھر کی ناک ہے، خاندان کی ناک ہے، عورت موم کی ناک ہے، تو ظاہر اس میں طلاق ہو جانا چاہئے۔ اسی طرح فرج کا وہ نام جس سے کل عورت مراد لیتے ہوں،

در مختار میں ہے کہ جب طلاق کو بیوی کی طرف یا اس کے ایسے حصہ کی طرف منسوب کرے جس سے بیوی کی شخصیت مراد لی جاتی ہو، مثلاً گھر، رقبہ، روح، بدن، جسم، ہاتھ اور پاؤں جس کا حصہ ہیں بدن کا حصہ نہیں ہیں، شرمگاہ، چہرہ، سر اور اسی طرح سرین، تو بیوی کو طلاق ہوگی، مگر بضع، دُبر اور خون کی طرف نسبت کی طلاق نہ ہوگی۔ خلاصہ میں اس کو مختار قرار دیا ہے، اور یونہی اگر طلاق کو بیوی کے غیر معین حصہ مثلاً نصف، ثلث تا دسویں حصہ کی طرف منسوب کیا اور اگر معین حصہ خواہ کتنا ہو

فی الدر واذا اضاف الطلاق اليها او الى ما يعبر به عنها كالرقبة والعنق والروح والبدن والجسد الاطراف داخله في الجسد دون البدن والفرج والوجه واللسان وكذا الاست بخلاف البضع والدبر والدم على المختار خلاصة او اضافة الى جزء شائع منها كنصفها وثلثها الى عشرها وكذا الواضحة الى جزء من الف جزء منها كما في الخانية وقع لعدم تجزیه له مزيدا من رد المحتار وفيه ايضا كما لا يقع لو اضافة الى الالف

مثلاً ہزار واں حصہ تو طلاق ہو جائے گی کیونکہ طلاق کے اجزا نہیں ہیں، جیسا کہ خانہ میں ہے اھر رد المختار میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح ناک کی طرف طلاق کی نسبت، مثلاً تیری ناک کو طلاق، تو طلاق

نہ ہوگی۔ (ت)

کسی سے اپنی عورت کی نسبت کہا اُسے اُس کی طلاق کی خبر دے یا مردہ دے یا اس کی طلاق کی خبر اُس کے پاس لے جا یا اُسے خبر دے یا اُسے کچھ بھیج یا اُس سے کہہ کہ وہ مطلقہ ہے یا اس کے لئے اس کی طلاق کی سند یا یادداشت لکھ دے ابھی طلاق ہوگئی اگرچہ یہ اس سے نہ کہے نہ لکھے، اور یوں کہا کہ اُس سے کہہ کہ تو مطلقہ ہے تو جب جا کر کہے گا اُس وقت پڑے گی ورنہ نہیں،

خانہ میں ہے، اگر دوسرے شخص کو کہا، میری بیوی کو اس کی طلاق کی خبر دے، یا اس کی طلاق اس کی طرف لے جا، اس کو خبر دے دو یا کہہ کہ وہ طلاق والی ہے،

فی الخانية من اجل قال لغيره اخبار امراتي بطلاقها او احملا اليها طلاقها او اخبارها انها طالق

۲۱۹/۱	مطبع مجتہبائی دہلی	باب الصریح	لے در مختار
۴۳۶/۲	" " "	"	رد المختار
۲۱۹/۱	" " "	"	لے در مختار

توان صورتوں میں اسی وقت طلاق ہو جائے گی اور بیوی کو خبر پہنچے یا اس شخص کے بیوی کو کہہ دینے پر موقوف نہ ہوگی، اور اگر یوں کہا کہ تو اس کو کہہ دے کہ تو طلاق والی ہے تو اس صورت میں اس وقت تک طلاق نہ ہوگی جب تک وہ شخص بیوی کو یہ بات کہہ نہ دے، اور اگر دوسرے کو کہا کہ تو میری بیوی کو طلاق لکھ دے، تو اسی وقت طلاق ہوگی جس طرح کہ کہا اس کو طلاق پہنچا دے یا جس طرح کہا تو میری بیوی کی طرف لکھ دے کہ اس کو طلاق ہے اور عقود دربیہ نے "بیوی کو کہہ دے کہ اس کو طلاق ہے" کے مسئلہ میں مخالف قول کیا ہے اور کہا کہ یہ خاوند کی طرف سے دوسرے شخص کو وکیل بنانا ہے، تو عقود دربیہ کی طرف تحقیق کے لئے رجوع کرنا چاہئے۔ (ت)

او قل لها انها طالق طلقت للحال ولا يتوقف على وصول الخبر اليها ولا على قول المأمور ذلك، ولو قال قل لها انت طالق لا يقع الطلاق ما لم يقل لها المأمور ذلك، ولو قال اكتب لها طلاقها ينبغي ان يقع الطلاق للحال كما لو قال احمِل اليها طلاقها، وكما لو قال اكتب الى امرأتى انها طالق، وخالف العقود في مسألة قل لها هي كذا فجعله توكيلا فراجع.

عقود کی عبارت یوں ہے: اس شخص کے متعلق سوال ہوا جس نے دوسرے کو کہا "تو میری بیوی سے کہہ دے کہ تو تین طلاق والی ہے" اور جبکہ دوسرے شخص نے یہ بات اس کی بیوی کو نہ کہی ہو تو کیا طلاق نہ ہوگی جب تک وہ شخص بیوی کو یہ بات نہ کہہ دے، اس سوال کے جواب میں فرمایا ہاں (نہ ہوگی) کیونکہ وکالت ہے جیسا کہ بزازیہ میں اس کی تصریح "طلاق کے الفاظ کے اقسام" میں ہے اھ۔ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا، جو یہ ہے، اقول (میں کہتا ہوں) مضارع (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ عبارة العقود هكذا سئل في رجل قال لاخر قل لامرأتى تكون طالقة بالثلث ولم يقل لها الاخر شيئا فهل لا تطلق ما لم يقل لها الجواب نعم لانه توكيل كما صرح به في البيزانية في نوع في المناظرة اه و كنت كتبت على هامشة مانصه، اقول المضارع

۲۱۰/۱

نو لکشور لکھنؤ

کتاب الطلاق

لے فتاویٰ قاضی خاں

۲۱/۱

حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان

کتاب الطلاق

لے العقود الدریۃ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کا صیغہ طلاق میں تب عمل کرے گا جب اس سے غائب
 طور پر حال مراد ہو، تو ایسی صورت میں اس کا حکم ایسا
 ہوگا جیسے خاوند دوسرے کو کہے کہ بیوی کو کہہ دو اس
 کو طلاق ہے، اور خانیہ میں تصریح ہے کہ اس سے
 اسی وقت طلاق ہوگی، بخلاف جب کہے "بیوی کو تو کہہ دے
 کہ تجھے طلاق ہے" تو طلاق نہ ہوگی جب تک کہ نہ کہے
 اس کی طرف رجوع کر کے دیکھو، اور اگر یہ عقود کا
 مسئلہ، یوں ہو کہ، دوسرے کو خاوند کہے، کہ،
 "تو میری بیوی سے کہہ دے" تو طلاق والی ہوگی
 (تکون میں نون کا حذف اور یار کا اضافہ کر کے کہے جیسا کہ یہ عام
 طور پر خصوصاً عوام میں مشہور ہے، تو یہ بصیغہ امر
 خطاب ہوگا) تو عقود کا یہ جواب بلا شک و شبہہ
 درست ہوگا، اور خانیہ کے بیان کے موافق ہوگا تو
 بزازیہ کی عبارت پر غور کرواھ، پھر اللہ تعالیٰ نے
 احسان فرما کر بزازیہ کا مسئلہ واضح کر دیا کہ معاملہ
 وہی ہے جو میں نے ذکر کیا اور سمجھا کہ تکونی کی تبدیلی
 میں تکون ہو گیا، کیونکہ بزازیہ کی عبارت یوں ہے
 خاوند نے بیوی کو کہا، تو کہہ میں طلاق والی ہوں،
 اگر بیوی نے یہ کہہ دیا تو طلاق ہو جائے گی ورنہ اگر
 خاوند نے نہ کہا تو طلاق نہ ہوگی، اس کے برخلاف
 جب خاوند نے دوسرے شخص کو کہا کہ تو میری بیوی سے
 (باقی بر صفحہ آئندہ)

انما يعمل اذا غلب للحال ح ، هو
 كقوله قل لها هي طالق و
 صرح في الخانية انها تطلق
 بذلك في الحال بخلاف
 قوله قل لها انت طالق فلا
 تطلق ما لم يقل راجع و حذر
 وان كانت المسئلة (اعنى مسئلة
 العقود) قل لامرأتى تكوى
 طالقة (بزيادة الياء و حذف
 النون كما هو لفظة شائعة
 لا سيما في العوام حتى تكون
 الصيغة للخطاب) فالجواب صحيح
 بلا ريب و موافق لما في الخانية
 فلتراجع البزازیة اه ثم من المولى
 سبحانه و تعالى بالبزازیة فاتضح
 ان الامر كما فهمت وان (تكون)
 تصحيف من (تكوني) فان عبارة
 البزازیة هكذا قال لها قولي
 انا طالق فقالت وقع وان لم
 يقل لا بخلاف ما لو قال
 لأخر قل لامرأتى

فی رد المحتار عن البحر من الصریح
المضارع اذا غلب فی الحال اه قلت فكيف
اذا تمحض له وچھوڑنا من الصریح
بلساننا۔

رد المحتار میں بجر سے منقول ہے کہ مضارع کا صیغہ
جب حال کے لئے غالب الاستعمال ہو تو یہ طلاق
صریح میں شمار ہوگا، قلت (میں کہتا ہوں) اور اگر
خالص حال کے لئے ہو تو پھر بطریق اولیٰ صریح ہوگا
جبکہ چھوڑنا کا لفظ ہماری زبان میں طلاق میں صریح ہے (ت)

ہاں اگر عزم و ارادہ کی نیت پر کئے گاباں معنی کہ تجھے طلاق دیا چاہتا ہوں تو عند اللہ طلاق نہ ہوگی،
فی الخیرۃ یدین علی کل حال ای ولو
غلب فی الحال ہے
فتاویٰ خیرہ میں ہے، مضارع میں خاوند کی بات پر
دیانہ تصدیق بہر حال ہوگی اگرچہ وہ مضارع، حال کے
معنی میں غالب ہو۔ (ت)

تجھ پر دو مہینے سے طلاق ہے اور واقع میں نہ دی تھی ابھی پڑ گئی بشرطیکہ نکاح کو دو مہینے سے کم نہ ہوئے ہوں
ورنہ کچھ نہیں، اور اگر جھوٹی خبر کی نیت تھی تو عند اللہ کچھ نہیں یہ ہر صیغہ خبر میں جاری ہے،
کما فی الخیرۃ وغیرہا وفیہ ایضا قال لہا انت
مطلقة من شہرین ویقول نویت الاحبار فی
الماضی کا ذباہل یقع علیہ الطلاق ام لا و اذا
قلم یقع ہل لہ ان یودھا ام لأجاب یقع قضاء
لا دیانۃ و علی حکم القضاء لہ مراجعتها فی
العدۃ بغير عقد و بعدھا بعقد جدید حیث
لم یصدر منہ سوی ما ذکرہ و فی الدرود کذا
انت طالق امس وقد نکحھا الیوم ولو نکحھا قبل
امس وقع الان لان الانشاء فی الماضی انشاء
فی الحال ہے (ملخصاً)

ہوگی اور گزشتہ روز سے قبل نکاح کیا ہو تو ابھی سے طلاق ہو جائیگی کیونکہ ماضی کا انشاء حال کا انشاء متصور ہوگا (ت)

۴۳۰/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الصریح	۱ رد المحتار
۲۹/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الطلاق	۲ فتاویٰ خیرہ
۵۰/۱	مطبع مجتہدانی دہلی	باب الصریح	۳ در مختار
۲۲۰/۱			

تجھ پر دو برس تک طلاق ہے اس میں دو برس بعد پڑے گی،

فی الخیرية قال لها انت طالق الی سنتین
ولانية له فما الحكم اجاب يقع علیها
بعد السنین طلقة واحدة رجعية صرح
به صاحب البحر والبیازية والولوالجیة
وغیرهم من کتب الحنفیة۔

خیر یہ میں ہے، اگر بیوی کو کہا "تجھے دو سال پر طلاق
اور کوئی خاص نیت نہ کی ہو تو کیا حکم ہے، تو جواب
دیا کہ دو سال بعد رجعی طلاق ہوگی۔ اس کی تصریح
بحر، بزازیہ اور ولوالجیہ وغیرہ کتب حنفیہ میں
موجود ہے۔ (ت)

تجھ پر یہاں سے عرب تک طلاق، اور اگر یوں کہا کہ اتنی لمبی یا بڑی طلاق تو بائن ہوگی،

فی الدار وبقوله من هنا الی الشام واحدة
رجعية مالم یصفها بطول او کبر فبائنة۔

در میں ہے، خاوند نے کہا "تجھے یہاں سے ملک شام
تک طلاق ہے تو ایک رجعی طلاق ہوگی بشرطیکہ اس
نے طلاق کو کسی طوالت یا بڑائی سے موصوف نہ کیا ہو، اور اگر ایسی صفت سے موصوف کیا تو بائنہ طلاق ہوگی (ت)
تو فلاں عورت سے زیادہ مطلقہ ہے، طلاق ہو جائے گی اگرچہ فلاں عورت مطلقہ نہ بھی ہو،

بخلاف ما لو قال بالعربیة انت اطلق من
فلانة فلا تطلق الی بالنیة بشرط ان تكون
فلانة مطلقه فقد عد فی الدار قوله انت
اطلق من امرأة فلان وهی مطلقه، من
الکنايات التي يقع بها الرجعی، قال الشامی
عله فی الفتح بان افعل التفضیل لیس
صریحا فافهم انه بخلاف ما نحن فیہ
فانه مطلقه صریحة ولا یعتبریه الاحتمال
بزیادة فما فیہ الا اثبات الطلاق

بخلاف اس کے جب بزبان عربی یوں کہا "انت اطلق
من فلانة" تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، نیت سے
بھی تب ہوگی جب وہ فلاں عورت مطلقہ ہو، خاوند
کے اس قول کہ "تجھے فلاں کی عورت سے بڑی طلاق
بشرطیکہ وہ فلاں کی عورت مطلقہ ہو تو در میں اس کو
ان کنایات میں شمار کیا ہے جن سے ایک رجعی طلاق
ہوتی ہے۔ علامہ شامی نے اس پر فرمایا کہ فتح میں
اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ صیغہ تفضیل طلاق میں
صریح نہیں ہے، غور کرو اھ، اس کے برخلاف وہ

۵۱/۱

دار المعرفہ بیروت

کتاب الطلاق

۱۰ فتاویٰ خیر

۲۱۹/۱

مطبع مجتہائی دہلی

باب الصریح

۱۱ در مختار

۲۲۵/۱

" " "

باب الکنایات

۱۲ در مختار

۴۶۶/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

"

۱۳ رد المحتار

صورت جو ہم نے ذکر کی ہے کیونکہ وہ سرج مطلقہ ہے اس میں زیادتی وغیرہ کا احتمال رکاوٹ نہ ہوگا

و الزيادة وفقد حققناه فيما علقناه على رد المختار۔

یہ طلاق اور زیادتی کا اثبات ہے اور اس کو ہم نے رد المختار کے حاشیہ میں محقق کیا ہے۔ (ت)
ان سب صورتوں میں بے حاجت نیت طلاق رجعی پڑتی ہے، اے مطلقہ بسکون طار، فی الدار انت مطلقہ بالتخفيف (در میں ہے خاوند نے مطلقہ یعنی ط پر عزم کے ساتھ، بیوی کو کہا "تو مطلقہ ہے" ت) میں نے تیری طلاق چھوڑ دی، میں نے تیری طلاق روانہ کر دی، میں نے تیری طلاق کا راستہ چھوڑ دیا،

رد المختار میں ہے: خاوند نے کہا "میں نے تیری طلاق کا راستہ چھوڑ دیا، میں نے تیری طلاق روانہ کر دی، میں نے تیری طلاق چھوڑ دی" تو اگر نیت کی تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں، خانیہ۔ (ت)

فی رد المختار قوله خليت سبيل طلاقك وكذا خليت طلاقك او تركت طلاقك ان نوى وقع والا فلا خانية له

تجید پر ط، ل، آ، ق۔ تجید پر ط، لام، الف، قاف۔

رد المختار میں ہے: یا خاوند کا قول ط، ل، ا، ق، تو یہ طلاق میں ظاہر ہے، اسی کی مثل فتح اور بحر میں ہے کہ حروف ہجاء اور اس کے مستثنیٰ کو ذکر کرنے کو ظاہر میں کوئی فرق نہیں، ہم نے حروف کے اسماء کو بیان کر دیا ہے تو ذخیرہ میں ہے کہ اگر بیوی کو کہا الف، نون، تار، طار، الف، لام، قاف، اور طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوگی (ملخصاً)۔ (ت)

فی رد المختار قوله او طول اق ظاهراً ما هنا ومثله في الفتح والبحران ياتي بمسئتي احرف الهجاء والظاهر عدم الفرق بينها وبين اسمائها ففي الذخيرة قال لامرأته الف نون تاء طاء الف لام قاف انه ان نوى الطلاق تطلق المرأة۔ (ملخصاً)

میں نے تیری طلاق تجھے ہبہ کی، قرض دی، تیرے پاس گرو کی، امانت رکھی، میں نے تیری طلاق چاہی، تیرے لئے طلاق ہے، اللہ نے تیری طلاق چاہی، اللہ تعالیٰ نے تیری طلاق مقدر کی،
رد المختار میں ما تن کے قول وغیر ذلک کے تحت

فی رد المختار قوله وغیر ذلک مثل الطلاق

۴۶۶/۲ مطبع مجتہبائی دہلی باب الکنایات
۴۳۰/۲ دار احیاء التراث العربی بیروت باب الصریح

عليك وهبتك طلاقك بعثك طلاقك اذا
 قالت اشترت من غير بدل خذي طلاقك
 اقرضتك طلاقك قد شاء الله طلاقك او
 قضاها او شئت ففي الكل يقع بالنية رجعي
 كما في الفتح نراد في البحر الطلاق لك الخ
 وفيه اما ما في البحر ايضا من ان منه
 اودعتك طلاقك ورهنتك طلاقك فسيذكر
 الشارح تصحيح عدم الوقوع به اقول
 اي ان لم ينولان المقصود به السد على البحر
 في جعله صريحا.

بیان کیا، مثلاً میں نے تجھے تیری طلاق بہہ کی، میں
 نے تیری طلاق تجھ کو فروخت کی جب جواب میں عورت
 یہ کہے کہ میں نے بدلہ کے بغیر خریدی، میں نے تیری
 طلاق تجھے قرض دی، اللہ نے تیری طلاق چاہی،
 یا اللہ نے تیری طلاق مقدر فرمائی، کیا تو چاہتی ہے۔
 ان مذکورہ صورتوں میں نیت کی تو ایک طلاق رجعی
 ہوگی جیسا کہ فتح میں ہے بحر میں اس پر زائد ہے تیرے
 لئے طلاق ہے الخ اور اسی ردالمحتار میں لیکن جو بحر
 نے افادہ فرمایا وہ بھی کہ میں نے تیرے پاس تیری
 طلاق امانت رکھی ہے یا رہن رکھی ہے، اس پر

شارح طلاق نہ واقع ہونے کی تصحیح ذکر کر رہے ہیں، اقول (میں کہتا ہوں) یعنی اگر نیت نہ کی ہو تو یہ
 مسئلہ ہے کیونکہ اس سے مقصد بحر پر رد کرنا ہے کیونکہ وہ اس کو صریح قرار دیتے ہیں۔ (ت)
 میں نے تیری طلاق تیرے ہاتھ بیچی، عورت نے کہا میں نے خریدی، اور کسی عوض مالی کا ذکر نہ ہوا۔ ورنہ
 بائن ہوگی)

ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے، اگر خاوند نے
 کہا میں تجھے ایک طلاق فروخت کرتا ہوں، تو
 بیوی نے جواب میں کہا میں نے خریدا، تو بلا معاوضہ
 ایک طلاق رجعی ہوگی، کیونکہ یہ صریح ہے اور
 درمیں ہے کہ مال کے بدلے صریح طلاق واقع
 ہو تو وہ بائنہ کے حکم میں ہوگی (ت)

في رد المحتار عن البحر ولو قال بعث
 منك تطليقة فقالت اشترت يقع رجعيا
 مجانا لانه صريح اه وفي الدرر وحكم
 الواقع بالطلاق الصريح على مال طلاق
 بائن

۲۶۷/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الکنایات	۱ ردالمحتار
۲۳۰/۲	"	باب الصریح	۲ ردالمحتار
۵۵۹/۲	"	باب الخلع	۳ ردالمحتار
۲۲۵/۱	مطبع مجتہاتی دہلی	"	۴ درمختار

میں نے تجھے اس عوض پر طلاق دی کہ تو اتنے دنوں کے لئے اپنا فلاں مطالبہ مجھ سے ہٹا دے،
 فان العوض غیر مال ففی رد المختار بعد ذکر الطلاق علی مال بخلاف طلقنی علی ان اواخر مالی علیک فان التأخیر لیس بمال وصح التأخیر لولہ غایة معلومة و الا فلا، والطلاق رجعی مطلقا بحر عن البزازیة، کما مر۔

تھی تو یہ تاخیر درست ہوگی ورنہ نہیں، بزازیہ سے بحر نے گزشتہ کی طرح نقل کیا۔ (ت)
 میں نے طلاق تیرے دامن میں رکھ دی

خزانہ میں خلاصہ سے منقول ہے کہ خاوند نے کہا "میں نے تیرے دامن میں ہزار طلاق رکھ دی ہے، اگر نیت کی تو طلاق ہوگی، یونہی اگر یہ بات طلاق کے مذاکرہ کے بعد کہی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔ (ت)

فی الخزانة عن الخلاصة ولو قال ہزار طلاق ورد امنت کردم ان نوبی او کان فی حال مذاکرۃ الطلاق یقع و الا فلا۔

عدت بیٹھ فی رد المختار، تجھ پر ایک،

علہ اقول شاید مسئلہ دامن و مسئلہ سابقہ چادر میں فرق بوجہ اضافت و عدم اضافت طلاق ہے کہ وہاں یہ کہا تھا تیری طلاق تیرے آنچل باندھی، لہذا بے نیت پڑ گئی، یہاں صرف طلاق کہا، تیری طلاق نہ کہا لہذا نیت پر ہی، ولیحرر، واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

علہ ہنہا فی الاصل بیاض و لعل العبارة المطلوبة منها ہی ما نقل ہنہا فی الذیل قوله اعتدی امر بالاعتداد الذی ہو من العدة او من العدا ای اعتدی نعمی علیک بدائع ۱۲ الفقیر حامد رضا قادری غفرلہ۔

۱۲ الفقیر حامد رضا قادری غفرلہ (ت)

۵۶۰/۲

۱۰۸/۱

مطبع مجتہائی دہلی
 قلمی نسخہ

باب الخلع
 فصل فی صریح الطلاق

رد المختار
 خزانة المفتین

متون میں ہے: تو ایک ہے، تو ہمارے کا نام کر دے
عنوان سے دلیل جاننے والے کو معلوم ہے۔ (ت)

کیونکہ یہ بھی پہلی ہی وجہ کی طرح معلوم ہے کہ یہاں لفظ
طلاق پوشیدہ ہے جس سے یہ طلاق رجعی ہوگی،
اور غیر طلاق کا احتمال ہونے کی وجہ سے نیت پر
موقوف ہوگی، اور بکر میں اسی قسم سے شمار کیا ہے
جب یہ کہے کہ "تومیری بیوی نہیں اور میں تیرا خاوند
نہیں" نیت کی تو ایک رجعی طلاق ہوگی، قلت (میں
کہتا ہوں) اس کلام سے طلاق کا وقوع امام اعظم
رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے اور صاحبین کے نزدیک
نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، اور بکر میں امام کے
قول کو پہلے ذکر کیا ہے، لیکن خلاصہ، خزائن المفتین،
تومیری بیوی نہیں ہے" تو نیت کے باوجود طلاق

فی المتون انت واحداً ويعرف ما ترجمنا
من يعرف الدليل۔

تجھ پر دو، اس میں دو طلاقیں رجعی بحالت نیت پڑیں گی،
فانه مثله بعين الوجه لان الوقوع بطلاق
مضمراً فكان رجعياً ويحتل غيره فتوقف
على النية وعد في البحر من هذا
القسم لست لي بامرأة وما انالك بزوجه،
حيث يقع رجعي ان نوى قلت والوقوع به
مذهب الامام وعندهما لا وان نوى كما في
الخانية وقد قد مقول الامام لكن في الخلاصة
وخزانة المفتين وجواهر الاخلاط و
الهندية في قوله تو نرن من نبي لا يقع و
ان نوى هو المختار، والله تعالى اعلم۔

جواهر الاخلاط اور ہندیہ میں مذکور ہے کہ خاوند نے کہا
تہ ہوگی، یہی مختار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

ان سب میں نیت کی حاجت ہے اگر نیت نہیں تو کچھ نہیں اور ہے تو طلاق رجعی۔ بے وجہ بے سبب طلاق

عہ اصل میں اتنی عبارت اور زائد ہے یہ دو سو بیس الفاظ طلاق ہیں جن میں سے ایک سو تیس سے بائن پڑتی
ہے، نوے سے رجعی۔ دونوں میں ننانوے سے بے نیت، باقی سے منوی، اور ہنوز ہر قسم میں زیادت کو اور
الفاظ باقی اقوال بعد تکمیل الفاظ اضافہ فرمائے گئے لہذا منوی ایک سو پینتالیس، غیر منوی ایک سو آٹھ،
یہ کل دو سو تیرن الفاظ ہیں، ایک سو ساٹھ سے بائن اور ترانوے سے رجعی ۱۲

حامد رضا غفرلہ

۳۰۰/۳

۳۸۶/۱

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

نورانی کتب خانہ پشاور

باب الکنایات

الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة

لے بحر الرائق

لے فتاویٰ ہندیہ

دینا فی نفسہ ناپسندیدہ بلکہ شرعاً مذموم ہے، خصوصاً بائن کہ بے ضرورت محض بدعت و ممنوع ہے۔ عورت کا معاذ اللہ فاحشہ ہونا اگرچہ سب سے بڑھ کر اجازتِ طلاق کی وجہ، مگر بائن کی بھی کار بر آری ممکن کہ طلاق رجعی بطور مسنون دے اور رجعت نہ کرے خود ہی بائن ہو جائے گی وقت طلاق میں بھی یہ خصوصیت ہے کہ زن مدخولہ کو حیض یا نفاس میں طلاق نہ دے مگر خلع وغیرہ جو طلاق مال کے عوض ہو وہ اس حال میں بھی جائز ہے، عورت کی عمر اگر نو برس سے کم ہے یا پچپن تک پہنچ چکی ہو، یا جو آن تو ہوئی مگر حیض کبھی نہ آیا، یا حاملہ ہے تو ایسی عورت کو ایک مہینے میں دو طلاقیں نہ دے، اور جو عورت ان چار کے علاوہ ہے اُسے ایسی پاکی میں نہ دے کہ اس میں یا اُس سے پہلے کے حیض میں یہ اُسے طلاق دے چکا، یا اُن میں یا دھوکے سے دوسرا شخص اُس سے جماع کر چکا ہے، طلاق میں یہ بارہ صورتیں منع ہیں پھر ان سب ممانعتوں کے یہ معنی کہ مرد اُن کے خلاف سے گنہگار ہو گا ورنہ طلاق تو بہر حال پڑ جاتی ہے جب تک عورت پر قیدِ نکاح یا عدت اور مرد کے ہاتھ میں کوئی طلاق باقی ہے،

فتح القدیر میں کتاب الطلاق کے شروع میں ہے 'صحیح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر حاجت ہو تو ممنوع نہیں ہے، مگر حاجت صرف بڑھاپے اور شکوک میں منحصر نہیں ہے اھ ملخصاً۔ رد المحتار میں ہے کہ طلاق کا صرف بڑھاپے یا شکوک کی بنا پر مباح ہونا ضعیف ہے اور جس کو فتح میں صحیح قرار دیا ہے اُس میں اس کی قید نہیں بیان کی، جیسا کہ فقہاء کرام نے مطلقاً حاجت کو بیان کیا ہے، اور ہماری تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ جس کے متعلق مذہب ہونے کا دعویٰ کیا اور جس کی تصحیح فتح میں کی ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اھ، اور اسی میں بجز اور اس نے فتح سے نقل کیا کہ ایک بائنہ طلاق، ظاہر روایت میں بدعی طلاق

فی فتح القدیر اول کتاب الطلاق الاصح
حظرة الا لحاجة غیران الحاجة
لا تقتصر على الكبر والریبة اھ
ملخصاً، فی رد المحتار ان
الضعیف هو عدم اباحتہ الا لکبر او
ریبة والذی صححہ فی الفتح عدم
التقیید بذلك كما هو مقتضى اطلاقهم
الحاجة وبما قررناہ ظہران لا مخالفة
بین ما ادعاه انه المذهب وما
صححہ فی الفتح اھ وفيه عن
البحر عن الفتح الواحدۃ البائنة
بدعیة فی ظاہر الروایة الخ

۳۲۷/۳	نوریہ رضویہ کتب	کتاب الطلاق	فتح القدیر
۴۱۶/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	رد المحتار
۴۱۸/۲	"	"	"

ہے الخ، اور ذکر میں ہے کہ ایک برہمی طلاق ایسے طہر میں جس میں وطی نہ کی ہو فقط وہی احسن طلاق ہے اور غیر موطو نہ بیوی کو اگرچہ حیض کے دوران ایک طلاق اور وطی شدہ کو تین طہروں میں تین طلاقیں متفرق کرنا جن میں وطی نہ ہوئی ہو اور نہ ایسے طہر سے پہلے حیض میں وطی ہو اور نہ طلاق ہو حیض والی کے لئے، اور تین مہینوں میں تین طلاقیں متفرق کرنا جن میں وطی نہ ہوئی ہو اور نہ ایسے طہر سے پہلے حیض میں وطی ہو اور نہ طلاق ہو، حیض والی کے لئے، اور تین مہینوں میں تین طلاقیں متفرق کرنا جس کو حیض نہ آتا ہو، تو ایسی طلاقیں حسن اور سنی ہوں گی۔ اور بوطی، نایا لغہ اور حاملہ کو وطی کے بعد طلاق دینا حلال ہے کیونکہ وطی کے بعد طلاق دینا اس لئے مکروہ ہے کہ حمل ٹھہرنے کا احتمال ہوتا ہے جو کہ جوان حیض والی میں ہو سکتا ہے، اور بدعی طلاق وہ ہے جو ان مذکورہ دو قسموں (احسن اور حسن) کے خلاف ہو، اور حیض میں خلع مکروہ نہیں اور نفاس بھی حیض کا حکم رکھتا ہے اہل ملخصا۔ علامہ شامی نے فرمایا، ماتن کا قول ”وہ طہر جس میں وطی نہ ہو“ کہا، یہ نہ کہا کہ اس خاوند سے وطی نہ ہوئی ہو، یہ اس لئے تاکہ کلام شبہہ سے وطی کو بھی شامل ہو سکے، کیونکہ ایسی صورت میں بھی طلاق بدعی ہوگی جیسا کہ اس پر اسپیحابی نے نص کی ہے۔ اور اس سے معلوم ہوا

في الدرر طلقة رجعية فقط في طهر لا وطئ فيه احسن، وطلقة لغير موطوءة ولو في حيض، ولموطوءة تفرقت الثلث في ثلثة اطهار لا وطئ فيها ولا في حيض قبلها ولا طلاق فيه فيمن تحيض وفي ثلثة اشهر في حق غيرها حسن وسنى، وحل طلاق الأيسة والصغيرة والحامل عقب وطئ لانت الكراهة فيمن تحيض لتوهم الحبل، والبدعى ما خالفهما والخلع في الحيض لا يكره والنفاس كالحيض له ملخصا قال الشامى قوله لا وطاء فيه لم يقل منه، ليدخل في كلامه ما لو وطئت بشبهة، فان طلقها فيه حينئذ بدعى نص عليه الاسبيجافى وبهذا عرف ان كلام المصنف اولى من قول غيره لم يجامعها فيه لكن لا بدان

يقول ولا في حيض قبله ولا طلاق
فيهما ولم يظهر حملها ولم
يكن آيسة ولا صغيرة كما
في البدائع لانه لو
طلقها في طهر وطئها في
حيض قبله كان بد عيا وكذا
لو كان قد طلقها فيه وفي
هذا الطهر لان الجمع بين
تطليقتين في طهر واحد
مكروه عندنا، قوله في
حق غيرها اي في حق
من بلغت بالسن ولم تر
دما او كانت حاملا او صغيرة
لم تبلغ تسع سنين على
المختار او آيسة بلغت
خمسا وخمسين سنة على
الراجح، اما امتدة الطهر
فمن ذوات الاقراء لانها شابة
ما انت الدم فلا يطلقها
للسنة الا واحدة ما لم تدخل
في حد الاياس، قال في
الذخيرة عن المنتقى لا يباس بان

کہ مصنف کی کلام دوسروں کی نسبت اولیٰ ہے
کیونکہ دوسروں نے یوں کہا ہے کہ خاوند نے اس
طہر میں وطی نہ کی ہو، لیکن مصنف کی کلام میں یہ کہنا
بھی ضروری تھا کہ اس طہر سے قبل حیض میں بھی وطی
نہ ہو اور نہ طلاق ہو، اور حمل ظاہر نہ ہو اور بوڑھی اور
نابالغہ نہ ہو جیسا کہ بدائع میں ہے کیونکہ اگر ایسے
طہر میں طلاق دی جس سے قبل حیض میں وطی کی ہو
تو وہ طلاق بدعی ہوگی اگرچہ طہر میں وطی نہ ہو، اور
یوں ہی اگر اس حیض میں طلاق کے بعد طہر میں طلاق
دی ہو کیونکہ ایسی صورت میں ایک طہر میں دو طلاقیں
شمار ہوں گی جو کہ ہمارے ہاں مکروہ ہے۔ اور
ماتن کا قول کہ "اس کے غیر میں" یعنی وہ عورت
حیض کی بجائے عمر کے حساب سے بالغ قرار پائے
اور اس نے کسی حیض کا خون نہ دیکھا اور نہ پایا، یا
عورت حاملہ ہو، یا ایسی نابالغہ جو نو سال سے کم عمر
والی ہو مختار قول کے مطابق، یا آئسہ (وہ عورت جو
پچھن سال کو پہنچ چکی ہو) راجح قول کے مطابق، یا
حیض والی عورتوں میں وہ عورت جس کا طہر دراز
مدت تک ختم نہ ہو، کیونکہ نوجوان عورت جس کو خون
حیض آچکا ہے تو اس کو سنت طلاق صرف ایک
ہی ہوگی جب تک وہ حد ایاس تک نہ پہنچی ہو۔ ذخیرہ
میں منتقی سے منقول ہے: اگر بیوی سے کوئی ناپسندیدہ

لے رد المختار

کتاب الطلاق

دار احیاء التراث العربی بیروت

۲/۲۱۸

۲

۲/۲۱۹

" " "

يخلعها في الحيض اذا ارادى منها
ما يكره اه وكذا الطلاق على ما لا يكره
في الحيض كما صرح به في البحر عن
المعراج والمراد بالخلع ما اذا كان خلعا
بمال، قوله والنفاس كالحيض قال في
البحر ولما كان المنع من الطلاق في
الحيض لتطويل العدة عليها كانت
النفاس مثله جوهره اه ملتقطا - والله
سبحانه وتعالى اعلم بالصواب -

ام محسوس کرے تو حیض کے دوران بھی خلع کرنے میں
کوئی حرج نہیں اور یوں ہی مال کے عوض طلاق
حیض میں دی جائے تو مکروہ نہیں جیسا کہ بحر میں
معراج سے نقل کرتے ہوئے تصریح کی ہے اور
خلع سے مراد وہ ہے جو مال کے عوض ہو۔ مانتن
کا قول کہ "نفاس، حیض کی طرح ہے" بحر میں
فرمایا کہ حیض میں طلاق عورت کی عدت کو طوالت سے
بچانے کی وجہ سے ممنوع ہے تو نفاس میں یہی
بات ہے اس لئے یہ بھی حیض کی طرح ہے، اور
(رد المحتار کی تمام عبارت، ملتقطا) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فہرست الفاظ طلاق

ان سب صورتوں میں اگر طلاق کی نیت ہو طلاق بائن پڑ جائے گی

نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ	نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ
۱	جا	۵۱۵	۱۱	سرک	۵۱۵
۲	بکل	"	۱۲	جگہ چھوڑ	"
۳	چل	"	۱۳	گھر خالی کر	"
۴	روانہ ہو	"	۱۴	دور ہو	"
۵	اٹھ	"	۱۵	چل دور	"
۶	کھڑی ہو	"	۱۶	اے خالی	"
۷	پردہ کر	"	۱۷	اے بری	"
۸	دوپٹہ اورٹھ	"	۱۸	اے جدا	"
۹	نقاب ڈال	"	۱۹	تو جدا ہے	"
۱۰	ہٹ	"	۲۰	تو مجھ سے جدا ہے	"

صفحہ	الفاظِ طلاق	نمبر شمار	صفحہ	الفاظِ طلاق	نمبر شمار
۵۱۵	تشریف کا ٹوکرا لے جائیے	۴۰	۵۱۵	میں نے تجھے بے قید کیا	۲۱
"	جہاں سینک سمائے جا	۴۱	"	میں نے تجھ سے مفارقت کی	۲۲
"	اپنا مانگ کھا	۴۲	۵۱۶	رستہ ناپ	۲۳
"	بہت ہو چکی اب مہربانی فرمائیے	۴۳	"	اپنی راہ لے	۲۴
"	اے بے علاقہ	۴۴	"	کالا منہ کر	۲۵
"	منہ چھپا	۴۵	"	خال دکھا	۲۶
"	جہنم میں جا	۴۶	"	چلتی بن	۲۷
"	چو لکھے میں جا	۴۷	"	چلتی نظر آ	۲۸
"	بھاڑ میں پڑ	۴۸	"	دفع ہو	۲۹
"	میرے پاس سے چل	۴۹	"	دال فی عین ہو	۳۰
"	اپنی مراد پر فہم نہ ہو	۵۰	"	رفو چپکر ہو	۳۱
"	میں نے نکاح فسخ کیا	۵۱	"	پنجر خالی کر	۳۲
"	تو مجھ پر مثل مردار	۵۲	"	ہٹ کے ہٹ	۳۳
"	یا مثل سوئر	۵۳	"	اپنی صورت گما	۳۴
"	یا مثل شراب کے ہے	۵۴	"	بستر اٹھا	۳۵
۵۱۷	تو مثل میری ماں	۵۵	"	اپنا سو جھتا دیکھ	۳۶
"	یا بہن	۵۶	"	اپنی گٹھری باندھ	۳۷
"	یا بیٹی کے ہے	۵۷	"	اپنی نجاست الگ پھیلا	۳۸
"	تو خلاص ہے	۵۸	"	تشریف لے جائیے	۳۹

ع۱ نہ مثل بھنگ یا افیون یا مال فلاں یا زوجہ فلاں کے۔
 ع۲ یوں کہا تو ماں بیٹی ہے، تو گناہ کے سوا کچھ نہیں۔

نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ	نمبر شمار	الفاظ طلاق	نمبر شمار
۵۱۸	تیری رسی چھوڑ دی	۵۱۷	۷۹	تیری گلو خلاصی ہوئی	۵۹
"	تیری لگام اتاری	"	۸۰	تو خالص ہوئی	۶۰
"	اپنے رفیقوں سے جا مل	"	۸۱	حلالِ خدا	۶۱
۵۱۹	مجھے تجھ پر کچھ اختیار نہیں	"	۸۲	یا حلالِ مسلماناں	۶۲
"	خاوند تلاش کر	"	۸۳	یا ہر حلال مجھ پر حرام	۶۳
۵۲۰	میں تجھ سے جدا ہوں یا ہوا	"	۸۴	تو میرے ساتھ حرام میں ہے	۶۴
"	میں نے تجھے جدا کر دیا	"	۸۵	میں نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا	۶۵
"	میں نے تجھ سے جدائی کی	۵۱۸	۸۶	میں تجھ سے باز آیا	۶۶
"	تو خود مختار ہے	"	۸۷	میں تجھ سے درگزر	۶۷
"	تو آزاد ہے	"	۸۸	تو میرے کام کی نہیں	۶۸
۵۲۱	مجھ میں تجھ میں نکاح نہیں	"	۸۹	میرے مطلب کی نہیں	۶۹
"	مجھ میں تجھ میں نکاح باقی نہ رہا	"	۹۰	میرے مصرف کی نہیں	۷۰
"	میں نے تجھے تیرے گھر والوں سے	"	۹۱	مجھے تجھ پر کوئی راہ نہیں	۷۱
"	یا باپ	"	۹۲	کچھ قابو نہیں	۷۲
"	یا ماں	"	۹۳	ملک نہیں	۷۳
"	یا خاوندوں کو دیا	"	۹۴	میں نے تیری راہ خالی کر دی	۷۴
"	یا خود تجھ کو دے ڈالا	"	۹۵	تو میری ملک سے نکل گئی	۷۵
"	مجھ میں تجھ میں کچھ معاملہ نہ رہا	"	۹۶	میں نے تجھ سے خلع کیا	۷۶
"	میں تیرے نکاح سے بڑی ہوں	"	۹۷	اپنے میکے بیٹھ	۷۷
"	بزار ہوں	"	۹۸	تیری باگ ڈھیلی کی	۷۸

۱۔ اگرچہ کسی عوض کا ذکر نہ کرے اور عورت کے اس کہنے کی بھی حاجت نہیں کہ میں نے خرید۔

۲۔ فقط میں جدا ہوں یا ہوا کافی نہیں اگرچہ بہ نیت طلاق کہے۔

۳۔ کیا میں نے تجھے تیرے بھائی یا ماموں یا چچا یا کسی اجنبی کو دے دیا تو کچھ نہیں۔

۴۔ مجھ میں تجھ میں کچھ نہ رہا سے کچھ نہیں اگرچہ نیت کرے۔

مسئلہ ۲۶۹ از کانپور محلہ فرانش خانہ عقب آبکاری سڑک جدید متصل کوڑہ گھر مکان حافظ زبیر حسن

۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

مرسلہ مولوی سید سعید الحسن صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مستماتہ ہندہ نے اپنے شوہر زید کو بذریعہ خط یہ لکھا کہ تم مجھ کو فارغ خطی دے دو اور اس زوجہ ہندہ کے لکھنے پر شوہر زید نے یہ لکھ دیا کہ میری طرف سے تین مرتبہ فارغ خطی ہے مجھ کو تم سے کچھ مطلب نہیں جو تمہارا جی چاہے وہ کرو، تو اب اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہ؟ اور مستماتہ ہندہ کو اب کیا کرنا چاہئے؟ شوہر زید کے پاس جانا درست ہے یا نہ؟ اگر جائے تو کیا ہے؟ بیتوا فی الکتاب توجرو ایوم الحساب۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں تین طلاقیں ہو گئیں، زید کے پاس اُسے جانا حرام محض ہے، بے حلالے کے زید سے نکاح نہیں ہو سکتا،

خاوند کی طرف سے بیوی کے لئے اس لفظ کا استعمال صرف طلاق کے معنی میں ہوتا ہے اور اس سے مراد اور فہم یہی ہوتا ہے، لہذا یہ لفظ صریح ہے جس میں نیت کی محتاجی نہیں ہے کیونکہ جیسے یہاں بیوی کے سوال کے جواب میں مذکور ہو تو اس سے رد کا احتمال نہیں ہوتا، جیسا کہ محقق نہیں ہے (ت)

فان هذا اللفظ من الرجل لامرأته لا يستعمل الا في معنى الطلاق ولا يراد ولا يفهم منه الا هذا فكان من الصريح الذي لا يحتاج الى النية لانه حيث يقع جوابا لسؤالها كما ههنا فانه لا يحتمل الرد كما لا يخفى۔

ردالمحتار میں ہے،

جو لفظ صرف طلاق میں استعمال ہو وہ صریح ہوتا ہے جس میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی، اور جو لفظ طلاق اور غیر طلاق میں استعمال ہو تو اس کا حکم تمام احکام میں عربی کنایہ جیسا ہوتا ہے، بحر۔ (ت)

فلا يستعمل فيها الا في الطلاق فهو صريح يقع بلا نية وما استعمل فيما استعمال الطلاق وغيره فحكمه حكم كنايات العربية في جميع الاحكام، بحر۔

اسی طرح عالمگیریہ میں بدائع سے ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

اور صحیح یہ ہے کہ طلاق لے طلاق صریح ہے، محیط پھر ہندیہ میں ہے؛

لو قال لها واد طلاق يقع من غيرنية وهو الاشبه
لان قوله وار في العادة ، وقوله خذ سواء
ولو قال لها خذي طلاقك يقع من غيرنية
كذا ههنا كذا في المحيط ملخصاً۔

دونوں مساوی ہیں، اور اگر خاوند کے "لے طلاق پکڑ" تو بغیر نیت طلاق ہو جاتی ہے، تو یہاں بھی ایسے ہی ہوگا جیسا کہ محیط میں ہے۔ ملخصاً (ت)

اور دوبارہ لفظ کے طلاق جدید ہوگا نہ تاکید، اشباہ میں ہے؛

التأسيس خير من التاكيد فاذا وار اللفظ
بينهما تعين الحمل على التأسيس ولذا
قال اصحابنا رحمهم الله تعالى لو قال لزوجته
انت طالق طالق طالق طلقت ثلاثاً، والله
تعالى اعلم۔

تأسيس یعنی نیا فائدہ، تاکید سے بہتر ہے، لہذا جب کوئی لفظ تأسيس اور تاکید دونوں کا احتمال رکھے تو اس کو تأسيس پر محمول کرنا متعین ہوگا، اس لئے ہمارے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر خاوند نے لفظ طلاق کو تین مرتبہ دہرایا تو تین طلاقیں ہوں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۷۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

اگر خط مذکور میں "لے" کا لفظ مکرر نہ ہوتا تو ہوتا کہ فارغ خطی لے تو بقیہ الفاظ کی وجہ سے تین طلاقیں ہوتیں یا کیا حکم تھا؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب

خط لکھنے اور پہنچنے کے احکام وہی ہیں جو گزرے اور اگر اس میں خط پہنچنے پر طلاق لکھی تھی اور وہ نہ پہنچا تو دو طلاقیں بائن ہوتیں، تو اگر اس نے اس لفظ سے کہ "تو میرے کام کی نہیں" طلاق کی نیت کی تو ایک اس سے وانما احتاج الى التية مع ان الحال حال المذكرة كما ذكره مسنداً کا حوالہ ہے) ہونے کے باوجود نیت کا محتاج ہوگا

لے فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع في الطلاق بالالفاظ الفارسية نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۲/۱
لے الاشباہ والنظائر التأسيس خير من التاكيد ادارة القرآن کراچی ۱۸۱/۱

الى كتاب ابیها لانه یحتمل السب كما حققناه
 فی جد المتار والمحالة حالة الغضب فلا
 تجعله المذاكرة غنیا من النية كما حققناه
 فيه مستفتین اور دوسری فارغ خطی لے سے
 لانه رجعی صریح فیلحق البائن
 اما قوله حرام ہو چکی فهو وان صار صریحا
 بالعرف لا یلحق البائن علی ما فی الحلبي ثم
 الشامی حیث قال ولا یورد انت علی حرام علی
 المفتی به من عدم توقفه علی النية مع انه
 لا یلحق البائن ولا یلحقه البائن
 لكونه بائنا لمان عدم توقفه علی
 النية امر عرض له لا یحسب اصل
 وضعه اهـ۔

کیونکہ یہ لفظ ڈانٹ کا بھی احتمال رکھتا ہے۔
 ہم جد المتار میں تحقیق کر چکے ہیں جبکہ یہاں حالت غصہ
 ہے، اس لئے مذاکرۃ طلاق یہاں نیت سے مستغنی نہیں
 کر سکتا، جیسا کہ ہم نے فتح القدر سے ان کو استناد کر کے
 تحقیق کی ہے، اور دوسری (طلاق) یہ کہنے سے کہ
 ”فارغ خطی لے“ کیونکہ صریح رجعی طلاق ہے تو بائن کو
 لائق ہوگی لیکن خاوند کا کہنا ”حرام ہو چکی ہے“ یہ لفظ
 اگرچہ عرف کی بنا پر صریح طلاق بن چکا ہے لیکن بائن
 کو لائق نہ ہوگی حلبي اور پھر شامی کے بیان پر گناہ
 تو مجھ پر حرام ہے“ سے اعتراض نہ ہوگا جیسا کہ مفتی بہ
 قول پر یہ نیت پر موقوف نہیں ہے (یعنی صریح طلاق
 ہے) حالانکہ نہ بائن اس کو لائق ہو سکتی اور نہ ہی
 یہ بائن کو لائق ہو سکتی ہے، کیونکہ ایسی بائن ہے جو
 نیت پر موقوف نہیں ہے، اور اس کا نیت پر موقوف نہ ہونا (یعنی صریح ہونا) عارضہ کی بنا پر ہے اپنے اصل
 کے اعتبار سے نہیں (ت)

أقول والوجه فيه انه یمكن جعله اخبارا فلا ضرورة جعله انشاء (میں کہتا ہوں،
 اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس کو قبل ازیں طلاق سے حکایت اور خبر قرار دیا جاسکتا ہے اس لئے اس کو
 انشاء قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ت) اور اگر اس لفظ سے کہ ”تومیرے کام کی نہیں“ اس نے
 نیت طلاق کی تو ایک حرام سے ہو چکی اور دوسری فارغ خطی سے بہر حال باقی الفاظ سے کچھ نہ پڑے گی،
 لان کل ما بعدہ کنایات بوائن
 فلا تلحق البائن واللفظ الشافی
 وان كان الواقع به رجعیاً قد صار
 بلحقه البائن بائنا فلا تلحقه

کیونکہ اس کے بعد تمام الفاظ بائن طلاق والے ہیں
 لہذا وہ بائن کو لائق نہ ہوں گے، اور دوسرے لفظ
 اگرچہ اس سے رجعی طلاق ہوتی مگر اس کو بائن
 لائق ہونے پر وہ بائن ہو گئی اس لئے اس کو

کناہہ بائن لا مکان جعله اخبار ابل لمحوقہ
 بالثانی لمحوقہ بالاول وقد کان بائنا فیمتنم کلہ
 کما بیناہ فی جد المتار،
 اول کو لمحوق قرار دیا جائے گا جبکہ یہ بائنہ ہے لہذا اس کے بعد والی تمام بائنہ ممنوع ہوں گی جیسا کہ ہم نے
 جد المتار میں بیان کیا ہے۔ (ت)

اور اگر وہ خط اس نے لکھا ہی نہ تھا تو تین طلاقیں ہونا چاہتے
 لان اقرارہ بتقدیم فارغ غخطی اقرارہ بالطلاق،
 فیکون طلاقاً قضاءً والباقیان باللفظین
 المذکورین هذا ما ظہری والعلہ بالحق
 عند ربی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیونکہ اس کا "فارغ غخطی" کے بارے میں پہلے ہونے
 کا اقرار، طلاق کا اقرار ہے تو یہ قضائاً طلاق ہوگی اور
 باقی دو طلاقیں مذکورہ دو لفظوں سے ہو جائیں گی،
 مجھے یہ معلوم ہوا جبکہ حقیقت کا علم میرے رب کے
 پاس ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۴ شعبان ۱۳۱۲ھ

مسئلہ از مرزا پور کلکتہ مرسلہ عبدالغفور خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجھ میں اور میری بی بی میں تکرار ہوئی اُس کو مار پیٹ کیا جس
 گھر میں وہ تھی اُس گھر میں سے ہم باہر نکل آئے اپنے کارخانہ میں بیٹھے ہوئے لڑکے نے جو دوسری بیوی سے
 ہے ہم سے کہا کہ اُس کو چھوڑ دو ہم جو پیدا کریں گے تم کو دیں گے، تو ہم نے کہا تم کہتے ہو تو ہم اُس کو مانگتا نہیں
 دو مرتبہ کہا ہم اُس کو مانگتا نہیں مانگتا نہیں، بیٹے نے کہا تم اس کو فارغ غخطی دے دو، ہم نے کہا تم کو
 اختیار ہے، لڑکا ہمارا فارغ غخطی لکھ کر لایا یا لکھوا لایا ہم نے اُس کو پڑھوایا نہیں، دستخط اس پر کر دئے،
 فارغ غخطی زبان بنگلہ میں ہے بجنسہ بلف ہذا مرسل ہے، اس صورت میں طلاق ہوایا نہیں؟ اب عورت چاہتی
 ہے کہ بے حلالہ کے نکاح ہو جائے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

بلاشبہ جائز ہے، حلالہ کی اصلاً ضرورت نہیں، اس سوال کے ساتھ زبان و خط بنگلہ میں دو کاغذ
 آئے، ایک از جانب زوجہ جس میں شوہر سے مہر و طلاق پانے کا ذکر ہے، دوسرا از جانب شوہر جس کا ترجمہ
 چند معتبر مسلمان بنگالی طلبہ علم نے یہ کیا (میں عبدالغفور خاں ساکن کلکتہ مرزا پور، طلاق یہ ہے کہ
 شاہد النساء کو ساڑھے تین روپے دین مہر مطابق شریعت دین محمدی کے نکاح کیا، اس وقت راضی سے
 مہر ادا کر کے طلاق بائنہ دی۔ راقم عبدالغفور خاں) عبدالغفور کا دو خواہ دس بار کہنا ہم اس کو مانگتا نہیں

مانگتا نہیں، یہ تو محض بے اثر تھا کہ اس کے معنی نفی خواہش و طلب و ارادہ ہے اور ان کی نفی سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیتِ طلاق کہے،

ہندیہ میں ہے: جب خاوند نے کہا، میں تجھے نہیں چاہتا، یا، میں تجھے پسند نہیں کرتا، میں تیری خواہش نہیں کرتا، یا، مجھے رغبت نہیں، ان الفاظ سے طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت ہو، یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے، بحر الرائق میں یونہی ہے۔ (د ت)

فی الہندیۃ اذا قال لا اريدك، او لا احبك، او لا اشتھيك، او لا سغبۃ لی فیک، فانه لا یقع وان نوى فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کذا فی البحرائق۔

اور فارغ خطی کی اصل وضع اُس کاغذ کے لئے ہے جو دیون کو بابت بے باقی و برأت ذمہ لکھ کر دیا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اب اس پر کچھ مطالبہ نہ رہا، یہ لفظ جب عورت کی طرف نسبت کیا جائے تو اُس سے مراد عورت کو لکھ دینا ہوتا ہے کہ وہ اُس کے مطالبہ و حقوق نکاح سے بری ہوئی جس کا حاصل طلاق نامہ بائن تحریری تھی

اس کے علاوہ یہ حقیقت عرفیہ ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ خود ظاہر ہے اگرچہ کوئی دوسری چیز اس کو ظاہر نہ کرے۔ (د ت)

علاوہ انہ هو الحقیقۃ العرفیۃ کما علمت فہو ظاہر بنفسہ وان لم یکن هناك مظہرہ۔

پیر عبدالغفور خاں نے جبکہ اُس سے فارغ خطی دینے کی درخواست کی اور اس نے کہا تم کو اختیار ہے تو یہ طلاق بائن تحریری کا اُسے اختیار دینا ہوا، مرد جسے اپنی عورت کی طلاق کا اختیار دے اُس میں حکم یہ ہے کہ وہ اختیار اُسی جلسہ تک باقی رہتا ہے اگر وہ شخص بلا ضرورت خواہ کسی ایسی ضرورت کیلئے جو اس کا رطلاق سے متعلق نہ تھی اٹھ جائے یا وہیں بیٹھا کسی اور کام بلکہ بے علاقہ کلام میں مشغول ہو جائے تو وہ اختیار زائل ہو جاتا ہے،

اگر کسی اجنبی کو کہا، کہ، میری بیوی کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے، تو اختیار اسی مجلس کے لئے ہوگا اور رجوع کا اختیار نہ ہوگا اور اسی میں خانیہ

نورانی کتب خانہ پشاور
۳۷۵ / ۱
۳۹۳ / ۱

فی الہندیۃ عن المخلصۃ عن الصغری
لو قال لاجنبی امرأتی بیدک،
یقتصر علی المجلس ولا یملک الرجوع اھو فیہا
لے فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکلیات
لے " " الفصل الثانی فی الامر بالیہ

سے منقول ہے، اگر خاوند نے دوسرے کو طلاق کا اختیار دیتے ہوئے کہا "تو میری بیوی کو طلاق دے"، تو یہ اختیار اسی مجلس کے لئے ہوگا الخ اور درمختار میں ہے اگر خاوند نے دوسرے کو کہا "تو میری بیوی کو طلاق دے" اگر اجنبی نے اس اختیار سے طلاق دے دی تو رجعی ہوگی، انہوں نے اس اختیار کو صرف مجلس کے لئے نہیں کہا اور کہا یہ توکیل ہے اور اگر تیری مرضی ہو تو میری بیوی کو طلاق کہا تو پھر تملیک ہوگی، اور وکیل بنانا اور مالک بنانا ان دونوں باتوں میں پانچ فرق ہیں، مالک بنانے پر اختیار کو واپس نہیں لے سکتا اور نہ ہی اسے معزول کر سکتا ہے اور یہ اختیار مجلس کے لئے ہی ہوگا الخ ملخصاً۔ ردالمحتار میں ہے کہ مجلس

عن الخانیة لوقال لغيره طلق امرأتی فقد جعلت ذلك اليك فهو تفويض يقتصر الى المجلس الخ وفي الدر المختار في قوله لاجنبی طلق امرأتی يصح رجوعه عنه ولم يقيد بالمجلس لانه توکیل الا اذا علقه بالشيئة فيصير تليكا والفرق بينهما في خمسة احكام ففي التملك لا يرجع ولا يعزل ويتقيد بمجلس الخ ملخصاً، وفي ردالمختار عن الفتح المبدل للمجلس ما يكون قطعاً للكلام الاول وافاضة في غيره الخ وفيه الاصح انه لا بد ان يكون مع القيام دليل الاعراض اه وفيه الكلام الاجنبی دليل الاعراض اه۔

کی تبدیلی ایسی چیز سے ہوگی جو پہلی بات کو منقطع کر دے اور دوسرے کام میں مصروف کر دے الخ۔ اور اسی میں ہے مجلس سے کھڑا ہو جانا اس میں اعراض کے لئے دلیل بھی ہونی ضروری ہے، اسی میں ہے پہلی بات سے ہٹ کر کوئی اجنبی بات کرنا اعراض کی دلیل ہے (ت)

الفاظ سوال یہ ہیں کہ فارغ خطی لکھ کر لایا یا لکھوایا جس سے ظاہر کہ لپسر نے اسی جگہ فارغ خطی نہ لکھی بلکہ وہاں سے اٹھ کر جانے کے بعد تحریر ہوئی، اب اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ کاغذ مذکور کو لپسر نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور اُس سے پہلے کسی غیر کام میں مصروف نہ ہوا، یہ اٹھ کر جانا بضرورت قلم یا دوات یا کاغذ لینے کے تھا کہ یہ اشارہ وہاں موجود نہ تھیں جب تو یہ تحریر اسی اختیار کی بنا پر واقع ہوئی اور لپسر کے لکھتے ہی شاہد النساء پر ایک طلاق

۳۹۳/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل الثانی فی الامر بالید	۱۰ فتاویٰ ہندیہ
۲۲۷/۱	مطبع مجتہائی دہلی	باب تفویض الطلاق	۱۱ درمختار
۴۷۸/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	" " "	۱۲ ردالمختار
۴۷۷/۲	" " "	" " "	۱۳ " "
			۱۴ ایضاً

بائن پڑ گئی، عبدالغفور خاں کا اُس تحریر کو پڑھنا سُننا کچھ ضرور نہ تھا،

فانه انما عمل بموجب التفويض والمفوض
ملك والمملك يعمل بمشيئة نفسه من
دون توقف على رضا المملك بالكسر حتى لو
رجع بعد ما ملك لم يملك الرجوع كما
تقدم۔

کیونکہ اس نے تفویض کے مطابق عمل کیا ہے اور
جس کو تفویض کیا گیا ہو وہ مالک بنا دیا جاتا ہے اور
جس کو مالک بنایا گیا ہو وہ اپنی مرضی سے عمل کرتا ہے
اور مالک بنانے والے کی مرضی پر موقوف نہیں رہتا
حتیٰ کہ جب کسی کو مالک بنا دیا تو اب مالک بنا نیوالا
واپس لینے کا مالک نہیں رہتا، جیسا کہ پہلے گزرا۔ (ت)

اور اگر یہ اٹھ کر جانا بے ضرورت یا ضرورت تحریر سے جدا کسی اور غرض کے لئے تھا یا وہ تحریر اس نے کسی
اور سے لکھوائی تو ان صورتوں میں اُس اختیار کی بنا پر نہ ہو بلکہ ایک فضول و اجنبی کا لکھنا تھا،

جس کو کوئی اختیار سونپا جائے تو اجنبی شخص سے دخل
کی وجہ سے بھی اجنبی ہو جاتا ہے کیونکہ مالک نے اس کو
طلاق دینے کا اختیار سونپا ہے نہ کہ دوسرے کو وکیل
بنانے کا اختیار سونپا، جس طرح وکیل بالطلاق دوسرے
کو وکیل بنانے کا مجاز نہیں اور نہ ہی وہ دوسرے کے

فان المفوض اليه بفصل اجنبى يصير
اجنبيا، وهو انما فوض اليه التطبيق دون
التوكيل كما ان الوكيل بالطلاق لا يملك
ان يوكل غيره او يجيز ما فعل غيره كما نص
عليه في الاقروى من الخانية۔

عمل کو اس میں جائز کر سکتا ہے جیسا کہ القروى نے خانیہ سے نقل میں اس کی تصریح کی ہے۔ (ت)

اور فضولی شخص جسے شوہر کی طرف سے امر یا اذن تحریر نہیں یا نہ رہا وہ اگر عورت کی طلاق لکھ لائے تو
اُس کا نفاذ اجازت شوہر پر موقوف رہتا ہے اگر وہ اس کے مضمون پر مطلع ہو کہ اُس تحریر کو نافذ کر دے مثلاً
صراحتاً کہہ دے کہ میں نے جائز کیا یا اجازت دی یا نفاذ دیا کوئی فعل ایسا کرے جو نافذ کرنے پر دلیل ہو
مثلاً اُس پر اپنے دستخط کر دے یا اپنی طرف سے عورت کے پاس روانہ کرے یا بھیجے کہے تو وہ تحریر نافذ
ہو جاتی اور گویا خود شوہر کی تحریر قرار پاتی ہے ورنہ نہیں،

بزازیہ میں اجازت کے مسائل سے تھوڑا پہلے ہے کہ
زوج کے غیر نے طلاق نامہ لکھا اور پھر اس کو خاوند پر
پڑھا تو خاوند نے لے کر اس پر مہر لگائی یا دوسرے
کسی شخص کو کہا یہ طلاق نامہ میری بیوی کو جا کر دے،
تو یہ کارروائی ایسے ہی ہوگی جیسے خاوند نے خود

في البزازية قبيل مسائل المجاناة كتب
غير الزوج كتاب الطلاق وقراه
على الزوج فاخذة وختم عليه
او قال لرجل ابعث هذا الكتاب
اليها فهذا بمنزلة كتابته

بنفسه اھ، ومثله فی الخلاصة قلت ولعل
هذا هو محمل ما فی الهندیة عن المحیط
عن المنتقی فی رد المحتار عن التاترخانیة
ان کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ
بنفسه لایقع الطلاق به اذ الم یقر انه
کتابه اھ فان الاقرار کما یكون صریحا
فکذلک دلالة۔

طلاق نامہ لکھا ہوا ہے، اور خلاصہ میں بھی ایسا ہے قلت
(میں کہتا ہوں) ہندیہ میں محیط سے اور انھوں نے
منتقی سے اور رد المحتار میں تاترخانیہ سے جو ذکر کیا کہ
جو طلاق نامہ خاوند نے خود نہ لکھا نہ لکھوایا تو اس سے
طلاق نہ ہوگی تا وقتیکہ خاوند اس تحریر کی تصدیق نہ کر دے
کہ یہ میری کارروائی ہے، تو بزازیہ کی مذکورہ عبارت
کا محمل بھی یہی ہے کیونکہ جس طرح اقرار صراحتاً ہوتا ہے
یونہی دلالت بھی ہو سکتا ہے (ت)

اور پڑھا ہر کہ تنفیذ کے لئے صرف مضمون پر مطلع ہونا درکار ہے اور وہ اس میں منحصر نہیں کہ حرف بحرف اسے پڑھا کر سنے
بلکہ آپ پڑھ لے یا دیکھ لے یا دوسرا پڑھ دے یا اس کا خلاصہ مضمون بتا دے ہر طرح حاصل ہے۔

تو بزازیہ کا قول کہ ”خاوند پڑھے اور سناے“ قید
نہیں ہے بلکہ خاوند کو طلاق نامہ کی تحریر پر اطلاع کی
ایک صورت ہے کیونکہ خاوند کے علم کے بغیر اس کی طرف
سے کارروائی بے معنی ہے (ت)

فقول البزازیة قرأه على الزوج غير قید بل
تصویر لا اطلاع الزوج علی ما فیہ فانه لا معنی لتنفیذ
مالایداری۔

اشباہ میں ہے :

فتح القدر میں فرمایا : اس کی صورت یہ ہے کہ مرد عورت
کو خط لکھے اور اس نکاح کے پیغام کو کوئی لے جا کر
عورت کو پیش کرے، عورت گواہوں کو حاضر کر کے
انھیں خط سناے اور پھر یوں کہے کہ میں نے فلاں سے
اپنا نکاح کیا، یا یوں کہے کہ فلاں نے مجھے منگنی کا
پیغام لکھا ہے تو تم گواہ بن جاؤ کہ میں نے اپنا نکاح
اس سے کر دیا ہے۔ لیکن اگر عورت نکاح کا پیغام

قال فی فتح القدر و صورته ان یکتب
الیها بخطها فاذا بلغها الکتاب
احضرت الشهود و قرأتہ علیہم و قالت
نزوجت نفسی منه ، او تقول
ان فلانا کتب الی یخطبنی
فاشهد و انی قد زوجت نفسی
منہ ، اما لو لم تقل

۱۸۵/۴ نوری کتب خانہ پشاور نوع آخر فی التوکیل والکتابۃ
۳۷۹/۱ " " " الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ
لے فتاویٰ بزازیہ علی ہامش ہندیہ
لے فتاویٰ ہندیہ

بحضرتہم سوی زوجت نفسی من فلان
لا ینعقد لان سماع الشطین شرط باسماہم
الکتاب او التعبیر عنہ منہا قد سمعوا
الشطین بخلاف ما اذا التقیاً

سنائے بغیر مجلس میں موجود گواہوں کو صرف یہ کہے کہ
میں نے اپنا نکاح فلاں سے کر دیا ہے تو نکاح نہ ہوگا
کیونکہ گواہوں کا ایجاب اور قبول دونوں باتوں کو
ایک مجلس میں سنا ضروری ہے، تو عورت کا

گواہوں کو منگنی کا خط سنانا یا منگنی کو فلاں کی طرف سے ذکر کرنا، اور پھر اپنی طرف سے قبولیت کو ذکر کرنے سے
نکاح کے دونوں رکن گواہوں نے ایک مجلس میں سن لئے، اس کے برخلاف اگر یہ چیز منقطع ہو تو نکاح نہ ہوگا۔
اور بلاشبہ قاعدہ عامہ یہی ہے کہ جو شخص کوئی کاغذ لائے اور دوسرے سے اُس پر دستخط یا
مہر کرائے تو اگر وہ حرف بجز پڑھ کر نہ سنائے گا تو حاصل مضمون ضرور بتائے گا یا وہ نہ بتائے تو یہ مہر
کرنے والا پوچھ لے گا کہ اس میں کیا لکھا ہے پس اگر ایسا ہی ہوا اور عبد الغفور خاں نے اُس کے مضمون
پر مطلع ہو کر مہر کی تو اب وقت مہر سے شاہد النساء پر طلاق پڑ گئی اور شاید اس کے خلاف ہی واقع ہوا
اور بے اطلاع مضمون مہر کر دی تو البتہ طلاق نہ ہوئی، بالجملہ اگر یہ کھلی صورت واقع ہے جب تو شاہد النساء
بدستور نکاح نکاح عبد الغفور خاں میں ہے اور اگر وہ پہلی دو صورتیں واقع ہوئیں تو ایک صورت پر
تکریر پس اور دوسری صورت پر مہر کرنے کے وقت طلاق پڑی بہر حال ایک طلاق سے زائد نہ ہوئی اگر
اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا تھا تو بے تکلف اس سے نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی کچھ حاجت
نہیں، هذا کله ما ظہر للعبد الضعیف والعلم بالحق عند الخبیر اللطیف (یہ تمام وہ ہے
جو اس عبد ضعیف (مصنف) پر ظاہر ہوا، جبکہ حقیقت کا علم علیم خبیر کے پاس ہے۔ ت) واللہ
تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۳ از مانگروں بندر کاٹھیا واڑ تانی باری مرسلہ فتح محمد بن نور محمد جمعدار

۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

حضرت قبلہ گاہ مولانا صاحب سلم اللہ تعالیٰ از جانب مانگروں بندر فدوی خاکسار فتح محمد بن نور محمد
جمعدار کے از حد آداب و تسلیمات کے واضح ہو کہ میں نے میری عورت کو پڑوسی کے ساتھ تکرار کرنے میں منع
کرنے سے نہ ماننے کے سبب غصہ میں طلاق فارقی لکھ کے اُس کی والدہ کے اُس کو فارقی بھیج دی، پھر
بہت چھٹایا، اور ایک بچہ بھی صغیر برس روز کا ساتھ ہے اُس کے بعد دونوں کو تڑپ بے حد ہے

وہ رات روز رو رہے ہیں اور فارقتی لکھ کے دی ہے اور منہ سے کچھ بھی نہیں کہا ہے، آخر اسی کے رونے پر اور میرا بچہ چھوٹا سا تھا ہونے پر پھر گھر میں لانے کا خیال کیا ہے ہمارے یہاں کے عالموں میں مولوی احمد سے دریافت کیا تو فرماتے ہیں کہ سوا حلالہ کے درست نہیں ہو سکتی اور مولوی محمد انتقال کر گئے اب آپ اس میں جو حکم فرمائیے سو کیا جائے گا۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے اپنی زوجہ کو بیاعت کسی منازعت کے حالت غصہ میں اُس کے والدین کے گھر جانے کے بعد ایک ورقہ میں مہم بلا عد و لفظ طلاق کے یوں لکھا کہ طلاق دے کر فارقتی دیتا ہوں، جواب بحوالہ کتب مرحمت فرمائیں۔

الجواب

صوۃ مستفسرہ میں دو طلاقیں ہو گئیں، حلالہ کی کوئی حاجت نہیں، اگر اس طلاق کے بعد عدت گزار گئی ہے یعنی تین حیض شروع ہو کر ختم ہو گئے جب تو عورت کی رضامندی سے اُس کے ساتھ نکاح کر لے اور اگر عدت باقی ہے تو دو صورتیں ہیں اگر فارغ غلطی دینا وہاں کے محاورہ میں طلاق کے الفاظ صریح سے سمجھا جاتا ہے جیسا کہ یہاں کی بعض اقوام میں ہے کہ عورت کی نسبت اس کے کہنے سے طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے جب تو دو طلاقیں رجعی ہوئیں کہ عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے مثلاً زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھر لیا وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی بشرطیکہ اس سے پہلے کبھی ایک طلاق نہ دے چکا ہو ورنہ بیشک تین ہو گئیں اور اب بے حلالہ جائز نہیں اور اگر یہ لفظ وہاں صریح نہیں سمجھا جاتا تو دو طلاقیں بائن ہوئیں عورت نکاح سے نکل گئی مگر اُس کی رضا کے ساتھ دوبارہ اُس سے نکاح کر سکتا ہے خواہ عدت گزری ہو یا نہیں اسی شرط پر کہ اس سے پہلے کوئی طلاق نہ دی ہو یہ سب اُس صورت میں کہ فارغ غلطی سے اُس نے وہ کاغذ مراد نہ رکھا ہو اور اگر یہ مقصود ہے کہ طلاق دے کر یہ اُس کی سند بھیجتا ہوں تو اس صورت میں ایک ہی طلاق رجعی ہوگی کہ عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے جب کہ پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از دفتر مدرسہ رحمانیہ سلی بھیت مرسلہ مولوی فضل حق صاحب ۸ اشوال ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور اُس کے کسمسرا بیوں میں رنجش کے ساتھ گفتگو ہو رہی تھی اس درمیان میں ہندہ جو زوجہ زید تھی اس کے چھوڑ دینے کی بات چھڑ گئی اور زید سے کہا گیا کہ اس روز روز کے جھگڑے سے چھوڑ دو، زید نے کہا تم کل چھڑاتی ہو میں ابھی چھوڑتا ہوں۔ اس اخیر جملہ کی تین بار یا اس سے زیادہ تکرار کی ہندہ پر طلاق ہوئی یا نہیں اور کس قسم کی طلاق پڑی؟ بحوالہ کتب سے

عبارت جواب کا جلد امیدوار ہوں۔

الجواب

تین طلاقیں مغلظہ ہونگیں، محیط و ذخیرہ و خلاصہ و ہندیہ کی تصریحات کے علاوہ ذی علم پر یہ مسئلہ بدیہیات سے ہے تو وہ اس پر حوالہ و عبارت طلب نہ کرے گا، اور جاہل کا حوالہ وہ بھی مع عبارت طلب کرنا سوہر ادب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۵ از پبلی بھیت محلہ عبداللطیف خاں مسئلہ پیارے ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خسر اور داماد میں لڑائی ہونے پر داماد کے کہ اگر تم کل چھوڑ داتے ہو تو میں آج ہی چھوڑتا ہوں اس لفظ کے کہنے پر طلاق ہوتی یا نہیں؟

الجواب

طلاق رجبی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۶ از شہر کانپور اے بی روڈ، دکان جناب حافظ پیر بخش صاحب سوداگر
مسئلہ ولی محمد صاحب ۱۷ جمادی الاخری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ کو رخصت کرانے کے لئے جب اپنے سسرال گیا تو اس کی خوشدامن نے کہا کہ ہم لڑکی کو رخصت نہیں کریں گے بلکہ ہم قصہ ختم کرنا چاہتے ہیں، اس پر زید نے اپنی خوشدامن سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ میرا آنا آپ لوگوں کو بہت ناگوار ہوا، پھر خوشدامن نے کچھ ایسے الفاظ کہے جس سے اس کا منشا یہ تھا کہ زید اپنی زوجہ کو طلاق دے دے، اس پر زید نہایت برہم ہوا اور کہا کہ اگر میں پسند نہیں ہوں تو دوسرے سے نکاح کر دو، اس کے جواب میں خوشدامن نے کہا ہاں پسند نہیں ہے، آیا ایسی صورت میں زید کی زوجہ کو طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

اگر بہ نیت طلاق تھا ایک طلاق بائن ہوگی، اور اگر بقسم کہے کہ میری نیت طلاق کی نہ تھی قبول کرے اور وقوع طلاق کا حکم نہ دیں گے۔ عالمگیر یہ میں عنایہ سے ہے؛
لوقال تزوجی ونوی الطلاق او الثلاث صح و
ان لمینوشیئالم یقع
اگر خاوند بیوی کو کہے کہ تو نکاح کر لے، طلاق کی نیت یا تین طلاقوں کی نیت کی ہو نیت کے مطابق ایک تین طلاقیں صحیح ہوں گی (ت)

لے فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکلیات نورا کی کتب خانہ پشاور ۱/۶۶

ردالمحتار میں شرح جامع صغیر امام قاضی خاں سے ہے :
 لو قال اذہبی فتزوجی وقال لہ انوالطلاق
 لا یقع شئ لان معناہ ان امکنک لہ واللہ
 تعالیٰ اعلم۔

تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۷ از موضع نان ٹو ڈاکخانہ اکبر آباد ضلع علی گڑھ مسئلہ محمد حسین علی صاحب یکم رجب المرجب ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو بد چلنی اور بد کاری کے الزام لگاتے
 اور اس سے کہا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا تو میرے کام کی نہیں مگر زید کہتا ہے کہ میں نے ہرگز طلاق نہیں دی
 تو کیا اس صورت میں ادائے لفظ طلاق زید کی بیوی زید کے نکاح سے خارج ہوگی یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے تو دو طلاقیں بائن ہو گئیں، عورت نکاح سے خارج ہوگی، اگر پہلے کبھی اُسے
 کوئی طلاق نہ دی تھی تو عورت کی مرضی سے اس سے دوبارہ جدید مہر کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے اور
 پھر کبھی ایک طلاق دے گا تو تین ہو جائیں گی اور بے حلالہ نکاح نہ کر سکے گا، اور اگر اُس وقت عورت اس
 سے دوبارہ نکاح پر راضی نہیں تو یہ اس پر جبر نہیں کر سکتا، اور اگر پہلے کبھی ایک طلاق اُسے دے چکا تھا
 تو ابھی تین طلاقیں ہو گئیں، بے حلالہ نکاح نہیں کر سکتا،

وذلك لان اللفظ الاول صریح والثانی کنایۃ
 یحتمل السب وقد صار الحال باللفظ الاول
 حال المذاکرة فوقع بہ بائن فجعل الاول
 ایضاً بائناً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ اس لئے کہ پہلا لفظ طلاق میں صریح ہے، اور
 دوسرا کنایہ ہے جو کہ ڈانٹ کا احتمال بھی رکھتا ہے
 جبکہ پہلے لفظ کی وجہ سے مذاکرہ طلاق کی حالت
 ہو گئی تو اس قرینہ کی وجہ سے کنایہ کا لفظ بھی طلاق

بائنتہ قرار پائے گا جس کی وجہ سے صریح طلاق بھی بائنتہ کے حکم میں ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۸ از سپلی بحیث محلہ پکریا مسئلہ محمد بشیر احمد صاحب ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مستی زید جس کی علمی لیاقت علم عربی میں قریب ستار بندی
 ہے اب بیوی کو چند بار یہ الفاظ بحالت صحت نفس کہے کہ میں تم کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ جہاں تمہارا

دل چاہے چلی جاؤ خواہ تم دوسرا خاوند کر لو خواہ بلا خاوند رہو، مگر بی بی چندبار یہ الفاظ سن کر کبھی ہنس کر رہی تو کچھ دن کے بعد یہ کہا کہ مجھ کو افسوس ہے کہ کیسی بے حیا عورت ہے کہ میں خوشی سے اجازت پہلے جانے کی دیتا ہوں اور میرا بیچا نہیں چھوڑتی جب بی بی پر یہ ملامت ڈالی تو بی بی نے جانے کی تیاری کی تو زید نے کانٹا دیہہ زمیندار بی بی جس کا زید کا رکن تھا حوالہ کر دئے تو اب اس مسئلہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے اور بیوی اب زید سے راضی نہیں ہے اور زید سے قطع تعلق کرتی ہے۔

الجواب

یہ الفاظ کنایہ ہیں نیت پر حکم ہے، اگر زید نے بہ نیت طلاق کے ایک طلاق ہو گئی اور عورت نکاح سے نکل گئی، اُس سے بلا حلالہ اس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے جبکہ اس سے پہلے اُس عورت کو دو طلاقیں نہ دے چکا ہو، اور اگر وہ قسم کھا کر انکار کرے کہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت طلاق نہ کہے تھے تو طلاق نہ مانی جائے گی، اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۹ ازارہ مسئلہ مولوی عبدالغفور صاحب ۳ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی بی بی منکوہ زینب سے کہا بصورت نا اتفاقی کہ ہم تمہارے ہاتھ کا کھانا نہیں کھائیں گے، تب اس پر بی بی مذکور نے کہا کہ جب کھانا نہیں کھاؤ گے تو ہم کو صفائی دے دو تب زید نے کہا کہ صفائی دے دیا بی بی نے کہا صفائی دے دیا تو پھر کہا کہ صفائی دے دیا پھر بی بی نے کہا کہ صفائی دے دیا تو پھر کہا صفائی دے دیا تو بی بی نے کہا کہ تب ہم کہیں چلے جائیں تو زید نے کہا کہ کہیں چلی جاؤ اس صورت مذکورہ میں طلاق مغلطہ واقع ہوا کہ نہیں اگر طلاق واقع نہیں ہوا تو کیا دلیل جو الکتب معتبرہ تحریر فرمائیں، بیٹو! توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں طلاق مغلطہ تو کسی طرح نہ ہوتی فان البائن لا یلحق البائن کما فی المتون (کیونکہ بائنہ طلاق بائنہ کو لاحق نہیں ہوتی، جیسا کہ متون میں ہے۔ ت) ہاں اگر ان چار لفظوں میں جو زید نے کہے اگر کسی ایک لفظ یا دو تین یا چاروں سے عورت کو طلاق دینے کی نیت زید نے کی تو ایک طلاق بائن ہو گئی عورت نکاح سے نکل گئی عورت کی رضا سے اس سے نکاح دوبارہ کر سکتا ہے اور اگر اصلاً کسی لفظ سے نیت طلاق نہ کی تو وہ بدستور اس کی زوجہ ہے طلاق نہ ہوتی، درمختار میں ہے؛

۱۷ درمختار

باب الکنایات

مطبع مجتہدانی دہلی

۲۲۵/۱

اس لئے کہ یہ جواب بھی بن سکتا ہے، اور تُوْجُداً ہے، تُوْ
 بری ہے، یہ الفاظ ڈانٹ کا احتمال رکھتے ہیں اس کے
 قول کہ غصہ میں پہلے دونوں الفاظ موقوف رہیں گے،
 اگر طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں“ تک۔ (ت)

اذہبی یحتمل زدا ونحو خلیۃ بریۃ یصلح سببا
 (الی قولہ) فی الغضب توقف الاولان ان نوی
 وقع والاولیٰ

بسوط امام سرخسی میں ہے:

وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ الحق
 بہذہ الالفاظ خلیت سبیلک، فارقتک لاسبیل
 الیک، لاملک لی علیک لانہا تحتل السب،
 ای لاملک لی علیک لانک ادون
 من ان تملکی وفارقتک اتقاء لشرك و
 خلیت سبیلک لہوانک علی (ملخصاً)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ”میں نے
 تیرا راستہ کھول دیا“، ”میں تجھ سے جدا ہوا“ اور
 ”میری تجھ پر کوئی ملکیت نہیں“ کے ساتھ ملحق ہے کیونکہ
 یہ الفاظ ڈانٹ کا احتمال بھی رکھتے ہیں یعنی ”میری تجھ پر
 ملکیت نہیں“ کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ تو اس قابل
 نہیں کہ میں تیرا مالک بنوں، اور میں تجھ سے جدا ہوا
 یعنی تیرے شر سے جدا ہوں، میں نے تیرا راستہ کھولا کیونکہ میرے ہاں تو حقیر ہے (ملخصاً) (ت)

فتح القدر میں ہے:

یدین فی الغضب لان ہذہ الالفاظ تذکر
 للابعاد وحالۃ الغضب یبعد الانسان
 عن الزوجۃ۔^۳

غصہ میں ان الفاظ کے متعلق خاوند کی تصدیق کی جائیگی
 کیونکہ یہ الفاظ دُور کرنے کے لئے استعمال کیے جاتے
 ہیں جبکہ غصہ کی حالت میں انسان بیوی سے دُور
 رہتا ہے۔ (ت)

یہ بات کہ ان میں اصلاً کسی لفظ سے طلاق کی نیت نہ کی تھی اگر زید قسم کھا کر کہہ دے قبول کر لیں گے اور حکم
 طلاق نہ دیں گے اگر زید جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر ہوگا یہ قسم گھر میں عورت بھی کر سکتی ہے۔
 درمختار میں ہے:

ویکف تحلیفہا لہ فی عورت کا مرد سے گھر میں قسم لینا

۲۲۴ - ۲۵ / ۱
 ۸۱ / ۶
 ۴۰۲ / ۳

مطبع مجتہاتی دہلی
 دار المعرفۃ بیروت
 مکتبہ نوریہ رضویہ سکھ

۱۔ درمختار
 ۲۔ بسوط امام سرخسی
 ۳۔ فتح القدر

منزلہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸ از ما رہہ مطہرہ مستولہ حافظ عبد الکریم صاحب ۲۵ محرم ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس امر کے کہ ایک شخص نے اپنی خوشدامن دختر و نیز روبرو دیندہ اور دیگر کے یہ کہا کہ میں تمہاری دختر سے لادعوی ہوتا ہوں تم اس کو بلا لور نہ میں اس کو بے عزت کر کے نکال دوں گا۔ اس صورت میں طلاق ہوتی یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر اُس نے اُن لفظوں سے کہ میں تمہاری دختر سے لادعوی ہوتا ہوں طلاق دینے کا قصد کیا تھا اور بہ نیتِ طلاق یہ کلام کہا تھا تو طلاق واقع ہوگئی ورنہ نہیں۔ فتاویٰ امام خیر الدین رحلی میں ہے کہ ان سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو بیٹا تو خاوند کو بیوی کے گھر والوں کی ملامت کی اس پر خاوند نے بیوی کو کہا کہ تو محفوظ ہوگئی میں تیرے قریب نہ ہوں گا طلاق کی نیت نہ کی ہو تو کیا اس بات سے طلاق ہو جائے گی یا نہیں، جواب میں انہوں نے فرمایا طلاق نہ ہوگی۔ تو خانیہ میں ہے: خاوند کا بیوی کو کہنا ”تجھ پر میری ملکیت نہیں، تجھ پر مجھے کوئی چارہ نہیں، تیرا راستہ میں نے کھول دیا“ یا کہا ”تو اپنے گھر والوں کے ہاں جا“ اگر یہ الفاظ مذاکرہ طلاق یا غصہ میں کہے اور بیان کیا کہ میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہے، تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قضاء خاوند کی بات مان لی جائے گی، اور امام ابو یوسف کے نزدیک قضاء تصدیق نہ کی جائے گی ”تو مجارہ“ کا معنی تو بچی ہوئی پناہ میں ہے اس چیز سے جس کو تو ناپسند کرتی ہے اور یہ لفظ اور پر مذکورہ الفاظ کے قریب واللہ اعلم انتہی اقول

سئل فی رجل ضرب نرجسہ فلامہ
اہلہا فقالت انت مجارۃ انی
ما قریبک غیرنا و طلاقا هل
تطلق بہذا القول ام لا (جواب)
لا تطلق ہفی الخانیۃ فی قولہ
لا ملک لی علیک لا سبیل لی علیک
خلیت سبیلک الحقی باہلک لوقال
ذلک فی حال مذاکرۃ الطلاق
اوفی الغضب وقال لم انوبہ الطلاق
یصدق قضاء فی قول ابی حنیفہ
وقال ابو یوسف لا یصدق
ومعنی انت مجارۃ انت
منتقذۃ معاذۃ مما تکرہینہ
وہو قریب من معنی ہذہ
الفاظ واللہ اعلم انتہی اقول

۲۲۲/۱

مطبع مجتہبی دہلی

باب الکنایات

لہ در مختار

۵۱/۱

دار المعرفۃ بیروت

کتاب الطلاق

کے فتاویٰ خیرہ

(میں کہتا ہوں کہ) ہمارا زیر بحث مسئلہ خیر یہ میں بیان کر ڈ
مسئلہ کے زیادہ قریب ہے، جیسا کہ مخفی نہیں
ہے۔ (ت)

وانت تعلم ان مسئلتنا هذه اقرب الى
المنصوص من مسألة الخيرية كما
لا يخفى۔

پس اگر وہ قسم کھا کر کہے کہ ان لفظوں سے میں نے طلاق دینے کی نیت نہ کی تھی قبول کر لیں گے اور
وقوع طلاق کا حکم نہ دیں گے،

في الدر المختار القول له بيمينه في عدم
النية ويكفي تحليفها له في منزله فان
ابى رافعه للحاكم فان نكل فرق بينهما
مجتبیٰ لہ

در مختار میں ہے: نیت ہونے نہ ہونے میں خاوند کی
بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی اور اس سے گھر میں
ہی حلف لے لینا کافی ہے اور اگر وہ حلف دینے سے
انکار کرے تو بیوی معاملہ کو حاکم کے ہاں پیش کر سکتی
ہے تو اگر وہاں بھی حلف سے انکار پر مصر رہے تو پھر حاکم خاوند بیوی میں تفریق کرے، مجتبیٰ۔ (ت)

ہاں اگر واقع میں اُس نے نیت طلاق کی تھی اور اب جھوٹی قسم کھالی تو عند اللہ طلاق ہوگی مگر اس کا وبال
شوہر پر ہے، عورت پر الزام نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۲۸۱ از بریلی صدر مسئلہ شیخ عبدالخالق
۱۳۱۴ھ، محرم شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عبدالخالق نے اپنی عورت کو طلاق نامہ لکھا اور اُس
دستاویز میں ان الفاظ سے طلاق لکھی ”میں لا دعویٰ ہوں یہ عورت جہاں چاہے شادی کرے“ ایسی
صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اگر عبدالخالق پھر سے نکاح میں لانا چاہے تو ضرورتِ حلالہ ہوگی یا نہیں؟
بیٹو! توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جب کہ طلاق لکھنے کی نیت سے یہ الفاظ لکھے ہوں عورت پر ایک طلاق ہوگی وہ نکاح
سے نکل گئی، اب اُس سے نکاح کرے تو صرف نکاح جدید برضائے زوجہ کافی ہے حلالہ کی کچھ حاجت نہیں اگر اس
سے پہلے کبھی اُسے دو طلاقیں نہ دے چکا ہو، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۲ مرسلہ حکیم احمد حسین صاحب محلہ طویلہ، شوال ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ میاں بی بی میں باہم جھگڑا رہتا تھا اکثر اُسے

کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا "تو میرے لئے کام کی نہیں" تو نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ ظہیر یہ میں ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :
ساجل قال لامرأته ما بکارتی ونوی به الطلاق
لا یقع کذا فی الظہیریۃ

ہاں "وہ میری بیوی ہی نہ رہی" کنایاتِ طلاق سے ہے۔ عالمگیری میں ہے :
اگر خاوند نے رضایا ناراضگی میں کہا "تو میری بیوی نہ رہی" اگر طلاق کی نیت ہو تو طلاق ہو جائے گی، جیسا کہ خلاصہ میں ہے (ت)

لو قال صرت غیر امرأتی فی رضا أو سخط
تطلق اذا نوى کذا فی الخلاصۃ

اسی طرح یہ لفظ بھی کہ "وہ میرے نکاح سے باہر ہے" صریح نہیں کنایہ ہے، کیونکہ نکاح سے خروج، طلاق کے ساتھ اور دیگر وجوہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً خاوند بیوی کی بیٹی کا (شہوت کے ساتھ) بوسہ لے یا بیوی خاوند کے بیٹے کا اسی طرح بوسہ لے یا اس کے علاوہ بھی کئی طرح سے فرقت کے اسباب ہو سکتے ہیں، لہذا یہ لفظ طلاق کے لئے خاص نہ رہا، جب وہ کہے "نکاح باقی نہ رہا" یا "تیرے میرے درمیان نکاح نہیں ہے" بلکہ یہ دونوں ہم معنی ہیں تو نیت پر موقوف ہوں گے، یہ بھی ایسا ہے (ت)

اسی طرح یہ لفظ بھی کہ "وہ میرے نکاح سے باہر ہے" لان الخروج من النکاح یكون بالطلاق وبکل فرقة جاءت من قبله کتقبیلہ بنتہا او من قبلہا کتقبیلہا ابنہ وغیر ذلک، فلم یتعین لافادة الطلاق وصار کقولہ لم یبق اولیس بینی و بینک نکاح بل ہما عبارات عن معنی واحد، و هذا یتوقف علی النیۃ فکذا ذاک۔

عالمگیری میں ہے :

اگر کہا "تیرے میرے درمیان نکاح باقی نہیں رہا" اگر نیت ہو تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔ (ت)

لو قال لہا لانکاح بینی و بینک او قال لم یبق بینی و بینک نکاح یقع الطلاق اذا نوى

یوں ہی "وہ میرے کام کی نہ رہی" بھی کنایات سے ہے کما حققناہ فی ما علقناہ علی رد المختار

۳۸۰/۱	الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ	نورانی کتب خانہ پشاور
۳۷۶/۱	الفصل الخامس فی الکنايات	" " "
۳۷۵/۱	" " "	" " "

(جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق ردالمحتار کے حاشیہ میں کر دی ہے۔ ت) مگر سوقِ کلام سے ظاہر یہ ہے کہ زید نے یہ الفاظ بطور اخبار کئے، نہ نیتِ انشاءِ طلاق۔ تیسرا لفظ دوسرے پر معطوف ہے اور دوسرا پہلے کی شرح بیان علت، اور اس اخبار کا مبنی وہ غلط گمان جو عوامِ زمانہ میں شائع ہے کہ عورت بے اجازت شوہر گھر سے چلی جائے تو نکاح سے نکل جاتی ہے اور جو اخبار و اقرار طلاق بر بنائے غلط فہمی مسئلہ ہو دیا نہ اصلاً مؤثر نہیں، فی الخیرۃ عن الاشباہ عن جامع الفصولین و القنیۃ اذا اقر بالطلاق بناء علی ما افقی بہ المفتی ثم تبین عدم الوقوع فانہ لایقع۔

خیر یہ میں اشباہ سے اور وہاں سے جامع الفصولین اور قنیہ سے منقول ہے کہ اگر مفتی کے فتویٰ کی بنا پر طلاق ہونے کا اقرار کیا تو پھر معلوم ہوا کہ طلاق نہ ہوئی، تو اس اقرار کو طلاق نہ قرار دیا جائے گا۔ (ت) خیر بہر حال مدارِ کارِ نیت پر ہے، اگر زید نے ان تینوں لفظوں میں کل یا بعض کسی سے طلاق دینے کا قصد کیا تھا تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی کہ عورت راضی ہو تو اب یا عدت کے بعد جب چاہے بے حلالہ اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لا یدلح البائن البائن بان قال لہا انت بائن ثم قال لہا انت بائن لایقع الا طلاق واحدۃ بائنۃ۔

اگر کہا، تجھے ایک بائنہ طلاق، اس کے بعد دوبارہ کہا تجھے بائنہ طلاق، تو ایک ہی بائنہ طلاق ہوگی کیونکہ پہلی بائنہ کے بعد دوسری بائنہ اس کو لاحق نہیں ہو سکتی۔ (ت)

اور اگر ان تین میں کسی لفظ سے طلاق دینے کی نیت نہ کی اگرچہ اخیر کے دونوں لفظ بہ نیت طلاق کئے ہوں تو اصلاً طلاق نہ ہوئی وہ بدستور اس کی زوجہ ہے اور نیت طلاق نہ ہونے میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر وہ بقسم کہہ دے کہ میں نے ان تینوں لفظوں میں کسی سے نیت انشاءِ طلاق نہ کی تھی قطعاً مان لیں گے اور انھیں زوج و زوجہ جانیں گے اگر وہ اس قسم میں جھوٹا ہے تو وبال اس پر ہے عورت پر الزام نہیں۔ درمختار میں ہے: القول لہ بیمنہ فی عذر النسبۃ (نیت نہ ہونے میں خاندانہ کی بات معتبر ہوگی۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴۷/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الطلاق	۱۷ فتاویٰ خیریہ
۳۷۷/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل الخامس فی الکنایات	۲۷ فتاویٰ ہندیہ
۲۲۴/۱	مطبع مجتہدانی دہلی	باب الکنایات	۳۷ درمختار

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ

مسئلہ ۲۸۳ از متھرا محلہ کیشوپورہ مسئلہ حکیم توحید الحق صاحب

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متن کہ زید عاقل و بالغ بفہمائش دیگر مرداں و زبردستی والدین با یجاب ہندہ رضا دادہ اور اب نکاح خود در آرد و خلوت صحیحہ بوقوع نیاید کہ ہندہ پیش مادر خود باشد و ہنوز رخصت نشدہ باشد و باز زید پیش دوسہ مرداں صادق و عادل بنا راضی بگوید کہ من با یجاب ہندہ برضا و رغبت خود اقرار ندادہ ام محض بفہمائش و زبردستی مرداں اقرار بلسان نمودم ایں نکاح من مسلم نشدہ باز از سر نو خواہد شد و اندراں حالت ناراضی از خویش و اقارب رنجیدہ بجائے سفر نماید و از ہندہ خبرے نگیرد نہ از قرآن و اطوار او توقع باز آمدن ماند و در انجبا قاضی و شاہدان عند الایجاب اقرار بالجرم دید کہ من ناکتخدا ام ہنوز نکاحم از کسے نگردیدہ و نہ از خویش و اقارب ما کسے زندہ نہ مارا از کسے در وطن سروکارے است و نہ خواہد شد حال ہندہ در نکاح زید ماندہ یا نہ دریں صورت چگونہ از زید آزاد گردد، فقط۔

کہ میرے خویش و اقارب میں کوئی بھی زندہ نہیں رہا اور میرا اب وطن سے کوئی سروکار نہیں ہے اور نہ ہی ہوگا۔ تو مذکورہ حالات میں ہندہ ابھی زید کے نکاح میں ہے یا نہیں؛ اور اس صورت میں زید سے ہندہ کا چھٹکارا کیسے ہو؛ فقط۔

الجواب

در صورت مستفسرہ بقطع نظر از انکہ تحقق اکراہ شرعی معلوم نیست جب سرواکراہ دربارہ نکاح محفل صحت و نفاذ و لزوم نباشد فی الہندیۃ صورت مسئلہ میں قطع نظر اس بات کے کہ یہ جبر و اکراہ شرعی تھا یا نہیں، نکاح میں جبر و اکراہ اس کے نفاذ اور لزوم کے لئے مانع نہیں ہوتا۔ ہندیہ میں ہے

فرمودہ اند اگر گفت زنا نے بغداد ہمہ طلاقہ اند وزن
اونیز از بغداد ست مطلقہ نشود مگر آن کہ بالتعبیر
نیت او کرده باشد فی سہد المختار ذکر فی
الذخیرۃ اولاً الخلاف فی نساء اهل بغداد
طالق، فعند ابی یوسف وروایۃ عن محمد
لا تطلق الا ان ینویہا لان هذا امر عام،
وفیه ایضا عن الاشباہ عن الخانیۃ الفتوی
علی قول ابی یوسفؒ ایں جالیفظ وطن گفتہ است
کہ از بلدہ وقریہ عام ترست باز تخصیص زناں ہم
نہ کرد مطلق لفظ کسے گفت کہ زناں و مردان و سپران
و دختران ہمہ را شامل است بالجملہ در صورت مستولہ
نکاح صحیح و لازم سنت و طلاق ثابت نیست چارہ کار
جزییں چسیت کہ رجوع بحکومت کردہ آید تا طلاق
رسد یا حقوق زنا شوقی مودی شود۔ واللہ سبحنہ
وتعالیٰ اعلم۔

کہ کوئی شخص کہے بغداد کی تمام عورتوں کو طلاق ہے اور
اس کی بیوی بھی بغداد میں ہو تو اس کی بیوی کو اس
وقت تک طلاق نہ ہوگی جب تک اس لفظ سے بیوی
کی طلاق کی نیت نہ کرے۔ ردالمحتار میں ہے کہ اگر
کوئی شخص یہ کہے تمام بغداد والوں کی عورتوں کو طلاق
تو ذخیرہ میں اولاً اسکے متعلق اختلاف ذکر کیا ہے کہ امام ابو یوسف
رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق نہ ہوگی اور امام محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت بھی یہی ہے تا وقتیکہ
بیوی کی نیت سے نہ کہے، کیونکہ یہ عام بات ہے
اور اسی میں اشباہ اور وہاں خانیہ سے منقول ہے
کہ فتویٰ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے
زید نے تو وطن کہا ہے جو کئی شہروں اور قریوں پر
مشتمل ہے، اور پھر اس نے خاص عورتوں کا ذکر
نہیں کیا بلکہ صرف "وطن سے سروکار نہیں" کہا، تو
وطن سب مردوں، عورتوں، بچوں اور بچیوں کو شامل
ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مستولہ صورت میں زید کا ہندہ سے نکاح صحیح ثابت ہے اور طلاق ثابت
نہیں ہے، چھٹکارے کا چارہ کاری ہے کہ کسی شرعی حاکم کے ہاں رجوع کرے تاکہ وہ طلاق حاصل کرے
یا حقوق زوجیت بحال کرے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

۲۸۲ نمبرہ از پبلی بھیت محلہ بشیر خاں متصل مکان مینہ شاہ مرسلہ نظام الدین شانہ گر

۲۹ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت مدخولہ سے تین بار کہا "میں نے
تجھے آزاد کیا" اس صورت میں نکاح قائم رہا یا نہیں؟ اور اب اس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟
بیٹو اتوجروا۔

لہ وکے ردالمختار باب الطلاق غیر المدخول بہا داراجیاء التراث العربی بیروت

۴۶۱ / ۲

الجواب

یہ لفظ کہ ”مرد نے عورت سے کہا“ اگر ان سے طلاق کے معنی مراد نہ تھے جب تو طلاق اصلاً نہ ہوئی اور اگر بہ نیت طلاق کہے تو ایک طلاق پڑ گئی عورت نکاح سے نکل گئی مگر حلالہ وغیرہ کی کچھ ضرورت نہیں، نہ اسے کچھ انتظار کی حاجت، دونوں آپس میں راضی ہوں تو اسی وقت پھر نئے سرے سے نکاح کر لیں، ہاں اگر شوہر نے خود ہی ان میں کوئی لفظ تین طلاقوں کی نیت سے کہا تو بیشک طلاق مغلظہ ہو گئی کہ اب بے حلالہ کے اس سے نکاح نہیں کر سکتا،

ہندیہ میں ہے اگر خاوند نے کہا ”میں نے تجھے آزاد کیا“ تو نیت طلاق سے طلاق ہو جائے گی، جیسا کہ معراج الدرایہ میں ہے اھ اور در میں ہے وہ لفظ کنایہ ہوتا ہے جو طلاق کے لئے وضع نہ ہو اور وہ طلاق اور غیر طلاق دونوں قسم کا احتمال رکھتا ہو تو ایسے لفظ سے بائنتہ طلاق ہوگی ایک یا دو کی نیت سے ایک اور تین کی نیت سے تین ہوگی اور ایسا لفظ پہلے بائنتہ طلاق کو لاحق نہ ہوگا مگر جب وہ پہلی طلاق کی حکایت کا احتمال رکھتا ہو تو اس کو خبر و حکایت ہی قرار دیا جائے گا، مثلاً یوں کہے ”تو بائن بائن ہے“

یا کہے ”میں نے ایک طلاق بائنتہ دی ہے“ تو دوسری بائنتہ واقع نہ ہوگی، کیونکہ اس کو انشاء بنانے کی ضرورت نہیں، اس کے برخلاف جب یوں کہے ”میں نے تجھے دوسری بائنتہ طلاق دی“ یا کہے ”میں نے بڑی بائنتہ کی نیت کی ہے“ تو اس صورت میں اس کو خبر قرار دینا درست نہیں ہو سکتا، لہذا اس کو انشاء ہی ماننا پڑے گا اھ ملتقطاً (ت)

مسئلہ ۲۸۵ از بدایوں مرسلہ اعلیٰ حضرت سید ابوالحسن احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ
ایک عورت سے ایک مرد اجنب نے جبریہ زنا کیا شوہر نے سنا تو اعتبار جبریہ کر کے یہ کلمات کہے کہ

۱/ ۳۷۶
۱/ ۲۲۴

نورانی کتب خانہ پشاور
مطبع مجتہبی دہلی

الفصل الخامس فی الکنایات
باب الکنایات

لہ فتاویٰ ہندیہ
۲ درمختار

”میرے کام کی نہ رہی، میں نے چھوڑ دی، اگر آتے گی تو ناک کاٹ لوں گا، جہاں چاہے چلی جائے، جو چاہے سو کرے“ اور اس کو عرصہ سال بھر سے زیادہ گزر گیا، آیا طلاق پڑی یا نہیں؟ وہ عورت دوسرا نکاح کرے یا نہ کرے؟ خاوند نے باوجود فہمائش بھی رجوع نہ کیا، بدستور مقرر اسی بات کا ہے جو کہی تھی الفاظ طلاق صریح نہ تھے یہی تھے جو کہے، فقط۔

الجواب

عورت کو چھوڑ دینا عرفاً طلاق میں صریح ہے، خلاصہ و ہندیہ میں ہے،
لو قال الرجل لامرأته ترا چنگ بازدا شتم
او بستم او بیہ کردم ترا او پائے کشادہ کردم ترا فہذا
کله تفسیر قوله طلقتك عرفاً حتی
یکون رجعیاً ویقع بدون النیة۔
”اور جہاں چاہے چلی جائے“ کنایات طلاق سے ہے کہ کلام میں تقدم طلاق صریح کے باعث وہ بھی تنقیح
رجعی طلاق ہوگی اور بغیر نیت طلاق ہوگی۔ (ت)

نیت کا محتاج نہ رہا،
فی التنویر کنایۃ مالہ یوضع لہ واحتملہ
وغیرہ فلا تطلق بہا الا بنیۃ او دلالة
الحال، فی رد المحتار المراد بہا المحالۃ
الظاہرۃ المفیدۃ المقصودۃ ومنها تقدم
ذکر الطلاق بحر عن المحیط۔
تنویر الابصار میں ہے کہ جو لفظ طلاق کے لئے وضع
نہ ہو اور طلاق وغیر طلاق کا احتمال رکھتا ہو تو ایسے
لفظ سے بغیر دلالت و نیت طلاق نہ ہوگی، اس پر
رد المحتار میں ہے: دلالت سے مراد یہ ہے کہ کوئی
ظاہر ایسی حالت ہو جو مقصود کے لئے مفید ہو سکے

اسی قبیل سے ہے کہ ان الفاظ سے قبل طلاق کا ذکر ہو چکا ہو، بحر میں محیط سے منقول ہے۔ (ت)
اور جبکہ یہ بابت اس طلاق صریح رجعی سے ملی وہ بھی بابت ہوگئی،

فان البائن یدحق الرجعی و بلحوقہ یبطل
بانتہ طلاق جب رجعی کو لاحق ہو جائے تو اب خاوند کو

۳۷۹/۱	لہ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور
۲۲۴/۱	۳۷ در مختار شرح تنویر الابصار باب الکنایات مطبع مجتہائی دہلی
۲۶۳/۲	۳۷ رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت

خيار الرجعة فيصيران بائنين ، كما
صرحوا به .

رجوع کا اختیار ختم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ دل سے
بن جاتی ہیں ، جیسا کہ فقہاء نے تصریح فرمائی ہے

پس صورت مذکورہ میں عورت نکاح سے نکل گئی اس پر دو طلاقیں بائن پر لگئیں ، اگر اس مدت میں
گزر گئی ہو تو اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کر لے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۲۸۶ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

اپنی عورت کو دو مرتبہ اس نے چھٹی دی اس کے بعد جو آدمی اس کے محلے کے ہیں وہ کہتے ہیں کہ طلاق ہو گئی
اور اس کا آدمی کہتا ہے کہ طلاق نہیں ہوئی اور عورت کہتی ہے کہ مجھ کو طلاق نہیں دی صرف آدمیوں کے سامنے
اُس آدمی نے یہ کہا کہ چھٹی دی اور دوسرے یہ کہ جب عورت اپنے مکان کو چلی گئی تو اس کے مکان کو آگ لگ گئی تو
لوگوں نے کہا کہ آگ اس شخص نے دی جس کی تو عورت ہے اب اس کا نام لے کر آدمی کو اور عورت کو دونوں کو چوکی پر
لئے جاتے تھے اور یہ کہتے تھے یہ کہو کہ اس شخص کی ماں بہن ہیں اور اس شخص نے بوجہ خوف کے یہ بات کہہ دی کہ
یہ عورت میری بہن ہے تو ان دونوں کو ان آدمیوں نے چھوڑا اب وہ عورت و مرد دونوں باہم راضی ہیں تو
اُس کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ اور جو شخص آپ کے پاس سے فتویٰ لے جاوے اور اس کے مطابق حکم
نہ کرے تو اس کا کیا نتیجہ ہے ؟ بیئنا و توجروا عند اللہ ۔

الجواب

عورت کی نسبت یہ لفظ کہنا کہ یہ میری بہن ہے " نکاح میں کچھ خلل نہیں ڈالتا ۔ سائل نے اظہار کیا کہ اُس شخص
نے حالت غضب میں اپنی زوجہ کی نسبت دوبار یہ لفظ کہے کہ میں نے اُسے چھٹی دی " اس کلمے سے عورت پر
ایک طلاق بائن پڑ گئی وہ نکاح سے نکل گئی جب مرد و عورت دونوں راضی ہیں نئے سرے سے پھر نکاح کر لیں ،
فی تنوير الابصار اخرجی و اذہبی یحتمل سدا
و حرام بائن یصلح سبا و سرخک لا یحتمل
السب و الرد فحالة الرضا تتوقف الاقسام علی
نية و فی الغضب الاولان و فی مذاکرۃ الطلاق
الاول فقط اھ مختصراً ۔

تنویر الابصار میں ہے خاوند کا بیوی کو کہنا " تو نکل جا
تو چلی جا " یہ جواب کا احتمال بھی رکھتے ہیں ، اور اس کا
یوں کہنا حرام ہے بائن ہے ، یہ ڈانٹ کا احتمال
بھی رکھتے ہیں ۔ اور یہ کہنا " میں نے تجھے آزاد کر دیا "
یہ ڈانٹ اور جواب دونوں کا احتمال نہیں رکھتے ، تو

رضا کی حالت میں یہ تمام الفاظ نیت پر موقوف ہوں گے ، اور غصہ کی حالت میں پہلے دونوں موقوف اور مذاکرہ طلاق
میں صرف پہلا لفظ نیت پر موقوف ہوگا اھ مختصراً (ت)

لے در مختار شرح تنویر الابصار باب الکنايات مطبع مجتہدانی دہلی ۲۲۲/۱

جو شخص شریعت مطہرہ کے فتویٰ پر عمل نہ کرے گنہگار مستحق نزار و عذاب ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۸۷ از نجیب آباد ضلع بجنور مرسلہ شیخ عبدالرزاق ۱۵ شعبان ۱۳۲۰ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بحالت غصہ اپنی زوجہ
 سے بنیت طلاق ایک وقت میں تین بار کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی
 مغلط یا بائنہ یا رجعی؟ فقط۔

الجواب

صورتِ مسئلہ میں عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوئی یعنی عورت نکاح سے نکل گئی، زوج کو اس پر
 کوئی اختیار جبر نہ رہا وہ عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے مگر حلالہ کی اصلاً حاجت نہیں جب کہ اس
 بار سے پہلے کبھی دو طلاقیں اس عورت کو نہ دے چکا ہو، زن و مرد اگر راضی ہوں تو شوہر عدت میں اور بعد عدت اس
 سے نکاح جدید کر سکتا ہے، یہاں تین طلاق کا حکم دینا یوں غلط ہے کہ تمام متون و شروح و فتاویٰ میں تصریح
 ہے کہ کنایہ بائنہ طلاق بائن کے بعد طلاق جدید نہیں ٹھہرتا بلکہ اسی طلاق اول سے اخبار ہوتا ہے الا ان
ینص بہا لا یحتملہ (مگر ایسے الفاظ سے واضح کہے جو دوسرے معنی کا احتمال نہ رکھتا ہو۔ ت) در مختار
 میں ہے:

لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا
 عن الاول کانت بائن بائن او ابنتک بتطبیقة
 فلا یقع لانه اخبار فلا ضرورة فی جعلہ انشاء
 بخلاف ابنتک باخوری
 خبر ہے، لہذا اس کو انشاء بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے برخلاف جب یوں کہے "میں نے تجھے دوسری
 بائنہ طلاق بائنہ کو لاحق نہیں ہو سکتی جب دوسری
 بائنہ پہلی سے حکایت و خبر ہو مثلاً "تو بائن بائن
 ہے" یا "میں نے تجھے ایک طلاق سے بائنہ کیا"
 تو دوسری بائنہ واقع نہ ہوگی، کیونکہ پہلی سے حکایت
 خبر ہے، لہذا اس کو انشاء بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے برخلاف جب یوں کہے "میں نے تجھے دوسری
 بائنہ طلاق دی۔ (ت)

اور ایک ہی پڑنے کی یہ وجہ ٹھہرانا کہ الفاظ طلاق متفرقاً کہے جب اول پڑی اب عورت محل طلاق نہ رہی لہذا دوسری
 نہ پڑی یہ یوں جہل محض ہے یہ حکم خاص زن غیر مدخولہ کے ساتھ ہے زن مدخولہ جب تک عدت نہ گزرے تین طلاق
 مجموع و مفرق سب کی محل ہے کما نصوا علیہ قاطبة فی جمیع کتب المذہب (جیسا کہ اس پر مذہب کی تمام
 کتب میں نص ہے۔ ت) اور یہاں مدخولہ ہے کما افصح عنہ السائل فی سوال آخر (جیسا کہ سائل

نے خود اس کو دوسرے سوال میں واضح کیا ہے۔ (ت) بلکہ ایک پٹنے کی میچ دہریسہ بولنے سے بیعت
التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۸۸۔ ما قولکم رحمکم اللہ (اللہ آپ پر رحم کرے آپ کا کیا فرمان ہے۔ ت) اس صورت میں
زید کی زوجہ کسی نے دوسرے ایک شخص کے ساتھ ایک مکان میں بند کیا جب زید کو خبر ہوئی تو اس نے جان
آدیوں کے روبرو اپنے خسر سے مخاطب ہو کر کہا کہ چونکہ تم لوگوں نے میری زوجہ کو غیر شخص کے ساتھ ایک مکان
بند کیا لہذا اب وہ مجھ پر حرام، پس کیا حکم ہے، آیا وہ زوجہ طلاق ہو گئی یا ہنوز حسب سابق اس کی زوجہ ہے
بر تقدیر تعلق زوجیت کے قائل کے ذمہ کچھ کفارہ ہے یا نہیں؟ بیئتوا تو جروا۔

الجواب

ہر چیز یہ لفظ بوجہ عرف ملحق بالصریح ہے کہ بے حاجت نیت طلاق بائن واقع ہو،

رد المحتار میں ہے کہ خاوند کا کہنا "تو حرام ہے"

فی رد المحتار قوله حرام سیاتی وقوع البائن

بیان ہو گا کہ اس لفظ سے ہمارے زمانے میں

بہ بلائیتہ فی زماننا للتعارف لا فرق فی

بغیر نیت بائن طلاق واقع ہوگی کیونکہ اس کے

ذک بین محرمة و حومتک سواء قال علی

ہونے پر عرف بن چکا ہے۔ تو مجھ پر حرام ہے، اور

اولاھ ملخصاً و تمامہ فیہ۔

نے تجھے حرام کیا، دونوں برابر ہیں، یہاں "مجھ پر" کا لفظ کے نہ کے کوئی فرق نہیں ہے اہ ملخصاً، مکمل عبارت کتاب

میں ہے۔ (ت)

مگر کلام زید "چونکہ تم نے ایسا کیا لہذا حرام ہے" اس کے یہ معنی بھی محتمل کہ صرف اس بند کرنے کو موجب حرام

بتاتا ہے جیسے بہت جمال کے خیال میں ہوتا ہے کہ عورت بے اجازت شوہر باہر جائے تو نکاح سے نکل جاتی

اس تقدیر یہ کلام انشاء طلاق نہ ہو گا بلکہ ایک بنائے باطل پر اقرار طلاق، اور وہ محض لغو ہے،

خانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے خیال کیا کہ مرض پر

فی الخانیة من اجل طلق امرأته وهو صاحب

میں خود بخود طلاق ہو جاتی ہے، اس بنا پر اس

برسام فلما صح قال قد طلقت امرأتی

کہا "میری بیوی مطلقہ ہو گئی" پھر تندرستی

ثم قال انی کنت اظن ان الطلاق

ہونے کے بعد طلاق کا اقرار کرتے ہوئے کہتا ہے

فی تلك الحالة کانت واقعا

نے گمان کیا کہ برسام میں خود بخود طلاق ہو جاتی ہے

قال مشائخنا رحمهم الله تعالى

رد المحتار باب الکنايات دار احياء التراث العربی بیروت ۱۴/۲

تو اس صورت میں ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر طلاق کا اقرار کرتے ہوئے مرض کو وجہ بتائے اور کہے کہ میں نے مرض برسام میں طلاق دی ہے، تو طلاق واقع نہ ہوگی الخ۔ (ت)

حين ما اقر بالطلاق ان سرده الى حالة
البرسام وقال قد طلقت امرأتى في حالة
البرسام فالطلاق غير واقع الخ۔

پس اگر یہی معنی مراد تھے تو نہ طلاق ہوئی نہ کوئی کفارہ لازم، اور اگر بہ نیت طلاق الفاظ مذکورہ کہے تو ایک

طلاق بائن ہوئی عورت نکاح سے نکل گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۹ از بحری آباد ڈاکخانہ سادات ضلع غازی پور، ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ مرسلہ محمد جان ابوالخیر
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو مرتکب زنا سمجھ کر ناراض ہو کر اس کے باپ کے گھر پہنچا دیا اور یہ کلام کیا کہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے تو ہمارے قابل نہ رہی اور بعد دو ایک مہینہ کے نہیں معلوم کہاں چلا گیا اس کو عرسہ سات برس کا ہوا کہ ہنوز مفقود الخ ہے اس کے بعد اس کے باپ نے زوجہ کے شوہر کے بڑے بھائی کو جو مالک و بزرگ خانداری ہے بلا کر یہ کہا کہ یہ عورت عزت و آبرو تمھاری ہے لے جاؤ ہمارے یہاں اس کا گزر نہیں ہوگا اس کے شوہر کے بڑے بھائی نے انکار کیا اور یہ کہا اول تو شوہر اس کا مکان پر نہیں ہے دوسرے یہ عورت ہمارے کام کے لائق نہیں ہے ہم نہ لے جائیں گے تم کو اختیار ہے کہ جہاں چاہو کر دو، اس جواب پر اس کا باپ دوسرے نکاح کے سامان میں تھا کہ اس اثنا میں وہ عورت بطور خود ایک شخص کے ساتھ بلا نکاح چلی گئی اور اسی مرد کے ساتھ اس زمانہ سے بلا نکاح رہی اب اس عورت نے اس شخص کے ساتھ جس کے ساتھ بطور خود چلی گئی تھی نکاح کر لیا تو آیا یہ نکاح ثانی اس کا شرعاً جائز ہو یا نہیں اور زوج اول کا غصے سے یہ کہنا کہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے تو ہماری قابل نہیں رہی اور بعد اس کے اس کو چھوڑ دینا اور دی ہوئی چیز واپس کر لینا حکم میں طلاق کے ہے یا نہیں؟ اور بقرائن مذکور اس کہنے سے کہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے طلاق واقع ہوئی یا نہیں حالانکہ قرآن عالیہ و دلالت حال اس امر پر موجود ہے کہ زید نے کلام بالا جو کئی طلاق ہے بارادہ طلاق کہا تھا مختصہ و قایہ میں ہے :

اور کئی وہ ہے کہ طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال رکھتا ہو مثلاً نکل جا، چلی جا، اٹھ جا۔ یہ الفاظ کسی بات کا جواب ہو سکتے ہیں اور جدا، بری ہے، علیحدہ ہے، حرام ہے، بائن ہے، ڈانٹ کا احتمال

وکنایۃ ما یحتملہ وغیرہ فنحو اخرجی و اذہبی وقومی یحتمل سدا، ونحو خلیۃ وبریۃ، بتہ، حرام، بائن، یصلح سبا ونحو اعتدی واستبری

سرحك انت واحدة انت حرة اختارى
امرك بيدك سرحتك فارقتك ، لا يَحتمل
الرد والسب .

چھوڑ دیا ، میں نے تجھ سے فرقت کر لی ، یہ صرف طلاق کا احتمال رکھتے ہیں۔ (ت)
شرح وقایہ میں ہے :

وفي حالة الغضب يتوقف الاولان اى ما يصلح
سدا وما يصلح سببا على النية ان نوى
الطلاق يقع به الطلاق وان لم ينو
لا يقع واما القسم الاخير وهو ما يصلح
سدا لاسباب يقع به الطلاق وان
لم ينو

رکھتے ہیں ، اور مثلاً عدت پوری کر ، رحم کو صاف کر
اکیلی ہے ، تو آزاد ہے ، تجھے اپنا اختیار ہے
تیرا معاملہ تیرے اختیار میں ہے ، میں نے سبک

اور غصہ کی حالت میں پہلے دونوں الفاظ یعنی جو جواب
بن سکتے اور وہ جو ڈانٹ بن سکتے ہیں ، نیت پر
موقوف ہوں گے ، اگر طلاق کی نیت نہ ہو
تو طلاق واقع نہ ہوگی ، لیکن تیسری قسم
جو ڈانٹ اور جواب نہیں بن سکتے وہ غصہ کی حالت
میں بغیر نیت بھی طلاق قرار پائیں گے ، (ت)

اور ظاہر ہے کہ ہم نے تجھ کو چھوڑ دیا ہم تجھے نہ رکھیں گے متحد المفادود داخل قسم اخیر ہے۔ بنو ا تو جردا۔

الجواب

ہم تجھ کو نہ رکھیں گے متمحض للاستقبال والابعاد ہے اور ایسا لفظ اگر صریح بھی ہو اصلاً موثر نہیں
مثلاً اگر ہزار بار کہے میں تجھے طلاق دے دوں گا طلاق نہ ہوگی۔

یہ بالکل ظاہر ہے ، اور جو اہر اخلاطی میں ہے خاوند
نے کہائیں طلاق کرتا ہوں ، طلاق کرتا ہوں تو تین
طلاقیں ہوں گی کیونکہ اس کا قول " کرتا ہوں "۔
صرف حال کے لئے مختص ہے اور یہ طلاق کو واقع کرتا
اس کے برخلاف اس کا یہ کہنا " طلاق کروں گا "۔
یہ خالص استقبال کے لئے ہے اور عربی میں
اطلق (طلاق دوں گے) سے طلاق نہ ہوگی ، کیونکہ

وهذا ظاهر جدا ، وفي جواهر الاخلاط
فقال الزوج طلاق میکنم طلاق میکنم انها ثلاث
لان مى کنم يتمحض للحال وهو
تحقیق بخلاف قوله کنم
لانه يتمحض للاستقبال وبالعبية
قوله اطلق لا يكون طلاقا
لانه دائر بين الحال والاستقبال

فلو يكن تحقيقا مع الشك الخ -

حال اور استقبال دونوں میں مشترک ہے، لہذا

شک کی بنا پر طلاق واقع نہ ہوگی الخ (ت)

اور ”تو ہمارے قابل نہ رہی“ اگرچہ کنایہ ہو سکتا ہے مگر وہ سب کو بھی محتمل ہے کہ اس کی نالائقی و ناکارگی کا اظہار ہے جس طرح برادر شوہر نے بھی اس مضمون کے لفظ کے، اور جب کہ حالت غضب تھی جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر، تو الفاظ صالحہ سب محتاج نیت رہیں گے، بے ظہور نیت بوجہ شک حکم طلاق نہیں دے سکتے کما یظہر من عبارة النقاية التي نقل السائل والجواهر التي نقلنا (جیسا کہ نقایہ کی عبارت جس کو سائل نے نقل کیا ہے) سے ظاہر ہو رہا ہے اور جو اہر اخلاطی کی عبارت جس کو ہم نے نقل کیا ہے سے بھی ظاہر ہو رہا ہے۔ (ت) اور اُسے نکال دینا، کپڑے وغیرہ چھین لینا دلیل غضب ہے، نہ دلیل طلاق۔ تو بے ظہور طلاق یا وضوح موت حقیقیہ یا بالحکم بمرور مدت معینہ للمفقود بمنزب مفتی یہ موید بالحديث روز ولادت سے ستر سال ہے عورت کو نکاح ثانی ہرگز نہ تھا نہ ہے وہ اب بھی معصیت و منی لفت شرع مطہر میں مبتلا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

من ۲۹۰ سلمہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے بحالت غضب یہ لفظ کہے، ”مجھے تجھ سے کچھ کام نہیں۔ جس سے چاہا مباشرت کر۔ جسے چاہے اپنا خاوند بنا۔ مجھ سے تجھ سے کچھ تعلق نہ رہا۔“ اس صورت میں طلاق واقع اور ہندہ اُس کے نکاح سے خارج ہوئی یا نہیں؟

بتینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستول بہا میں لفظ اول یعنی ”مجھے تجھ سے کچھ کام نہیں“ الفاظ طلاق ہی سے نہیں حتی کہ اگر اس سے نیت کرے گا تاہم واقع نہ ہوگی،

فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے :- اگر خاوند نے کہا

فی فتاویٰ الامام قاضی خاں لوقال

ہندیہ میں کہا، اگر یوں کہے، میرا تجھ سے کام نہیں اور تیرا مجھ سے نہیں میرا جو کچھ تیرے پاس ہے مجھے دے دے، جہاں چاہے چلی جا، تو بغیر نیت طلاق نہ ہوگی۔ خلاصہ میں لکھی ہے ۱۲ مفتی اعظم الامامہ مصطفیٰ رضا مدظلہ (ت)

عہ قال فی الہندیۃ لوقال لہا مرا با تو کارے نیست و ترا با من نے اعطینی ماکان لی عندک و اذہبی حیث شئت لایقع بدون النیۃ کذا فی الخلاصۃ ۱۲ مفتی اعظم الامامہ مصطفیٰ رضا مدظلہ۔

ص ۴۰ - ۶۹

قلمی نسخہ

فصل فی طلاق الصریح

لہ جو اہر الاخلاطی

۳۸۵/۱

نورانی کتب خانہ پشاور

الفصل السابع

کے فتاویٰ ہندیہ

لا حاجة لي فيك ونوى الطلاق لا يقع وكذا
لو قال مرا بكارستي وكذا لو قال ما اريدك الله

باقی الفاظ ثلثہ میں چند صورتیں ہیں :

”مجھے تجھ میں کوئی حاجت نہیں“ اور طلاق کی نیت
کی ہو تب بھی طلاق نہ ہوگی، یونہی اگر کہا ”تو میرا
کام کی نہیں“ اور یونہی اگر کہا ”میں تجھے نہیں چاہتا“ تو
طلاق نہ ہوگی اگرچہ نیت طلاق ہو اور (ت)

(۱) اگر اس نے کسی لفظ سے نیت طلاق نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہونے کا حکم دیا جائے گا کہ
لفظ ثالث محتمل رد و سبب نہیں، اور ایسے الفاظ حالت غضب میں حاجت نیت نہیں رکھتے۔

فی الهدایة فی حالة الغضب یصدق
فی جمیع ذلك لاحتمال الرد والسبب الا
فیما یصلح للطلاق ولا یصلح للرد و
الشم انتھی۔

ہدایہ میں ہے کہ غصہ کی حالت میں ان تمام الفاظ میں
خاوند کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ یہ الفاظ ڈانٹ
اور جواب کا بھی احتمال رکھتے ہیں، مگر وہ الفاظ
جو صرف طلاق کا احتمال رکھتے ہیں اور ڈانٹ
اور جواب نہیں بن سکتے وہاں تصدیق نہ کی جائیگی (ت)

(۲) اور جو صرف پہلے سے نیت طلاق کی تو بشرطیکہ لفظ ثانی سے معنی حقیقی یعنی میں تو طلاق دے چکا
اب تزویج کا تجھے اختیار ہے مراد نہ لئے ہوں تو
سے بدیں سبب کہ بوجہ تقدم ومقارنت نیت حالت
رد پابند نیت نہیں رہتے،

ہدایہ میں ہے، جب پہلے لفظ سے طلاق کی نیت
کی ہو تو مذکر طلاق ہو جانے کی وجہ سے باقی دو
الفاظ بھی طلاق کے لئے متعین ہو جائیں گے اس
کے برخلاف جب یہ کہے کہ میں نے تیسرے لفظ سے
طلاق مراد لی ہے تو پھر پہلے دونوں لفظ طلاق نہ ہونگے
صرف آخری ایک طلاق ہوگی کیونکہ پہلے دونوں کے

فی الهدایة لما نوى بالاولی الطلاق
صار الحال حال مذاکرۃ الطلاق
فتعین الباقيات للطلاق بهذ
الدلالة، بخلاف ما اذا قال نويذ
بالثالثة الطلاق دون الاولی
حيث لا يقع الا واحدة لان الحما

عند الاوليين لو تكن حال مذاكرة الطلاق
(وفيهما) قال نويت بالاولى طلاقاً وبالثاني
حيضاً دين في القضاء لانه نوى حقيقة كلامه
ملخصاً انتهى،

وفي الكافي شرح الوافي في حالة مذاكرة الطلاق يقع الطلاق
في سائر الاقسام قضاء لا فيما يصلح جواباً
وسرّاً فانه لا يجعل طلاقاً عزا له في
العلمگیریّة۔

وقت مذاکرہ طلاق نہ تھا اور اسی میں مذکورہ صورت میں
یہ کہے کہ میں نے پہلے لفظ سے طلاق اور دوسرے سے
حیض مراد لیا ہے تو خاوند کی تصدیق کی جائے گی
کیونکہ اس نے لفظ کے حقیقی معنی کی نیت کی ہے (تخصیصاً)
اور کافی شرح وافی میں ہے کہ مذاکرہ طلاق میں
ان تمام الفاظ سے قضاءً طلاق واقع ہوگی جو طلاق
کا بھی احتمال رکھتے ہیں اور جو صرف ڈانٹ یا جواب
بننے کا احتمال رکھتے ہیں ان میں طلاق واقع نہ ہوگی

کیونکہ ان کو طلاق قرار نہ دیا جائے گا، اس عبارت کو عالمگیری میں کافی کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ت)
رہا تیسرا لفظ، ہر چند وہ بھی محتاج نیت نہ تھا مگر اس سبب سے کہ دوسری طلاق سابق سے اخبار
قرار دینا ممکن، اور ایسی صورت میں بائن سے بائن لاحق نہیں ہوتی اس سے طلاق واقع نہ ہوتی،

قراردینا ممکن، اور ایسی صورت میں بائن سے بائن لاحق نہیں ہوتی اس سے طلاق واقع نہ ہوتی،
فی الدر المختار لا یدحق البائن اذا امکن
جعلہ اخبار عن الاول کانت بائن بائن
او ابنتک بتطبیقة لانه اخبار فلا ضرورة
فی جعلہ انشاءً

در مختار میں ہے: بائن کے بعد دوسری بائن نہ ہوگی
جبکہ دوسری بائن پہلی سے حکایت بن سکے، مثلاً
”تو بائن بائن ہے“ یا ”میں نے تجھے طلاق کے ساتھ
بائنہ کر دیا“ یہ اخبار ہے اول سے تو اس کو انشاء بنانے
کی ضرورت نہیں ہے۔ (ت)

(۳) اسی طرح اگر پہلی یا دوسری دونوں (۴) یا تینوں سے نیت طلاق کی تو دوسری بائنہ واقع
ہوں گی،

لما مرمن ان البائن لا یلحق البائن ما امکن
حملہ علی الاخبار۔

جیسا کہ گزرا کہ بائنہ بائنہ کو لاحق نہیں ہوتی جب وہ
پہلی سے حکایت بن سکے (ت)

باقی سب صورت میں خواہ (۵) صرف دوسرا (۶) یا صرف تیسرا (۷) یا پہلا اور تیسرا دونوں (۸) یا

۳۵۵/۲	المکتبۃ العربیۃ کراچی	فصل فی الطلاق قبل الدخول	لہ الہدایہ
			لہ الکافی شرح الوافی
۲۲۵/۱	مطبع مجتہبائی دہلی	باب الکنایات	لہ در مختار

دوسرا اور تیسرا جمیعاً مقرون بہ نیت ہوں تو ایک ہی بات نہ واقع ہوگی،

کما یظہر لک مما القینا علیک من الادلة و
ان لاطلاق بالثالثة کما تقدمها
طلاق۔

جیسے ہم نے آپ کو دلائل بیان کر دئے اس سے ظاہر
ہے، اور یہ کہ تیسرے لفظ سے طلاق نہ ہوگی جب اس
سے قبل طلاق بات نہ ہو چکی ہو۔ (ت)

پس اس میں شبہ نہیں کہ ہندہ نکاح زید سے خارج ہوگی اور تا وقتیکہ زید اُس سے نکاح جدید نہ کئے
وہ اس کی زوجہ نہیں ہو سکتی،

فی تنویر الابصار وینکح مبانته بما دون الثلث
فی العدة وبعدها بالاجماع۔ واللہ تعالیٰ
اعلم۔

تنویر الابصار میں ہے کہ تین سے کم بات نہ میں دوبارہ
نکاح کی ضرورت ہوتی ہے خواہ عدت میں یا عدت کے
بعد ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۹۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی نسبت کہا "مجھے اس سے کچھ
کام نہیں میں اس کو نہیں رکھوں گا اگر اسے گھر میں رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں" پھر اس اندیشہ سے کہ شاید
اس سے طلاق نہ ہوگی ہو اُس سے پھر نکاح کر لیا، اس صورت میں عورت پر طلاق ہوئی یا نہیں اور یہ نکاح کافی
ہوایا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اُس عورت پر طلاق واقع نہ ہوئی اور پہلا ہی نکاح اس کا بحال خود قائم ہے دوسرے
نکاح کی کچھ حاجت نہ تھی یہ عبث واقع ہوا،

فی العلمگیریۃ رجل قال لامرأته ما بکار نستی
ونوی بہ الطلاق لایقع انتھی

عالمگیری میں ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو کہا "تو میرے
کام کی نہیں" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ نیت بھی کی ہو (ت)

اما قوله "میں اس کو نہیں رکھوں گا"
فہذا وان احتمل الجماع لان رکھنا بلفظنا
یکنی بہ عن الجماع الا انه عدا فلا یفید
شیئاً واما قوله (اس کو گھر میں رکھوں

تو یہ اگرچہ جماع کا احتمال بھی رکھتا ہے کیونکہ "رکھنا"
ہماری لغت میں جماع سے کنایہ ہوتا ہے مگر یہ
وعدہ ہے لہذا اس سے کچھ بھی مراد نہ ہوگا، اور اس کا

۲۴۰/۱

مطبع مجتہبائی دہلی

باب الرجعة

۱۔ درمختار شرح تنویر الابصار

۳۸۰/۱

نورانی کتب خانہ پشاور

الفصل الخامس فی الکنايات

۲۔ فتاویٰ ہندیہ

تو اسی کا دودھ پیوں) فہذہ لیس من باب الایلاء
 فی شیء لان گھر میں رکھنا انما هو الایواء ای
 هو التملکین من ان تسکن فی بیتہ ولا یکنی بہ
 عن الوطی ولا یكون یبینا ایضا حتی لو او اھا
 و مکنہا بعد من التملک لا تلزمہ کفارة یحین
 لان شرب لبث العرس غایتہ ان یکون
 حراما وقولہ ان فعلت کذا فانازات او
 سارق او شارب خمر او اکل سر بو فلیس
 بحالفت ہکذا فی الہندیۃ عن الکافی
 فلا یلزمہ بذلک شیء ، واللہ سبحانہ

قول "اس کو گھر میں رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں" تو
 یہ ایلاء یعنی قسم کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ گھر میں رکھنا
 گھر میں رہنے کی اجازت دینا ہے، اس سے وطی مراد
 نہیں ہو سکتی، اور قسم بھی نہیں ہو سکتی حتیٰ کہ اس کو گھر
 میں رکھا بھی تو قسم کا کفارہ نہ پڑے گا کیونکہ بیوی کا دودھ
 پینا زیادہ سے زیادہ حرام ہے، اور یوں ہی اگر کہا اگر
 میں یہ کام کروں تو میں زانی یا چور یا شرابی یا سود خور
 قرار پاؤں، قسم نہ ہوگی۔ ہندیہ میں کافی سے یہی منقول
 ہے، لہذا اس سے کوئی کفارہ لازم نہ ہوگا۔
 واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

(ت)

وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس باب کے کہ زید نے حالت ناراضگی
 یا راضگی میں ہندہ سے جو اس کی زوجہ ہے یہ کلمے کہے کہ "میرے مکان سے نکل جا اور میں اب تجھ کو اپنے یہاں
 نہ رکھوں گا، تو اب اور کوئی شوہر کر لے، یا کسی سے آشنائی کر، مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں، اور اگر تو میرے
 کہنے سے نہ نکلے گی تو پھر میں تیری ناک کاٹ لوں گا کہ پھر تو خاوند کرنے سے بھی بیکار ہو جائے گی" وہ ہندہ
 بخوف ناک اور بسبب یہ کلمے کہنے زید کے وہاں سے نکل کر ایک مکان میں کہ جو اس کے اقرباؤں کا تھا چلی آئی،
 چوچا اس کا محلہ میں پھیلا، جب زید سے آکر اہل محلہ نے کہا ہندہ کے باپ نے جو اب پایا زید سے کہ "میری اب
 طبیعت اس سے بہت ناراض ہے میں اس کو اب اپنے پاس نہ رکھوں گا اور جس نے کہا یہی جو اب پایا کہ مجھ کو
 اس سے کچھ سروکار نہیں اس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے وہاں جائے" اور ایک صاحب نے کہا کہ تمھاری
 بے حرمتی ہوگی تو زید نے کہا "کیا بے حرمتی ہوگی کیا مرد عورت کو چھوڑ نہیں دیتے ہیں کچھ بے حرمتی اور بے عزتی
 نہیں ہے" بس یہ کلمے زید کے مثل طلاق ہوتے بیچ حق ہندہ کے یا نہیں؟ جو حکم شرعی ہو اور قام فرمائیں فقط
 بیٹو اتوجروا۔

الجواب: یہ کلمات جو زید نے کہے کنایات طلاق میں سے ہیں ان الفاظ سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے یعنی

زید مذکور کو اختیار ہے کہ اُس سے رجعت کر لے یا بعد انقضائے عدت نکاح کر لے۔ در مختار میں لکھا ہے کہ:

اذہبی وتزوجی یقع واحداً بلا نیت لہ یعنی اگر شوہر نے زوجہ کو کہا کہ چلی جا اور دوسرا شوہر کر لے تو اس سے ایک طلاق پڑ جائے گی خود شوہر کی نیت طلاق کی ہو یا نہ ہو۔

محمد احسن صدیقی ۱۲۷۶ھ

کتبہ محمد احسن الصدیقی الحنفی

الجواب

أقول و بالله استعین (میں کہتا ہوں اور اللہ سے مدد مانگتا ہوں۔ ت) جواب میں الفاظ مندرجہ سوال سے تعرض نہیں اور جس بات کا حکم در مختار سے نقل کیا یعنی اگر شوہر نے زوجہ کو کہا "چلی جا اور دوسرا شوہر کر لے" سوال میں بہیئت کذاتی نہیں، اگر اخوجی اور اذہبی میں فرق نہ کیا جائے تاہم بسبب لفظ ثالث یعنی اس کلام کے کہ میں اب تجھ کو اپنے یہاں نہ رکھوں گا صورت مسئلہ کی بدل جائے گی، پس دلیل جناب مجیب کی قطع نظر اس سے کہ رجعی ہونا صورت محکوم علیہا کا اس سے ظاہر نہیں سوال سے علاقہ نہیں رکھتی کہ حکم بہیئت اجتماعیہ کا حالت افراد کے حکم سے متغایر ہو سکتا ہے فلا یتم التقریب اصلاً (تو دعویٰ اور دلیل مطابق نہ ہوئے۔ ت) علاوہ بریں بعد تسلیم اس امر کے کہ یہ کلمات کنایات طلاق سے ہیں طلاق مذکور کو رجعی قرار دینا بس عجیب ہے اس لئے کہ سوا چند الفاظ کے کہ کتب فقہ میں مذکور ہیں باقی کنایات طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور لفظ ابتغی الاثر واج (خاوند تلاش کر۔ ت) کو وقایۃ الروایۃ میں کنایات میں ذکر کر کے کہا واحداً بائنہ (ایک بائنہ طلاق ہوگی۔ ت) پس جواب صحیح یہ ہے کہ صورت مسئلہ میں تین لفظ کنایات طلاق سے مذکور ہیں :

اول، تو میرے مکان سے نکل جا کہ حاصل معنی اخرجی کا ہے بشرط نیت اس سے طلاق بائن ہو جاتی ہے کما مر (جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ت)۔

دوم، تو اب کوئی شوہر کر لے یا کسی سے آشنائی کر، اس نزدیک کے جزر اول کا بھی یہی حکم ہے، وقد مر ایضاً (اور یہ بھی گزر چکا۔ ت)

سوم، مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں، یہ لفظ بھی کنایات طلاق سے ہے کہ بشرط نیت اس سے

۲۲۶/۱

مطبع مجتہاتی دہلی

باب الکنایات

لے در مختار

۸۷/۲

" " "

"

لے شرح الوقایہ

طلاق بائن ہوتی ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے :
ولو قال لم یبق بینی و بینک عمل یقع الطلاق
اذانویؒ

اگر یوں کہا کہ تیرے اور میرے درمیان کوئی عمل نہ رہا
جب طلاق کی نیت سے طلاق واقع ہوگی۔ (ت)

پس اگر جملہ یا بعض الفاظ مذکورہ بہ نیت طلاق کے
بائن واقع ہوئی، بے تجدید نکاح کے

مباشرت عورت سے حرام ہے۔ تنویر الابصار میں ہے :
البائن یدحق الصریح لا البائن الا اذا
نہیں مگر جب۔ (ت)

(جواب ناقص ملا)

۲۹۳ مکملہ از شہر کئند ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے اپنی زوجہ سے جس کا نام ہندہ ہے اور جو کئی
سال سے اس کے نکاح میں تھی بغرض اپنی شادی دوسری جگہ کرنے کے اُس کو طرح طرح کی تکلیفیں دینا
شروع کیں اور بجز اس پر تہمت زنا کی لگا کر ایک پرچہ پر تحریر کیا اور پرچہ اپنے قلمدان میں رکھا اُس روز ہندہ کو
سختی ایسی دی کہ زید کے وارثان نے ہندہ کے وارثوں کو خبر دی کہ تم اپنی لڑکی کو اپنے گھر لے جاؤ وہ سخت تکلیف
میں ہے۔ اس پر ہندہ کی ماں ہندہ کو اپنے گھر لے آئی اور پرچہ جس کا ذکر اوپر ہوا ہے وہ بھی ہندہ اپنے ساتھ لائی
اس پر ہندہ کے وارثوں نے ایک مجمع عام میں زید کو ایسے کلمات کی تحریر سے نصیحت فرمائش کی، بجا اب اس کے
زید نے کہا کہ میں نے چھوڑا، مجھے کچھ تعلق نہیں جو اسباب ہندہ کا ہے ابھی مجھ سے لے لو۔ ہندہ کے وارثوں نے
دو شخصوں کو زید کے پاس ہندہ کا اسباب لینے کو بھیجا، زید نے کل اسباب دے دیا، اُن لوگوں نے ہندہ کے
حوالہ کر دیا، ہندہ نے کہا کہ میرا زیور باقی ہے وہ بھی لاؤ۔ وہ ہی شخص زیور لینے زید کے پاس گئے، زید نے زیور
کا وعدہ کیا کہ بس تیس روز میں دے دوں گا۔ چنانچہ زید نے بیسیوں روز رو برو چار آدمیوں کے کل زیور دے دیا
اور پھر کہا کہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں۔ اس صورت میں زید نے دو مرتبہ یہ کلمہ کہا کہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں۔ منشا
زید کا ان کلمات سے ظاہر ہے۔ عرصہ چار سال ہوا جب سے اس وقت تک کچھ تعلق نہیں رکھا۔ اس صورت
میں شرعاً ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بتیو تو جبروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں ہندہ پر طلاق پڑ جانے اور نکاح زید سے باہر ہو جانے کا حکم دیا جائے گا ناہاں

۲۱۶/۱

نو لکشور بکھنو

فصل فی الکنایات

۱۰ فتاویٰ قاضی خاں

۲۲۵/۱

مطبع مجتہدانی دہلی

باب الکنایات

۱۰ در مختار

اگر لفظ جو زید نے کہے اسی قدر ہیں اور اس حالت میں وہ حلف شرعی کے ساتھ بیان کرے کہ میں نے اس سے ہندہ کی نسبت نہ کہے تھے اُسے چھوڑنا مراد نہ تھا تو وقوعِ طلاق کا حکم نہ دیں گے پھر اگر وہ اپنے اس حلف میں توبہ کرے تو اس کا وبال اور عذابِ الہی کا استحقاق زید ہی پر رہے گا ہندہ پر الزام نہ آئے گا،

فی الہندیۃ عن الخلاصۃ عن الفتاویٰ رجل قال لامراتہ اگر تُو زن منی سہ طلاق مع حذف الیاء لایقع اذا قال لسم انوالطلاق لانه لما حذف فلم یکن مضمیفا الیہا اھ و فی البزازیۃ والمغانیۃ فی قوله لا تخرج من الدار الا باذنی فانی حلفت بالطلاق انه یحتمل الحلف بطلاق غیرہا فالقول قوله اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہندیہ میں خلاصہ سے اور وہاں فتاویٰ سے منقول ہے اگر کسی نے بیوی کو کہا "اگر تو عورت ہے تو مجھ سے تین طلاق" عورت کے ساتھ یا بہ نسبت کو ذکر نہ کیا، تو پھر کہے کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس نے جب یاہ کو حذف کر دیا تو اب طلاق بیوی کی طرف منسوب نہ ہوتی اھ۔ بزازیہ اور خانیہ میں ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا گھر سے میری اجازت کے بغیر مت نکل، کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے،

تو اس میں خاوند کی وضاحت معتبر ہوگی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے کسی اور کی طلاق مراد لے کر قسم کھائی ہو اھ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۴ از قبضہ سرولی تحصیل آنولہ ضلع بریلی مرسلہ مسماۃ محمودی بنت شیخ علیم اللہ
۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مسمی ولایت خاں شوہر (محبہ مسماۃ محمودی) نے عرصہ راز سے مجھ کو چھوڑ دیا ہے، نہ مجھ کو نان و نفقہ دیتا ہے، میں بوجہ نہ ملنے نان و نفقہ کے بہت تکلیف میں ہوں، لہذا میں بھی اس شخص سے بوجہ تارک الصلوٰۃ و نیز نہ دینے نان و نفقہ کے ناخوش ہوں، چنانچہ ایک پرچہ نوٹس ناخوشی شوہر مذکور کا میرے پاس آیا وہ ہر شے سوال ہذا ہے، امید کہ برائے خدا علمائے دین بموجب شرع شریف حکم آزادگی کا ارقام فرمائیں تاکہ میں نکاح اپنا کسی شخص صالح سے کروں اور عمر میری بسر ہو، عبارت نوٹس یہ ہے ایک پرچہ نوٹس آپ کا دربارہ تالشی متذکرہ نان و نفقہ دختر آپ کی کا یعنی محمودی کا آیا، اُس کا جواب یہ ہے کہ جب تک آپ کی لڑکی میرے گھر ہی تہ تک آپ میرے خسر رہے جس روز سے کہ اُس کو میں نے آزاد

لے فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفاریسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۲/۱
لے فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکشور بکھنؤ ۲۱۵/۱

کر کے معہ جملہ اسباب جہیز وغیرہ اُس کا اُس کے ہمراہ کر دیا گیا اور آپ کے گھر بھیج دیا گیا مجھ سے اور اس سے کچھ تعلق شرعاً نہیں رہا، نہ اس کا کوئی سامان میرے ذمہ باقی رہا بلکہ اس روز بہت پنچان قصبہ سرولی کے موجود تھے وہ بھی اس امر کے گواہ ہیں، اگر مجھ سے اور مسماۃ مذکور سے کچھ تعلق ہوتا تو میں ضرور اس کے نان و نفقہ کی فکر کرتا، آپ کیوں برابر تحریر کرتے ہیں، اب آپ کے نوٹس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ پھر پنچان جمع کر کے میرے مکان پر لانے والے ہیں اگر آپ نے ایسا کیا تو مجھ سے اور آپ سے رنج حد کو پہنچے گا، لہذا اب آپ پنچان کے جمع کرنے کا ارادہ نہ کریں، اس واسطے نوٹس دیا گیا مطلع رہو۔ از مقام دھنورہ
مرسلہ ولایت خاں ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء۔

الجواب

عبارت نوٹس سے (کہ جب تک میھے گھر رہی آپ میرے خسر رہے جس روز سے اُس کو میں نے آزاد کر کے آپ کے گھر بھیج دیا) صاف اقرار طلاق ظاہر ہے،

اعتاق المرأة وان كانت من الکنايات فلا يتحمل مردا ولا سبا کما لا يخفى، وفي الدر المختار انت حرة لا يحتمل السب والرد، قال الشامي واعتقتك مثل انت حرة كما في الفتحة والمحالۃ كما تری حالة الغضب فلا يفهم في الحكم الا الطلاق والمرأة كالقاضي كما في الفتحة وغیره۔

بیوی کو "آزاد ہے" کہنا، اگرچہ الفاظ کنایہ میں سے ہے تاہم یہ ڈانٹ اور جواب کا احتمال نہیں رکھتا اور صرف طلاق مراد ہوگی جیسا کہ مخفی نہیں ہے، درمختار میں ہے: بیوی کو کہنا "تو آزاد ہے" ڈانٹ اور جواب کا احتمال نہیں رکھتا، اور اس پر علامہ شامی نے فرمایا "میں نے تجھے آزاد کیا" ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے "تو آزاد ہے"

جیسا کہ فتح میں ہے، اور حالت بھی غصہ کی ہو تو پھر طلاق ہی حکم سمجھا جاسکتا ہے، اس میں عورت قاضی کی مانند ہے جیسا کہ فتح وغیرہ میں ہے۔ (ت)

پس اگر گواہان شرعی سے ثابت ہو کہ یہ نوٹس اسی کا لکھا ہوا ہے یا وہ مقرر ہو تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اور وقت تحریر نوٹس سے عدت لی جائے گی اگرچہ ہندہ بھی تسلیم کرتی ہو کہ جس وقت اُس نے گھر سے نکالا تھا طلاق دے دی تھی جس کا اقرار اس نوٹس میں ہے، ہاں اگر ہندہ گھر سے نکالتے وقت

طلاق دینے کی مقرر ہے اور اس وقت سے تحریر نوٹس کے وقت تک اتنا زمانہ گزر گیا جس میں عدت مستطین ہو تو عدت تو محمودی کو روز تحریر نوٹس ہی سے کرنی پڑے گی مگر اس عدت کا نفقہ شوہر سے نہ پائے گی۔
 مواخذة علیہا باقراہا وان امره
 الشرع بالعدۃ قطعاً للتزویر۔
 یہ بیوی کے اپنے اقرار پر مواخذہ ہے اگرچہ شرع نے اس کو عدت کا حکم دیا ہے کیونکہ جھوٹ ہو سکتا ہے۔ (ت)

اور اگر محمودی اس وقت طلاق دئے جانے کی مقرر نہیں تو اس عدت کے ایام کا نفقہ بھی شوہر سے پائے گی،

لان نفقة عدة الطلاق علی الزوج بالنص وبہ ظہر ضعف ما فی الخیریۃ۔
 کیونکہ طلاق کی عدت میں نفقہ خاوند پر نص کی وجہ سے ثابت ہوا ہے، اس سے خیر یہ کے بیان کا ضعف واضح ہو گیا ہے (ت)

فی الخیریۃ سئل فی رجل فرض علیہ القاضی نفقة وکسوة لزوجتہ و مضت مدۃ فادعی طلاقہا منذ زمان اجاب ان کذبتہ فی الاسناد ولم تقم بیئۃ کانت علیہا العدة من وقت الدعوی ولہا فیہا النفقة والسکنی وان صدقته فلا نفقة لہا ولا سکنی (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتاویٰ خیر یہ میں ہے سوال کیا گیا کہ ایک شخص پر اس کی بیوی کا نفقہ اور لباس قاضی نے لازم کیا، اور کچھ مدت گزرنے پر خاوند نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے بیوی کو مدت سے طلاق دے رکھی ہے، تو انھوں نے جواب دیا کہ اگر عورت خاوند کے اس دعویٰ کو دلیل سے جھوٹ ثابت کر دے اور گواہ پیش نہ کر سکے تو بیوی پر دعویٰ کے وقت سے عدت لازم ہو جائے گی، اور اگر بیوی خاوند کے دعوے کو سچ قرار دے تو پھر عدت میں نفقہ اور رہائش ملے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

ما قولکم من حکم اللہ فی هذه المسئلة
نکاح زید باہندہ حسب آئین شرع محمدی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم منعقد گشت بعد چند روز ہندہ را خلل جن
واقع گردید از دعا و دوا هیچ افاقہ نہ شد سالی ہمیں
حال مبتلا ماند والدین ہندہ را بر مکان خود آوردند
و والدین زید زید را نصیحت کردند کہ انقطاع و
احتراز از صحبت ہندہ باید کرد مباد ایں بلا بر تو ہم
مستولی نشود زید نوع خیال ایں سخن نکرد و
خفیہ از والدین خود آمد و شد جاری داشت و قتیکہ
والدین زید از این آمد و شد مطلع شدند زید را تنگ
گرفتند و ممانعت قطعی نمودند زید را نصیحت و
امتناع والدین کارگر شد و از ہندہ انقطاع کلی کرد
و ہمہ درین اثنا بفضل الہی ہندہ را صحت کلی حاصل
گشت مگر زید از انقطاع دارد و تا حال بہ ہندہ
رجوع نکردید و ارادہ رجوع ہم ندارد و تا سہ سال کامل
نزد والدین خود قیام نمود و تا حال موجود است جملہ
مصارف ہندہ متعلق والدین ہندہ ماند و والدین
ہندہ مفلوک الحال و مزدور پیشہ ہستند و زید از
قرص نانے ہم باہندہ گاہے مسلوک نگشت و نمی شود
بارہا گفتگوئے ایں بجانبین در میان آمد الا زید
والدینش صاف جواب داد و گفت کہ (مارا از ہندہ
مطلق سروکار نیست از جانب ما ایں جواب صاف
را طلاق فہمید) پس اندرین صورت نکاح ہندہ
با دیگر کس کردن جائز نخواہد شد یا نہ، علمائے

علماء کرام، آپ رحمکم اللہ تعالیٰ کا اس مسئلہ میں
کیا ارشاد ہے کہ زید کا ہندہ کے ساتھ شرع محمدی کے
مطابق نکاح ہوا، اس کے چند روز بعد ہندہ کو
آسیب ہو گیا، علاج و دعا کے باوجود ہندہ کو کوئی
افاقہ نہ ہوا، ایک سال اسی حال میں مبتلا رہی، تو ہندہ
کے والدین ہندہ کو اپنے گھر لے گئے، اور زید کے
والدین زید کو ہندہ سے انقطاع اور احترام کی تاکید
کرتے رہے تاکہ زید اس بیماری سے متاثر نہ ہو،
تو زید نے اپنے والدین کی اس نصیحت کی پروا
نہ کرتے ہوئے خفیہ طور پر ہندہ کے پاس آنا جانا
جاری رکھا، جب زید کے والدین کو اس پر اطلاع
ہوئی تو انہوں نے زید کو سختی سے اس میل جول سے
منع کر دیا اور زید نے والدین کی ممانعت پر عمل کرتے ہوئے
ہندہ سے کلی طور انقطاع کر لیا اسی دوران اللہ کا فضل
ہوا اور ہندہ بالکل تندرست ہو گئی، مگر زید نے اپنا
کلی انقطاع قائم رکھا اور اب تک اس نے ہندہ کی
طرف رجوع نہ کیا اور نہ ہی رجوع کا ارادہ رکھتا ہے اور
دو تین سال سے والدین کے پاس ہی ہندہ تمام مصارف
پورے کر رہی ہے اور تمام بوجھ ہندہ کے والدین پر
ہے جبکہ ہندہ کے والدین خود مفلوک الحال اور مزدور پیشہ
ہیں اور زید نے کبھی ہندہ کے لئے روٹی کی ٹکیہ تک
خرچہ نہ بھیجا، متعدد بار فریقین میں معاملہ بنانے کی کوشش
ہوئی مگر زید اور اس کے والدین نے صاف جواب دے دیا اور
کہا ہمارا ہندہ سے کوئی سروکار نہیں اور ہماری طرف سے صرف

جواب ہے اور اس کو طلاق سمجھا جائے۔ اگر کسی نے
اندریں حالات، ہندہ کا کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا
ہو گا یا نہیں؟ علمائے کرام اور مفتیان ذوی الاحترام
سے درخواست ہے کہ استفتاء کا جواب اپنے
دستخطوں اور مہروں سے مزین فرما کر ماجرہوں، نیز
مکرر ہے کہ زید اور اس کے والدین کا یہ کہنا کہ ”ہمارے صاف جواب کو طلاق سمجھا جائے“ کو طلاق دینا متصور

ذوی الکرام و مفتیان ذوی الاحترام استفتاء راز
مواہیر و دستخط بجواب صاف شرعیہ مزین فرمائیے
بیٹنوا توجروا فقط مکرر اینکہ گفتگوے او والدینش
کہ آں بر جواب صاف دادن مبنی ست جواز طلاق
دادن رایانہ فقط،

کیا جائے یا نہیں، فقط، (ت)

الجواب

اے اللہ! حق کی رہنمائی فرما۔ (ت)

مسئلہ صورت میں عورت کو طلاق نہ ہوتی، کیونکہ
سر و کار نہ ہونا، بے غرضی، بے پروائی کے علاوہ
کوئی معنی نہیں رکھتا، بلکہ اگر شوہر خاص بیوی کو کہے
”مجھے تجھ سے غرض نہیں، میں تیری پروا نہیں رکھتا“
تو میرے کام کی نہیں، تو میرے لئے کوئی چیز نہیں،
یا تیرے اور میرے درمیان کوئی چیز باقی نہیں رہی“
تب بھی ہرگز طلاق نہ ہوگی، اگرچہ یہ الفاظ طلاق کی نیت
سے بھی کہے اور طلاق کی نیت کرے تو ”سر و کار
نہیں“ ان مذکورہ الفاظ سے زیادہ سخت نہیں، بلکہ
مشہور علماء کا ارشاد ہے کہ اگر خاوند بیوی کو یہ کہے
”تو میرے لئے بیگانی ہے“ تو یہ مہمل اور لغو کلام
ہوگی، تو سوال میں مذکور الفاظ بطریق اولیٰ مہمل ہیں،
عالمگیری میں ہے کہ خاوند بیوی کو کہے ”مجھے تجھ سے کوئی
حاجت نہیں“ اور طلاق کی نیت کرے تو بھی طلاق
نہ ہوگی۔ اور اسی میں ہے اگر یوں کہے کہ ”میں تجھے
نہیں چاہتا، میں تجھے پسند نہیں کرتا، میں تجھ سے
خواہش نہیں رکھتا“ یا کہ ”مجھے تجھ میں کوئی رغبت

اللهم هداية الحق والصواب۔

در صورت مستفسرہ طلاق براں زن واقع نشد زیرا کہ
سر و کار نبودن جز اظهار بے غرضی و بے پروائی افادہ
معنی دیگر نمی کند و اگر شوہر مزینش را گوید مرا با تو غرض
نیست یا پرواے تو ندارم یا تو مرا بکار نیستی
یا تو مرا چیزی نباشی یا میان من و تو چیزی نماندہ
است ہرگز طلاق واقع نشود اگرچہ با اینہا ارادہ و
نیت طلاق کردہ شد و پرتا ہر کہ سر و کار نبودن
بیش ازین الفاظ نیست بلکہ علماء روشن گفتہ اند
کہ اگر زن را گفت تو مرا بیگانی ای ہم لغو و مہمل باشد
پس لفظ مذکور فی السؤال اولیٰ باہمال فی
الغلیگیرۃ لوقال لاحاجۃ لی
الیک بنوی الطلاق فلیس
بطلاق (وفیہا) اذا قال
لا امریک او لا احبک او لا اشتہیک
او لا مرغبتہ لی فیک فانہ
لا یقع وان نوی فی
قول اجی حنیفۃ رحمہم

نہیں، تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق ہے۔ اور اسی میں ہے کہ اگر یوں کہا ”میرے اور تیرے درمیان کوئی چیز باقی نہیں“ تو نیت طلاق کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔ اور خلاصہ میں اگر خاندانہ نے کہا تو میرے لئے بیگانی ہے یا کچھ مجھے تجھ سے کوئی حاجت نہیں، تو طلاق کی نیت باوجود طلاق نہ ہوگی۔ عالمگیری میں ہے کہ علامہ ابوبکر سے نشہ والے کے بارے میں سوال کیا گیا اس نے اپنی بیوی کو کہا میں بیزار ہوں میں بیزار ہوں میں بیزار ہوں میں بیزار ہوں، تو میرے لئے کچھ نہیں“ تو انھوں نے جواب میں بیان فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ طلاق نہ ہوگی اور بیوی بحال رہے گی۔ تو واضح ہو گیا کہ سوال میں مذکور لفظ، صریح یا کنایہ طلاق کا لفظ نہیں ہے تو ان کا کہنا کہ ”ہمارا صاف جواب طلاق سمجھا جائے“ بھی لغو اور مہمل ہے، کیونکہ اس سے قبل زید کی طرف سے طلاق کا کوئی اظہار نہیں، تو اس کی کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ گویا اس نے کہا ”میں نے اس بات سے طلاق کی نیت کی ہے“ اور نیت بھی کمرے تب بھی طلاق کے لئے کارگر نہیں ہے جیسا کہ واضح ہو چکا ہے، پس یہ مہمل

اللہ تعالیٰ (وفیہا) لوقال لم یبق
بینی و بینک شیء ونوی بہ الطلاق
لا یقعہ و فی الخلاصۃ قال تو مرا بیگانہ او
لا حاجۃ لی فیک لا یقع و ان
نوی، و فی الہندیۃ ایضا
سئل ابوبکر عن سکران
قال لامرأتہ بزارم بزارم بزارم
تو مرا چیزے نباشی الی قولہ ارجوانہا
لا تطلق وہی امرأتک،
و چون ظاہر شد کہ این لفظ از الفاظ
طلاق نیست نہ صریح نہ کنایہ،
پس قول او کہ از جانب ما این جواب
صاف را طلاق فہمند نیز لغو باشد
زیرا کہ او پیش از اظہار طلاق نیست
پس گویا حاصل کلامش آن ست کہ چنین
گفت کہ بایں گفتن نیت طلاق کردم
و خود اگر نیت مے کرد کارگر نمی باشد
کما وضحنا پس اظہار مہمل
جز مہمل نباشد قلت ولا یکن
جعلہ طلاقا مبتدأ لانہ

۱/۳۷۵	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل الخامس فی الکنایات	۱۰ فتاویٰ ہندیہ
۱/۳۷۶	” ” ”	” ” ”	” ” ”
۲/۹۸	مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	کتاب الطلاق	۱۱ خلاصۃ الفتاویٰ
۱/۳۸۳	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیۃ	۱۲ فتاویٰ ہندیہ

اشارہ الی غیر معتبر شرعاً و مالاً معتبر شرعاً
فلیس فی وسع احد ان يجعله معتبراً
قال فی الدر المختار لا یقع طلاق النائم
ولو قال اجزته او اوقعته لا یقع لانه اعاد
الضمیر الی غیر معتبر جوہرۃ اھ و قد صرح
بالجزئیة فی الخانیة حیث قال قال لہا
احسبى انک طالق لا یقع وان نوى اھ ملخصاً
پس در صورت مذکورہ زہار روانیست کہ ہندہ
بامردے دگر نکاح کند هذا ما عندی والعلم
بالحق عند ربی ، واللہ سبحانہ و تعالیٰ
اعلم۔

برائے مہل ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں کہ)
اس گفتگو کو ابتداء طلاق قرار دینا درست نہیں
کیونکہ شرعی طور پر غیر معتبر لفظ سے اشارہ ہے، اور
جو شرعاً غیر معتبر ہو اس کو کوئی بھی معتبر نہیں بنا سکتا،
در مختار میں فرمایا کہ سوئے ہوئے کی طلاق واقع نہ ہوگی
اگرچہ وہ بیدار ہو کر کہے کہ میں نے اُسے جائز قرار
دیا ہے یا اس کو واقع کرتا ہوں، تو پھر بھی واقع
نہ ہوگی کیونکہ وہ جس کلام کو واقع کرنا چاہتا ہے وہ نیند
کی کلام ہے جو غیر معتبر ہے، جوہرہ، اھ۔ اور خانیہ
میں اس خاص جزئیہ کی تصریح کی ہے کہ اگر خاوند
بیوی کو کہے، تو یہ خیال کر لے کہ تو طلاق دالی ہے تو

طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت سے بھی کہے اھ ملخصاً، لہذا مستولہ صورت میں ہندہ کو ہرگز جائز نہیں کہ کسی
دوسرے مرد سے نکاح کرے۔ یہ میری تحقیق ہے حقیقی علم اللہ تعالیٰ رب العزت کو ہے۔ واللہ سبحانہ
وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۶ ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے پکھری میں اپنی
بی بی کی نسبت بیان کیا کہ میرا اُس سے نکاح نہیں ہوا اور اُس کی اولاد میرے لطفہ سے نہیں ہے
اور حاکم نے بموجب بیان کے مقدمہ کو فیصلہ کر کے اس کی بی بی اور اُس کی اولاد قرار نہ دی حالانکہ نکاح
اُس کا درحقیقت اُسی عورت سے ہو چکا تھا اب شرعاً نکاح اس کا جائز رہا یا نہ رہا اور اولاد اس کی
فوت ہونے کے بعد اس کا ترکہ پائے گی یا نہ پائے گی اور بعد حنث اس شخص پر کفارہ یحین عائد ہوگا یا
نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

۲۱۸/۱

مطبع مجتہبی دہلی

کتاب الطلاق

۱۰ در مختار

۲۱۰/۱

نوکلشور لکھنؤ

۱۰

۱۰ قاضی خاں

الجواب

سائل منظر کہ شخص مذکور نے انگریزی کپہری میں کسی مصلحت سے ایسا اظہار حلفی دیا پس صورت مستفسرہ میں وہ شخص جوٹے حلف کا گنہگار ہوا، توبہ استغفار کرے، باقی نہ نکاح گیا نہ کوئی کفارہ آیا، نہ اولاد اس کے ترکہ سے محروم ہوئی،

نکاح کا باقی رہنا اس لئے کہ اس کا انکار نکاح کو متاثر نہیں کرتا جبکہ یہ مقام بھی خبر دینے کے لئے متعین ہے کیونکہ یہ اظہار ہے اور وہ بھی حلف کے ساتھ ہے بلکہ خود لفظ بھی اشارہ کا احتمال نہیں رکھتا، جیسا کہ مخفی نہیں، اس کے برخلاف اگر کوئی

اما بقاء النکاح فلان حجودہ لایزیلہ والمقام ہرہنا متعین للاخبار لانہ فی اظہار لاسیما مع الحلف بل اللفظ بنفسہ لایحتمل الانشاء کما لایخفی بخلاف قول القائل لست لی بامرأة فلم یکن طلاقا جماعا۔

مجھے کہ ”تومیری بیوی نہیں ہے تو یہ بالاجماع طلاق نہیں (باوجودیکہ یہ انشاء ہے)۔ (ت)

عالمگیری میں ہے :

ان قال لوماتزوجک ونوی الطلاق لایقع الطلاق بالاجماع کذا فی البدائع۔

اگر خاوند کہے ”میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا“ تو بالاجماع طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ بدائع میں ہے (ت)

اُسی میں ہے :

اتفقوا جمیعا انہ لو قال واللہ ما انت لی بامرأة اولست واللہ لی بامرأة فانه لایقع شیء وان نوى کذا فی السراج الوہاج، ملخصا۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر خاوند کہے ”خدا کی قسم تومیری بیوی نہیں“ یا یوں کہے ”تو خدا کی قسم میری بیوی نہیں“ تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ سراج الوہاج میں ہے ملخصا۔

اسی طرح اور کتب میں ہے :

واما عدم الکفارة فلان المعهود فی محاکمہم غیر القسم وان کان فلا کفارة

اور لیکن کفارہ اس لئے نہیں کہ کپہری میں حلف کو قسم نہیں قرار دیا جاتا ہے۔ اور اگر قسم ہو بھی تو

فی غموس واما عدم انتفاء نسب الولد
حق یحرموا من ترکه فلعدم تحقق
اللعان ومجرد النفی لا ینفی وان تصادق
علیه الزوجان۔

یہ ہمیں غموس ہے جس پر کفارہ لازم نہیں ہے
(ماضی کے معاملہ میں جھوٹی قسم کو ہمیں غموس کہتے
ہیں) باقی بچے کے نسب کا انتفاء اس لئے نہیں
ہوگا کہ لعان کے بغیر نکاح کی نسبت منتهی نہیں

ہو سکتی، اور لعان کے بغیر نفی پر خاوند بیوی دونوں متفق ہو جائیں تب بھی اولاد کی نسب منتهی نہیں
ہو سکتی۔ (ت)

درمختار میں ہے:

من قذف زوجته ونفی نسب الولد منه
او من غیره وطالبته بموجب القذف و
هو الحد، لاعن فان لاعنت بعدة و
والاجست تلاعن او تصدقه فان
صدقه لا ینتفی النسب لانه حق الولد
فلا یصدق ان فی ابطاله اھ ملتقطا، واللہ
تعالی اعلم۔

جس نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی یا بچے کے نسب
سے انکار کر دیا، یا بیوی کے پہلے خاوند سے بچے
کے نسب کو اس کے والد سے طہق کیا اور بیوی نے قاضی کے پاس
اس پر حد قذف کا دعویٰ کیا تو خاوند نے لعان کیا تو
اس کے بعد اگر عورت نے لعان کیا تو بہتر ورنہ بیوی کو
قید کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ لعان کے لئے تیار ہو جائے
یا خاوند کی تصدیق کرے، اور خاوند کی تصدیق

کر دی تو نسب منتهی نہ ہوگا کیونکہ یہ بچے کا حق ہے لہذا بچے کے حق کو باطل کرنے میں ان دونوں کی بات تسلیم کی جائیگی اھ ملتقطا
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۹۷ مکملہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید نے اپنی منکوحہ سے دو بار نکاح
تو میرے نکاح سے باہر ہے بجائے میری ماں بہن کے ہے، آیا اس کی منکوحہ پر طلاق پڑی یا نہیں؟
اور یہ ظہار ہے یا نہیں؟ اور اگر طلاق ہوگئی تو رجعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور بعد رجعت کفارہ ظہار
زوج کو ادا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بتیو اتوجروا۔

الجواب

سائل نے عند التفتیش بیان کیا کہ اس نے ایک جگہ جانے کے لئے اپنی زوجہ کو کہا تھا اس نے

انکار کیا اُس نے اصرار کیا آخر کہا "اگر نہ جائے گی تو میرے نکاح سے باہر ہو جائے گی" اس نے پھر بھی نہ مانا تو کہا تو میرے نکاح سے باہر ہو گئی، تو بجائے میری ماں بہن کے ہے" اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جانے کا حکم ہے،

لان اللفظ من الکنايات كقوله لم يبق بيني و
بينك نكاح كما في الھندیة و ظاہر انہ
لا یصلح رد اول سبب و الحالة حالة الغضب۔
کیونکہ یہ لفظ کنایات میں سے ہے، جیسا کہ تیرے
اور میرے درمیان نکاح نہیں، جیسا کہ ہند یہ میں
ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ لفظ ڈانٹ اور جواب نہیں
بن سکتا اور حالت بھی غصہ والی ہے۔ (ت)

اور اب ظہار کا کوئی محل نہیں،
فان الظہار یعمد الزوجیة كما فی الدر المختار
وانہ بعد البیونہ صادق فی بیان الحرمة
كما فی رد المحتار۔

کیونکہ ظہار نکاح میں ہو سکتا ہے جیسا کہ در مختار میں
ہے، اور خاوند طلاق بائنہ کے بعد اپنے بیان حرمت
میں سچا ہے جیسا کہ رد المحتار میں بیان کیا گیا ہے۔ (ت)
تو کفارے کی حاجت نہیں اور صرف رجعت کی صورت نہیں بلکہ نکاح پھر کرے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۹۸ مکملہ از رچھا تھانہ بہیڑی ضلع بریلی ۵ اذ یقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے بیٹوں سے ناخوش ہوا
اور ان کو علیحدہ کر دیا، لوگ برادری کے جمع ہوئے کہ اُن کو ایک جگہ جمع کر دیں، باپ یعنی زید کو سمجھانا شروع کیا،
اسی اثنا میں زید نے اپنی بی بی کی نسبت کہا کہ مجھ کو اس سے کوئی تعلق نہیں خواہ یہ اپنے لڑکوں میں ہے
یا کسی جگہ چلی جائے میں لا دعوی ہوں مجھ کو اس سے کچھ مطلب نہیں، وہ برادری کے لوگ جو جمع تھے ان میں سے
ایک شخص عمرو نے کہا کہ اے زید! خاموش ہو اپنی زبان کو روک، یہ کیا کہتا ہے، ایسے لفظ نہیں بولتے ہیں۔
زید نے پھر دوبارہ سے بارہ اسی طرح سے کہا کہ میں پھر کہتا ہوں کہ مجھ کو کوئی دعوی نہیں جہاں چاہے چلی جائے مجھ کو
کچھ تعلق نہیں، غرض جوں جوں عمرو اس کو سمجھاتا تھا اتنا ہی زید ان الفاظ کو بار بار کہتا تھا چار چھ مرتبہ اُن
سب کے زور دیا وہ الفاظ زید نے اپنی زبان سے نکالے، اب زید چاہتا ہے کہ میں بی بی کو اپنے پاس
رکھوں، برادری کے بعض لوگ بھی کہتے ہیں کہ زید نے اس وقت غصہ میں کہہ دیا تھا کچھ حرج نہیں ہے اور چاہتے
ہیں کہ میاں بی بی کا میل جول کرادیں، تو فرمائیے کہ اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور میاں بی بی کو خلط ملط

لے فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنايات نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۵/۱

جائز ہے یا نہیں؟ یا جو بات عند اللہ ہو بیان فرمائیے، بینوا بالصدق والصلوٰۃ وتوجروا عند اللہ
یوم الحساب۔

الجواب

”مجھے اس سے کچھ مطلب نہیں“ کے سوا باقی الفاظ کنایات طلاق سے ہیں ان کے کہنے میں اگر زید نے عورت
کو طلاق دینے اور اپنے نکاح سے باہر کر دینے کی نیت کی تھی تو ایک طلاق بائن ہوگئی،

ولا یتعدد بالتکرار لان الکناۃ البائنة لا تلحق
اور یہ تکرار کی وجہ سے متعدد طلاقیں نہیں ہو سکتیں،
کیونکہ کنایہ والی بائنہ طلاق پہلی بائنہ کو لاحق نہیں
ہو سکتی، جیسا کہ بحر اور دروغیرہما میں ہے (ت)

اس صورت میں تو عورت کی رضا مندی کے ساتھ اُس سے نکاح کر لے اور اگر یہ الفاظ عورت کو طلاق دینے
کی نیت سے نہ کہے تھے تو طلاق ہی نہ ہوتی عورت بدستور اُس کے نکاح میں ہے یہ بات کہ ان الفاظ سے طلاق
کی نیت کی تھی یا نہ کی تھی خود زید کے بیان سے معلوم ہوگی عورت اس سے قسم لے کر پوچھے اگر وہ قسم کھا کہ کہے
کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی تھی تو طلاق کا حکم نہ ہوگا،

فی الدر المختار ویکنی تحلیفہا لہ فی منزلہ۔
در مختار میں ہے کہ عورت کا گھر میں خاوند سے قسم
لے لینا کافی ہے (ت)

اگر زید جھوٹی قسم کھائے گا تو اُس کا وبال زید ہی پر ہے، عورت الزام سے بری ہے اور اگر زید قسم کھانے
سے انکار کر دے یا صاف اقرار کر دے کہ میں نے وہ الفاظ بہ نیت طلاق کہے تھے تو بغیر نکاح جدید کے
اُن میں میل جول نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۹ از سر ولی پر گنہ آنولہ صلح بریلی محلہ رنگریزاں مرسلہ مسیتن زوجہ وزیر بیگ اجمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجھ مسماۃ مسیتن کو مرزا وزیر بیگ شوہر میرے نے
عرصہ دراز سے ہر طرح کی تکلیف دے کر اپنے مکان سے نکال دیا ہے اور میں اپنے باپ کے گھر رہتی ہوں،
یہاں تک کہ میں نان شبینہ کو محتاج ہوں، چنانچہ چند بار میں نے شوہر مذکور سے بابت نان و نفقہ بذریعہ تحریر
طلب کیا سو اُس کے جواب میں یہ نوٹس بھیجا جو ہر شتہ سوال ہذا ہے یقین ہے کہ ملاحظہ سے گزرا ہوگا
لہذا امیدوار ہوں کہ برائے عند اللہ بموجب حکم شرع شریف کے اجازت ہو کہ میں اپنا نکاح کسی مرد صالح

کے ساتھ کروں جس سے قوت بسری میری متصور ہو فقط۔

نقلِ نولس: نولس بنام مسماة مسیتین دخیر خیراتی واضح ہو تم نے چند بار واسطے خرچ کے مجھ کو لکھا کہ مجھ کو خرچ کی سخت ضرورت ہے خوب بات ہے اگر تم بلا اجازت میرے اپنی ماں کے گھر نہ چلی جاتیں تو میں تم کو خرچ کچھ نہ کچھ دیا کرتا اگرچہ میں پہلے ہی تم سے از حد ناخوش ہوں مگر اب تو میرا بالکل ہی تم سے کچھ تعلق نہیں رہا، مجھ سے تم کسی قسم کی اُمید مت رکھنا بلکہ تم کو اپنی ذات کا اختیار ہو چکا، میں تم سے دست بردار ہوں، زیادہ اور لکھوں فقط، راقم وزیر بیگ از پیاس ۹ جولائی ۱۹۰۴ء

الجواب

صورت مستفسرہ میں ایک طلاق بائن پڑنے کا حکم دیا جائے گا عورت اپنے آپ کو نکاح سے باہر سمجھے اور روز طلاق کے بعد سے تین حیض کامل شروع ہو کر ختم ہو جانے کے بعد اُسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے،

لان نفی التعلق من بین کنایات التطلاق وکذا
دست برداری ولا یحتملان سدا ولا سببا و
المحالة حالة الغضب فی حکم بالوقوع بل
اللفظ الباقی ایضا کنایة عن التطلاق دون
التفویض كما یعلم من یعرف اسالیب التماور
والله تعالیٰ اعلم۔

اختیار دینا نہیں ہوتا جیسا کہ محاورات کے مفہومات کو سمجھنے والا ہر شخص جانتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اور اس کا مرد یعنی خاوند اس کامیاب
بی بی میں جھگڑا اور فساد ہوا اور غصہ تھا اس غصہ کی حالت میں عورت نے کہا مجھ کو طلاق دے دو، اس کے
میاں نے غصہ کی حالت میں تین بار کہا تو ہماری بہن ہو چکی تو ہماری بہن ہو چکی۔ اس صورت
میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ جب غصہ اترتا تو خیال کیا یہ ہم نے کیا کہا فقط۔ یہ واقعہ ہوا ہے ایک نومبر ۱۹۰۶ء
کو، آج پانچواں دن ہے۔

الجواب

تین طلاق کی اس صورت میں اصلاً گنجائش نہیں۔

لانہ ان کان بائنا و البائن لا یلحق البائن
کیونکہ اگر بائن ہو تو وہ پہلی بائنہ کو لاحق نہیں ہو سکتی

و ظاہر انہ لیس ظہار العدم التشبیہ و ظاہر
کلامہم ان لا طلاق فیہ تاقل۔

اور ظاہر یہ ہے کہ ظہار نہیں کیونکہ ظہار میں تشبیہ نہیں ہے جو یہاں نہیں ہے لہذا فقہاء کو کلام ظہار قبول ہے کہ اس صورت میں طلاق نہ ہوگی غور کی ضرورت ہے

احتیاط یہ کہ آپس میں نکاح نئے سرے سے کر لیں، دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۱ از شاہجہانپور محلہ باروزی اول ۸ شوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ہندہ اپنی ساس کی بد مزاجی اور سخت کلامی سے اپنے والدین کے مکان پر چلی آئی زید اس کے شوہر نے جو پردیس میں ملازم ہے ایک خط بقلم خود بذریعہ ڈاک ہندہ کے باپ کے نام لکھا، علاوہ اور کلمات سخت کے یہ بھی لکھا کہ اب آپ عمر بھر لڑکی کو بٹھائے رکھتے اور اب وہ کبھی نہیں بلائی جاوے گی اور اب آپ دیکھیے گا کہ مجھ کو لوگ کیسے لڑکی دیتے ہیں اور اب آپ لڑکی کو اپنے پاس رکھتے اور آپ کی لڑکی میں کیا صفت ہے، اب آپ لڑکی کو بٹھائے رکھتے جب تک جی چاہے، اور میرا اس کا کچھ تعلق نہیں ہے اور اب آپ کی لڑکی کو کوئی نہیں بلائے گا اور میں والد صاحب کو لکھ دوں گا کہ آپ سے کچھ تعلق نہ رکھا جاوے اور نہ لڑکی کو بلایا جاوے اور میری آپ کی خط و کتابت بھی ہمیں سے قطع ہوتی ہے اب آپ جو اب اس کا نہ دیجئے گا میں چاہتا، پس یہ کلمات جو زید نے لکھے وہ طلاق تک پہنچے یا نہیں؟

الجواب

ایسے خط سے طلاق نہیں ہو سکتی جب تک زید اس کے لکھنے کا اقرار نہ کرے، پھر بعد اقرار بھی حکم طلاق نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس لفظ کے بہ نیت طلاق کہنے کا اقرار نہ کرے کہ میرا اس کا کوئی تعلق نہیں، ہاں اگر وہ کہے کہ یہ خط میں نے اور یہ الفاظ بہ نیت طلاق لکھے تھے تو ضرور ایک طلاق بائن کا حکم دیا جائیگا اور اگر واقع میں اس نے یہ لفظ بہ نیت طلاق لکھے تھے اور اب اس کا انکار کر جائیگا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰۲ از شاہجہان پور محلہ دلہذاک متصل مسجد کوٹھی بابو سمیع اللہ خاں

مرسلہ سید امجد علی صاحب ہیڈ کانسٹبل پنشنر ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

عمر و ایک نوکری پیشہ ہے اور اس کی ایک لڑکی محمودہ اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ رہتی تھی عرصہ تین چار سال ہوا کہ اس کی ماں سوتیلی نے اپنے حقیقی بھائی کی صلاح سے جو محمودہ کا سوتیلی ماموں ہے بلا رضا مندی عمر و محمودہ جس کی عمر ۱۴ سال تھی کی شادی خالد جو بدچلن لاندہب آدمی ہے سے کر دی، دس بارہ یوم میں محمودہ کو جب علم ہوا کہ یہاں پر کوئی کام مطابق شرع نہیں، تب خالد کو فہمائش پابندی نماز کی کی جس پر

محمودہ کو سخت وسخت کہا گیا اور ہر طرح کی تکلیف خورد و نوش اور صوم و صلاۃ کی دی گئی اور آحشر کار خالد نے محمودہ کو باپ کے گھر پہنچا دیا، کچھ عرصہ بعد والدہ و نانی خالد کی آئیں اور خدا اور رسول کو درمیان میں ڈال کر اور اقرار اس بات کا کر کے کہ اب لڑکی کو تکلیف نہ ہوگی اور اس کو ناخوش نہ رکھا جائے گا محمودہ کو رخصت کر لے گئیں، دس پندرہ یوم تک محمودہ وہاں رہی، مگر قسم اور اقرار کی پابندی نہ دیکھ کر وہ میسکہ چلی آئی غرضیکہ اس عرصہ چار سال میں چار پانچ مرتبہ ایسا ہی اتفاق ہوا، اخیر مرتبہ خالد کے باپ نے حلف لیا اور ذمہ دار ہوا اور لڑکی کو رخصت کر لے گیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد خالد نے محمودہ سے بات چیت کرنا گھر میں آنا چھوڑ دیا اور بالآخر زیور و کپڑا اتار کر یہ کہہ کر کہ اب عمر بھر کو جاؤ ہم سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں اس کو میکے میں پہنچا دیا اور ایک جماعت کثیر کے جلسہ میں جس میں چند اصحاب نمازی اور پابند صوم و صلوٰۃ موجود تھے کہا کہ ہم نے اب دربار ہی پھونک دیا اور مجھ سے و محمودہ سے کوئی تعلق نہیں رہا اور جب سے اب تک کوئی خبر گیری نہ لی۔

الجواب

لوگ بہت گول سوال کرتے ہیں کچھ نہ بتایا کہ نکاح کے وقت محمودہ بالغ تھی یا نابالغہ، چودہ سال کی عمر میں دونوں باتیں محتمل ہیں، اگر عارضہ ماہواری آتا ہو بالغ ہے ورنہ نابالغہ، یہ نہیں بتایا گیا کہ اگر بالغ تھی تو اس کا اذن لیا گیا یا نہیں، اور نابالغہ تھی تو باپ نے اس نکاح کو سن کر کیا کہا اور یہ رخصت کس کی اجازت سے ہوئی۔ جب تک ان باتوں کی تفصیل نہ بتائی جائے حکم متعین نہیں ہو سکتا، اور ہر شق کا حکم بتانا خلاف مصلحت شرعیہ ہے، تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ نکاح کو صحیح مان کر طلاق کی نسبت استفسار ہے کہ ان لفظوں سے ہوئی یا نہیں، اگر وہ واقعی لامذہب ہے بایں معنی کہ زندقہ و دہریہ ہے کوئی دین نہیں رکھتا یا بایں معنی کہ وہابی غیر مقلد ہے جب تو نکاح ہی نہ ہوا طلاق کیسی، اور اگر بایں معنی کہا کہ دین کے احکام پر قائم نہیں، ہر قسم کے لوگوں سے میل جول ہے، تو اگر نکاح صحیح فرض کر لیا جائے جس کی حقیقت بغیر امور مذکورہ کے واضح نہ ہوگی تو طلاق کی نسبت اتنا جواب ہے کہ یہ الفاظ کنایہ ہیں طلاق اس کی نیت پر موقوف ہے، اگر بہ نیت طلاق کے ایک طلاق بائن ہوگئی، عورت نکاح سے نکل گئی ورنہ نہیں، اور نیت ہونے نہ ہونے میں مرد کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے، کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشکلہ از رانچی محلہ اوپر بازار مرسلہ جناب عبدالرب ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ
شوہر نے اپنی بی بی سے کہا کہ مجھ سے اور تجھ سے کوئی سروکار واسطہ نہیں میں نے تجھ کو چھوڑ دیا

فان الصریح یلحق البائن والرجعی اذا جامعہ
البائن جعلہ بائناً لامتناع الرجعة۔

کیونکہ صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے اور صریح اور بائن
جمع ہو جائیں تو بائنہ صریح کو بائنہ بنا دیتی ہے کیونکہ
رجوع نہیں ہو سکتا۔ (ت)

اور اگر اس سے طلاق کی نیت نہ کی ہو تو ایک طلاق رجعی ہوتی اگرچہ دوسرے لفظ سے بھی نیت نہ کی ہو،
لان الصریح لا یحتاج الی النیة ولتاخرہ
عن الکناية لم یکن قرینة علی نية الطلاق
بہا۔

کیونکہ صریح طلاق نیت کی محتاج نہیں ہوتی، چونکہ
صریح طلاق یہاں کنایہ کے بعد ہے لہذا کنایہ کے وقت
نیت طلاق کا قرینہ موجود نہ تھا۔ (ت)

عالمگیریہ میں محیط سے ہے :

لوقال لہا بئنی فانت طالق فہی واحدة اذا لم
ینوبقولد بئنی طلاقاً۔

اگر خاوند نے کہا ”تو جدا ہو تجھے طلاق“ تو یہ ایک طلاق
ہے، اگر اس نے ”تو جدا ہو“ سے طلاق کی نیت
نہ کی ہو۔ (ت)

فتاویٰ خیریہ میں ہے :

قال لامرأته فی حال الغضب مروجی طالق
یقع واحدة رجعیة وان نوبی الاکثر والابانة
اولم ینوشینا لانه صریح اذا الکناية ما تمحتمل
الطلاق ولا یكون الطلاق مذکوراً ایضا کما
صرح به قاضی خاں فی الکنايات ، وھنا
الصریح مذکور۔

خاوند نے بیوی کو غصہ میں کہا ”میری روح طلاق والی
ہے“ تو ایک طلاق رجعی ہوگی اگرچہ وہ زیادہ طلاقوں
کی یا بائنہ کی نیت کرے یا کوئی نیت نہ کرے ہر طرح
ایک رجعی ہوگی، کیونکہ یہ صریح ہے اور کنایہ وہ ہوتی ہے
جس میں طلاق کا احتمال ہو اور طلاق کا ذکر بھی نہ ہو
جیسا کہ اس کو قاضی خاں نے کنایات کے باب میں
ذکر کیا ہے جبکہ یہاں صریح طلاق مذکور ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

انہ مذکور بعدہ والقرینة لابد
ان تقدم کما یعلم مما مر

یہ بعد میں مذکور ہے جبکہ قرینہ کے لئے ضروری ہے
کہ وہ پہلے ہو، جیسا کہ پہلے اعتدی (تو عدت

فی اعتدی ثلاثاً

اسی میں ہے :

لا یقع بالاول شیئاً لانه لم ینوبہ ودلالة الحال
وجدت بعدة أقول وفيما ذكر في الخيرية
نوع مخالفة لما مر عن المحيط والظاهر
ما في المحيط وعبارة الخانية الكناية ما تحقل
الطلاق ولا يكون الطلاق مذکور انصافاً فانما
معناه لا يكون نصاباً في الطلاق كيف وقد قال
فيها لو قال انت طالق فاعتدى وقال عنيت
به العدة صحت نيته وان عني به تطليقة
اخرى اولم ینوشیئاً فهي تطليقة اخرى
وكذلك واعتدى او قال اعتدى بغير حرف
العطف فقد وقع بالكناية اخرى عند النية
مع وجود الصريح وانما لم يحتج الى النية
لتقدم الصريح فكان من المذاكرة بخلاف
ما نحن فيه فانه كقوله بيني فانت طالق
والله تعالى اعلم۔

پوری کر، تین مرتبہ کہنے کے متعلق معلوم ہو چکا ہے۔

کنایہ پہلے ہو تو اس سے کوئی طلاق نہ ہوگی جبکہ نیت
طلاق نہ ہو، کیونکہ ایسی صورت میں نیت اور ولایت
دونوں نہ پائے گئے، اور دلالت اگرچہ ہے مگر بعد میں
ہے جو کہ قرینہ نہیں بن سکتی اقول (میں کہتا ہوں)
خیر یہ میں جو مذکور ہے وہ محیط سے منقول کے کچھ خلاف
ہے جبکہ ظاہر وہی ہے جو محیط میں ہے، خانہ کی
عبارت یوں ہے کہ کنایہ وہ جو طلاق کا احتمال رکھے
اور صراحتاً طلاق مذکور نہ ہو اور، جبکہ اس کا معنی یہ ہے
کہ طلاق میں نص نہ ہو، یہ کیونکہ نہ ہو جبکہ انھوں نے خانہ
میں فرمایا کہ اگر خداوند بیوی کو کہے "تو طلاق والی ہے
پس تو عدت پوری کر" اور پھر کہے کہ میں نے فاعتدی
(پس تو عدت پوری کر) سے عدت مراد لی ہے،
تو اس کی نیت صحیح ہوگی، اور اگر کہے کہ میں نے اس
سے دوسری طلاق مراد لی ہے یا کہے کہ میں نے
کوئی نیت نہیں کی، تو یہ دوسری طلاق شمار ہوگی،

اور یونہی اگر "عطف کے ساتھ یا بغير عطف واعتدی اور اعتدی کہے تو بھی یہی حکم ہے، تو یہاں اس بیان
میں انھوں نے "اعتدی" کے کنایہ سے نیت کے ساتھ دوسری طلاق باوجودیکہ اس سے پہلے صریح طلاق
مذکور ہے، واقع ہونا تسلیم کیا ہے، تو بلاشک کنایہ میں نیت کی ضرورت نہ ہوگی جہاں صریح طلاق پہلے مذکور ہو
تا کہ وہ مذکرہ طلاق بن سکے، اس کے برخلاف جو ہم بیان کر رہے ہیں اس میں کنایہ پہلے اور صریح بعد میں ہے

۴۷۴/۲

دار احوال التراث العربی بیروت

باب الکنايات

رد المحتار

۴۷۶/۲

نولکشور لکھنؤ

فصل فی الکنايات والمدلولات

فتاویٰ قاضی خاں

۲۱۶/۲

"

"

"

"

"

"

۲۱۷/۲

لہذا وہ ”تو جُدا ہو تجھے طلاق ہے“ کی طرح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

وقت اقرار سے عدت معتبر ہونا کہ برخلاف ائمہ اربعہ و جمہور صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فتوائے متاخرین ہے صرف محل تہمت میں ہے اور وہ بھی وہاں کہ طلاق صرف اقرار سے ثابت ہو اگر پہلے سے معلوم ہے تو بلاشبہ بالاجماع وقت طلاق ہی سے عدت ہے، یوں ہی اگر پہلے سے طلاق کا ثبوت نہیں مگر جس وقت سے طلاق دینا بیان کرتا ہے جب سے زوجہ کو جُدا کر دیا ہے تو اس صورت سے بھی فتوائے متاخرین متعلق نہیں، اور یہاں یہ دونوں باتیں موجود ہیں طلاق قبل اقرار ثابت ہے اور اس وقت سے وہ اسے جُدا بھی کر چکا تو یہاں وقت اقرار سے عدت لینا صراحتاً باطل و خلاف اجماع ہے۔

ردالمحتار میں ہے :

بحر میں فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مبسوط میں ظاہر کلام اور کثرت کی عبارت میں ہے کہ عدت کا اعتبار طلاق کے وقت سے ہے مگر متاخرین نے اس میں اقرار کے وقت سے عدت کا وجوب مانا، اس لئے اس کو بیوی کی بہن اور اس کے ماسوا زائد چار عورتوں سے نکاح حلال نہ ہوگا جب تک اقرار کے بعد مکمل عدت پوری نہ ہو جائے، متاخرین کا یہ حکم طلاق کو چھپانے کی سزا کے طور پر ہے اور یہی مختار ہے جیسا کہ صفیری میں ہے اھ، اور سفدی نے امام محمد اور متاخرین کے کلاموں میں موافقت پیدا کرتے ہوئے یوں کہا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا محل یہ ہے کہ جب خاوند اور بیوی بیان کردہ وقت طلاق سے علیحدگی اختیار کر چکے ہوں اور اگر وہ دونوں اس وقت سے اب اقرار تک اکٹھے رہ رہے ہوں تو پھر طلاق کے لئے بیان کردہ وقت میں دونوں کا جھوٹ ظاہر ہے اس لئے وقت کے بیان میں تصدیق نہ کی جائے گی (اور اقرار کے وقت سے ہی

قال في البحر ظاهر كلام محمد في المبسوط وعباراة الكثرة اعتبارها من وقت الطلاق الا ان المتأخرين اختاروا وجوبها من وقت الاقرار حتى لا يحل له التزوج باختها واربع سواها زجراله حيث كم طلاقها، وهو المختار كما في الصفري اه ووفق السفدي بحمل كلام محمد على ما اذا كان متفرقين من الوقت الذي اسند الطلاق اليه، اما اذا كان مجتمعين فالكذب في كلامها ظاهر فلا يصدقان في الاستاد، قال في البحر وهذا هو التوفيق ان شاء الله تعالى وفي الفتح ان فتوى المتأخرين مخالفة للائمة الاربعة وجمهور الصحابة والتابعين وحيث كانت مخالفتهم للثمة فينبغي ان يتحرى به محالها والناس الذين هم مظانها، ولهذا فصل السفدي بها مراد ملخصا و

اقرہ فی البحر والنحر۔
 عدت شمار ہوگی) اور بجر میں فرمایا یہ موافقت ہے۔
 ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور فتح میں ہے کہ متاخرین کا فتویٰ ائمہ اربعہ، جمہور صحابہ کرام اور تابعین کے قول
 کے مخالف ہے، تو یہ مخالفت تہمت کے مقام میں ہے، تو بہتر ہے کہ اس کی وجہ معلوم کرنے کے لئے
 سوچ بچار سے کام لیا جائے، اور لوگوں میں ایسے واقعات موجود ہیں اسی لئے سفیدی اس کی تفصیل
 بیان کی ہے جو گزری چکی اھ ملخصاً، اور اس کو بجر اور نحر میں ثابت رکھا ہے۔ (ت)

ڈیڑھ دو سال میں اگرچہ ذوات الحيض کی مدت کا انقضاء لازم نہیں فقہاً تکون مستدة الطهر
 (کیونکہ کبھی لمبے طہر والی ہوتی ہے۔ ت) مگر شک نہیں کہ اتنی مدت انقضائے عدت کے لئے کافی ضرور ہے
 کہ امام کے نزدیک کم از کم دو مہینے اور صا جہین ہاں انتالیس دن میں تین حیض گزر سکتے ہیں اور عورت کا نکاح
 پر اقدام انقضائے عدت کا اقرار تو صحت نکاح میں کوئی شبہ نہیں جب تک کہ عورت کا اس اقرار میں کذب
 شرعاً نہ ثابت ہو یوں کہ طلاق سے مثلاً ڈیڑھ برس بعد نکاح کیا اور اس نکاح کو چھ مہینے اور طلاق کو دو برس
 گزرنے سے پہلے بچہ پیدا ہوا کہ اس صورت میں صاف ظاہر ہوا کہ عدت نہ گزری تھی، بدائع و بحر و در مختار
 وغیر ہا میں ہے :

اقدامها على التزوج دليل انقضاء عدتها۔ بیوی کا نکاح کے لئے اقدام اس کی عدت ختم
 ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے (ت)

بالجملہ قول بجر غلط محض ہے اور حاصل قول زید کا اس وجہ پر کہ ہم نے تقریر کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳ سائل مذکور الصدر بتاریخ مذکور

اسی مسئلہ کے متعلق بجر بزور طبع زید کو ترغیب عزت و احترام دنیاوی دلا کر کہتا ہے کہ تم اس مسئلہ
 میں اقرار شبہہ کا اقرار کرو تو ہم بمقابلہ عوام تمہاری عزت دینی کر دیوں گے اگر کوئی اعتراض کرے گا تو
 صد ہا غلطیاں و شبہات خلفائے راشدین و ائمہ مجتہدین پیش کر کے لوگوں کو سرتنگوں کر دیوں گے و بصورت عدم
 اقرار شبہہ بدعتی کا حکم لگا دیں گے، غور فرمایا جائے کہ بمقابلہ عوام کے خواص کی غلطیاں دکھلانا ایک جزئی مسئلہ
 میں توہین خواص متصور ہے یا نہیں؟ اور ایک مسلمان کو بدعتی کہنا کیسا ہے؟

الجواب

بکرنے جو حکم لگایا تھا کہ یہ نکاح نہ ہو اور تمتع زنا ہوگا یہ شریعتِ مطہرہ پر اُس کا اقرار تھا، اُسی پر اپنی خطا کا اقرار لازم ہے، اگر اصرار کرے تو وہی بدعتی ہے کہ احکامِ شریعت کو نہیں مانتا اور اپنے گھڑے حکم پر جاسے اس وقت تک اگر اُس کا اقرار نادانستہ تھا اور اب جان کر مہر ہوگا تو قصداً مفتری علی اللہ ہوگا۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے :

انما یفتی الذین لا یؤمنون لہ۔
 جھوٹا اقرار وہ لوگ بناتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ (ت)

اور فرماتا ہے :
 ان الذین یفترون علی اللہ الذب
 لا یفلحون لہ۔
 بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا اقرار بازی کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

اُس کا یہ طمع کی رشوت دینا کہ ہم تمہاری عزت بڑھادیں گے ناپاک و مردود ہے، عزت سب اللہ کے ہاتھ ہے،

ایبتغون عندہم العزاة فان العزاة
 لله جمیعاً۔
 کیا وہ ان کے ہاں عزت چاہتے ہیں تو عزت ساری کی ساری بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہے (ت)

دانستہ حق کو باطل کہنا اور حق سے رجوع کر کے اس میں اپنا شبہہ بتانا موجب عزت نہیں، دارین میں سخت ذلت کا باعث ہے، خلفائے راشدین و ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کبھی رجوع عن الحق نہ فرمائی ان کا اس طرح ذکر بلا شبہہ توہین ہے بکربے ادب مختل الدین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰۵ از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ عقب تھانہ مرسلہ عصمت اللہ خاں قادری ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ
 مسماة مجیدن جس کی عمر قریب ۹ سال کے تھی اس کا نکاح اُس کی پھپھی کے لڑکے رحیم خاں سے ہوا، کبھی میل جول عورت مرد کا جلیسا ہونا چاہئے نہ ہوا، اس وقت مجیدن کی عمر قریب ۱۳ سال کے ہے اُس کے شوہر نے گاؤں میں مشہور کیا کہ وہ مرد نہیں ہے نہ عورت کے قابل، چند آدمی اپنے رشتہ دار اور غیر لوگوں

۱۰۵/۶

لہ العتران

۹۶/۱۰

۲

۱۳۹/۴

۳

اور اپنی ساس سے یہ کہا کہ میں کسی قابل نہیں ہوں میں جو اب دے دوں گا میرے چھوٹے بھائی سے اس عقد کر دو یہ میری بیوی نہیں ہے بلکہ ماموں زاد بہن ہے۔ اس پر اُس کی ساس بہت ناخوش ہوئی، اب اُس سے جواب کے لئے کہا جاتا ہے وہ انکار کرتا ہے، کبھی کہتا ہے میں اب مرد ہو گیا، کبھی لوگوں سے کہا میں اس عورت کی ناک کاٹ لوں گا۔ یہ عورت اُس کے گھر جانا نہیں چاہتی نہ اس کی ماں اُس کو بھیجا چاہتی ہے بلکہ دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ آیا وہ عورت اب بلا طلاق لئے دوسری جگہ اُس کا نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب

اُس کا کہنا کہ میں کسی قابل نہیں اور یہ کہ میں جو اب دے دوں گا، اور یہ کہ میری بی بی نہیں، اور یہ کہ ماموں زاد بہن ہے، ان میں سے کوئی لفظ کلمہ طلاق نہیں البتہ اس کا یہ لفظ کہ فلاں سے اس کا عقد کر دو، کنایہ طلاق ہو سکتا ہے،

”اس کا نکاح فلاں سے کر دو کیونکہ میں نے اس کو طلاق دے دی ہے“ کے مطابق ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے ماتن کے قول ”جس نے اپنی بیوی کا نکاح دوسرے سے کر دیا“ کے متعلق جس نے کہا اگر طلاق کی نیت کی ہو طلاق ہو جائیگی اس قول کی توجیہ بیان کرتے ہوئے کہا خاوند کا کہنا کہ ”میں نے اپنی فلاں بیوی کا تجھ سے نکاح کیا“ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ تجھ سے نکاح کیا اگر تجھ سے نکاح کرنا جائز ہو۔

علی معنی نروجہا فلانا لانی طلقتهما کما قال
ش فیمین نروجہا امراۃ من غیرہ موجہا
لمن قال ات نوی طلقت لعل
وجہہ ات قوله نروجتک امرأۃ
فلانہ یحتمل ان یکون علی تقدیر ان صح
تزویرجہا منک او تقدیر لانہا طالق منی
فاذا نوی الطلاق تعین الثانی
فتطلق اھ۔

اور دوسرا احتمال یہ ہے تجھ سے نکاح کیا کیونکہ میں نے اس کو طلاق دے رکھی ہے، توجب طلاق کی نیت سے کہ تو صرف دوسرا احتمال مراد ہوگا، اس لئے طلاق ہو جائے گی اھ (ت)

رحیم خاں سے قسم لی جائے کہ تُو نے اس لفظ سے طلاق کی نیت کی تھی یا نہیں، اگر قسم کھالے گا کہ میں نے اس لفظ سے طلاق مجیدین کی نیت نہ کی تھی طلاق ثابت نہ ہوگی دوسری جگہ نکاح حرام محض ہوگا اور اگر قسم کھانے سے انکار کر دے گا تو طلاق ثابت ہو جائے گی اور عورت اُسی وقت سے جب سے

یہ الفاظ اُس نے اپنی ساس سے کہے تھے نکاح سے باہر سمجھی جائے گی پھر اگر خلوت اصلاً نہ ہوئی جب تو عورت وقتِ طلاق ہی سے نکاحِ ثانی کی محل ہوگئی اور اگر خلوت ہوئی اگرچہ جماع نہ کر سکا تو اگر جب سے اب تک عد یعنی بعد طلاق تین حیض شروع ہو کر ختم ہو گئے تو اب ورنہ جب ختم ہوں دوسرے سے نکاح ہو سکتا ہے اور اگر رحیم خاں نہ ملے کہ اُس پر قسم رکھی جاتی تو طلاق ثابت نہیں نکاح حرام ہوگا قال اللہ تعالیٰ والمحصنات من النساء (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور شادی شدہ عورتیں حرام ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۶ از چھپرہ محلہ نئی بازار تربہ مرسلہ حاجی عبدالرزاق صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ زید نے بارہا اپنی بی بی کو غصہ کی حالت میں کہا تم ہمارے سامنے و نظر سے دور ہو جاؤ جب وہ سامنے سے دور نہیں ہوتی اس وقت وہ جوتالے کر دوڑتا ہے تب وہ سامنے سے علیحدہ ہو جاتی ہے، آیا طلاق عائد ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر اس نے بہ نیتِ طلاق یہ الفاظ کہے تو طلاق نہ ہوئی، اور اگر ایک بار بھی بہ نیتِ طلاق کہے تو طلاق ہوگئی عورت نکاح سے نکل گئی مرد سے قسم لی جائے اگر حلف سے کہہ دے کہ میں نے یہ لفظ کبھی بہ نیتِ طلاق نہ کہے تو حکمِ طلاق نہ دیں گے، اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اُس پر ہے، یہ قسم حاکم کے سامنے ہونا ضرور نہیں عورت گھر میں قسم لے سکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

یکفی تحلیفہا لہ فی منزلہ ^۱ واللہ عورت کا خاوند سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے۔
تعالیٰ اعلم۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تقریباً ۱۱ سال کا ہوا میری شادی کو ہوئے، میرے شوہر نے مجھ کو تین چار بار اپنے مکان سے نکال دیا، برادر جمع ہوئے اور مجھ کو میرے شوہر کے یہاں پہنچا دیا، اور پھر چند عرصہ کے بعد میرے شوہر نے مجھ کو اپنے مکان سے باہر نکال دیا اور کہہ دیا کہ ”تو نکل جا، آج سے مجھ سے اور تجھ سے کسی قسم کا کچھ تعلق نہیں“۔ اب عرصہ چھ سال سے اپنے والدین کے مکان پر ہوں، برادران نے دو شخص مقرر کئے وہ بتاریخ ۲ شوال ۱۳۳۶ھ یوم جمعہ کو میرے شوہر کے مکان پر گئے اور انہوں نے یہ لفظ میرے شوہر سے کہے کہ تمہاری بی بی بہت تکلیف میں ہے اور وہ تمہارے

لہ القرآن ۲۵/۴

لہ درمختار

باب الکنایات

مطبع محبت بانی دہلی

۲۲۴/۱

پاس آنا چاہتی ہے اس پر میرے شوہر نے یہ جواب دیا کہ وہ میری بی بی تو اسی تاریخ سے نہیں رہی جب سے نکاح
 ہوئی ہے اور اسی تاریخ سے چھوڑ چکا ہوں صرف اس کو پریشان کرنے کے واسطے چھوڑ رکھا ہے۔ اب کیا کرنا
 ہے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں اپنے شوہر کی زوجیت میں رہی یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں عورت پر ایک طلاق بائن ہوگی اور وہ اس کی زوجیت سے نکل گئی، اگر اُس روز
 سے آج تک جسے ساٹھ چھ سال کا عرصہ بتاتی ہے اسے تین حیض شروع ہو کر ختم ہو گئے ہوں جیسا کہ ظاہر یہی ہے
 اس صورت میں اُسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کر لے، اور اگر شاید ابھی تین حیض نہ ہوئے ہوں تو
 جب ہو جائیں اُس وقت اُسے دوسرے سے نکاح جائز ہوگا اس لئے کہ وہ چھ برس سے طلاق دینے کا مقرر
 ہے اور وہ دونوں اسی وقت سے جدا ہیں تو عدت صحیحی سے لی جائے گی۔ ردالمحتار میں ہے:

قال في البحر وظاهر كلام محمد في
 المبسوط وعبارة الكذا اعتبارها من
 وقت الطلاق الا ان المتأخرين
 اختاروا وجوبها من وقت الاقرار حتى
 لا يحل له التزوج باختها واربع سواها
 نرجر له حيث كتم طلاقها وهو المختار
 كما في الصغرى اه ووفق السغدي
 بحمل كلام محمد على ما اذا كان
 متفرقين من الوقت الذي اسند
 الطلاق اليه اما اذا كانا مجتمعين
 فالكذب في كلامهما
 ظاهر فلا يصدقان في الاسناد قال في
 البحر وهذا هو التوفيق
 ان شاء الله تعالى وفي
 الفتحة ان فتوى المتأخرين
 مخالفة للائمة الاربعة و

بحر میں فرمایا کہ مبسوط میں امام محمد کا ظاہر کلام اور کنز
 کی عبارت میں ہے کہ عدت کا اعتبار طلاق کے وقت
 سے ہے مگر متأخرین نے اس میں اقرار کے وقت
 سے عدت کا وجوب مانا ہے اس لئے ایسے شخص
 کو بیوی کی بہن اور اس کی بیوی کے ماسوا چار عورتوں
 سے نکاح حلال نہ ہوگا جب تک اقرار کے بعد مکمل
 عدت پوری نہ ہو جائے، متأخرین کا یہ حکم طلاق کو
 چھپانے کی سزا کے طور پر ہے، اور یہی مختار ہے جیسا
 کہ صغریٰ میں ہے اھ، اور سغدی نے امام محمد اور
 متأخرین کے کلاموں میں موافقت پیدا کرتے ہوئے
 کہا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا تحمل یہ ہے کہ
 جب خاوند و بیوی بیان کر وہ وقت طلاق سے علیحدگی
 اختیار کر چکے ہوں، اور اگر وہ دونوں اس وقت سے
 وقت اقرار تک اکٹھے رہ رہے ہوں تو دونوں کا جھوٹ
 ظاہر ہے لہذا وقت کے بیان میں دونوں کی تصدیق
 نہ کی جائے گی (اور اقرار کے وقت سے ہی عدت شمار ہوگی)

جمهور الصحابة والتابعين رضی اللہ تعالیٰ عنہم وحيث كانت مخالفتهم للكمة فينبغي ان يتحرى به محالها والناس الذين هم مظانها ولهذا فصل السغدي بما مراد واقرة في البحر والنهر اقول وانما اسند الامر الى اقراره لان قوله نكل جا يحتمل الرد كما نصوا عليه وقوله تعلق نہیں يحتمل السب كما حققناه في جد المتار والمحال حال الغضب فلا يحكم بالطلاق الا اذا اقربا بالنية وجمهورنا من الصريح بلساننا فان قوله اسي تاريخ سے الخ مراجع الى ذينك اللفظين، كانت اقرار بالنية، فالعدة مذ ذاك بالاجماع وان فرض على خلاف الظاهر صرفه عن الكلام المعروف الى كلام باطن مجهول او جعل اقرارا كاذبا كافتاء النساء مسندا فالعدة مذ ذاك بحكم التوفيق - والله تعالى اعلم -

بحر میں فرمایا دونوں کلاموں میں یہ توفیق ان شاء اللہ درست ہے، اور فتح میں ہے کہ متاخرین کا فتویٰ ائمہ اربعہ، جمهور صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مخالف ہے اور متاخرین کا یہ فتویٰ مقام تہمت کے لئے ہے، لہذا مناسب ہے کہ موقع محل کے متعلق سوچ بچار سے کام لیا جائے اور لوگوں میں ایسے واقعات پائے جاتے ہیں، اسی لئے سغدی نے اس کی تفصیل واضح کرتے ہوئے مذکورہ موافقت بیان کی ہے، اور اس کو بحر اور نہر میں ثابت رکھا ہے اور اقول (میں کہتا ہوں) اور خاوند کے اقرار سے حکم متعلق اس لئے ہوگا کہ خاوند کا کہنا ”نکل جا“ جواب بننے کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ فقہاء نے اس پر نص کی ہے، اور خاوند کا کہنا ”تعلق نہیں“ ڈانٹ کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ ہم نے جد المتار حاشیہ رد المتار میں تحقیق کی ہے جبکہ حالت بھی غضب والی ہے تو اس وقت تک طلاق کا حکم نہ ہوگا جب تک طلاق کی نیت کا اقرار نہ کرے، اور لفظ ”چھوڑنا“ ہماری زبان

میں صریح طلاق ہے، اس لئے خاوند کا کہنا ”اسی تاریخ سے الخ“، اگر پہلے دونوں لفظوں کی طرف راجع ہو تو یہ نیت طلاق کا اقرار قرار پائے گا لہذا عدت کا شمار بالاجماع اسی تاریخ سے ہوگا، اور اگر اس کی بات کو معروف معنی کے بجائے مجهول اور مخفی معنی کی طرف پھیرا جائے یا اقرار کو جھوٹ قرار دیا جائے اگرچہ یہ خلاف ظاہر ہے تاہم یہ انشاء ہوگا اور اس وقت کا اعتبار ہوگا لہذا عدت یہاں سے شمار ہوگی جیسا کہ موافقت کی صورت میں ذکر ہوا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۸ از ریاست رامپور محلہ شاہ آباد دروازہ مسئلہ سیدنا در علی صاحب

۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی منکوحہ کو بوجہ زبان درازی مارا، اس پر اور زیادہ بد کلامی اور گفتگو ناشائستہ کرنی چاہی، زید نے اور سختی کی، اور یہ لفظ مجبور ہو کر منکوحہ سے کہا کہ چلی جا۔ اس واقعہ کے وقت زید کے برشتہ کے بہنوئی موجود تھے، لفظ ”چلی جا“ سن کر زید سے کہا کہ اب تمہارا نکاح کب رہا، اس پر زید کو اور زیادہ غیظ بڑھا جو انتہا درجہ پر شمار کیا جائے اور کوئی نشیب و فراز کا خیال نہ کیا اسی حالت غیظ میں اپنے بہنوئی کی طرف مخاطب ہو کر چونکہ وہ اس کے پاس کھڑا تھا لفظ طلاق چند بار جس کی تعداد پورے طور پر یاد نہیں اور یہ بھی کہا کہ ”آزاد کیا“، ان لفظوں کی ادائیگی زید نے متوجہ کر کے یا مخاطب ہو کر اپنی منکوحہ سے نہ کہے بلکہ اس وقت زید کا فاصلہ اپنی منکوحہ سے آٹھ سات قدم کا تھا اور منکوحہ زید کے روبرو نہ تھی اور اس کا ایجاب و قبول نہ ہوا۔ ایسی صورت میں نکاح جائز رہا یا باطل ہوا؟ اور زید کی منکوحہ ۵ ماہ کی حاملہ بھی ہے، لہذا یہ مسئلہ علمائے دین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ آپ صاحبان اپنی مہر و دستخط سے فرمائیے۔

الجواب

زید نے جو لفظ ”طلاق طلاق“ چند بار کہا اگر اس سے اپنی زوجہ کو طلاق دینی مقصود تھی تو تین طلاقیں ہو گئیں، بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی،

لا نہ ان ثلاث فذاک وان ثنی فتا لثما قولہ
قولہ آزاد کیا لانہ لا یحتمل رد او لا سببا و
قد صارت الحال حال المذاکرۃ لانہ قالہ
لمدخولہ طلاق طلاق کما ذکرہ السائل و
الاضافۃ فی السابق اضافة فی اللاحق
کقولہ طلقک طلقک۔

کیونکہ اگر تین مرتبہ طلاق کہا تو تین، ورنہ اگر دو مرتبہ طلاق کہا تو پھر تیسری طلاق اس کے ”آزاد کیا“ کہنے پر ہو گئی، کیونکہ یہ لفظ ڈانٹ اور جواب بننے کا احتمال نہیں رکھتا، جبکہ پہلے ”طلاق“ کہنے پر مذاکرہ طلاق بھی بن چکا ہے کیونکہ مدخولہ عورت (دوٹی شدہ) کو طلاق طلاق کہا ہے جیسا کہ سائل نے ذکر کیا ہے، اور پہلی طلاق میں بیوی کی نسبت آخری لفظ میں بھی معتبر ہوگی جیسا کہ ”میں نے تجھے طلاق دی“ میں ہوتا ہے۔ (ت)

مگر یہ اس کے اقرار پر موقوف ہے کہ اس لفظ ”طلاق طلاق“ سے زوجہ کو طلاق دینی مراد تھی اگر اقرار نہ کیے گا ان الفاظ سے حکم طلاق نہ ہوگا اگر واقع میں اس نے نیت طلاق کی تھی اور مکر جائے گا تو وبال اس پر ہے گا

مستی عذابِ نار ہوگا، عورت کے پاس جانا اُس کے لئے زنا ہوگا عورت پر الزام نہ ہوگا۔ خلاصہ پھر ہندیہ میں ہے :

ایک نشے والے کی بیوی اس سے بھاگ گئی تو یہ اس کے پیچھے بھاگا اور کامیاب ہوا تو (بالفاظ فارسی) کہا "تین طلاق"، بعد میں اگر وہ کہتا ہے کہ میں نے بیوی کو کہا تھا، تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر کچھ نہ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

سکران ہربت منہ امرأتہ فتبعها ولم يظفر بها فقال بالفارسية بسنه طلاق ان قال عنيت امرأتى يقع وان لم يقل شيئاً لا يقع۔

وجیز کروری پھر القرویہ میں ہے :

بیوی بھاگی تو کامیاب نہ ہونے پر اس نے کہا "تین طلاق" اگر بعد میں کہے "میں نے بیوی کو کہا ہے" تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔ (ت)

فرت ولم يظفر بها فقال سه طلاق ان قال اسدت امرأتى يقع والا لا۔

پھر اگر وہ اقرار مذکور کر لے جب تو کوئی بحث ہی نہ رہی کہ تین طلاقیں ہو گئیں اور اگر اقرار نہ کرے تو یہ الفاظ خارج ہو کر دو لفظ رہے "چلی جا" اور "آزاد کیا"، پہلا لفظ مطلقاً محتاج نیت نہیں ہے۔ درمختار میں ہے : اذھی یحتمل سرداً (کیونکہ یہ جواب بن سکتا ہے۔ ت)۔ اگر قسم کھا کر کہے کہ بہ نیت تفریقِ زن نہ کہا تھا، تو اس لفظ سے طلاق نہ مانیں گے یہ قسم مکان ہی پر کافی ہے حاکم کے سامنے ہونا ضرور نہیں، اگر جھوٹی قسم کھائے گا تو اس کا بھی پھر زنا کا وبال اس پر ہے، درمختار میں ہے :

یکفی تحلیفها له فی منزله۔ خاوند سے گھر میں ہی قسم لے لینا کافی ہے (ت)

دوسرا لفظ "آزاد کیا" اگرچہ نہ محتمل رد ہے نہ محتمل سبب، اور حالتِ حالِ غضب ہے تو طلاق مطلقاً ہونی چاہئے تھی، درمختار میں ہے :

انت حرة لا یحتمل السبب والرد۔ "تو آزاد ہے" کہنا ڈانٹ اور جواب نہیں بن سکتا۔ (ت)

۱۔ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۲/۱
۲۔ فتاویٰ القرویہ کتاب الطلاق دارالاشاعت العربیہ قندھار افغانستان ۷۴/۱
۳۔ درمختار باب الکنایات مطبع مجتہائی دہلی ۲۲۴/۱
۴۔ وہ ایضاً

مگر لفظ آزاد کیا میں عورت کی طرف اضا نہیں تو اگر بھلف کہہ دے گا کہ عورت کی نسبت نہ کہا تھا، تو طلاق کا اصل حکم نہ ہوگا اگر جھوٹا حلف کرے گا تو اس کا پھر زنا کا وبال اور عذابِ شدید کا استحقاق اُس پر ہے۔ ظاہر و بزاز یہ میں ہے :

لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق
فخرجت لایقع لعدم ذکر حلفه بطلاقها و
یحتمل المحلف بطلاق غیرها فالقول له

"تو میری اجازت کے بغیر مت نکل کیونکہ میں نے طلاق
کی قسم کھاتی ہے" کہا، تو عورت نکل گئی، طلاق نہ ہوگی
کیونکہ بیوی کی طلاق کی قسم نہ کہا، اور احتمال ہے

کہ کسی دوسری عورت کی طلاق مراد لی ہے لہذا شوہر کی وضاحت کا اعتبار کیا جائے گا۔ (ت)
بالجملہ اگر طلاق طلاق سے نیت طلاق کی اقرار کرے تو تین طلاقیں ہو گئیں ورنہ ایک بائن کا حکم
ہے، عورت نکاح سے نکل گئی، عدت میں خواہ بعد عدت اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے مگر یہ کہ بھلف
لے کہ لفظ "آزاد کیا" اس زوجہ کی نسبت نہ کہا تھا تو اب اس سے حلف لیں گے کہ "چلی جا" سے اس
عورت کو طلاق بائن کا ارادہ کیا تھا یا نہیں، اگر اس پر بھی حلف کر لے گا تو اصلاً حکم طلاق نہ ہوگا، اور اگر
اس پر حلف سے انکار کرے تو قاضی کے حضور پیش کیا جائے اگر حاکم کے سامنے بھی انکار کرے تو ایک
طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا، عورت نکاح سے نکل گئی، غصہ یا حمل یا عورت کا دور ہونا کچھ منافی طلاق
نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۹ از شاہجہان پور محلہ مہمند گڑھی مرسلہ حافظ نذیر حسن صاحب ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو عرصہ
سات برس سے چھوڑ رکھا اور اس کا اصلاً خبر گیریاں نہیں ہوتا ہے، نہ روٹی دیتا ہے نہ کپڑا دیتا ہے اور
نہ طلاق دیتا ہے کہ اُس کا دوسری جگہ نکاح کر دیا جائے اور اُس کا کوئی علاقہ بندوں سے دستگیر نہیں ہے
کہ اُس کا نان نفقہ کسی طرح پر چل سکے بلکہ سخت مجبور ہے، اب جو حکم صاحبان شرع متین کا ہو اس پر
عمل کیا جائے، بیان کردا جریاؤ، اور اس مدت کے درمیان میں مسماۃ نے اس بات کی بہت کوشش
کی کہ اب شوہر میرا مجھ کو رخصت کر لیجاوے اور بطور اپنی زوجہ کے مجھ کو سمجھے، اس کے واسطے مسماۃ نے چند
خط بھی روانہ کئے اور آدمیوں کو بھی بھیجا لیکن شوہر نے کچھ توجہ نہیں کی، پھر اُس کے بعد خود بھی گئی، پھر بھی
اُس نے نہیں رکھا واپس کر دیا، تب مجبور ہو کر عدالت سے نان نفقہ کا دعویٰ کیا وہاں اس نے روٹی کپڑا

دینے کا اقرار کیا اس پر بھی وہ مقدمہ خارج کیا گیا، پھر اس کے بعد مسماۃ نے کچھ عرصہ تک انتظار کیا، پھر مسماۃ نے وہاں خبر بھیجی اس پر اس نے ایک ایسا کارڈ روانہ کیا کہ جس کو دیکھ کر عقل گم ہوگئی، چونکہ ظاہر میں وہ شخص اقرار کرتا ہے اور باطن میں وہ ایسا ہے، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مسماۃ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اور وہ شخص ضلع شاہجہانپور مقام موضع سندھولی کا رہنے والا ہے اور مسماۃ با شندہ شاہجہان پور ہے محلہ مہندگڑھی، اور جو کارڈ اس نے روانہ کیا وہ کارڈ بھی اس میں رکھا ہے، آپ اپنے دستخط اور جو علمائے سنت ہوں ان کے دستخط کروا کے روانہ کیجئے، نہایت عاجز اور مسکین ہوں فقر فاقہ کرتی ہوں، آپ صاحبان علمائے دین کے دستخط ہو کر فتویٰ آجائے گا تو اور جگہ نکاح کر لوں گی اور آپ کو دعاؤں کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ اس کا اجر عظیم دے گا، واسطے اللہ کے میرے اوپر رحم کیجئے۔

الجواب

کارڈ دیکھا گیا اس میں صرف یہ لفظ ہے آپ کہتے ہیں اپنی عورت کو لے جاؤ اور اس نے مجھ پر مقدمہ چلایا اور وکیلوں کے پاس گئی اور پھری گئی اور ہرس و ناکس سے ملی اس لئے وہ بالکل میرے کام کی نہ رہی اتنے لفظ پر جب تک طلاق کی نیت سے کہنا ثابت نہ ہو طلاق کا حکم نہیں ہو سکتا، نہ ہرگز عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اگر کرے گی محض حرام ہوگا، اس سے پوچھا جائے اگر وہ اقرار کرے کہ ہاں میں نے یہ لفظ بہ نیت طلاق کہا تھا تو بھی سے طلاق ہوگئی جب سے اب تک اگر عورت کو تین حیض آکر ختم ہو گئے یا جب ختم ہو جائیں دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اگر وہ نیت طلاق کا اقرار نہ کرے اس پر حلف رکھا جائے اگر حلف سے کہہ دے کہ میں نے ان لفظوں سے نیت طلاق نہ کی تھی تو ہرگز حکم طلاق نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے: یکفی تحلیلہا لہ فی منزلہ (خاوند سے گھر میں ہی قسم لے لینا کافی ہے۔ ت) اور اگر حلف سے انکار کرے تو شرعی نالاش کی جائے کہ اس نے یہ الفاظ کہے ہیں اور ان سے طلاق کا احتمال ہے اگر وہ حاکم کے سامنے بھی اس حلف سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہو جائے گی اور عورت بعدت دوسری جگہ نکاح کر سکے گی اور اگر وہاں حلف کر لیا تو طلاق ثابت نہ ہوگی، اگر جھوٹا حلف یہاں یا وہاں کیا تو وبال اس پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱ از بریلی شہر کہندہ محلہ قرولی مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب ۹ سوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نوشی و قمار بازی کرتا ہے، انس نے

حالت میں نوشی و ہار کی سوزش قمار بازی میں بیوی اپنی سے روپیہ طلب کیا، روپیہ دینے میں بیوی نے تسہل کیا یہ سمجھ کر کہ حالت غیر ہے اس وجہ سے تشدد ہے نیز یہ بھی خیال کیا کہ بچوں کو تکلیف نہ ہو یہ سمجھ کر کرنا اور انکار روپیہ سے کرنا اس کو اس قدر ناگوار ہوا کہ یہ تحریر لکھ کر دے دی جو حضور کے پیش نظر ہے،

نقل تحریر: میں مسماۃ عائشہ بیگم کو اختیار دیتا ہوں کہ وہ چاہے کسی کے ساتھ عقد کرے یا بیٹھی رہے مجھے کچھ عذر نہیں ہے۔ عنایت اللہ ولد محمد مصطفیٰ ساکن بریلی شہر کہنہ محلہ فتروولی مورخہ، جولائی ۱۹۱۹ء۔

الجواب

اگر یہ تحریر اس نے بہ نیت طلاق لکھی یعنی میں نے اسے طلاق دے کر آزاد خود مختار کر دیا چاہے تو دوسرے سے نکاح کر لے "جب تو ایک طلاق بائن ہوگی عورت نکاح سے نکل گئی عورت کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر لے اور اگر نیت طلاق سے نہ لکھی تو طلاق نہ ہوتی یہ بات کہ طلاق کی نیت نہ تھی زید کے حلف پر ہے اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے گا کہ میں نے اس سے اسے اپنے نکاح سے خارج کرنے کی نیت نہ کی تھی مان لیں گے اور حکم طلاق نہ دیں گے، اگر زید جھوٹا حلف کرے گا وبال اس پر ہے۔ در مختار میں ہے:

والقول له بمينه في عدم النية ويكفو
تحليفها له في منزله - والله تعالى اعلم -

اس کی بات قسم کے ساتھ تسلیم کر لی جائے گی، اور بیوی کا گھر میں خاوند سے قسم لے لینا کافی ہوگا۔ (ت)

والله تعالى اعلم

مسئلہ ۳۱۱ از شہر بریلی کیمپ صدر مسئولہ حبیب احمد صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک شخص کی شادی ہوئے عرصہ ۹ سال کا ہوا، شادی کر کے وہ شخص صرف پندرہ روز اپنی زوجہ کے پاس رہا بعد میں وہ سفر کو چلا گیا اور ۹ سال سے آوارہ پھرتا ہے، جب اس کے قیام کی خبر دہلی میں معلوم ہوئی اس کی زوجہ اس کے پاس گئی اس نے کہا "تو یہاں سے چلی جاو نہ تیری ناک کاٹ لوں گا، جو تیرا دل چاہے وہ تو کر، میرے پاس مت آ۔" عورت نوجوان ہے شوہر متذکرہ بالا پر کیا نکاح جائز رہا؟

الجواب

اگر اس کی نیت ان لفظوں سے طلاق کی نیت ہونا ثابت ہو جائے حکم طلاق دے دیں گے ورنہ

۲۲۴/۱

مطبع مجتہدانی دہلی

باب الکنایات

لے در مختار

نہیں، اُس سے پوچھا جائے کہ تو نے یہ لفظ بہ نیتِ طلاق کہے تھے یا نہیں، اگر قسم کھالے کہ میں نے بہ نیتِ طلاق نہ کہے تھے، تو طلاق نہ مانی جائے گی۔ اور اگر قسم کھانے سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہو جائے گی جب تک یہ انکارِ حاکمِ شرع کے حضور ہو طلاق ثابت ہوگی اگر اقرار کرے کہ بہ نیتِ طلاق کہے تھے تو طلاق ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱۲ از سلیبیت محلہ شیر محمد مسئلہ اولیس خاں عرف شریف اللہ خاں ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص ملازم فوج ہو کہ پردیس جانے کے وقت اپنے والدین سے یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ میری یہ عورت میرے مطلب کی نہیں ہے میری واپسی سے قبل نہایت ایذا کے ساتھ اس کو نکال دینا میں واپس آ کر دوسری شادی کر لوں گا۔ چنانچہ اس شخص کی عورت کو مطابق استدعا کے اُس کے والدین نے اندر دو ماہ نکال دیا اور اس عورت نے اندر ایک ماہ دوسرے شخص کے ساتھ اپنا نکاح کر لیا، عورت مذکورہ دوسرے شوہر کے یہاں سے بھی بلا طلاق کے بوجہ حمل ہونے کے نکال دی گئی اب اس عورت کو اپنے پہلے شوہر کے مکان سے نکلے ہوئے تقریباً ایک سال گزر گیا اور اس کا شوہر بھی ملازمتِ فوج سے واپس آ گیا اور پانچ چھ ماہ ہوئے وقت واپسی کے آج تک عورت مذکورہ کا خبر گیریاں نہیں ہوا اور قبل جانے پردیس کے ایک دن اس کے شوہر نے طلاق نامہ لکھنے کا بندوبست کیا تھا اور کچھ لوگوں کو جمع کیا تھا مگر اس کو کسی خیال نے تکمیلِ طلاق نامہ سے روک دیا تھا، عورت مذکورہ کو اس کے ماں باپ بھی اپنے پاس رکھنے کے روادار نہیں ہیں اور اُس کی گود میں ایک لڑکا سات سال کا پہلے شوہر کا موجود ہے کیا عورت مذکورہ اپنا نکاح کسی اور شخص سے کر سکتی ہے؟

الجواب

یہ لفظ کہ ”یہ عورت میرے مطلب کی نہیں“ کنایات سے ہے اور محتمل سبب ہے اور حالتِ حالتِ غضب ہے تو حکمِ طلاقِ نیت پر موقوف ہے کہ پہلا شوہر اگر یہ اقرار کرے کہ بہ نیتِ طلاق یہ لفظ کہے تھے تو طلاق ثابت ہو جائے گی اور بعد وضع حمل عدت گزر گئی دوسرے سے نکاح کا اُس سے اختیار ہوگا، اگر وہ نیتِ طلاق کا انکار کرے تو اس سے حلف لیا جائے، اگر حلف کرے گا کہ اس کی نیتِ طلاق کی نہ تھی تو طلاق ثابت نہ ہوگی اور عورت کو دوسری جگہ نکاح حرام ہوگا اور وہ جو دوسرے سے نکاح کیا تھا وہ تو بہر حال حرام تھا کہ بلا ثبوتِ طلاق تھا اور اگر ثبوت بھی ہو جاتا تو عدت کے اندر تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۳ از اجمیر شریف محلہ چاہ ارٹ مسئلہ سید محمد عظیم صاحب ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عورت کا بیان ہے کہ میرے خاوند سے عرصہ دو برس سے کوئی تعلق نا اتفاقیوں کے باعث نہیں تھا چنانچہ اب اُس نے زبانی اور تحریر سے یہ لکھ دیا ہے کہ ”تو ہفتہ کے اندر میرے

پاس نہ آئے، تو جہاں پر چاہے جا، تجھے اختیار ہے تیرے دل کا اور مجھے اختیار ہے اپنے دل کا۔ لہذا عورت نے ان الفاظ کو طلاق سمجھ کر اپنے کو بائن کر لیا لہذا فرمائیے کہ یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور عورت بعد عدت دوسرے سے عقد کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبروا۔

الجواب

اس صورت میں طلاق ہونا نیت شوہر پر موقوف ہے عورت کو کوئی اختیار نہیں کہ بطور خود اپنے آپ کو مطلقہ سمجھے شوہر اگر قسم سے کہہ دے گا کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی تھی تو ہرگز طلاق نہ مانی جائے گی اور وہ بدستور اُس کی زوجہ ہوگی، ہاں اگر قسم کھانے سے انکار کرے تو حاکم شرعی کے حضور نالش کی جائے اگر شوہر اُس کے سامنے بھی حلف سے انکار کرے گا تو طلاق ثابت ہو جائے گی، وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۴ از شہر ربلی ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غصہ کی حالت میں اور دوران طلب طلاق میں زید نے اپنی ساس اور خسر سے کہا اگر میں پسند نہیں ہوں تو دوسرے سے نکاح کر دو یا شادی کر دو، ساس نے جواب میں کہا ہاں تو پسند نہیں ہے اس سے نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ بینوا تو جبروا

الجواب

حالت حالت مذاکرہ و غضب ہے اور لفظ نہ محتمل رد نہ محتمل سبب ہے لہذا طلاق ہوگی اور عورت نکاح سے نکل گئی ہذا ما عندی (یہ جواب میرے ہاں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۵ از جیت پور کاٹھیا واڑ جامع مسجد مدرسہ معرفت جناب مولوی سید غلام حیدر صاحب

مسئلہ ۳۱۵ از جیت پور کاٹھیا واڑ جامع مسجد مدرسہ معرفت جناب مولوی سید غلام حیدر صاحب

کیا حکم ہے شریعت مطہرہ کا اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ پر سخت غصہ ہو کر بحالت غصہ یہ کہا کہ تو اپنے گھر کو جا میرے کام کی نہیں میں نے تجھ کو طلاق دی۔ ہندہ کو آٹھ ماہ کا حمل ہے زید حلف اٹھاتا ہے کہ میں نے فقط تنبیہ کے لئے یہ الفاظ کہے تھے ہرگز ایسے الفاظ طلاق کی غرض سے نہ کہے تھے اور میں اس وقت غصہ میں آپے سے باہر تھا، اب زید و ہندہ کو کیا کرنا چاہئے؟ اگر حلالہ لازم آتا ہو تو کوئی کوئی صورت شریعت مطہرہ نے ایسی بھی بتائی ہے کہ حلالہ نہ کرنا پڑے اور زید و ہندہ کے تعلقات قائم رہیں یا قائم ہو جائیں۔ بینوا تو جبروا۔

الجواب

اگر واقعہ اسی قدر ہے عورت نے یا کسی اور نے عورت کے لئے طلاق نہ مانگی تھی جس کے جواب میں یہ لفظ اُس نے کہہ نہ اُس نے ان الفاظ کو مکرر کہا بلکہ صرف ایک ہی بار کہا تو اس صورت میں ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوئی لان اللفظ الاول يحتمل الرج فينوي على كل حال والثاني يحتمل السب فينوي في الغضب وقد حلف ويكفي حلقه في منزله كما في الدر المختار واللفظ الثالث وان كان صريحا لا يكون قرينة في الاولين لان شرط النية ان تقدم كما في رد المحتار۔

لیکن یہ پہلے دونوں لفظوں کے لئے قرینہ کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ قرینہ کے لئے پہلے ہونا شرط ہے جیسا کہ رد المحتار میں ہے۔ (ت)

پس اگر اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دی تھیں نہ ایک طلاق بائن دی تھی جس کی عدت باقی ہو تو جب تک وضع حمل نہ ہو رجعت کر سکتا ہے، مثلاً زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا تو وہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی، اور اگر وضع حمل تک رجعت نہ کرے گا تو اس کے بعد برضائے زن اس سے دوبارہ نکاح کرنے کی حاجت ہوگی، حلالہ کی حاجت دونوں صورتوں میں نہیں، حلالہ تین طلاقوں پر لازم ہوتا ہے، اور جب لازم ہوتا ہے اس کے ساقط کرنے کی کوئی صورت نہیں وکل ما ذکر فی القنیۃ من الحیل وغیرھا باطل لا اصل له (قنیہ میں جو حیلے ذکر کئے گئے وہ باطل ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۶ مسئلہ مستقیم خاں زمیندار ۴ صفر، ۱۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ علی محمد خاں کی بیٹی کا نکاح بھورا خاں کے ساتھ ہوا ابھی رخصت نہ ہوئی تھی کہ باہم نزاع ہو گیا۔ بکت اللہ خاں، مستقیم خاں، نظیر الدین خاں صلح کے لئے لگے۔ سب کے سامنے بھورا خاں نے کہا یہ میری زوجہ نہیں ہے میں نے اس کو پہلے چھوڑ دیا ہے اور چند مرتبہ کہا میں نے چھوڑ دی چھوڑ دی مجھ کو کچھ سروکار نہیں، میری بی بی نہیں ہے اس صورت میں طلاق ہوئی یا

لے در مختار باب الکلیات مطبع مجتہاتی دہلی ۲۲۴/۱

نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

اس صورت میں عورت نکاح سے نکل گئی، اس پر ایک طلاق بائن ہو گئی کہ ادھا مہر شوہر سے ہوا اور واجب الادا ہوا، عورت کو عدت کی ضرورت نہیں جس وقت چاہے نکاح کر لے، اگر اس شوہر سابق ہی سے راضی ہو تو اس سے بھی نکاح ہو سکتا ہے حلالے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۷ مسئلہ مرادنا حشمت علی صاحب سنی حنفی قادری رضوی بکھنوی متعلم مدرسہ اہلسنت وجماعت

۱۹ رجب شریف یوم جمعہ ۱۳۳۸ھ بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی ساس سے کہا ”میں تمہاری لڑکی کو چھوڑتا ہوں میرے کام کی نہیں“ اب سوال یہ ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

دو طلاقیں بائن ہو گئیں، عورت نکاح سے نکل گئی، عدت کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر رخصت نہ ہوئی تھی تو عدت کی بھی حاجت نہیں، اور اگر زید ہی سے نکاح چاہے تو اس سے بھی کر سکتی ہے عدت میں خواہ عدت کے بعد، جبکہ اس سے پہلے کوئی طلاق اسے نہ دے چکا ہو کہ ایسا تھا تو تین ہو گئیں، بے حلال نہیں ہو سکے گا،

کیونکہ پہلا لفظ صریح ہے اس لئے یہ طلاق ہوتی اگر نیت نہ بھی ہو، اس سے مذاکرہ طلاق کا حال ہو گیا اور دوسرا لفظ صرف ڈانٹ کا احتمال رکھتا اور جواب نہیں بن سکتا، لہذا یہاں نیت کی ضرورت نہیں کیونکہ مذاکرہ طلاق ہو چکا ہے، اس سے بائنہ طلاق ہوئی کیونکہ یہ کنایات میں سے ہے لیکن اعتدی اور اس جیسے الفاظ کنایہ تین میں سے نہیں ہے، لہذا اس دوسرے لفظ سے پہلی صریح طلاق بھی بائنہ

وذلك لان اللفظ الاول صریح فوقه به طلاق وان لم ينو وصار الحال به حال المذاكرة واللفظ الثاني لا يحتمل الرد بل السب فاستغنى عن النية لاجل المذاكرة والواقع به بائن لانه من الكنايات غير الثلاث المعلومة اعتدى واخبرها فلحوقه جعل الرجعي الاول ايضا بائنا لامتناع الرجعة بالثاني فبان ان بنتين۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہو گئی کیونکہ دوسری بائنہ ہے جس کی وجہ سے پہلی میں رجوع ممکن نہ رہا، لہذا بیوی کو دو بائنہ طلاقیں ہوئیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۸ ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ
 زید نے اپنی بی بی سے کہا کہ ”جا میں نے تجھے چھوڑ دیا“ اور چند مرتبہ اور چند آدمیوں کے سامنے یہی کہا کہ
 میں نے اس کو چھوڑ دیا“ مگر ”طلاق“ کا لفظ نہیں کہا تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب

اگر تین بار کہاتین طلاقیں ہو گئیں، اب بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا اور تین بار سے کم کہا اور
 عدت گزر گئی تو دوسرا نکاح آپس میں کر سکتے ہیں، اور عدت نہ گزری تو مرد کا اتنا کہنا کافی ہے کہ میں نے
 تجھے اپنے نکاح میں پھر لیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۹ از شہر ربلی محلہ ذخیرہ مسئلہ سید شرافت علی صاحب ۷ رجب مرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی اپنے میکہ میں ہے، زید کے گھر سے ایک
 آدمی اُس کو لینے گیا، اُس کے والدین نے نہیں بھیجا، دوسرے دن زید خود گیا پھر بھی نہیں بھیجا اور نہ کوئی وجہ خاص
 بتلائی، زید کو ناگوار ہوا اُس نے کہا کہ ”اگر آپ نہیں بھیجتے تو آپ کی لڑکی کو جواب دے دوں گا اور آپ اس
 وقت دو چار آدمیوں کو بلا لیجئے تاکہ میں اس وقت اُن کی موجودگی میں جواب دے دوں اور قطع تعلق کر لوں۔“
 زید کے خسر اور ساس نے جواب دیا کہ ”نہ ہم آدمیوں کو جمع کریں گے اور نہ جواب لینا منظور ہے۔“ زید یہ کہہ کر کہ
 ”میں اس وقت سے جواب دیتا ہوں اور اپنا کوئی تعلق نہیں رکھتا اور کل بذریعہ رجسٹری ڈاکخانہ سے دوبارہ آپ کو
 اطلاع دوں گا۔“ دوسرے دن اُس نے یہ لکھ کر کہ ”میں قطع تعلق کرتا ہوں اور طلاق دیتا ہوں“ رجسٹری کر دی،
 زید کے خسر نے واپس کر دی، زید پر دس چلا گیا وہاں سے دو ماہ کے بعد آیا اس وقت زید کے ایک عزیز نے
 جو کہ اس کی بی بی کا قریبی رشتہ دار تھا زید سے مل کر یہ چاہا کہ بیوی سے صلح ہو جائے، زید نے اس کو یہ
 جواب دیا کہ میں طلاق دے چکا ہوں اب صلح کیسی“ وہ خاموش ہو گیا، چنانچہ ایک اور آدمی سے بھی زید نے
 یہ کہا کہ میں اپنی بی بی کو طلاق دے چکا ہوں“ اب زید معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اُس کی بی بی کو طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب

طلاق ہوگی اور عورت نکاح سے نکل گئی، اگر اس سے پہلے کوئی طلاق نہ دے چکا تھا تو برضائے زن
 اُس سے نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی حاجت نہیں، اور اگر پہلے ایک طلاق بھی دے چکا تھا تو اب بے حلالہ
 نہیں کر سکتا کہ تین ہو گئیں ایک پہلے اور ایک اُس وقت اُس کا کہنا کہ ”میں اس وقت سے جواب دیتا ہوں
 اور اپنا کوئی تعلق نہیں رکھتا“

کہ ”میں قطع تعلق کرتا ہوں“ یہ مجموع ایک ہی ہوگی فان البائن لا یلحق البائن والنسبۃ قد ظہرت

ابانہ طلاق پہلی بانہ کے بعد نہیں آسکتی اس میں نیت کی ضرورت تھی جو کہ پائی گئی۔ ت اور ایک اس کا کلمہ دیتا ہوں اور جسٹری واپس دینے سے طلاق واپس نہ ہوگی کہ بلا شرط تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۰ از ملک متوسط شہر راپور محلہ بیجا تھ بارہ مرسلہ منشی محمد اسمعی مولود خواں عرائض نویسی

۱۹ جمادی الاخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مستی طالع ورخاں نے بحالت غیظ و غضب ایک خط اپنے خمر حقیقی کے نام لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے جناب ماموں نجم خاں صاحب دام ظلہ بعد السلام علیکم واضح ہو میں نے آپ سے بارہا کہا کہ عمدہ کو یہاں سے مت لے جاؤ، مگر آپ لے ہی گئے بغیر رضا مندی آپ نے اپنی ہی ضد کی میں بھی اُس کے اطوار سے نہایت درجہ ناخوش تھا، اس چار مہینہ کے عرصہ میں کبھی میری خدمت نہ کی، اطوارِ ناشائستہ جو اس میں ہیں ان کا دفع غیر ممکن ہے، اس سے بڑھ کر خراب عادات عمدہ میں ہیں، لہذا بخوشی تمام آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کر دو کیونکہ جس حالت میں میرا دل اُسے خوش نہیں اور اس کا بھی مجھ سے نہیں ایسی حالت میں ایک دوسرے کی جان کے ضرور خواہاں رہیں گے ایسا نہ ہونا سبب برضا و رغبت آپ کو اجازت دیا اس کا خرابانہ ہونا سبب دوسرے نکاح کی اجازت دیتا تا کہ خدائے پاک مجھ کو اپنے فضل سے مرتکب گناہ نہ کرے اس خط کو بطور طلاق قائم کے تصور فرمائیں اگر آپ اُس کا نکاح کرادیں گے تو مجھ کو کسی نوع کا عذر تکرار آگے نہیں اور نہ کروں گا صرف ڈیڑھ سو روپیہ نکاح میں صرف ہو اس کا تو البتہ افسوس ہے کہ حج کا روپیہ خرچ ہو گیا مگر کیا علاج ہے کچھ چارہ نہیں، مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ آپ اپنے دل میں بھی اس امر کا رنج نہ کریں تحریر مختصر کو کثیر تصور فرمائیں عمدہ سے اور مجھ سے اب کچھ سروکار نہ رہا بخورشتمہ پہلے تھا وہی اب قائم رہے گا، سرمست خاں اس خط کو حرف برف پڑھ کر ماموں صاحب اور عمدہ کو بھی سنا دیں تاکہ اُس پر شرعاً طلاق واجب ہو جائے کیونکہ وہ میری بلا اجازت گئی تو نکاح کے باہر ہونا اظہر من الشمس ہے فقط بندہ طالع ورخاں از مقام ساکولی۔

جس وقت یہ خط پہنچا سرمست خاں نے عمدہ اور اس کے والد نجم خاں کو سنا دیا، بعد ایک ہفتہ کے طالع ورخاں اپنے خمر کے یہاں آئے اور کہنے لگے کہ میری زوجہ عمدہ کو میرے ساتھ روانہ کر دو، نجم خاں نے روبرو چند آدمیوں کے بھیجنے کا اقرار کیا پھر بعد دو گھنٹہ کے طالع ورخاں لینے آئے تو معلوم ہوا کہ نجم خاں دیہات پر چلا گیا، بعد چند ماہ کے نجم خاں نے طالع ورخاں سے صراحت کہہ دیا کہ ہم لڑکی کو کیسے روانہ کریں تم نے تو طلاق نامہ لکھ کر روانہ کر دیا، پھر بائیس ماہ کے بعد طالع ورخاں نے اپنے خمر کے نام یہ خط لکھا:

جناب ماموں صاحب! بعد سلام علیک واضح ہو میں نے یہاں پر کسی علمائے سے دریافت کیا سب

یہی کہتے ہیں کہ طلاق ہو چکی اس لئے عرض پرداز ہوں کہ آپ اپنی لڑکی کا نکاح کرا دیکھئے مجھ سے کوئی واسطہ نہ رہا آپ بدبجیہ نہ ہوں امر مجبوری ہے ورنہ کوئی صورت لانے کی کیا ہوتا فقط پھر نو ماہ کے بعد خسر کو خط لکھا کہ فرنگی محل کے علاقے سے خط بھیج کر فتویٰ طلب کیا تھا جواب آیا کہ طلاق ہو چکی مہر کے نسبت انہوں نے فتویٰ دیا کہ نصف مہر دینا چاہئے، مگر میں اور جوابوں کا منتظر ہوں، پس عرض یہ ہے کہ صورت مرقومہ بالا میں عمدہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کن لفظوں سے؟ اور کس قسم کی؟ اور کتنی طلاق متحقق ہوئیں؟ عرض عمدہ طالعور خاں کے نکاح میں رہی یا نہیں؟ بتینوا تو جروا۔

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب۔ اس خط میں آٹھ لفظ تھے،

(۱) بخوشی تمام اجازت دیتا ہوں کہ اُس کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ کر دو۔

(۲) برضا و رغبت آپ کو اجازت دیا۔

(۳) اُس کا خرابا نہ ہونا سبب دوسرے نکاح کی اجازت دیا۔

(۴) اس خط کو بطور طلاق نامہ تصور فرمائیں۔

(۵) اگر آپ اُس کا نکاح کرا دیں گے تو مجھ کو کسی نوع کا عذر تکرار آگے نہیں اور نہ کروں گا۔

(۶) عمدہ سے اور مجھ سے کوئی سروکار نہ رہا۔

(۷) اس خط کو ماموں صاحب اور عمدہ کو سنادیں کہ اُس پر شرعاً طلاق واجب ہو جائے۔

(۸) وہ میری بلا اجازت گئی تو نکاح کے باہر ہونا اظہر من الشمس ہے۔

ان میں لفظ چہارم صالح ایقاع طلاق نہیں کہ بطور طلاق نامہ تصور فرمائیں، کے صاف یہ معنی کہ

حقیقت میں طلاق نامہ نہیں، فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے،

امراة قالت لزوجها ما اطلاق ده فقال الزوج

واده انكار او كرهه انكار لا يقع وان نوى

كانه قال لها بالعربية احسبى انك طالق

وان قال ذلك لا يقع وان نوى له

اه ملخصاً۔

بیوی نے خاوند کو کہا ”مجھے طلاق دے“ خاوند

نے جواب میں کہا ”تو دی ہوئی یا کی ہوئی خیال کر لے“ تو طلاق

نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت کی ہو کیونکہ عربی میں اس کا معنی یوں ہے

”تو گمان کر لے کہ تو طلاق والی ہے“ اور اگر یوں بالفاظ عربی کہا تو

طلاق نہ ہوگی چاہے طلاق کی نیت کی ہو اھ ملخصاً

اُسی میں ہے :

لوقيل لرجل اطلقت امرأتك فقال
عدها مطلقه او احسبها مطلقه لا تطلق
امرأته اھ تمام تحقیق ذلك في فتاوانا
المفصلة -

ایک شخص نے دوسرے سے کہا "کیا تو نے اپنی
بیوی کو طلاق دی ہے" اور دوسرا جواب میں
کھے "تو اس کو طلاق دی ہوئی شمار کر لے، تو مطلقہ
سمجھ لے" تو بیوی کو طلاق نہ ہوگی اھ، اس کی
مکمل تحقیق ہمارے مفصل فتووں میں ہے۔ (ت)

لفظ پنجم ظاہراً ترک نزاع کا وعدہ ہے،
آگے معنی آئندہ او ہو تعلیق علی الانکاح ان
اسرید بقولہ آگے بعد الانکاح او اخبار
عن النیة فی بعض الالفاظ السابقة ان
اسرید بہ من بعد ما کتبت ہذا۔

آگے معنی آئندہ یا یہ نکاح کر دینے پر معلق ہے اگر
اس نے "آگے" کے لفظ سے نکاح کر دینے کے بعد
کی نیت کی ہو، یا پہلے مذکور الفاظ میں سے کسی
لفظ میں نیت کی خبر دینا ہے جبکہ اس نے وہ لفظ لکھنے
کے بعد مراد لی ہو۔ اسے محفوظ کر لو۔ (ت)

لفظ ششم بھی الفاظ طلاق سے نہیں، سر معنی خیال و خواہش اور کار معنی حاجت ہے سرکار
نہیں یعنی غرض مطلب حاجت کام نہیں، اور ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق کہے۔ خانیہ و
بزازیہ وغیرہا میں ہے،

لو قال لا حاجة لي فيك ونوي الطلاق لا يقع
وكذا لو قال مرا بكارستي وكذا لو قال
ما اريدك

اگر اس نے کہا "میں تجھے نہیں چاہتا" تو طلاق نہ ہوگی۔ (ت)
بحر الرائق میں ہے :

اگر خاوند نے یہ الفاظ کہے "مجھے تجھے میں حاجت
نہیں، میں تجھے نہیں چاہتا، میں تجھے پسند نہیں کرتا"
اذا قال لا حاجة لي فيك او لا اسيدك او
لا احبك او لا اشتريك او لا مرغبة

۲۱۳/۱

نو لکشور لکھنو

کتاب الطلاق

۱۰ فتاویٰ قاضی خاں

۲۱۶/۱

" "

فصل فی الکنايات

" " "

لی نیک فانه لایقہ وان نوی۔

میں مجھے تیری خواہش نہیں تھی میں میرے لئے رغبت نہیں
تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

لفظ شتم بھی محض لغو و غلط ہے کہ ایک باطل خیال جہاں پر نکاح سے باہر ہونا بتاتا ہے
بے اجازت شوہر عورت چلی جائے تو نکاح سے باہر نہیں ہوتی اور جو اقرار غلط بنا پر ہو معتبر نہیں۔ خانہ
میں ہے:

ایک بچے نے کہا اگر میں یہ پی لوں تو جس عورت
سے بھی نکاح کروں تو اس کو طلاق پھر اس کے دوران بچپن
وہ چیز پی لی، پھر بالغ ہونے کے بعد اس نے کسی
عورت سے نکاح کیا اور اس کے سسرال نے
خیال کیا کہ اس کے مذکورہ قول کی وجہ سے طلاق
ہوگئی ہے تو اس لڑکے نے کہا ”ہاں یہ مجھ پر حرام
ہے“ تو اس صورت میں صحیح قول کے مطابق اس

صبی قال ان شربت فکل امرأة اتزوجها
فهي طالق فشرب وهو صبی فتزوج وهو
بالغ وظن صهره ان الطلاق واقع فقال
هذا البالغ (آرے حرام است برمن) لا تحرم
امراته هو الصحيح لانه ما اقر بالحرمة
ابتداءً وانما اقر بالسبب الذي تصادق
عليه وذلك السبب باطل اھ ملخصاً۔

کی بیوی اس پر حرام نہ ہوگی، کیونکہ یہاں ابتداءً بیوی کو حرام نہیں کہا بلکہ اس نے اس سبب کے وجود کا اقرار کیا
جس پر یہ دونوں سچے ہیں اور جس سبب پر اس نے یہ اقرار کیا وہ باطل ہے اھ ملخصاً (ت)

بقیہ چار الفاظ میں تین لفظ پیشین کا حاصل اجازت نکاح دینا ہے اور وہ بیشک کنایات

سے ہے،

کیونکہ یہ الفاظ نکاح کی قید کو ختم کرنے کی خبر دیتے
ہیں اور اپنی عصمت سے نکالنے کی خبر دیتے ہیں جیسے
کہ خاوندیوں کے ”تو نکاح کر“ جیسا کہ خانہ
میں ہے ”تو خاوند تلاش کر“ جیسا کہ کز میں ہے

فانه ینبئ عن سرفه قید النکاح واخراجها
عن عصمة لنفسه كقوله تزوجی کما فی
الخانیه وابتغی الانرا واج کما فی الكنز و
وهبتک للانرا واج کما فی

۳۰۳/۳ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۲۳۵/۱ نو لکسٹور لکھنؤ

۲۱۹/۱ ” ”

ص ۱۱۶ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۳۷۶/۱ نورانی کتب خانہ پشاور

۱۰ بکرا الرائق باب الکنايات

۱۱ فتاویٰ قاضی خاں باب التعلیق

۱۲ ” ” ” فصل فی الکنايات

۱۳ کز الدقائق باب الکنايات

۱۴ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنايات

”میں نے تجھ کو خاندانوں کے سپرد کیے۔“

ہندیہ میں ہے۔ (ت)

مگر ان تین اور ان کے ساتھ کتنی ہی کنایات بات نہ ہوں سب سے ہوگی تو ایک ہی طلاق بائن ہوگی۔
اگرچہ سب سے نیت کی ہو فان البائن لا يلحق البائن (کیونکہ بائن طلاق کے بعد دوسری بائن
لاحق نہیں ہو سکتی۔ (ت)

لفظ ہضم طلاق صریح ہے مگر اس شرط پر معلق کہ سر مست خاں، نجم خاں اور عمدہ کو حرف برف
خط پڑھ کر سنادے،

فان لفظہ تاکہ تضید ہہنا ترتب الطلاق
على الاسماع ای سبط حصول ذالک بمحصول
هذا وهذا هو معنى التعليق وفي
الدر المختار كفى معنى الشرط۔

اس لئے کہ ”تاکہ“ کا لفظ یہاں سنانے پر طلاق
کو مرتب کرنے کے لئے ہے یعنی اس چیز کے حاصل
ہو جانے پر اس چیز کا حصول بتانے کے لئے ہے
اور یہی تعلق کا معنی ہوتا ہے۔ اور در مختار میں ہے
کہ تعلق کا معنی ہی شرط کے لئے کافی ہوتا ہے (ت)

توان آٹھ لفظوں کا حاصل صرف دو لفظ رہے، ایک کنایہ جس سے بلحاظ نیت طلاق بائن پڑگی
دوسرا صریح معلق جس سے بعد تحقق شرط طلاق رجعی ہوگی صریح کا حکم تو دیانتاً و قضاءً دونوں میں ایک
ہی ہے کہ اگر سر مست خاں نے خط مذکور دونوں کو حرف برف سنا دیا تو طلاق ہوگی اور اگر ان میں ایک
کو سنانے میں بھی کچھ کمی رہی جسے حرف برف سنانا نہ کہیں تو نہ ہوئی مگر حکم کنایہ یہاں مختلف ہے دیانتاً
حاجت نیت برف رد المختار میں ہے،

لا يقع ديانة بدون النية ولو وجدت دلالة
المحال فوقوعه بواحد من النية او دلالة
الحال انما هو في القضاء فقط كما هو صريح البحر
وغیره۔

کنایہ کی صورت میں نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی اور اگر دلالت حال
بھی پائی جائے تو طلاق کا وقوع نیت یا دلالت حال میں سے
ایک کے ساتھ ہوگا یہ صرف قضاءً طلاق ہوتی ہے برف
وغیرہ کی صراحت یہی ہے۔ (ت)

اور قضاء بوجہ قرآن سباق و سیاق وقوع طلاق کا حکم علی الاطلاق،

۲۳۰/۱

۴۶۳/۲

مطبع مجتہبی دہلی

دار احیاء التراث العربی بیروت

باب التعلیق

باب الکنايات

۱۰ در مختار۔

۱۱ رد المختار

غیر، بحر اور خانہ میں جیسا کہ مذکور ہے کہ لفظ اگرچہ
جواب بن سکتا ہو مگر وہاں قرآن کا ہجوم اس کے
جواب ہونے کو مردود قرار دیتا ہے، جیسا کہ یہاں
ایسا نہ ہونا سبب، اس کا خرابا نہ ہونا
سبب، تاکہ خدائے پاک الخ کے الفاظ ہیں، کیونکہ
یہ الفاظ تعلیل اور تفریح ہونے کی بنا پر جواب کے ارادہ
سے مناسب نہیں ہیں، جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور
دلالتِ قال دلالتِ حال کی طرح ہے۔ (ت)

فان اللفظ وان كان مما يصلح مردا كما في
الغرس والبحر والخانبة لكن قد حفته
قراين ترد معنى الر كقوله لهذا وقوله ايسا
نه هونا سبب وقوله اس كخرابا نه هونا سبب و
قوله تاكه خدائے پاک الخ فان هذه التعليلات
والتفريعات لا تلام قصد الر كما لا يخفى
ودلالة القول كدلالة الحال۔

ردالمحتار میں نہر الفائق سے ہے، دلالة الحال تعم دلالة المقال (دلالتِ حال، دلالتِ قال
کو بھی شامل ہے۔ ت) مگر خط کی بنا پر وقوع طلاق کا حکم اسی حالت میں ہو سکتا ہے جب کہ شوہر مقرر یا
گواہان عادل شرعی دو مرد یا ایک مرد و دو عورت سے ثابت ہو کہ یہ خط اس کا ہے ورنہ صرف مشابہت
خط پر حکم نہیں۔ اشباہ میں ہے:

اگر خط کا عنوان شروع کر کے لکھا اور پھر اس کے
اقرار یا گواہوں سے ثابت ہو جائے تو یہ لکھنا زبانی
خطاب کی طرح ہے۔ (ت)

ان كتب على وجه الرسالة مصدر ا معنونا و
ثبت ذلك باقراسه او بالبينة فكالخطاب۔

پس صورتِ مستفسرہ میں حکم قضایہ ہے کہ اگر اس خط کا طالعورخاں کا ہونا نہ اس کے اقرار سے
ثابت نہ گواہان عادل سے، جب تو اصلاً حکم طلاق نہیں، اور اگر اقرار یا شہادت سے ثبوت ہے تو عمدہ پر
طلاق بائن پڑگئی، اگر سر مست خاں نے عمدہ و نجم خاں دونوں کو حرف بحر سننا دیا جب تو دو طلاقیں بائن
ہوتیں،

اس لئے کہ صریح طلاق، بائنہ کو
لاحق ہو سکتی ہے، اور جب بائنہ کے بعد اس کو رجعی
لاحق ہو تو وہ رجعی طلاق بھی بائنہ کی طرح ہو جاتی ہے

فان الصريح يلحق البائن والرجعي اذا لحقه
صار مثله لعدم امكان اثبات
الرجعة كما في البزانية

ردالمحتار باب الكنايات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۳
اشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابۃ ادارة القرآن کراچی ۲/۹۸-۲۹۷

وغیرہا۔

کیونکہ ایسی صورت میں رجوع کا امکان نہیں رہتا
جیسا کہ بزازیہ وغیرہ میں ہے (ت)

ورنہ ایک ضرور ہوتی، بہر حال عمدہ نکاح سے نکل گئی، یہی تفصیل جو حکم قضائی ہے عمدہ کو اسی پر عمل واجب ہے
فان المرأة كالتقاضى كسما في الفقه وغیره (کیونکہ بوی اس میں قاضی کی طرح ہے، جیسا کہ فتح وغیرہ میں ہے)
اور حکم دیانت یہ ہے کہ اگر یہ خط طالع و رخاں کا ہے اور اُس نے الفاظِ کنایہ میں کل یا بعض سے نیت ازالہ نہ کیا
کی تو طلاق بائن ہوتی پھر اس کے ساتھ وہ خط سنانے کی شرط بھی پوری پائی گئی تو دو طلاقیں بائن ہوئیں بہر حال
عمدہ نکاح سے باہر ہوتی اور اگر نیت نہ کی تو سنانے کی شرط پائے جانے کی حالت میں ایک طلاق رجعی پڑی جس میں آ
اختیار رجعت تا ایام عدت تھا، اور اگر اس شرط میں بھی کمی رہی تو اصلاً طلاق پڑی، یونہی اگر یہ خط اُس کا نہیں
جب بھی طلاق نہ ہوتی اگرچہ گواہ گواہی دیں یا خود اُس نے غلط اقرار کر دیا ہو،

فان الاقرار الكاذب لا اثوله ديانة هذا اس لئے کہ جھوٹے اقرار کا کوئی اثر دیناً نہیں ہے،
جملة القول والتفصيل في فتونا المذكورة۔ یہ تمام خلاصہ کلام ہے اور تفصیل ہمارے فتاویٰ میں
مذکور ہے۔ (ت)

اور جب کہ عمدہ و طالع و رخاں میں خلوت صحیحہ ہوئی ہو جیسا کہ بیان سوال سے ظاہر ہے کہ وہ چار مہینے شوہر کے یہاں
رہی تو بعد طلاق کل مہر واجب الادا ہے، نصف ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لہ بحر الرائق کتاب الطلاق باب الطلاق الصریح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۷/۳
ردالمحتار باب الکنايات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۶۸/۲

باب تفویض الطلاق

(تفویض طلاق کا بیان)

مسئلہ ۳۲۱ از ملک بنگالہ ضلع سلہٹ پوسٹ آفس کمال گنج موضع پھول ٹولی

مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۶ رجب ۱۳۱۷ھ

ما قولکم من حکم اللہ فی الدارین (اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد مبارک ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا خاتون مسمتی زینب کو طلاق دے کر ہندہ کو خطبہ کیا تب ہندہ کہے کہ اگر اس شرط پر راضی ہو تو تیرے نکاح میں آسکتی ہوں ورنہ نہیں شرط یہ ہے، بغیر اذن ہمارے اس خاتون مطلقہ کو یا کسی اور غیر کو نکاح میں نہ لائیں اگر لائیں تو اختیار تین طلاق کی میرے ہاتھ میں رہے، زید شرط کو قبول کیا اور ہندہ کو نکاح میں لا کر پانچ چھ مہینے رہا پھر زید نے زینب کو بہ نکاح گھر میں لایا ہندہ خفا ہو کر زینب کے ساتھ تھوڑی دیر جنگ و خصومت کے بعد اس کے کہا کہ اب میں مطابقت اقرار نامہ نہیں رہ سکتی ہوں کہہ کر گھر سے نکل گئی اس قول ہندہ کے ساتھ گواہ بھی شرط ہے یا نہیں، اور اس طرح کے اختیار کرنا صحیح ہو گا یا نہیں، اور بعد آٹھ نو مہینے کے ولی ہندہ نے جا کر زید سے طلاق مانگا زید نے کہا کہ جو میں نے ستر روپے مہر بانو کو دیا تھا واپس دے دو تب طلاق دوں گا بحسب کہنے زید کے ستر روپے جو کہ بابت مہر تھے واپس دے کر طلاق دلایا صحیح ہے یا لغو، بعد اس طلاق کے ہندہ پر عدت واجب ہے یا نہیں؟ اگر عدت کے اندر ہندہ بکر کے ساتھ نکاح بیٹھے تو وہ نکاح شرعاً حرام ہے یا حلال؟ بیٹو تو جبروا۔

الجواب

قطع نظر اس سے کہ زید و ہندہ میں جو یہ گفتگو قبل از نکاح ہوئی، اس میں تعلق صحیح شرعی و اضافہ الی الملک کہاں تک متحقق تھی کہ اگر اس وقت الفاظ نا کافیہ تھے تو خاص عقد نکاح میں بھی اس شرط کا ذکر آیا یا نہیں، آیا تو کن الفاظ سے؟ اور ایجاب میں تھا یا قبول میں؟ ان تفصیل پر نظر کے بعد یہ واضح ہوگا کہ ہندہ کو اس قرار داد کی بنا پر بر تقدیر نکاح زینب بے اذن ہندہ اپنے نفس کو تین طلاق دے لینے کا اختیار حاصل بھی ہوا یا نہیں، صورت یہی فرض کر لیجئے کہ شرعاً اختیار حاصل ہو گیا تھا پھر بھی اُس کے معنی یہ ہیں کہ بعد تحقق شرط جس مجلس میں ہندہ کو نکاح زینب کی اطلاع ہو اس مجلس میں بے کسی کلام اجنبی کے اپنے نفس کو طلاق دے لے، یہ کہہ کر چلا جانا کہ اب میں مطابق اختیار نامہ رہ نہیں سکتی ہوں طلاق نہیں اور جب اپنے نفس کو بے طلاق دے چلی گئی مجلس بدل گئی اور اختیار جاتا رہا، بلکہ اگر یہ کہنا طلاق ہی فرض کیا جائے تاہم اس سے پہلے زینب سے جنگ و جدل کلام فضولی و اجنبی کیا ان سے بھی مجلس بدل گئی اور اختیار نہ رہا، درمختار میں ہے:

ما یوقعه غیرہ باذنه و انواعہ ثلاثہ تفویض و توکیل و رسالۃ و الفاظ التفویض ثلاثہ تخییر و امر بید و مشیئۃ، قال لہا اختاری او امرک بیدک ینوی تفویض الطلاق او طلق نفسک، فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا بہ مشافہۃ او اخباراً و ان طال یوما او اکثر مالہ یوقته و یمضی الوقت قبل علمہا مالہ تقم لتبدل مجلسہا حقیقۃ او حکما بان تعمل ما یقطعہ مما یدل علی الاعراض لہ

خاوند کی اجازت سے دوسرا کوئی شخص طلاق واقع کرنے تو اس کے لئے تین طریقے ہیں: تفویض، توکیل اور خط یا قاصد۔ بیوی کو طلاق کا حق تفویض کرنے کیلئے تین الفاظ ہیں بیوی کو طلاق کا اختیار، یا معاملہ طلاق سپرد کرنا، یا اس کی مرضی پر رضامندی ظاہر کرنا، لہذا بیوی کو کہا "اختیار کر لے" یا "تیرا معاملہ تیرے سپرد" تو تفویض طلاق ہوگی۔ یا اس کو کہا "تو اپنے آپ کو طلاق دے" تو ان صورتوں میں بیوی کو جس مجلس میں اس تفویض کا علم ہو اس مجلس علم میں وہ بالمشافہ یا بطور اطلاع اپنے اختیار کو استعمال

کر سکتی ہے، اگر خاوند نے یہ اختیار کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہ کیا ہو تو یہ مجلس ایک پورا دن یا اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے اور اختیار کو کسی وقت سے مخصوص کیا ہو اور وہ وقت بیوی کے علم سے قبل ختم ہو گیا تب

لے درمختار

باب تفویض الطلاق

مطبع مجتہائی دہلی

۲۲۶/۱

بھی بری کو مجلس علم میں اختیار باقی ہوگا بشرطیکہ اس مجلس علم میں کوئی تبدیلی اٹھنے یا اٹھنے کے مترادف کوئی کام یا بات کرنے سے نہ آئی ہو کیونکہ ایسی بات یا کام حقیقتاً یا حکماً مجلس کی تبدیلی قرار پائے گا، مثلاً کسی ایسے کام میں وہاں ہی مصروف ہو جائے جس سے یہ سمجھا جائے کہ اس نے اختیار کو چھوڑ دیا اور ختم کر دیا ہے (ت) ردالمحتار میں ہے:

ودخل في العمل الكلام الاجنبي

ایسے کام میں اجنبی اور اختیار سے لا تعلق کلام بھی اعراض سمجھا جائے گا۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں وہ اختیار ہرگز صحیح نہ ہو انہ اُس وقت تک ہندہ پر کوئی طلاق پڑی، ہاں جب ولی ہندہ نے طلاق مانگی اور زید نے مہر واپس لے کر طلاق دی، یہ طلاق بیشک صحیح ہوئی اور اسی طلاق کے وقت سے ہندہ پر عدت لازم آئی، اگر ختم عدت سے پہلے بکرہ وغیرہ زید کے سوا کسی سے نکاح کرے گی باطل محض و حرام قطعی ہوگا،

قال الله تعالى والمطلقة يتربصن بانفسهن
ثلاثة قروء. والله تعالى اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض ختم ہونے تک عدت میں پابند رکھیں۔

واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۲ از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاکخانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب

۲۲ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین (اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے۔ ت) کیا فرمایا بلمائے دین و مفییان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی اگلی خاتون مسماۃ زینب کو طلاق دے کر ہندہ سے شرط پر نکاح کیا کہ اگر بلا اذن ہندہ اپنے اگلے خاتون مطلقہ کو یا اور دوسری کسی کو اپنے نکاح میں لائے وہ ہندہ کو تین طلاق کا اختیار ہے خواہ کہ طلاق کو اختیار کر کے اپنے نفس کو چھڑائے یا مرضی شوہر پر ہے۔ اب زید بلا اذن ہندہ اپنی اگلی خاتون مطلقہ کو بہ نکاح گھر میں لایا اس صورت میں ہندہ کو اختیار ایقاع طلاق کے واسطے مجلس شرط ہے یا نہیں، ہندہ دعویٰ کرتی ہے کہ بجز آتے ہی زینب کے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تھا زید اور دوسری عورت حاضر مجلس ہندہ تھے کہتے ہیں ہندہ نے کوئی بات

۱ ردالمحتار باب تفویض الطلاق داراجیاء التراث العربی بیروت ۲۶۶/۲
۲ القرآن الکریم ۲۲۸/۲

کہ ایسے ہی وقت طلاق دی جس سے اُس کا یہ قصد پورا ہو یعنی مجلس بدلنے سے پہلے، تو اُس صورت میں شوہر خلاف ظاہر دعویٰ کرتا تھا لہذا قول عورت کا معتبر ہوا، اور یہاں شوہر سرے سے ایقاع طلاق ہی کا اقرار نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ ہندہ بے طلاق دے چلی گئی، اور ہندہ دعویٰ طلاق کرتی ہے تو وہ زوال نکاح کی مدعیہ اور شوہر منکر ہے، لہذا قول شوہر معتبر ہے، اور اختیار طلاق دینے جانے سے خواہی نخواستہ ہی ظاہر نہیں کہ عورت طلاق ہی اختیار کرے گی، جامع الفصولین میں ہے :

ت (یعنی زیادات) میں ہے خاوند نے بیوی کو کہا کہ "تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے" تو اس پر بیوی نے اپنے آپ کو طلاق دے دی، اس کے بعد خاوند نے اسے کہا کہ تو نے اختیار کے بعد مجلس میں کسی تبدیلی کے بغیر اپنے کو طلاق دی ہے تو اس صورت میں بیوی کی بات معتبر ہوگی کیونکہ بیوی کی تصدیق کا سبب خاوند کا اپنا اقرار ہے کہ (بیوی نے طلاق دی ہے) وہ پایا گیا ہے محرم (یعنی مختصر الحاکم)، خاوند نے بیوی کو کہا "میں نے تجھے کل اختیار دیا تھا تو نے اپنا اختیار استعمال نہ کیا" تو جواب میں بیوی نے کہا "میں نے اختیار کو استعمال کر لیا ہے" تو خاوند کی بات معتبر ہوگی شخ (یعنی شمس الائمہ ہرخی)، مالک نے اپنے غلام کو کہا کہ میں نے تجھے کل آزاد ہونے کا اختیار دیا تو تو نے اپنے آپ کو آزاد نہ کیا، تو غلام نے کہا "میں نے کر لیا ہے" تو غلام کی بات معتبر نہ ہوگی کیونکہ مالک نے اس کی آزادی کا اقرار نہ کیا، کیونکہ محض آزادی کا اختیار دینا عتق کو لازم نہیں کرتا جب تک مالک کے اختیار پر غلام اپنے آپ کو آزاد نہ کر لے، جبکہ غلام اس کا مدعی ہے اور مالک

ت (ای الزیادات) قال امرک بیدک فطلقت نفسہا فقال انما طلقت نفسک بعد الاشتغال بکلام او عمل وقالت بل طلقت نفسی فی ذلک المجلس بلا تبدل فالقول قولہا لانہ وجد سببہ باقرارہ محرم (ای مختصر الحاکم) قال خیرتک امس فلم تختاری وقالت قد اختلفت فالقول قولہ شخ (ای شمس الائمہ السرخسی) قال لقتہ جعلت امرک بیدک فی العتق امس فلم تعتق نفسک قال القن فعلتہ لایصدق اذا المولی لم یقر بعتقہ لان جعل الامر بیدہ لایوجب العتق ما لم یعتق القن نفسہ والقن یدعی ذلک والمولی ینکرہ ولا قول للقن فی الحال لانہ یخبر بما

لا يملك انشاءً لخروج الامر من بيده
بتبدل مجلسه وكذا لو قال
اعتقتك على مال امس فلم تقبل فقال
القن قبلت فالقول للمولى وكذا هذا
كله في الطلاق وفي امرك بيدك
اه ملخصاً۔

انکار کرتا ہے اور اس گفتگو میں غلام کا
نے اپنے آپ کو آزاد کر لیا ہے یہ اس چیز کی
جس کی انشاء کا ابھی تک وہ مالک نہیں بنا تو فی الحال
قول نہیں، کیونکہ اب مجلس بدلنے کی وجہ سے اختیار
اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے، اور یونہی اگر
کہ میں نے کل تجھے مال کے عوض آزادی کا اختیار
دیا تھا جسے تو نے قبول نہ کیا، تو غلام نے کہا میں نے قبول کر لیا تھا“ تو مالک کی بات معتبر ہوگی۔ اور یہی
تمام صورتیں طلاق اور بیوی کے ہاتھ میں اختیار دینے کے متعلق ہیں اہ ملخصاً (ت)

بحر الرائق میں ہے :

الفرق بينهما ان في المسئلة الاولى
اتفقا على صدور الايقاع منها بعد
التفويض، والنزوح يدعى ابطال
ايقاعها فلا يقبل منه الخ - والله سبحانه
وتعالى اعلم۔

مذکورہ صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے مسئلہ
میں خاوند و بیوی دونوں اختیار کے بعد مجلس میں
اختیار کو استعمال کرنے پر متفق ہیں مگر خاوند و بیوی
کے حق کو باطل کرنے کا مدعی ہے اس لئے اس
کی بات مقبول نہ ہوگی الخ واللہ سبحانہ و
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک
عورت سے قبل نکاح یہ قرار دیا کہ اگر میں دوسرا نکاح کسی اور عورت سے کروں تو تجھ کو اختیار ہے کہ تو
اپنے آپ کو طلاق دے لے، اُس شخص نے دوسرا نکاح کر لیا، عورت اپنے آپ کو فوراً حسب اختیار
طلاق دے لے اور شوہر اس پر رضا مند نہ ہو تو طلاق ہوگی یا نہیں؟ اور قبل نکاح یہ شرط جائز تصور ہوگی
یا نہیں؟

الجواب

اگر لفظ جو اُس شخص نے اس عورت سے قبل نکاح کے اسی قدر اور یونہی ہیں جس طرح سوال میں

لہ جامع الفصولین الفصل الثالث والعشرون فی الامر بالید ومعلقہ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی
لہ بحر الرائق فصل فی الامر بالید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۳۲۶/۳

مذکور ہوئے تو اس صورت میں عورت کو بر تقدیر نکاح ثانی کوئی اختیار طلاق دے لینے کا حاصل نہ ہو اس کا اپنے نفس کو طلاق دینا کافی نہیں جب تک شوہر اس طلاق کو نافذ نہ کرے،
 فان الملك او الاضافة اليه لا بد منه ولم يوجد او طلاق الفضولي يتوقف عندنا على اجازة الزوج۔
 کیونکہ طلاق دیتے وقت ملکیت یا اس کی طرف نسبت کا موجود ہونا ضروری ہے جبکہ یہاں یہ موجود نہیں، یا یہ کہ یہ فضولی کی طلاق ہے جبکہ فضولی کی طلاق خاوند کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے (ت)

پیش از نکاح جو ان الفاظ سے شرط کی جائے لغو و مہمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۴ از بنگالہ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اس شرط پر زینب سے نکاح کیا کہ اگر تم کو چھ مہینے تک بے خوراک و بے خبری چھوڑوں گا تو اختیار ایقاع تین طلاق کی ملک تیرے ہاتھ دے دیا، اب زید نے بعد ایک سال کے اپنی منکوہہ کو خوش و راضی کر کے فی ماہ خوراک مقرر کر کے واسطے کسی کام کے سفر میں گیا اور تین گواہ بھی موجود ہیں، اب بعد چند روز کے منکوہہ زید دعویٰ کرتی ہے کہ میری طلاق واقع ہو گئی، آیا یہ دعویٰ زینب صحیح ہے یا نہیں؟ بیّنوا تو جروا۔

الجواب

اگر الفاظ شرط کہ زید نے کہے یہی ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے تو اس میں چار صورتیں ہیں،
 اول یہ لفظ زید نے پیش از نکاح کہے اگرچہ اسی وقت معاً نکاح کر لیا۔
 دوم خاص ایجاب و قبول میں یہ شرط کی اور ابتدائے ایجاب اس شرط کے ساتھ جانب زید سے تھی یعنی زید نے کہا میں تجھے اپنے نکاح میں لایا اس شرط پر کہ اگر تجھ کو چھ مہینے تک الخ، زینب نے کہا میں نے قبول کیا۔

سوم شرط خود عقد میں تھی اور ابتدائے ایجاب زینب کی طرف سے مثلاً زینب یا اس کے وکیل نے کہا میں نے اپنے نفس یا اپنی موکلہ زینب بنت فلاں بن فلاں کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ اگر تو چھ مہینے تک الخ، زید نے کہا میں نے قبول کیا یا زینب خواہ وکیل نے کہا میں نے اپنے نفس یا موکلہ مذکورہ کو تیرے نکاح میں دیا زید نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ اگر میں تجھ کو چھ مہینے تک الخ۔

چہارم یہ شرط بعد تحقق ایجاب و قبول کی، پہلی دو صورتوں میں سرے سے یہ تفویض طلاق یعنی زینب کو بشرط مذکور طلاق کا اختیار دینا ہی صحیح نہ ہوا، اگر بالفرض زید چھ برس بے نفقہ و بے خبر گیری چھوڑے اور

زینب سو بار اپنے نفس کو طلاق دے طلاق نہ پڑے گی،
لان التفویض تعدد الملك او الاضافة اليه
ولم يوجد -

کیونکہ تفویض کا دار و مدار ملکیت یا اس کی طرف نسبت
پر ہے جو کہ یہاں موجود نہیں ہے۔ (ت)

فتاویٰ قاضی خاں وغیر میں ہے :

بیوی نے خاوند سے طلاق کا اختیار طلب کیا تو اب
خاوند نے تفویض کی ابتداء کی تو یہ تفویض نکاح کے
بعد متصور ہوگی کیونکہ اگر بیوی کے جواب میں صرف
قبلیت (میں نے قبول کیا) کہا، تو یہ تفویض نکاح کے
بعد اس لئے ہوگی کہ سوال کا جواب میں اعادہ معتبر ہوتا

البداء اذا كانت من الزوج كان التفویض
بعد النكاح لان الزوج لما قال بعد كلام
المرأة قبلت والجواب يتضمن اعادة مافی
السؤال صار كانه قال قبلت على ان يكون الامر
بيدك فيصير مفوضا بعد النكاح آء مختصراً -

بے گویا کہ یوں کہا میں نے قبول کیا کہ معاملہ تیرے ہاتھ میں ہو اور مختصراً (ت)

اور پھیلی دو صورتوں میں تفویض صحیح ہوگی، اب اگر زید نے بعد نکاح چھ مہینے تک بے نفقہ و خبر گیری نہ چھوڑا
تو بھی زینب پر طلاق ہونے کے کوئی معنی نہیں لعدم تحقق الشرط (شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے) اور
اگر شرط مذکور پائی گئی تو جس وقت چھ مہینے گزرے زینب کو اپنی طلاق دے لینے کا اختیار تو ضرور حاصل ہوا مگر
یہ اختیار اسی جلسہ تک رہے گا اگر مجلس بدلی یا کوئی فعل یا قول زینب سے ایسا صادر ہو جو اپنے آپ کو طلاق
دینے سے اجنبی ہو تو وہ اختیار فوراً اجاتا رہا اب چاہے سو بار اپنے نفس کو طلاق دے نہ ہوگی مثلاً جس وقت
چھ مہینے گزرے زینب ایک جگہ بیٹھی تھی وہاں سے کھڑی ہوگئی یا کھڑی تھی چلنے لگی یا کھانا مانگا یا کنگھی کی یا کسی سے
کوئی اجنبی بات اس معاملے کے علاوہ کسی اُس کے بعد اپنے آپ کو طلاق دی ہرگز نہ پڑے گی اور اگر اسی
جلسہ میں بغیر کسی ایسے قول و فعل اپنے آپ کو طلاق دے سب سے پہلے یہی بات کی تو بیشک طلاق ہوگئی۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے :

وہ تفویض جو کسی شرط سے معلق ہو تو اس کی دو صورتیں
ہیں، وقت مقرر ہوگا یا وقت مقرر نہ ہوگا۔ اگر
شرط کے ساتھ وقت مقرر نہ ہو جیسے یوں کہے "تیرا
معاملہ تیرے ہاتھ ہے جب فلاں شخص آجائے تو

التفویض المعلق بشرط اما ان يكون مطلقاً عن
الوقت واما ان يكون موقفاً فان كان مطلقاً بان
قال اذا قدم فلان فامرک بيدك فقدم فلان
فامرها بيدها اذا علمت في مجلسها الذي

اس صورت بیوی کو فلاں کے آنے کی اطلاع والی مجلس
میں اپنا اختیار حاصل ہو جائے گا الخ (ت)

قدم فیہ الخ

اُسی میں ہے :

اذا قامت عن مجلسها قبل ان تختار نفسها
وكذا اذا اشتغلت بعمل اخر يعلم انه كان
قاطعا لما قبله كما اذا ادعت بطعام
لتأكله او نامت او نشطت او اغتسلت
او اختضبت او جامعها نرجها او خاطبت
من جلا بالبيع والشراء فهذا كله
يبطل خيارها كذا في السراج
الوہاجیہ

اگر بیوی مجلس میں اپنے کو طلاق دینے سے قبل
اٹھ کھڑی ہوئی یا کسی دوسرے کام میں مصروف ہو گئی
جس سے معلوم ہو جائے کہ یہ اختیار کے لئے قاطع ہے
مثلاً بیوی اس مجلس میں اختیار استعمال کرنے سے
قبل کھانے کے لئے کھانا طلب کر لے یا کنگھی کرنا
شروع کرے یا غسل شروع کر دے یا خضاب مہندی
لگانا شروع کر دے یا خاوند سے ہلبستری شروع
کرے یا کسی دوسرے شخص سے خرید و فروخت کی بات

شروع کر دے، تو یہ تمام افعال اس کے اختیار کو باطل کر دیں گے۔ سراج الوہاج میں ایسے ہی مذکور ہے (ت)
در مختار میں ہے :

والفلك لها كالبیت وسیرد ابترها كسیرها
حتى لا يتبدل المجلس بجری الفلك
ويتبدل بسیر الدابة الخ۔

کشتی، گھر کی طرح ہے، اور سواری کا چلنا عورت کے
اپنے چلنے کی طرح ہے حتیٰ کہ مجلس اختیار تبدیل نہ ہوگی
جب کشتی چلتی رہی ہو مگر سواری کے چلنے پر مجلس
تبدیل ہو جائے گی الخ (ت)

پاچھلہ صورت مستفسرہ میں زینب پر طلاق ہونے کے لئے تین امور ضرور :

ایک یہ کہ وہ تفویض جانب زوج سے صحیح واقع ہوئی یعنی بعد نکاح یہ اختیار دیا ہو یا وقت نکاح اس
طور پر کہ ابتدائے ایجاب عورت کی طرف سے ہو۔
دوسرے یہ کہ بعد نکاح چھ مہینے بے نفقہ و خبر گیری گزرے ہوں۔

۳۹۶/۱

نورانی کتب خانہ پشاور

الفصل الثانی فی الامر بالیہ

۱۱ فتاویٰ ہندیہ

۳۸۷/۱

مطبوع مجتہبائی دہلی

الباب الثالث فی تفویض الطلاق

۱۲ " "

۲۲۷/۱

مطبوع مجتہبائی دہلی

باب تفویض الطلاق

۱۳ در مختار

تیسرے یہ کہ ان کے گزرتے ہی اسی مجلس میں بے کسی اجنبی بات کے نزدیک سے اپنے آپ کو بچا دے لی ہو۔

ان تین امور سے اگر ایک بھی کم ہے دعویٰ طلاق محض فلاح باطل ہے اب اگر زید ان تینوں باتوں کے وجود کا مقرر ہو تو آپ ہی طلاق ثابت ہو جائے گی، اور اگر ان میں بعض کا منکر ہو تو امر اول و دوم میں زینب پر گواہ دینے ضرور ہیں شہادت شرعیہ سے ثابت کرے کہ شوہر نے اُسے تفویض طلاق پر وجہ مقبول شریعی کی اور چھوٹے بے نفقہ و خبر گیری گزر گئے اگر گواہان عادل سے اسے ثابت نہ کر سکے گی تو زید کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائیگا اور طلاق ثابت نہ ہوگی، اور امر سوم میں اگر زید کو سرے سے بعد حصول شرط زوجہ کی جانب سے ایقاع طلاق صادر ہونے ہی کا انکار ہے جب بھی گواہ ذمہ زینب ہیں اور اگر ایقاع بھی زید کو تسلیم ہے تو گواہ دینا زید پر لازم ہے یعنی سحت تفویض و انقضائے ششماہی و ایقاع طلاق زید کو تسلیم یا گواہوں سے ثابت ہے اور شیعہ صرف اس بات کی باقی ہے کہ اُس مدت گزرنے پر زینب نے اُسی مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دے لی یا بعد زینب کہتی ہے اسی وقت میں نے طلاق دے لی تھی اور زید منکر ہے، تو اس کا بار ثبوت زید پر ہے، یہ گواہوں سے ثابت کرے کہ جس وقت چھ مہینے گزرے ہیں زینب بے طلاق دے ہوئے کسی اور کام میں مشغول ہوگی اگر ثابت کر دے گا طلاق نہ ہوگی ورنہ زینب کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا اور طلاق ثابت کر دیں گے، درمختار میں ہے:

قالت طلقت نفسي في المجلس بلا تبدل
وانكر فالقول لها جعل امرها بيد هان
ضربها بغير جنابة فضر بها ثم اختلفا فالقول
له لانه منكر وتقبل بينها على الشرط
المنفي كما سيبيح - والله سبحانه وتعالى اعلم -

بیوی نے کہا میں نے مجلس تبدیل کئے بغیر اپنے آپ کو طلاق دے دی ہے اور خاوند اس کا انکار کرتا ہے تو بیوی کی بات معتبر ہوگی، مرد نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا اگر وہ اس کو بغیر قصور مارے پھر خاوند نے بیوی کو پیٹ دیا تو اب بغیر قصور پیٹنے کی شرط

پانے جانے میں خاوند بیوی کا اختلاف ہوا تو خاوند کا قول معتبر ہوگا کہ وہ منکر ہے، اگر عورت شرط کے نہ پائے جانے کے موقف پر خاوند کے خلاف شہادت پیش کرے تو قبول کی جائے گی، جیسا کہ عنقریب ذکر آئے گا واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مشکلہ از ملک بنگالہ ضلع سلہٹ مرسلہ مولوی عبدالحکیم صاحب ۲۱ شعبان ۱۳۲۰ھ

چمے فرمائیں علماء دین شرع متین اندیز
مسئلہ کہ عبد اللہ میاں مسماۃ ٹکننگ بی بی را
علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں
کیا فرماتے ہیں کہ عبد الکرم نے مسماۃ ٹکننگ بی بی سے

لے درمختار

باب الامر بالیہ

مطبع مجبائی دہلی

۲۲۹/۱

در عقد نکاح خود آورد و از بطن مذکورہ دختر تولد شد بعد ازاں عبد الکریم از کسے وجہ ناراضی یا نوموصوفہ را طلاق بائن داد ، بی بی مذکورہ از مکان عبد الکریم بمکان دیگر رفت بعد ازاں عبد الکریم مسماة مانتون بی بی را نکاح کرد و نامہ بطور کاہن بریں مضمون نوشتہ داد کہ بغیر تو بیچ زن را خواہ طنگننگ بی بی باشد یا زن دیگر در نکاح من نیارم اگر آرم و آن زن دیگر در باب چوکت پائے دار و پس ترا اختیار طلاق ثلثہ است بہر وقتے کہ باید خود را از نکاح من خارج کردہ باشوہر دیگر نکاح توانی کرد ، اگر در آن وقت دعوی زوجیت بکنم خلاف شریعت و قانون انگریزی خواہ شد نوشتہ بدست مانتون بی بی داد و چند کس را از مجلس مسلمین گواہ کرد ، پس از چند روز عبد الکریم قول خود را خلاف نمودہ بانو اول طنگننگ بی بی را بمکان خود آورد بعد ازاں میان ہر دو زن جنگ وجدال شد طنگننگ از شجاعت و دلیری خود مانتون بی بی را از مکان عبد الکریم بیرون کرد پس مانتون بی بی جبراً روزے بمکان والد عبد الکریم ماندہ بروز دیگر سٹنہائے کہ ضرہ خود دیروز شدہ بود بیان کردہ گفت کہ من بمطابق اقرار نامہ سہ طلاق خود را اختیار می روم و بمکان والدین رفت بعد ازاں عبد الکریم قول خود را خلاف اقرار نامہ کردہ دعوی زوجیت کرد پس مانتون بی بی بعد چہار ماہ بخوف جنگ وجدال شوہرے خود را ہفتاد

نکاح کیا اور اُس کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی ، اس کے بعد عبد الکریم نے بانو موصوفہ کو بائن طلاق دے دی اور وہ عبد الکریم کے مکان سے دوسرے مکان میں چلی گئی ، پھر عبد الکریم نے مسماة مانتون سے نکاح کیا اور نکاح نامہ میں یہ تحریر کر کے مانتون بی بی کو دے دیا کہ ”وہ تیرے بغیر طنگننگ بی بی یا کسی دوسری عورت سے نکاح کیوں تو دہ جب در رائے کی چوکت پر قدم رکھے تو تجھے تین طلاقوں کا اختیار دیتا ہوں کہ تو جس وقت چاہے میرے نکاح سے خارج ہو جائے اور دوسرے جس شخص سے چاہے نکاح کر سکتی ہے ، اگر اُس وقت میں تجھ پر زوجیت کا دعوی کروں تو یہ دعوی شریعت اور انگریزی قانون کے خلاف متصور ہوگا“ اس تحریر پر چند حادثہ مسلمانوں کو گواہ بنایا ، اس کے بعد چند روز میں ہی عبد الکریم نے اپنے وعدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پہلی بیوی طنگننگ بی بی کو اپنے مکان پر لے آیا جس کے بعد دونوں بیویوں میں جھگڑا شروع ہو گیا اور طنگننگ بی بی نے اپنی جرات اور دلیری سے مانتون بی بی کو عبد الکریم کے مکان سے نکال دیا تو مانتون بی بی ایک روز زبردستی عبد الکریم کے والد کے گھر ٹھہری اور وہاں عبد الکریم کے والد کو اپنی سوکن کے ساتھ ہونے والی گزشتہ روز کی کہانی سنائی اور کہا کہ میں نکاح نامہ پر تحریر شدہ عبد الکریم کے اقرار کے مطابق اپنے آپ کو طلاق دیتی ہوں اور اپنے اختیار کو استعمال کرتی ہوں ، وہ یہ کہہ اپنے والدین کے

گھر چلی گئی، اس کے بعد عبدالکریم نے اپنے اقرار نامہ کے برخلاف مانتون بی بی پر اپنی زوجیت کا دعویٰ کر دیا، تو مانتون بی بی نے جنگ وجدال سے بچتے ہوئے عبدالکریم کو اس کے دعویٰ کے عوض ستر روپے خلع کے طور پر چار ماہ بعد ادا کر دئے، تو عبدالکریم نے اس وقت مانتون بی بی کو تین طلاقیں دیں، تو اس کے ایک روز بعد مانتون بی بی نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، تو کیا اس کا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ براہین شرعیہ اور دلائل قویہ سے جواب لکھا جائے۔ یاد رہے کہ اس مسئلہ میں تین سال سے اختلاف چلا آ رہا ہے، بیٹو اتوجروا۔

الجواب

اگر عبدالکریم نے وہ تحریر نکاح سے پہلے لکھی ہو اور اس میں وہی الفاظ ہوں جو سائل نے تحریر کئے ہیں جس میں مانتون بی بی سے نکاح کو بطور شرط صراحتاً ذکر نہیں کیا گیا، مثلاً یہ صورت ہو کہ اگر تجھ سے نکاح کروں اور پھر تجھ پر دوسری عورت کو بیوی بناؤں اور وہ میرے گھر آئے تو تجھے تین طلاقوں کا اختیار ہے الخ۔ تو ایسی صورت میں یہ تحریر لغو اور باطل ہے، اور پہلی بیوی یا کسی دوسری کو نکاح کر کے گھر لائے تو مانتون بی بی کو اختیار نہ ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو تین طلاق دے وہ بدستور عبدالکریم کی بیوی ہوگی اور خلع کے بعد اس کو عبدالکریم کے تین طلاق دینے پر وہ مطلقہ قرار پائی اور اس وقت سے اس کی عدت شمار ہوتی، اور عدت پوری ہونے سے قبل دوسرے شخص سے اس کا نکاح حرام،

روپیہ دادہ خلع کر دو عبدالکریم مانتون بی بی را سہ طلاق داد پس مانتون بی بی بعد یک روز با مرد دیگر نکاح خود کرد پس ایس نکاح جائز شد یا نہ، براہین شرعیہ و دلائل قویہ باید نوشت، مخفی ماند کہ از سه سال در باره ایس مسئلہ اختلاف ست، بیٹو اتوجروا۔

اس کے ایک روز بعد مانتون بی بی نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، تو کیا اس کا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ براہین شرعیہ اور دلائل قویہ سے جواب لکھا جائے۔ یاد رہے کہ اس مسئلہ میں تین سال سے اختلاف چلا آ رہا ہے، بیٹو اتوجروا۔

اگر عبدالکریم آن نامہ پیش از نکاح نوشت و آنجا الفاظ ہمیں قدر بود کہ سائل ذکر نمود بزنے گرفتن مانتون شرطاً بالتصریح مذکور نبود مثلاً اگر ترا نکاح کنم و باز بر تو زنے دیگر بزنے گیرم و او بخانه ام آید پس ترا اختیار سه طلاق ست الخ پس دریں صورت آن نامہ لغو و باطل ست و بزنے گرفتن منکوتہ اولی خواه غیر او مانتون رایج اختیار طلاق دادن خودش رواندرد او بچنان زن عبدالکریم ست تا آنکہ خلع کرد و عبدالکریم سه طلاق داد ازین وقت مطلقه شد و عدت بر او واجب آمد پیش از مرور عدت نکاحی کہ با مرد دیگر کرد ناجائز و باطل و زنا و حرام بود از و باز ماندن فرض ست قال الله تعالی و المطلقه یتربصن بانفسهن ثلثه قرواً و در رد المحتار ست لوقال لها

تزوجتك على ان امرك بيدك فقبلت
جان النكاح ولفا الشرط لان الامر
انما يصح في الملك او مضافا اليه
ولم يوجد واحد منهما بخلاف ما مر
فان الامر صار بيدها مقارنا
لصيرورتها منكوحة له نهر، واگر تحریر نامہ
پس از نکاح ماتون ست تفویض طلاق بجانہ اپنال
کہ در ان نامہ گفته است صحیح شد و بوجہ قول عبد الکریم
بہر وقتیکہ باید الخ متقید بمجلس نماوند فی الدر المختار
من فصل المشیئة تقید بالمجلس لانه
تملیک الا اذا زاد متی شئت و نحوه
مما یفید عموم الوقت فطلق مطلقاً
پس بریں تقدیر زان باز کہ طلاق خویش اختیار
کرد از نکاح بیرون شد اگرچہ این معنی روز دوم
رو نمود و ذلك لان قوله بہر وقتیکہ
باید الخ توضیح للتفویض المذكور
فی قوله پس ترا اختیار ثلاثہ است
کما هو الظاهر المتبادر المفهوم
المتعارف من امثال التماور وان فرض
کونہ کلاماً بحیالہ فهو تفویض

ناجائز اور باطل بلکہ زنا ہے اس لئے ماتون کو اس
دوسرے شخص سے علیحدہ ہو کہ باز رہنا ضروری اور فرض
ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مطلقہ عورتیں تین
حیض مکمل ہونے تک اپنے آپ کو پابند رکھیں
ردالمحتار میں ہے: اگر ایک شخص نے کسی عورت سے کہا
کہ میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرنا ہوں کہ تیرا معاملہ
تیرے ہاتھ میں ہے تو عورت نے اس شرط پر نکاح کو
قبول کر لیا تو نکاح صحیح ہوگا اور شرط مذکورہ لغو ہو جائیگی،
کیونکہ طلاق کا اختیار نکاح میں یا نکاح کی طرف
نسبت کرنے میں صحیح ہو سکتا ہے جبکہ یہ دونوں امر
یہاں نہیں ہیں، اس کے برخلاف جو گزرا کیونکہ وہاں
طلاق کا اختیار نکاح سے مقارن ہو جاتا ہے عورت
کے منکوحة ہو جانے کی وجہ سے اہ نهر۔ اور اگر
عبد الکریم نے وہ تحریر نامہ ماتون بی بی سے نکاح کرنے
کے بعد لکھا ہے تو پھر تین طلاقوں کی تفویض جس طرح کہ
اختیار نامہ میں موجود ہے صحیح ہے اور عبد الکریم کے
تحریر نامہ میں "جس وقت چاہے" لکھنے کی وجہ سے
یہ تفویض اس مجلس سے مقید نہ رہی۔ در مختار کی فصل
فی المشیئة میں ہے کہ یہ مشیت یعنی اختیار طلاق، مجلس
موجود میں رہتا ہے اور اسی سے مقید ہوتا ہے اس کے

عہ یہاں کرم خوردہ ہے ۱۲

۵۴۰/۲

دار اجیاء التراث العربی بیروت

۲۲۹/۱

مطبع مجتہبی دہلی

باب الرجعة

باب الامر بالیء

ردالمحتار

کے در مختار

بنفسه وليس فيه التخصيص على
 تفويض طلاق واحد حتى
 ينافيه اختيار الثلاث عند
 الامام انما هو كلام مطلق
 يشتمل كل بينونة بواحد
 اتا او باكثر فصح على هذا
 ايضا وان لم تبين الا بواحدة،
 وعلى الاول بثلاث قال في رد المحتار
 لا يقع ثمن فيما اذا امرها بالواحدة
 فطلقت ثلاثا بكلمة واحدة عند
 الامام اما لو قالت واحدة
 وواحدة وواحدة وقعت
 واحدة اتفاقا لانه لم يتعرض
 لعدد لفظا و اللفظ صالح
 للعموم والخصوص وتمامه
 في البحث، اگر این سخن بچیناں
 راست باشد کہ سائل وانمود یعنی در کلام
 عبد الکریم لفظ (بر وقتیکہ باید) نیز
 زائد بود پس دریں حالت اگر پس آن
 طلاق مانتون را سه حیض کامل آمدہ ختم شدہ
 بود بعد آن نکاح با شخصے دیگر کرد جائز
 باشد ورنہ حرام و وقوع این معنی
 بعد چار ماہ از طلاق اولیہ دلیل قطعی

بعد نہیں رہتا کیونکہ یہ تملیک ہے۔ اس کے بعد
 کا لفظ زائد کیا ہو یا اس کی شکل بدل کر اس کے
 کے لئے لفظ زائد کیا ہو تو پھر مجلس کی قید کے تحت
 طلاق ہوگی، پس اس صورت میں مانتون بی بی کا لفظ آپ
 کو طلاق دینا درست ہوا اور وہ عبد الکریم کے نکاح سے
 خارج ہوگئی ہے، اگرچہ عبد الکریم اس کا ردوائی کے
 دوسرے روز اس کے خلاف اقدام کر کے رد بھی
 کر دئے تاہم نکاح ختم ہو گیا ہے، یہ اس لئے کہ
 اس نے جس وقت چاہئے کا لفظ ذکر کیا ہے اس لئے
 یہ تین طلاقوں کی تفویض کی وضاحت ہے، جیسا کہ
 عرف میں اس محاورہ کے استعمال سے متبادر طور پر مفہوم
 سمجھا جاتا ہے، اور اگر بعینہ اس کو کلام فرض کیا جائے تو یہ
 بنفسہ تفویض ہوگی اور تفویض میں چونکہ ایک طلاق کا ذکر
 نہیں ہے اس لئے یہاں تین طلاقوں کو اختیار کرنا
 امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں منافی نہ ہوگا
 (ہاں اگر بیوی تین طلاقوں کو بیک لفظ کی بجائے ایک
 اور ایک اور ایک تین مرتبہ کہتی تو پھر بالاتفاق
 ایک ہوتی) لیکن یہاں تو مطلق کلام ہے جس میں ایک
 یا زیادہ بائنہ طلاقیں ہوں سب کو شامل ہے، تو اس
 بنا پر بھی تین طلاقیں اپنا نام درست ہے اگرچہ
 علیحدہ علیحدہ کہنے میں ایک ہی سے بائنہ اور بیک
 لفظ میں تین طلاقوں سے ہی بائنہ ہو جاتی ہے،
 رد المحتار میں ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو ایک طلاق کا

اختیار دیا اور بیوی نے تین کو بیک لفظ اپنایا تو امام صاحب کے نزدیک کوئی طلاق نہ ہوگی، اور ایک ایک کر کے تین طلاقوں کو اپنے لئے اختیار کیا تو پہلی ایک بالاتفاق واقع ہوگی کیونکہ لفظوں میں خاوند نے عدو کو ذکر نہیں کیا اس میں عموم اور خصوص دونوں کا احتمال ہے، اس کی پوری بحث بحر میں ہے۔

تو اگر بات ایسے ہی ہے جیسے سائل نے ظاہر کی ہے یعنی عبد الکریم نے اختیار سوچتے ہوئے ”جب چاہے“ بھی زائد کیا ہے، پس اندر میں صورت مانتوں بی بی کے طلاق کو اپنانے کے بعد تین حیض کا مل گزر چکے ہوں اور اس کے بعد اس نے دوسرے شخص سے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح جائز ہے ورنہ عدت مکمل ہوتے بغیر نکاح کیا تو یہ حرام ہے اور محض چار ماہ طلاق کے بعد گزرنا یہ عدت کے پورا ہونے کی قطعی دلیل نہیں ہے، اس کے متعلق عورت کو علم ہوتا ہے کیونکہ کبھی تین سال میں بھی تین حیض مکمل نہیں ہوتے، یہ صورت مسئلہ کا حکم ہے۔ مجھ فقیر کو خطرہ ہے کہ یہ وہی مسئلہ ہو جو میرے پاس ۱۳۱۴ھ میں تین بار سلٹ سے آیا تھا، اور سائل نے بھی ذکر کیا ہے کہ یہاں یہ فساد تین سال سے چلا آ رہا ہے۔ پہلی بار ۶ رجب ۱۳۱۴ھ کو یہ سوال آیا تو اس میں یہ بیان تھا کہ زید یعنی عبد الکریم کا یہ اقرار نامہ نکاح سے پہلے لکھا گیا ہے اور اس میں مانتوں سے نکاح کی ملکیت یا سبب کا ذکر بھی نہ تھا، اس سے قطع نظر ۶ رجب ۱۹ سوال اور ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ میں مرتبہ سوالات کئے گئے جن میں اس تازہ

انقضائے عدت نیست زن بجال خود عالمہ است می تواند که گاہے درسد سال نیز سه حیض تمام نشود این ست حکم صورت مستوله، اما فقیر می ترسم کہ این مسئلہ ہماں ست کہ در ۱۳۱۴ھ سہ بار از ہمیں سلٹ نزد فقیر آمدہ بود و سائل این بار نیز گفت کہ این فساد از سه سال آنجا برپاست بار اول ۶ رجب ۱۳۱۴ھ بیانے کہ آمد ظاہرش آنست کہ این استہ از زید یعنی عبد الکریم پیش از نکاح ہندہ اعنی مانتوں بود و آنجا نیز تصریح اضافت بملک یا سبب ملک نیست و قطع نظر از ان ۶ رجب و ۱۹ سوال و ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ در سوالات ہر بار ہیچ ذکر این زیادت تازہ کہ ہر وقتیکہ باید نبود بلکہ در سوال اول لفظ ہندہ ہمیں قدر نوشتہ بود کہ اب میں مطابق اقرار نامہ نہیں رہ سکتی ہوں، این گفت و از حنا نہ بردن رفت جواب دادم کہ این الفاظ طلاق نبود بالفسخ اگر طلاق باشد پیش آنا باز ضرر خود جنگ و جدل سخن فضول و اجنبی بود مجلس متبدل شد و اختیار طلاق از دست رفت طلاق از ان روز شد کہ خلع کرد از ان روز امر در عدت واجب ست ورنہ نکاح حرام بریں جواب در سوال شوال نیز ہمیں از تعیند مجلس سوال کرد جواب رفت در سوال ذیقعدہ فرود کہ ہندہ دعوی میکند کہ بجز آمدن

زائد لفظ "جب چاہے" کا اضافہ نہ تھا بلکہ پہلے
 مرتبہ سوال میں ہندہ کے عنوان سے لکھا گیا کہ اب
 میں اقرار نامہ کے مطابق نہیں رہ سکتی ہوں" یہ کہا
 اور زید کے گھر سے چلی گئی، تو میں نے اس کا جواب
 دیا کہ یہ الفاظ طلاق نہیں بن سکتے اور اگر بالفرض ہندہ
 کے یہ الفاظ طلاق ہوں بھی تو اس کا پہلے اپنی
 سوکن کے ساتھ جھگڑا کرنا، لا تعلق اور اجنبی بات
 ہونے کی وجہ سے اختیار والی مجلس تبدیل ہو گئی
 جس سے ہندہ کے ہاتھ سے طلاق کا اختیار
 جاتا رہا، لہذا ہندہ یعنی مانتون بی بی کو اس روز
 طلاق ہوئی جس روز اس نے خاوند سے خلع کیا،
 اور اسی دن سے عدت واجب ہوئی اور اس کا

ضرہ بخانہ ہماں وقت نفس خودم را اختیار کرده بودم
 و شوہر منکر اصل این معنی ست میگوید کہ ہندہ بیچ
 نگفت و بدر رفت دریں صورت قول کراست جواب
 نوشتم زید راست بعد سه سال چهارم بار این
 سوال آمد و در و لفظ زائد است کہ تعیید مجلس
 از بیخ بر انداخت باین معنی با خبر باید بود اگر این سوال
 متعلق بہم واقع است پس تبدیل کنندگان از خدا
 ترسند اگر یہ تعبیر واقعہ حکے از مفتی بدست آزند
 عالم الغیب والشہادۃ را چہ جواب دہند
 فمن بدله بعد ما سمعه فانما اثیمہ
 علی الذین یبدلونہ فی واللہ تعالیٰ
 اعلم۔

مکمل ہونا ضروری ہے ورنہ اس کا نکاح حرام ہے، اس جواب کے بعد سوال والے سوال میں بھی خاوند کی
 طرف سے دئے گئے اختیار والی مجلس کی قید سے سوال کیا گیا اس کا جواب دیا گیا، اور ذیقعدہ والے سوال
 میں یہ بات زائد تھی کہ ہندہ دعویٰ کرتی ہے کہ خاوند نے صرف سوکن کی گھر آمد پر مجھے طلاق کا اختیار دیا تھا جس کو
 میں نے اُس موقع پر استعمال کر لیا تھا، اور خاوند اس بات سے انکار کرتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ ہندہ نے
 اس موقع پر کچھ نہیں کہا اور گھر سے چلی گئی، اس صورت کے بارے میں سوال کیا گیا خاوند یا بیوی کس کی بات
 معتبر ہے؟ میں نے جواب میں لکھا زید یعنی خاوند کی بات معتبر ہے۔ مذکورہ تین بار سوال کے بعد چوتھی مرتبہ
 تین سال کے بعد اب یہ سوال آیا ہے اور اس میں ایک مزید اضافہ کیا گیا (اور جب چاہے اپنے آپ کو طلاق
 دے دے) لکھا گیا ہے اور مجلس کی قید الی صورت کو سرے سے ہی ختم کر دیا گیا، لہذا اس معاملہ کی تحقیق
 ہونی چاہئے، اگر یہ آخری سوال بھی ان پہلے تین سوالوں کا واقعہ ہے تو پھر سوال میں تبدیلی کرنے والوں کو خدا
 سے ڈرنا چاہئے، اگرچہ سوال کی تبدیلی کے ذریعہ مفتی سے مطلب کا حکم حاصل کر لیں گے لیکن عالم الغیب والشہادۃ
 اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا جواب دیں گے۔ جس نے اس کو سننے کے بعد تبدیل کیا تو گناہ بدلنے والوں پر ہے واللہ
 تعالیٰ اعلم (د)

۳۲۶ مکہ از خیر آباد میانسرائے مدرسہ عربیہ قدیم ضلع سیتا پور اودھ مرسلہ سید فخر الحسن صاحب رضوی

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ
مستی زاہد علی ولد عابد علی کا عقد نکاح مسماۃ کریمابنت عبداللہ کے ساتھ باقرار امر بالید منعقد ہوا

حسب ذیل نکاح نامہ تحریر ہوا :

نقل نکاح نامہ

الحمد لله الذي فاصلا بين الحلال والمحرام
وواصل بسلك النظام وحرم السفاح
عممة للعالم وحفظ النسل بنى آدم والصلوة
والسلام على خير خلقه محمد سید الانام
وعلى اله البرة الكرام واصحابه العظام
آقا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اس آل جو پاک اور بزرگ ہے، اور صحابہ پر جو عظیم مرتبہ والے ہیں۔ (ت)
انا بعد میں سید زاہد علی ولد سید عابد علی ساکن بلدہ خیر آباد نے برضا و رغبت خود مسماۃ کریمابنت
سید عبداللہ کو بعض مہر معجل چار مثقال نقرہ جس کے ایک سو تھپن بروئے وزن روپیہ چہرہ دار راج الوقت
ہوتے ہیں اپنے عقد نکاح میں لایا اور مسماۃ کریماموصوفہ کو برضا مندی خود بلا اکراہ و اجبار احدے مضمون
امرہا بیدھا پر مختار کر دیا یعنی مسماۃ کریمامدوہ جب چاہیں اپنی ذات کو میرے عقد نکاح سے خارج
کر کے آزاد کر لیں مجھ کو کبھی کسی طرح اپنے نکاح میں رہنے کا دعویٰ نہ ہو سکے گا کیونکہ یہ مضمون امرہا
بیدھا اس وقت قطعاً یقیناً وہ میرے عقد سے خارج ہو جائیں گی لہذا یہ تحریر لکھ دی کہ وقت ضرورت
کام آئے فقط، چونکہ قبل انعقاد نکاح کے مستی زاہد علی کی بد اطواری خراب چلنی کی شکایت خارجاً مسموع ہوئی
تھی جس کی بالاتفاق اکثر اہل برادری نے تکذیب کر کے نکاح کر دینے پر سید عبداللہ کو مجبور کیا اور بالآخر
سید عبداللہ نے بطریق مندرجہ بالا نکاح کر دیا تھا اور بالآخر ہمیں آتش درکاسہ سامنے آیا بمقتضائے
خوئے بد در طبیعت کہ نشست
نرود جز بوقت مرگ از دست

(بری عادت جو طبیعت میں رچ بس جائے وہ وقت موت تک زائل نہیں ہوتی۔ ت)

مستی زاہد علی نے بعد چند روز کے وہی بد چلنی اختیار کی اور انجام کار کچھری سے سزا یاب ہو گیا۔ مسماۃ کریمابنت اگرچہ

بوجہ شرم وغیرت خلقی کے کوفت و سوخت درونی کا کسی پر اظہار نہیں کرتی مگر تحلیل ہوتی جاتی ہے، چونکہ کریمہ ہندہ نو عمر و جوان ہے سیدہ عبدالقدوس نیز دیگر اعزہ کا خیال ہے کہ بشرطِ رضامندی مسماۃ کریمہ اُس سے طلاقِ مسنونہ دلا کر دوسری جگہ مناسب پر اُس کا نکاح کر دیا جائے، پس اس ضرورت سے ہدایت خواہ ہوں کہ ایسے الفاظ اُردو کا کوئی فقرہ یا چند فقرات بتائے جائیں جس کو مسماۃ کریمہ اپنی زبان سے رُو برو چند لوگوں کے ادا کر کے طلاقِ مسنونہ حاصل کر کے جس میں کوئی قباحت و مُقہم شرعی باقی نہ رہے، اس طلاقِ مسنونہ حاصل کرنے کے متعلق جو طریقہ عمدہ ہو اور جو جو الفاظ اُردو مناسب ہوں اُس سے مفصلاً و تصریحاً ہدایت فرمائی جائے۔

الجواب

اس تحریر میں امرِ ہابیدہا مختار کر دیا نکاح سے خارج ہونا آزاد ہونا جتنے الفاظ ہیں سب کنایہ ہیں اور حالتِ حالتِ رضا ہے نہ غضب ہے نہ مذاکرہ طلاق، اور حالتِ رضا میں جملہ الفاظ نیتِ زوج پر موقوف رہتے ہیں، کریمہ اپنے آپ کو ایک طلاق دے کہ میں نے حکم اس اختیار عام کے جو میرے شوہر نے مجھے دیا اپنے آپ کو شوہر کی طرف سے ایک طلاق دی اس پر زامہ علی سے دریافت کیا جائے کہ تُو نے جو وہ الفاظ لکھے اُن میں طلاق کا اختیار دینے کی تیری نیت تھی یا نہیں، اگر وہ اقرار کرے فہا، اور اگر انکار کرے تو اُس پر حلف رکھا جائے، اگر حلف کر لے کہ میری نیت یہ نہ تھی تو طلاق نہ ہوگی۔ اگر جھوٹا حلف کرے گا وبال اُس پر ہے اور اگر حلف سے انکار کر دے گا تو طلاق ہو جائے گی اور دونوں صورتوں میں بائن ہوگی۔ عورت نکاح سے نکل جائے گی اگر اب تک خلوت نہ ہوئی تھی تو ابھی ورنہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۴ از رامپور کوٹھی چڑیا خانہ مسئلہ حسین احمد صاحب دفعہ دار ۲۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ بنتِ زید کا عقد بکر کے ساتھ اس شرائط سے ہوا چنانچہ ایک اقرار نامہ بکر نے اسی وقت بعد عقد مذکور کے لکھ دیا کہ ۲ تولہ کی بالی طلاق اور ۴ ماشہ کی نکھنی اندر میعاد چھ ماہ کے بنوادوں گا ورنہ طلاق ہے، ہندہ میعاد مذکور پر اپنے باپ زید کے گھر چلی آئی، اقرار نامہ پر عمر خالد وغیرہ رشتہ داران بکر کی گواہی اور بکر کے (العبد) انگوٹھے کے نشان موجود ہیں، پس اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب

اقرار نامہ کی نقل بھی ملاحظہ ہوئی اُس میں بھی یہی لفظ ہے کہ ”ورنہ طلاق ہے“ یہ بیان نہیں کہ کس کو طلاق ہے، لہذا صورتِ مستفسرہ میں باعتبار ظاہر جبکہ اس نے چھ مہینے کے اندر یہ چیزیں بنوا کر نہ دیں ایک

طلاق رجعی سمجھی جائے گی کہ عدت کے اندر شوہر کو رجعت کا اختیار ہوگا لیکن اگر زید قسم کھا کر کہہ دے کہ اُس نے "طلاق ہے" سے ہنذہ کو طلاق دینا مراد نہ لیا تھا تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اصلاً حکم طلاق نہ ہوگا اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر رہے گا،

خاوند نے اگر بیوی کو کہا کہ میری اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکل کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، تو اگر بیوی باہر نکل جائے تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس نے بیوی کی طلاق کی قسم کا ذکر نہیں کیا جبکہ دوسری کسی عورت کی طلاق کی قسم ہو سکتی ہے، لہذا یہاں خاوند کی بات معتبر ہوگی، جیسا کہ ردالمحتار میں بزازیہ سے منقول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

قال لہا لا تخرجی من الدار الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لا یقع لعدم ذکر حلفہ بطلاقہا و یحتمل الحلف بطلاق غیرہا فالقول لہ (رد المحتار عن البزازیة) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۲۸ مسئلہ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی ساس ہنذہ کے یہاں رہتا تھا ہنذہ نے اُس سے مکان خالی کرنے کو کہا اُس نے انکار کیا اُس نے اس کا اسباب پھینک دینا چاہا اُس نے کہا اگر میرا اسباب پھینکوگی تو میں تمہاری لڑکی کو طلاق دے دوں گا، اس پر دو مرد اور ایک عورت تو یہ گواہی دیتے ہیں کہ زید نے ہمارے سامنے طلاق دے دی، اور دو مرد کہتے ہیں اُس نے صرف یہ کہا کہ مال پھینکا تو طلاق دے دوں گا نہ اُس نے پھینکا نہ اس نے طلاق دی، زید بھی طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، اس صورت میں طلاق ثابت ہے یا نہیں؟ بتیو اتوجروا۔

الجواب

ان دو مردوں اور ایک عورت میں جو مدعی طلاق تھے ایک مرد کی نسبت معلوم ہوا کہ بے قید آدمی ہے یہاں تک کہ نماز کا بھی پابند نہیں، اور ایک مرد پہلے کہتا تھا اب وہ منکر ہے کہ میرے سامنے طلاق نہ دی میں سنی سنائی کہتا تھا اور اُس عورت کی عدالت معلوم نہیں، اور ہو بھی تو ایک عورت کی

گو اہی سے ثبوت نہیں ہوتا اور زید نے ہمارے سامنے حلف شری کے ساتھ کہا کہ میں نے ہرگز طلاق
 نے صرف اتنا کہا تھا کہ مال پھینکو گی تو طلاق دے دوں گا، پس اس صحت میں طلاق ثابت نہیں
 تعالیٰ اعلم۔

نوٹ

اس جلد کا آخری عنوان "باب تفویض الطلاق" ہے، تیسریں جلد کا آغاز
 "باب تعلیق الطلاق" سے ہوگا۔

marfat.com

Marfat.com